سعید الحق

فی تخریج

جاء الحق

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ

تخریج وشارح

علامہ ومولانا سعید اللہ خان قادری

مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری پارک، کراچی۔

فون نمبر: 34926110-34910584

محمد رسول اللہ

سعید الحق فی تخریج

جاء الحق

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج مع مزید دلائل

علامہ ابو العباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام

حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی

(ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات، بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی۔

فون: 021-34926110/34910584

0300-2196801

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: .... سعید الحق فی تخریج جاء الحق

مصنف: .... علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام: .... محمد نواز تنولی

محمد جمیل قادری (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

زیرِ سرپرستی: سید شاہ تراب الحق قادری (امیر جماعت اہلسنت کراچی) ثروت اعجاز قادری (سربراہ سنی تحریک) طارق محبوب (سربراہ انجمن نوجوانانِ اسلام)

بتعاون: شبیر ابوطالب (حق ٹی وی) محمد ہاجرہ بی بی (سجادہ نشین دربار حقانیہ کراچی) محمد کامران

زیرِ نگرانی: علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری (مقرر، شعلہ بیاں)
علامہ سراج اختر القادری

لیگل ایڈوائزر: ایڈوکیٹ جاوید تنولی (ہائی کورٹ) ایڈوکیٹ سہیل بیگ نوری،
ایڈوکیٹ اشفاق تنولی

کمپیوٹر کوڈ: M153

marfat.com

Marfat.com

انتساب

فقیر اس تحقیق و تخریج کو قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سلطان الزاہدین، سراج المقربین، شیخ طریقت رہبر شریعت، سیدی و مرشدی قبلہ حضرت سید میاں گل صاحب قادری دامت برکاتہم العالیہ اور پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر میاں سید علی شاہ قادری دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ جن کی روحانی امداد و اعانت سے مجھ جیسے ناچیز کو اس مبارک کتاب کی تخریج و تحقیق کی توفیق حاصل ہوئی۔

خادم علمائے اہل سنت

سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R، کراچی

marfat.com

Marfat.com

عرض ناشر

اللہ عزوجل کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی رحمت سے مکتبہ غوثیہ کراچی درس نظامی اور دیگر مختلف موضوعات پر ۱۵۰ ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کر چکا ہے۔ سعید الحق فی تخریج جاء الحق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو کہ حضرت علامہ و مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب کی تالیف ہے۔ چونکہ جاء الحق عقائد اہل سنت کی ترجمانی کرنے والی ایک بہترین کتاب ہے لہذا اس لیے عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ موجودہ دور کے لحاظ سے اس کتاب کو عوام کے لیے نا صرف مزید آسان کر دیا جائے بلکہ تحقیق و تخریج اور مزید دلائل کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ ماشاء اللہ حضرت علامہ و مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس کام کو بہترین انداز میں سرانجام دیا۔

ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی تمام کتب مکتبہ غوثیہ نے شائع کر رہا ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

(1) اقامت میں حی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم (2) نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل ثبوت (3) دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت (یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کتاب میں علامہ موصوف نے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اس موضوع پر شاید ہی عوام و خواص اہل سنت نے کوئی کتاب دیکھی ہو) (4) حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت (5) تاریخ اسلام (دو جلدیں) (6) الکلام المعقول فی اثبات علم غیب الرسول (یعنی مسئلہ علم غیب پر نا قابل تردید دلائل) (دو جلدیں) (7) جمعہ کی اذان ثانی کا زبان سے جواب دینا شرعاً جائز ہے (8) امام اعظم رضی اللہ عنہ پر امام ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کے مسکت جوابات (بڑی بہترین کتاب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے (9) فقہ حنفی اور حدیث (مکمل سیٹ دس جلدیں) (امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام غلاموں کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنا چاہیے غیر مقلدین جو حنفی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ احناف حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ تمام شبہات دور ہو جائیں گے) (10) دیدار الٰہی (بہترین تحقیق کے ساتھ) (11) دیدار الٰہی (بہترین تحقیق کے ساتھ) (12) فتاویٰ سعید اللہ خان یہ تمام کتب اور ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی اور بہت سی محققانہ کتب صرف مکتبہ غوثیہ ہی شائع کر رہا ہے۔

جیسا کہ قارئین بہتر جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی مکتبہ غوثیہ کی کتب نہ صرف کراچی بیرون شہر بلکہ بیرون ممالک میں داد و تحسین حاصل کر چکی ہے لیکن پھر بھی قارئین علماء کرام و مشائخ عظام سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری مزید رہنمائی فرمائیں اور اگر ہماری پرنٹ کی ہوئی کسی بھی کتاب میں کپوزنگ پروف ریڈنگ یا ان کے علاوہ کوئی غلطی پائیں از راہ کرم ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی صحیح ہو سکے۔ اور اس ادارہ کے ساتھ آپ تعاون بھی فرمائیں تا کہ ہم مزید بہتر انداز میں کام کر سکیں۔

آپ کے تعاون و دعاؤں کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

خادم مکتبہ غوثیہ کراچی

بروز ہفتہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۹ جنوری ۲۰۱۰

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

فہرس

سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ اول)

انتساب 14
دیباچہ 23
تمام فتنوں سے بڑا فتنہ وہابیوں کا 23
وہابیوں کے ظلم اہل اسلام خصوصاً اہل حرمین پر 24
حاشیہ محمد عبدالوہاب نجدی کون تھے 25
حاشیہ اسماعیل دہلوی کون تھے 28
حاشیہ دیوبندیوں کے عقائد 30
غیر مقلد اور دیوبندیوں میں فرق 30
وجہ تصنیف کتاب 34
تفسیر تاویل تحریف کا فرق 39
تفسیر بالرائے حرام ہے تفسیر کے مراتب 40
تقلید کی بحث 43
حاشیہ غیر مقلدیت ایک فتنہ ہے 43
باب اول تقلید کے معنے اور اس کی اقسام 44
حاشیہ تقلید کے معنے 44
کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے 47
کس پر تقلید واجب ہے اور کس پر نہیں 48
مجتہد کے چھ طبقے ہیں 48
چوتھا باب تقلید واجب ہونے کے دلائل 50
حاشیہ اولوالامر کون ہیں؟ 51
اقوال مفسرین ومحدثین 56
تقلید شخصی کا بیان 57
حاشیہ تقلید شخصی کے چند مزید دلائل 58
پانچواں باب تقلید پر اعتراضات وجوابات 61
چاروں مذہب حق ہونے کے معنے 63
قیاس کی بحث 66
بحث علم غیب 70
حاشیہ مقدمہ علم غیب 70
غیب کی تعریف اور اس کی اقسام 70
حاشیہ علم غیب کی تعریف 75
علم غیب کے متعلق چند فوائد 79
بری چیزوں کا علم برا نہیں 79
تیسری فصل علم غیب کے متعلق عقیدہ 80
حاشیہ علم غیب کے بارے میں عقیدہ اہل سنت 81
منکرین علم غیب سے سوالات 81
علم غیب کا ثبوت قرآنی آیات سے 83
آیۃ الکرسی میں حضور ﷺ کی نعت ہے 89
حاشیہ منافقین کا عقیدہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں 100
حضرت خضر وابراہیم علیہما السلام کا علم 105

marfat.com
Marfat.com

ملکوت کے معنی کی تفصیل 106
کل شئی متناہی ہیں اور کل ما کی تخصیص کے جوابات 113
دوسری فصل علم غیب کی احادیث 115
حاشیہ کلی علم غیب کا ثبوت 115
حاشیہ صحابی رسول سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا کلی علم غیب کا عقیدہ 118
تیسری فصل شارحین احادیث کے اقوال میں دربارہ علم غیب 142
حاشیہ چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت 145
حاشیہ حدیث نمبر (۱) نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دینا 145
حدیث نمبر (۲) حضور ﷺ نے پہلے سے بتادیا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو 149
حدیث نمبر (۳) یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے 150
حدیث نمبر (۴) تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آرہا ہے 151
حدیث نمبر (۵) سب سے بدبخت انسان کون ہے؟ 153
حدیث نمبر (۶) زمین پر چلتا پھرتا شہید کو دیکھوں 156
حدیث نمبر (۷) امام حسین رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ 157
حدیث نمبر (۸) بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں 159
حدیث نمبر (۹) سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے 160
حدیث نمبر (۱۰) اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ 163
حدیث نمبر (۱۱) دو عظیم گروہوں کے درمیان اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا 113
حدیث نمبر (۱۲) ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا شہید ہیں 167
حدیث نمبر (۱۳) لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ 169
حدیث نمبر (۱۴) سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید 170
حدیث نمبر (۱۵) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی 171
حدیث نمبر (۱۶) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ 176
حدیث نمبر (۱۷) منافق کی موت کی خبر دینا 185
حدیث نمبر (۱۸) وہ مال کہاں ہے جو تم مکہ میں دفن کر کے آئے ہو 189
حدیث نمبر (۱۹) ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو جو جدے میں ہیں 194
حدیث نمبر (۲۰) تو اسے نیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا 196
حدیث نمبر (۲۱) وہ ور 'ونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپادیا ہے 198
حدیث نمبر (۲۲) اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں 200
حدیث نمبر (۲۳) اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے 203

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر(۲۴) سب سے پہلے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی 204

حدیث نمبر(۲۵) بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں 207

حدیث نمبر(۲۶) ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتانا 208

حدیث نمبر(۲۷) عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ کا خفیہ منصوبہ ظاہر کردیا 211

حدیث نمبر(۲۸) تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہوگیا 213

حدیث نمبر(۲۹) میری امت میں ایک شخص وھب نامی ہوگا 214

حدیث نمبر(۳۰) اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتادیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟ 215

حدیث نمبر(۳۱) یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے 216

حدیث نمبر(۳۲) زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے 217

حدیث نمبر(۳۳) سراقہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے 219

حدیث نمبر(۳۴) میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا 221

حدیث نمبر(۳۵) یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا 224

حدیث نمبر(۳۶) آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہوجاتی ہے 225

حدیث نمبر(۳۷) حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا 226

حدیث نمبر(۳۸) اے عثمان یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی 229

حدیث نمبر(۳۹) تو اپنے دل میں کیا خیال کررہا تھا؟ 230

حدیث نمبر(۴۰) اسی شب کسریٰ کو قتل کردیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی 231

چوتھی فصل علماء امت کے اقوال 233

حضور علیہ السلام لکھنا جانتے تھے 238

پانچویں فصل مخالفین کی تائید علم غیب 239

چھٹی فصل علم غیب کی عقلی دلیل 240

حاشیہ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا ہے۔ 241

علم غیب اولیاء 244

حاشیہ اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الٰہی سے غیب پر مطلع ہونا 247

دوسرا باب علم غیب پر اعتراض وجواب 252

حاشیہ ذاتی عطائی کا ثبوت 253

حاشیہ عطائی علم غیب کا ثبوت 263

پہلی فصل آیات قرآنیہ کے بیان میں 265

لا اقول لکم میں نفی دو اور منفی تین ہیں اس کی 265

marfat.com

Marfat.com

عجیب حکمت
حضور ﷺ مفاتیح الغیب ہیں 266
علم عطائی غیب ہی نہیں 268
علم اور شعر کے معانی 273
حاشیہ علم شعر کی تحقیق 274
خبر کا نسخ جائز ہے یا نہیں 280
حاشیہ منافقین کی خبر دینا 281
علم روح کی بحث اور امر کے معنی 288
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روح ہیں اور عالم امر ہے 289
علم قیامت کی بحث فیھم انت من ذکرھا کی نفیس توجیہیں 290
حدیث ما المسؤل عنھا کی نفیس تحقیق 293
حضور علیہ السلام نے قیامت کی خبر دی عقلی دلیل 293
علوم خمسہ کی بحث 295
حاشیہ علوم خمسہ کے مزید دلائل 299
حاشیہ بارش کے نزول کا علم 299
حاشیہ مافی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم 301
حاشیہ ماذا تکسب غدا یعنی کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم 311
حاشیہ بای ارض تموت یعنی مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم 313
حاشیہ علم الساعۃ یعنی قیامت کا علم 329
دوسری فصل نفی غیب کی احادیث 331
جہل ونسیان وذہول میں فرق 339
قیامت میں لوگ شفیع کو بھول جائیں گے 339
حضرت یعقوب حضرت یوسف علیہما السلام سے خبر دار تھے ان کا رونا ترقی درجات کا سبب ہوا 339
تیسری فصل عبارات فقہاء خلاف علم غیب کے بیان میں 342
حاشیہ بحر الرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل 344
علم غیب پر عقلی اعتراضات وجوابات 345
حاضر وناظر کی بحث 349
پہلا باب حاضر وناظر کے ثبوت میں 349
پہلی فصل آیات قرآنیہ سے ثبوت 349
دوسری فصل حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں 353
حاشیہ سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائے 356
حاشیہ مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں 360
حاشیہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ 362
تیسری فصل حاضر وناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء کے اقوال سے 365
حاشیہ حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے 365
حاشیہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجو 369
چوتھی فصل حاضر وناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے 374
پانچویں فصل حاضر و ناظر کا ثبوت دلائل 375

marfat.com
Marfat.com

عقلیہ سے
دوسراباب حاضروناظر پر اعتراضات 378
حاشیہ میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی 382
حضور علیہ السلام کو بشر کہنے کی بحث 391
نبی کی تعریف اور اس کے درجات 391
پہلا باب اس بیان میں کہ نبی کو بشر یا بھائی کہنا حرام ہے 392
دوسراباب بشریت پر اعتراضات 394
حاشیہ میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں 395
حاشیہ حضور علیہ السلام کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک 397
رسالہ نور 405
مقدمہ 406
پہلی فصل مسئلہ نور کا ثبوت 411
قرآنی آیات سے ثبوت 411
حضرات مفسرین کے ارشادات 412
حاشیہ مزید دلائل 413
احادیث سے ثبوت 414
حاشیہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے راویوں کی توثیق 415
حاشیہ ولادت باسعادت کے وقت نور 419
حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات 420
خود علماء دیوبند کے اقوال 423
عقلی دلائل 425
دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات 427
حضور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت 439
احادیث سے ثبوت 439
فقہاء کرام کے اقوال 441
وہابی دیوبندی تائید 443
دوسری فصل۔ اعتراضات وجوابات 444
بحث نداء یارسول اللہ 448
دوسراباب نداء یارسول اللہ پر اعتراضات 451
حاشیہ نداء یارسول اللہ پر مزید دلائل 456
اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا 464
حاشیہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی 466
حاشیہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرنا 474
اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت 478
دوسراباب اولیاء پر اعتراضات کے بیان میں 481
رسالہ رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ 485
پہلا باب وسیلہ کے ثبوت میں 488
احادیث سے وسیلہ کا ثبوت 494
حاشیہ مزید احادیث سے ثبوت 500
بزرگان دین کے اقوال 505
اقوال مخالفین 509
دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں 510

marfat.com
Marfat.com

عقلی دلائل 512
دوسرا باب وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات وجوابات 515
پہلا باب بدعت کی تعریف 532
بدعت کی قسمیں اوران کے احکام 535
بدعت کی قسموں کی پہچان اور علامتیں 536
دوسرا باب اس کی تعریف اور تقسیم پر اعتراضات 539
بحث محفل میلاد شریف کے ثبوت میں 547
باب میلاد شریف کے ثبوت میں 547
دوسراباب میلاد شریف پر اعتراضات وجوابات 553
نعت گوئی اور نعت خوانی عبادت ہے 555
تقسیم شیرینی کی بحث 555
کسی کی یادگار منانا دن مقرر کرنا 557
بحث قیام میلاد شریف کے بیان میں 559
دوسراباب قیام میلاد پر اعتراضات وجوابات 565
فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان 570
پہلا باب فاتحہ کے ثبوت میں 571
دوسراباب فاتحہ پر اعتراضات وجوابات 576
بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں 581
حاشیہ مزید دلائل 581
دوسراباب اس دعا پر اعتراضات وجوابات 591
مزارات اولیاء پر گنبد بنانا 596
اختلاف زمانہ سے بعض احکام بدل جاتے ہیں اس کی مثالیں 600
دوسراباب گنبد مزارات پر اعتراضات و جوابات 602
ان اصحاب کے نام جنھوں نے قبروں پر گنبد بنائے 603
بحث مزارات اولیاء پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا 607
چراغاں کرنا پہلا باب ان کے ثبوت میں 607
بزرگوں کے چلوں کا حکم 615
نذر اولیاء 616
رمضان شریف میں ختم قرآن پر چراغاں 617
بحث قبر پر اذان دینا 618
اذان کہنے کے کل کتنے مواقع ہیں 619
اذان کے سات فائدے ہیں 619
دوسراباب اذان قبر پر اعتراض وجواب 622
مدرسہ دیوبند اور ختم بخاری 622
قبر کا طواف اور دیوبندیوں کی کتاب 624
معانقہ عید اور بعد نماز مصافحہ کا ثبوت 625
بحث عرس بزرگان 627
دوسراباب مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات 629
مسئلہ قوالی کی نہایت نفیس تحقیق 631
جائز کام میں ناجائز کے ملنے اور داخل ہونے کا فرق 632
بحث زیارت قبور کے لیے سفر کرنا 633
دوسراباب سفر عرس پر اعتراضات وجوابات 635
کیا حضرت فاروق نے درخت کٹوایا تھا 637
کفنی یا الفی لکھنے کے بیان 638
دوسراباب کفنی لکھنے پر اعتراضات وجوابات 642
بحث بلند آواز سے ذکر کرنا 645
حاشیہ ذکر بالجہر پر مزید دلائل 646
بازاروں میں تکبیر کہنے سے عوام کو نہ روکو 649

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب ذکر بالجہر پر اعتراضات و جوابات 651
بحث اولیاء کے نام پر جانور پالنا 659
دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 661
بحث بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور 666
تبرکات کی تعظیم کرنا 667
قبر کا بوسہ دینا 667
حاشیہ مزارات کو چومنا جائز ہے بہترین تحقیق 667
دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 683
سجدے کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام 684
تبرکات کا ثبوت 685
بحث عبد النبی عبد الرسول نام رکھنا 689
دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 690
بحث اسقاط کا بیان 692
حیلہ شرعی کے جواز کے ثبوت میں 693
حاشیہ حیلہ اسقاط پر مزید دلائل 693
عورتوں کے کان کب سے چھیدے گئے 696
دوسری فصل روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں 698
دوسرا باب حیلہ اسقاط پر اعتراض و جواب 702
نئی قبروں پر جمعہ تک حافظ بٹھانا 710
کتنے شخصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا 710
قضاء عمری پڑھنے کی ترکیب 710
بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان 712
اس کے دینی و دنیاوی فوائد 713
حاشیہ انگوٹھے چومنے پر مزید دلائل 713
دوسرا باب انگوٹھے چومنے پر اعتراضات و جوابات 719
بحث جنازے کے آگے کلمہ یا نعت بلند آواز 725
سے پڑھنا
دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 728
زمانہ کے اختلاف سے احکام کیوں بدل 731
جاتے ہیں اور اس کی مثالیں 732
دیوبندی عقائد 735
اسلامی عقائد 736
ضمیمہ جاء الحق 741
قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء 741
پہلا باب عصمت انبیاء کا ثبوت 743
دوسرا باب اس پر سوال و جواب 746
یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہ تھے 754
لمعات المصابیح علی رکعات التراویح 757
پہلا باب بیس رکعت تراویح کا ثبوت 757
غیر مقلدین کے آرام دہ مسائل 759
دوسرا باب بیس رکعت تراویح پر سوال و جواب 760
حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل 762
رسالہ طلاق الادلہ فی حکم طلاق ثلثہ 767
پہلا باب اس کا ثبوت کہ ایک دم تین طلاقیں 768
تین ہوتی ہیں
دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 772
مختصر دلائل اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت 779
مختصر دلائل بحث مسئلہ ضاد و ظاد کی تحقیق 783
مختصر دلائل اقامت میں حی علی الفلاح پر 788
کھڑے ہونے کا شرعی حکم

marfat.com
Marfat.com

فہرس

سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

وجہ تصنیف کتاب	799
حدیث صحیح، حسن، ضعیف	801
کن چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے	802
حاشیہ جرح مبہم قبول نہیں	803
امام صاحب کی احادیث ضعیف نہیں	802
حدیث کا ضعف مقلد کو مضر نہیں مگر وہابی کے لیے موت ہے	805
پہلا باب کانوں تک ہاتھ اٹھانا	806
پہلی فصل اس کا ثبوت	806
حاشیہ مزید دلائل	808
اس کے عقلی دلائل	808
دوسری فصل اعتراض وجواب	809
دوسرا باب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے	811
اس کے عقلی دلائل	812
دوسری فصل اس پر اعتراض وجواب	813
حاشیہ مزید دلائل	814
تیسرا باب نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا	816
عقلی دلیل	817
دوسری فصل اس پر سوال وجواب	818
چوتھا باب امام کے پیچھے قرأت نہ کرو	820
قرأت خلف الامام کس آیت سے منسوخ ہے	820
حاشیہ قرأت کے منع پر مزید دلائل	824
عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت منع ہے	828
دوسری فصل اس مسئلہ پر سوالات وجوابات	828
تلاوت وتعلیم قرآن میں فرق	830
اسی صحابہ مقتدی کی قرأت کے مخالف ہیں	834
پانچواں باب آمین آہستہ کہو	836
پہلی فصل	836
دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات	839
اونچی آمین کی حدیث قرآن وعقل کے خلاف ہے	841
چھٹا باب رفع یدین نہ کرو	843
حاشیہ رفع یدین نہ کرنے پر مزید دلائل	845
امام اعظم کا امام اوزاعی سے رفع یدین کے متعلق عجیب مناظرہ	848
عقلی دلیل	849
دوسری فصل اس پر سوال وجواب	850
انحر کے عجیب معنی	856

marfat.com
Marfat.com

اذا ثبت الحدیث فھو مذہبی کی نفیس تحقیق	859
ساتواں باب وتر واجب ہیں	860
حاشیہ وتر واجب ہیں مزید دلائل	860
وتر تین رکعت ہیں اس پر اعتراضات وجوابات	862
حاشیہ وتر تین رکعات ہیں مزید دلائل	863
تین رکعات پر اعتراضات وجوابات	866
آٹھواں باب قنوت نازلہ منع ہے	871
حضور ﷺ نے کن دشمنوں کو معافی دی اور کن کے لئے بددعا فرمائی	872
عقلی دلائل	873
دوسری فصل اس پر اعتراضات وجوابات	874
وتر میں دعائے قنوت	877
نواں باب التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت	879
پہلی فصل	879
دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات	882
دسواں باب بیس رکعت تراویح	885
پہلی فصل	885
حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل	887
اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات	892
وہابیوں سے سوالات	894
گیارہواں باب ختم القرآن پر روشنی کرنا	896
پہلی فصل	896
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	898
بارہواں باب شبینہ ثواب ہے	901
پہلی فصل شبینہ کے ثبوت میں	901
حاشیہ شبینہ پر مزید دلائل	903
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	906
تیرہواں باب بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا	907
پہلی فصل	907
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	910
چودھواں باب نمازیں جمع کرنا منع ہے	913
پہلی فصل	913
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	915
ہمارے معنی کی تائید	917
پندرہواں باب سفر کا فاصلہ تین دن کی راہ ہے	920
پہلی فصل	920
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	923
سولھواں باب سفر میں سنت ونفل	925
پہلی فصل	925
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	928
سترہواں باب سفر میں قصر واجب ہے	931
پہلی فصل	931
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	933
عثمان غنی نے منیٰ میں اتمام کیوں کیا	936
اٹھارہواں باب فجر میں اجالا کرے	938
پہلی فصل	938
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	941
انیسواں باب ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو	945
پہلی فصل	945
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات	947
بیسواں باب اذان وتکبیر کے الفاظ	950
پہلی فصل	950

marfat.com

Marfat.com

دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات 953
اکیسواں باب متنفل کے پیچھے نماز نا جائز ہے 957
پہلی فصل 957
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات 959
بائیسواں باب قے وخون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے 962
پہلی فصل 962
قے اور خون میں عجیب فرق 964
دوسری فصل اس پر سوال وجواب 964
تیئسواں باب ناپاک کنواں پاک کرنا 967
پہلی فصل 967
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات 970
چوبیسواں باب نماز جمعہ وعیدین گاؤں میں نہیں ہوتیں 973
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات 975
پچیسواں باب نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو 979
پہلی فصل 979
دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات 981
خاتمہ 983
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب 983
حاشیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان 983
چاروں اماموں کی ولادت وفات عمر مزار 987
دوسرا مسئلہ تقلید کی اہمیت 992
قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط کا نمونہ 997
وہابی اور حدیث 1000
سنت وحدیث کا فرق 1002
دعا 1003
گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں 1005
حنفیوں کے لئے خوشخبری 1007
مصنف کی دیگر محققانہ کتب 1012

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

سرمایہ اہلسنت مجاہد اہلسنت امیر جماعت اہلسنت ممتاز عالم دین علامہ و مولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

فاضل نوجوان مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے بڑی محنت شاقہ سے حکیم الامت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''جاء الحق'' کے دونوں حصوں کی تخریج فرمائی اور نئے انداز میں ترتیب دیا۔ کتابت بھی نہایت عمدہ ہے۔ جاء الحق کے دونوں حصوں میں درج قرآنی آیات واحادیث مقدسہ اور فقہی عبارات کے حوالہ جات کا اندراج اور نئی ترتیب یقیناً علماء اور طلباء کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ ''وسیلہ'' اور ''مسئلہ نور'' بھی قارئین کے سہولت کی پیش نظر اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں رسائل بھی لائق مطالعہ ہیں۔

نیز مرتب نے تین اور مسئلوں کا اضافہ کیا ہے۔ اور انہیں بھی بڑے اچھے طریقے سے تحریر فرمایا ہے جس میں خاص کر مسئلہ ''ضاد'' ہے جسے عموماً بدمذہب ''ذال'' کے مخرج سے پڑھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی کافی شافی روشنی ڈالی ہے نیز اذان سے قبل درود وسلام کا مسئلہ بھی بحسن خوبی بیان کیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے وقت اگر امام پہلے سے موجود ہو تو مقتدیوں کو حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہونے سے متعلق تحقیق بھی موجود ہے اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ ایسے مسلمات ہیں کہ کوئی دین سے ناواقف شخص ہی ان کا انکار کرسکتا ہے۔

مولانا موصوف ابھی نوعمر ہے ماشاء اللہ اپنی جوانی میں انہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دیا ہے آئندہ بھی موصوف سے مزید تحقیقی کام کی توقعات وابستہ ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم جلالی ہزاروی نے اپنے مکتبہ غوثیہ سے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے یہ بھی لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

سیّد شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی

marfat.com

Marfat.com

تقریظ مبارک

الامام المحقق الحبۃ الثبت شیخ القرآن والحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مد ظلۃ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری علم دوست شخصیت ہیں ان کے شب و روز مطالعہ میں بسر ہوتے ہیں ۔ اور ہر وقت علم کی بات کرتے ہیں حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ العزیز جلیل القدر عالم دین گزرے ہیں اور جاء الحق کے نام سے اختلافی مسائل پر ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی ہے جو پاک و ہند میں نہایت ہی مقبول ہوئی۔ حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ذوق نے انہیں اس طرف مائل کیا کہ اس کے حوالے جات کی تخریج کی جائے اور مزید دلائل میں اضافہ کیا جائے چنانچہ اس مشکل کام کو اپنی محنت شاقہ سے پورا کرلیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام میں برکت اور قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے۔

مفتی شاہ حسین گردیزی

☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ شہر کراچی میں اہلسنت والجماعت کا ایک ایسا مضبوط ادارہ ہو جو اہلسنت والجماعت کے علماء کی کتب کو پورے ملک سے منگوا کر عوام الناس اور علمائے اہلسنت تک پہنچا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت کی کتب کو شائع بھی کرے ۔ اور اسے عوام تک پھیلا سکے۔ الحمد للہ اس کی کو جناب "محمد قاسم جلالی صاحب" نے مکتبہ غوثیہ کے ذریعے سے پورا کیا محمد قاسم جلالی صاحب جو کہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں بیک وقت کئی محاذوں پر کام کرتے نظر آتے ہیں اور اس کام میں انہیں نہ کسی صلے اور ستائش کی تمنا ہے اور نہ کسی سے داد و تحسین کی تمنا بس دن رات کام کئے جا رہے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں تو:

1: مکتبہ غوثیہ، 2: قاسم پبلیکشنز 3: ویلکم ویلفیئر ٹرسٹ، 4: جامعۃ الفاطمہ للبنات، 5: ماہنامہ "سبب"

ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اہلسنت میں سب سے بڑا کام جو اب تک اتنے بڑے شہر کراچی میں کوئی دوسرا ادارہ یا شخصیت نہ کر سکی وہ درس نظامی کی کتب کی اشاعت نہیں ہے اہلسنت کو ہمیشہ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ ہمیں اپنے اداروں میں دوسرے مسالک کی مطبوعہ محشی درسی کتابیں پڑھانی پڑتی تھیں اب الحمد للہ اس کی تلافی کا سلسلہ شروع ہو چکا یہ کام اس نوجوان "محمد قاسم جلالی" کے حصے میں آیا ہے۔ درس نظامی کی کتب کا شائع کرنا اہلسنت جماعت کے لئے ان کا بہت بڑا کام ہے میری معلومات کے مطابق اب تک 50 سے زائد درسی کتب و شروحات قاسم جلالی صاحب شائع کر چکے ہیں باقی کتب اور شروحات کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ جس میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: صحیح بخاری شریف، 2: مسلم شریف، 3: تفسیر صاوی، 4: حاشیہ طحطاوی، 5: تفسیر جلالین، 6: هدایۃ النحو، 7: اصول الشاشی، 8: ایضاح الشکوری شرح قدوری، 9: مختار النحو شرح هدایۃ النحو 10: المشیر الکامل شرح مائۃ عامل، 11: مقامات حریری، 12: مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی، 13: التشریح المعیب لحل شرح التہذیب، 14: لطائف المعانی شرح مختصر المعانی۔ اور دیگر کتب شائع ہو چکی ہیں طوالت کی وجہ سے صرف انہی کتب کے نام لکھے ہیں۔

میں محمد قاسم جلالی صاحب کا نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سے پہلے بھی میری کئی کتب شائع کی ہیں اور اب یہ کتاب سعید الحق شرح و تخریج جاء الحق بھی محمد قاسم جلالی کی محنت اور کاوشوں کا ثمر ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاسم جلالی کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

محمد سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ کراچی

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

فقیہ الجلیل، استاذ العلماء تاج العلماء رہبر اہل سنت

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

شیخ التفسیر علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی مراد آبادی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کے مستند و مسلمہ اکابر میں سے ہیں۔ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہٗ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور گجرات (پنجاب) میں متوطن ہوئے۔ یہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے ابلاغ دین اور تحفظ مسلک اہل سنت و جماعت کے لئے اپنے عہد کے تقاضوں کا صحیح ادراک کیا، عام فہم انداز میں تفسیر نعیمی کے نام سے قرآن مجید کی مبسوط تفسیر لکھی جسے وہ مکمل نہ کر سکے اس کا تاریخی نام انہوں نے "اشرف التفاسیر" رکھا۔ مرآۃ المناجیح" کے نام سے شرح مشکوٰۃ لکھی۔ عقائد و شعائر مسلک اہل سنت کو عام فہم اور مدلل و مفصل انداز میں بیان کرنے کے لئے "جاء الحق" کے نام سے ایک وقیع علمی و تحقیقی کتاب لکھی تاکہ اپنے ہم مسلک لوگوں کی تسلی وتشفی کا ذریعہ بنے اور مخالفین کے لئے حجت قاطعہ اور برہان اتم ثابت ہو۔ حضرت کی اور بھی متعدد تصانیف ہیں ان کی تصانیف کو اللہ تعالیٰ نے قبول عام عطا فرمایا۔ علماء کرام، خطباء کرام، واعظین اور دینی مطالعے کا ذوق رکھنے والوں کے لئے یہ تمام کتابیں یکساں مفید ہیں۔ فاضل نوجوان عالم مولانا سعید اللہ خان قادری نے "جاء الحق" میں دیئے ہوئے علمی اور فقہی حوالہ جات کی تحقیق و تخریج کر کے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اور حسب ضرورت دلائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ ایک عمدہ علمی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ ان کی علمی، فکری اور تحقیقی مساعی کو ماجور و مقبول فرمائے۔ ان کے تحقیق و تصنیف میں اضافہ فرمائے اور ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ "جاء الحق" پر مخالفین نے جہاں جہاں نقد و جرح کی اور رد و قدح کی ہے اس سارے مواد کو یک جا کر کے تحقیقی اور اصلاحی انداز میں اس کا علمی محاکمہ کیا جائے تاکہ یہ "جاء الحق" کا صحیح تکملہ و تتمہ ثابت ہو۔

٤ نومبر ٢٠٠٩ء

مفتی منیب الرحمن

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

پیر طریقت محسن اہل سنت فخر اہل سنت

علامہ محمد بشیر فاروقی قادری عطاری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

''جاءالحق'' حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ تصنیف ہے جو مسلمانان عالم کے ایمانوں کی محافظ وجلا بخش ہے۔اور عام مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے بہترین مشعلِ راہ ہے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیثیت اہل سنت وجماعت میں حکیم الامت کی ہے اور آپ کی کاوشیں ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تصانیف کئی اور بھی ہیں مگر جس طرح تفاسیر میں نور العرفان کا اپنا مقام ہے اسی طرح جاءالحق کا اصولی وفروعی مسائل کے اعتبار سے اپنا مقام ہے۔یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تمام کتب دلائل شرعیہ وبرہان قاطعہ سے بھر پور ہے مگر پھر بھی ان کے فیوض وبرکات کو لوٹنے کے لئے حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری نے اس کتاب جاءالحق پر مزید تحقیق کی اور حوالہ جات کی مکمل تخریج اور ساتھ ہی دلائل میں مزید اضافہ کر کے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خصوصی نظرِ عنایت کے مستحق بننے کی پوری کوشش کی ہے۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ مولانا سعید اللہ خان قادری کے علم وعمل وعمر میں مزید برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے اور انہیں اخلاص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت وجماعت کی خدمت میں ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

محمد بشیر فاروقی قادری عطاری

۱۵ ذیقعد شریف

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

خطیب ملت محقق اہل سنت عاشق رسول جگر گوشۂ خطیب پاکستان

حضرت علامہ و مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

فاضل نوجوان علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری ہر جمعہ جامع مسجد گلزار حبیب میں ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مجھ سے ملنے بھی آتے ہیں ان کی کھری کھری باتیں بھلی لگتی ہیں ان کی علمی لگن پر رشک ہوتا ہے تقریر سے انہیں شغف نہیں مگر تحریر کے حوالے سے بہت کم عرصے میں ان کی کاوشیں مقدار اور معیار میں خاصی ہیں۔ اسے علم کا جنون ہی کہیے کہ ان کا بیشتر وقت کتابیں کھوجتے رہنے میں گزرتا ہے۔

مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے حوالے سے قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز میں ''حکیم الامت'' کا مقبول خطاب پانے والے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام کو آج بھی سمتوں میں اہل علم سراہتے ہیں۔

حب رسول (ﷺ) اور اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد و نظریات اور جائز معمولات کے بیان میں ان کے تحریری سرمائے سے خواص و عوام استفادہ کر رہے ہیں ان کی دو قابل قدر کتابوں کے انگریزی تراجم بھی پزیرائی پا رہے ہیں۔ اردو ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کے تفسیری حاشیہ ''نورالعرفان'' کو مفتی اعظم افریقہ حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی نے اور دوسری شاہ کار تالیف ''جاءالحق'' کو حضرت مولانا سید محمد علیم الدین مصباحی نے جنوبی افریقہ سے انگریزی میں شائع کیا ہے۔ اسی کتاب کے اردو متن پر فاضل محترم علامہ سعید اللہ خان قادری نے بہت محبت سے خوب محنت کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ مشعل بدست ہیں اللہ کرے وہ یونہی چراغاں کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

کوکب نورانی اکاڑوی

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

شیخ المشائخ ماہر اسرار شریعت سرمایہ اہل سنت جامع الشریعت والطریقت منبع الفیوضات والبرکات مفتی سیّد احمد علی شاہ نقشبندی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل محمد رسول اللہ ﷺ سید العرب وسید العجم وسید الانس والجآن الذی ارسل الی الناس کافۃ وجعل تعظیمہ ومحبتہ جز الایمان واخرج معاندہ وسابہ من جملۃ المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الذین مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فاذرہ فاستغلظ فاستویٰ اما بعد!

اخی المکرم فاضل محترم جناب حضرت علامہ مولانا مفتی سعید اللہ خان قادری زیدہ مجدہ مسلک اہل سنت و جماعت کی بہترین انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس پرفتن دور میں جبکہ لادینیت و بدمذہبیت اپنی مختلف صورتوں میں مذہب حق اہل سنت و جماعت کے خلاف سازشیں کر رہی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر عوام اہل سنت کو اپنے عقائد حقہ سے آگاہی نہایت ضروری اور لابدی امر ہے۔ حضرت علامہ موصوف نوجوان عالم دین اور مذہب حق کا درد رکھنے والے شخص ہیں اور اپنی زندگی اسی مشن کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر اور حضور خاتم الرسل ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

زیر نظر کتاب "جاء الحق" جس کے مصنف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ مستند عالم دین اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ فقیر راقم الحروف نے اس کتاب مستطاب "جاء الحق" کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے مسلک حق کے عین موافق پایا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو بہترین انداز سے دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے مزین فرمایا اور بدمذہبیت، دیوبندیت اور وہابیت وغیرہا کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو بھرپور دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

فقد طالعت ھذا الکتاب ووجدتہ نصرہ الاسلام وعون اھل السنۃ والجماعۃ وسیفاً قاطعاً مسلولاً علی اعناق الوھابیۃ والدیوبندیہ وغیرھا من الکفرۃ والبغاۃ فجزاہ اللہ تعالیٰ المصنف جزاءً خیراً۔

وقال العلامۃ ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ!

اعلم ان ھولآء الکفرۃ والبغاۃ الفجرۃ اجمعوا بین اصناف الکفر والبغی والعناد والواع الفسق

marfat.com
Marfat.com

والزندقة والالحاد من شك فی كفرهم والحادهم ووجوب قتالهم فهو كافر مثلهم۔

(تنقیح الحامدیہ باب الردة والتعزیر ج ا ص ۹۲)

اس کتاب مستطاب "جاء الحق" پر یہ شعر صادق آیا ہے۔

هذا الكتاب لو يباع بوزنه　　اوما من الخسران انك اخذ

ذهبا لكان البائع مغبونا　　ذهبا وتترك جوهرا مكنونا

یہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں خاص طور پر علماء کے لئے اور عموماً عوام کے لیے لکھی تھی جس کی وجہ سے تخریج وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی بلکہ اصل مسائل اور ان کا حل بیان کیا گیا تھا۔ حضرت سعید اللہ خان قادری نے تخریج فرما کر عوام اہل سنت پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل واخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ ہم ارباب اختیار سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس کتاب کو نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اپنے عقائد سے کما حقہ آگاہ ہو سکے اور عقائد باطلہ سے اجتناب کر سکے۔

والسلام فقط حررہ: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی

تقریظ مبارک

استاذ المکرم استاذ الاساتذہ شیخ المعقول والمنقول شیخ الحدیث

مفتی حسین شاہ چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے اس کتاب کے اہم مقامات کو مطالعہ فرمایا ماشاء اللہ خوب پایا۔ محترم ومکرم علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس عظیم کتاب پر تحقیق کر کے اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا۔ ان سے پہلے بھی علامہ صاحب تحقیقی کتب تحریر فرما چکے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی بہت سے تحقیقی کتب اب تک منظر عام پر نہ آسکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات کریم اس کتاب مستطاب کو امت مسلمہ کے افادہ واستفادہ کا بہترین ذریعہ بنائے اور مولف محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

حسین شاہ حلیمی چشتی
مہتمم جامعہ حلیمیہ شیر شاہ کراچی

marfat.com
Marfat.com

تقریظ مبارک

استاذ العلماء شیخ الحدیث عالم حقانی حضرت علامہ و مولانامفتی محمد اسماعیل نورانی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین ٥ والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین ٥ وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین ٥

''جاء الحق'' حضرت حکیم الامت مفسر قرآن وشارح مشکوۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی وہ گرانقدر اور مایہ ناز کتاب ہے جو موافقین اور مخالفین سب کے لیے نفع بخش ہے۔ موافقین کے لیے باعث تقویت ہے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی اس بابرکت کتاب میں امت مسلمہ کے عقائد و معمولات کو نہایت حسین اور مدلل پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نہ صرف بیان فرمایا، بلکہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے ان عقائد و معمولات کو مخالفین کی جن رخنہ اندازیوں اور اشکالات کا سامنا ہے ان کا بھی حضرت نے ازالہ فرمایا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف لطیف کی وقعت اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس میں پیش کیے گئے دلائل و براھین کی تخریج و تحقیق کی جائے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو اور کسی کو مطمئن کرنے میں مزید آسانی ہو۔ سو فاضل جلیل حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری (زید علمہ وفضلہ) نے اس عظیم کام کے لیے ہمت فرمائی اور بہت عرق ریزی کے ساتھ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انشاء اللہ العزیز علامہ کا یہ کام موافقین و مخالفین سب کے لیے نفع کا باعث ہوگا اور خود علامہ کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ کی نگاہ کرم کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ فقط والسلام۔

محمد اسماعیل قادری نورانی

١٥ ذی القعدہ ١٤٣٠ھ

٤ نومبر ٢٠٠٩ء

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین خالق السموت والارضین والصلوۃ والسلام علی من کان نبینا وادم بین الماء والطین اجمل الاجملین اکمل الاکملین سیدنا محمد واله واصحابه واهل بیته اجمعین۔

دیباچہ

دین اسلام کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے آج تقریباً پونے چودہ سو برس گزرے اس عرصہ میں اس پاک دین نے ہزار ہا بلاؤں سے مقابلہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لہلہاتے ہوئے چمن پر بہت سی تیز آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئی مگر الحمدللہ کہ یہ چمن اسی طرح سرسبز وشاداب رہا۔ اس آفتاب پر بار ہا تاریک بادل اور غبار آئے مگر یہ آفتاب اسی طرح چمکتا دمکتا رہا اور کیوں نہ ہوتا کہ رب تعالیٰ خود اس دین کا حافظ وناصر ہے خود فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔

ترجمہ: ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(پارہ ۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر ۹)

کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجازی غبار۔ کبھی ماموتی طاقت نے اس کے سامنے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاتاری قوتیں اس سے ٹکرائیں۔ کبھی خارجی شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی رفض کی طاقت نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب کی سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور یہ پہاڑ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہا۔ اقامها الله وادامها الله تعالیٰ اس کو قائم دائم رکھے۔

مگر ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مصیبتوں میں خطرناک مصیبت وہابیوں نجدیوں کا فتنہ تھا۔ جس کی خبر مخبر صادق نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ مشکوۃ جلد دوم باب ذکر الیمن والشام میں بخاری کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جا رہی ہے۔ اللھم بارك لنا فی شامنا اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت دے اللھم بارك لنا فی یمننا اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا وفی نجدنا یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت دے پھر حضور علیہ السلام نے وہ ہی دعا فرمائی شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ انہوں نے پھر توجہ دلائی وفی نجدنا حضور یہ بھی دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دعا نہ فرمائی بلکہ آخر میں فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطن۔

ترجمہ: میں اس ازلی محروم خطہ کو دعا کس طرح فرماؤں وہاں تو زلزلے اور فتنے ہونگے۔ اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق ج ۶ ص ۲۵۹۸ رقم الحدیث ۶۶۸۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی فضل الشام والیمن ج ۵ ص ۷۳۳ رقم الحدیث ۳۹۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸ رقم

marfat.com

Marfat.com

الحدیث ۵۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۷۳۰۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۱۳۴۲۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ عراق)، (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۹ رقم الحدیث ۴۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہ پاک میں دجال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی اس طرح خبر دی۔

اسی طرح مشکوۃ جلد اول کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں ایک شخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد (ﷺ) آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہ کیا حضور علیہ السلام نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے۔ پھر فرمایا:

سیماھم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرھم مع الدجال فاذا لقیتموھم ھم شر الخلق والخلیقۃ۔

ترجمہ: یعنی ان کی پہچان سر منڈانا ہے یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر ہیں۔

(سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شہر سیفہ ثم وضعہ فی الناس ج ۷ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۴۱۰۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۵۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۹ ص ۲۹۴ رقم الحدیث ۳۸۴۶ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۲۶۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۹۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس میں ان کی پہچان فرمائی گئی۔ سر منڈانا آج بھی وہابی اس سے خالی مشکل ہی سے ملیں گے۔ کہیں فرمایا کہ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ دیکھو بخاری جلد اول کتاب الانبیاء متصل قصہ یاجوج و ماجوج۔ و مسلم اور مشکوۃ باب المعجزات فصل اول۔ اسی جگہ مشکوۃ میں یہ بھی ہے۔

لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد۔

ترجمہ: اگر انہیں ہم پاتے تو قوم عاد کی طرح قتل فرمادیتے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالی تعرج الملائکۃ والروح الیہ ج ۶ ص ۲۷۰۲ رقم الحدیث ۶۹۹۵ و فی کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل واما عاد فاھلکوا بریح صرصر شدیدۃ عاتیۃ ج ۳ ص ۱۲۱۹ رقم الحدیث ۳۱۶۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب ذکر الخوارج وصفاتھم ج ۲ ص ۷۴۱ رقم الحدیث ۱۰۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب السنۃ باب فی قتال الخوارج ج ۴ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۴۷۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس ج ۷ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۴۱۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

آج بھی دیوبندی عام طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں مگر نفرت کرتے ہیں تو مسلمانوں سے۔ ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حرمین پر ہی ہوئے۔

اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد ابن عبد الوہاب پیدا ہوا۔ اس نے کیا کیا اہل حرمین و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے اس کی داستان تو سیف الجبار اور بوارق محمدیہ علیٰ ارغامات النجدیہ وغیرہ کتب تواریخ میں دیکھو۔ ان کے کچھ ظلم علامہ شامی نے اپنی

marfat.com
Marfat.com

کتاب ردالمحتار جلد سوم باب البغات کے شروع میں اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون الی الحنابلة لکن هم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خلف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمآء هم حتی کسر الله شوکتهم وخرب بلادهم وظفربهم عسا کر المسلمین عام ثلث و ثلثین ومائتین والف۔

ترجمہ: جیسے کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کرلیا اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اس لئے انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ نے وہابیوں کی شوکت توڑی اور ان کے شہروں کو ویران کردیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

(ردالمحتار باب البغات ج ۳ ص ۳۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

محمد بن عبدالوہاب نجدی ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۵ء میں نجد میں پیدا ہوا۔ ابتدائی عمر میں مدینہ منورہ علم حاصل کرتا تھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان آیا جایا کرتا تھا۔ اس کی اصل بنو تمیم سے ہے۔ اس کے اساتذہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی اور شیخ محمد حیاء السندی الحنفی بھی ہیں یہ دونوں اساتذہ اس میں الحاد وضلالت اور گمراہی کی علامات پاتے تھے اور فرماتے تھے کہ سیضل هذا ویضل الله به من ابعده واشقاه فکان لا امر کذالك وما اخطات فراستهم فیه۔ عنقریب یہ گمراہ ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بعد میں آنے والے شقی لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان مشائخ کی فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے والد ماجد بھی اس میں الحاد کی علامت پاتے تھے اور اکثر اس کی برائی کرتے تھے لوگوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے۔ اسی طرح اس کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب بھی اس کی ایجاد کردہ بدعات وضلال اور عقائد باطلہ کا انکار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس کے رد میں ایک کتاب "الصواعق الالهیه فی رد الوهابیه" لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الاسلام مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی الدرر السنیہ ص ۴۲۔ اور محمد عبدالوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب الصواعق الالهیه فی رد الوهابیه ص ۵ مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۹۷۵ء۔ عبدالحفیظ بن عثمان کی وجلاء القلوب وکشف الکروب مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۲۹۸ھ۔

دیوبندیوں کے شیخ القرآن علامہ عبدالہادی شاہ منصوری اپنی کتاب "تسہیل البخاری" میں فرماتے ہیں:

لعل المراد منه قرن محمد بن عبدالوهاب النجدی الطاغی الباغی۔

(تسہیل البخاری ص ۲۱ مطبوعہ دارالعلوم تعلیم القرآن موضع شاہ منصور ضلع مردان)

مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

جآء روایة قرنا الشیطان بصیغة التثنیة قال بعض العلماء المراد من قرنی الشیطان مسیلمة الکذاب وابن عبدالوهاب۔

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ دو قرن الشیطان (شیطان کے سینگ) نکلیں گے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان دونوں سے مراد

marfat.com
Marfat.com

سیف الجبار وغیرہ میں ان کے مظالم بیشمار بیان فرمائے کہ مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں بے گناہوں کو بے دریغ قتل کیا اور حرمین شریف میں رہنے والوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا ان کو غلام بنایا ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں۔ سادات کرام کو بہت قتل وغارت کیا مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑ وفانوس اٹھا کر نجد لے گئے۔ تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا یہاں تک کہ یہ بھی ارادہ کیا کہ خاص گنبد خضرا جس کے گرد روزانہ صبح وشام ملائکہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کو بھی گرا دیا جائے مگر جو شخص اس بری نیت سے روضہ پاک پر گیا اس پر خدائے پاک نے ایک سانپ مقرر فرما دیا جس نے اس کو ہلاک کیا اور رب العلمین نے اپنے نبی کی اس آخری آرام گاہ کو ان سے محفوظ رکھا۔

حاشیہ.....☆

مسیلمہ کذاب اور محمد ابن عبدالوہاب ہیں۔

(الدرر السنیہ ص ۵۰ مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقیل هذه الآیة نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذالك دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائر هم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئی الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطن هم الخاسرون نسال الله الکریم ان یقطع دابرهم۔

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ان خارجیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال ومتاع لوٹ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں بھی مشاہدہ میں آیا ہے یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہے جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ حق پر وہی ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جڑ کاٹ دے۔

(الصاوی علی الجلالین ص ۲۹۷ مطبوعہ مصر)

علامہ محمد تھانوی دیوبندی نسائی شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

کم یمرق السهم الخ یرید ان دخولهم ای الخوارج فی الاسلام ان الذین یدینون دین عبدالوهاب النجدی یسلکون مسالکه فی الاصول والفروع ویدعون فی بلاد نا باسم الوهابیین وغیر المقلدین ویزعمون ان تقلید احد الائمة الاربعة رضوان الله علیهم اجمعین شرك وان من خالفهم المشرکون ویستحلون قتلنا اهل السنة وسبی نسائنا وغیر ذالك من العقائد الشنیعة التی وصلت الینا منهم بواسطة الثقات وسمعنا ها بعض ایضا هم فرقة من الخوارج وقد صرح به العلامة الشامی فی کتابه ردالمحتار عند قول صاحب الدر المختار۔

ترجمہ: جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دین قبول کرتے ہیں اور اصول فروع میں اسی کے راستے پر چلتے ہیں ان کو ہمارے شہروں میں وہابی اور غیر مقلدین کہتے ہیں وہابی گمان کرتے ہیں کہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تقلید شرک ہے اور جو ہماری مخالفت کریں وہ مشرک ہیں وہابی ہم اہل سنت کا قتل اور ہماری عورتوں کو قید کرنا حلال مانتے ہیں ان کے دیگر عقائد فاسدہ جو ہمیں معتبر علماء کے ذریعے پہنچے

marfat.com
Marfat.com

غرضیکہ ان کے مظالم بے حد تکلیف دہ ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یزید نے اہل بیت کی دشمنی ان کی زندگی میں ہی کی۔ مگر تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو ان کی قبروں میں ستانا ان وہابیوں ہی کے ہاتھ سے ہوا۔ اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا وہ ہر حاجی پر روشن ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسی صحابی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا کہ کوئی فاتحہ بھی پڑھ لے۔ حضور ﷺ کی جائے ولادت میں میں نے ایک شامیانہ لگا ہوا دیکھا جہاں کتے گدھے بے تکلف پھر رہے تھے اس جگہ پہلے ایک قبہ بنا ہوا تھا جہاں لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے یہ حضرت آمنہ خاتون جنت کا مکان تھا اسی جگہ اسلام کا آفتاب چمکا مگر اس کی یہ بے حرمتی کی گئی۔ فالی اللہ المشتکی۔

یہ تو تھے عرب کے واقعات لیکن ہم کو اس وقت ہندوستان سے گفتگو کرنی ہے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا مولوی اسمٰعیل اس نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں خلاصہ کیا جس کا نام رکھا تقویۃ الایمان اور اس کی ہندوستان میں اشاعت کی۔ وہابی انہیں شہید کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت اسی تقویۃ الایمان کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے دیکھو انوار آفتاب صداقت مگر مشہور کیا کہ سکھوں کے ہاتھوں مرے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا ۔۔۔ وہ شہید لیلے نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے۔ ؎

حاشیہ......☆

ہیں بعض علماء نے ان کو خوارج بھی بتایا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے۔

(حاشیہ نسائی شریف ص ۳۶۰)

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

اما محمد بن عبدالوهاب النجدی فانه کان رجلا بليداً قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر ولا ينبغی ان يقتحم فی هذا الوادی الا ان يكون متيقظاً متقناً عارفاً بوجوه الكفر واسبابه۔

ترجمہ: ابن عبدالوہاب نجدی ایک غبی آدمی تھا۔ معمولی علم رکھتا تھا۔ کفر کا فتویٰ دینے میں بڑی سرعت سے کام لیتا تھا۔ اس وادی میں قدم رکھنا اس کو زیبا ہے جو بڑا بیدار مغز ہو۔ کفر کے وجوہ واسباب کا حقیقی علم اور پوری معرفت رکھتا ہو۔

(فیض الباری ج ا ص ۱۷۱)

حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۲ مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس لاہور)

marfat.com

Marfat.com

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر یا مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہ ہی سکھوں کا مرکز تھا سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے وہاں یہ مارے گئے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا اور ان کی لاش بھی غائب کردی۔ اسی لئے ان کی قبر ہی نہیں۔

نیز دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارواح ثلثہ کے صفحہ نمبر ۱۳۹ پر ہے کہ سید احمد صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ اس جہاد میں مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی۔ مولوی محمد حسین صاحب رامپوری سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ نیز مولوی اسمٰعیل صاحب کا میر منشی ہیرالال تھا (حیاۃ طیبہ) اور توپچی راجہ رام تھا غرضیکہ وہابی دیوبندیوں کے قلمی زبانی اور تلواروں کے حملے مسلمانوں ہی پر ہوئے۔

حاشیہ......☆

اسماعیل دہلوی قتیل حضرت شاہ عبدالغنی کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھانجے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے اسماعیل دہلوی قتیل کی تمام تصانیف میں یہ بدنام زمانہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اس بدنام زمانہ کتاب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی تذلیل وتوہین۔

(۲) کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں بے دریغ کافر ومشرک قرار دینا۔

اس کتاب سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جواب تک قائم ہے۔ اسماعیل دہلوی قتیل نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا ہے اور انہی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے انہوں نے سچے پکے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علمیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کردی۔

سید احمد اور اسماعیل قتیل صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تو اہل کتاب ہیں جن سے ان کے مراسم برخورداری قائم رہے۔ صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست وکشاد تھے۔ یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے مگر اہل سنت وجماعت مسلمانوں کے قتل وخون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب اگرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔ مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱ مترجم سخاوت مرزا نفیس اکیڈمی کراچی)

انگریزوں کی مخالفت طاقت جانباز سرحدی مسلمان تھے ان کو بدکردار منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس کے مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آج کے دانشوران یک سکھوں کے ساتھ لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی غداری کا رونا روتے ہیں لیکن اصرار کرتے ہیں کہ ان مجاہدوں کی کوئی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہوئی سب سکھوں ہی سے ہوئی ہے سید احمد بریلوی صاحب خود مسلمانوں کو مرتد ثابت کرنے ان کے خلاف خونریزی کا جواز پیدا کرنے اور ان کا مال ہضم کرنے کی بات کرتے ہیں اس گندگی کو پاک کرنے کے ارادے رکھتے ہیں ان اقوال

marfat.com
Marfat.com

ابھی حال کا واقعہ ہے جو ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کے کوہستان وغیرہ کے تمام اخبارات میں چھپا کہ ایک دیوبندی عبدالقادر نامی نے پہلے تو حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے آستانہ مقدس پر قلمی اشتہارات لگائے جن میں تحریر تھا کہ میت کے پاس دعا قبول کرنے کی طاقت نہیں ان کے مزارات پر منتیں مانگنا شرک وبدعت ہے پھر رات کے آخری حصہ میں تمام آستانہ پر مٹی کے تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے رکھ دیئے سوئے ہوئے زائرین کے کپڑوں میں بھی مٹی کا تیل چھڑک دیا' دیا سلائی جلا کر آگ لگانا چاہتا ہی تھا کہ پکڑا گیا۔ یہ واقعہ رات کے تین بجے ہوا اگر یہ ایک سیکنڈ کا موقع پالیتا تو سارا دربار اور سارے محلے اور ان تمام انسانوں کو جلا دیتا۔ یہ ہے ان ظالموں کی توحید اور تبلیغ۔ اسی گروہ نے ایک دن پہلے مسجد وزیر خاں کے صحن میں جو مزار ہے اسے آگ لگانے کی کوشش کی آگ لگا بھی دی مگر چونکہ وہاں لکڑی کا سامان نہ تھا اس لئے صرف دیواریں تو کالی ہوگئیں مگر آگ باقاعدہ نہ لگ سکی۔ کوہستان ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ بروز پیر۔

اسمٰعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا نماز روزے میں ہماری طرح ہمارے سامنے آئے۔ ان کو کہتے ہیں گلابی وہابی یا دیوبندی۔ بھلا میرے آقا و مولیٰ محبوب کبریا ﷺ کا معجزہ دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہاں سے قرن الشیطن یعنی شیطانی گروہ نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطن کا ترجمہ ہے دیو بند۔ دیو اردو میں کہتے ہیں شیطان کو اور بند بمعنی گروہ تابعدار۔ یا یہ اضافت مقلوبی ہے۔ یعنی بند دیو شیطان کی جگہ یعنی ان دونوں فرقوں کے عقیدے بالکل ایک ہیں۔ اعمال میں کچھ ظاہری اختلاف ہے۔ دونوں محمد ابن عبدالوہاب کو اچھا جانتے ہیں۔ اس کے عقائد کے حامی چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب التقلید صفحہ ۱۱۹ میں لکھتے ہیں۔

محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے۔ ان میں فساد آگیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

حاشیہ ......☆

وارشادات کو کوئی کہاں تک چھپا سکتا ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمۃ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لیے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا۔

مکتوب بنام سردار عالم خاں باجوڑی

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۳۵ مترجم سخاوت مرزا نفیس اکیڈمی کراچی)

منشی محمد حسین محمود رئیس قصبہ تہٹور ضلع بجنور کی کتاب فریاد المسلمین مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپی تھی اس کا ایک نسخہ لاہور کی ایک

marfat.com
Marfat.com

لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہینیں کی ہیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کرسکتا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور اسلام کے ٹھیکیدار۔

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا۔ (۲) مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ (۳) مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر لکھا۔ (۴) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آجائیں تب بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا خاتم کے معنی ہیں اصلی نبی۔ دیگر نبی عارضی ہیں۔ یہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد رشید ہوا۔

حاشیہ......☆

لائبریری میں موجود ہے۔

اس میں مصنف نے سید احمد بریلوی کے اعلان تکفیر کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ پنجاب کے امیر اور علماء ان کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ جعلی پیر ہیں اور اصلی وہابی اس لیے ان سے بیعت روا نہیں ہے۔

جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا جب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اس فتویٰ تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علماء ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔

(فریاد المسلمین ص ۹۸ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

وہابی خود مانتے ہیں کہ پنجاب والے خصوصاً ان کے معتقدات سے نفرت کرتے تھے اور مولوی اسماعیل نے ایسے ہی عقیدوں کو رواج دیا تھا جن سے اسلام کمزور ہو اور انگریزی حکومت مضبوط ہو اور حضور ﷺ سے محبت کم ہو اور مسلمان کمزور رہوں۔

(۱) اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مرتضی حسن در بنگھی اپنی کتاب توضیح البیان کے ص ۸ پر ایسا کے لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (تھانوی کی عبارت) متعین ہیں......

اور ص ۱۷ پر لکھتے ہیں کہ (تھانوی کی) عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟

اور حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔

وہ حضرت مولانا (تھانوی اس) عبارت میں لفظ ایسا فرمارہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا......لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

مرتضٰی حسن صاحب اپنے تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ نہیں مانتے کہ اگر تشبیہ کا کلمہ مانیں گے تو کفر ہو جائے گا اور حسین احمد مدنی صاحب اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ کہہ رہے ہیں اور مرتضٰی حسن صاحب کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ ثابت کر رہے ہیں اور حسین احمد مدنی کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ مرتضٰی حسن صاحب اپنے تھانوی کی اس عبارت میں ثابت کرر ہے ہیں اس طرح تھانوی کو کفر سے بچانے کی کوشش میں یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے فتوے سے خود کافر قرار پائے۔ ان دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے تھانوی کی عبارت کا جو معنی و مفہوم بیان کیا ہے وہی اس عبارت سے ثابت ہے۔

(۲) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

اس کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

خلیل احمد صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصر سی ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک لرزہ خیز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے دیوبند ہی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرۂ روز جزا سے اس قدر عاری ہو کر خدائے ذوالجلال جل شانہ کے سب سے باکمال محبوب ﷺ کی یوں کھل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا نہیں شرماتے۔ آتش جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔

اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

(۱) شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

(۲) شیطان و ملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

(۳) خلیل احمد صاحب کے نزدیک ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔

(۴) خلیل احمد صاحب کے نزدیک اس علم کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

(۵) جب حضور ﷺ کے لیے اس علم کا ثابت کرنا انبیٹھوی صاحب کے مطابق شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لئے شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ انبیٹھوی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کی اپنی خدائی میں نعوذ باللہ شامل کر رکھا ہے۔

(۶) جب اس علم کا حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لیے بھی ثابت کیا جائے شرک ہی رہے گا لہٰذا شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت کر کے خلیل احمد صاحب کے مطابق قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

(۷) جب اسے شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا تعالیٰ جل شانہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین جیسے کہ روافض کے یہاں حب علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام حالانکہ یہ توحید تو شیطانی توحید ہے۔ اس نے حضرت آدم کی عظمت سے انکار کیا۔ نبی کے سامنے نہ جھکا۔ پھر جو اس کا حشر ہوا وہ آج تک لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ اس کی لاحول سے تواضع کی جاتی ہے۔

اسلامی توحید ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اس کے محبوبوں کی عزت وعظمت کرنا جس کی تعلیم ہے **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پہلے جزو میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے۔ دوسرے میں عظمت مصطفیٰ کا اظہار آج کل جس جگہ بھی دیکھا گیا مسلمانوں میں اہل سنت اور دیوبندیوں میں جھگڑے پڑے ہیں۔ ہر جگہ خانہ جنگی ہے ہر کار خیر کو روکنے کی کوشش۔ کہیں علم غیب پر بحث ہے تو کہیں حضور علیہ السلام کے حاضر وناظر ہونے پر تکرار۔ کہیں محفل میلاد وفاتحہ پر بحث۔ کہیں مزارات اولیاء اللہ پر قبہ بنانے پر مناظرہ۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک مسائل میں اہل سنت نے اعلیٰ درجہ کی تصانیف شائع فرمائیں جیسے مسئلہ تقلید میں انتصار الحق مصنفہ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مسئلہ علم غیب میں الکلمۃ العلیا مصنفہ حضرت صدرالافاضل استادی مرشد مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) تیجہ فاتحہ وغیرہ میں انوار ساطعہ مصنفہ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری اور مسئلہ حاضر وناظر عرس وزیارت قبور وتمام مسائل میں تصنیفات اعلیٰ حضرت مجدد ملۃ حاظرہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز وغیرہ۔

مگر خیال یہ تھا کہ کوئی کتاب ایسی لکھی جائے جو ان تمام بحثوں کی جامع ہو جس کے پاس وہ کتاب ہو وہ تقریباً ہر مسئلہ میں مخالف سے گفتگو کر سکے اور مسلمانوں کے عقائد کو ان لوگوں سے بچا سکے اس لئے میں نے حسبۃ للہ اس کام کی ہمت کی۔ ہمت تو کر دی مگر اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مجھ کو پورا پورا احساس ہے شروع کرنا میرا کام ہے اور اس کو اختتام پر پہنچانا میرے رب کے کرم پر موقوف ہے۔

☆......حاشیہ

(۸) دریں حالات حضور ﷺ کے لئے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر انبیٹھوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی توہین وتنقیص کی ہے۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں سے آنکھیں بند کر کے انبیٹھوی صاحب کا لکھ دینا کہ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟ یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ ایسا کر کے موصوف نے رسول اللہ ﷺ سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلیل احمد صاحب نے اس عبارت سے چند سطر پہلے دین ودیانت کا دامن جھٹک کر حضور ﷺ کے لئے اسی علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلبیس سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

تنبیہ جلیل

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بے اصل فرماتے ہیں کہ: اصلے نہ دارد۔ مگر دیوبندی دین کا طرۂ امتیاز کذب افتراء ہے اور سرکار ﷺ کی توہین ہی مدار دین ہے چنانچہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ) دیوبندیو! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہوگا۔ لہٰذا محشر کی تپتی ہوئی زمین میں یہ جواب دینے کے لئے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورث اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا۔ مگر اہل ایمان اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے یہی علم ثابت کریں جو ان پیارے آقا ومولا ﷺ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے۔(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(۳) اسماعیل دہلوی قتیل لکھتے ہیں۔

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی قتیل نے حضور ﷺ کی بہت بڑی توہین کی ہے توہین کی صرف یہی وجہ نہیں کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برا قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی نماز میں ان آیات کی تلاوت کرے گا تو ضرور نبی پاک علیہ السلام کی طرف خیال جائے گا تو خیال تعظیم کے ساتھ آئے گا یا توہین کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ آئے گا تو نمازی ویسے ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ توہین انبیاء کفر ہے۔ اب اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور نماز کے باہر تلاوت کرنا بھی شرک ٹھہرے گا کیونکہ اگر نماز میں نبی پاک ﷺ کی طرف خیال کا پھیرنا شرک کی طرف لے جاسکتا ہے تو نماز سے باہر بھی شرک کی طرف لے جاسکتا ہے۔ تو گویا اسماعیل دہلوی کے نزدیک نہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیئے نہ نماز کے باہر۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا۔

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی نماز میں یہ آیت کریمہ پڑھے گا اور کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہوگا تو ضرور غور کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے کیوں منع فرمایا تو پھر کیا یہ آیت کریمہ نماز میں پڑھنا منع ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یا ایھا النبی یا ایھا الرسول یا ایھا المزمل یا ایھا المدثر محمد رسول اللہ** قرآن مجید کے اندر سینکڑوں آیات اور بھی ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب نمازی یہ آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب **السلام علیک ایھا النبی** پڑھے گا تو آپ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبداللہ بن بکر ثنا حاتم بن ابی صغیرۃ ابو یونس عن عمرو بن دینار ان کریبا اخبرہ ان بن عباس قال اتیت رسول اللہ ﷺ من آخر اللیل فصلیت خلفہ فاخذ بیدی فجرنی فجعلنی حذاءہ فلما قبل رسول اللہ ﷺ علی صلاتہ خنست فصلی رسول اللہ ﷺ فلما انصرف قال لی ما شانی اجعلک حذائی فتخنس فقلت یارسول اللہ اوینبغی لاحد ان یصلی حذاءک وانت رسول اللہ الذی اعطاک اللہ قال فاعجبتہ فدعا اللہ لی ان یزیدلی علما وفھما......

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے پیچھے

marfat.com

Marfat.com

اس کتاب میں ہر مسئلہ پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔ جن اصحاب کو زیادہ تفصیل منظور ہو وہ مسئلہ غیب میں الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں کہ ایسی کتاب اس مسئلہ میں آج تک نہیں لکھی گئی اسی طرح دیگر مباحث میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔

ہدایات

اس کتاب میں حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اپنے دعوے کی وضاحت۔

(۲) اس کے دلائل قرآن وحدیث اور بزرگان دین محدثین ومفسرین کے اقوال سے۔

(۳) اس کی تائید مخالفین کی کتابوں سے۔

(۴) مخالفین کے اعتراضات آیات قرآنیہ اور احادیث واقوال فقہاء سے۔

(۵) اعتراضات کے جوابات قرآن واحادیث واقوال علماء کی روشنی میں۔

(۶) اپنے دعویٰ کے عقلی دلائل۔

(۷) مخالفین کے عقلی اعتراضات۔

(۸) ان کے عقلی جوابات۔

(۹) اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حتیٰ الامکان کتابوں کا صفحہ نہ نقل کیا جائے کیونکہ صفحے بدل جاتے ہیں بلکہ باب اور فصل اور اگر تفسیر کا حوالہ ہو تو پارہ سورۃ اور آیت۔

حاشیہ......☆

نماز پڑھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا آپ نے مجھے اپنے آگے کیا جب حضور ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھ لی پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے حضور ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۰۶۱ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عبداللہ قال صلیت ذات لیلۃ مع رسول اللہ ﷺ فلم یزل قائم حتی هممت بامر سوء قلت وما ذاك الامر قال هممت ان اجلس واترکه۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا رہا حتیٰ کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۱۴۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۸۶ رقم الحدیث ۱۱۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۰ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو برا کام جانا صرف اس لیے کہ میرے آقا ﷺ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ جائے۔

عبدالماجد دریابادی دیوبندی لکھتے ہیں کہ انہوں نے تھانوی کو خط لکھا: نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب (تھانوی) کو نماز پڑھتے میں فرض کرلیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہر حال اگر یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں۔
(تھانوی کا) جواب ملا محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو ورنہ سم قاتل ہے۔

(حکیم الامت ص ۶۳۔۶۴ مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

تھانوی کا قصداً خیال کرنا تو بہت اچھا اور جائز لیکن نبی کریم ﷺ کا خیال آجانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت ہی برا قرار دینا یہ رسول کریم ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے یا نہیں؟

(۴) بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں۔
اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں۔
اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں سو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کفریہ عبارت میں نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر تیرہ سو برس سے زائد سے امت محمدیہ کا یہ اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں یہ نانوتوی کے مطابق عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی کے نزدیک اہل فہم نہیں۔ اس عبارت میں نانوتوی نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امت محمدیہ کی مخالفت کرکے کفر وارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کردی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ناظرین اگر غور سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ایک سمندر پائیں گے جس سے بیش قیمت موتی حاصل ہوں گے اس کتاب میں سخت الفاظی اور کج بحثی سے پرہیز کیا گیا ہے اہل انصاف سے امید ہے کہ حق قبول کریں اور باطل سے بچیں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(آیت ۸۸ سورہ ۱۱ پارہ ۱۲)

اس کتاب کا نام حضرت قبلہ عالم امیر ملت شیخ المشائخ قطب الوقت عالم ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی ودامت برکاتہم القدسیہ نے جاء الحق وزھق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا آیت ۸۱ سورہ ۱۷ پارہ ۱۵ تجویز فرمایا ہے میں نہایت فخر سے اس کتاب کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں اور اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو اسم با مسمیٰ فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس قبول فرمائے۔ میرے لئے کفارہ سیات بنائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین۔

ضروری نوٹ:۔ مسلمانوں کا اصرار ہوا کہ اس کتاب میں تین مباحث اور زیادہ کئے جائیں (۱) سلطنت مصطفیٰ (۲) عصمت انبیاء (۳) بیس رکعت تراویح۔ چنانچہ اس سے پہلے ایڈیشن میں یہ تین بحثیں بڑھادی گئیں اور بھی دلائل کی زیادتی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

ناظم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ روز ایمان افروز شنبہ مبارکہ

فقیر ناچیز کے اس ادنیٰ سے خدمت وتخریج کا نام **الامام المحقق الحجة الثبت مرشد العلماء شیخ القرآن و الحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی** نے (**سعید الحق فی تخریج جاء الحق**) تجویز فرمایا ہے۔ میں نہایت فخر سے اس کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے استادوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کی خدمت کرنی کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

marfat.com
Marfat.com

مزید در مزید

اس ایڈیشن میں مضامین اور دلائل بہت سے زیادہ کئے گئے اور ایک رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الثلثہ بڑھایا گیا۔ جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

الحمدللہ یہ کتاب اب ۱۳۹۵ھ میں اٹھائیسویں بار چھپ رہی ہے اکثر بار دو دو ہزار چھپی اور اللہ تعالیٰ کے فضل حضور ﷺ کے کرم سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، افریقہ، لندن وغیرہ دور دراز ممالک میں پہنچی۔ یہ سب رب تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اس اٹھائیسویں ایڈیشن میں بہت تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے۔

احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (مغربی پاکستان)

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء دوشنبہ

marfat.com
Marfat.com

مزید در مزید

فقیر ناچیز نے بھی اس کتاب میں کئی اضافے کئے ہیں اور ان اختلافی مسائل میں چند مسائل کے رسائل کو بھی شامل کیا ہے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان میں مسئلہ نور و بشر، اور وسیلہ کے بارے میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے الگ رسالے تھے ان کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے ان کے علاوہ فقیر ناچیز کے چند اختلافی مسائل پر رسالے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان کو بھی شامل کر دیا ہے مثلاً اذان سے پہلے درود و سلام کا شرعی حکم، اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم وغیرہ رسائل شامل ہیں۔

خادم علمائے اہل سنت

سعید اللہ خان قادری

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

معلم دار العلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی

7 مارچ 2009 بروز ہفتہ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

چونکہ اس کتاب میں ہر مسئلہ کے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاویں گی۔ اور ان آیات کی تفسیر بھی بیان ہوگی۔ اس لئے تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتیں لحاظ میں رکھنا ضروری ہیں۔

ایک تو ہے قرآن کی تفسیر دوسری قرآن کی تاویل۔ تیسری قرآن کی تحریف ان کی علیحدہ علیحدہ تعریفیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ احکام۔

(۱) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے قرآن کی جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے قرآن پاک کی تحریف کرنا کفر ہے۔

تفسیر:۔ قرآن کریم کے وہ احوال بیان کرنا ہیں جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں۔ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا۔ اگر کوئی شخص بغیر حوالہ نقل اپنی رائے سے کہدے کہ فلاں آیت منسوخ ہے یا فلاں آیت کا یہ شان نزول ہے تو معتبر نہیں بلکہ کہنے والا گنہگار ہے۔

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل شیء قدير۔

ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں لاتے ہیں بہتر اس سے یا اس کی مثل کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت ۱۰۶)

(۱) مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے۔

من قال فی القرآن برایه فلیتبوء مقعده من النار۔

ترجمہ: جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۸۰۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۵۔ ۲۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

من قال فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطا۔

ترجمہ: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا۔ پس صحیح کہہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۱۔ ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۰۸۵۔ ۸۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۱۶۷۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثہ عراق)، (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۱۵۲۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۵۱۰۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اب تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔ تفسیر بالقرآن۔ یہ سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد تفسیر قرآن بالاحادیث۔ کیونکہ حضور علیہ السلام صاحب قرآن ہیں۔ ان کی تفسیر قرآن نہایت ہی اعلیٰ۔ پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے قول سے خصوصاً فقہاء صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔

رہی تفسیر قرآن تابعین کے قول سے۔ یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخوذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہ۔

(۲) تاویل قرآن یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی ونحوی قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے۔ یہ اہل علم کے لئے جائز ہے۔ ان میں نقل کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات سے اور احادیث نبویہ واقوال فقہاء سے ہے۔

رب کریم فرماتا ہے:

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً۔

ترجمہ: تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(پارہ ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۲)

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ماتحت يتدبرون کی تفسیر میں فرماتے ہیں يتاملون ويتبصرون ما فيه یعنی کیوں نہیں غور کرتے اس کے معنی میں اور کیوں نہیں عقل سے دیکھتے۔ ان خوبیوں کو جو قرآن میں ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول میں ہے کہ کسی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور بھی عطیہ مصطفیٰ ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو فرمایا کہ:

ما عندنا الا ما في القرآن الا فهما يعطى رجل في كتابه۔

ترجمہ: ہمارے پاس اس قرآن کے سوا۔ اور کچھ نہیں ہاں وہ علم وفہم ہے جو کسی کو کتاب الٰہی کے متعلق عطا کردی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص فصل اول ص ۳۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

والمراد منه ما يستنبط به المعاني ويدرك به الاشارات والعلوم الخفية۔

ترجمہ: اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنے مستنبط کئے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور چھپے ہوئے علوم کا پتہ لگے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی معنے میں غور کرنا اور علم وعقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے۔ ہر جگہ نقل کی ضرورت نہیں۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

اصل التفسير الكشف واصل التاويل الرجوع وعلم التفسير علم عن احوال القران من حيث دلالته على مراد الله تعالى بحسب الطاقة البشرية ثم هو قسمان تفسير وهو ما لا يدرك الا بالنقل كاسباب النزول وتاويل وهو ما يمكن ادراكه بالقواعد العربية فهو مما يتعلق بالدراية والسر في جواز

marfat.com
Marfat.com

التاویل بالرای بشر وطہ دون التفسیر ان التفسیر کشھادۃ علی اللہ قطع باللہ عنی بھذا اللفظ ھذا المعنی ولا یجوز الا بتوقیف ولذا جزم الحاکم بان تفسیر الصحابی فی حکم المرفوع والتاویل ترجیح لاحد المحتملات بلاقطع۔

ترجمہ: تفسیر کے لغوی معنے ہیں ظاہر کرنا اور تاویل کے معنے ہیں لوٹنا علم تفسیر قرآن پاک کے ان حالات کا جاننا ہے جو اللہ کی مراد کو بتائیں طاقت انسانی کے مطابق پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر اور تفسیر وہ ہے جو نقل کے بغیر نہ معلوم ہو سکے اور ایک تاویل اور تاویل وہ ہے جس کو عربی قاعدوں سے معلوم کر سکیں پس تاویل کا تعلق فہم سے ہے اور تاویل کے رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کے رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دینا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کلمہ کے یہ ہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں اسی لئے حاکم نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دے دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں من قال فی القرآن برایہ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای تکلم فی معناہ اوفی قراتہ من تلقاء نفسہ من غیر تتبع اقوال الائمۃ من اھل اللغۃ والعربیۃ للقواعد الشرعیۃ بل بحسب ما یقتضیہ عقلہ وھو مما یتوقف علی النقل کاسباب النزول والناسخ والمنسوخ۔

ترجمہ: یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا اس کی قراءت میں اپنی طرف سے کلام کرے لغت اور زبان جاننے والے اماموں کے قول کی تلاش نہ کرے شرعی قاعدوں کا لحاظ نہ رکھے بلکہ اس طرح کہدے جس کو اس کی عقل چاہے حالانکہ یہ معنے ایسے ہوں کہ جن کا سمجھنا نقل پر موقوف ہو جیسے کہ شان نزول اور ناسخ و منسوخ۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم فصل دوم ج ۱ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر کے شروع میں ہے:

وھکذا روی عن بعض اھل العلم من اصحاب النبی علیہ السلام وغیرھم انھم شدوا فی ھذا فی ان یفسر القرآن بغیر علم۔

ترجمہ: بعض اہل علم صحابہ کرام وغیرہ سے یہ ہی روایت ہے کہ وہ حضرات اس میں بہت سختی کرتے تھے کہ قرآن کی تفسیر بغیر علم کی جائے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے حاشیہ میں مجمع البحار سے نقل فرمایا:

لا یجوز ان یراد ان لایتکلم احد فی القرآن الا بما سمعہ فان الصحابۃ قد فسروا واختلفوا فیہ علی وجوہ ولیس کل ما قالوہ سمعوہ منہ ولانہ لایفیدح دعاء ہ علیہ السلام اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔

ترجمہ: یہ تو جائز نہیں کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام ہی نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح ان میں اختلاف رہا اور ان کی ہر بات تو سنی ہوئی نہ تھی نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بیکار ہوگا کہ اے اللہ ان کو دینی فقہ دے اور ان کو تاویل سکھادے۔

نیز حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فصل چہارم اس مقصد کے لئے مقرر کی ہے کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل بھی جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک ظاہری معنے ہیں اور ایک باطنی علماء ظاہری معنے کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام باطنی کی۔ حضرت علی رضی

marfat.com

Marfat.com

اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونٹ بھر دوں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قرآن سمجھ لیتا ہے وہ تمام علوم کو بیان کر سکتا ہے۔ پھر جو حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کہے وہ خطا کار ہے اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ جن باتوں کا علم بغیر نقل نہیں ہو سکتا۔ ان کو رائے سے بیان کرنا حرام ہے۔ دیکھو اس کی پوری بحث احیاء العلوم شریف کے اسی باب اسی فصل میں۔

(احیاء العلوم الباب الرابع فی فہم القرآن وتفسیرہ بالرای من غیر نقل ج ا ص ۲۸۸۔۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز آئمہ دین کا قرآنی آیات میں بڑا اختلاف رہتا ہے ایک صاحب کسی جگہ وقف کرتے ہیں۔ تو دوسرے اور جگہ ایک صاحب اسی آیت سے ایک مسئلہ نکالتے ہیں۔ دوسرے صاحب اس کے خلاف۔ جیسے کہ تہمت زنا لگانے والے کی گواہی متشابہات کا علم وغیرہ۔ تو اگر آپ اپنے علم سے کلام الہی میں بالکل کلام نہیں کر سکتے ہر ہر بات کے لئے نقل کی ضرورت ہے تو یہ اختلاف کیسا۔

(۳) تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنے یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہے اور کہے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ معنے ہیں جو میں نے کہے۔ یہ صریح کفر ہے جیسے آیات قرآنیہ اور قراءت کا انکار کفر ہے ایسے ہی قرآن کے متواتر معنے کا انکار کفر ہے جیسے کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنے کئے۔ اصلی نبی۔ اور معنے آخری نبی کو خیال عوام یعنی غلط کہا اور نبوت کی دو قسمیں کر ڈالیں۔ اصلی اور عارضی۔ حالانکہ امت کا اجماع اور احادیث کا اتفاق اس پر ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں آخری نبی۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہ تحریف ہے۔ اسی قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے جیسے ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶) خدا کے سوا ان کو نہ پوجو جو نفع نقصان نہ پہنچا سکیں۔

نیز قرآن کریم خود اس کی تفسیر فرماتا ہے ومن یدع مع اللہ الھا اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱۷) جو شخص خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پوجے۔

اب اسی تفسیر اور اجماع کے ہوتے ہوئے جو کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرتا ہے اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہئے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

تقلید کی بحث

تقلید کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رہنا ضروری ہیں (۱) تقلید کے معنی اور اس کی قسمیں (۲) تقلید کونسی ضروری ہے اور کونسی منع (۳) تقلید کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں (۴) تقلید کے واجب ہونے کے دلائل (۵) تقلید پر اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات۔ اس لئے اس بحث کے پانچ باب کئے جاتے ہیں۔

حاشیہ......☆

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بیشتر مقامات پر لوگوں کو آزمائش اور پریشانی میں مبتلاء کر رکھا ہے اس جماعت کے لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کی اچھی خاصی پرسکون فضا میں ہنگامہ اور شورش برپا کر دیتے ہیں اختلافی مسائل کو ہوا دے کر ماحول کو گرم کرنا اس جماعت کے بہت سے افراد کا خاص مشغلہ ہے۔ ہندوستان میں ۱۲۴۵ھ میں یہ نیا فرقہ ظاہر ہوا جس کے بانی عبدالحق بنارسی تھے یہ لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کو مشرک فرقہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی گروہ کہتے ہیں۔

شروع دور میں اگرچہ بہت سے مجتہدین امت گزرے ہیں لیکن ان سب کی الگ الگ باقاعدہ اس انداز میں فقہ کی تدوین نہیں ہو سکی کہ ان کی تقلید کرنے والا دوسروں سے بے نیاز ہو جائے۔ یہ فخر و امتیاز اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔

لیکن یہ ظالم غیر مقلدین ان اماموں کو طاغوت کہتے ہیں اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے تقریباً تمام محدثین وفقہاء کرام مقلدین ہیں اور ان گمراہوں کے فتوے سے یہ تمام کافر ہوئے۔

ان هذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا۔ وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لاسيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوىٰ واعجب كل ذى راى برايه۔

ترجمہ: یہ چاروں مذاہب جو مدون و مرتب ہیں ان کی تقلید پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آرہا ہے۔ اور اس میں جو مصالح ہیں وہ مخفی نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور خواہش نفس لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہو چکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۵۴)

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه لم تزل العامة فى زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين

marfat.com

Marfat.com

باب اوّل

تقلید کے معنی اور اس کے اقسام

تقلید کے دو معنی ہیں۔ایک لغوی۔دوسرے شرعی۔لغوی معنی ہیں۔قلادہ در گردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے:

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول او فی فعله علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل۔

ترجمہ: تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔

(حسامی شرح نامی ص ۱۹۰ مطبع مجتبائی دہلی)

حاشیہ......☆

ویتبعونهم فی احکام الشریعة۔

ترجمہ: مخالفین کے ظہور سے قبل صحابہ و تابعین کے دور میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ مجتہدین سے مسائل دریافت کرتے اور احکام شریعت میں ان کی پیروی کرتے تھے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۱۹۸ مطبوعہ موسسۃ الحلبی القاہرۃ)

تقلید کا لغوی معنی قلادہ پٹے اور ہار کو کہتے ہیں اگر جانور کے گلے میں ہو تو پٹہ انسان کے گلے میں ہو تو ہار۔اب قرینہ اور موقعہ کے لحاظ سے الگ الگ چیز کو کہتے ہیں یعنی قلادہ جب حیوان کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے اور اگر انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہا جاتا ہے۔

والقلادة ما جعل فی العنق یکون للانسان والفرس والکلب التی تهدی ونحوها۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

منجد میں ہے:

القلادة قلائد وقلاد ما جعل فی العنق من الحلی۔

(منجد ج ۱ ص ۶۴۹ مطبوعہ ایران)

حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے:

استعارت من اسماء قلادة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

نیز امام غزالی کتاب المستصفی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں التقلید هو قبول قول بلا حجة۔
مسلم الثبوت میں ہے:
التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجته۔

ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہٰذا ہم حضور علیہ السلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام وآئمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا یہ فرق ضرور یاد رہے۔

حاشیہ......☆

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام العلامة المغرب شیخ الاسلام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری الاندلیسی القرطبی المالکی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۲۴۰۔۲۴۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

النواوی الامام الحافظ الاوحد القدوة شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی صاحب التصانیف النافعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

وامام الشافعية ببغداد ابو اسحاق المروزی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵۵ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

البغوی الامام الحافظ الفقیہ المجتهد محیی السنة ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء الشافعی صاحب معالم التنزیل......۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۵۷ برقم ۱۰۶۲ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

المزی شیخنا الامام العالم الحبر الحافظ الاوحد محدث الشام جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن الزکی عبدالرحمن بن یوسف القضاعی الدمشقی الشافعی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۹۸ برقم ۱۱۷۶ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

الحمیدی الامام العلم ابوبکر عبداللہ بن الزبیر القرشی الاسدی الحمیدی المالکی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۱۳ برقم ۴۱۹ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

ابن دقیق العید الامام الفقیہ المجتهد المحدث الحافظ العلامة شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وهب بن مطیع القشیری المنفلوطی الصعیدی المالکی والشافعی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴۸۱ برقم ۱۱۶۸ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

marfat.com
Marfat.com

تقلید دو طرح کی ہے۔ تقلید شرعی اور غیر شرعی۔ تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جیسے روزے، نماز، حج، زکوۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ امیر یا مرزا غالب کی یا نحوی وصرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح ہر پیشہ اور پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے اس لئے یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا۔

ترجمہ: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

(پارہ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۲۸)

وان جاهدك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما۔

ترجمہ: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

(پارہ ۲۱ سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۵)

واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا عليه اباء نا اولو كان اباوهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔

(پارہ ۷ سورۃ ۵ آیت نمبر ۱۰۴)

حاشیہ......☆

شیخ الاسلام حافظ الحدیث امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی الھروی متوفی ۴۸۱ھ کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ حنبلی ہونے کے ساتھ منبر پر اس کی وصیت بھی کرتے تھے:

انا حنبلي ما حييت وان امت
فوصيتي للناس ان يتحنبلوا

ترجمہ: میں حنبلی ہوں جب تک زندہ رہوں اور جب مر گیا تو لوگوں کو میری یہی وصیت ہے کہ حنبلی ہو جائیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۸۶ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

یہ ایک مختصری جھلک تھی جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اس لیے یہ بیان ختم ہونے والا نہیں اس کو پورا بیان نہیں کیا جا سکتا ہے بارہویں صدی تک عدم تقلید کا کوئی چرچا نہیں تھا اب غیر مقلدین بتائیں کیا یہ تمام فقہاء کرام مشرک تھے۔

marfat.com
Marfat.com

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباء نا۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔

☆......☆

دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ ھود زیر آیت نصیبھم غیر منقوص (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۹) میں ہے وفی الایۃ ذم التقلید وھو قبول قول الغیر بلا دلیل وھو جائز فی الفروع والعملیات ولا یجوز فی اصول الدین والاعتقادیات بل لا بد من النظر والاستدلال (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید و رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید و رسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔

مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول الافضل میں ہے۔

(عن معتقدنا) ای عما نعتقدہ من غیر المسائل الفرعیۃ مما یجب اعتقادہ علی کل مکلف بلا تقلید لاحد وھو ما علیہ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الاشاعرۃ والماتریدیۃ۔

ترجمہ: یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن پر اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث تقلید المفضول الافضل ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶) میں ہے ھذہ الایۃ تدل علی ان التقلید غیر کاف فی الدین وانہ لابد من النظر والاستدلال (ترجمہ:...... یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصول دین میں تقلید غیر کافی ہے اور اس میں نظر و استدلال ضروری ہے۔ تفسیر کبیر ج ۱۵ ص ۲۲۸ سعید اللہ) صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحۃً ہے اس لئے یہ نہ کہا

marfat.com
Marfat.com

جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں۔ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کردی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقعہ پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آگیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔جیسے کہ کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلانظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تیسرا باب

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مکلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد۔ دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے۔ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔علم صرف ونحو وبلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔مجتہد کے لئے تقلید منع۔مجتہد کے چھ طبقے ہیں (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)۔

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔جیسے چاروں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف ومحمد ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔مگر وہ مسائل جن کے متعلق آئمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ان کو قرآن وحدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔جیسے امام طحاوی اور قاضی خان شمس الآئمہ سرخسی وغیرہم۔

(۴) اصحاب التخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہاں آئمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب الترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں۔یہ وہ کر سکتے ہیں۔اسی طرح جہاں امام صاحب

marfat.com

Marfat.com

اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہٰذا اولیٰ یا ہٰذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔

(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں۔ اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب درمختار وغیرہ۔

(ردالمحتار ج اص ۷۲ مطبوعہ استانبول)

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں۔ وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانے کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتادیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب ہیں جس درجہ کے مجتہد ہوں گے۔ وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں۔ اس لئے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ حنفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہ ہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں۔ اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں۔ وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آ گیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی پھر کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابو حنیفہ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل درحقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی المذاہب کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا۔ بلکہ حنفی رہے گا کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب صح من الامام اذا صح الحدیث فھو مذھبی (ردالمحتار ج اص ۶۳ مطبوعہ استانبول) امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں میں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصری تقریر خیال رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہٰذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی وامام ابوداؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی۔ شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں۔ یا امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا۔ تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعویٰ اجتہاد کیا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت مجاز، صریح، وکنایہ ظاہر ونص کتنے ہیں۔ ان بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

چوتھا باب

تقلید واجب ہونے کے دلائل میں

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری میں تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اول: تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

(سورۃ فاتحہ پارہ ۱ آیت نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اولیاء اللہ غوث وقطب وابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے لہذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث ومفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو۔ پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

(سورۃ بقرہ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرنا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔
(سورہ ۹ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۰)

معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۵۹)

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول علیہ السلام کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ واستنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے ایک اور رسول علیہ السلام اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی طرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام وامام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔

حاشیہ......☆

اولوالامر کون ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالعالیہ البصری رحمۃ اللہ علیہ، امام قتادۃ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو زکریا یحیی بن محمد العنبری ثنا محمد بن عبدالسلام ثنا اسحاق بن ابراھیم انبا وکیع عن علی بن صالح عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبداللہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم النساء قال اولی الفقه والخیر ھذا حدیث صحیح له شاھد وتفسیر الصحابی عندھما مسند۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں۔

(المستدرک ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۴۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اولی الامر سے مراد علماء وفقہاء ہیں اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

(المستدرک کتاب العلم فصل فی توقیر العالم عدہ اخبار الصحیحہ فی الامر ابح ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۴۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہی امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وتفسیر الصحابی عندھما مسند۔

ترجمہ: اور صحابی کی تفسیر امام بخاری ومسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(مستدرک ج ۱ ص ۹۰۷ رقم الحدیث ۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ مکتبہ الریاض الحدیثہ الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ومسلما ان تفسیر الصحابی حدیث مسند ۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

لیکن ہر تفسیر مرفوع کے حکم میں نہیں اس کی جانچ پڑتال کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا اور اگر تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

یبحث عن صحۃ السند وینظر فی تفسیر الصحابی فان فسرہ من حیث اللغۃ فھم اھل اللسان فلاشك فی اعتمادھم وان فسرہ بما شاھد من الاسباب والقرائن فلاشك فیہ وحینئذ ان تعارضت اقوال جماعۃ من الصحابۃ فان امکن الجمع فذلك وان تعذر قدم ابن عباس رضی اللہ عنہ لان النبی ﷺ بشرہ بذلك حیث قال اللھم علمہ التاویل۔

ترجمہ: صحابی کی تفسیر کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور اس سلسلہ میں اسناد کی طرف خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ اگر صحابی نے لغت کی تائید سے تفسیر کی ہے تو اسے بسر و چشم قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اہل زبان ہیں اور ان کی زبان دانی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور اگر اسباب وقرائن کے مشاہدہ سے تفسیر کرتے ہیں تو اسے بھی کسی رد وقدح کے بغیر قبول کیا جائے گا اور اگر ایک ہی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو دیکھا جائے گا کہ ان کے مابین جمع اور تطبیق ممکن ہے یا ناممکن؟ اگر تطبیق ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ ان کے حق میں حضور ﷺ نے قرآن فہمی کی دعاء کی تھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۲۳۴۔ ۲۳۵ نوع ۔ ۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

یہ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن کو سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگا کر دعا فرمائی تھی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا مسدد حدثنا عبدالوارث عن خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال ضمنی النبی ﷺ الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکمۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر دعا کی اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔

صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی...... الاستیعاب ج ۳ ص ۹۳۵ برقم ۱۵۸۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت...... فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۳۶ رقم الحدیث ۱۵۶۰ او ص ۹۴۹ رقم الحدیث ۱۸۳۵ او ص ۹۵۵۔ ۹۵۶ رقم الحدیث ۱۸۵۶۔ ۱۸۵۸۔ ۱۸۵۹ او ص ۹۶۳۔ ۹۶۴ رقم الحدیث ۱۸۸۲۔ ۱۸۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت... حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت...... جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۳۰ ص ۸۳۹۵ رقم الحدیث ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹ ج ۳۱ ص ۸۷۲۶ رقم الحدیث ۲۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت...... المعجم الکبیر لامام طبرانی ج ۱۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۵۳۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل...... الآحاد والمثانی ذکر عبداللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۷۵۔ ۳۷۷۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض...... دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۱۹۲

marfat.com
Marfat.com

تینوں چیزوں میں ان کی پیروی کی جاوے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اطیعوا بولا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاوے گی نہ کہ خلاف شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مراد لو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہو ہی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحۃً قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا واطیعوا الرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحۃً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا اولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

حاشیہ...... ☆

۔۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت...... طبرانی صغیر باب العین من اسمہ علی ج ۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت...... مواھب اللدنیۃ ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت...... کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۱۷ رقم الحدیث ۳۳۵۸۴۔۳۳۵۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت...... حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المتعلقۃ باستجابۃ دعاۂ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت...... خصائص الکبری باب دعاۂ لابن عباس ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت...... فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۷۴۔۷۵۔۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت...... الاحادیث المختارۃ ج ۱۰ ص ۲۲۲۔۲۲۳ رقم الحدیث ۲۲۵ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ...... ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی الفصل الثانی فی ذکر عبداللہ بن عباس ویکنی ابا العباس ذکر اسمہ وکنیتہ ومولدہ وصفتہ ص ۲۲۶ و ص ۲۲۷ ذکر دعاء النبی مطبوعہ دار الکتب المصریۃ...... اعلام النبوۃ الباب الحادی عشر فیما اکرم بہ من اجابۃ ادعیتہ ص ۱۷۴۔۱۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت...... التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ذکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت...... صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما ج ۱ ص ۳۴۶۔۳۴۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت...... جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲۰ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۱۶۲۷۸۔۱۶۲۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت...... سیر اعلام النبلاء ذکر عبداللہ بن عباس الحبر ج ۳ ص ۳۳۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت...... امام حاکم فی المستدرک ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ج ۳ ص ۶۵۱ رقم الحدیث ۶۲۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت...... طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار صادر بیروت......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قثنا الولید بن شجاع نا بن وھب اخبرنی بن لھیعۃ عن بن ھبیرۃ ان عمر بن الخطاب کان یقول ثم من کان سائلا عن شئ من القرآن فلیسال عبداللہ بن عباس۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کریں۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۶۷ رقم الحدیث ۱۸۹۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ترجمہ عبداللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو کریب قال ثنا بن ادریس قال اخبرنا لیث عن مجاھد فی قولہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال اولی الفقہ والعلم۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

(سورہ النحل آیت نمبر ۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ ہے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

حاشیہ......☆

یہی امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی المثنی قال ثنا عمرو بن عون قال ثنا ھشیم عن عبدالملك عن عطاء و اولی الامر منکم قال الفقھاء والعلماء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح امام ابن ابی نجیح، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوالعالیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

یدل ھذا علی صحۃ کون سوال العلماء واجبا وامتثاب فتواھم لازما۔

ترجمہ: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علماء سے پوچھنا واجب ہے۔ اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ولم تختلف العلماء ان العامۃ علیھا تقلید علمائھا وانھم المرادون بقول اللہ عزوجل فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہ اس آیۃ کریمہ سے علماء ہی مراد ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۴۰ مطبوعہ بیروت)

امام خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فھذا یسوغ فیہ التقلید بدلیل قول اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: (یہ دوسری قسم کے مسائل) ان میں تقلید جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ فاسئلوا اھل الذکر الخ۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

واتبع سبیل من اناب الی۔

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

(سورہ ۳۱ آیت نمبر ۱۵)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً۔

ترجمہ: اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔

اس آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں ہے۔

فنقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون۔

ترجمہ: ہم پرہیز گاروں کی پیروی کریں اور پرہیز گار ہماری پیروی کریں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور ان کی تقلید ضروری ہے۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۷۴)

فلو لا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض دوسروں کی تقلید کریں۔

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔

ترجمہ: اور اگر اس میں رسول اور امر والے لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان میں سے حقیقت جان لیتے وہ جو استنباط کرتے ہیں۔

(پارہ ۵ سورہ نساء آیت نمبر ۸۳)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث اور اخبار اور قرآنی آیات کو پہلے استنباط کرنے والے علماء کے سامنے پیش کرے پھر جس طرح وہ فرماویں اس پر عمل کریں۔ خبر سے بڑھ کر قرآن وحدیث ہے لہذا اس کا مجتہد پر پیش کرنا ضروری ہے۔

یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔

ترجمہ: جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۱)

اس کی تفسیر تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے۔

او مقدم فی الدین فیقال یا حنفی یا شافعی۔

ترجمہ: یا امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت میں کہا جاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ یوں کہا جاوے گا۔ کہ اے حنفیو اے شافعیو اے مالکیو چلو! تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انومن کما امن السفھاء۔

ترجمہ: یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳)

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہ ہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہو۔ تو مذہب بھی وہ ہی ٹھیک ہے۔ جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

اقوال مفسرین ومحدثین

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

اخبرنا یعلی قال اخبرنا عبدالملک عن عطاء واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم قالوا اولو العلم و الفقه......

ترجمہ: خبر دی ہم کو یعلی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبدالملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطا نے کہ اولوالامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔

(سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء ج ا ص ۸۳ رقم الحدیث ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

تفسیر خازن زیر آیت۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون فاسئلوا المومنین العلمین من اھل القرآن۔

ترجمہ: پس پوچھو تم ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے۔ تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فاسئلوا اھل الذکر کی تفسیر میں ہے۔

اخرج ابن مردویه عن انس قال سمعت النبی ا یقول ان الرجل یصلی ویصوم ویحج ویغزو وانه لمنافق قالوا یارسول اللہ بما ذا دخل علیه النفاق قال لطعنه علی امامه و امامه من قال قال اللہ فی کتابه

حاشیہ......☆

علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں۔

فقد حفت هذه الایة المعانی منها ان فی احکام الحوادث ما لیس بمنصوص علیه بل مدلول علیه ومنها ان علی العلماء استنباطه والتوصل الی معرفته بردہ الی نظائره من المنصوص ومنها ان العامی علیه تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔

ترجمہ: یہ آیت کئی احکام پر مشتمل ہے منجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جن پر قرآن صراحتاً دلالت نہیں کرتا بلکہ دلالۃً ان کا ذکر ہے اور یہ کہ علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور وخوض کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں اور یہ کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: امام ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی یارسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فاسئلوا الآیۃ۔

(درمنثور ج ۴ ص ۱۱۹)

تفسیر صاوی سورہ کہف واذ کر ربك اذا نسیت (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۴) کی تفسیر میں ہے۔

ولا یجوز تقلید ما عدا المذاھب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحدیث الصحیح والایة فالخارج عن المذاھب الاربعة ضال مضل و ربما اداہ ذلك للكفر لان الاخذ بظواھر الكتاب والسنة من اصول الكفر۔

ترجمہ: یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگر چہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث:۔ مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان ان الدین النصیحة میں ہے۔

عن تمیم ن الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتھم۔

ترجمہ: تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة ج ۱ ص ۷۴ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وقد یتناول ذلك على الائمة الذین ھم علماء الدین وان من نصیحتھم قبول ما رووہ و تقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم۔

ترجمہ: یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین میں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دوسری فصل ...... تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوۃ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم ویفرق جماعتکم فاقتلوہ۔

ترجمہ: جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصية (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا لاتسالونی فی مادام هذا الحبر فيكم جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں۔ مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔

(صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ ج ۲ ص ۹۹۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

من تولی امر المسلمين شيئاً فاستعمل عليهم رجلا ويعلم ان فيهم من هو اولى بذالك و اعلم منه بكتاب الله وسنة رسوله فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمين۔

ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو۔ پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ ورسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

حاشیہ......☆

تقلید شخصی کے چند مزید دلائل

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن حذيفة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اقتدوا باللذين من بعدى ابى بكر وعمر۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی اور اقتداء کرنا۔

(سنن الترمذی ج ۵ ص ۶۰۹ رقم الحدیث ۳۶۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۴ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۳۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لئے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات چلتی رہی۔ ان کی اتباع کی جاتی رہی ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی پیروی کی گئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد عن ايوب عن عكرمة ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ فرمایا وہ جا سکتی ہے اہل مدینہ نے فرمایا ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بات چھوڑ کر آپ کی بات نہیں مانتے۔

(صحیح البخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المراۃ بعد ما افاضت ج ۲ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۱۶۷۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ فصل اول میں ہے۔

من مات وليس فى عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔

ترجمہ: جو مرجائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ وہ جہالت کی موت مرا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

یہ تو چند آیات واحادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو۔ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى و نصله جهنم وساءت مصيرا۔

حاشیہ......☆

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لانتابعك وانت تخالف زيداً۔

ترجمہ: ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے کہ آپ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قال عبدالله بن ابى سليمان سمعت سعيد بن جبير يقول تستفتونى وفيكم ابراهيم النخعى۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اعلم تھے اور اعلم ہی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اعلم سمجھتے ہیں لہٰذا انہی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

قال شعيب ابن الحجاب قال لى الشعبى عليك بذلك الاصم يعنى ابن سيرين۔

ترجمہ: شعیب بن الحجاب کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روى احمد بن يحيىٰ بن وزير عن ابن وهب قال لو كان بقى لنا عمرو بن الحارث ما احتجنا الى مالك۔

ترجمہ: امام احمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب کہا کرتے تھے اگر عمرو بن الحارث زندہ ہوتے تو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ جاتے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال الشعبى اذا اختلف الناس فى شىء فخذوا بما قال عمر۔

ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسی تحقیق پر عمل کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو۔

(اعلام الموقعین فصل الصحابۃ سادۃ المفتیین والعلماء ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵)

جس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّت میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جاویگا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز حدیث میں ہے۔

ماراه المومنون حسناً فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(امام حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳۔۸۴ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۲۱۲۔۲۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۳۵۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۷۵ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (علام الموقعین ابن جوزی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کتاب الآثار امام محمد حاشیہ ابو الوفاء افغانی ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷ رقم الحدیث ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۲۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المقاصد حسنہ امام سخاوی ص ۴۳۱ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب و عجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی و فاروقی کس طرح ثابت کرو گے وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت وکونوا مع الصدقین (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۱۹) میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا اولئك هم الصادقون (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۸) پھر فرمایا وکونوا مع الصدقین سچوں کے ساتھ رہو۔ لہٰذا تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی ہم غیر مقلدوں سے کہتا ہوں کہ سچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلائل: دنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کرسکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہ ہی تو تقلید ہے قرآن کی قراءت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلیدی تو ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے نماز کے امام دو نہیں۔ تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر میں ہے۔

اذا کان ثلثة فی سفر فلیومروا احدهم۔

ترجمہ: جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر الفصل الثانی ص ۳۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

☆......☆

پانچواں باب

تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں۔ ایک واہیات طعنے اور تمسخران کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جس سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں۔ اور عام مقلدین دھوکا کھالیتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں۔

سوال (۱):۔ اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب:۔ صحابہ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ آئمہ دین امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷، رقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاهرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

ترجمہ: تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰، رقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۴۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷، رقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئ)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴۔۶۲۷۵۔۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والهدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص

marfat.com

Marfat.com

۲۶-۲۷رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد۱ص ۱۷۸-۱۷۹رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج۲۱ جز ۴۲ ص ۱۴۷-۱۴۸رقم الحدیث ۸۷۱۰-۸۷۱۱-۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابونعیم جلد۱ص ۳۵ تا ۳۷رقم الحدیث ۱ تا ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد۵ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن داری جلد۱ص ۵۷رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد۱ص ۲۵۴رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد۱۸ص ۲۵۷رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد۱ص ۲۹-۳۰رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج۴ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن جلد۲ص ۳۷۵رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج۱ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج۱ ص ۲۵۷رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰رقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ سوال تو ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے یہ ہی کہا جاوے گا کہ حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کرام تمام کے امام ہیں۔ ان پر کون مسلمان امام ہوتا۔

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکبرین کی آواز پر وہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو لب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صف اول کے مقتدیوں کو مکبرین کی ضرورت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔ وہ بلاواسطہ سینہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام سے فیض لینے والے ہیں ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہٰذا کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔ جن سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنا ایسے ہی حضور علیہ السلام آب رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں۔

سوال (۲):۔ رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔

(سورۃ الانعام آیت نمبر ۵۹)

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔

ترجمہ: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۴ آیت نمبر ۱۷)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں۔

جواب:۔ قرآن وحدیث بے شک راہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہئے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے آئمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ آئمہ دین طبیب ہیں ولقد یسرنا القرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کیلئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔ قرآن میں ہے ویعلمھم الکتب والحکمۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۹) اور وہ نبی

marfat.com

Marfat.com

ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں۔امام روحانی طبیب۔

سوال (۳) قرآن کریم نے تقلید کرنے والوں کی برائیاں فرمائی ہے۔فرماتا ہے۔

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔

ترجمہ: انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۱)

فان تنازعتم فی شیئی فردوه الی الله ورسوله۔

ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کریں گی۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۳)

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم۔

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۹)

قالوا بل نتبع ما الفینا علیه اباء نا۔

ترجمہ: تو کہیں گے بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کے حکم کے سامنے اماموں کی بات ماننا طریقہ کفار ہے اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے چار راستہ حنفی شافعی وغیرہ ٹیڑھے راستہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب:۔جس تقلید کی قرآن کریم نے برائی فرمائی ہے۔اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ولا تتبعوا السبل میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں۔حنفی،شافعی وغیرہ چند راستے نہیں۔بلکہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں ثنائی اور غزنوی کا کیا حکم ہے۔عقائد بدلنے سے چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

سوال (۴):۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت مان کسی کا قول و قرار

دین حق را چار مذہب ساختند فتنہ در دین نبی انداختند !

جواب:۔یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے۔

ہوتے ہوئے کبریا کی گفتار مت مان نبی کا قول وکرار

دوسرا شعر بھی اس طرح ہے۔

مسجد دو خشت علیحدہ ساختند فتنہ در دین نبی انداختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں شعروں میں اس طرح دیا ہے۔

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

marfat.com

Marfat.com

آتش و آب و خاک و باد سب کا انہی سے ہے
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

ثبات:...... چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار بھیجیں۔ اور دین بھی چار ہی بنائے انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہو سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اردگرد چار طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو ایسے ہی حضور علیہ السلام تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ وہابی کس راستے سے وہاں پہنچیں گے؟ کس نے کیا خوب کہا ہے۔

مذہب چار چوں چہار راہ اند
بہر منت جو جادہ پیائی

خود یکے بنی از چہار طرف
کعبہ راچوں تو سجدہ بنمائی

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے فقہ قرآن و حدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

سوال (۵): تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بناتا ہے اور یہ شرک ہے؟

تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا نیز سارے محدثین مفسرین مشرک ہو گئے کیونکہ ترمذی ابوداؤد مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد دیکھو عینی شرح بخاری ہم نے دیوان سالک میں اس سوال کا جواب یہ دیا ہے۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری و مسلم ابن ماجہ امام اعظم ابوحنیفہ!
کہ جتنے فقہ محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ!

جس روایت میں ایک فاسق راوی آ جاوے۔ وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آ جاوے تو مشرک آ گیا لہٰذا وہ بھی باطل پھر ترمذی و ابوداؤد تو خود مقلد ہیں۔ مشرک ہوئے ان کی روایات ختم ہوئیں۔ بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہو چکی کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں۔ اب حدیث کہاں سے لاؤ گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها۔

ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۳۵)

حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما نے جنگ صفین میں حکم بنایا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سواء کے احکام ہیں۔ علماء فقہاء اور مشائخ کے اسی طرح احکام حدیث یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالیٰ ہی کے حکم ہیں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دنیا جج کا فیصلہ کچہریوں کے مقدمات کو مانتی ہے۔ سب ہی مشرک ہو گئے۔

سوال (۶) قیاس مجتہد ظن ہے اور ظن کرنا گناہ ہے۔ قرآن میں اس سے ممانعت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو لہٰذا دین میں صرف کتاب وسنت پر عمل چاہیے۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲)

اصل دین آمد کتاب مقدم داشتن پس حدیث مصطفیٰ از جان مسلم داشتن

جواب:۔ اس کا جواب خاتمہ میں آویگا کہ قیاس کسے کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں۔

سوال (۷) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے۔ وہی میرا مذہب ہے لہٰذا ہم نے ان کے قول حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیئے انشاء اللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے ان ہی کو بنا بگاڑ کر یا بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب:۔ بے شک امام صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔ یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقع بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے۔

اذا بلغكم منى حديث فاعرضوه على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه والا فردوه۔

ترجمہ: جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کر لو ورنہ رد کر دو۔

(مقدمہ تفسیرات احمدیہ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

تو اگر کوئی چکڑالوی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لئے ہم حدیث چھوڑتے ہیں قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال (۸) امام اعظم کو حدیث نہیں آتی تھی۔ اس لئے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف۔

جواب:۔ امام اعظم بہت بڑے محدث تھے۔ بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے ان کی کتاب مسند امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطاء امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے کمی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا بعد کا ضعف حضرت امام کو مضر نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

لطیفہ:۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ چاروں مذہب حق ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے حق تو صرف ایک ہی ہوگا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔ دونوں مسئلے صحیح کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب:۔ یہ ہے کہ حق کے معنی یہاں صحیح واقعہ کے موافق نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کر لو خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔ کیونکہ مجتہد کی خطا بھی معاف ہے۔ امیر معاویہ اور مولیٰ علی اسی طرح عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں جنگ بھی ہوئی۔ اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی پکڑ عنداللہ نہیں ہوگی۔ جنگل میں ایک شخص کو

marfat.com

Marfat.com

خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔ اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں۔ کیونکہ رائے بدلتی رہی۔ یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔ قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی چاروں قبلہ درست ہیں۔ بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستی بیان فرمائی۔ مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کلا اتینا حکما و علما۔

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے۔

اذا حکم الحکم فاجتهد و اصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد فاخطا فله اجر واحد۔ (متفق علیه)

ترجمہ: جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

(مشکوٰۃ الفصل الاول ص ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا۔ لہٰذا اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کار ہے جیسے کہ آج حاکم کے بغیر کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچہری سے فیصلہ کرا کر وہ ہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں دیکھو حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ **فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً** (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۹) وہ مال کھالو حلال طیب معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث:۔ شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن، وحدیث اجماع امت اور قیاس اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا اور درپیش آگیا۔ جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن وحدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہٰذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ کسی نے پوچھا جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے کو حرام ہے۔ وطی یا جزیۃ کی وجہ سے لہٰذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس و نا کس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم نہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث وافعال صحابہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فاعتبروا یاولی الابصار۔

ترجمہ: تو عبرت لوائے نگاہ والو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲)

marfat.com
Marfat.com

یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔

نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر اسی طرح کھیتی کے خشک ہو کر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔ اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی قیاس ہے۔ بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا۔

باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین الله حکمها لیفهم به السائل۔

ترجمہ: جو کسی قاعدہ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے بیان فرمادیا ہے تاکہ سائل اس سے سمجھ لے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام ج۲ص۱۰۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج۶ص۲۶۶۷ رقم الحدیث ۶۸۸۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس میں ایک حدیث نقل کی۔ جس میں حضور علیہ السلام نے ایک عورت کو قیاس سے حکم فرمایا۔

ان امراة جاء ت الی النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج افا حج عنها قال نعم حجی عنها ارء یت لو کان علی امك دین اکنت تقضینه قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء۔

ترجمہ: ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے کیونکہ اللہ ادائے قرض کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ص۲۵۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ماعلی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور دارمی میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد برائی قال فضرب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمدلله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی به رسول الله۔

ترجمہ: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(جامع الترمذی ص۲۱۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)، (مشکوٰۃ ص۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد ج۳ص۳۰۳ رقم الحدیث ۳۵۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ج۱ص۱۲۷ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (مسند الامام الطحاوی ج۷ص۲۷۸ رقم الحدیث ۶۷۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج۸ص۴۲۹ رقم الحدیث ۱۱۳۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج۱ص۷۲ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء امام ذہبی ج۱ص۴۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ابن عبد البر ج۳ص۱۴۰۴ رقم ۲۴۲۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج۵ص۳۵۲۔۳۵۳ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے قیاس کا پرزور ثبوت ہوا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہوسکتا اس لئے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو بغیر نکاح میں آئی اور شوہر مر گیا۔

دیکھو نسائی شریف جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبع مجتبائی پاکستان۔

نسائی شریف میں جلد دوم کتاب القضاء باب الحکم باتفاق اهل العلم میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاء امره ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء ه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه۔

ترجمہ: آج کے بعد جس پر کوئی فیصلہ پیش آجائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے اگر ایسی چیز پیش آگئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آجائے جو نہ قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آگئی جو نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ اس کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرے۔

امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال ابو عبدالرحمن هذا الحديث جيد جيد۔

ترجمہ: یہ حدیث بڑی کھری ہے بڑی کھری ہے۔

(سنن النسائی المجتبیٰ باب الحکم باتفاق اھل العلم ج ۲ص ۳۰۵ مطبع مجتبائی پاکستان وفی نسخہ ج ۸ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح سے روایت ہے فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا۔

فكتب اليه ان اقض بما في كتاب الله فان لم يكن في كتاب الله فبسنة رسول الله فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ فاقض بما قضى به الصالحون فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر ولا ارى التاخر الا خيرا لك والسلام عليكم۔

ترجمہ: انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو مہلت لو میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

(سنن النسائی المجتبیٰ باب الحکم باتفاق اھل العلم ج ۲ص ۳۰۵ مطبع مجتبائی پاکستان وفی نسخہ ج ۸ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (جامع بیان العلم وفضلہ باب اجتہاد الرای علی الاصول ج ۲ص ۸۴۶ مطبوعہ دار ابن الجوزی)

ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی تاویل۔ اب وہ اعتراض جو غیر مقلد کرتے ہیں اجتنبوا کثیراً من الظن (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲) کہ بہت ظن سے بچو۔ اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے انما النجوى من الشيطن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۰) مشورہ کرنا شیطان کی طرف ہے۔ تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پاکر قیاس کیا اور حکم الٰہی کو رد کر دیا ہے کفر ہے غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے انما اتبع ما يوحى الى انما (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۳) حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ

marfat.com

Marfat.com

سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی صرف قرآن وحدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع وقیاس پر عمل بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑلو۔ اللہ توفیق دے۔

آمین

☆......☆

marfat.com
Marfat.com

بحث علم غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بمنہ و کرمہ
مقدمہ اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے لہذا

حاشیہ......☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کو وہ اونچے سے اونچا اونچے سے اونچا رفیع سے رفیع تر مقام عطا کیا ہے جس کی بلندی تک رسائی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی جانے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی رفعت اور بلندی کیا ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

عام مومنوں کے مقام کی انتہا صالحین کے مقام کی ابتدا ہے اور صالحین کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی ابتدا صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا اولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے اور اولوالعزم کے مقام کی انتہا حبیب خدا ﷺ کے مقام کی ابتدا ہے اور حبیب خدا ﷺ کے مقام کی انتہا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

حضور ﷺ کے علم کا مقام کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ کا علم تو دور کی بات حضور ﷺ کے غلاموں کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

وکانی انظر الی اهل الجنة يتزاورون فيها وكانی انظر الى اهل النار يتضاغون فيها فقال يا حارث عرفت فالزم ثلاثا۔

ترجمہ: گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور میں گویا کہ میں اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہوں گے تب آپ نے تین بار فرمایا اے حارث تم نے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل کر لی۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ حضور ﷺ کے ایک غلام کی شان ہے کہ زمین سے عرش کو جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسين بن مابهرام ابو عبدالله الايدجي حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانیء بن يحيى السلمى حدثنا حسن بن جعفر الجفرى عن قتادة عن يحيى بن وثاب عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لما كلم الله موسىٰ كان يبصر ديب النمل على الصفا فى الليلة الظلماء من سيرة عشرة فراسخ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو

marfat.com
Marfat.com

پنجاب والے کے لئے بمبئی غیب نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لذتیں اور ان کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ آنکھ سے چھپی ہیں۔ مگر دوسرے حواس سے معلوم ہیں جن اور ملائکہ اور جنت و دوزخ ہمارے لئے اس وقت غیب ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ بلا دلیل عقل سے۔

حاشیہ......☆

موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازرات کے آندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سے سنتے تھے۔

(طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب عزوجل کا دیدار نہیں کیا صرف کلام فرمایا اور ان کے علم کا یہ مقام ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عفان ثنا عبدالصمد بن کیسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عکرمة عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ رایت ربی تبارك و تعالی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۴ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفؤاده رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحيح خلا جهور بن منصور الكوفی وجهور بن منصور ذكره ابن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جہور بن منصور کوفی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتين مرة ببصره و مرة بفؤاده۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاوسط" میں بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبری باب خصوصیتہ ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبری ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

روی الطبرانی بسند صحيح عن ابن عباس اله كان يقول نظر محمد الی ربه مرتين مرة ببصره ومرة بفؤاده۔

(سبل الهدی والرشاد ج ۳ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

غیب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو سکے۔ یعنی دلائل سے معلوم ہو سکے دوسرا وہ جس کو دلیل سے بھی معلوم نہ کیا جا سکے پہلے غیب کی مثال جیسے جنت و دوزخ اور خدائے پاک کی ذات وصفات کہ عالم کی چیزیں اور قرآن کی آیات دیکھ کر ان کا پتہ چلتا ہے۔

حاشیہ......☆

امام شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں۔

ولما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلي فحصولها للنبي ﷺ بعد الاسراء۔

ترجمہ: جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا ﷺ کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

(نسیم الریاض شرح الشفاج ۱ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبد الخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو كريب قال نا سفيان بن عيينة قال نا نعيم بن ضمضم عن ابن الحميري قال سمعت عمار بن ياسر يقول قال رسول الله ان الله وكل بقبري ملكا اعطاه اسماع الخلائق فلا يصلي على احد الى يوم القيامة الا ابلغني باسمه واسم ابيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد (ﷺ)! فلاں بن فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسند البزار ج ۴ ص ۲۵۴۔۲۵۵ رقم الحدیث ۱۴۲۵۔۱۴۲۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اى قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج ۲ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الفکر الاسلامیہ لاہور)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اى قوة يقتدر بها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

(زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

الا اخبركم بافضل الملائكة؟ جبريل......

ترجمہ: کیا میں تمہیں افضل فرشتہ جبرائیل کے بارے میں خبر نہ دوں۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۸۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور یہ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے غلام اور وزیر ہے یہ حضور ﷺ کے ایک خادم دربار فرشتہ کے علم کا

marfat.com

Marfat.com

دوسرے غیب کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب ہوگی۔ انسان کب مرے گا اور عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی بدبخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

حاشیہ......☆

مقام ہے تو تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ان کے آقاء و مولا ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ ما من نبی الا له وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر هذا حدیث حسن وغریب۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کلیہما ج ۵ ص ۶۱۶ رقم الحدیث ۳۶۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۲۷ رقم الحدیث ۲۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۶۔۱۸۷ رقم الحدیث ۱۶۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۴۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۳۰۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

عن مجاهد یتوفاکم ملک الموت قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست ینال منها حیث یشاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین ملک الموت کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ اس سے جو چیز چاہتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۵۱۰ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ ص ۹۴ مطبوعہ دار الشعب القاہرۃ)

امام عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن شعیب حدثنا احمد بن ابی سریج حدثنا عبدالله بن الجهم حدثنا عمرو بن ابی الآف عن بشیر بن عاصم عن ابن ابی لیلی عن القاسم بن ابی بزة عن مجاهد رحمه الله تعالی فی قوله تعالی قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست یتناول منها حیث شاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "قل یتوفکم" کے بارے میں فرماتے ہیں زمین کو ملک الموت کے لئے اس طرح سمیٹ لیا جاتا ہے جس طرح پلیٹ ہو وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو یحیی الرازی حدثنا هناد حدثنا قبیصة حدثنا سفیان عن رجل عن مجاهد رحمه الله تعالی قال جعلت الارض لملک الموت علیه السلام برها بحرها وجبلها وسهلها کالطست یاخذ منها حیث یشاء۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "قل یتوفکم" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے لئے ایک پلیٹ کی طرح ہے اس کے پہاڑ، میدان، دریا، خشکی وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۵ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر بن مالک ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق اخبرنا الثوری عن رجل عن مجاھد قال جعلت الارض لملک الموت مثل الطست یتناول منھا حیث شاء وجعلت له اعوان یتوفون الانفس ثم یقبضھا منھم۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے لئے زمین کو ایک پلیٹ کی مانند بنا دیا گیا ہے۔ وہ اس میں سے جہاں سے چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ان کے کچھ مددگار مقرر کر دیئے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں اور پھر ملک الموت ان روحوں کو ان سے لے کر اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وروی ان ملک الموت جعلت له الدنیا مثل راحة الید یاخذ منھا صاحبھا ما احب من غیر مشقة فھو یقبض انفس الخلق فی مشارق الارض ومغاربھا۔

ترجمہ: روایت ہے کہ ملک الموت کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے پکڑ لیتا ہے وہ مشارق اور مغارب سے مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ان ملک الموت ینظر فی وجه کل آدمی ثلاثمائة نظرة وستاً وستین نظرة وبلغنی ان ملک الموت ینظر فی کل بیت تحت ظل السماء ستمائة مرة وبلغنی ان ملک الموت قائم وسط الدنیا فینظر الدنیا کلھا برھا وبحرھا وجبالھا وھی بین یدیه کالبیضة بین رجلی احدکم۔

ترجمہ: ملک الموت علیہ السلام (اتنے عظیم الجثہ ہیں کہ) ان کا سر آسمان میں ہے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور تمام دنیا ملک الموت کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک شخص کے سامنے کھانے کا ڈونگہ رکھا ہوا ہو اور وہ اس میں سے کھا رہا ہو۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر آدمی کے چہرے کو تین سو چھیاسٹھ (366) مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان کے نیچے ہر گھر کو چھ سو مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام دنیا کے وسط میں قیام فرما ہیں اور دنیا بھر کے صحرا، سمندر اور پہاڑ ان کی نظر میں اس طرح ہیں جیسے تم میں سے ایک شخص کے قدموں میں انڈا رکھا ہوا ہو۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء ان للموت سکرات الخ ص ۲۷۔۲۸ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

یہ ایک مختصری جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی جب سرکار ﷺ کے غلاموں کے علم کا یہ مقام تو سوچئے اس محبوب رب العالمین کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

marfat.com
Marfat.com

اسی دوسرے غیب کو مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اور اس کو پروردگار عالم نے فرمایا فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔ (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶، ۲۷) تفسیر بیضاوی یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

والمراد به الخفی الذی لایدرکه الحس ولا تقتضیه بداهة العقل۔

ترجمہ: غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہتہً اس کو عقل چاہے۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر کبیر سورہ بقرہ کے شروع میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قول جمهور المفسرین ان الغیب هو الذی یکون غائباً عن الحاسة ثم هذا ینقسم الی ما علیه دلیل والی ما لا دلیل علیه۔

ترجمہ: عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر غیب کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہے دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں شروع سورہ بقرہ یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

وهو ما غاب عن الحس والعقل غیبة کاملة بحیث لا یدرك بواحد منها ابتداء بطریق البداهة وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو الذی ارید بقوله عنده مفاتح الغیب وقسم نصب علیه دلیل کا الصانع وصفاته وهو المراد۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے پورا پورا چھپا ہوا اس طرح کہ کسی ذریعہ سے بھی ابتداءً کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہ ہی اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری قسم وہ جس پر دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات۔ وہ ہی اس جگہ مراد ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں۔

والغیب کل ماغاب عنك ابو اسحق فی قوله تعالی یومنون بالغیب ای یومنون بما غاب عنهم مما اخبرهم به النبی ا من امر البعث والجنة والنار و کل ماغاب عنهم مما انباهم به فهو غیب۔

ترجمہ: جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے امام ابو اسحاق نے "یومنون بالغیب" کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے۔

(لسان العرب ج ۱ ص ۶۵۴ مطبوعہ دار الاحیاء بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغیب فی کلام العرب کل ما غاب عنك غابت الشمس تغیب والغیبة معروفة واغابت المرأة فهی مغیبة اذا غاب عنها زوجها و وقعنا فی غیبة وغیابة ای هبطة من الارض والغیابة الاجمة وهی جماع الشجر یغاب فیها ویسمی المطمئن من الارض الغیب لانه غاب عن البصر۔

marfat.com

Marfat.com

فائدہ: رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ بوناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے۔ رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لئے غیب ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ بو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں کو یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

وما منها شهوراً ودهور تمرو تنقضی الا اتالی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہوکر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

حاشیہ ......☆

ترجمہ: محاورہ عرب میں غیب وہ ہے جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں ''غابت الشمس'' اور غیبت کا معنی تو معروف ہے اور جب کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے تو کہا جاتا ہے ''اغابت امراة'' وہ عورت ''مغیبه'' کہلاتی ہے اور ہم ''غیبة و غیابه'' میں گر گئے سے مراد ہے کہ ہم گڑھے میں گر گئے اور ''الغیابه'' درختوں کے جھنڈ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک جگہ کافی درخت جمع ہوتے ہیں جن کے اندر چھپا جا سکتا ہے اور پست زمین کو ''الغیب'' کہا جاتا ہے کیونکہ زمین کا یہ حصہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں۔

ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام۔

ترجمہ: غیب وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ میں نہ آسکے اور نہ ہی عقل کی تیزی اس کا ادراک کر سکے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے معلوم ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن ص ۳۶۷ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

والمراد به (اى بالغيب) الخفى الذى لا يدركه الحس ولا يقتضيه بديهة العقل۔

ترجمہ: غیب سے مراد ہر وہ مخفی شئے ہے جس کا ادراک نہ تو حواس کر سکیں اور نہ ہی وہ عقل کی سریع الفہمی کے دائرے میں آسکے۔

(انوار التنزیل ج ا ص ۲۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغيب كل ما اخبر به الرسول عليه السلام مما لا تهتدى اليه العقول من اشراط الساعة و عذاب القبر والحشر والنشر والصراط والميزان والجنة والنار۔

ترجمہ: غیب وہ سب کچھ ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ان امور میں سے جن تک عقل راہ یاب نہیں ہو سکتی یعنی علامات قیامت، عذاب قبر، حشر نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

(بالغيب) بما غاب عنهم مما انباهم به النبى ﷺ من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك۔

marfat.com
Marfat.com

اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام نے آیندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچادی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست کے دیکھے یہ سب غیب ہی میں داخل ہیں۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: غیب سے مراد وہ امور ہیں جو متقین کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور حضور ﷺ نے انہیں ان امور کی خبر دی جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حشر نشر، حساب اور دیگر امور غیبیہ۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر اور نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کر کے اہل جہان کو خبر عطا کرنے والا ہوتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں لفظ نبی نبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جائے بلند اور نبی واقعتا رفعت کی اعلیٰ ترقسم سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے اللہ اور مخلوق کے مابین سفیر بنایا جاتا ہے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے نبوت اور رسالت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ رسول بروزن فعول کا معنی ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا (کیونکہ فعول بمعنی مفعول اکثر استعمال ہوتا ہے) اور بھیجے جانے سے مراد یہی ہے کہ اسے بذریعہ وحی علم دے کر باخبر بنایا جائے اور یہی نبی کا معنی ہے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

منجد میں ہے۔

والنبی المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام من اللہ المخبر عن اللہ و ما یتعلق بہ تعالی۔

ترجمہ: نبی کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب یا مستقبل کی باتیں بتانے والا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے متعلقات کی خبر دینے والا۔

(المنجد ص ۷۸۴ مطبوعہ مصر)

امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں۔

النبوۃ فی لغۃ من ھمز ما خوذۃ من النباء وھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالی اطلعہ علی غیبہ و اعلمہ انہ نبیہ او یکون مخبرا عما بعثہ اللہ تعالی بہ ومنبا بما اطلعہ علیہ۔

ترجمہ: نبوت اس شخص کی لغت میں جو ہمزہ پڑھتا ہے نبأ سے ماخوذ ہے بمعنی خبر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے غیب پر مطلع فرمادیا اور اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نبی ہے یا وہ خبر دینے والا ہے اس وحی کی جس کے ساتھ اللہ نے اسے بھیجا ہے اور بتانے والا ہے ان حقائق کا جن پر اللہ نے اسے مطلع فرمادیا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں۔ مثلاً کسی آلہ کے ذریعے سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا۔ جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو علم غیب نہیں۔

حاشیہ......☆

نیز امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں۔

النبوة هي الاطلاع على الغيب والاعلام بخواص النبوة۔

ترجمہ: نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا اور خصوصیات نبوت بتانا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ا ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

النبي المخبر عن الله فان الله تعالى اخبره عن توحيده واطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه۔

ترجمہ: نبی کا معنی ہے اللہ کی طرف سے خبر دینے والا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی توحید کی خبر دی اور اپنے غیب پر مطلع فرمایا اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔

(تاج العروس للزبیدی ج ا ص ۱۲۱ مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة التي هي الاطلاع على الغيب۔

ترجمہ: نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

نیز یہی امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

النبوأة ماخوذة من النباء وهو الخبر اى ان الله تعالى اطلعه على غيبه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۴۵-۴۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یہی الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قد اشتهر وانتشر امره ﷺ بين اصحابه بالاطلاع على الغيوب۔

ترجمہ: بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ نبی کریم ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۵۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

دوسری فصل...... ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے چند باتیں خوب خیال میں رکھی جاویں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

(۱) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں۔ جیسے علم عقائد۔ علم شریعت۔ علم تصوف دوسرے علموں سے افضل ہیں مگر کوئی علم فی نفسہ برا نہیں جیسے بعض آیات قرآنیہ بعض سے زیادہ ثواب رکھتی قل ھو اللہ میں تہائی قرآن کا ثواب ہے مگر تبت یدا میں یہ ثواب نہیں۔ (دیکھو روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت زیر آیت **ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً** پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۲) لیکن کوئی آیت بری نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی علم برا ہوتا تو خدا کو بھی وہ حاصل نہ ہوتا کہ خدا ہر برائی سے پاک ہے نیز فرشتوں کو خدا کی ذات وصفات کا علم تو تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا۔ اور وہ ہی علم ان کی افضلیت کا ثبوت ہوا۔ اس علم کی وجہ سے وہ ملائکہ کے استاد قرار پائے اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔ نیز دنیا میں سب سے بدتر چیز ہے کفر و شرک۔ مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ علم حسد و بغض اور الفاظ کفریہ و شرکیہ کا جاننا فرض ہے تا کہ اس سے بچے۔ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لئے شامی کے مقدمہ میں ہے:

وعلم الریاء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمۃ والمکفرۃ ونعمری ھذا من اھم المھمات۔ (ملخصاً)

ترجمہ: یعنی علم ریا اور حسد و حرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور واللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔

(ردالمحتار علی درمختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقدمہ شامی بحث علم نجوم ورمل میں فرماتے ہیں۔

وفی ذخیرۃ النظر تعلمہ فرض لرد ساحر اھل الحرب۔

ترجمہ: ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔

(ردالمحتار علی درمختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اصحابہ ﷺ جازمون باطلاعہ علی الغیب۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

احیاء العلوم جلد اول باب اول فصل سوم برے علوم کے بیان ص ۲۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بندوں کے حق میں تین وجہوں سے ہے الخ۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں۔ اب منکرین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری، چیزوں، چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ ان جاننا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ اسی لئے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ مانا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ خدائے پاک بری چیزوں کا خالق نہیں ہے کیونکہ بری چیزوں کا پیدا کرنا بھی برا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر علم جادو برا ہے تو اس کی تعلیم کے لئے رب کی طرف سے دو فرشتے ہاروت و ماروت کیوں زمین پر اترے؟ موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں نے جادو کے علم کے ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت پہچانی اور آپ پر ایمان لائے۔ دیکھو علم جادو! ایمان کا ذریعہ بن گیا۔

(۲) سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے۔ جس کے سارے حوالے آتے ہیں تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملا۔ جو علم شاگرد کو ہو استاد سے لے ضروری ہے کہ استاد بھی اس کا جاننے والا ہو۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لئے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات کل ما کان و ما یکون میں ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء و انبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ اس کے حوالہ بھی آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوح محفوظ اور قرآنی علوم کا بھی ذکر کردیں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کردیں گے۔

یہ تمام بحثیں علم مصطفیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہیں۔

تیسری فصل علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں

علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

(۱) اللہ عزوجل عالم بذات ہے۔ اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(خالص الاعتقاد ص ۶ ۔ ۷ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

(۱) قسم دوم:۔ اولیائے کرام کو بھی بالواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیاب ملتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

(۱) قسم سوم:۔ حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔

چوتھی فصل:۔

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(ازاحۃ العیب ص ۴ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

حاشیہ......☆

عقیدہ اہل سنت و جماعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں ظاہر فرماتا ہے۔ علم ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیگر نعمتوں کے علاوہ علم کی اس خاص نعمت سے بھی خوب نوازا مگر ہمارے حضور ﷺ تو اللہ پاک کے خاص محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مکرم و مقرب ہیں اس لئے اللہ پاک نے جتنا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

معزز قارئین......! حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عقیدہ علم غیب کی وضاحت سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے لیے عطائی کلی علم غیب مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔ دیوبندی اہل سنت و جماعت کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے کلی علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ محمد سرفراز گکھڑوی جو بڑے فخر سے کہتا ہے کہ چالیس سال سے کتابیں پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہوں۔ لیکن افسوس گکھڑوی پر اور تمام روئے زمین کے دیوبندیوں پر کہ ان کو شرک کی تعریف بھی معلوم نہیں۔ گکھڑوی صاحب آپ نے چالیس سال مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہنے میں گزار دی مگر آپ کو شرک کی تعریف بھی نہیں آتی۔

دیوبندیوں کو اور خصوصاً گکھڑوی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اہل سنت و جماعت عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اور جو مانے وہ کافر ہیں۔ امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۶)

اب بتاؤ دیوبندیو تمہارے نزدیک شرک کی تعریف کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) عطائی کلی علم غیب صفت بھی اللہ کی ہے تب تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو پھر تم لوگ اپنے دماغ کا علاج کراؤ جو

marfat.com

Marfat.com

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے یہ چار فصلیں خوب خیال میں رکھی جائیں۔

حاشیہ......☆

بلاوجہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہتے ہو۔ گکھڑوی اپنی کتاب تنقید متین میں لکھتے ہیں:

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والشرك ان يثبت لغير الله سبحنه وتعالى شيئاً من صفاته المختصة به۔

شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفات مختصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

دیوبندیوں جواب دو کیا عطائی کلی علم غیب اللہ کی صفت مختصہ ہے، کیا حادث، متناہی، محدود اللہ عزوجل کی صفات مختصہ ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ اللہ عزوجل کی صفت مختصہ ہے تب تو حضور ﷺ کے لیے یہ صفات ماننا شرک وکفر ہوگا اس لیے کے برابری ہوگئی۔ اور دیوبندیوں اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ صفات اللہ عزوجل کی نہیں ہیں تو پھر کس وجہ سے تم لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اور ان صفات کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو پھر کیوں شرک کی نسبت کرتے ہو۔ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک بھی نہ رہا تو پھر ایسے مسلمانوں کو کافر کہنا خود کافر بننا ہے اس لیے کہ ہم بتا چکے ہے کہ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک تو تصور بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اس کو شرک قرار دیا جائے۔ اہل سنت وجماعت حضور ﷺ کے عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت نہیں۔ جب یہ صفت اللہ عزوجل کی نہیں تو پھر اس کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو شرک قرار دینا دیوبندیوں کا ظلم اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر خود کافر اور مشرک بننا نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کا یقیناً یہی عقیدہ ہوگا کہ عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت مختصہ ہے حادث، متناہی، محدود یہ سب (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کی صفات مختصہ ہے۔ یقیناً دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہوگا اسی وجہ سے تو کہتے ہے کہ بریلویوں نے علم اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم کو برابر کردیا ہے اسی وجہ سے بریلوی کافر اور مشرک ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا دیوبندیوں کے لیے کوئی بعید نہیں۔ اسماعیل دہلوی قتیل کی ایک عبارت اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کررہی ہیں۔ لکھتا ہے۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔
(تقویۃ الایمان ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اس طرح کے عقیدے رکھنا کوئی محال نہیں۔

اس عقیدے کے بعد وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ یعنی اہل سنت وجماعت کو کافر اور مشرک کہنے میں اس لیے اب اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم برابر ہوا اور یہی شرک ہے۔ دیوبندی اس عقیدے کے بعد اہل سنت وجماعت کو کافر اور مشرک قرار دینے میں تو کامیاب ہوگئے ہیں لیکن اس عقیدے کے بعد وہ کس چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور دیوبندیوں نے کونسا درجہ پایا ہے یہ دیوبندیوں کو معلوم ہوگیا ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آیات قرآنیہ سے ثبوت۔ دوسری میں احادیث سے ثبوت۔ تیسری میں احادیث کے شارحین کے اقوال۔ چوتھی میں علمائے امت اور فقہاء کے اقوال۔ پانچویں میں خود منکرین کی کتابوں سے ثبوت۔ چھٹی میں عقلی دلائل اولیاء اللہ کے علم غیب کا بیان۔

پہلی فصل...... آیات قرآنیہ میں۔

وعلم ادم الاسمآء کلها ثم عرضهم علی الملائكة۔

ترجمه: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱)

حاشیہ......☆

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا الحسن بن یحیی قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن قتادة فی قوله وعلم ء ادم الاسماء کلها قال علمه اسم کل شئ هذا بحر و هذا جبل و هذا کذا وهذا کذا لکل شئ ثم عرض تلك الاسماء علی الملائکة فقال انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

ترجمه: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ "وعلم ء ادم الاسماء کلها" کے تحت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کے اسماء بتائے گئے کہ یہ دریا ہے یہ پہاڑ ہے اس طرح تمام چیزوں کے بتائے۔ پھر یہی اسماء ملائکہ پر پیش کر دی گئی اور فرمایا انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ا ص ۴۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال علم اللہ آدم الاسماء کلها وهی هذه الاسماء التی یتعارف بها الناس انسان ودابة وارض وسهل وبحر وجبل وحمار واشباه ذلك من الامم وغیرها۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور وہ نام یہی ہیں جو لوگ جانتے ہیں جیسے انسان، چوپایہ، زمین، میدان، سمندر، پہاڑ، گدھا اور اس کی مانند دیگر مخلوقات کے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ا ص ۱۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما عکرمہ، قتادہ، مجاہد اور ابن جبیر رحمہم اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

علمه اسماء جمیع الاشیاء کلها جلیلها وحقیرها۔

ترجمه: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء موجودات کے نام سکھا دیئے خواہ بڑی تھیں یا چھوٹی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ومعنى تعليمه اسمآء المسميات انه تعالى اراه الاجناس التى خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا و عن ابن عباس علمه اسم كل شئى حتى القصعة والغرفة۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ یہاں تک کہ پیالی اور چلو کے بھی۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں یہ ہی مضمون بیان فرمایا اتنا اور بھی زیادہ فرمایا۔

وقيل علم ادم اسمآء الملئكة وقيل اسمآء ذريته وقيل علمه اللغات كلها۔

ترجمہ: کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیئے اور کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھادیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله اى علمه صفات الاشيآء ونعوتها وهو المشهور ان المراد اسمآء كل شئى من خلق من اجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة التى يتكلم بها ولد ادم اليوم من العربية والفارسية والرومية وغيرها۔

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھادیئے اور یہ ہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ رومی وغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ ☆

اس کے بعد امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ ہیں۔

قلت وقد روى هذا المعنى مرفوعا على مايأتى وهو الذى يقتضيه لفظ كلها اذ هو اسم موضوع للاحاطة و العموم و فى البخارى من حديث انس عن النبى ﷺ قال ويجتمع المومنون يوم القيامة فيقولون لواستشفعنا الى ربنا فياتون ادم فيقولون انت ابو الناس خلقك الله بيده واسجدلك ملائكته وعلمك اسماء كل شئ۔

ترجمہ: اور یہ معنی جیسا کہ آگے آرہا ہے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور اسی معنی کا لفظ کلہا مقتضی ہے کیونکہ یہ اسم احاطہ اور عموم کے لئے موضوع ہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور عرض کریں گے کاش ہمارے رب کے حضور کوئی ہماری سفارش کردے پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے "آپ لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھادیئے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل اسمآء ما کان ومایکون وقیل اسمآء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشیآء واسمآء ها وخواصها ومعارفها اصول العلم وقوانین الصنعات وتفاصیل الاتها وکیفیة استعما لاتها۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتائے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتائے عقلی، حسی، خیالی، وہمی چیزیں بتادیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قواعد ہنر و نکے قانون ان کے اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

المراد بها اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اس سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ص ۲۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی سعود محمد العمادی متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ص ۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

والتاکید بقوله (کلها) یفید انه علمه جمیع الاسماء ولم یخرج عن هذا شیٔ منها کائنا وما کان۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان "کلھا" کی تاکید کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور اس سے جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے کوئی شے بھی خارج نہیں۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۱ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

الصحیح انه علمه اسماء الاشیاء کلها ذواتها وصفاتها وافعالها۔

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام ان کی شکلیں اور ان کے افعال کا علم عطا فرما دیا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وعلمه احوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينة والدنيوية وعلم اسمآء الملئكة و اسماء ذريته واسمآء الحيوانات والجمادات وصنعة كل شئى واسمآء المدن والقرى و اسمآء الطير والشجر وما يكون واسمآء كل شئى خلقها الى يوم القيمة واسمآء المطعومات والمشروبات وكل نعيم فى الجنة واسمآء كل شئى وفى الخبر علمه سبع مائة الف لغات۔

ترجمہ: اور حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی و دنیاوی نفع ہیں وہ بتائے ان کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتانا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتائے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا ما کان اور ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے۔ آلات کا استعمال سب دکھائے۔ لیکن اب میرے آقا و مولیٰ ﷺ کے علوم تو دیکھو۔ حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں۔

اول نائب كان له ﷺ وخليفته ادم عليه السلام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک سے قبل سارے انبیاء حضور علیہ السلام کے نائب تھے یہ مولوی قاسم صاحب نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے خلیفہ کے علم کا یہ حال ہے۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔

انه عليه السلام عرضت عليه الخلائق من لدن ادم الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم ادم الاسمآء كلها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ساری مخلوقات از حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت پیش کی گئیں پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔

(نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانۃ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ گجرات ہند)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

ويكون الرسول عليكم شهيدا۔

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در

marfat.com
Marfat.com

کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابی کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس ادمی شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیك شمارا اخلاق ونفاق شمارا لھذا شھادت او در دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول واجب العمل است۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے بنور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی پارہ دوم رکوع اول زیر آیت ویکون الرسول علیکم شھیدا ج ا ص ۵۱۸ مطبوعہ ہند)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

هذا مبنى على تضمين الشهيد معنى الرقيب و المطلع والوجه فى اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل والتزكية انما يكون عن حبرة ومراقبة بحال الشاهد۔ ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه رتبه كل متدين بدينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسيئاتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق وامته يعرفون ذلك من سائر الامم بنوره عليه السلام۔

ترجمہ: یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنے بھی شامل ہیں اور اس معنی کے شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہوسکتا ہے اور حضور علیہ السلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنے یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں پس حضور علیہ السلام مسلمانوں کے گناہوں کو ان کو ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی مگر حضور علیہ السلام کے نور سے۔

(تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ثم يوتى بمحمد عليه السلام فيسئاله عن امته فيزكيهم ويشهد بصدقهم۔

ترجمہ: پھر قیامت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا تو آپ ان کی صفائی کی گواہی دیں گے اور ان کی سچائی کی گواہی دینگے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ا ص ۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک پارہ ۲ سورہ بقرہ میں اسی آیت ۱۴۳ کے ماتحت ہے۔

فيؤتى بمحمد عليه السلام فيسال عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم...... ويزكيهم ويعلم بعد التكم۔

ترجمہ: پھر حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور آپ کی امت کے حال پوچھے جائیں گے پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان کرینگے اور ان کے عادل ہونے کی گواہی دے گے لہٰذا حضور تمہاری عدالت کو جانتے ہیں۔

(تفسیر مدارک ج ا ص ۸۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت اوران تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا۔ ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے تیرے احکام پہنچائے مگران لوگوں نے قبول نہ کیئے۔ رب تعالیٰ کا انبیاء کو حکم ہوگا کہ چونکہ تم مدعی ہو اپنا کوئی گواہ لاؤ۔ وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش فرمائے گے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ یہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یا نہیں (فاسق وفاجر اور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ مسلمان پرہیزگار کی گواہی قبول ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کو دیکھا نہ تھا۔ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور حضور علیہ السلام دو باتوں کی گواہی دیں گے ایک یہ کہ یہ لوگ فاسق یا کافر نہیں تا کہ ان کی گواہی قبول ہو۔ بلکہ مسلمان اور پرہیزگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الٰہیہ پہنچائے تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ السلام قیامت تک کے مسلمان کے ایمان اعمال روزہ، نماز ونیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ پہلی یعنی صفائی کی گواہی کیسی ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمالیا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اگر ہوئی تو کافر ہوگی۔ ولا یلدوا الا فاجرا کفارا (پارہ ۲۹ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۲۷) لہٰذا تو ان کو غرق کردے حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل فرمایا اس کا آئندہ حال معلوم کرلیا تھا کہ آئندہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہوگا تو سیدالانبیاء علیہ السلام پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے دوسرے یہ کہ گزشتہ پیغمبروں اوران کی امتوں کے حالات حضور علیہ السلام نے بنور دیکھے تھے اور آپ کی گواہی دی ہوئی تھی اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تو اس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے سنی گواہی کی انتہاء دیکھی گواہی پر ہوتی ہے تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ نبی سچے ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیق فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہ ہی ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق اس کی دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان من آیات القرآن میں دیکھو اس گواہی کا ذکر آئندہ آیت میں بھی ہے۔

وجئنابك علی هؤلآء شهيداً

ترجمہ: اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر ہم لاوینگے۔

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱)

تفسیر نیشاپوری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان روحه عليه السلام شاهد علی جميع الارواح والقلوب والنفوس بقوله عليه السلام اول ما خلق الله نوری۔

ترجمہ: اس لئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کے دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واعلم انه یعرض علی النبی علیه السلام اعمال امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم اعمالهم فلذلك یشهد علیهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اس لئے آپ ان پر گواہی دینگے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای شاهدا علی من امن بالایمان وعلی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر ان کے نفاق کے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ازاول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اسی لئے آپ سب کے ہی گواہ ہیں یہ ہی تو علم غیب ہے۔

من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم۔

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

(سورہ البقرہ پارہ ۳ آیت نمبر ۲۵۵)

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیهم من اولیات الامر قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القیامة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیهم من الامور الاولیات قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القیامة وفزع الخلق وغضب الرب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں من ذا الذی سے لے کر الا بما شاء تک تین صفات حضور علیہ السلام کو بیان ہوئیں۔ باقی اول و آخر میں صفات الٰہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہو تا کہ نا اہل کی شفاعت نہ ہو جاوے اور مستحق شفاعت سے محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لا علاج

marfat.com

Marfat.com

مریضوں کو جانے تو فرمایا گیا یعلم ما بین ایدیھم کہ جس کو ہم نے شفیع بنایا ہے۔ اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے کیوں کہ شفاعت کبریٰ کے لئے علم غیب لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے۔ یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا محض غلط اور بے دینی ہے جیسا کہ آئندہ آتا ہے ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شآء اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یحتمل ان تکون الھاء کنایة عنه علیه السلام یعنی ھو شاھد علی احوالھم یعلم ما بین ایدیھم من سیرھم ومعاملاتھم وقصصھم و ماخلفھم من امور الاخرة واحوال اھل الجنة والنار وھم لایعلمون شیئا من معلوماته الا بماشآء من معلوماته علم الاولیآء من علم الانبیآء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبیآء من علم نبینا علیه السلام بھذه المنزلة فکل رسول ونبی و ولی اخذون بقدر القابلیة والاستعداد مما لدیه ولیس لاحد ان یعدوه او یتقدم علیه۔

ترجمہ: احتمال یہ بھی ہے اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں ان کے اخلاق ان کے معاملات اور ان کے قصے وغیرہ اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جتنا کہ حضور چاہیں اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العٰلمین کے سامنے اسی درجہ کا۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور علیہ السلام سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی ان یطلعھم علیه وھم الانبیاء والرسل ولیکون ما یطلعھم علیه من علم غیبه دلیلاً علی نبوتھم کما قال اللہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبه احد الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء و رسول ہیں تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسے رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب خاص پر کسی کو سوائے اس رسول کے جس سے رب راضی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ا ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

تفسیر کبیر میں ہے۔

اما قوله "الا بماشاء" ففیه قولان (احدھما) انھم لایعلمون شیئا من معلومات الا ما شاء ھو ان یعلمھم کما حکی عنھم قالوا (لا علم لنا الا ما علمتنا) والثانی انھم لا یعلمون الغیب الا عند اطلاع اللہ بعض انبیائه علی بعض الغیب کما قال (عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا بماشاء" کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر اس

marfat.com
Marfat.com

تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی لا یحیطون بشئی من علم الغیب الا بماشاآء مما اخبر به الرسل۔

ترجمہ: یعنی یہ لوگ علم غیب کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر کہ خدا چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس آیت اوران تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے کہ خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب ہی دینا چاہے تو اس کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور رب نے تو انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بعض مومنین کو دیا۔ لہذا ان کو بھی بہ عطائے الہٰی علم غیب حاصل ہوا۔ کتنا دیا اس کا ذکر آئندہ آوے گا۔

یا یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کو کوئی نہیں پا سکتا۔ مگر جس کو حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں تو عطا فرما دیں۔ لہذا از آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا۔ وہ حضور علیہ السلام کے علم دریا کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت ہم علم ادم کی آیت کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء۔

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(پارہ ۴ آیت نمبر ۱۷۹)

حاشیہ......☆

قدر جتنا اللہ انہیں علم عطا فرمادے جیسا کہ فرشتوں نے عرض کیا۔ "ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غیب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کو بعض غیب پر مطلع فرمادے جیسا کہ فرمایا۔ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔

(التفسیر الکبیر ج ۷ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

(ولکن الله یجتبی) ای یختار (من رسله) لاطلاع غیبه (من یشاء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کے لئے چن لیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۴۵ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله ﴿وما کان الله لیطلعکم علی الغیب﴾ قال: ولا یطلع علی الغیب الا رسول۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

marfat.com

Marfat.com

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وما كان الله ليؤتي احدكم علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيوحي الله ويخبره ببعض المغيبات اوينصب له ما يدل عليه۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دینے کا کو مطلع کرے اس کفر وایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر راہبری کریں۔

(انوار التنزیل ج ا ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

تفسیر خازن میں ہے۔

لكن الله يصطفي ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على بعض علم الغيب۔

ترجمہ: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ا ص ۳۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ سلیمان بن عمر جملی متوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں۔

والمعنى ولكن الله يصطفي ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على الغيب۔

ترجمہ: ولكن الله يجتبي کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسیر الفتوحات الالٰہیہ ج ا ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

يشكل على هذا ان الله تعالى قد يطلع على الغيب بعض اهل الكشف ذوی الانفس القدسية لان ذلك بطريق الوراثة لا استقلالا وهم يقولون ان المختص بالرسول عليهم السلام۔

ترجمہ: یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بطور وراثت ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اور انبیاء السلام کو بلا واسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

من خفيات الامور او من امور الدين والاحكام۔

ترجمہ: یعنی امور مخفیہ کا علم یا امور دینیہ اور احکام کا علم۔

(انوار التنزیل ج ا ص ۲۸۰ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

(وعلمك) بالوحي من الغيب و خفيات الامور (مالم تكن تعلم) ذلك الى وقت التعليم۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا وہ علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرما دیا اور نہ جاننا اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔
فاما معرفة ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبيآء۔
ترجمہ: لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

(التفسیر الکبیر ج۹ص۱۱۱مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر جلالین میں ہے۔ المعنى لكن الله يجتبى ان يصطفى من رسله من يشآء فيطلعه على الغيب۔
ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔
وما كان الله ليطلعكم على الغيب فتعرفوا المنافق قبل التميز ولكن الله يجتبى يختار من يشآء فيطلع على غيبه كما اطلع النبى عليه السلام على حال المنافقين۔
ترجمہ: خداتعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کریگا تاکہ فرق کرنے سے پہلے منافقوں کو جان لو۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔

(تفسیر جلالین ص۹۲مطبوعہ دارالحدیث القاھرۃ)

روح البیان میں ہے۔ فان غيب الخلائق والاحوال لاينكشف بلا واسطة الرسول۔
ترجمہ: کیونکہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول علیہ السلام کے واسطے سے۔

(تفسیر روح البیان ج۲ص۱۹۲مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان ومایکون بھی خدا کے علم پر بعض ہے۔
وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔
ترجمہ: اور تم کو سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورہ النساء آیت نمبر۱۱۳)

اى من الاحكام والغيب۔
ترجمہ: یعنی احکام اور علم غیب۔

(تفسیر جلالین ص۹۷)

تفسیر خازن میں ہے۔
انزل الله عليك الكتاب والحكمة واطلعك على اسرار هما ووافقك على حقائقهما۔
ترجمہ: اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔
(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۱ص۴۰۳مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حاشیہ......☆

کے تعلیم فرمانے کے وقت تھا۔ (جب تعلیم فرمادیا تو سب کچھ جان گئے)

(تفسیر روح البیان ج۲ص۲۸۲مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔
(وعلمك مالم تكن تعلم) من الاحكام وقيل من علم الغيب۔
ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے) یعنی احکام میں سب اور علم غیب میں ہے۔
(تفسیر معالم التنزیل ج۱ص۴۷۹مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مدارک میں ہے۔

یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقین وکیدھم۔

ترجمہ: یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتادیئے۔

من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب۔

ترجمہ: دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے ماتحت نقل فرماتے ہیں۔

آں علم ما کان وما یکون ہست کہ حق سبحانہ درشب اسرابداں حضرت عطا فرمود۔ چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند، فعلمت ما کان وما یکون۔

ترجمہ: یہ ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے۔

(تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ)

جامع البیان میں ہے

قبل نزول ذالك من خفیات الامور۔

ترجمہ: یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتادیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں نہ تھا سب ہی بتادیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ما فرطنا فی الکتاب من شئی۔

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸)

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال۔

ترجمہ: قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر انوار التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی اللوح المحفوظ فانہ مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یھمل فیہ امر حیوان ولا جماد۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔

تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ما فرطنا فی الکتاب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المویدون بانوار المعرفۃ۔

ترجمہ: یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔

امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ ماخوذ از وخال السنان ص ۵۵۔

لو فتح اللہ عن قلوبکم اقفال السدد لا طلعتم علی ما فی القرآن من العلوم واستغنیتم عن النظر فی سواہ فان فیہ جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی۔

ترجمہ: اگر خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسرے چیزوں سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں تمام وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء۔

اس آیت اور ان تفسیروں سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن بھی حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات حضور علیہ السلام کے علم میں ہوئے۔ کیونکہ سارے علوم قرآن اور لوح محفوظ ہیں۔ اور قرآن و لوح محفوظ حضور کے علم میں۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی تر اور خشک جو روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

روح البیان میں ہے۔

ھو اللوح المحفوظ فقد ضبط اللہ فیہ جمیع المقدورات الکونیۃ لفوائد ترجع الی العباد یعرفھا العلماء باللہ۔

ترجمہ: وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ نے اس میں ساری ہو سکنے والی چیزیں جمع فرما دیں ان فائدوں کی وجہوں سے جو بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ان کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر کبیر یہی آیت) وفائدۃ ھذا الکتاب امور احدھا انہ تعالیٰ کتب ھذہ الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملئکۃ علی نفاذ علم اللہ فی المعلومات فیکون ذلک عبرۃ تامۃ کاملۃ للملئکۃ الموکلین باللوح المحفوظ لانھم یقابلون بہ ما یحدث فی صحیفۃ ھذا العالم فیجدونہ موافقالہ۔

ترجمہ: اس لکھنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا۔ تاکہ ملائکہ خبردار ہو جائیں ان معلومات میں علم الٰہی جاری ہونے پر پس یہ بات ان فرشتوں کے لئے پوری پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے موافق پاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(تفسیر خازن یہی آیت) والثانی ان المراد بالکتاب المبین ھو اللوح المحفوظ لان اللہ کتب فیہ علم ما یکون وما قد کان قبل ان یخلق السموت والارض وفائدۃ احصاء الاشیآء کلھا فی ھذا الکتاب لتقف الملئکۃ علی انفاذ علمہ۔

ترجمہ: دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا اور ان تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس کے علم کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) ھو علم اللہ او اللوح۔

ترجمہ: وہ کتاب یا تو علم الٰہی ہے یا لوح محفوظ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

کل ذلك فی اللوح المحفوظ مبین مقدارھا وقتھا۔

ترجمہ: یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص ۱۴۲ مطبوعہ المکتبۃ حقانیہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفیٰ علیہ السلام ان سب کو محیط ہے لہٰذا یہ تمام علوم علم مصطفیٰ علیہ السلام کے دریا کے قطرے ہیں۔

نزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شی ء۔

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

تفسیر حسینی یہی آیت نزلنا فرستادیم علیك الكتاب بر تو قرآن تبیاناً لكل شئی بیان روشن برائے همه چیز از امور دین و دنیا تفصیل واجمال۔

ترجمہ: ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن دین ودنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی تفصیلی واجمالی۔ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

(تفسیر روح البیان یہی آیت) یتعلق بامور الدین من ذالك احوال الامم وانبیآء ھم۔

ترجمہ: اس کے بیان کے لئے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں اور اس میں سے امتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر اتقان یہی آیت) قال المجاھد یوماً ما من شئی فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ فقیل لہ فاین ذکر الخانات فقال فی قولہ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم۔

ترجمہ: حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اور قرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا الرحمن علم القرآن یہ تمام چیزیں علم مصطفیٰ علیہ السلام میں آئیں۔

marfat.com

Marfat.com

وتفصيل الكتاب لاريب فيه۔

ترجمہ: اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۳۷)

(جلالین یہ ہی آیت) تفصيل الكتاب تبين ما كتب الله تعالىٰ من الاحكام وغيرها۔

ترجمہ: یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اور ان کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں۔

(تفسیر جلالین ص ۲۷۲ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ مصر)

(جمل یہ ہی آیت) ای فی اللوح المحفوظ۔

ترجمہ: یعنی لوح محفوظ میں تفصیل ہے۔

(روح البیان یہ ہی آیت) ای وتفصيل ما حقق واثبت من الحقائق والشرائع و فی التاویلات النجمية ای تفصيل الجملة التي هی المقدر المكتوب في الكتب الذی لا يتطرق اليه المحو والاثبات لانه ازلی ابدی۔

ترجمہ: یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جا چکی ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آچکی ہیں اور اس کتاب میں لکھی جا چکی ہیں جس میں رد و بدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی وابدی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں۔ ولا رطب ولا يابس الا فی كتاب مبين۔ اور قرآن حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ الرحمٰن علم القرآن لہٰذا سارا لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔

ما كان حديثا يفترى ولكن تصديق الذی بين يديه وتفصيل كل شیء۔

ترجمہ: یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلے کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۱۱)

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) يعنی ان هذا القرآن المنزل عليك يا محمد تفصيل كل شئی تحتاج اليه من الحلال والحرام والحدود والاحكام و القصص والمواعظ والامثال وغير ذلك مما يحتاج اليه العباد فی امر دينهم ودنياهم۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا۔ اے محمد ﷺ ہر اس چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام سزائیں اور احکام اور قصے اور نصیحتیں اور مثالیں ان کے علاوہ اور وہ چیزیں جن کے بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۵۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر حسینی میں ہے۔

وتفصيل كل شئی وبيان همه چيزها كه محتاج باشد در دين ودنيا۔
ما من شئی فی العالم الا هو فی كتاب الله تعالىٰ۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی دین و دنیا میں ضرورت ہو۔ (کتاب الاعجاز لابن سراقہ) میں ہے، عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

marfat.com
Marfat.com

الرحمن 0 علم القرآن 0 خلق الانسان 0 علمه البیان 0

ترجمہ: رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون اس کو سکھایا۔ اللہ نے انسان یعنی محمد ﷺ پیدا فرمایا اوران کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھا دیا۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۱ تا ۴)

تفسیر خازن یہی آیت۔

قیل اراد بالانسان محمداً ﷺ علمه البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانه علیه السلام نبیء عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

وعلم نبینا علیه السلام القرآن واسرار الالوهیة کما قال وعلمك مالم تکن تعلم۔

ترجمہ: یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھا دیئے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھا دیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن کیسان (خلق الانسان) یعنی محمد ﷺ (وعلمه البیان) یعنی بیان ما کان وما یکون لانه کان یبین عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین۔

ترجمہ: ابن کیسان فرماتے ہیں! اس آیت کریمہ میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ اولین وآخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقیل هو محمد ﷺ لانه الانسان الکامل والمراد بالبیان علم ما کان وما یکون وما هو کائن۔

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے کیونکہ وہی انسان کامل ہیں اور بیان سے مراد ہے ہر اس واقعے کا علم جو ہو چکا ہے اور اور جو ہوگا اور (قیامت تک) ہونے والا ہے۔

(الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ القاہرہ مصر)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انه محمد ﷺ علمه البیان ما کان وما یکون وقاله ابن کیسان۔

ترجمہ: انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ہے، جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اور یہ ابن کیسان کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(تفسیر مدارک یہی آیت) الانسان ای الجنس او ادم او محمداً علیه السلام۔

ترجمہ: انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔

(تفسیر مدارک ج ۴ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

(معالم التنزیل یہی آیت) وقیل الانسان ههنا محمد علیه السلام وبیانه علمك مالم تكن تعلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر حسینی یہی آیت یا وجود محمد را بیا موزا نیددے۔

ترجمہ: یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کی ذات کو اور سکھایا ان کو جو ہو چکا ہے یا ہوگا۔

ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔

ما انت بنعمة ربك بمجنون۔

ترجمہ: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۶۸ آیت نمبر ۲)

تفسیر روح البیان یہی آیت۔

ای لیس بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستربل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون۔

ترجمہ: یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جو ابد تک ہونگی۔ کیونکہ جن کے معنی ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۳۴۰۔۳۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب۔

ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶۵)

حاشیہ.....☆

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ایضا وابن کیسان الانسان هاهنا یراد به محمد ﷺ والبیان بیان الحلال من الحرام والهدی من الضلال وقیل ما کان وما یکون لانه بین عن الاولین والآخرین ویوم الدین۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن کیسان فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد تاجدار کائنات ﷺ کی ذات گرامی ہے اور بیان سے مراد حلال و حرام اور ہدایت و گمراہی کو جدا کرنے والا بیان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اولین و آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(تفسیر در منثور و طبری یہی آیت) عن مجاهد انه قال فی قوله تعالی ولئن سالتهم الخ قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں ولئن سالتھم کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۳ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انا عبدالرحمن انا ابراهیم نا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریه ما الغیب۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ولئن سالتهم لیقولن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا محمد (ﷺ) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں وادی میں فلاں فلاں دن ہے یہ غیب کو کیا جانیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۶۶ ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

انه قال فی قوله تعالی ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

ترجمہ:......انہوں نے فرمایا کہ قول ''ولئن سالتهم'' الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۱۰ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی وابونعیم عن موسی بن عقبة و عروة ان النبی ﷺ قدم من غزوة بنی المصطلق فلما کان قرب المدینة هاجت ریح تکاد تدفن الراکب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات عظیم من عظماء المنافقین ای وهو رفاعة بن زید بن التابوت وسکنت الریح آخر النهار فجمع الناس ظهر هم وفقدت راحلة رسول الله ﷺ من بین الابل فسعی لها الرجال یلتمسونها فقال رجل من المنافقین فی مجلس من الانصار ان محمداً لیحدثنا بما هو اعظم من شان الناقة افلا یحدثه الله بمکان راحلته ثم قام المنافق وترکهم فعمد لرسول الله ﷺ یستمع الحدیث فوجدالله قد حدثه حدیثه فقال رسول الله ﷺ والمنافق یسمع ان رجلا من المنافقین شمت ان ضلت ناقة رسول الله وقال افلا یحدثه الله بمکان ناقته وان الله اخبرنی بمکانها ولا یعلم الغیب الا الله هی فی الشعب المقابل لکم وقد تعلق زمامها بشجرة فعمدوا الیها فجاؤا بها واقبل المنافق سریعا حتی اتی النفر الذین قالو عندهم ما قال فاذا هم جلوس مکانهم لم یقم احد منهم فقال انشدکم بالله هل اتی احد منکم محمدا فاخبره بالذی قلت قالوا اللهم لا ولا قمنا من مجلسنا هذا بعد قال فانی وجدت عنده حدیثی وان کنت لفی شک من شانه فاشهد انه رسول الله۔ ووقع نحو ذلک فی غزوة تبوك۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو مدینہ شریف کے قریب سخت آندھی آئی قریب تھا کہ سارا لشکر ریت میں دب کر دفن ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے اس مقام پر فرمایا: یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو منافقین کا ایک سردار مر چکا تھا اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا۔ شام کے وقت یہ آندھی تھی تو لوگوں نے اپنی سواریوں کو اکٹھا کیا ان میں سے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کے تلاش کے لئے بھاگ دوڑ پڑ گئی۔ ایک منافق نے انصار کی مجلس میں کہا محمد (ﷺ) تو ہمیں بڑے بڑے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اب اللہ انہیں ان کی اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں بتاتا؟ پھر وہ منافق اٹھ کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تاکہ آپ ﷺ کی گفتگو سنے تو اس نے دیکھا کہ اللہ نے اس کی یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتا دی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: جبکہ وہ منافق سن رہا تھا کہ ایک منافق شخص نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اللہ آپ ﷺ کو کیوں نہیں بتلا دیتا کہ وہ اونٹنی اس وقت کہاں ہے؟ سن لو! اللہ نے مجھے آگاہ فرما دیا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی بالذات غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے سن لو! وہ اونٹنی سامنے کی گھاٹی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت میں اٹکی ہوئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اس اونٹنی کے پاس گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ وہ منافق بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا جن کی موجودگی میں اس نے وہ بات کہی تھی وہ لوگ ابھی اسی جگہ بیٹھے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر نہ گیا تھا۔ اس نے کہا: میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات جا کر انہیں بتائی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات تو محمد ﷺ بیان فرما رہے تھے۔ بخدا! میں اب تک محمد ﷺ کے امر نبوت میں شک کرتا تھا۔ میں اب گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ھبوب الریح التی دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۵۹۔۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱۔۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۶۸۔۴۶۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۰۔۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ان قائلا قال یزعم محمد انه یاتیه خبر السماء ولا یدری این ناقته واللّٰه ما اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها فهی فی هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمین فوجدوها حیث قال رسول الله ﷺ وکما وصف۔

ترجمہ: ایک کہنے والا کہتا ہے کہ محمد (مصطفی ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس وحی آتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ قسم بخدا! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اس اونٹنی کے متعلق بتا دیا ہے وہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس گھاٹی میں گئے انہوں نے وہی اونٹنی کو پایا جہاں حضور ﷺ نے فرمایا اور بالکل اسی حالت میں پایا جس

marfat.com

Marfat.com

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا۔ جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

حاشیہ......☆

طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

(السیرة النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۶۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن قتیبة فی اعلام النبی ﷺ قال اعلام نبوته ان ناقة له ضلت فاقبل یسال الناس عنها قال المنافقون هذا محمد یخبرکم عن خبر السماء وهو لایدری این ناقته فحمدالله واثنی علیه وحکی قولهم ثم قال وانی لا اعلم الا ما علمنی ربی وقد اخبرنی انها فی وادی کذا متعلق زمامها بشجرة فبادر الناس فوجدوها کذلك۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۴۸ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ ان رجلا قال کذا وکذا وانی والله لا اعلم الا ما علمنی الله هی فی الوادی قد حبستها شجرة بزمامها فذهبوا فوجدوها۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ زید بن لصیت ج ۲ ص ۶۱۹ برقم ۲۹۳۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان منافقا یقول الیس محمد یزعم انه نبی و یخبرکم بخبر السماء ولا یدری این ناقته والله لا اعلم الا ما علمنی ربی وقد اعلمنی انها فی الوادی فی شعب کذا کذا حبستها شجرة بزمامها فبادر الناس فوجدوها کذلك۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال زید بن اللصیت وکان منافقا الیس یزعم انه نبی ویخبرکم عن خبر السماء وهو لا یدری این ناقته فقال رسول الله ان رجلا یقول وذکر مقالته وانی والله اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها وهی فی الوادی فی شعب کذا وکذا قد حبستها الشجرة بزمامها وهی فانطلقوا حتی تاتونی بها فذهبوا فاتوه۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال حین ضلت ناقة رسول الله یزعم محمد انه یاتیه خبر السماء وهو لا یدری این ناقته فقال رسول الله والله لا اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها فهی فی هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمین فوجدوها۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی وابونعیم من طریق ابن اسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة قال اخبرنی رجال

marfat.com
Marfat.com

فلا یظهر علی غیبه احد الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶)

تفسیر کبیر یہی آیت

ای وقت وقوع القیمة من الغیب الذی لایظهره الله لاحد فان قیل فاذا احملتم ذلك علی القیمة فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انه لا یظهر هذا الغیب لاحد قلنا بل یظهره عند قریب القیمة۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرماوے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر عزیزی ص ۱۷۳۔ آنچه به نسبت همه مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت واحکام تکوینیه و شرعیه باری تعالیٰ در هر روز و هر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فلا یظهر علی غیبه احدا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود هیچکس را مگر کسی را که پسند میکند و آں کس رسول باشد خواه از جنس ملك و خواه از جنس بشر مثل حضرت محمد علیه السلام او را اظهار بعضے از غیوب خاصه خود می فرماید۔

ترجمہ: جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات و صفات بطریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کو اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

حاشیہ......☆

من قومی یعنی الانصار ان ناقة رسول الله ا ضلت یوم تبوك فقال رجل من المنافقین کان معروفاً نفاقه الیس محمد یزعم انه نبی ویخبرکم خبر السماء ولا یدری این ناقته فقال رسول الله ا وعنده عمارة بن حزن ان رجلا قال هذا محمد یخبرکم انه نبی ویخبرکم بامر السماء وهو لا یدری این ناقته وانی والله ما اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها هی بالوادی من شعب کذا قد حبستها الشجرة بزمامها فانطلقوا فجاؤوا بها فرجع عمارة الی رحله فحدثهم عما قال رسول الله ا من خبر الرجل فقال رجل کان فی رحل عمارة انما قال المنافق والله هذه المقالة قبل ان تاتی۔

ترجمہ: بیہقی اور ابو نعیم عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے انصار کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی تبوک کی جنگ میں گم ہو گئی تو ایک منافق نے جس کا نفاق مشہور و معروف تھا کہا کیا محمد ﷺ نبوت کے مدعی نہیں؟ وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا (عمارہ بن حزن بھی اس وقت وہاں موجود تھا) کہ ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ خود ان کی اپنی اونٹنی کہاں ہے

marfat.com

Marfat.com

(تفسیر خازن یہی آیت) الا من یصطفیه لرسالة و نبوته فیظهره علی من یشآء من الغیب حتی یستدل علی نبوته بما یخبربه من المغیبات فیکون ذلك معجزة له۔

ترجمہ: سوا اس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کے لئے چن لیا پس ظاہر فرماتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے غیب تا کہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

(روح البیان یہی آیت) قال ابن الشیخ انه تعالی لا یطلع علی الغیب الذی یختص به تعالیٰ علمه الا لمرتضی الذی یکون رسولا و ما لا یختص به یطلع علیه غیر الرسول۔

ترجمہ: ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔

فاوحی الی عبده ما اوحی۔

ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۱۰)

مدارج النبوۃ جلد اول وصل رویۃ الٰہی میں ہے۔

فاوحی الآیة بتمام علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احیطه ایں ابهام داخل است که مبهم آورد و بیان نه کرد اشارات بآنکه جز علم علام الغیوب و رسول محبوب به آں محیط نتواند شد مگر آں چه آں حضرت بیان کرده۔

ترجمہ: معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں ان کی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہیں احاطہ کر سکتا۔ ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

(مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ بلال گنج لاہور)

اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور علیہ السلام کو وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آ سکتے ہیں ما کان و ما یکون تو صرف بیان کے لئے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی۔

حاشیہ......☆

بخدا! میں تو وہی جانتا ہوں جو مجھے خدا بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ عمارہ لوٹ کر گھر آئے اور اہل خانہ کو نبی اکرم ﷺ کی منافق کے متعلق گفتگو بیان کی تو ایک شخص نے جو کہ عمارہ کے گھر میں تھا بتایا کہ واقعی ایک منافق نے آپ کے آنے سے پہلے یہ بات کی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

وما هو على الغيب بضنين۔

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۸۱ آیت نمبر ۲۴)

یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرما دیتے ہوں۔

(معالم التنزیل یہ ہی آیت) على الغيب وخبر السمآء وما اطلع عليه من الاخبار والقصص بضنين اى ببخيل يقول انه ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم ويخبر كم ولا يكتمه كما يكتم الكاهن۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں وقصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(خازن یہ ہی آیت) يقول انه عليه السلام ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم۔ ☆

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس آیت وعبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں۔ اور سکھائے گا وہ ہی جو خود جانتا ہے۔

وعلمنه من لدنا علماً۔

ترجمہ: اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی حضرت خضر کو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۵)

(بیضاوی میں یہ ہی آیت) اى مما يختص نباه لايعلم الا بتوفيقنا وهو علم الغيب۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال انك لن تستطيع معى صبراً كان رجلاً يعلم علم الغيب قد علم ذلك۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۳۲۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت۔

هو علم الغيوب والاخبار عنها باذنه تعالى كما ذهب اليه ابن عباس۔

ترجمہ: حضرت خضر کو جو لدنی علم سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر مدارک یہ ہی آیت) يعنى الاخبار بطريق الالهام۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر خازن یہی آیت) ای علم الباطن الهاماً۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو علم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔

اس آیت وتفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا جس سے لازم آیا کہ حضور علیہ السلام کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق الٰہی سے زیادہ عالم ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی مخلوق ہیں۔

و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموت والارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵)

تفسیر خازن یہی آیت۔ **اقيم على صخرة و كشف له عن السموت حتى راى العرش والكرسى وما فى السموت وكشف له عن الارض حتى نظر الى اسفل الارضين وراى ما فيها من العجائب۔**

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولدی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) **قال مجاهد فرجت له السموت السبع فنظر الى ما فيهن حتى انتهى نظره الى العرش وفرجت له الارضون السبع حتى نظر الى ما فيهن۔**

ترجمہ: مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

روح البیان یہی آیت **عجائب وبدائع آسمانها وزمين ها از درده عرش تا تحت الثرى بروے منكشف ساخته۔**

ترجمہ: ابراہیم کو آسمان وزمین کی عجائبات وغرائبات دکھائے اور عرش کی بلندی سے تحت الثریٰ تک کھول دیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

انه جل له الامر سره وعلانيته فلم يخف عليه شئى من اعمال الخلائق۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم پر کھلی وپوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان پر مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۷ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ ......☆

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

(وما هو) وما محمد عليه الصلوة والسلام (على الغيب) على من الوحى اليه وغيره من الغيوب (بضنين) بالضاد وهو البخل اى لا يبخل بالتبليغ والتعليم۔

marfat.com
Marfat.com

(تفسیر کبیر یہی آیت) ان اللہ شق لہ السموت حتی رای العرش والکرسی والی حیث ینتھی الیہ فوقیۃ العالم الجسمانی ورای ما فی السموت من العجائب والبدائع ورای ما فی بطن الارض من العجائب والغرائب۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی علم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت الثریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کی بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔

خیال رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آ گیا اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لہٰذا ما کان وما یکون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علم ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نبأتکما بتاویلہ۔ ☆

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

حاشیہ......☆

ترجمہ:......اور محمد ﷺ وحی اور اس کے علاوہ غیوب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے۔

(ضنین) ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔

(انوار التنزیل ج ۴ ص ۳۸۹ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

☆امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

والمعنی انہ لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا اخبر تکما ای طعام ھو وای لون ھو وکم ھو وکیف یکون عاقبتہ ای اذا اکلہ الانسان فھو یفید الصحۃ او السقم وفیہ وجہ آخر قیل کان الملک اذا اراد قتل الانسان صنع لہ طعام فارسلہ الیہ فقال یوسف لا یاتیکما طعام الا اخبر تکما ان فیہ سما ام لا ھذا ھو المراد من قولہ (لا یاتیکما طعام ترزقانہ الا نباتکما بتاویلہ) وحاصلہ راجع الی انہ ادعی الاخبار عن الغیب وھو یجری مجری قول عیسی علیہ السلام وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون۔

ترجمہ: اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے تمہارے پاس ابھی آنے بھی نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا کہ وہ کیا ہے کس رنگ کا ہے کتنا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا یعنی جب کوئی انسان اسے کھائے گا تو آیا وہ اس کی صحت کو فائدہ دے گا یا نقصان پہنچائے گا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے کھانا تیار کروا کر بھیجتا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ کھانا ابھی آئے، میں کہ میں تمہیں بتادوں گا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے غیب کی خبر دینے کی بات کی تھی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول "اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں" کی طرح ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۸ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس کی تفسیر روح البیان وکبیر و خازن میں ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہیں کھانے کے گزشتہ و آئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جائے گا تفسیر کبیر نے تو فرمایا کہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہ ہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو پھر فرماتے ہیں۔

ذلکما مما علمنی ربی۔

ترجمہ: یہ علم تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

اب بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ علم یوسفی تو علم مصطفیٰ کے سمندر کا قطرہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وانبئکم بماتا کلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

ترجمہ: میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

حاشیہ......☆

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

انه علیه السلام اراد ان یبین لهما درجة فی العلم اعلی واعظم مما اعتقدا فیه وذلك انهما طلبا منه علم التعبیر ولا شك ان هذا العلم مبنی علی الظن والتخمین فاراد ان یعلمهما انه یمکنه الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع والیقین وذلك مما یعجز الخلق عنه و اذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علی تعبیر الرؤیا بطریق الاولی انما عدل عن تعبیر رؤیاهما الی اظهار المعجزة لانه علم ان احدهما سیصلب فاراد ان یدخله فی الاسلام ویخلصه من الکفر و دخول النار۔

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے اس درجہ علم سے بلند درجہ کو بیان کرنا چاہتے تھے جس کا انہیں آپ کی نسبت اعتقاد تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے علم تعبیر کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں شک نہیں یہ علم ظن اور اندازے پر مبنی ہے سو آپ نے چاہا کہ انہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ آپ غیب کی قطعی اور یقینی خبر دینے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں تو خوابوں کی تعبیر بطریق اولی بیان کر سکتے ہیں آپ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر دے رہے ہیں یہ ہے علم غیب۔ یوسف علیہ السلام نے اظہار معجزہ کی خاطر ان کی خوابوں کی تعبیر بتانے سے وقتی طور پر اقرار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ایک کو سولی چڑھا دیا جائے گا سو آپ نے کفر اور آگ سے چھٹکارا دلا کر اسے اسلام میں داخل کرنا چاہا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

(الا نباتکم بتاویله) یعنی اخبرتکما بقدره ولونه والوقت الذی یصل الیکما فیه قبل ان یاتیکما یعنی قبل ان یصل الیکما و ای طعام اکلتم و کم اکلتم ومتی اکلتم۔

ترجمہ: یعنی میں تمہیں اس کی مقدار اس کا رنگ اور پہنچنے کا وقت کھانا پہنچنے سے قبل ہی بتا دوں گا اور یہ کہ کونسا کھانا تم نے کب اور کتنا کھایا ہے تمہیں اس کی بھی خبر دوں گا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

وآیتنا عیسی ابن مریم البینات ای الآیات التی وضعت علی یدیه من احیاء الموتی وخلقه من الطین کهیئة الطیر ثم ینفخ فیه فیکون طیرا باذن الله وابراء الاسقام والخبر بکثیر من الغیوب مما یدخرون فی بیوتهم۔

ترجمہ: آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کردیتے تھے وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا مریض کو شفایاب فرمادیتے تھے وہ لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے آپ اس کے متعلق انہیں بتادیتے بہت سے علوم غیبیہ کا اظہار فرماتے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق قال نا معمر عن قتادة وانبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم قال انبئکم بما تاکلون من المائدة و ما تدخرون منها قال و کان اخذ علیهم فی المائدة حین نزلت ان یاکلوا و لا یدخروا فادخروا وخانوا فجعلوا خنازیر حین ادخروا فذلک قوله تعالی فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبه عذابا لا اعذبه احد من العلمین۔

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ "وانبئکم الخ....." کے تحت فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کا جو تم کھائے ہو اور جو تم درتخوان میں بچاتے ہو۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۳۱۔۱۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فی هذه الایة قولان (احدهما) انه علیه الصلوة والسلام کان من اول مرة یخبر عن الغیوب روی السدی انه کان یلعب مع الصبیان ثم یخبرهم بافعال آبائهم وامهاتهم و کان یخبر الصبی بان امك قد خبات لك کذا فیرجع الصبی الی اصله ویبکی الی ان یاخذ فذلك الشی ثم قالوا لصبیانهم لا تلعبوا مع هذا الساحر وجمعوهم فی بیت فجآء عیسی علیه السلام یطلبهم فقالوا لیسوا فی البیت فقال فمن فی هذا البیت قالوا خنازیر قال عیسی علیه السلام کذلك یکونون فاذاهم خنازیر (والقول الثانی) ان الاخبار عن الغیوب انما ظهر وقت نزول المائدة وذلك لان القوم نهوا عن الادخار فکانوا یخزنون و یدخرون فکان عیسی علیه السلام یخبرهم بذلك۔

ترجمہ: اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ غیبوں کی خبر اس وقت دی سدی نے روایت کیا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبر دے دیتے آپ بچے کو خبر دیتے کہ اس کی ماں نے فلاں شے اس کے لیے فلاں جگہ چھپا کر رکھی ہے۔ بچہ گھر لوٹ آتا اور رو رو کر وہ شے حاصل کر لیتا۔ ان لوگوں نے بچوں سے کہا کہ وہ اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کریں۔ انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے بچوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا

marfat.com
Marfat.com

یایها الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسوکم۔

ترجمہ: اے ایمان والوایسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کردی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت کی:

عن ابن عباس قال کان قوم یساء لون رسول اللہ ﷺ استهزاء فیقول الرجل من ابی ویقول الرجل تضل ناقته این ناقتی فانزل اللہ فیهم هذه الایة یا ایها الذین امنو لاتسالوا عن اشیاء......

(صحیح البخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۶۶۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

کہ وہ اس مکان میں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو پھر اس مکان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ دیکھا تو وہ بچے خنزیر بن چکے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا معجزہ اخبار غیب بوقت نزول مائدہ ظاہر ہوا۔ وہ ایسے کہ آپ کی قوم کو (مائدہ) کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ جمع کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اس کی خبر دے دیتے۔

(التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۶۵ھ لکھتے ہیں۔

انبئکم یعنی واخبرکم (بما تاکلون) ای مما لم اعاینه (وما تدخرون فی بیوتکم) ای وما ترفعونه فتخبؤنه فی بیوتکم لتاکلوه فیما بعد ذلك قیل وکان عیسی علیه السلام یخبر الرجل بما اکل البارحة و بما یاکل الیوم و بما یدخره للعشاء۔

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو یعنی اس شے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی جو کچھ تم آئندہ کل کے لئے اٹھا کر جمع کرتے ہو کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شخص نے جو گزشتہ کل کھایا تھا اور جو آج کھائے گا اور جو رات کے کھانے کے لئے جمع کرے گا سب کی خبر دے دیتے تھے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ای اخبرکم بما اکل احدکم الان وما هو مدخر له فی بیته لغد۔

ترجمہ: میں تمہیں اس شے کی خبر دیتا ہوں جو تم میں سے کسی نے ابھی ابھی کھائی ہے اور اس شے کی بھی جو آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ کچھ بتلا دیتے جو لوگ گھروں میں کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی کہیں عجیب تر خبریں دی ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی بتلاتے تھے کہ لوگ گھر کی دیوار کے پیچھے کیا کھاتے اور کیا چھوڑ کر آتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ایک ماہ یا اس سے بھی زائدہ مسافت پر واقع ہونے والے حوادث سے آگاہی دے دیتے تھے جیسے آپ نے نجاشی کے وصال اور غزوہ موتہ میں زید جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع دی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

بسا اوقات آپ کے پاس کوئی شخص کچھ پوچھنے آتا تو آپ فرماتے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتلا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ وغیر ذالک۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۵۵۱۔۵۵۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ لاتسئلوا عن اشیاء الخ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

قال رجل یا نبی اللہ من ابی قال ابوک فلان و نزلت ھذہ الایۃ یا ایھا الذین امنوا لا تسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم (الآیۃ)۔

ترجمہ: ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے آگے بیان کردی جائیں تو تمہیں برا لگے۔
(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جب معاندین حق کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا سلسلہ طول پکڑ گیا تو حضور ﷺ کے رخ انور پر ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے روایات میں ہے کہ آپ ﷺ جلال میں آکر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ اعلان فرمایا جس کا ذکر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بایں الفاظ کیا گیا ہے:

سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرھھا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی یا رسول اللہ قال ابوک حذافہ فقام اخر فقال من ابی یارسول اللہ قال ابوک سالم مولی شیبۃ فلما رای عمر فی وجھہ قال یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ عزوجل۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہیں آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب سوالات کا سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا تم مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے انور پر ناراضگی کی کیفیت دیکھی تو کہا یارسول اللہ! ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۳۱۶۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند ابی یعلی ج ۱۳ ص ۲۸۸۔۲۸۹ رقم الحدیث ۷۳۰۳) مسلم شریف فی الفضائل باب توقیرہ ﷺ ج ۲ ص ۱۸۳۴۔۱۸۳۵ رقم الحدیث ۲۳۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

ان رسول اللہ ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظھر فقام علی المنبر فذکر الساعۃ و ذکر ان فیھا امور عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شیٔ الا اخبرتکم مادمت فی مقامی ھذا فاکثر الناس فی البکاء و اکثر ان یقول سلونی فقام عبداللہ بن حذافۃ السھمی فقال من ابی قال ابوک حذافۃ ثم اکثر ان یقول سلونی فبرک عمر رضی اللہ عنہ علی رکبتیہ فقال رضینا باللہ ربا و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیا فسکت ثم قال عرضت علی الجنۃ و النار انفا فی عرض ھذا الحائط فلم ار کالخیر و الشر۔
(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی معمر عن وهب بن عبدالله عن ابی الطفیل قال شهدت علیاً یخطب وهو یقول سلونی فوالله لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم وسلونی عن کتاب الله فوالله ما من آیة الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنهار ام فی سهل ام فی جبل۔

(الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۷ برقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال سلونی عما شئتم۔

(الاستیعاب ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۸۸۹ برقم ۱۵۰۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول الله ﷺ خرج فقام عبدالله بن حذافة ثم اکثر ان یقول سلونی فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا ثلاثا فسکت۔

ترجمہ: حضور ﷺ (منبر پر) تشریف لائے اور خطبہ دیا عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا؟ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ ﷺ بار بار فرمانے لگے مجھ سے پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوزانو بیٹھ کر عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے پھر حضور ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر فلما سلم قام علی المنبر فذکر الساعة وذکر ان بین یدیها امورا عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شیء فلیسال عنه فوالله لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا قال انس فاکثر الناس البکاء واکثر رسول الله ﷺ ان یقول سلونی قال انس فقام الیه رجل فقال این مدخلی یا رسول الله قال النار فقام عبدالله بن حذافة فقال من ابی یارسول الله؟ قال ابوك حذافة ثم اکثر ان یقول سلونی سلونی قال فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد رسولا قال فسکت رسول الله ﷺ حین قال عمر ذلك۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فوالله لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۵۷ برقم ۴۶۲۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال من احب ان یسالنی عن شیء فلیسئلنی عنه فوالله لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۸۷ رقم الحدیث ۶۶ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان الناس سالوا نبی الله ﷺ حتی احفوه بالمسئلة فخرج ذات یوم فصعد المنبر فقال سلونی لا

marfat.com
Marfat.com

تتمہ:۔ مخالفین سے ان دلائل کے جواب کچھ نہیں بنتے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن آیات میں کل شئی کا ذکر ہوا یا فرمایا گیا مالم تکن تعلم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۳) ان میں مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ اور چیزیں اس کے لئے چند دلائل لاتے ہیں۔

(۱) کل شئی غیر متناہی (بے انتہا) اور غیر متناہی چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدے سے بالکل باطل ہے دلیل تسلسل ہے۔

(۲) بہت سے مفسرین نے بھی کل شئی کے معنے کئے ہیں من امور الدین یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔

(۳) قرآن پاک میں بہت جگہ کل شئی فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے واوتیت من کل شئی (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۳) بلقیس کو کل شئی دی گئی۔ حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں۔

مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی ہے اور دھوکا۔ ان کے جوابات یہ ہیں۔

عربی زبان میں کلمہ کل اور کلمہ ما عموم کے لئے آتے ہیں اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے۔ چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

حاشیہ......☆

تسئلونی عن شیئ الا بینته لکم فلما سمع ذلك القوم ارموا ورهبوا ان یکون بین یدی امر قد حضر قال انس فجعلت التفت یمینا وشمالاً فاذا کل رجل لاف راسه فی ثوبه یبکی فانشا رجل من المسجد کان یلاحیٰ فیدعی لغیر ابیه فقال یانبی الله من ابی قال ابوك حذافة ثم انشا عمر الخطاب فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد رسولا عائذا بالله من سوء الفتن فقال رسول الله ﷺ لم ار کالیوم قط فی الخیر والشر انی صورت لی الجنة والنار فرایتهما دون هذا الحائط۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال سلونی فوالله لاتسالونی الیوم عن شیئ ما دمت فی مقامی هذا الا حدثتکم به فقام رجل فقال من ابی یارسول الله فقال ابوك حذافة۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

لا تسالونی عن شیئ الا اخبرتکم به فقام عبدالله بن حذافة فقال یارسول الله من ابی فقال ابوك حذافة۔

(الآحاد والمثانی ومن ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۸۱۸ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لاتسالونی عن شیئ الا بینته لکم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۱۲۸۴۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال سلونی فوالله لا تسالونی عن شیئ الا انباتکم به فقام رجل فقال یارسول الله من ابی قال ابوك حذافة......

(الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ رقم الحدیث ۲۲۲۹ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)

marfat.com

Marfat.com

(۱) کل شئ غیر متناہی نہیں۔ بلکہ متناہی ہیں۔ تفسیر کبیر زیر آیت واحصی کل شئی عدداً (پارہ ۲۹ سورہ ۲/۷ آیت نمبر ۲۸) ہے۔
قلنا لاشك ان احصاء العدد انما يكون فى المتناهى فاما لفظة كل شى ء فانها لاتدل على كونه غير متناه لان الشئى عندنا هو الموجودات والموجودات متناهية فى العدد۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہوسکتا ہے لیکن لفظ کل شئ اس شئ کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شئ موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت واحصی کل شئی (پارہ ۲۹ سورہ ۲/۷ آیت نمبر ۲۸) کے ماتحت فرمایا:
وهذه الاية مما يستدل به على ان المعدوم ليس بشئى لانه لو كان شيئاً لكانت الاشيآء غير متناهية و كونه احصى عددها يقتضى كونها متناهية لان احصاء العدد انما يكون فى المتناهى۔

ترجمہ: اس آیت سے اس پر بڑی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ معدوم (غیر موجود) شئ نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بھی شئ ہوتی تو چیزیں غیر متناہی (بے انتہاء) ہو جاتیں۔ اور چیزوں کا شمار میں آنا چاہتا ہے کہ چیزیں متناہی ہوں کیونکہ عدد سے شمار متناہی ہو سکتی ہے۔
(تفسیر روح البیان ج ص مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) اگر بہت سے مفسرین نے کل شئ سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے کل علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں۔ اور بعض ثبوت کے۔ تو ثبوت والوں کو ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

نور الانوار بحث تعارض میں ہے۔ والمثبت اولى من النافى ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں۔ تو جن تفسیروں کے حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ کا ثبوت ہے لہٰذا وہ ہی قابل قبول ہیں۔ نیز کل شئ کی تفسیر خود احادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ہم بیان کریں گے کہ کوئی ذرہ کوئی قطرہ ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ آگیا ہو اور ہم مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالحدیث اور تفسیروں سے بہتر ہے لہٰذا حدیث ہی کی تفسیر مانی جاوے گی۔

نیز مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی انہوں نے بھی دوسری چیزوں کی نفی تو نہ کی۔ لہٰذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو؟ کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کی نفی کیسے ہوگی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تقیکم الحر یعنی تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ تو کیا کپڑے سردی سے نہیں بچاتے؟ مگر ایک چیز کا ذکر نہ فرمایا۔ نیز دین تو سب ہی کو شامل ہے۔ عالم کی کون سے چیز ایسی ہے۔ جس پر دین کے احکام حرام حلال وغیرہ جاری نہیں ہوتے تو ان کا یہ فرمانا کہ دینی علم مکمل کر دیا سب کو شامل ہے۔

(۳) بلقیس وغیرہ کے قصہ میں جو کل شئ آیا ہے۔ وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کل شی ء سے مراد سلطنت کے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ اس لئے وہاں گویا مجازی معنی مراد لئے گئے یہاں کونسا قرینہ ہے۔ جس کی وجہ سے کل شئ کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لئے جاویں خیال رہے۔ کہ قرآن کریم نے ہد ہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا اوتیت من کل شئی بلقیس کو ہر چیز دی گئی خود رب نے یہ خبر نہ دی۔ ہد ہد سمجھا کہ بلقیس کو دنیا کی تمام چیزیں مل گئیں۔ مگر مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تبیاناً لکل شئی ہد ہد غلطی کر سکتا ہے رب کا کلام غلط نہیں ہو سکتا اس نے تو یہ بھی کہا ولھا عرش عظیم کیا تخت بلقیس عرش عظیم تھا۔ بلکہ قرآن کی اور آیتیں تو بتا رہی ہیں کہ کل شئ سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ فرماتا ہے۔ ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين کوئی خشک وتر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ یا قرآن کریم میں نہ ہو پھر آنے والی احادیث اور علماء اور محدثین کے قول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ ہم حاضر و ناظر کی بحث میں انشاء اللہ بتائیں گے کہ تمام عالم ملک الموت کے سامنے ایسا ہے۔ جیسا ایک طشت۔ اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگا لیتا ہے۔ اور یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے زیادہ

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام کا علم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کا علم ہو۔ حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم لہٰذا حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننا پڑیں گے۔ ہمارا مدعی ہر حال میں ثابت ہے۔ وللہ الحمد۔

دوسری فصل ...... علم غیب کی احادیث کے بیان میں

اس فصل میں ہم نمبروار احادیث بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی نمبروں کی ترتیب سے تیسری فصل میں ان حدیثوں کی شرح بیان کریں گے۔

(۱) بخاری کتاب بدء الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوم باب بدء الخلق وذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنة منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظه ونسیه من نسیه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی میں جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ وھوالذی یبدأ الخلق الخ ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

حاشیہ ...... ☆

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عیسی بن یونس الرملی ثنا ضمرة بن ربیعة عن شوذب عن ابی نضرة عن ابی سعید الخدری قال ثم خطبنا رسول اللہ ﷺ فما ترک شیئا بین یدی الساعة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه۔

(مسند الشامیین ج ۲ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۱۲۷۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وقام رسول اللہ فی ذلک المقام فاخبر بما کائن الی قیام الساعة۔

(الآحاد والمثانی ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۵۱۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام ابوعمرو عثمان بن سعید المقرئ الدانی متوفی ۴۴۴ھ لکھتے ہیں۔

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما حدثنا فیه بما ھو کائن الی ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قام فینا رسول اللہ مقاما فحدثنا بما ھو کائن الی قیام الساعة۔

(سیر اعلام النبلاء فصل فی بقیۃ کبراء الصحابۃ ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن عمرو وقال فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی زید قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما كان وما هو كائن فاعلمنا احفظنا۔

ترجمہ: حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ما کان وما یکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵)، مسند عبد بن حمید ج ص رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (صحیح مسلم الجنۃ رقم الحدیث ۲۸۹۳)، (مسند عبد بن حمید رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)، (مسلم شریف کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ رقم الحدیث ۲۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۷ رقم الحدیث ۲۸۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۳۔۳۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک ج ۴ ص ۴۸۷)، (السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ا ص ۱۸۱ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقری متوفی ۴۴۴ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالرحمن بن عثمان بن عفان لصاحب قراءة علی وانا اسمع حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن بريد عن ابی مريم عن ابيه قال قام فينا رسول اللہ ﷺ مقاما حدثنا فيه بما هو كائن الی ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردۃ فی الفتن ج ا ص ۱۷۹۔۱۸۰ رقم الحدیث ا مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام ابو عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعيد الخدری قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ يوماً صلوة العصر بنهار ثم كان خطيبا فلم يدع شيا يكون الی قيام الساعة الا اخبرنا به حفظهمن حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا پس آپ ﷺ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر شے کے بارے میں ہمیں خبر دے دی جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا جس نے

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

بھلا دیا سو بھول گیا۔

(جامع سنن الترمذی ابواب الفتن باب ما اخبر النبی ﷺ اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ ص ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا نعیم بن حماد المروزی حدثنا عبداللہ بن المبارک عن معمر عن علی بن زید عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری وابن عیینۃ عن علی بن زید عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاۃ العصر بنہار ثم خطب الی ان غابت الشمس فلم یدع شیئا ھو کائن الی یوم القیامۃ الا حدثنا بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ۔

(الفتن لنعیم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اصحابہ فی الفتن التی ھی کائنۃ ج ۱ ص ۲۷ رقم الحدیث ا مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاھرہ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن المغیرۃ بن شعبۃ انہ قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً خبرنا بما یکون فی امتہ الی یوم القیامۃ وعاہ من وعاہ و نسیہ من نسیہ رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ورجال الطبرانی رجال عمر بن ابراھیم بن محمد وقد وثقہ ابن حبان۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۹۸)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والبخاری فی "تاریخہ" والطبرانی عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً فاخبرنا بما یکون فی امتہ الی یوم القیامۃ وعاہ من وعاہ ونسیہ من نسیہ۔

ترجمہ: امام احمد و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی ''تاریخ'' میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ آپ کی امت کرے گی، آپ نے ان سب کی خبر ہمیں دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اصبح رسول اللہ ﷺ ذات یوم فصلی الغداۃ ثم جلس حتی اذا کان من الضحیٰ ضحک رسول اللہ ﷺ جلس مکانہ حتی صلی الاولی والعصر والمغرب کل ذلک لا یتکلم حتی صلی العشاء الآخرۃ ثم قام الی اھلہ فقال الناس لابی بکر لاتسال رسول اللہ ﷺ ما شانہ صنع الیوم شیالم یصنعہ قط قال فسالہ فقال نعم عرض علی ما ھو کائن من امر الدنیا و امر الآخرۃ۔

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے حتی کہ چاشت کا وقت آ گیا حضور ﷺ اسی جگہ بیٹھے مسکرانے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر عصر اور مغرب ادا فرمائی (اس دوران) کسی کے ساتھ کوئی گفتگو نہ فرمائی پھر عشاء ادا فرمائی پھر اٹھ کر اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا آپ حضور ﷺ سے آج کے عمل

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے کہ پہلے بھی آپ نے ایسا عمل نہیں فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام امور میرے اوپر پیش کیے گئے (یعنی مجھے ان کے بارے میں پیشگی آگاہ کیا گیا)

(مسند احمد ج ۱ ص ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد عن سمرة بن جندب قال: كسفت الشمس فصلى النبى ﷺ ثم قال انى والله لقد رايت منذ قمت أصلى ما انتم لاقوه من امر دنيا كم وآخرتكم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا آفتاب کو گہن لگا اور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھا کر فرمایا خدا کی قسم! جب سے میں نماز کے لئے کھڑا ہوا میں تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت کی ان باتوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو پیش آئیں گی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر حضور ﷺ نے صلوۃ الکسوف کے بعد ارشاد فرمایا۔

ما من شي لم اكن اريته الا رايته فى مقامى هذا حتى الجنة والنار۔

ترجمہ: ہر وہ شے جو مجھے پہلے نہیں دکھائی گئی تھی میں نے اپنی اس جگہ کھڑے دیکھ لی ہے حتی کہ جنت اور دوزخ بھی۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (خصائص الکبریٰ باب تجلی ملکوت السموات والارض لہ ﷺ ج ۲ ص ۱۲۷۔ ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلم يقبض النبى ﷺ حتى علم كل شي يمكن العلم به۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن تھا۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول **سواد بن قارب** رضی اللہ عنہ کا کلی علم غیب کا عقیدہ

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ابى طاهر الخرقى انا ابوسعيد النقاش انا ابو جعفر احمد ابن ابراهيم بن يوسف الضرير ثنا ابوبكر عبدالله بن محمد بن النعمان التيمى ثنا بشر ابن حجر السيامى ثنا على بن منصور هو الابناوى عن عثمان بن عبدالرحمن هو الوقاصى عن محمد بن كعب القرظى قال بينما عمر بن الخطاب رضى الله عنه جالس فى مسجد المدينة ومعه ناس اذ مر رجل فى ناحية المسجد فقال له رجل من القوم يا امير المومنين اتعرف هذا قال لا فمن هو قال هذا رجل من اهل اليمن له فيهم شرف وموضع يقال له يخلو بن قارب وهو الذى اتاه رئيه التابع من الجن بظهور رسول الله ﷺ قال عمر على به فدعى الرجل فقال له عمر انت يخلو بن قارب قال نعم يا امير المومنين قال انت الذى اتاك رئيك بظهور رسول الله ﷺ قال نعم

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

قال فانت علی ما کنت علیہ من کھانتک فغضب الرجل غضباً شدیدا وقال یا امیر المومنین ما استقبلنی احد بھذا منذ اسلمت فقال عمر رضی اللہ عنہ یا سبحان ما کنا علیہ من الشرک اعظم مما کنت علیہ من کھانتک اخبرنی یاتیانک رئیک بظھور رسول اللہ ﷺ قال نعم یا امیر المومنین بینما انا ذات لیلۃ بین النائم والیقظان اذ اتانی رئیی فضربنی برجلہ وقال قم یخلو بن قارب فافھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لوی بن غالب یدعو الی دین اللہ الی عبادتہ ثم الجنی

یقول:

عجبت للجن وتجساسہا وشدھا العیس باحلاسہا

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما خیر الجن کانجاسہا

فارحل الی الصفوۃ من ھشام واسم بعینیک الی راسہا

قال فلم ارفع راسا فقلت دعنی انام فانی امسیت ناعسا فلما ان کان اللیلۃ الثانیۃ اتانی فضربنی برجلہ وقال قم یا یخلو بن قارب فافھم واعقل انہ قد بعث رسول اللہ ﷺ من لوئ بن غالب یدعو الی اللہ والی عبادتہ ثم انشاء

یقول الجنی:

عجبت للجن واخبارھا وشدھا العیس باکوارھا

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما مومن الجن ککفارھا

فارحل الی الصفوۃ من ھاشم بین روابیھا واحجارھا

قال فلم ارفع بقولہ راسا فقلت دعنی فانی امسیت ناعسا فلما کان اللیلۃ الثالثۃ اتانی فضربنی برجلہ وقال قم یا یخلو بن قارب فافھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لوی بن غالب یدعو الی اللہ والی عبادتہ ثم انشا الجنی

یقول:

عجبت للجن وتطلابھا وشدھا العیس باقتابھا

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما صادق الجن ککذابھا

فارحل الی الصفوۃ من ھاشم لیس قداماھا کاذنابھا

قال فوقع فی قلبی حب الاسلام ورغبت فیہ فلما اصبحت شددت علی راحلتی رحلھا وانطلقت متوجھا الی مکۃ فلما کنت ببعض الطریق اخبرت ان النبی ﷺ قد ھاجر الی المدینۃ فقدمت المدینۃ فسالت عن النبی ﷺ فقیل ھو فی المسجد فانتھیت الی المسجد فعلقت ناقتی ودخلت المسجد فاذا رسول اللہ ﷺ والناس حولہ فقلت اسمع مقالتی یارسول اللہ فقال ادنہ فلم یزل یدنینی حتی صرت بین یدیہ فقال ھات فاخبرنی یاتیانک رئیک فقلت اتانی نجیی بعد ھداء ورقدۃ ولم یلک فیما قد بلوت بکاذب ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ اتاک رسول اللہ من لوئ بن غالب فشمرت من ذیل الازار ووسطت بی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

الذعلب الوجناء بین السباسب فاشهد ان الله لا رب غیره وانك مامون علی کل غائب

وانك ادنی المرسلین وسیلة الی الله یا ابن الاکرمین الاطایب

فمرنا بما یاتیك یا خیر من مشی وان کان فیما جاء شیب الذوائب

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة سواك بمغن عن یخلو بن قارب

ففرح النبی ﷺ واصحابه بمقالتی فرحاً شدیداً حتی روی ذلك فی وجوههم قال فوثب الیه عمر رضی الله عنه فالتزمه وقال لقد کنت احب ان اسمع هذا الحدیث منك فاخبرنی عن رئیك هل یاتیك الیوم فقال اما منذ قرات کتاب الله فلا ونعم العوض کتاب الله من الجن۔

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا عرض کیا گیا اے امیر المومنین! کیا آپ اس گزرنے والے شخص کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہے جس کے پاس اس کی جنیہ رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان کے اس خطبے کے بعد ہے جس میں انہوں نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر پوچھا تھا کہ تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ تو مجمع میں سے کسی نے جواب نہ دیا جب اگلے سال لوگ آفاق سے زیارت کے لئے مدینہ شریف آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ کیونکہ ان کے آغاز اسلام کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اسی حالت میں تھے کہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ آگئے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ ہیں تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو بلوالیا وہ جب آئے تو پوچھا کیا تم سواد بن قارب ہو؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس تمہاری جنیہ نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی کہا ہاں پوچھا کیا تم اب بھی کہانت کا شغل کرتے ہو؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر کہا اے امیر المومنین جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کسی نے مجھ سے ایسا کلام نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! ہمارا عقیدہ شرک اس کہانت سے کہیں بڑا گناہ تھا ایک اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ معاف فرما۔ ہم زمانہ جاہلیت میں اس سے بڑے گناہ میں مبتلا تھے کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ﷺ کے طفیل اور اسلام کی برکت سے عزت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا اے سواد! ہمیں اپنے آغاز اسلام کی تفصیل بیان کرو۔ عرض کیا ہاں اے امیر المومنین! میں ایک رات سونے اور جاگنے کے درمیان تھا کہ اچانک میری جنیہ آئی اس نے اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد کھڑا ہو اور میری بات سن اور اگر تجھ میں عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے جو اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے تعجب کیا اور ان کی طلب اور ان کے سفید اونٹوں پر کجاوے کسنے سے تعجب کیا (جو) تیزی سے مکہ کی طرف جا رہے ہیں ہدایت کے متلاشی ہیں سچے جن جھوٹے جنوں کی مانند نہیں ہو سکتے پس بنی ہاشم کے ایک برگزیدہ شخص کی طرف کوچ کر جس کا مستقبل اس کے ماضی کی طرح نہیں۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ سو لوں میری ساری شام بے خوابی میں گئی ہے میں نے اس کی بات پر سر اوپر نہ اٹھایا جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس آئی اور پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہنے لگی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

کہ سواد اٹھ اور میری بات غور سے سن اور ذہن نشین کرلے کہ لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے اور ان کی حیرانی سے تعجب کیا اور ان کے سفید اونٹوں پر کاٹھی کس کر دوڑانے سے وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ کی طرف اڑتے جارہے ہیں ایمان لانے والے جن کافر جنوں کی طرح نہیں ہیں لہذا تو بنی ہاشم کے اس چیدہ کی طرف روانہ ہو جو ریت کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان ہے۔ میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو کیونکہ میں شام سے سو نہیں سکا پس جب تیسری رات آئی تو اس نے مذکورہ بالا بات دہرائی اور یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں، ان کی تلاش وجستجو اور اونٹوں پر پالان کس کر دوڑانے سے حیرانی کا اظہار کیا جو ہدایت کے متلاشیوں کو لیکر مکہ کی جانب دوڑ رہی ہے۔ اچھے جن نجس جنوں کی مثل نہیں ہوتے لہذا تو بنو ہاشم کے اس ممتاز فرد کی طرف سفر اختیار کر اور اپنی آنکھیں اس کے چہرہ اقدس کی طرف اٹھا۔

سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس جنیہ کے یہ اشعار سنے تو فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالٰی نے میرے دل کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ میں نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا حتیٰ کے مکہ شریف آ گیا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں جب آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا خوش آمدید اے سواد! ہمیں تمہارے آنے کا علم ہو چکا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے لہذا میرا کلام سنئے۔ فرمایا ہاں پڑھو تو میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ میرے پاس میری جنیہ آئی جبکہ رات آ چکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگاتار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لنگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونٹنی مجھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اس کے بغیر کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگر چہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ مسکراتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا مجھے بڑی خواہش تھی کہ تم سے تمہارے ایمان لانے کی داستان سنوں کیا اب بھی تمہارے پاس تمہاری جنیہ آتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب سے میں نے قرآن حکیم پڑھنا شروع کیا وہ نہیں آئی اور جنوں کے بدلے اللہ تعالٰی کی کتاب کیا ہی خوب عوض ہے۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۳۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (اعلام النبوۃ فصل فی ھتوف الجن ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

☆......☆

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

فاشهد ان الله لا شیء غیره — وانك مامون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين وسيلة — الى الله يا بن الاكرمين الاطايب
فمرنا بما ياتيك من وحى ربنا — وان كان فيما جئت شيب الذوائب
وكن لى شفيعاً يوم لا ذو شفاعة — بمغن فتيلا عن سواد بن قارب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شی نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔
بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر!۔
اے رسول محترم ﷺ آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں اس کا حکم فرمائیں اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔ اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

(روض الانف ج۱ ص۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۱۳۵۔۱۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

تانى رئيى بعد ليل وهجعة — ولم يك فيما قد بلوت بكاذب
ثلاث ليال قوله كل ليلة — اتاك رسول من لوى بن غالب
فشمرت عن ذيل الازار ووسطت — بى الذعلب الوجناء بين السباسب
فاشهد ان الله لا رب غيره — وانك مامون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين وسيلة — الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب
فمرنا بما ياتيك يا خير مرسل — وان كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لى شفيعاً يوم لا ذو شفاعة — سواك بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: میرے پاس میری جنیہ آئی جبکہ رات آچکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگاتار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لنگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونٹنی مجھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور

marfat.com
Marfat.com

(۲) مشکوٰۃ باب المعجزات میں مسلم سے بروایت عمرو ابن خطب اسی طرح منقول ہے مگر اس میں اتنا اور ہے۔

فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمة فاعلمنا احفظنا۔

ترجمہ: ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ اردو ص ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الوفا باحوال المصطفیٰ باب الاول فی ذکر الهواتف بنبوۃ سیدنا ﷺ ج ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (السیرۃ النبویۃ باب فی هواتف الجان خبر سواد بن قارب ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (خصائص الکبری باب ما سمع من الکهان والاصوات بظهور النبی ﷺ عند حشتہ ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۹ برقم ۳۵۸۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام شامی صالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاشهد ان الله لا شئ غيره ... وانك مامون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين شفاعة ... الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب
فمرنا بما ياتيك يا خير من مشى ... وان كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لى شفيعاً يوم لا ذو شفاعة ... سواك بمغن فتيلاً عن سواد بن قارب

قال: ففرح رسول الله ﷺ واصحابه بمقالتى فرحاً شديداً حتى رئى الفرح فى وجوههم۔

ترجمہ: پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔

اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

(سبل الهدی والرشاد الباب الرابع فی بعض ما سمع من الهواتف وتنکس الاصنام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۸۵ برقم ۱۱۰۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی مختصرا ج ۳ ص ۲۲۰ برقم ۳۵۵۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (عمدۃ القاری للعینی ج ۱۷ ص ۸)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۹۱ تا ۹۴ رقم الحدیث ۶۴۷۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (فنون العجائب لابی سعید النقاش ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۶۷)

marfat.com
Marfat.com

(۳) مشکوۃ باب الفتن میں بخاری و مسلم سے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔

ماترك شيئا يكون فى مقامه الى يوم القيمة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس جگہ قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۷۷ مطبوعہ کراچی) (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۴۰)، بخاری کتاب القدر (صحیح مسلم کتاب الفتن رقم الحدیث ۲۲۱۷ ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۶۔۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۴۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵۔۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۴۷۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض) (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۴، رقم ۱۶۴۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

(۴) مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

ان الله زوى لى الارض فرءيت مشارق الارض ومغاربها۔

ترجمہ: اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ھلاک ھذہ الامۃ بعضھم ببعض ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۶ رقم الحدیث ۲۸۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، جامع الترمذی ابواب الفتن باب افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۴۱۳۔۴۱۴ رقم الحدیث ۳۴۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی قولہ تعالیٰ او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم بأس بعض ج ۷ ص ۲۲۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۲۱۰۔ المغنی للعراقی ج ۲ ص ۳۸۷۔ الشفاء ج ۱ ص ۵۱۹۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۶ ص ۲۹۹)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۳۹۔۲۴۰ رقم الحدیث ۳۱۳۷۶ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۳۱۷۶۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۸۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (کشف الاستار کتاب الفتن ج ۴ ص ۱۰۰۔۱۰۱ رقم الحدیث ۳۲۹۱)، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۳)، (سنن ابوداؤد باب الفتن باب ذکر الفتن ودلائلھا ج ۴ ص ۹۵ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت)، (سنن الترمذی باب الفتن باب سوال النبی ﷺ ثلاثا فی امتہ قال ھذا حدیث حسن صحیح)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۴۷۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (الآحاد والمثانی ذکر ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۳۲۔۳۳۳ رقم الحدیث ۴۵۶۔۴۵۷ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۵۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۳۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۴۔۱۸۵ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابی قلابہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۲۲۵۰۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن ابوداؤد اول کتاب الفتن والملاحم باب ذکر الفتن ودلائلھا ج ۴ ص ۹۷ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۸۹)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲)، سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث ۱۶۳۷، صحیح ابن حبان ج ۱۶ رقم الحدیث ۷۲۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲، طبری ج ۷ ص ۲۹۱)

marfat.com
Marfat.com

(۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے۔

رءیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموت والارض۔

ترجمہ: ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رؤیۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حاشیہ......☆

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

رایت ربی فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملا الاعلی قلت انت اعلم یا رب قال: فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رؤیۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۷۸۔ تفسیر الطبری ج ۷ ص ۱۶۲۔ الدر المنثور ج ۳ ص ۲۴۔ الطبقات الکبری لابن سعد ج ۷ ص ۱۵۰ زاد المسیر ج ۱ ص ۱۵۵۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۴)

امام محمد بن ھارون الرویانی متوفی ۳۰۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن اسحاق حدثنا ابو صالح حدثنی معاویۃ بن صالح عن ابی یحیی عن ابی یزید عن ابی سلام الاسود عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ انہ قال خرج الینا رسول اللہ بعد صلاۃ الصبح فقال ان ربی اتانی اللیلۃ فی احسن الصورۃ فقال لی یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملا الاعلی قال قلت لا اعلم یارب قال فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت انا ملہ فی صدری فتجلی لی ما بین السماء والارض......

(مسند الرویانی ج ۱ ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ القاھرۃ مصر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق انا معمر عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اتانی ربی عزوجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملا الاعلی قال قلت لا قال النبی ﷺ فوضع یدیہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں نے اپنے سینے میں اس

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۳۴۸۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۴۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی حتی وجدت بردها بین ثدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۶۸۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاهرة)

امام عبد الباقی بن قانع ابو الحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

(معجم الصحابۃ ج ۲ ص ۱۰۲ رقم ۵۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورة)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یده بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السماوات والارض۔

(مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۳۹۔۳۴۰ رقم الحدیث ۵۹۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند البزار ج ۷ ص ۱۱۰۔۱۱۱ رقم الحدیث ۲۶۶۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورة)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

رایت ربی تبارك وتعالی فی احسن صورة قال فیم یختصم الملا الاعلی قال قلت لا اعلم ای رب قال: فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(العلل المتناهیۃ باب فی ذکر صورة ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورة ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۲۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (العلل المتناهیۃ باب فی ذکر صورة لابن جوزی ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲ و ص ۳۳ رقم الحدیث ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تهذیب الکمال ج ۱۷ ص ۲۰۴۔۲۰۵ رقم ۳۸۶۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال احتبس عنا رسول اللہ ا ذات غداۃ عن صلاۃ الصبح حتی کدنا نتراء ی عین الشمس فخرج سریعاً فثوب بالصلاۃ فصلی رسول اللہ ا وتجوز فی صلاتہ فلما سلم دعا بصوتہ قال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا ثم قال اما انی ساحدثکم ما حبسنی عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ما قدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک رب قال فیم یختصم الملاء الا علی؟ قلت لا ادری قالھا ثلاثا قال فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیٔ وعرفت۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ کو دیر ہو گئی اور ہم لوگوں نے آپ کا انتظار اس حد تک کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب کی شعاع نظر آنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے چنانچہ تکبیر کہی گئی اور آپ نے اختصار سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے با آواز بلند فرمایا جس طرح تم بیٹھے ہو اسی طرح صف بندی کیے ہوئے بیٹھے رہو پھر فرمایا میں اپنی تاخیر کا واقعہ تم کو سناتا ہوں پھر واقعہ سنایا (واقعہ یہ ہے) رات کے وقت وضو کر کے جس قدر نماز میرے لیے مقدر تھی میں نے پڑھی اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں نماز میں ہی سو گیا۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے حضور میں ہوں اور میں نے اپنے رب کو (اس کی شان کے لائق) نہایت اچھی شکل میں دیکھا (مجھ سے) ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی لبیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایا اس وقت ملائکہ آسمانی کیا گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸ ۔ ۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۱۵۳ ۔ طبرانی کبیر ج ۲۰ رقم الحدیث ۲۱۶ ۔ الکامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۴۴ ۔ مسند البزار رقم الحدیث ۲۶۶۸ ۔ مستدرک ج ۱ ص ۵۲۱ ۔ شرح السنۃ رقم الحدیث ۹۱۹ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۲۲۷۰۰)، (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۴ ص ۱۷۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت برد انا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیٔ وعرفتہ۔

ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او فی نحری فعلمت ما فی السموات وما فی الارض۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

قال فوضع کفیہ بین کتفی حتی وجدت انامله فی صدری فتجلی لی بین السماء والارض۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

فوضع یدہ بین لدیی وبین کتفی فوجدت بردھا بین لدیی فعلمنی کل شیء۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فعلمت ما بین المشرق والمغرب۔

ترجمہ: میں نے مشرق ومغرب کے درمیان ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۲ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)، (مسند ابو یعلی رقم الحدیث ۲۶۰۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے۔

فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸۔۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، تفسیر عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۶۹۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸۔ السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱) .

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع یدہ بین کتفی فعلمت ما بین السماء والارض الحدیث وھو فی الترمذی وسئل عنه البخاری فقال صحیح۔

(زاد المعاد فصل فی ملابسہ ﷺ ج ۱ ص ۱۳۶۔۱۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث حسن سالت محمد بن اسمعیل عن ھذا الحدیث فقال صحیح۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر رقم الحدیث ۳۲۴۶ ج ۵ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموت والارض يعني اعلمه الله ما فيها من الملائكة والاشجار و غيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذى فتح الله و قال ابن حجر اى جميع الكائنات التى فى السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هى بمعنى الجنس و جميع ما فى الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخبار عليه السلام عن الثور والحوت الذى عليهما والارضون۔

ترجمہ: اس فیض ربانی کی بدولت میں نے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے جان لیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اندر پائے جانے والے

marfat.com
Marfat.com

(۶) شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے۔

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرمادیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

(۷) مشکوٰۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے۔

فتجلی لی کل شئی وعرفت۔

ترجمہ: پس ہمارے لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۳۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

فرشتوں درختوں اور دیگر چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔ یہ حدیث آپ ﷺ کی اس وسعت علم سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں کی بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے اور زمین جنس کے معنی میں ہے یعنی آپ ﷺ نے سات زمینوں کی بلکہ ان سے بھی نیچے کی تمام چیزوں کو جان لیا جیسا کہ قرآن اور احادیث ﷺ نے بیل اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا جلاہ اللہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے ساری دنیا کو اٹھا کر میرے پیش نظر کردیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے میں اسے اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جیسے میری یہ ہتھیلی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے اس طرح منکشف فرمایا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لئے منکشف کیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ترجمۃ ۳۳۸ حدیر بن کریب ج ۶ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، جمع الجوامع رقم الحدیث ۴۸۴۹)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۱۰-۳۱۹۷۱ ج ۱۱ ص ۳۷۸ و ۴۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۴-۲۰۵ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت) (جامع الکبیر الحدیث رقم الحدیث ۴۸۴۹)، (الترغیب والترھیب لاسماعیل الاصبھانی ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث القاھرۃ مصر)، (جمع الجوامع للسیوطی رقم الحدیث ۴۸۴۹)

امام نعیم بن حماد المروزی ابوعبداللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن نافع عن سعید بن سنان حدثنا ابو الزاھریۃ عن کثیر بن مرۃ ابی شجرۃ عن ابن

marfat.com

Marfat.com

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ مایحرک طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علماً۔

ترجمہ: ہم کو حضور علیہ السلام نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا۔ مگر اس کا ہم کو علم بتادیا۔☆

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

حاشیہ......☆

عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کما انظر الی کفی ھذہ جلیان من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلا للنبیین قبلہ۔

(الفتن لنعیم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من المتقدم ومن اصحابہ فی الفتن التی ھی کائنۃ ج ۱ ص ۲۷ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاھرۃ)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۳۳۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی عن ابی ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرلنا منہ علما۔

ترجمہ:......امام احمد وابن سعد اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے ازروئے علم ہم سے اس کا ذکر کردیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب فیما اوتی من العلم الخ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵۔۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (نسیم الریاض القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(وقال ابوذر) الصحابی المشہور فی حدیث رواہ احمد والطبرانی وغیرھما بسند صحیح۔ لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ ای ذھب عنا وانتقل الی الآخرۃ من بین اظھرنا ولم یدع شیئا الا بینہ لنا بحیث لا یخفی علینا شئ من بعدہ وکان قد خطب قبل موتہ خطبا اطال فیہا مرۃ من الصباح الی الظھر ومرۃ من الظھر الی قبیل الغروب لم یدع شیئا الا بینہ لا صحابہ (وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء) ای فی الجو وھو کنایۃ نسخۃ الا ذکرنا منہ علما ای تذکرنا من طیر انہ علما یتعلق بہ فکیف بغیرہ مما یھمنا فی الارض؟ وھذا تمثیل لبیان کل شئ تفصیلا تارۃ واجمالا اخری۔

(نسیم الریاض فصل فیما اطلع علیہ من الغیوب وما یکون ج ۴ ص ۱۵۱۔۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصیداوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن مخلد الشیخ الصالح ببغداد حدثنا عیسی بن ابی حرب حدثنا یحیی بن ابی بکر حدثنا سفیان عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما من طائر یقلب جناحیۃ فی السماء الا وھو یذکرنا منہ علما۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے ازروئے علم ہم سے اس کا ذکر کردیا ہے۔

(معجم الشیوخ ص ۱۴۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن ابی الدرداء قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طائر یطیر بجناحیہ الا ذکرنا منہ علما رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقری ثنا سفیان بن عیینۃ عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال ثم ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یقلب جناحیہ فی الھواء الا وھو یذکرنا منہ علما قال فقال رسول اللہ ﷺ ما بقی شیئ یقرب من الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بین لکم۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۶۴۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابی بکر حدثنا یحیی عن فطر بن خلیفۃ عن عطاء قال قال ابو الدرداء ثم لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طیر یطیر بجناحیہ الا ذکرنا منہ علما۔

(مسند ابو یعلی ج ۹ ص ۴۶ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا بن نمیر ثنا الاعمش عن منذر ثنا اشیاخ من التیم قالوا قال ابو ذر ثم لقد ترکنا محمد ﷺ وما یحرک طائر بجناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواہ احمد والطبرانی وزاد فقال النبی ﷺ ما بقی شیئ یقرب الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بین لکم ورجال الطبرانی رجال محمد بن عبداللہ بن یزید المقری وھو ثقۃ وفی اسناد احمد من لم یسم۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کتب الی محمد بن عبداللہ بن یزید المقری یخبرنی فی کتابہ ثنا ان ابن عیینۃ حدثہ عن فطر بن خلیفۃ عن ابی الطفیل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال لقد ترکنا رسول اللہ وما طائر فی ماسماء یقلب جناحیہ الا وقد اوجدنا فیہ علما۔

(مسند البزار ج ۹ ص ۳۴۱ رقم الحدیث ۳۸۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابو ذر لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما۔

(الاستیعاب ذکر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۶۵۵ رقم ۲۹۴۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۹) مشکوۃ باب الفتن فصل ثانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ماترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الى ان تنقضى الدنيا يبلغ من ثلث مائة فصاعداً قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته رواه ابو داؤد۔

ترجمہ: نہیں چھوڑا حضور علیہ السلام نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام بتادیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الفتن فصل ثانی ص ۴۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) مشکوۃ باب ذکر الانبیاء میں بخاری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خفف عن داود القرآن فكان يامر دوآبه تسرج فيقرء القرآن قبل ان تسرج۔

ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کو اس قدر ہلکا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء ج ۱ ص ۴۸۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث اس جگہ اس لئے بیان کی گئی کہ اگر حضور علیہ السلام نے ایک وعظ میں از اول تا آخر واقعات بیان فرمادیے تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

(۱۱) مشکوۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تلد فاطمة ان شاء الله غلاماً يكون فى حجرك۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند پیدا ہوگا۔ جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب اھل بیت النبی الفصل الاول ص ۵۷۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۲) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے۔

مر النبى ﷺ بقبرين يعذبان فقال انهما يعذبان وما يعذبان فى كبير اما احدهما فكان لا يستنزه من البول واما الاخر فكان يمشى بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز فى كل قبر واحدة وقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واخرج ابويعلى وابن منيع والطبرانى مثله، عن ابى الدرداء۔

ترجمہ: ابو یعلی، وابن منیع، اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقى عليه علوم الاولين والآخرين۔

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: حضور علیہ السلام دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ کو لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰۔۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی ج ۱ ص ۷ مطبوعہ)، (سنن الکبری امام بیہقی ج ۱ ص ۱۰۴ مطبوعہ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲۔۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۷۷ مطبوعہ)، (مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۵۲ مطبوعہ)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۲۴۴۴ مطبوعہ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۴۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱۔۳۷۲ ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ماتقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲۔۱۴۳ برقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۱۳) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور تفسیر خازن میں زیر آیت لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱) ہے۔

قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر ان بین یدیھا امور اعظاما ثم قال ما من رجل احب ان یسئال عن شئی فلیسئل عنہ فواللہ لاتسئلونی عن شئی الا اخبرتکم ما دمت فی مقامی ھذا فقام رجل فقال این مدخلی قال النار فقام عبد اللہ ابن حذافۃ فقال من ابی قال ابوک حذافۃ ثم کثیر ان یقول سلونی سلونی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

نسیم الریاض میں ہے۔

ھذا تمثیل لبیان کل شئ تفصیلاً تارۃً واجمالاً اخری۔

ترجمہ: یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی کریم ﷺ نے ہر چیز بیان فرما دی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ گجرات ہند)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہوسکتا قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔

(۱۴) مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایة غدا رجلاً یفتح اللہ علی یدیه یحب اللہ ورسوله۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرمادے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۳۵۷ رقم الحدیث ۳۴۹۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۸۷۲ رقم الحدیث ۲۴۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۸۳۷ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الجہاد کتاب المناقب۔ کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۵۰۶۔ ۶۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۴۔ ۳۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب المیم من اسمہ محمد ج ۲ ص ۱۰۔ ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)، (مسند سعد ص ۵۱ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیة بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۳۲۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۵۶۹ برقم ۵۶۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ......☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول اللہ ﷺ یوم خیبر لادفعن الرایة الی رجلاً یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله و یفتح علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ لاعطین الرایة غداً رجلاً یحبه اللہ ورسوله یفتح اللہ علی یدیه لیس بفرار۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا وہ بھاگنے گا نہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر ج ۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (روض الانف للسہیلی غزوۃ خیبر ج ۴ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال یوم خیبر ثم لادفعن الرایة الی رجل یحبه الله ورسوله اویحب الله ورسوله فدعا علیا وانه لارمد ما یبصر موضع قدمه فتفل فی عینه ثم دفعها الیه یفتح الله علیه۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۵۸۴ رقم الحدیث ۹۸۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لاعطین الرایة رجلا یحب الله ورسوله یفتح الله علی یدیه...... قال فما رجع حتی فتح علی یدیه۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ۔ زوائد الہیثمی کتاب المغازی باب ماجاء فی شان خیبر ج ۲ ص ۷۰۸ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

لاعطینها غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة غدا یفتح الله علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۶۔۴۷۔۴۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۳۱ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله یفتح الله علی یدیه۔

(السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان السنۃ السابعۃ من الہجرۃ غزوۃ خیبر ص ۳۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (الثقات لابن حبان السنۃ السابعۃ من الہجرۃ ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة رجلا یفتح الله علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله لیس بفرار یفتح الله عزوجل علی یدیه۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص ۱۹۸ مطبوعہ دارالمعارف القاہرۃ مصر)

marfat.com

Marfat.com

(۱۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عرضت علی اعمال امتی حسنها و سیئها فوجدت فی محاسن اعمالها الا ذی یماط عن الطریق۔

ترجمہ: ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کیے گئے اچھے بھی اور برے بھی ہم نے ان کے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹادی جائے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج۱ ص۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج۵ ص۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابو عوانہ ج۱ ص۲۰۶ مطبوع۔ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج۲ ص۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حاشیہ ......☆

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ لاعطین الرایة غدا رجلاً یحب اللہ ورسوله یفتح اللہ علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

قال رسول اللہ ﷺ لاعطین الرایة غدا اولیاخذن الرایة غدا رجل یحبه اللہ ورسوله او قال یفتح اللہ علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ باب ماجآء فی بعث السرایا الی حصون خیبر واخبار النبی ﷺ بفتحها علی یدی علی بن ابی طالب الخ ج۴ ص۲۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة غدا رجلاً یفتح اللہ علی یدیه یحب اللہ ورسوله ویحبه اللہ ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۱۲۴ رقم الحدیث ۱۳۳ و ص۱۸۹ رقم الحدیث ۲۴۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر محبۃ اللہ عزوجل لہ ومحبۃ رسول اللہ ﷺ ج۱ ص۳۱۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول اللہ یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلا یحب اللہ ورسوله یفتح اللہ علی یدیه۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ خیبر ج۲ ص۱۹۱ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سنن الترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج۵ ص۶۳۸ رقم الحدیث ۳۷۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر اختصاصہ باعطاء الرایۃ یوم خیبر وفتحها علی یدیہ ص۷۲۔۷۳ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص۲۷۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ غزوۃ خیبر فی اولھا ج۴ ص۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر غزوۃ خیبر فی اولھا ج۳ ص۳۴۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص۱۰۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ خیبر من الآیات المعجزات ج۱ ص۴۱۷۔۴۱۸ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ ج۲ ص۷۸۷ برقم ۱۳۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ غزوۃ خیبر ج۲ ص۷۳۶۔۷۳۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتادیا کہ کل کیا ہوگا (ما فی غد) اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کل کیا کریں گے (ماذا تکسب غدا)

marfat.com
Marfat.com

(۱۶) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ هذا مصرع فلان يضع يده على الارض ههنا ههنا قال فما مات احدهم عن موضع يد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۸۔۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول عبد الوہاب نجدی ص ۱۰۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (سبل الھدیٰ والرشاد غزوۃ بدر الکبری ج ۴ ص ۵۴۔۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ غزوۃ بدر العظمیٰ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۱۷ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ لامام سخاوی باب مناقبہ ومحاسنہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۳۹۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر طرف من اخبارہ بالغائبات ﷺ ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۸ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۸۴۵۳ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)

خیال رہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

حاشیہ......☆

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

قال انس قال رسول اللہ ﷺ هذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض فقال والذى نفسى بيده ما جاوز احد منهم عن موضع يد رسول اللہ ﷺ فاخذ بارجلهم فسحبوا فالقوا فى قليب بدر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کر مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد باب فی الاسیر ینال منہ ویضرب ویقرن ج ۳ ص ۵۸ رقم الحدیث ۲۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وفيه معجزتان من اعلام النبوة احدهما اخباره ﷺ بمصرع جبابرتهم فلم يتعد مصرعه الثانية اخباره ﷺ بان الغلام الذى كانوا يضربونه يصدق اذا تركوه ويكذب اذا ضربوه وكان كذلك فى نفس الامر۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے دو معجزوں کا ذکر ہے جو کہ آپ کی نبوت کی نشانیاں ہیں۔ ایک آپ ﷺ کا ان کے جابر سرداروں کی قتل گاہوں کی خبر دینا کہ کسی نے اپنی قتل گاہ سے تجاوز نہ کیا۔ دوسرا معجزہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ جس لڑکے کو وہ مار رہے تھے۔ جب اسے چھوڑتے تو وہ سچ بولتا اور جب اسے مارتے تو وہ جھوٹ بولتا اور یہی حقیقت تھی۔ (سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا؟ اس کو صحابہ کرام رضی

marfat.com

Marfat.com

(۱۷) مشکوٰۃ باب المعجزات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔☆

فقال رجل تاالله ان رءیت کالیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعدکم۔

ترجمہ: شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ (ایک صاحب (حضور) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ منورہ) میں ہیں اور تم کو گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔

(سیرۃ ابن اسحاق اعلام النبوۃ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ معھد الدراسات والابحاث للتعریب) (طبقات الکبری ابن سعد ذکر علامات النبوۃ بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اعلام النبوۃ فی معجزہ بما ظھر من البھائم ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۱۱۸۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (الاستیعاب ج ۴ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۱۲۔۱۱۳ رقم الحدیث ۱۱۶ و ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۲۳۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حاشیہ......☆

اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور آقا علیہ السلام نے واضح فرمادیا یہی غیب بتانا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا معجزہ تھا)

(صحیح مسلم مع نووی کتاب الجھاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

یقول هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان فما عدا واحد منهم مصرعه ذلك الذی حده رسول الله ﷺ

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۱۰۵ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

واخبر عن مصارع المشرکین یوم بدر فوجد کل واحد فی مصرعه الذی اخبر به۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۴ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وجعل یشیر بیده هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان ان شاء الله فما تعدی احد منهم مضوع اشارته۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

یقول هذا مصرع عتبة بن ربیعة وهذا مصرع شیبة بن ربیعة وهذا مصرع امیة بن خلف وهذا مصرع ابی جهل بن هشام وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله تعالی ای ویضع ﷺ یده الشریفة علی الارض فما تنحی احدهم عن موضع یده۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆ امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن من بعدکم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے دراصل حیرت وتعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے بھی۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ باب الثانی فی ذکر اعلام الوحش بنبوتہ ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعدکم۔

ترجمہ: بھیڑیا کہنے لگا اے بکریوں والے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان دوسنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والے شہر میں ایک مرد خدا جلوہ فرما ہے جو تمہیں ماضی کی خبریں بھی دیتا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد مستقبل میں ہونے والا ہے ان واقعات کی خبریں بھی دیتا ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب امور تکون بین یدی الساعۃ ج ۲ ص ۵۲۷ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعد کم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دومیدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(البدایۃ والنھایۃ قصۃ الذئب وشھادتہ بالرسالۃ ج ۶ ص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام اسحاق بن ابراہیم راھویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب او اعجب من ذلك رجل بين النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعد كم۔

(مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۳۵۷ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر بما مضی وما هو کائن بعد کم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دومیدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(دلائل النبوۃ امام ابونعیم اصفہانی اردو ص ۳۳۷۔۳۳۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج احمد وابن سعد والبزار والحاكم والبيهقي وصححاه وابو نعيم من طرق عن ابى سعيد الخدرى قال: بينما راع يرعى بالحرة اذ عرض ذئب لشاة من شياهه فحال الراعى بين الذئب وبين الشاة فاقعى الذئب على ذنبه ثم قال للراعى الا تتقى الله تعالى تحول بينى وبين رزق ساقه الله تعالى الى فقال الراعى العجب من الذئب يتكلم بكلام الانس فقال الذئب الا احدثك باعجب من ذلك رسول الله ﷺ بين الحرتين يحدث الناس بانباء ما قد سبق فساق الراعى غنمه حتى قدم المدينة فدخل على النبى ﷺ فحدث بحديث الذئب فقال رسول الله ﷺ صدق صدق الا انه من اشراط الساعة كلام السباع للانس والذى نفسى بيده لا تقوم الساعة حتى تكلم السباع الانس ويكلم الرجل شراك نعله وعذبة سوطه ويخبره فخذه بما احدث اهله من بعده۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد وبزار رحمہم اللہ اور حاکم وبیہقی رحمہما اللہ دونوں نے صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سندوں کے

marfat.com

Marfat.com

(۱۸) تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۷۹) ہے۔

قال رسول اللہ علیہ السلام عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی ادم و اعلمت من یومن بی ومن یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین قالوا استھزاء زعم محمدا انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقام علی المنبر فحمداللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لاتسئلونی عن شئی فیما بینکم وبین الساعۃ الا انباتکم بہ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لاویگا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنے کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۹) مشکوۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔

انی لاعرف اسمآء ھم واسمآء اباء ھم و الوان خیولھم خیر فوارس او من خیر فوارس علی ظھر الارض۔

ترجمہ: ہم ان (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں) کے نام ان کے باپ داووں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔

حاشیہ ..... ☆

ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اچانک بھیڑیا اس کی بکریوں میں سے ایک بکری پر لپکا تو چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہوگیا۔ بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے چرواہے سے کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے اور اس رزق کے درمیان جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا حائل ہوتا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑیا انسان جیسی بات کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا کیا میں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان گزشتہ واقعات کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سن کر اس چرواہے نے اپنی بکریوں کو ہانک دیا اور خود مدینہ منورہ چل دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے بھیڑیئے کی بات بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا لوگوں سن لو انسانوں سے درندوں کا بات کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہ کریں اور مرد سے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا پھندنا بات کرے گا اور اس کی ران اسے وہ بات بتائے گی جو اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی سے رونما ہوئی ہوگی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفی ﷺ محمد ہارون معاویہ دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبار الذئب بنبوتہ ﷺ ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ ﷺ المتعلقۃ بتکلیم البھائم لہ وشھادتھا بر سالۃ الخ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

marfat.com

Marfat.com

دو روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

(مسلم رقم الحدیث ۲۲۲۲ کتاب الفتن باب فصل فی اشراط الساعۃ ج ۲ ص ۳۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵۔ مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۴۷۔ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۲۰۸۱۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۹۔ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۴۲۲ کتاب الفتن باب الملاحم الفصل الاول ص ۴۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲۰) مشکوۃ شریف باب مناقب ابی بکر وعمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر وعمر الفصل الثالث ص ۵۶۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمانوں کے تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ حالانکہ بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

ان کے علاوہ اور بہت سے احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی قدر پر کفایت کی گئی ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کف دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو تو عالم اجسام عالم ارواح عالم امر عالم امکان عالم ملائکہ عرش وفرش غرضیکہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے اور عالم میں لوح محفوظ بھی ہے۔ جس میں سارے حالات ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں کہ عبداللہ کے والد حذیفہ کو بتا دیا۔ چوتھے یہ معلوم ہوا کہ کون کب مرے گا یہاں مرے گا۔ کس حال میں مرے گا۔ کافر یا مومن عورت کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی میرے حضور علیہ السلام پر مخفی نہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے ﷺ۔

☆..................☆

marfat.com
Marfat.com

تیسری فصل......شارحین احادیث کے اقوال میں درباہ علم غیب

(۱) عینی شرح بخاری۔ فتح الباری ارشاد الساری شرح بخاری۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حدیث نمبر ۱ کے ماتحت ہے۔

فیه دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدآء ها الی انتهائها۔

ترجمه: اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہاء خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۱۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)، (حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ اور شرح شفا لملا علی قاری وزرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر ۴ میں ہے۔

وحاصله انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کهیئة کف فیه مرء ة ینظر الی جمعها وطواها بنقریب بعیدها الی قریبها حتی اطلعت علی ما فیها۔

ترجمه: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرمادیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینے کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کردیا اس کے قریب کی طرف۔ یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

حاشیه......☆

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

قال الطیبی حتی غایة اخبرنا ای اخبرنا مبتدئاً من بدء الخلق حتی انتهی الی دخول اهل الجنة الجنة ووضع الماضی موضع المضارع للتحقق المستفاد من قول الصادق الامین ودل ذلك علی انه اخبر بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث۔

ترجمه: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حتی اخبرنا کی غایت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے لے کر لوگوں کے جنت میں داخل ہونے تک کے بارے میں خبر دے دی اور یہاں ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے صادق اور امین نبی ﷺ کے فرمان گرامی سے حاصل ہونے والے تحقق کی وجہ سے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام مخلوقات کے تمام احوال از ابتدا تا انتہا اور دوبارہ اٹھائے جانے تک کے بارے میں خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۱۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وفی تیسیر ایراد ذلك فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم و یقرب ذلك مع کون معجزاته لامریة فی کثرتها انه ﷺ اعطی جوامع الکلم و مثل هذا من جهة اخری ما رواه الترمذی من حدیث عبدالله بن عمرو ابن العاص خرج علینا رسول الله ﷺ و فی یده کتابان فقال الذی فی یده الیمنی هذا الکتاب من رب العالمین فیه اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل علی آخرهم فلا یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا الم قال للذی فی شماله مثله فی اهل النار۔

ترجمه: حضور ﷺ کا ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال وواقعات کا بیان فرمانا آپ کا عظیم معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی شان جوامع

marfat.com

Marfat.com

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت ہے۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموت والارض يعني ما اعلمه الله مما فيهما من الملئكة والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذى فتح الله وقال ابن حجر اى جميع الكائنات التى فى السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هى بمعنى الجنس وجميع ما فى الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن النور والحوت الذى عليهما الارضون۔

ترجمہ: اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام وہ چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان وزمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یہ آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں (بلکہ جو اس کے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے) اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمین بلکہ جو اس سے نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور مچھلی کی خبر دی ہے جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث ۵ کے ماتحت ہے۔

دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی واحاطہ آں۔

ترجمہ: یہ حدیث تمام جزئی وکلی علموں کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ کا بیان ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی الفصل الثانی باب المساجد ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حاشیہ......☆

الکلم (طویل کلام کو چند جملوں میں بیان کرنا) کا آئینہ دار ہے۔ اور اس کی مثال ایک دوسری جہت سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے درآنحالیکہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت اور ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں ان پر کبھی بھی نہ کوئی نام زیادہ ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نام کم ہوسکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں اہل دوزخ کی نسبت اسی کی مثل بیان فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفى ايراد ذلك كله فى مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة و كيف وقد اعطى جوامع الكلم مع ذلك۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال وواقعات کا بیان فرمانا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کو اس کے ساتھ جوامع الکلم بھی عطا کیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و هذا من خوارق العادة ففيه تيسير القول الكثير فى الزمن القليل۔

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا ابتدائے خلق سے قیامت تک کے احوال کی ایک ہی مجلس میں خبر دینا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے اس حدیث میں کثیر کلام کر کے تھوڑے وقت میں بیان کردینے کا معجزہ ہے۔

(ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)

marfat.com
Marfat.com

اشعۃ اللمعات میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت بیان فرمایا۔
پس ظاهر شد مراهر چیز از علوم دشناختم همه را۔
ترجمہ: ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

(اشعۃ اللمعات فارسی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں اسی حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔
ای اظهر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیها فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی هذه اشارة الی انه نظر حقیقة دفع به انه ارید بالنظر العلم۔
ترجمہ: یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا یہ احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

(۸) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں زیر حدیث نمبر ۸ فرماتے ہیں۔
ولا شك ان الله قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علم الاولین والاخرین۔
ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور ﷺ کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔
یخبرکم بما مضی ای سبق من خبر الاولین من قبلکم وما هو کائن بعدکم ای من نبا الاخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبی۔
ترجمہ: تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گزری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں۔ دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔

(۹) مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۹ کے ماتحت فرماتے ہیں۔
فیه مع کونه من المعجزات دلالة علی ان علمه علیه السلام محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرها۔
ترجمہ: اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

محدثین کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے اس عالم میں لوح محفوظ بھی ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ تمام اولین و آخرین یعنی انبیاء و ملائکہ و اولیاء کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ انبیاء میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت خضر علیہم السلام داخل ہیں۔ اور ملائکہ میں حاملین عرش اور حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں اور ان کا علم تو سارے ماکان و ما یکون کو محیط ہے۔ تو حضور علیہ السلام کے علم کا کیا پوچھنا۔ اس وسعت علم میں علوم خمسہ بھی آ گئے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث بیان فرمائی فقیر ناچیز علم غیب کے ثبوت میں مزید ۴۰ احادیث پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

حدیث نمبر﴿۱﴾.....نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دینا

نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ رضی اللہ عنہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور ﷺ کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوت اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

فاسلم النجاشی وشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

ترجمہ: نجاشی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور گواہی دی توحید و رسالت کی۔

(تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

نجاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ولولا ما انا فيه من الملك لاتيته حتى اقبل نعله۔

ترجمہ: اگر میں ملک (حکمرانی) کے مسائل میں نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کے نعلین کو چومتا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ ایک طویل روایت میں لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضأ ثم دعا اللهم اغفر للنجاشي فقال المسلمون آمين۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(المعجم الکبیر طبرانی ما اسند جعفر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۱۴۷۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا ثلاث مرات اللهم اغفر للنجاشي فقال المسلمون آمين۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضی الله عنها قالت لما مات النجاشي كنا نتحدث انه لا يزال يرى على قبره نور۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی النوری عند قبر الشهید ج ۱ ص ۳۴۱۔۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی النوریری عند قبر الشهید ج ۳ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۵۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۱۔۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیرۃ ابن اسحاق حدیث الہجرۃ الاولی الی الحبشہ ج ۴ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۹۲ مطبوعہ معہد الدراسات والابحاث للتعریب)، (روض الانف للسہیلی باب النور الذی کان علی قبر النجاشی ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۳۰ و ص ۴۳۹۔۴۴۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اصحمۃ بن ابجر النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ برقم ۴۷۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ذکر الہجرۃ الی ارض الحبشہ ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر باب ہجرۃ من هاجر من اصحاب رسول اللہ ﷺ من مکۃ الی ارض الحبشہ فرارا بدینہم من الفتنۃ ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اور جب نجاشی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور ﷺ اسی دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی وفات کی خبر سنائی اور ان پر نماز جنازہ پڑھا اور نماز جنازہ کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنی عبد الملك بن شعیب بن اللیث قال حدثنی ابی عن جدی قال نا عقیل بن خالد عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب و ابی سلمة بن عبدالرحمن انهما حدثاه عن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال نعی لنا رسول الله ﷺ النجاشی صاحب الحبشة فی الیوم الذی مات فیه فقال استغفروا لأخیکم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا قتیبة بن سعید قال ثنا سفیان عن الزهری عن ابی سلمة عن ان ابی هریرة قال لم لما مات النجاشی قال النبی ﷺ استغفروا له۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے استغفار کرو۔

(سنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۶۵۷ رقم الحدیث ۲۱۶۸۔۲۱۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۸۷ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱ رقم الحدیث مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ رقم الحدیث ۷۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند ابی هریرہ ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۸۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۲۰۔۲۲۱ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ مصر)، (المنتقی لابن الجارود کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۵۴۳ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۷۵ برقم ۱۱۳۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ رقم الحدیث ۷۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبدالرحمن بن مهدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸۔۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابی منصور محمد بن محمد محمود الماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وعن الحسن قال: لما مات النجاشي، قال رسول اللہ ﷺ: استغفروا لأخيكم۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(تاویلات اہل السنۃ تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۵٦۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳٦۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا العباس بن احمد ان الحنفي ثنا محمد بن عبيد بن شعبلة حدثنا ابی ثنا شريك عن الشيباني عن الشعبي عن جرير قال قال له النبي ﷺ ان اخاكم النجاشي قدمات فاستغفروا له۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے ان کے لئے استغفار کرو۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۳۴۷۔۲۳۴۸۔۲۳۵۰ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۲۳۴۷۔۲۳۵۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۱٦ و ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸۔۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا يونس قال ثنا بن وهب قال اخبرني مالك عن بن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ثم ان رسول اللہ ﷺ نعی للناس النجاشي في اليوم الذی مات فيه ثم خرج الى المصلى فصف بهم وكبر عليه اربع تكبيرات۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر علی الجنائز ج ۱ ص ۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة انه قال نعى لنا رسول اللہ ﷺ النجاشي صاحب الحبشة في اليوم الذی مات فيه فقال استغفروا لاخيكم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(السنن الکبری ج ۴ ص ۵۷ رقم الحدیث ٦۹۳۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۷۰۲٦ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ج ۱ ص ٦۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۰ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۳۱۷٦ و ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۳۲۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند الربیع باب صلاۃ الجنائز ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۴۷۹ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۱۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۵ ص ۴۰ رقم الحدیث ۱٦۴۹ و ج ٦ ص ٦۱۔٦۲۔٦۳ رقم الحدیث ۲۰۳۷۔۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۱ ص ۵۹۰۹ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۳ رقم الحدیث ۸۸۳ مطبوعہ دار حراء مکۃ المکرمۃ) (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اصحمۃ بن ابجر النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰٦ برقم ۴۷۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (عمدۃ الاحکام کتاب الجنائز ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خلاصۃ البدر المنیر ج ۱ ص ۲٦٦ رقم الحدیث ۹۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (تلخیص الحبیر کتاب الجنائز ج ۲ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)،

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الوہاب کتاب الجنائز فصل فی صلاۃ المیت ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (روض الانف مع سیرۃ النبویہ لامام ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ذکر الہجرۃ الی ارض الحبشۃ ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (شرح زرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰۔۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الرابع فی ذکر ارسال رسول اللہ ﷺ الی النجاشی وکتابہ الیہ ج ۲ ص ۳۶ ۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۳۹ برقم ۱۵۵ و ص ۱۹۲ برقم ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قولہ ولا اراہ الا قد مات یرید واللہ اعلم قبل بلوغ الهدیة الیہ وهذا القول صدر منہ قبل موتہ ثم لما مات نعاہ فی الیوم الذی مات فیہ وصلی علیہ۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے" واللہ اعلم آپ نے ہدیوں کو اس کی طرف بھیجنے سے پہلے خبر دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کے فوت ہونے سے پہلے آپ نے ان کلمات کو صادر فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہوا تو حضور ﷺ نے اسی دن اس کے فوت ہونے کی خبر دیدی اور اس پر نماز پڑھی تھی۔

(دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۲ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیهقی من طریق مسلم بن خالد الزنجی عن موسی بن عقبة عن ابیه عن ام کلثوم قالت: لما تزوج النبی ﷺ ام سلمة قال قد اهدیت الی النجاشی اواقی من مسک وحلة وانی لااراه قد مات ولا اری الهدیة الا سترد علی فان ردت علی اظنه قال قسمتها بینکن او فهی لک قال فکان کما قال رسول الله ﷺ مات النجاشی وردت الهدیة......

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو آپ نے فرمایا، میں نے نجاشی کی طرف سے چند مشک کے اوقیے اور جوڑے بھیجے ہیں۔ میں اسے نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور میں ان ہدیوں کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اسے میری طرف واپس کر دیا ہے تو یہ غیبی خبر ایسے ہی واقع ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی فوت ہو گیا اور ہدیہ واپس آ گئے۔

(السیرۃ النبویہ نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ بارض الحبشہ ج ۳ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب ثابت ہوا جو **قال نعی لنا رسول اللہ ﷺ النجاشی صاحب الحبشة فی الیوم الذی مات فیہ** سے واضح ہے۔ حضور ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۲﴾......حضور ﷺ نے پہلے سے بتادیا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن علی بن خلف انا ابو عبدالرحمن السلمی انا ابوبکر الربویخی انا الحسن بن سفیان ثنا حرملة انا ابن وهب حدثنی معاوية عن ابی عبدالله محمد الاسدی انه سمع وابصة الاسدی قال جئت لاسال النبی ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أساله عنه یا وابصة: اخبرك بما جئت تسالنی عنه؟ قلت: اخبرنی یا رسول الله۔ قال: جئت تسالنی عن البر والاثم۔ قلت: ای والذی بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك فی نفسك وان أفتاك عنه الناس۔

ترجمہ: حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتایئے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۱۹ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن وابصة بن معبد الاسدی ان رسول الله ﷺ قال لوابصة ثم جئت تسال عن البر والاثم قال قلت نعم۔

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابصہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

(سنن الدارمی باب دع ما یریبک الا مالا یریبک ج ۲ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۲۵۳۳ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی ادن یا وابصة ادن یا وابصة فدنوت منه حتی مست رکبتی رکبته فقال یاوابصة اخبرك ما جئت تسالنی عنه او تسالنی فقلت: یا رسول الله فاخبرنی قال: جئت تسالنی عن البر والاثم قلت نعم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتایئے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو وابصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وابصة بن معبد جہنی ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد و البزار، و ابویعلی، والبیھقی و ابو نعیم، عن وابصۃ الاسدی قال: جئت لاسال النبی ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان اساله عنه یا وابصۃ: اخبرك بما جئت تسالنی عنه؟ قلت: اخبرنی یا رسول اللہ۔ قال: جئت تسالنی عن البر والاثم۔ قلت: ای والذی بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك فی نفسك وان افتاك عنه الناس۔

ترجمہ: امام احمد و بزار، ابویعلی، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتایئے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وھو الاخبار بالغیب۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳﴾...... یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البیھقی، عن رجل من الانصار: دعت امراۃ النبی ﷺ الی طعام، فلما وضع اخذ النبی ﷺ لقمۃ، فجعل یلوکھا فی فمه ثم قال: اجد لحم شاۃ اخذت بغیر حق، فسالت المراۃ فذکرت ان جارتھا ارسلتھا بغیر اذن زوجھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے کھانے کی دعوت کی۔ جب کھانا رکھا گیا تو حضور ﷺ نے لقمہ لے کر منہ میں اسے چبایا تو فرمایا' میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے ناحق پکڑ لیا گیا تھا۔ اس عورت سے پوچھا گیا' اس عورت نے کہا کہ اس کی ہمسایہ نے اس گوشت کو اپنے شوہر کی اجازت لئے بغیر بھیجا تھا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن العلاء اخبرنا ادریس اخبرنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال ثم خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرایت رسول الله ﷺ وهو علی القبر یوصی الحافر اوسع من قبل رجلیه اوسع من قبل راسه فلما رجع استقبله داعی امراة فجاء وجیء بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا فنظر آباؤنا رسول الله ﷺ یلوك لقمة فی فمه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المراة قالت یارسول الله انی ارسلت الی البقیع یشتری لی شاة فلم اجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاة ان ارسل الی بها بثمنها فلم یوجد فارسلت الی امراته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعمیه الاساری۔

ترجمہ: انصار کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے آپ قبر کھودنے والے کو وصیت فرمارہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا آپ نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے پس کھانا لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا سب نے کھایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا آپ اپنے منہ میں ایک لقمہ چبار ہے تھے آپ نے فرمایا مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے پھر اس عورت کو بلایا گیا اس نے کہا یارسول اللہ میں نے کسی کو منڈی کی طرف بھیجا تھا تاکہ میرے لیے بکری خرید لی جائے تو بکری نہیں ملی میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے وہ بکری مجھے بھیج دی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلادو۔

(سنن ابی داؤد باب فی اجتناب الشبھات ج ۳ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۳۳۳۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام علی بن عمر الدار قطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے۔

(سنن الدار قطنی ج ۴ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۱۵۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۴﴾.....تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آرہا ہے

محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

كنا عند النبى ﷺ فقال النبى ﷺ يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبكر فسلم ثم اجلس۔

ترجمہ: ہم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۷۲ رقم الحدیث ۴۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه، عن ابن مسعود قال: قال النبى ﷺ يطلع عليكم رجل من هل الجنة فاطلع ابوبكر فسلم ثم جلس۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن العباس بن الحسين ابوبكر القاص كان شيخاً فقيرا يقص فى جامع المنصور وفى الطرقات والاسواق وسمعته يقول حدثنا ابوبكر محمد بن احمد المفيد حدثنا الحسن بن على بن زيد حدثنا حاجب بن سليمان حدثنا وكيع بن الجراح حدثنا سفيان بن سعيد الثورى قال حدثنى سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبدالله قال كنا ثم النبى ﷺ يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبكر الصديق فقام النبى ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۳۔۱۲۴ رقم ۱۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن جابر بن عبدالله قال كنا ثم النبى ﷺ فقال يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبكر فقام النبى ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۵﴾......سب سے بد بخت انسان کون ہے؟

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ عشیرہ میں ہم رکاب تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا آپ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹٹولا اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے آپ ﷺ نے فرمایا علی اٹھو! کیا میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بد بخت انسان کون ہے؟ ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ نے اپنے سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی آپ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑلی۔ (یعنی سر سے لے کر داڑھی تک خون ہی خون ہوگا)

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۴۔۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۸۶۔۶۸۷ رقم الحدیث ۱۱۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۱۷۵ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی نا وکیع قال حدثنی قتیبۃ بن قدامۃ الرؤاسی عن ابیہ عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول اللہ ﷺ یا علی تدری من شر الاولین وقال وکیع مرۃ عن الضحاک عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ ثم یا علی تدری من اشقی الاولین قلت واللہ ورسولہ اعلم قال عاقر الناقۃ قال تدری من شر وقال مرۃ من اشقی الآخرین قلت اللہ ورسولہ اعلم قال قاتلک۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۶۶ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتلہ باشقی الآخرین ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال علی ان رسول اللہ ﷺ عھد الی انی لا اموت حتی اومر ثم تخضب ھذہ یعنی لحیتہ من دم ھذہ یعنی ھامتہ فقتل وقتل ابو فضالۃ مع علی یو م صفین اسنادہ ضعیف۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں خلیفہ نہ بن جاؤ پھر میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ دیا جائے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے اور ابوفضالہ رضی اللہ عنہ بھی یوم صفین کے روز قتل ہوئے۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۳۲۴ رقم الحدیث ۷۰۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

لا اموت حتی تخضب ھذہ من ھذہ وضرب بیدہ علی لحیتھو ھامتہ۔

ترجمہ: میں نہیں مروں گا جب تک میری داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ نہ دیا جائے۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۱۰۹ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبیداللہ ان النبی ﷺ قال لعلی یا علی من شقی الاولین والآخرین قال اللہ ورسولہ اعلم قال اشقی الاولین عاقر الناقۃ واشقی الآخرین الذی یطعنک یا علی واشار الی حیث یطعن قال اخبرنا الفضل بن دکین قال اخبرنا سلیمان بن القاسم الثقفی قال حدثتنی امی عن ام جعفر سریۃ علی قالت انی لاصب علی یدیہ الماء اذا رفع رأسہ فاخذ بلحیتہ فرفعها الی کلاهما فقال واها لک لتخضبن بدم قالت فاصیب یوم الجمعۃ۔

ترجمہ: حضرت عبید اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اگلوں اور پچھلوں میں بدبخت ترین کون ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں فرمایا اگلوں کا سب سے زیادہ بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بدبخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ ﷺ نے اس مقام پر اشارہ کیا جہاں وہ نیزہ مارے گا۔

ام جعفر سریہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی یکایک انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنی داڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی پھر جمعے کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۹۴ رقم الحدیث ۱۱۸۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۴۵ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۴۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۲۵۔۲۶ رقم الحدیث ۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححہ عن علی قال قال لی رسول اللہ ﷺ انک مستضرب ضربۃ ههنا وضربۃ ههنا واشار الی صدغیہ فیسیل دمهما حتی تخضب لحیتک ولہ طرق کثیرۃ عن علی۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ فرمایا تمہیں اس جگہ اور اس جگہ ضرب لگائی جائے گی اور حضور ﷺ نے دونوں کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں زخموں سے خون بہہ کر تمہاری داڑھی کو رنگین کر دے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۹۷ رقم الحدیث ۳۱۵۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵۔۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۲۵ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند البزار ج ۴ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۱۴۲۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۸ رقم الحدیث ۱۵۵۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا ابو کریب وحدثنا القاسم بن عباد الخطابی ثنا سوید بن سعید قالا ثنا رشدین بن سعد عن یزید بن عبداللہ بن الهاد عن عثمان بن صهیب عن ابیه عن النبی ﷺ ثم انه قال یوما لعلی رضی اللہ عنه من اشقی الاولین؟ قال الذی عقر الناقة یارسول اللہ ﷺ قال صدقت فمن اشقی الآخرین؟ قال لا علم لی یارسول اللہ قال: الذی یضرب علی هذه واشار النبی ﷺ بیده الی یا فوخه۔

فکان علی رضی اللہ عنه یقول لاهل العراق: اما واللہ لوددت انه قد فخضب هذه یعنی لحیته من هذه ووضع یده علی مقدم راسه۔ واللفظ لحدیث سوید بن سعید وقال الحضرمی فی حدیث واشار بیده الی یافوخه۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بدبخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے بدبخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کنپٹی پر وار کر کے شہید کر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بدبخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ (یعنی داڑھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب) کو خون آلود کرتا اور میں درجۂ شہادت کو پالیتا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۳۱۱ و ج ۲ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۲۰۳۷۔ ۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر مقتلہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ ذکر مقتل امیر المومنین علی بن ابی طالب وما ورد من الاحادیث النبویۃ من الاخبار بمقتلہ وکیفیۃ ج ۷ ص ۳۲۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۰۵ رقم الحدیث ۹۸۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (مسند ابی یعلی مسند علی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۴۸۵ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ا اشقی رجلین ثم قال الاحدثکما باشقی الناس رجلین قلنا بلی یارسول اللہ قال احمیر ثمود الذی عقر الناقة والذی یضربك یا علی علی هذه وضع یده علی قرنه حتی یبل منها هذه واخذ بلحیته۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بدبخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی ضرور یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی۔

(السیرۃ النبویۃ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ العشیرۃ ج ۳ ص ۱۴۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

اشقی الناس

وذکر اشقی الناس قال وهو احمیر ثمود الذی عقر الناقة صالح واسمه قدار بن سالف وامه قدیرة وهو من التسعة رهط المذکورین فی سورة النمل وقد ذکرت اسماء هم فی التعریف والاعلام۔

marfat.com

Marfat.com

سب سے بڑا بد بخت انسان

ترجمہ: علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے بڑا بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم ثمود کا وہ شخص ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں قدیرہ ہے۔ یہ ان نو اشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نمل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔

(روض الانف للسہیلی تکنیۃ علی بابی تراب ج ۳ ص ۴۰۔۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وھو من معجزات النبی ﷺ وھو من باب اخبارہ بالغیوب۔

ترجمہ: یہ معجزات النبی ﷺ میں سے ہیں اور یہ اخبار الغیب کے باب میں سے ہے۔

(تخریج الدلالات السمعیۃ الفصل الثانی فی ذکر نسبھم واخبارھم رضی اللہ عنہم ص ۱۸۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر (۶)......زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھو

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذارہ ما رواہ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ مناحب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو ارادہ رکھتا ہو کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نظر الیہ فقال من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر طلحۃ ثم شھد طلحۃ بن عبیداللہ یوم الجمل۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ پھر طلحہ رضی اللہ عنہ یوم جمل میں شہید ہوئے۔

(الاستیعاب ذکر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۶۶ برقم ۱۲۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ طلحہ بن عبیداللہ ج ۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵۔۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن موسی بن طلحۃ عن ابیہ قال کان النبی ﷺ اذا رآنی قال من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ اسنادہ حسن۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو محبوب رکھتا ہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھے تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ اس حدیث مبارک کی اسناد حسن ہے۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۳ ص ۴۴ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن محمد وعمرو بن عبداللہ الاودی قالا ثنا وکیع ثنا الصلت الازدی ثنا ابونضرۃ عن جابر ان طلحۃ مر علی النبی ﷺ فقال ثم شھید یمشی علی وجہ الارض۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا شہید زمین پر چل رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۲۳۶ و ص ۷۰۴ ذکر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۹۶ رقم الحدیث ۳۳۳۷۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۳۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن ھشام وذکر عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ان النبی ﷺ قال من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دراوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۹ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۸۳ برقم ۲۲۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

من سرہ ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(سنن الترمذی باب مناقب طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۴۴ رقم الحدیث ۳۷۳۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۷﴾......امام حسین رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن محمد بن عمرو بن حسن قال: کنا مع الحسین رضی اللہ عنہ بنھر کربلاء فنظر الی شمر بن ذی الجوشن فقال: صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ ﷺ کانی انظر الی کلب ابقع یلغ فی دماء اھل بیتی وکان شمر ابرص۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔ گویا میں چتکبرے کتے کو دیکھ رہا

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ہوں جو میری اہل بیت کا خون پی رہا ہے۔ چونکہ شمر ملعون برص کے مرض میں مبتلا تھا۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیهقی عن الشعبی قال: ان ابن عمر قدم المدینة فاخبر ان الحسین قد توجه الی العراق فلحقه فی مسیرة لیلتین من المدینة فقال له: ان الله تعالی خیر نبیه بین الدنیا وبین الآخرة فاختار الآخرة ولم یرد الدنیا وانکم بضعة منه والله لا یلیها احد منکم ابدا وما صرفها الله عنکم الا للذی هو خیر لکم فارجعوا فابی فاعتنقه ابن عمر وقال: استودعتک الله من قتیل۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ آئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ مدینے سے دو دن کی مسافت پر جا کر ان سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار کرنے کو فرمایا تو حضور ﷺ نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا کو رد کیا چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے جزو ہیں۔ خدا کی قسم آپ میں سے کسی کو دنیا کبھی نہیں حاصل ہوگی اور اللہ تعالی نے آپ حضرات سے اس دنیا کو اس چیز کے ساتھ پھیر دیا ہے جو آپ حضرات کے لئے اس سے بہتر ہے لہذا آپ واپس چلئے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے یہ کہتے ہوئے معانقہ کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالی کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ آپ شہید ہیں۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰۔۴۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر انس بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۲۲۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبید الصفار، قال حدثنا بشر بن موسی الاسدی، اخبرنا الحسن بن موسی الاشیب، اخبرنا حماد عن عمار بن ابی عمار، عن عبدالله بن عباس قال: رایت رسول الله ﷺ فیما یری النائم نصف النهار اشعث اغبر فی یده قارورة فیها دم فقلت بابی انت یارسول الله ما هذه؟ قال: هذا دم الحسین واصحابه لم ازل التقطه منذ الیوم قال: فاحصوا ذلک الیوم فوجد قد قتل ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے بال مبارک گرد آلود ہیں اور آپ کے دست مبارک میں خون کی بوتل ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں شروع دن سے اس خون کو اس وقت تک جمع کرتا رہا ہوں تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو یاد رکھا تو یہ وہی وقت تھا جس دن وہ شہید کئے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۷۸ رقم الحدیث ۱۳۸۰۔۱۳۸۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۸۔۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۸۱ برقم ۱۷۲۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبدالرحمن ثنا حماد بن سلمة عن عمار بن ابی عمار عن بن عباس قال لم رأیت النبی ﷺ فی المنام بنصف النهار اشعث اغبر معه قارورة فیها دم یلتقطه اویتبع فیها شیئا قال قلت یارسول اللہ ما هذا قال دم الحسین واصحابه لم ازل اتبعه منذ الیوم قال عمار فحفظنا ذلك الیوم فوجدناه قتل ذلك الیوم۔

ترجمہ: حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دوپہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۲۱۶۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ اخبرنا احمد بن علی المقری اخبرنا ابو عیسی الترمذی اخبرنا ابوسعید الاشج اخبرنا ابو خالد الاحمر قال: حدثنا رزیق قال: حدثنی سلمی قالت دخلت علی ام سلمة وهی تبکی فقلت ما یبکیك؟ قالت رأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام وعلی راسه ولحیته التراب فقلت مالك یارسول اللہ قال: شهدت قتل الحسین آنفا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور آپ کی داڑھی شریف گرد آلود ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی ابھی مقتل حسین سے آ رہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۳ ص ۴۸ رقم الحدیث ۱۸۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر (۸)...... بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحفری عن سفیان عن زید بن ابی زیاد عن بن ابی نعم

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثم الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام قال ابوعیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۳۷۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳ رقم حدیث ۱۱۰۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب فضل فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ والحسن والحسین ج ۲ ص ۹۰۸ رقم الحدیث ۹۸۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر قول رسول اللہ من سرہ ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الی الحسین ص ۱۲۹۔۱۳۰ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۴۳ برقم ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۸۲۔۲۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال النبی ﷺ فیه وفی الحسن انهما سیدا شباب اهل الجنة۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۲۔۲۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۸)، (مسند احمد ج ۳ ص ۶۲۳)، (للحاکم ج ۳ ص ۱۶۶۔۱۶۷)، (ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۲۹)، (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۹)، (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر انهما سیدا شباب اهل الجنة ص ۱۲۹ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۷۸ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مختصر المختصر ماجاء فی معجزاتہ ﷺ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۱ ص ۵۲۲ برقم ۱۲۵۳ وذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۷۱ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۲ ص ۵۲۹ رقم الحدیث ۸۷۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۹﴾......سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج مسلم عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ اسرعکن لحوقا بی اطولکن یداً فکن یتطاولن ایهن اطول یدا فکانت زینب اطول یدا لانها کانت تعمل بیدها وتتصدق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ازواج میں سے وہ زوجہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے۔ تو ہم ناپتی تھیں کہ کس کے ہاتھ طویل ہیں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے ہاتھ طویل تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۱۔ حاکم مستدرک ج ۴ ص ۹۵۔ طحاوی مشکل الآثار ج ۱ ص ۸۲۔ (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸۵۔ کنز العمال رقم الحدیث ۱۵۹۵۲۔ (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (الشفا بعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۰ـ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ تزویجہ بزینب بنت جحش ج ۴ ص ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحۃ عرسھا الذی ولی اللہ عقد نکاحہ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۲۷ رقم الحدیث ۷۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

قال محمد بن عمر هذا الحديث وهل في سودة وانما هو في زينب بنت حجش و كانت اول نساء رسول الله ﷺ لحوقا به وتوفيت في خلافة عمر بن الخطاب وبقيت سودة بنت زمعة فيما حدثنا محمد بن عبدالله بن مسلم عن ابيه ان سودة توفيت في شوال سنة اربع وخمسين بالمدينة في خلافة معاوية بن ابي سفيان قال محمد بن عمر وهذا الثبت عندنا۔

ترجمہ: لیکن محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں راوی کو وہم ہو گیا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا اور یہ انتقال دور فاروقی میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال محمد بن عبداللہ بن مسلم کی روایت کے مطابق دور معاویہ میں شوال ۵۴ھ کو ہوا اور یہی روایت ہمارے نزدیک زیادہ صحیح وقابل اعتماد ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

وهي اول نساء رسول الله ﷺ وفاة۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(الثقات ج ۳ ص ۱۴۴ برقم ۴۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وكانت اول نساء النبي ﷺ وفاة بعده ولحوقا به ﷺ روى اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي عن عبدالرحمن بن ابزى قال صليت مع عمر على ام المؤمنين زينب بنت جحش و كانت اول نساء النبي ﷺ وفاة۔

حدثنا عبدالوارث حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا احمد بن زهير حدثنا معاوية بن عمرو حدثنا المسعودي عن القاسم قال كانت زينب بنت جحش و كانت اول نساء النبي ﷺ لحوقا به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(الاستیعاب ذکر ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۴ ص ۱۸۵۰ برقم ۳۳۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اول من يلحقني من اهلي انت يافاطمة واول من يلحقني من ازواجي زينب وهي اطولكن كفا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۶۸ رقم الحدیث ۲۸۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۳۵ رقم الحدیث ۲۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث انه قال لازواجه اسرعکن بی اطولکن یدا فاجتمعن یتطاولن فطالتهن سودة فماتت زینب تلك صفة زینب بنت جحش۔

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے کہا تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

(روض الانف من شرح شعروج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابراهیم ثنا محمد بن سفیان بن موسی الصفار ثنا محمد بن آدم ثنا محمد بن السماك عن اسماعیل بن ابی خالد عن عامر ثنا عبدالرحمن بن ابزی قال صلیت خلف ابن عمر علی زینب زوج النبی ﷺ بالمدینة و کانت اول نسائه بعده موتا فکبر علیها اربعا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے زینب رضی اللہ عنہا زوج نبی ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی آپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر محمد بن صبیح بن سماک رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وهی اول نساء رسول الله ﷺ وفاة بعده۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(دلائل النبوۃ امام بیہقی باب تسمیہ ازواج النبی ﷺ واولادہ رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهی اول ازواجه لحوقا به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۵۷ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی البزار عن عبدالرحمن بن ابزی انه صلی مع عمر علی زینب فکبر اربعا و کانت اول نساء النبی ﷺ موتا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن ابزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی چار تکبیرات کہی اور یہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی تھی جس کی وفات ہوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی الموطا ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبراني من طريق الشعبي ان عبدالرحمن بن ابزى اخبره انه صلى مع عمر على زينب بنت حجش و كانت اول نساء النبي ﷺ ماتت بعده۔

(اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدی وغيره من اهل السير والمغازی والتواريخ توفيت سنة عشرين من الهجرة وصلى عليها امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه ودفنت بالبقيع وهي اول امراة صنع لها النعش۔

(البدایۃ والنھایۃ تزویجہ بزینب بنت جحش ج ۴ ص ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحۃ عرسھا الذی ولی اللہ عقد نکاحہ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۰﴾......اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج مسلم عن عمر قال: ان رسول الله ﷺ حدثنا ان رجل من اهل اليمن يقدم عليكم ولا يدع بها الا اماله قد كان به بياض فدعا الله ان يذهبه عنه فاذاهبه عنه الا موضع الدينار يقال له اويس فمن لقيه منكم فليامره فليستغفر له۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ اہل یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور یمن میں صرف اپنی والدہ کو ہی چھوڑ کر آئے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی تو اس نے اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کی تو وہ سفیدی اس سے جاتی رہی۔ صرف ایک دینار کے برابر سفیدی باقی ہے۔ اس کا نام اویس رحمۃ اللہ علیہ ہے تو تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنھایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له: اويس بن عامر يخرج به رضح فيدعو الله ان يذهبه عنه فيذهبه فيقول: اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك على فيدع له في جسده فمن ادركه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا ''اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك علي'' ''اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر اویس القرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا یا رسول اللہ کیف لنا برجل منهم قال ذاك اویس القرنی قالوا وما اویس القرنی قال اشهل ذا صهوبة بعید ما بین المنکبین معتدل القامة آدم شدید الادمة ضارب بذقنه الی صدره رام بذقنه الی موضع سجوده واضع یمینه علی شماله یتلو القرآن یبکی علی نفسه ذو طمرین لا یؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول فی اهل الارض معروف فی اهل السماء لو اقسم علی اللہ لا بر قسمه الا وان تحت منکبه الا یسر لمعة بیضاء الا وانه اذا کان یوم القیامة قیل للعباد ادخلوا الجنة ویقال لاویس قف فاشفع فیشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربیعة ومضر یا عمرو یا علی اذا انتما لقیتماه فاطلبا الیه ان یستغفر لکما یغفر اللہ لکما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں "اویس قرنی" ہے، جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۱۹ برقم ۵۰۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد اللہ القرنی وان شفاعة فی امتی مثل ربیعة ومضر۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ خلیلی من هذه الامة اویس القرنی۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میں میرا خلیل اویس قرنی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۳۹۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۵ رقم الحدیث ۶۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال: نادی رجل من اھل الشام یوم صفین فقال فیکم اویس القرنی؟ قالوا: نعم قال انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من خیر التابعین اویس القرنی ثم ضرب دابته فدخل فیھم۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے عبدالرحمٰن بن ابولیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگ صفین کے روز اہل شام کے ایک آدمی نے پکارا کہ کیا تم میں اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں ہیں۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) حاکم مستدرک ج ۳ ص ۴۰۲۔ ، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دارصادر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۴۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۲۰۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۱۱۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر بن مالک ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی وعبیداللہ بن عمر قالا ثنا عبداللہ بن الاشعث بن سوار عن محارب بن دثار قال قال رسول اللہ ﷺ ان من امتی من لا یستطیع ان یاتی مسجدہ او مصلاہ من العری یحجزہ ایمانہ ان یسال الناس منھم اویس القرنی وفرات بن حیان۔

ترجمہ: حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو ننگے ہونے کی وجہ سے اپنی مسجد اور عیدگاہ میں نہیں جاسکتے اور ان کا ایمان ان کو لوگوں سے مانگنے سے روکتا ہے ان میں سے اویس قرنی اور فرات بن حیان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبدالرحمٰن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۳۸ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۱ برقم ۵۰۰ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انہ قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لک وانت صاحب رسول اللہ ﷺ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۱﴾......دو عظیم گروہوں کے درمیان اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

للحسن ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا میرا یہ فرزند سردار ہے اور توقع ہے کہ اللہ عزوجل مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعہ صلح کرائے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۴۔۲۱۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی الصلح وما کان بعدہ ج ۷ ص ۲۵۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۶۸ رقم الحدیث ۱۳۵۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۹۔۲۰ رقم الحدیث ۶۲۔۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۵ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۱۸۵۷ وقال اسنادہ صحیح مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتلہ باشقی الآخرین ص ۱۲۵ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما یحدث بعدہ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالغیوب المستقبلیۃ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۷۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۲۸۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۷۱ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (صحیح بخاری رقم الحدیث ج ۴ رقم الحدیث ۶۴۲۹)، (سنن الترمذی ج ۵ رقم الحدیث ۳۷۹۸)، (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ج ۴۶۶۲۳)، سنن النسائی ج ۲ رقم الحدیث ۱۴۰۹، صحیح ابن حبان ج ۱۵ رقم الحدیث ۶۹۶۴، مسند احمد ج ۵ ص ۴۴،۵۱، طبرانی کبیر ج ۳ رقم الحدیث ۲۵۹۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۵) (طبرانی صغیر باب الملام ج ۱ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال الامام رحمه الله فی هذا الحدیث من دلالة النبوة انه کان الامر کما ذکر ﷺ اصلح الله به بین جند العراق و جند الشام۔

ترجمہ: امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبوۃ پر دلالت کرتی ہے کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل نے اس کے ذریعے عراقی اور شامی لشکروں میں صلح فرمادی۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۱۲﴾......ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا شہیدہ ہے

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقری بن الحمامی رحمہ اللہ ببغداد ثنا احمد بن سلمان النجار ثنا جعفر بن محمد بن شاکر ثنا ابونعیم ثنا الولید بن جمیع حدثتنی جدتی عن ام ورقة بنت عبداللہ بن الحارث ثم وکان رسول اللہ ﷺ یزورھا ویسمیھا الشھیدة وکانت قد جمعت القرآن وکان رسول اللہ ﷺ حین غزا بدرا قالت تاذن لی فاخرج معک امرض مرضکم لعل اللہ تعالیٰ یھدی لی شھادة قال ان اللہ تعالیٰ مھد لک شھادة فکان یسمیھا الشھیدة وکان النبی ﷺ قد امرھا ان تؤم اھل دارھا وانھا غمتھا جاریة لھا وغلام کانت قد دبرتھما فقتلاھا فی امارة عمر فقیل ان ام ورقة قتلتھا جاریتھا و غلامھا وانھما ھربا فاتی فکانا اول مصلوبین بالمدینة فقال عمر رضی اللہ عنہ صدق رسول اللہ ﷺ کان یقول انطلقوا نزور الشھیدة۔

ترجمہ: حضرت ام ورقہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور آپ نے ان کا نام الشہیدۃ رکھا تھا، وہ قرآن کی حافظہ تھیں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی تیمارداری کروں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا فرمائے گا اور آپ ان کو الشہیدۃ کہتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کیا کریں ان کو مال غنیمت میں سے ایک باندی اور ایک غلام ملا تھا جن کو انہوں نے مدبر کر دیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور دونوں بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو پکڑ لیا گیا اور ان دونوں کو سولی پر لٹکایا، مدینہ طیبہ میں ان کو سب سے پہلی سولی دی گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آپ فرماتے تھے چلو الشہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔

(سنن الکبری للبیہقی جماع ابواب اثبات امامة المرأة وغیرھا ج ۳ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۵۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۳۲۱ برقم ۱۲۲۹۴ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳۲۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن خزیمۃ جماع ابواب صلاۃ النساء فی الجماعۃ باب امامۃ المرأۃ النساء فی الفریضۃ ج ۳ ص ۸۹ رقم الحدیث ۱۶۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابوداود وابونعیم عن جمیع وعبدالرحمن بن خلاد الانصاری عن ام ورقة بنت نوفل ان النبی ﷺ لما غزا بدرا قالت: یارسول اللہ ائذن لی فی الغزو معک لعل اللہ تعالیٰ ان یرزقنی شھادة قال قری فی بیتک فان اللہ یرزقک الشھادة فکانت تسمی الشھیدة وکانت قد قرات القرآن ثم انھا دبرت غلاما لھا و جاریة فقاما الیھا من اللیل فغماھا بقطیفة حتی ماتت وذلک فی امارة عمر فامر بھا فصلبا فکانا اول مصلوب بالمدینة

ترجمہ: ابوداود وابونعیم رحمہما اللہ نے جمیع اور عبدالرحمن بن خلاد انصاری رضی اللہ عنہ سے ان دونوں نے ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب بدر گئے تو ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے غزوہ بدر میں اپنی معیت میں جانے کی اجازت دیجئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو۔ اللہ عزوجل تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا۔ تو ان کو لوگ شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اس کی شہادت کا واقعہ یہ ہوا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں اور انہوں نے ایک غلام اور باندی کو مدبر کیا تھا۔ وہ دونوں رات کے وقت ان کے پاس آئے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو حکم دیا اور دونوں کو سولی دی گئی۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سولی چڑھنے والے تھے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۸۔۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵) الاصابۃ ج ۴ ص ۵۰۵)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (اعلام النبوۃ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال صدق رسول الله ﷺ حين كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب باب الواو ج ۴ ص ۱۹۶۵ برقم ۴۲۲۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال عمر صدق رسول الله كان يقول انطلقوا بنا نزوروا لشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کی ملاقات کے لئے چلیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال عمر رضى الله عنه صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا فزوروا لشهيدة۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ام ورقۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ (آؤ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کریں)

فقال عمر صدق رسول الله كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة رحمها الله۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیادت کریں۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۷۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرجه ابن راهويه وابن سعد والبيهقي وابونعيم من وجه آخر وزاد في آخره فقال عمر: صدق رسول الله ﷺ وكان يقول انطلقوا نزور الشهيدة۔

ابن راہویہ ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیارت کریں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۳﴾......لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ یقول ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ انا ھو یارسول اللہ قال لا ولکن خاصف النعل فی الحجرۃ وکان اعطی علیا نعلہ یخصفھا۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بے شک تم میں سے ایک تاویل قرآن پر جھگڑا کرے گا جیسے کہ اس کے نزول پر جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کیا وہ میں ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ تو حضور ﷺ فرمانے لگے نہیں بلکہ جوتے کے سینے والا حجرے میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوتا مبارک دیا تھا تاکہ اس کو سی لے۔

(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قثنا یحیی بن آدم نا یونس عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع قال قال رسول اللہ ﷺ ثم لینتھین بنو ولیعۃ او لا بعثن الیھم رجلا کنفسی یمضی فیھم امری یقتل المقاتلۃ ویسبی الذریۃ قال فقال ابوذر فما راعنی الا برد کف عمر فی حجزتی من خلفی فقال من تراہ یعنی قلت ما یعنیک ولکن خاصف النعل۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۹۶۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال ابوبکر انا ھو یارسول اللہ قال لا قال لہ عمر انا ھو یارسول اللہ قال لا ولکنہ خاصف النعل قال وفی کف علی نعل یخصفھا لرسول اللہ ﷺ۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۳۳ برقم ۴۵۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الحاکم وصححہ والبیھقی عن ابی سعید قال: کنا مع رسول اللہ ﷺ فانقطعت نعلہ فتخلف علی یخصفھا فمشی قلیلا ثم قال ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فقال ابوبکر انا قال: لا قال عمر: انا قال: لا ولکن خاصف النعل۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کی نعلین مبارک ٹوٹ گئی تو حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ پیچھے رہ کر اسے سینے لگے پھر کچھ دور چل کر فرمایا تم میں سے ایک شخص وہ ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح کہ میں اس کی تنزیل پر جنگ کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

نے عرض کیا کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۱۳ رقم الحدیث ۳۲۹۶۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۴﴾......سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ابی شیبۃ وابویعلی والبیھقی عن ابی ذر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ۔

قال البیھقی: یشبہ ان یکون ھو یزید بن معاویۃ۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ وابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شبہ ہوتا ہے کہ غالباً وہ آدمی یزید بن معاویہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۳۵ رقم الحدیث ۴۶۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن مکحول عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث للحافظ نور الدین الھیثمی کتاب الامارۃ باب فی ولاۃ السوء ج ۲ ص ۶۴۲ رقم الحدیث ۶۱۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع والبیھقی وابونعیم عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال ھذا الامر معتدلاً قائما بالقسط حتی یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔

ترجمہ: ابن منیع وبیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابونعیم عن معاذ بن جبل ان النبی ﷺ قال اتتکم الفتن کقطع اللیل المظلم کلما ذھب رسل جاء رسل تناسخت النبوۃ فصارت ملکا امسک یا معاذ واحص فلما بلغت خمسۃ قال یزید لا یبارک اللہ فی یزید ثم ذرفت عیناہ فقال نعی الی حسین واتیت بتربتہ واخبرت بقتلہ فلما بلغت عشرۃ قال الولید اسم فرعون ھادم شرائع الاسلام یبؤ بدمہ رجل من اھل بیتہ۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر اندھیری رات کے ٹکڑے کی مانند فتنے آئے جب ایک رسول گیا دوسرا رسول آ گیا اور نبوت منسوخ ہو گئی اور بادشاہت آ گئی۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ یاد رکھو اور گنو۔ پھر جب پانچ تک پہنچے تو فرمایا یزید۔ اللہ عزوجل یزید میں برکت نہ دے اس کے بعد آپ کے چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی اور ان کے مقتل کی مٹی لائی گئی ہے اور مجھے ان کے قاتل کی خبر دی گئی۔ اس کے بعد جب شمار دس تک پہنچی تو فرمایا ولید۔ یہ فرعون کا نام ہے۔ وہ اسلامی شریعت کا ڈھانے والا ہوگا۔ اس کے اہلبیت کا ایک آدمی اس کا خون بہائے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۵﴾......عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الشیخان عن ابی سعید ومسلم عن ام سلمۃ وابی قتادۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ ھذا الحدیث متواتر رواہ من الصحابۃ بضعۃ عشر کما بینت ذلک الاحادیث المتواترۃ۔

ترجمہ: شیخین رحمہما اللہ نے ابوسعید و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی۔ یہ حدیث متواتر ہے اسے دس صحابیوں نے روایت کیا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں میں نے اسے بیان کیا ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب العین من اسمہ عمر ج ا ص ۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۴۷۔ ۲۸۱۲۔ صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۰۔ ۷۲۔ ۷۳۔ مسند الطیالسی ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۲۰۶۸)، ولائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۵۴۶۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فیما کان بینھم یوم صفین رضی اللہ عنھم ج ۷ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ا ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۹۵۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۷۳۶۔ ۳۳۵۵۱)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۱۔ ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابن جعد ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۱۷۵ و ص ۲۴۵۔ ۲۴۶ رقم الحدیث ۱۶۲۱۔ ۱۶۲۲ مطبوعہ موسسۃ نادر بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ا ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۴۴۔ ۳۴۵ رقم الحدیث ۳۱۶۹۸ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۳۱۷۱۸۔ ۳۱۷۱۹ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۳۳۵۳۲۔ ۳۳۵۳۳ ص ۷۲۵ رقم الحدیث ۳۳۵۴۹۔ ۳۳۵۵۰۔ ۳۳۵۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ا ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص۵۱ رقم الحدیث ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (معجم الشیوخ ص۲۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر ابی قتادۃ الانصاری ج۳ ص۴۳۶ رقم الحدیث ۱۸۷۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (البدایۃ والنھایۃ ج۷ ص۳۱۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ فصل بناء مسجدہ الشریف فی مدۃ مقامہ علیہ السلام بدار ابی ایوب رضی اللہ عنہ ج۲ ص۲۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (معجم الصحابۃ ج۱ ص۲۳۶ برقم ۲۶۷ و ج۲ ص۲۷۶ برقم ۹۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص۷۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالغیوب المستقبلیۃ ص۲۱۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الثقات لابن حبان ذکر قدوم النبی المدینۃ ج۱ ص۱۳۵ و ص۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص۱۷ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)، (السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص۱۴۳ و ص۵۴۲ ذکر قدوم النبی ﷺ المدینۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج۱ ص۳۳۶ رقم الحدیث ۵۵۹۸ و حرف العین حدیث صحیح ج۱ ص۳۳۶ رقم الحدیث ۵۶۰۷ و ج۲ ص۵۷۲ رقم الحدیث ۹۶۴۰ حرف الواو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج۱۳ ص۴۰ رقم الحدیث ۱۸۲۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج۲۰ ص۴۸۲ رقم الحدیث ۱۷۸۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج۲ ص۳۳ رقم الحدیث ۵۴۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج۱ ص۴۱۹ـ۴۲۰ـ۴۲۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج۳ ص۲۵۲ـ۲۵۳ـ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج۳ ص۱۱۳۹ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج۴ ص۱۷۲ ذکر عبداللہ بن ابی الھذیل رحمۃ اللہ علیہ ج۴ ص۳۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اسماعیل بن عبدالرحمٰن انصاری تابعی رضی اللہ عنہ ج۱ ص۲۳۴ برقم ۵۳۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب المناقب باب فضل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج۲ ص۹۲۴ رقم الحدیث ۱۰۱۷ـ۱۰۱۸ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (الاستیعاب ج۲ ص۵۳۳ برقم ۸۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وتواترت الآثار عن النبی ﷺ انہ قال تقتل عمار الفئۃ الباغیۃ وھذا من اخبارہ بالغیب واعلام النبوتہ ﷺ وھو من اصح الاحادیث۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے متواتر آثار اس بارے میں نقل کی گئی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا اخبار الغیب ہے اور یہ اعلام النبوۃ ہے۔ اور یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

(الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج۳ ص۱۱۴۰ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومن معجزاتہ الاخبار بالغیوب والتکلم علی ما فی الضمائر وذلک فی غیر ما موطن بما ھو کثیر شائع ومن ذلک قولہ لعمار بن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیۃ وآخر شربۃ شربھا من الدنیا شربۃ لبن وتقدم للقتال یوم صفین وقاتل حتی قتل۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال قبل ان یقتل ائتونی بشربۃ لبن فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول آخر لم لم شربۃ تشربھا من الدنیا شربۃ لبن ولبت فی الصحیحن ان رسول اللہ ﷺ قال ویح عمار تقتلہ لم لم الفئۃ الباغیۃ۔

(تھذیب الاسماء ج۲ ص۳۵۱ برقم ۴۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا بن کاسب نا یوسف بن الماجشون عن ابیه عن ابی عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن عمار بن یاسر قال حدثنی حبیبی رسول الله ان آخر زادی من الدنیا مذقة لبن۔

(الآحاد والمثانی ذکر عمار بن یاسر ج ا ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۷۱ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ عهد الی ان آخر شربة تشربها من الدنیا شربة لبن۔

(الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال فشرب ثم قال قال رسول الله ﷺ ان آخر شربة تشربها من الدنیا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

(سیر اعلام النبلاء ج ا ص ۴۲۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ممد احمد بن الحسن ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن عمرو ابن دینار عن رجل من اهل مصر یحدث ان عمرو بن العاص اهدی الی ناس هدایا ففضل عمار بن یاسر فقیل له فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول تقتل عمارا الفئة الباغیة۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ہدایا تقسیم کیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا میں ان کے متعلق حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے عمار تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان کے علاوہ محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے دوسندوں کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے حنظلہ بن سوید رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۶۔۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہی محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ثنا الوحصین الوادعی ثنا یحی بن الحمانی ثنا خالد بن عبدالله عن عطاء بن السائب عن ابی البختری ومیسرة ان عمارا یوم صفین اتی بلبن فشربه ثم قال ان النبی ﷺ قال هذه آخر شربة اشربها من الدنیا فقام فقاتل حتی قتل۔

ترجمہ: عطاء بن سائب کے سلسلہ سند سے ابوالبختری اور میسرہ کا قول مروی ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز دودھ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوش کر کے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے بعد میرے پیٹ میں کوئی چیز نہیں جائے گی۔ اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہو گئے اور بالآخر

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

قتال کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمار بن یاسر ج ا ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ا ص ۱۵۲)، (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۲۳۰)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۸)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۵۳۹)، (جامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث ۳۲۹۶)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

عمار والفئة الباغية قال فدخل عمار بن ياسر وقد القلوه باللبن فقال يارسول الله قتلونی يحملون علي ما لا يحملون قالت ام سلمة زوج النبی ﷺ فرايت رسول الله ﷺ ينفض وفرته بيده وكان رجلا جعدا وهو يقول ويح ابن سمية ليسوا بالذين يقتلونك انما تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور باغی گروہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھی انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کردیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے آپ ﷺ کے بال مبارک گھنگریالے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے سمیہ کے نور نظر یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وفي جامع معمر بن راشد ان عمارا كان ينقل في بنيان المسجد لبنة عنه ولبنة عن رسول الله والناس ينقلون لبنة واحدة فقال له النبی اجر ولك اجران وآخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك الفئة الباغية۔

ترجمہ: جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے جب کہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں کے لئے ایک گنا جب کہ تمہارے لئے دو گنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(روض الانف ذکر سمیۃ ام عمار ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبكر ثنا وكيع عن سفيان عن حبيب بن ابی ثابت عن ابی البختری قال لما كان يوم صفين واشتدت الحرب قال عمار ائتونی بشراب اشربة ثم قال انی سمعت رسول الله يقول ان آخر شربة تشربها شربة لبن قال ثم تقدم فقتل۔

(الآحاد والمثانی ذکر عمار بن یاسر ج ا ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۷۲ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا وكيع بن الجراح قال اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابی ثابت عن ابی البختری قال قال عمار يوم صفين ائتونی بشربة لبن فان رسول الله ﷺ قال لی ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن فاتی بلبن فشربه ثم تقدم فقتل۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

قال اخبرنا الفضل بن دکین اخبرنا سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن البختری قال اتی عمار یومئذ بلبن فضحك وقال لی رسول اللہ ﷺ ان آخر شراب تشربه لبن حتی تموت۔

ترجمہ: ابی البختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

ابی البختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اس روز عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ مسکرائے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا یہاں تک کہ (اسے پی کر) تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال لعمار تقتلك الفئة الباغية و آخر زادك من الدنيا صاع من لبن۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وهو من اخبار بالغيب واعلام النبوته ﷺ وهو من اصح الاحاديث وكانت صفين فی ربيع الآخر سنة سبع وثلاثين ودفن فی ثيابه ولم يغسل۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان اخبرنا احمد بن عبيد الاسفاطی حدثنا ابو مصعب حدثنا يوسف الماجشون عن ابيه عن ابی عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن مولاة لعمار قالت: اشتكی عمار شكوی ارق منها فغشی عليه فأفاق ونحن نبكی حوله فقال ما تبكون اتخشون ان اموت علی فراشی؟ اخبرنی حبيبی ﷺ انه تقتلنی الفئة الباغية وان آخر ادمی من الدنيا مذقة من لبن۔

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر انہیں افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے گرد رو رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۹۔ حاکم مستدرک ج ۳ ص ۳۸۹)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۲۶ رقم الحدیث ۳۳۵۵۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فیما کان بینھم یوم صفین رضی اللہ عنھم ج ۷ ص ۲۴۶ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی والحاکم وصححه والبیهقی وابونعیم عن ابی البختری ان عمار بن یاسر اتی یوم صفین بشربة من لبن فضحك فقیل له: مم تضحك؟ فقال ان رسول الله ﷺ قال آخر شراب تشربه من الدنیا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد اور طبرانی وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اسے دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔لوگوں نے ان سے پوچھا اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں آخری غذا جسے تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہے۔اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)،(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله قال حدثنی ابی قثنا وکیع قال قال سفیان وقال ابوقیس عن الهذیل قال ثم اتی النبی ﷺ فقیل ان عمارا وقع فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمہ: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۵۷ رقم الحدیث ۱۵۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن هذیل قال اتی النبی ﷺ فقیل له ان عمارا وقع علیه حائط فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۱۶﴾......عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عمر ثم قال یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان۔

ترجمہ: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

(طبرانی الاوسط ج ۷ ص ۵۰۲ رقم الحدیث ۶۶۹۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والطبرانی وابونعیم عن ابن عمر وان رسول اللہ ﷺ کان فی حش من حشان المدینۃ فاستاذن رجل خفیض الصوت فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ فاذا ھو عثمان۔

(خصائص الکبری ج ۲ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ص ۱۹۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (احیاء علوم الدین ج ۲ص ۳۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ص ۳۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ص ۳۵۸۔۳۵۹ رقم الحدیث ۱۵۸۱۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ص ۳۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۶۔۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن زید بن ثابت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مر بی عثمان وعندی ملک من الملائکۃ فقال شہید یقتلہ قومہ انا لنستحی منہ۔

ترجمہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔آپ نے فرمایا میرے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ چلے۔اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا۔اس نے کہا یہ شہید ہوں گے اور ان کی قوم ان کو شہید کرے گی اور ہم تمام فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ص ۵۹۶ رقم الحدیث ۳۲۸۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البزار والطبرانی فی (الاوسط) عن الزبیر بن العوام قال: قتل النبی ﷺ یوم الفتح رجلا من قریش صبرا ثم قال لایقتل قرشی بعد ھذا الیوم صبرا الا رجل قتل عثمان بن عفان فقتلوہ فان لاتفعلوا تقتلوا قتل الشاء۔

ترجمہ: بزار وطبرانی رحمہما اللہ نے "اوسط" میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک قریشی آدمی کو قتل کر کے فرمایا آج کے بعد جبر کے ساتھ کسی قریشی کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر ایک آدمی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا لہٰذا تم اس آدمی کو قتل کر دینا۔اگر تم نے اسے قتل نہ کیا تو تم بکریوں کی مانند قتل کئے جاؤ گے۔

(خصائص الکبری ج ۲ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححہ والبیہقی عن ابی ھریرۃ انہ قال و عثمان محصور سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ستکون فتنۃ واختلاف قلنا یارسول اللہ ﷺ ما تامرنا قال علیکم بالامیر واصحابہ واشار الی عثمان۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے محصور کر رکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔آپ نے فرمایا فتنہ واختلاف رونما ہوگا۔ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم امیر اور ان اصحاب کے دامن سے وابستہ رہنا اور

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالوهاب الثقفي حدثنا ايوب عن ابي قلابة عن ابي الاشعث الصنعاني ثم ان خطباء قامت بالشام وفيهم رجال من اصحاب رسول الله ﷺ فقام آخرهم رجل يقال له مرة بن كعب فقال لو لا حديث سمعته من رسول الله ﷺ ما قمت وذكر الفتن فقربها فمر رجل مقنع في ثوب فقال هذا يومئذ على الهدى فقمت اليه فاذا هو عثمان بن عفان قال فاقبلت عليه بوجهه فقلت هذا قال نعم۔ قال هذا حديث حسن صحيح وفي الباب عن ابن عمر وعبدالله بن حوالة وكعب بن عجرة۔

ترجمہ: حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرا نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن بن عمر قال ثم ذكر رسول الله ﷺ فتنة فقال يقتل فيها هذا مظلوماً لعثمان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۳۰ رقم الحدیث ۳۷۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ قال ثم ياعثمان انه لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۹۴ رقم الحدیث ۸۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عثمان بن عفان ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳)، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱۲ ص ۴۵ مطبوعہ کراچی)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ماجة والحاكم وصححه والبيهقي وابونعيم عن عائشة ان رسول الله ﷺ دعا عثمان فجعل يشير اليه ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار قلنا الا تقاتل قال: لا ان رسول الله ﷺ عهد الى امرا فانا صابر نفسي عليه۔

ترجمہ: ابن ماجہ وحاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں انہیں محصور کیا گیا تو ہم نے عرض کیا، کیا آپ جنگ نہیں کریں گے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس امر کا عہد لیا ہے لہٰذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا۔ صابر رہوں گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۷ ص ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وابن ماجۃ وابونعیم عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ لعثمان ان اللہ مقصمك قمیصاً فان ارادك المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ۔

ترجمہ: حاکم وابن ماجہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۷ رقم الحدیث ۳۲۸۰۲ ص ۵۹۷ رقم الحدیث ۳۲۸۶۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۳ رقم الحدیث ۷۲۸ و ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۸۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۴۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر جملۃ من فضائلہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۹۸۔۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۱۵ رقم الحدیث ۳۷۶۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۹ رقم الحدیث ۲۵۲۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۴۶ رقم الحدیث ۶۹۱۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۳۹ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمۃ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الشامیین ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۱۲۴۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یحیی عن اسماعیل قال ثنا قیس عن ابی سھلۃ عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ ﷺ ادعوا الی بعض اصحابی قلت ابوبکر قال لا قلت عمر قال لا قلت ابن عمك علی قال لا قالت قلت عثمان قال نعم فلما جاء قال تنحی فجعل یسارہ ولون عثمان یتغیر فلما کان یوم الدار وحصر فیھا قلنا یا امیر المومنین الا تقاتل قال لا ان رسول اللہ ﷺ عھد الی عھدا وانی صابر نفسی علیہ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا میرے بعض صحابہ کو میرے پاس بلاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا آپ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پس جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا اے امیر المومنین آپ قتال نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے (اس دن کی) وصیت فرمائی

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٥١ رقم الحدیث ٢٤٢٩٨ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مستدرک للحاکم ج ٣ ص ١٠٦ رقم الحدیث ٤٥٤٣ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ٨ ص ٢٣٤ رقم الحدیث ٤٨٠٥ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ٣ ص ١٠٤٣ رقم ١٧٧٨ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا احمد بن داؤد المکی ثنا محمد بن اسماعیل الوساوسی ثنا ضمرۃ بن ربیعۃ عن ربیعۃ عن عبداللہ بن شوذب عن ابی الجویریۃ عن بدر بن خالد قال وقف علینا زید بن ثابت یوم الدار فقال الا تستحیون ممن تستحی منه الملائکۃ قلنا وماذاک؟ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مر بی عثمان وعندی ملک من الملائکۃ فقال شهید یقتله قومه انا لنستحی منه قال بدر فانصرفنا عنه عصابۃ من الناس۔

ترجمہ: حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں ہم نے کہا وہ کون ہے؟ راوی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں بدر بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔

(طبرانی کبیر ج ٥ ص ١٥٩ رقم الحدیث ٤٩٣٩ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین للطبرانی ج ٢ ص ٢٥٨ رقم الحدیث ١٢٩٧ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٨٢ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان عهد رسول اللہ ﷺ الی عهدا وانا صابر نفسی علیه۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ٣ ص ١٠٤٣ رقم ١٧٧٨ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر قال کنت مع رسول اللہ اذ جاء رجل الی النبی فصافحه فلم ینزع النبی یده من ید الرجل حتی انتزع الرجل یده ثم قال له یارسول اللہ جاء عثمان قال امرؤ من اهل الجنۃ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ جھڑایا جب تک خود اس آدمی نے آپ ﷺ کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر اس آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل جنت میں سے ہے۔

(طبرانی کبیر ج ١٢ ص ٤٠٥ رقم الحدیث ١٣٤٩٥ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ١ ص ٩٨ رقم ٣٠٠ مطبوعہ دار الحرمین القاهرۃ)، (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٨٧ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ان عثمان اصبح فحدث فقال انی رایت النبی ﷺ فی المنام اللیلۃ فقال یاعثمان افطر عندنا فاصبح عثمان صائما فقتل من یومه رضی اللہ عنه هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا بے شک میں نے حضور ﷺ کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان آج ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۴۵۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یوم یموت عثمان تصلی علیه ملائكة السماء۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔

(طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۲۸۷ رقم ۳۱۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۵۳۳ رقم الحدیث ۸۹۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۲۶۲ برقم ۹۰۷ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی المطبوعات بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قثنا اسود بن عامر قثنا سنان بن ھارون عن كليب بن وائل عن بن عمر قال لم ذكر رسول اللہ ﷺ فتنة فمر رجل فقال يقتل هذا المقنع يومئذ مظلوما قال فنظرت فاذا هو عثمان بن عفان۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۱ رقم الحدیث ۷۲۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التمھید والبیان فی مقتل الشھید عثمان ذکر وفاۃ ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)

علامہ محمد بن یحیٰی بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذا واصحاب على الحق فاتبعته فاذا هو عثمان رضی اللہ عنه۔

(التمھید والبیان فی مقتل الشھید عثمان ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن بن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان بن عفان رضی اللہ عنه وفی لفظ اول من يدخل عليكم من هذا الفج رجل من اهل الجنة فدخل عثمان بن عفان۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۱۶۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۴ رقم الحدیث ۷۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عدی وابن عساكر عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ يا عثمان انك ستؤتى الخلافة من بعدی وسيريدك المنافقون على خلعها فلا تخلعها وصم فی ذلك اليوم فانك تفطر عندی۔

ترجمہ: ابن عدی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اسے چھوڑ دو تو تم اسے نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کرو گے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححه عن عبدالله بن حوالة قال قال رسول الله ﷺ تهجمون على رجل معتجر ببردة يبايع الناس من اهل الجنة فهجمت على عثمان وهو معتجر ببردة حبرة يبايع۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ ایک ایسے شخص پر بلوہ کرو گے جو چادر سے عمامہ باندھے گا اور وہ جنتی لوگوں کی بیعت لے گا تو جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوہ کیا تو وہ حبری چادر کا عمامہ باندھے بیعت لے رہے تھے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو عبدالله الحافظ حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو عبدالله محمد بن عبدالله بن عبدالحكم المصرى حدثنا ابى حبيب عن ربيعة بن لقط التجيبى عن عبدالله بن حوالة عن رسول الله ﷺ قال من نجا من ثلاث فقد نجا قالوا ماذا يا رسول الله؟ قال موتى وقتل خليفة مصطبر بالحق يعطيه ومن الدجال۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو تین باتوں سے محفوظ رہا اس نے نجات پائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا میری رحلت ہے اور اس خلیفہ کا قتل ہے جو حق پر قائم رہ کر حق پر جان دے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه والبيهقى عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان رحى الاسلام ستدور بعد خمس او ست او سبع و ثلاثين فان يهلكوا فسبيل من هلك وان يقم لهم دينهم يقم سبعين قال عمر يا نبى الله مما مضى؟ قال: لابل مم بقى قال البيهقى و كذلك كان ملك بنى امية الى ان دخله الوهن وظهرت الدعاة بخراسان نحو سبعين سنة۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال کے بعد گھومے گی تو اگر وہ لوگ ہلاک ہوئے تو راہ صواب ہلاک ہونے والوں میں ہے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ یہ مدت گزشتہ سال سے ہے؟ فرمایا نہیں جو آئندہ آئے گا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ بنی امیہ کی حکومت اس سال میں رہی۔ یہاں تک کہ جب ان میں سستی در انداز ہوئی تو ۱۰۷ھ کے قریب خراسان سے دعویٰ کرنے والوں کا ظہور ہوا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ في المنام فقال عثمان افطر عندنا صبح صائما وقتل من يومه۔

(البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۸۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

علامہ محمد بن یحیٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ فقال يا عثمان افطر عندنا فاصبح صائما ثم قتل من يومه رحمه الله۔

(التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۷۸ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و ذكر فتنة كائنة فمر رجل متقنع فقال هذا واصحابه يومئذ فاذا عثمان بن عفان۔

ترجمہ: آپ ﷺ قریب تر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۲۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابوبكر بن فورك اخبرنا عبدالله بن جعفر حدثنا يونس بن حبيب حدثنا ابو داود حدثنا اسماعيل بن جعفر عن عمرو بن ابي عمرو مولى المطلب عن المطلب هكذا قال ابو داود۔ عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ لاتقوم الساعة حتى تقتلوا امامكم وتجتلدوا باسيافكم ويرث دنيا كم شرار كم۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریر لوگ تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابو نعيم في (المعرفة) عن عبدالرحمن بن عديس سمعت رسول الله ﷺ يقول يخرج اناس يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية يقتلون في جبل لبنان قال ابن لهيعة كان عبدالرحمن بن عديس البلوى سار باهل مصر الى عثمان فقتله ثم قتل ابن عديس بعد ذلك بعام او عامين بجبل لبنان۔

ترجمہ: بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے "المعرفہ" میں عبدالرحمٰن بن عدیس سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ لبنان کے پہاڑوں میں قتل کئے جائیں گے۔ ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن عدیس ان بلوائیوں میں شامل تھا جو اہل مصر کے ساتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض سے چلے تھے۔ ان بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد لبنان کے پہاڑ میں ابن عدیس کو قتل کیا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۱ ص ۵۲۷ رقم الحدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامة فی (مسنده) عن مهاجر بن حبیب قال: بعث عثمان الی عبدالله بن سلام وهو محصور فقال له ارفع راسك یری هذه الكوة فان رسول الله ﷺ اشرف منها اللیلة فقال یا عثمان احصروك قلت نعم فادلی لی دلوا فشربت منه فانی اجد برده علی كبدی ثم قال لی ان شئت دعوت الله فینصرك علیهم وان شئت افطرت عندنا فاخترت الفطر عنده فقتل فی یومه۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو کسی کو بھیج کر بلوایا اور وہ اس وقت محصور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا سر اٹھا کر اس روزن کو دیکھو۔ آج رات رسول اللہ ﷺ اس روزن سے رونق افروز ہوئے اور فرمایا اے عثمان ﷺ کیا تم محصور ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے ایک ڈول لٹکایا اور میں نے اس سے پانی پیا اور میں اپنے اندر اس کی ٹھنڈک اب تک پا رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ وہ تمہیں ان پر غالب کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی دن شہید کیے گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا وكیع عن اسماعیل بن ابی خالد قال قال قیس فحدثنی ابو سهلة ان عثمان قال یوم الدار حین حصر ثم ان النبی ﷺ عهد الی عهدا فانا صابر علیه قال قیس فكانوا یرونه ذلك الیوم۔

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو سہلہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) کو فرمایا جب وہ محصور تھے کہ بے شک حضور ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کا انتظار کیا کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶۹ رقم الحدیث ۵۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۶۹۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للمقدسی ج ۱ ص ۵۲۵ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع فی (مسنده) من طریق النعمان بن بشیر عن نائلة بنت الفرافصة امراة عثمان قالت لما حصر عثمان ظل صائما فلما كان عند الافطار سالهم الماء العذب فمنعوه فبات فلما كان فی السحر قال: ان رسول الله ﷺ اطلع علی علی هذا السقف ومعه دلو من ماء فقال اشرب یا عثمان فشربت حتی رویت ثم قال ازدد فشربت حتی امتلات۔

ترجمہ: ابن منیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں بطریق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو روزے سے رہنے لگے۔ ایک دن افطار کا وقت آیا تو انہوں نے بلوائیوں سے افطار کے لئے شیریں پانی مانگا مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے تشنگی کے عالم میں رات بسر کی۔ پھر جب سحر کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس چھت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ساتھ پانی کا ڈول تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! پانی پیو تو میں نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا اور زیادہ پیو تو میں نے پیا۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قال وذاك انه رای من اللیل ان نبی الله ﷺ یقول: افطرنا عندنا اللیلة۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۷۱، ۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال انی رأیت رسول الله ﷺ فی منامی هذا فقال انك شاهد معنا الجمعة۔

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۷۔ ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۷﴾

......منافق کی خبر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج مسلم عن ابی حمید قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة تبوك فاتینا وادی القری علی حدیقة لامراة فقال اخرصوها فخرصناها وخرصها رسول الله عشرة اوسق وقال احصیها حتی نرجع الیك ان شاء الله تعالی فانطلقنا حتی قدمنا تبوك فقال رسول الله ﷺ ستهب علیکم اللیلة ریح شدیدة فلا یقم فیما احد منکم ومن کان له بعیر فلیشد عقاله فهبت ریح شدیدة فقام رجل فحملته الریح حتی القته بجبل طی ثم اقبلنا حتی قدمنا وادی القری فسال رسول الله ﷺ المراة عن حدیقتها کم بلغ تمرها فقالت بلغ عشرة اوسق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے دوران سفر وادی قریٰ میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے سرور کونین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا حضور ﷺ کا اندازہ دس وسق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔ ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۵ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷۔ ۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (دلائل النبوۃ امام لابی نعیم اصفہانی اردو غزوہ تبوک کے معجزات ص ۴۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (دلائل النبوۃ ملا اصفہانی ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (السیرۃ النبویۃ ابن کثیر ذکر مرورہ علیہ السلام فی ذھابہ الی تبوک بمساکن ثمود وصرمھم بالحجر ج ۴ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۴۔ ۴۲۵)، (البدایۃ والنھایۃ ذکر غزوۃ تبوک فی رجب منھاج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۵۵۴ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدم المدینة فاذا منافق عظیم من المنافقین قد مات۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا مر چکا تھا۔

(مسلم شریف کتاب صفات المنافقین)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب خرص النبی ﷺ فی مسیرہ واخبارہ عن الریح الخ ج ۵ ص ۲۳۸۔ ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۵۰۔ ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

حین مات قد مات الیوم عظیم من عظماء المنافقین ورفاعة بن زید التابوت قال له رسول الله ﷺ حین هبت علیه الریح وهو الذی قافل من غزوة بنی المصطلق فاشتدت علیه حتی اشفق المسلمون منها فقال لهم رسول الله ﷺ لاتخافوا فانما هبت لموت عظیم من عظماء الکفار فلما قدم رسول الله ﷺ المدینة وجد رفاعة بن زید التابوت مات ذلک الیوم الذی هبت فیه الریح۔

ترجمہ: منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مرگیا ہے۔ رفاعہ بن زید تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوگئے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۔۶۱ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

یہی امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لاتخافوها فانما هبت لموت عظیم من عظماء الکفار فلما قدموا المدینة وجدوا رفاعة بن زید بن التابوت احد بنی قینقاع وکان عظیما من عظماء الیهود وکهفا للمنافقین مات فی ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے رفاعہ بن زید کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ست ج ۳ ص ۲۵۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال بعثت هذه الریح لموت منافق قال فقدم المدینة فاذا منافق عظیم من المنافقین قد مات۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہوگیا۔

لفظ حدیث حفص وفی روایة ابی معاویة قال هبت ریح شدیدة والنبی ﷺ فی بعض اسفاره فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات عظیم من عظماء المنافقین۔

(دلائل النبوۃ باب هبوب الریح التی دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات منافق عظیم من عظماء المنافقین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مرچکا تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۱۴۴۱۸ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

امام عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسی متوفی ۲۴۹ھ لکھتے ہیں۔

ثنا ابراهيم بن الاشعث ثنا فضيل بن عياض عن سليمان عن ابی سفيان عن جابر ثم كنا مع النبی ﷺ سفر هاجت ريح تكاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما رجعنا الى المدينة وجدنا مات فى ذلك اليوم منافق عظيم النفاق فسمعت اصحابنا بعد يقولون هو رافع بن التابوت۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۱۰۲۹ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله هذا الموت منافق عظيم النفاق قد مات فى ذلك الوقت۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فوجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت مات فى ذلك اليوم وكان من بنى قينقاع وكان اظهر الاسلام وكان كهفا للمنافقين۔

(دلائل النبوۃ باب هبوب الریح التی دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ هبت هذه الريح لموت منافق مات بالمدينة فقدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين مات ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله لاتخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بنى قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بنی المصطلق وھی غزوۃ المریسیع ج ۲ ص ۱۶۲۔۱۶۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لاتخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بنى قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(البدایۃ والنھایۃ ج ۴ ص ۱۵۸ غزوۃ بنی المصطلق من خزاعۃ وج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر غزوۃ بنی المصطلق من خزاعۃ ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذه بعثت لموت منافق فمات بالمدينة رجل من عظماء المنافقين۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات من عظماء المنافقين۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ا ص ۳۹۱ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا قد مات من عظيم من عظماء المنافقين۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(سبل الھدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وهو رفاعة بن زيد بن التابوت مات ذلك اليوم كان كهفاً للمنافقين۔

(سبل الھدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبی ﷺ هذا لموت منافق قال فقدمنا المدينة فوجدنا منافقاً عظيم النفاق مات يومئذ۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

هذه الريح لموت عظيم من الكفار وفي رواية لموت منافق وفي لفظ مات اليوم منافق عظيم النفاق في المدينة فكان كما قال عليه الصلاة والسلام مات في ذلك اليوم زيد بن رفاعة بن التابوت و كان كهفا للمنافقين۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

محمد ہارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک شدید ہوا چلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے چنانچہ جب آپ مدینے میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خبر دی کہ آج رفاعہ بن زید مر گیا ہے۔ یہ شخص فی الحقیقت بہت بڑا منافق تھا۔

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبی ء انما هبت لموت منافق عظيم النفاق وهو رفاعة بن التابوت۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ رفاعۃ بن تابوت ج ۲ ص ۴۸۸ برقم ۲۶۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۱۸﴾......وہ مال کہاں ہے جو تم مکہ میں دفن کر کے آئے ہو

امام ابی عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں۔

قال انه ليس لى مال- قال فاين المال الذى وضعته عند ام الفضل بمكة حين خرجت وليس معكما احد ثم قلت ان اصبت فى سفرى هذا فللفضل كذا ولعبدالله كذا؟ قال والذى بعثك بالحق نبياً ما علم بهذا احد غيرها وانى لاعلم انك رسول الله ففدى نفسه بمائة اوقية- وكل واحد باربعين اوقية- هكذا قال ابن اسحاق-

(المعارف ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا زيدقال قال محمد يعنى بن اسحاق حدثنى من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذى اسر العباس بن عبدالمطلب اباالسير بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنى سلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا السير قال لقد اعانتى عليه رجل ما رأيته بعد ولا قبل هيئته كذا هيئته كذا قال فقال رسول الله لقد اعانك عليه ملك كريم وقال للعباس يا عباس افد نفسك وابن اخيك عقيل بن ابى طالب ونوفل بن الحرث وحليفك عتبة بن حجدم احد بنى الحرث بن فهر قال فابى وقال انى قد كنت مسلماً قبل ذلك وانما استكرهونى قال الله اعلم بشانك ان يك ماتدعى حقا فالله يجزيك بذلك واما ظاهر التابعين فقد كان علينا فافد نفسك وكان رسول الله قد اخذ منه عشرين اوقية ذهب فقال يارسول الله احسبها لى من فداى قال لا ذاك شئ اعطاناه الله منك قال فانه ليس لى مال قال فاين المال الذى وضعته بمكة حيث خرجت ثم ام الفضل وليس معكما احد غيركما فقلت ان اصبت فى سفرى هذا فللفضل كذا ولقثم كذا ولعبدالله كذا قال فوالذى بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيرى وغيرها وانى لاعلم انك رسول الله-

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالیسر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن حجدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فہر سے ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا (بطور مال غنیمت) وصول کر چکے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس اور مال تو نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تو نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا تب عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہوگیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۳۔۱۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح القدیر غیر مقلد شوکانی ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال این الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبدالله وعبیدالله والفضل وقثم فقال العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی تعالیٰ قال فاشهد انك صادق وان لا اله الا الله وانك رسوله والله لم یطلع علیه احد الا الله۔

(انوار التنزیل ج ۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (تفسیر ابو سعود ج ۴ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاین الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك من مكة وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبدالله ولعبیدالله وللفضل وقثم یعنی الاربعة فقال له العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی عزوجل قال العباس اشهد انك صادق وقال لا اله الا الله وانك عبده رسوله ولم یطلع علیه احد الا الله عزوجل۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۶۔۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا زیدقال قال محمد یعنی بن اسحاق حدثنی من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذی اسر العباس بن عبدالمطلب اباالیسر بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنی سلمة فقال له رسول الله ﷺ كیف اسرته یا ابا الیسر قال لقد اعاننی علیه رجل ما رأیته بعد ولا قبل هیئته كذا هیئته كذا قال فقال رسول الله لقد اعانك علیه ملك كریم الخ۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالیسر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال فاین المال الذی وضعت بمكة حین خرجت ثم ام الفضل بنت الحارث لیس معكما احد ثم قلت لها ان اصبت فی سفری هذا فللفضل كذا وكذا ولعبدالله كذا وكذا قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد غیری وغیرها وانی لاعلم انك رسول الله ففدی العباس نفسه وابن اخیه وحلیفه۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جب کہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے ان سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آ گئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا اتنا ہے انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس: یا رسول الله احسبها لی فی فدائی قال: لا ذاك شئ اعطاناه الله عزوجل منك قال: فانه لیس لی مال قال فاین المال الذی وضعته بمكة حیث خرجت من عند ام الفضل بنت الحارث لیس معكما احد۔ ثم قلت لها: ان اصبت فی سفری هذا فللفضل كذا و كذا ولعبدالله كذا و كذا ولقثم كذا وكذا ولعبیدالله كذا كذا! قال: والذی بعثك بالحق ما علم هذا احد غیری وغیرها وانی لاعلم انك رسول الله، ففدی العباس نفسه وابنی اخیه وحلیفه۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اردو ص ۴۲۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وكان العباس عم النبی فی الاسری ففدی نفسه وفدی اخیه فقال للنبی لقد تركتنی اتكفف قریشاً فقیرا معدما فقال النبی این الذهب التی عند ام الفضل وعددها كذا وكذا وقلت لها كیت وكیت فقال من اعلمك بهذا یا ابن فقال الله۔

ترجمہ: غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اے میرے بھتیجے تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(روض الانف سہیلی حول غنائم بدر ج ۳ ص ۱۳۳۔۱۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی متوفی لکھتے ہیں۔

(ومن ذلك اخباره علیه الصلاة والسلام بالمال) ای الذهب (الذی تركه عمه العباس) لما خرج الی بدر ومعه عشرون اوقیة من ذهب لیطعم بها المشركین فاخذت منه فی الحرب (عند ام الفضل) زوجته لتربیة الاولاد ان مات (بعد ان كتمه) وسال ان یحسب العشرین اوقیة من فدائه فابی ﷺ فقال تركنی اتكفف قریشا فقال فاین الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك من مكة فقال ما علمه غیری وغیرها وما یدریك فقال اخبرنی ربی۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی ابو داود عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ جعل فداء اهل الجاهلیة یوم بدر اربعمائة وادعی العباس انه لا مال عنده فقال له رسول الله ﷺ فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبت فی سفری هذا لبنی الفضل وعبدالله وقثم؟ فقال والله انی لاعلم انك رسول الله ان هذا الشئ ما علمه الا انا وام الفضل۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر کیا اور حضرت عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے الفضل، عبداللہ اور قثم۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام فضل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۴ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس فانه لیس لی مال فقال رسول اللہ ﷺ فاین المال الذی وضعته بمکة حین خرجت عند ام الفضل ولیس معکما احد وقلت ان اصبت فی سفری هذا فللفضل کذا ولقثم کذا ولعبداللہ کذا۔ قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غیری وغیرهما وانی اعلم انك رسول اللہ۔

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الثقات ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (اعلام النبوۃ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبت فی سفری فهذا لبنی الفضل و عبداللہ وقثم فقال واللہ انی لاعلم انك رسول اللہ ان هذا شیٔ ما علمه الا انا وام الفضل۔

(البدایۃ والنہایۃ غزوۃ بدر العظمیٰ ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر فصل حکم اساری بدر ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رسول اللہ ﷺ فاین المال الذی دفعته لام الفضل یعنی زوجته وقلت لها ان اصبت فهذا لبنی الفضل وعبداللہ وقثم وفی کلام ابن قتیبة فللفضل کذا ولعبداللہ کذا وقثم کذا فقال واللہ انی لاعلم انك رسول اللہ ان هذا شیٔ ما علمه الا انا وام الفضل زاد فی روایة وانا اشهد ان لا اله الا اللہ وانك عبده ورسوله۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن اسحاق والبیہقی عن الزہری وجماعة ان العباس قال لرسول اللہ ﷺ ما عندی ما افتدی بہ قال فاین المال الذی دفنتہ انت وام الفضل فقلت لھا ان اصبت فی سفری ھذا فھذا المال لابنی الفضل وقثم فقال العباس واللہ انی لاعلم انک رسول اللہ واللہ ان ھذا شیٔ ما علمہ احد غیری وغیر ام الفضل۔

ترجمہ: ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ بدر من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت آیت نمبر ۷۰ سورۃ الانفال ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: لما اسر العباس وطلب منہ الفداء قال لیس لی مال فقال لہ رسول اللہ ﷺ فاین المال الذی وضعتہ بمکة حین خرجت عند ام الفضل ولیس معکما احد وقلت ان اصبت فی سفری ھذا فللفضل کذا ولقثم کذا ولعبداللہ کذا۔ قال والذی بعثک بالحق ما علم بھذا احد من الناس غیری وغیرک وانی اعلم انک رسول اللہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور سرور عالم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابونعیم بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال العباس حین اخذ رسول اللہ ﷺ منہ الفداء بعد وقعة بدر لقد ترکتنی فقیر قریش ما بقیت قال کیف تکون فقیر قریش وقد استودعت بنادق الذھب ام الفضل وقلت لھا ان قتلت فقد ترکتک غنیة ما بقیت فقال العباس اشھد ان الذی تقولہ قد کان وما اطلع علیہ الا اللہ۔

واخرج ابن اسحاق والبیہقی عن الزہری وجماعة ان العباس قال لرسول اللہ ﷺ ما عندی ما افتدی بہ قال فاین المال الذی دفنتہ انت وام الفضل فقلت لھا ان اصبت فی سفری ھذا فھذا المال لابنی الفضل وقثم فقال العباس واللہ انی لاعلم انک رسول اللہ واللہ ان ھذا شیٔ ما علمہ احد غیری وغیر ام الفضل۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حاکم نے یہ روایت اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ مجھ کو قریش کا فقیر بنا کے چھوڑیں گے آپ ﷺ نے جواب دیا آپ قریش کے فقیر کیونکر بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیر ام الفضل کے حوالے کئے ہیں اور ان سے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تا حیات تیرے لئے یہ سونا تجھ کو غنی رکھے گا یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی مطلع نہیں کر سکتا۔

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

محمد ہارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کا پوشیدہ دفینے کا حال بتا دینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں کافروں کو شکست ہوئی تو حضور ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے بھی اسیر ہو کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کے عوض فدیہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ زر فدیہ ادا کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کیا ہوا؟ جو تم ام الفضل (حضرت عباس کی زوجہ) کے پاس دفن کیا ہے اور اس سے کہہ آئے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میری اولاد کے لئے ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم اس مال کی میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو خبر نہ تھی۔ (مسند احمد)

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حدیث نمبر ﴿۱۹﴾......ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو جو جدے میں ہیں

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا علی بن عیسی النوفلی عن ابیه عن عمه اسحاق بن عبداللہ بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول اللہ ﷺ افد نفسک یا نوفل قال ما لی شیٔ افدی به نفسی یا رسول اللہ قال افد نفسک بر ماحک التی بجدة قال اشهد انک رسول اللہ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کئے گئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے نوفل اپنی جان کا فدیہ دو عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں فرمایا کہ اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں۔ عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

قال لما اسر نوفل بن الحارث یوم بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة قال والله ما علم احد ان لی زماحا بجدة غیری بعدالله اشهد انك رسول الله ففدی نفسه بها و کانت الف رمح۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص۶۹۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن الحرث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله افد نفسك قال مالی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة فقال والله ما علم احد ان لی بجدة رماحا غیری بعدالله اشهد انك رسول الله وفدی نفسه بها فكانت الف رمح ذكره ابو عمر۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ابن عم النبی اسر یوم بدر فیمن اسر من المشركین وقال له النبی افد نفسك فقال ماعندی شیٔ فقال له ورماحك التی بجدة فقال والله ما علم بها احد اشهد انك رسول الله وففدی بها نفسه وكانت الف رمح۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص۸۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبیهقی عن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك یا نوفل قال ما لی شی ء افدی به نفسی قال افد نفسك من مالك الذی بجدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدی نفسه بها۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کرلو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکار اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کر لی۔

(خصائص الکبریٰ باب ماوقع فی غزوۃ بدر من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمر و ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال ما لی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة قال والله ما علم احد ان لی بجدة رماحا غیری بعد الله اشهد انك رسول الله ففدی نفسه بها و كانت الف رمح۔

(الاستیعاب ذکر نوفل بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۵۱۲۔۱۵۱۳ برقم ۲۶۴۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۴ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج بن سعد من طریق اسحاق بن عبدالله بن الحارث بن نوفل عن ابیه قال لما اسر نوفل یوم

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

بدر قال له النبی ﷺ افد نفسك برماحك التی بجدة فقال واللہ ما علم احد ان لی بجدة رماحا بعد غیری اشهد انك رسول اللہ ففدی نفسه بها وكانت الف رمح۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ ج ۶ ص ۳۷۹ برقم ۸۸۳۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

نوفل بن الحارث

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب یقال اسلم عام الخندق وهاجر وقیل بل اسلم حین اسر وذلك ان النبی قال له افد نفسك قال لیس لی مال افتدی به قال افد نفسك التی بجدة قال واللہ ما علم احد ان لی بجدة ارحاما اللہ اشهد انك رسول اللہ۔

ترجمہ: مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے قسم بخدا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(روض الانف تسمیۃ من اسر من المشرکین یوم بدر ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبیهقی عن عبداللہ بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول اللہ ﷺ افد نفسك یا نوفل قال ما لی شی ء افدی به نفسی قال افد نفسك من مالك الذی بجدة قال اشهد انك رسول اللہ ﷺ ففدی نفسه بها۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کرلو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکار اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کرلی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۰﴾......تو اسے بیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی وابن منده من طریق ابن اسحاق حدثنی یزید بن رومان وعبداللہ بن ابی بکر ان رسول اللہ ﷺ بعث خالد بن الولید الی اکیدر رجل من کندة کان ملکا علی دومة وکان نصرانیا فقال النبی ﷺ انك ستجده یصید البقر فخرج خالد حتی اذا کان من حصنه منظر العین فی لیلة مقمرة صافیة وهو علی سطح ومعه امرأته فاتت البقرة بقرونها باب القصر فقالت له امرأته هل رایت مثل هذا قط قال لا واللہ قالت فمن ترك مثل هذا قال لا احد فنزل فامر بفرسه فاسرج ورکب معه نفر من اهل بیته فخرجوا بمطار دهم فتلقتهم خیل رسول اللہ ﷺ فاخذته فقال رجل من طیء یقال له بجیر بن یجرة فی ذلك:

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

تبارک سائق البقرات انی　　رایت اللہ یهدی کل هادی
فمن یك حائدا عن ذی تبوك　　فانا قد امرنا بالجهاد

فقال له النبی ﷺ لا یفضض اللہ فاك فاتی علیه تسعون سنة فما تحرك له ضرس ولا سن۔

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومہ کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا اکیدر نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم اسے اس حالت میں پاؤں گے کہ وہ جنگلی گائے کے شکار میں مصروف ہوگا چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلعے کے اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے آدمی نظر آسکتا تھا رات چاندنی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی چھت پر تھا۔ اسی اثناء میں ایک جنگلی گائے قلعہ کے دروازہ کے ساتھ سر ٹکرانے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے اس سے کہا کیا آپ نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس کی بیوی نے کہا کیا اس طرح کے شکار کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ اکیدر نے کہا نہیں کوئی یہ موقع ہاتھ سے ضائع نہیں کرسکتا۔ وہ قلعہ کی چھت سے نیچے آیا۔ حکم دیا کہ گھوڑے پر زین رکھی جائے۔ پھر اس پر سوار ہوا اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے چند آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار کے لئے روانہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے قافلے سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کردیا جس پر دیباج کی سنہری قبا تھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے چھین کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکیدر کے ہمراہ بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لیکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں جاں بخشی فرمائی اور جزیہ پر صلح کرلی۔ پھر اسے رہا کردیا۔ بنوطے کے ایک شخص بجیر نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے۔

بابرکت ہے وہ جو بیل گائیوں کو ہنکا کر لانے والا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ ہر طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔
پس جو شخص تبوک والے نبی سے منحرف ہوتا ہوتو ہو ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شاعر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اس دعا کا ثمرہ یہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کی نہ تو داڑھ میں حرکت ہوئی نہ اس کا کوئی دانت ٹوٹا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب بعث ﷺ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ الخ ج ۵ ص ۲۵۰۔۲۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۱ ص ۴۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۷۸۔۴۷۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم ان رسول اللہ ﷺ دعا خالد بن الولید فبعثه الی اکیدر دومة وهو اکیدر بن عبدالملك رجل من کندة کان ملکا علیها وکان نصرانیا فقال رسول اللہ ﷺ لخالد انك ستجده یصید البقر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبدالملک تھا۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا بادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اسے بیل شکار کرتے ہوئے پائے گا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر الوحش۔

(السیرۃ النبویہ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقال له يا خالد انك ستجده يصيد البقر۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی بعث رسول اللہ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۳ ص ۵۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(السیرۃ النبویہ بعثہ علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۴ ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ بعثہ علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامه انه بعث خالد بن الوليد من تبوك في اربعمائة وعشرين فارسا الى اكيدر بن عبدالملك بدومة الجندل من كندة فقال خالد يا رسول الله كيف لى به وسط بلاد كلب وانما انا فى عدد يسير فقال ستجده يصيد البقر فتاخذه۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر (۲۱)......وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام ويقال لما انصرف رسول الله ﷺ من غزوة بني المصطلق ومعه جويرية بنت الحارث وكان بذات الجيش دفع جويرية الى رجل من الانصار وديعة وامره بالاحتفاظ بها وقدم رسول الله ﷺ المدينة فاقبل ابوها الحارث بن ابى ضرار بفداء ابنته فلما كان بالعقيق نظر الى الابل الت جاء بها للفداء فرغب فى بعيرين منها فغيبهما فى شعب من شعب العقيق ثم اتى الى النبى ﷺ وقال يا محمد اصبتم ابنتى وهذا فداؤها فقال رسول الله ﷺ فاين البعيران اللذان غيبتهما بالعقيق فى شعب كذا وكذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانك محمد رسول الله فوالله ما اطلع على ذلك الا الله فاسلم الحارث واسلم معه ابنان له وناس من قومه وارسل الى البعيرين فجاء بهما فدفع الابل الى النبى ﷺ ودفعت اليه ابنته جويرية فاسلمت وحسن اسلامها فخطبها رسول الله ﷺ الى ابيها فزوجه اياها واحد قها اربعمائة درهم۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اسے دو اونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں انہیں چھپا دیا پھر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے محمد ﷺ آپ نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہو گیا ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔ اونٹ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے۔ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حارث کے حوالے کر دیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے والد کو دعوت نکاح دی، ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور حضور ﷺ نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ست ج ۴ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

یہی امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ فاین البعیران اللذان غیبتهما بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانك محمد رسول الله فوالله ما اطلع علی ذلك الا الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ذکر ازواجہ ﷺ ج ۶ ص ۵۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فلما کان بالعقیق نظر الی الابل فرغب فی بعیرین منها فغیبهما فی شعب ثم جاء فقال یا محمد هذا فداء ابنتی فقال فاین البعیران اللذان غیبتهما بالعقیق فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله والله ما یتحقق علی ذلك الا الله۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۷۹ برقم ۱۴۲۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد غزوۃ بنی المصطلق ج ۴ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۶ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن زیاد رضی الله عنه قال افاء ای غنم رسول الله تعالی ﷺ فی غزوة بنی المصطلق جویریة بنت الحارث وقدم رسول الله ﷺ المدینة فاقبل ابوها فی فدائها فلما کان بالعقیق نظر الی ابله التی یفدی بها ابنته فرغب فی بعیرین منها کانا من افضلها فغیبها فی شعب من شعاب العقیق ثم اقبل علی رسول الله ﷺ فقال یا محمد اصبتم ابنتی هذا فداؤها فقال له رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیبت بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشهد انك رسول الله ما اطلع علی ذلك الا الله واسلم۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زیاد بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو غزوہ بنی مصطلق میں جویریہ بنت حارث بطور غنیمت عطا فرمائی تو ان کا باپ حارث ان کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو ان اونٹوں کی طرف دیکھا جو اپنی بیٹی کے فدیے میں دیئے تھے اسے دو اونٹ ان میں سے بہت پسند آئے پس ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں غائب کر دیا پھر دیگر اونٹوں کو ہنکا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد! میری بیٹی آپ کے ہاں گرفتار ہے یہ اس کا فدیہ ہے فرمایا: وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں غائب کئے ہیں یہ سن کر حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ واقعی میں نے ان دونوں اونٹوں کو عقیق میں غائب کیا اور اس بات پر سوائے اللہ کے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اس کے بعد حارث نے اسلام قبول کرلیا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۲﴾......اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری انبانا اسماعیل بن محمد ابن اسماعیل الصفار حدثنا الحسین بن الفضل بن السمح حدثنا قیس بن حفص الدارمی حدثنا طالب بن حجیر العبدی حدثنا ھود بن عبداللہ بن سعید انه سمع مزیدة العصری قال بینما النبی ﷺ یحدث اصحابه اذ قال لھم سیطلع علیکم من ھاھنا رکب ھم خیر اھل المشرق فقام عمر فتوجه نحوھم فلقی ثلاثة عشر راکبا فقال من القوم؟ قالوا من بنی عبدالقیس الخ۔

ترجمہ: مزیدہ العصری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ دوران گفتگو فرمایا: عنقریب اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ یہ ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس جانب روانہ ہوگئے تو 13 افراد پر مشتمل ایک وفد ان سے ملا پوچھا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عبدالقیس سے ہیں۔

(دلائل النبوۃ باب وفد عبدالقیس واخبار النبی ﷺ بطلوعھم قبل قدومھم ج ۵ ص ۳۲۶۔۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۴۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن شاھین من طریق حسین بن محمد قال حدثنا ابی حدثنا جعفر بن الحاکم العبدی عن صخار بن العباس ومزیدة بن مالک فی نفر من عبدالقیس قالوا کان الاشج اشج عبدالقیس صدیقا لراھب بدارین فلقیه عاما فاخبرہ ان نبیا یخرج بمکة یاکل الھدیة ولا یاکل الصدقة بین کتفیه علامة یظھر علی الادیان ثم مات الراھب فبعث الاشج ابن اخته فاتی مکة عام الھجرة فلقی النبی ﷺ ورای صحة العلامة فاسلم الاشج وکتم اسلامه حینا ثم خرج فی ستة عشر رجلا وقدم المدینة فخرج النبی ﷺ فی اللیلة التی قدموا فی صبحھا فقال لیاتین رکب من قبل المشرق لم یکرھوا علی الاسلام لصاحبھم علامة فقدم اشج عبدالقیس فی نفر من قومه کان قدومھم عام الفتح۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ صحار بن عباس اور مزیدہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں (یہ مزیدہ وفد عبدالقیس کے ایک رکن تھے) وہ کہتے ہیں کہ اشج عبدالقیس دارین کے راہب کا دوست تھا۔ ایک سال اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ مکہ شریف میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے مگر صدقہ نہیں کھاتا اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ اس کے بعد راہب کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے بعد اشج نے تحقیق حال کے لئے اپنے بھانجے کو مکہ شریف بھیجا وہ ہجرت کے سال آیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور نبوت کی نشانیوں کو صحیح پا کر اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو سورہ الحمد اور سورہ العلق کی تعلیم دی۔ اس کے بعد اسے حکم دیا کہ اب جا کر اپنے ماموں کو اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ اس نے لوٹ کر اپنے ماموں کو تمام حالات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے اشج اسلام لے آیا مگر ایک عرصہ تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا پھر سولہ مردوں کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینہ آیا جس صبح یہ وفد مدینہ پہنچا اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا بلکہ برضا و رغبت آرہے ہیں ان کے رہنما کی ایک علامت ہے، چنانچہ اشج عبدالقیس اپنی قوم کے چند نفوس کے ساتھ آیا یہ فتح مکہ کے سال کا واقعہ ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

نظر رسول الله ﷺ الى الافق صبيحة ليلة قدموا وقال لياتين ركب من المشركين لم يكرهوا قد انضوا الركاب وافنوا الزاد بصاحبهم علامة اللهم اغفر لعبد آلاف اتونى لا يسالونى مالاهم خير اهل المشرق۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اس رات جس کی صبح بنو عبدالقیس کا وفد آیا تھا۔ افق کی طرف دیکھ کر فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں نے ان کے جانوروں کو دبلا کر دیا ہے۔ ان کا زادراہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے سردار کی ایک نشانی ہے پھر دعا فرمائی اے اللہ! عبدالقیس کو معاف فرما وہ حصول مال کے لئے میرے پاس نہیں آئے وہ اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔

(طبقات الکبری ابن سعد وفو د قبیلۃ ربیعۃ وفد عبدالقیس ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

سيطلع عليكم من هذا الوجه ركب هم خير اهل المشرق......

(الآحاد والمثانی ج ۳ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۱۶۹۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام عبدالباقی بن قانع ابوالحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وخير اهل المشرق عبدالقيس۔

(معجم الصحابۃ ج ۲ ص ۳۳۶ برقم ۸۸۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

سیطلع من ھاھنا رکب ھم خیر اھل المشرق۔

(السیرۃ النبویۃ وفد بنی عبدالقیس ج ۴ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۹۱۔ بزار رقم الحدیث ۲۷۴۶۔ ۱۰۴۲۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۲۴۷۔ ۲۴۹)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاصابۃ ج ۱ ص ۲۱۶ برقم الکبری ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص ابن کثیر ج ۵ ص ۴۶۔ ۴۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (السیرۃ النبویۃ وفد بنی عبدالقیس ج ۴ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء وفد عبدالقیس ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (الاکتفاء بما ۔ ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۶۸۴ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (الآحاد والمثانی ذکر الوازع بن الزارع ج ۳ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵ برقم ۲۷۵ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۲۲۱ (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی قدوم وفد عبدالقیس ج ۳ ص ۶۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاکم عن انس ان وفد عبدالقیس من اھل ھجر قدموا علی رسول اللہ ﷺ فبینما ھم قعود عندہ اذ اقبل علیھم فقال لکم تمرۃ تدعونھا کذا حتی عدّ الوان تمرھم اجمع فقال لہ رجل من القوم بابی انت وامی یارسول اللہ واللہ لو کنت ولدت فی جوف ھجر ما کنت باعلم منک الساعۃ اشھد انک رسول اللہ فقال ﷺ ان ارضکم رفعت لی منذ قعدتم الی فنظرت من ادناھا الی اقصاھا فخیر تمراتکم البرنی یذھب الداء ولا داء فیہ۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل ہجر سے عبدالقیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا وہ بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: تمہارے ہاں کئی قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اور تم فلاں رنگ کی کھجور کو اس نام سے پکارتے ہو یہ سن کر ایک شخص بولا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ ﷺ کی ولادت مقام ہجر میں ہوتی تو اس سے زیادہ آپ ان کھجوروں کے متعلق علم نہ رکھتے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میرے پاس بیٹھے تو تمہاری سرزمین اٹھا کر میرے سامنے کردی گئی اور میں نے اسے ایک سرے سے دوسرے تک بالتفصیل دیکھا تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور ''برنی'' ہے جو بیماری کو دور کرتی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قیس بن حفص قال حدثنا طالب بن حجیر العبدی قال حدثنی ھود بن عبداللہ بن سعد سمع جدہ مزیدۃ العبدی قال ثم جاء اشج یمشی حتی اخذ بید النبی ﷺ فقبلھا فقال لہ النبی ﷺ اما ان فیک لخلقین یحبھما اللہ ورسولہ قال جبلا جبلت علیہ او خلقا معی؟ قال لا بل جبلت علیہ قال الحمد للہ الذی جبلنی علی ما یحب اللہ ورسولہ۔

ترجمہ: مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اشج رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کیا وہ ایسی چیزیں ہیں؟ جن پر میں پیدا ہوا ہوں۔ (یعنی فطرتی) یا وہ بعد میں پیدا کی گئیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ وہ فطری ہیں جن پر تم پیدا کیے گئے ہو۔ اشج رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے اندر

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ایسی خصلتیں پیدا فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند فرماتے ہیں۔

(الادب المفرد ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۵۸۷ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری مختصراً ج ۸ ص ۳۰۔۳۱ برقم ۲۰۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۸۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یطلع علیکم من هذا الوجه رکب من خیر اهل المشرق۔

(مسند ابی یعلیٰ ج ۱۲ ص ۲۴۵۔۲۴۶۔۲۴۷ رقم الحدیث ۶۸۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه سیطلع علیکم من هذا الوجه رکب هم من خیر اهل المشرق۔

(نوادر الاصول فی احادیث الرسول ج ۳ ص ۴۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۳﴾......اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالحمید الحمانی ثنا حشرج بن نباتة حدثنی سعید بن جمهان عن سفینة مولی رسول الله قال لما بنی رسول الله المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر حجره الی جنب حجری ثم قال لیضع عمر حجره الی جنب حجر ابی بکر ثم قال لیضع عثمان حجره الی جنب حجر عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء من بعدی۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ﷺ وائد الہیثمی کتاب الامرۃ باب ما جاء فی الخلفاء ج ۲ ص ۶۲۱ رقم الحدیث ۵۹۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقد قال الحافظ البیهقی فی الدلائل حدثنا ابو عبدالله الحافظ املاء حدثنا ابو بکر بن اسحاق اخبرنا عبید بن شریك حدثنا نعیم بن حماد حدثنا عبدالله بن المبارك اخبرنا حشرج بن نباتة عن سعید بن جمهان عن سفینة مولی رسول الله ﷺ قال جاء ابوبکر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال رسول الله ﷺ هؤلاء ولاة الامر بعدی۔

ثم رواه من حدیث یحیی بن عبدالحمید الحمانی عن حشرج عن سعید عن سفینة قال لما بنی رسول الله ﷺ المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر حجرا الی جنب حجری ثم لیضع عمر حجره الی جنب حجر ابی بکر ثم لیضع عثمان حجره الی جنب حجر عمر فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء من بعدی۔

(السیرۃ النبویۃ فصل بناء مسجدہ الشریف فی مدۃ مقامہ علیہ السلام بدار ابی ایوب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۹۔۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، مستدرک ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابویعلی والحاکم وابونعیم عن عائشة قالت: اول حجر حمله النبی ﷺ لبناء المسجد ثم حمل ابوبکر حجرا ثم حمل عثمان حجرا فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء بعدی۔

ترجمہ: ابویعلیٰ وحاکم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے خود پتھر اٹھایا۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد (اسی ترتیب سے) یہ حضرات خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو یعلی والحارث بن اسامة وابن حبان والحاکم وصححه والبیهقی وابونعیم عن سفینة قال: لما بنی رسول الله ﷺ المسجد جاء ابوبکر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال النبی ﷺ هؤلاء ولاة الامر بعدی۔

ترجمہ: وابو یعلیٰ وحارث بن اسامہ، ابن حبان وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پتھر لائے۔ آپ نے اسے رکھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ نے اسے رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور آپ نے اسے رکھا اس وقت آپ نے فرمایا میرے بعد اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم عن قطبة بن مالك قال: مررت برسول الله ﷺ ومعه ابو بکر وعمر وعثمان وهو یؤسس مسجد قباء فقلت یارسول الله تبنی هذا البناء وانما معك هؤلاء الثلاثة قال ان هؤلاء اولیاء الخلافة بعدی۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور آپ مسجد قبا کی تعمیر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی تعمیر فرما رہے ہیں دراں حالیکہ آپ کے ساتھ صرف یہی تین حضرات ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بعد یہی تین صاحبان خلافت ہیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۴﴾...... سب سے پہلے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عثمان بن عمرو اخبرنا اسرائیل عن میسرة بن حبیب عن المنهال بن عمرو عن عائشة بنت طلحة عن عائشة ام المؤمنین ثم قالت ما رأیت احد اشبه سمتا ودلا وهدیا برسول الله فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت وکانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه وکان النبی ﷺ اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها فلما مرض النبی ﷺ دخلت فاطمة فاکبت علیه فقبلته ثم رفعت راسها فبکت ثم اکبت علیه ثم رفعت راسها فضحکت قلت ان کنت لاظن ان هذه من اعقل نسائنا فاذا هی من النساء فلما توفی النبی ﷺ قالت لها ارایت حین

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ...... ☆

اکببت علی النبی ﷺ فرفعت راسک فبکیت ثم اکببت علیہ فرفعت راسک فضحکت ما حملک علی ذلک قالت انی اذا لبذرۃ اخبرنی انہ میت من وجعہ ہذا فبکیت ثم اخبرنی انی اسرع اہلہ لحوقاً بہ فذاک حین ضحکت۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست برخواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا جب آپ پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو رونے لگیں تھیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگیں تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں آپ کا راز بتا رہی ہوں پہلی بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر دوسری بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی باب فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ ج ۵ ص ۷۰۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ما جاء فی نعیہ نفسہ ﷺ الی ابنتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا الخ ج ۷ ص ۱۶۴۔۱۶۵ ج ۶ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۴۔ صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۹۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۲۹۔ طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۳۰)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ ج ۲ ص ۷۸۱ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶۹۔۴۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اول من یتبعہ من اہلہ فضحکت۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۵۴ رقم الحدیث ۱۳۲۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراہیم بن عبداللہ نا سلیمان بن داود نا عباد بن العوام نا ہلال بن حباب عن عکرمۃ عن بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ لفاطمۃ ثم انت اول لحوقا بی۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۶۳ رقم الحدیث ۱۳۴۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اسرع اہلہ بہ لحوقا وانی سیدۃ نساء اہل الجنۃ الا مریم بنت عمران فرفعت راسی فضحکت۔

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۷۶۔۷۷ رقم الحدیث ۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کتاب الوفاۃ للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی القاھرۃ مصر)، (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۱۸۵ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ماروی انه قال لفاطمة رضی الله تعالی عنها انك اول اهل بیتی لحاقا بی ونعم السلف انا لك فكانت اول من مات بعده من اهل بیته۔

(اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذاره بما سیحدث بعده ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وانك اول اهل بیتی لحوقا بی ونعم السلف انا لك فبكیت لذلك ثم قال الا ترضین ان تكونی سیدة نساء هذه الامة اونساء المومنین قالت فضحكت لذلك۔

(مسند احمد احادیث فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ ج ۶ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۲۶۴۵۶ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ذکر وفاۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال یا فاطمة اما ترضین ان تكونی سیدة نساء العالمین اونساء هذه الامة فضحكت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم جہانوں اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟ میں یہ بات سن کر ہنس پڑی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۹۸ رقم الحدیث ۹۳ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۴۰ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج ۴ ص ۱۸۹۳ رقم ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابن جریج عن الزهری عن عروة قال: توفیت فاطمة بعد النبی ﷺ بستة اشهر۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وقال انت اسرع اهلی بی لحوقا قالت فبكیت لذلك۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حافظ ابوعمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وماتت فاطمة رضی الله عنها بنت رسول الله ﷺ وكانت اول اهله لحوقا به وصلی علیها علی بن ابی طالب۔

(الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج ۴ ص ۱۸۹۸ رقم ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

من معجزاته ﷺ (اخبر فاطمة ابنته رضوان الله علیها) وهی الزهراء تكنی بام ابیها ولدت سنة احدی واربعین من ولد ابیها ﷺ وهی اصغر البنات (بانها اول اهله لحاقا به فكان كذلك) فانها توفیت بعده بستة اشهر۔

(اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۲۵﴾ ......بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبی ﷺ اصطفی لنفسه من نساء بنی قریظة ریحانة بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلها و وجد فی نفسه لذلک فبینما هو فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلا ابن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعیہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ بنی قریظہ من الآیات ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فبینا هو مع اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هذا لثعلبة بن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة فجاءہ فقال یارسول اللہ قد اسلمت ریحانة فسرہ ذلک من امرها۔

ترجمہ: ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یارسول اللہ ﷺ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کے اس عمل پر آپ ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۰۵۔۲۰۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فبینا رسول اللہ ﷺ فی اصحابه اذ سمع وقع نعلین فقال ان هاتین لنعلا ابن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة فجاء یقول یارسول اللہ قد اسلمت ریحانة فسر بذلک۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۵۰۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، ابن عساکر سیرۃ ج ۱ ص ۱۹۵۔ کتاب المغازی واقدی ج ۲ ص ۵۲۰)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فبینما هو فی مجلس مع اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هذا لثعلبة بن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة الخ۔

ترجمہ: ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(دلائل النبوۃ باب نزول بنی قریظہ علی حکم سعد بن سعد رضی اللہ عنہ الخ ج ۴ ص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

فبینما ھو ﷺ فی مجلس من اصحابہ اذ سمع وقع نعلین خلفہ فقال ان ھاتین لنعلا مبشری باسلام ریحانۃ۔

ترجمہ: ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرماتے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ غزوۃ بنی قریظہ ج ۲ ص ۶۷۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیھقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبی ﷺ اصطفی لنفسہ من نساء بنی قریظۃ ریحانۃ بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلھا و وجد فی نفسہ لذلک فبینما ھو فی مجلس من اصحابہ اذ سمع وقع نعلین خلفہ فقال ان ھاتین لنعلا ابن سعیۃ یبشرنی باسلام ریحانۃ۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کردیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرماتے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۳۔۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۶﴾......ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتانا

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وروینا باسناد عن عبداللہ بن ابی بکر قال خرج النبی علی ابی سفیان وھو فی المسجد فلما الیہ ابوسفیان قال فی نفسہ لیت شعری بای شئی غلبتنی فاقبل النبی حتی ضرب بین کتفیہ وقال باللہ غلبتک یا اباسفیان فقال ابوسفیان اشھد انک رسول اللہ۔

ترجمہ: ہم نے ایک متصل سند سے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ ابوسفیان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ابوسفیان نے آپ کو دیکھا تو دل میں کہا کاش میں جانتا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ پر غلبہ پایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوسفیان اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم پر غالب آیا ہوں تو ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(روض الانف عن اسلام ابی سفیان وصاحبیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی اسحاق السبیعی ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکۃ کان جالساً فقال فی نفسہ لو جمعت لمحمد جمعا انہ لیحدث نفسہ بذلک اذ ضرب النبی ﷺ بین کتفیہ وقال اذا یخزیک اللہ قال فرفع راسہ فاذا النبی ﷺ قائم علی راسہ فقال ما ایقنت انک نبی حتی الساعۃ ان کنت لاحدث نفسی بذلک۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ باب اسلام ہند بنت عتبۃ بن ربیعۃ ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۶۔۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال محمد بن سعد عن الواقدی عن محمد بن حرب عن اسماعیل بن ابی خالد عن ابی اسحاق ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکة کان جالسا فقال فی نفسه لو جمعت لمحمد جمعا فانه لیحدث نفسه بذلك اذ ضرب رسول الله ﷺ بین کتفیه وقال اذا یخزیك الله قال فرفع راسه فاذا رسول الله ﷺ قائم علی راسه فقال ما ایقنت انك نبی حتی الساعة۔

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا ابی الرجال انبا عبدالله بن ابی بکر قال کان ابوسفیان بن حرب جالساً فی ناحیة المسجد فخرج النبی ﷺ من بعض بیوته ملتحفا فی ثوب فقال ابوسفیان وهو فی مجلسه لیت شعری بای شی غلبتنی قال فاقبل النبی ﷺ حتی ضرب ظهره بیده وقال بالله غلبتك قال اشهد انك رسول الله ثم۔

(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب علامات النبوۃ باب انتصار باللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۸۷۴ رقم الحدیث ۹۳۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وابوسفیان ابن حرب، وعتاب بن اسید، والحارث بن هشام واشراف قریش جلوس بفناء الکعبة۔ فقال عتاب: لقد اکرم الله اسید ان لا یکون سمع هذا فیسمع منه ما یغیظه فقال الحارث: اما والله لو اعلم انه حق لاتبعته فقال ابوسفیان اما والله لا اقول شیئا لو تکلمت لاخبرت عنی هذه الحصباء فخرج علیهم النبی فقال قد علمت الذی قلتم ثم ذکر ذلك لهم۔ الحارث وعتاب اشهد انك رسول الله والله ما اطلع علی هذا احد کان معنا۔ فنقول اخبرك۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۶۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۷ مطبوعہ دار القلم بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وعن سعید بن المسیب قال لما کان لیلة دخل الناس مکة لیلة الفتح لم یزالوا فی تکبیر وتهلیل

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

و طواف بالبیت حتی اصبحوا فقال ابوسفیان لھند اترین ھذا من اللہ؟ ثم اصبح فغدا ابوسفیان الی رسول اللہ ﷺ فقال لہ رسول اللہ ﷺ قلت لھند اترین ھذا من اللہ! نعم ھو من اللہ فقال ابوسفیان اشھد انک عبداللہ ورسولہ والذی یحلف بہ ابوسفیان ما سمع قولی ھذا احد من الناس الا اللہ عزوجل وھند۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح وتہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(دلائل النبوۃ باب اسلام ھند بنت عتبۃ بن ربیعۃ ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۵ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم روی البیھقی من طریق ابن خزیمۃ وغیرہ عن ابی حامد بن الشرقی عن ابی محمد بن یحیی الذھلی حدثنا موسی بن اعین الجزری حدثنا ابی عن اسحاق بن راشد عن سعید بن المسیب قال لما کان لیلۃ دخل الناس مکۃ لیلۃ الفتح لم یزالوا فی تکبیر وتھلیل و طواف بالبیت حتی اصبحوا فقال ابوسفیان لھند اتری ھذا من اللہ؟ قالت نعم ھذا من اللہ قال ثم اصبح ابوسفیان فغدا الی رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ قلت لھند اتری ھذا من اللہ؟ قالت نعم ھذا من اللہ فقال ابوسفیان اشھد انک عبداللہ ورسولہ والذی یحلف بہ ما سمع قولی ھذا احد من الناس غیر ھند۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح وتہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لقی رسول اللہ ﷺ ابا سفیان بن حرب فی الطواف فقال یا ابا سفیان اما کان بینک وبین ھند کذا وکذا؟ فقال ابوسفیان فی نفسہ افشت علی ھند سری لافعلن بھا ولافعلن فلما فرغ رسول اللہ ﷺ من طوافہ لحق اباسفیان فقال یا اباسفیان لا تظلم ھندا فانھا لم تفش من سرک شیئا فقال ابوسفیان اشھد انک رسول اللہ فمن انباک بما فی نفسی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دوران طواف ابوسفیان اور ہند کے درمیان ملاقات

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ہو گئی۔آپ ﷺ نے فرمایا ابوسفیان تمہارے اور ہند کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ابوسفیان نے دل میں کہا کہ ہند نے میرا راز فاش کر دیا۔میں اس کا ایسا حشر کروں گا جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان سے ملے اور فرمایا ابوسفیان! ہند سے اس قسم کی گفتگو نہ کرنا ہند نے تمہارا راز فاش نہیں کیا یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم وزیادتی اور تشدد وسختی کا سوچ رہا تھا۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۳۔۳۱۴ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱۔۴۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال العلامة السيد احمد دحلان رحمه الله تعالى والحاصل ان ابا سفيان كان في اول الامر مستكرها فلم يزل رسول الله ﷺ يترفق به ويتالفه حتى تمكن الإسلام من قلبه وقد فقئت عينه في غزوة الطائف فجاء بها في يده الى النبي ﷺ فقال له ان شئت ارجعها الله اليك خيرا مما كانت وان شئت خيرا منها في الجنة فرمى بها وقال خيرا منها في الجنة وفقت عينه الاخرى يوم اليرموك في خلافة عمر رضى الله عنه وكان يحث الناس ويحرضهم على القتال ويقول هذا يوم من ايام الله انصروا دين الله ينصركم۔

ترجمہ: علامہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔حاصل کلام یہ ہے کہ ابوسفیان کو شروع شروع میں یہ انقلاب نا گوار گزرا مگر نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ نرمی اور تالیف قلب سے کام لیتے رہے یہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں جم گیا۔بعد میں غزوہ طائف کے دوران اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تو وہ اسے ہتھیلی پر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھ کو پہلے سے بہتر صورت میں لوٹا دے یا یہ پسند کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا کر دے۔یہ سن کر ابوسفیان نے اپنی آنکھ پھینک دی اور کہا میں جنت کی اس سے اچھی آنکھ پسند کرتا ہوں اس کی دوسری آنکھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں یرموک کی لڑائی کے دوران پھوٹ گئی۔وہ مجاہدین کو جہاد وقتال پر برانگیختہ کرتے اور ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہے تھے لوگو! یہ اللہ کے عظیم ایام میں سے ایک دن ہے۔تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر《۲۷》......عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما لك والسلاح فقال انسيته على لما دخلت قال ولم قدمت قال قدمت في فدى ابنى قال فما جعلت لصفوان بن امية في الحجر فقال وما جعلت له قال جعلت له ان تقتلني على ان يعطيك كذا وكذا وعلى ان يقضي دينك ويكفيك مؤونة وعيالك فقال عمير اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله فوالله يا رسول الله ما يتحقق على هذا احد غيرى وغير صفوان وانى اعلم ان الله اخبرك به۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے عمیر سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ہتھیار لئے ہو۔انہوں نے کہا کہ حاضر ہوتے وقت میں بھول کے تلوار لئے چلا آیا۔فرمایا کہ تم کیوں آئے؟

عمیر نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کے فدیے میں آیا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے عہد کیا کہ؟ عرض کی میں نے کچھ نہیں کیا۔فرمایا تم نے یہ کیا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں دے گا۔تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔

marfat.com
Marfat.com

عمیر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یارسول اللہ واللہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو آگاہ کردیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فما ذا شرطت لصفوان فی الحجر ففزع عمیر وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلی علی ان یعول اولادك ویقضی دینك والله حائل بینك وبین ذلك فقال عمیر اشهد انك رسول الله واشهد ان لا اله الا الله۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۷۲۷ برقم ۶۰۶۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال له فما شرطت لصفوان بن امیة فی الحجر ففزع عمیر وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلی علی ان یقضی دینك والله تعالی حائل بینك وبین ذلك قال عمیر اشهد انك لرسول الله وانك صادق واشهد ان لا اله الا الله کنا نکذبك بالوحی وبما یاتیك من السماء وهذا الحدیث کان بینی وبین صفوان کما قلت لم یطلع علیه احد غیری۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۴۰۔۱۴۱ رقم الحدیث ۱۵۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال اصدقنی ما الذی جئت له قال ما جئت الا لذلك قال بل قعدت وصفوان بن امیة فی الحجر فذکرتما اصحاب القلیب من قریش ثم قلت لو لا دین علی وعیال عندہ لخرجت حتی اقتل محمدا فتحمل لك صفوان بدینك وعیالك علی ان تقتلنی له والله حائل بینك وبین ذلك قال عمیر اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنویں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل وعیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل وعیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام اسلام عمیر بن وھب بعد تحریض صفوان لہ علی قتل الرسول ج ۳ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴۔۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۸۔۳۱۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون معاویہ دیوبندی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۸۷۔۲۸۸ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۳۴۴۔۳۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر اسلام عمیر بن وھب وتحریض صفوان لہ علی قتل الرسول ﷺ ج ۲ ص ۴۲۸۔۴۲۹ مطبوعہ بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۲۲ برقم ۱۹۹۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاستیعاب ذکر صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۲۰ برقم ۱۲۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر﴿۲۸﴾......تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن عبدالرحمن بن سابط قال: خطب رسول اللہ ﷺ امراۃ من کلب فبعث عائشۃ تنظر الیھا فذھبت ثم رجعت فقال لھا رسول اللہ ﷺ: مارایت؟ قالت: ما رایت طائلاً فقال لھا رسول اللہ ﷺ لقد رایت طائلاً لقد رأیت خالاً بخدھا اقشعرت کل شعرۃ منک فقالت یا رسول اللہ: ما دونک سر۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی کلب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے ایک خاص بات دیکھی ہے تم نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر ایک تل ہے جس کو دیکھ کر تمہارے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے یعنی آپ کو ہر شے کا علم ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشۃ ان النبی ﷺ ارسل عائشۃ الی امراۃ فقالت: ما رایت طائلاً قال لقد رایت خالاً بخدھا اقشعرت ذؤابتک فقالت: ما دونک سر ومن یستطیع ان یکتمک۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عورت کو دیکھنے بھیجا جس کے لئے آپ نے پیغام نکاح دیا تھا تو انہوں نے آکر کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا ہے جس سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ خواہ کوئی آپ سے کتنا ہی چھپائے۔ کسی میں یہ جرأت ہے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

قد روی انہ السلام انہ خطب امراۃ فارسل عائشۃ لتنظر الیھا فلما رجعت الیہ قالت ما رایت فقال بلی لقد رایت خالاً قد خدھا اقشعرت منہ کل شعرۃ فی جسدك۔

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو دعوت نکاح دی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو عرض کی میں تو اس میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتی تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔

(روض الانف للسہیلی غیرۃ النساء النبی والنظر الی المراۃ ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۲۹﴾......میری امت میں ایک شخص وھب نامی ہوگا

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا الولید عن مروان بن سالم من اھل قرقیسیا ثنا الاحوص بن حکیم عن خالد بن معدان عن عبادۃ بن الصامت یکون فی امتی رجلان رجل یقال لہ وھب یھب اللہ لہ الحکمۃ ورجل یقال لہ غیلان ھو اضر علی امتی من ابلیس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وھب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشقی قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث للحافظ نور الدین الہیثمی کتاب الامارۃ باب فی ولاۃ السوء ج ۲ ص ۶۴۱ رقم الحدیث ۶۱۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبادۃ بن الصامت قال: قال رسول اللہ ﷺ: یکون فی امتی رجل یقال لہ وھب یھب اللہ لہ الحکمۃ ورجل یقال لہ غیلان ھو اضر علی امتی من ابلیس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وھب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشقی قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۴۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۴۵۴ رقم الحدیث ۸۷۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۹ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۱۱۶۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (جامع الکبیر الاحادیث ج ۹ ص ۳۳۷۔۳۳۸ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۶۔۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تھذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۴۸۹۔۴۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت): (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ جز ۶۶ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۳۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا علی بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبید الصفار، حدثنا احمد بن العباس، حدثنا ھشام بن عمار، حدثنا الولید ھو ابن مسلم، حدثنا ابن لھیعۃ، عن موسی بن وردان، عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ ینعق الشیطان بالشام نعقۃ یکذب ثلثاھم بالقدر۔ وفی ھذا ان اصح اشارۃ الی غیلان القدری وما ظھر بالشام بسببہ من التکذیب بالقدر حتی قتل۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شیطان شام میں پکارے گا اور دو تہائی شامی قدر کو جھٹلائیں گے۔ اس حدیث میں غیلان قدری کی طرف اشارہ ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۶۔۴۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ۳۰ ......اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟

علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وروی الزبیر فی حدیث اسنده ان رسول الله بعث رجلا الی عثمان ورقیة فاحتبس علیه الرسول فقال له ان شئت اخبرتك ما قال نعم قال وقفت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

ترجمہ: علامہ زبیر (بن بکار رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا جب وہ واپس آیا تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟ اس نے عرض کی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ نے سچ نے فرمایا۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا۔

(روض الانف باب الہجرۃ الی ارض الحبشہ ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال الزبیر بن بکار حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال حدثنی ابو المقدام مولی عثمان قال بعث النبی ﷺ مع رجل بلصف الی عثمان فاحتبس الرجل له النبی ﷺ ما حبسك الا كنت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما وجاء من اوجه متواترة ان رسول الله ﷺ بشره بالجنة وعده من اهل الجنة وشهد له بالشهادة۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۴۵۶ رقم ۵۴۵۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عساکر من طریق ابی عاصم قال: حدثنی مولی لعثمان بن عفان ان رسول الله ﷺ بعث الی عثمان بهدیة فاحتبس الرسول ثم جاء فقال له رسول الله ﷺ ما حبسك؟ ثم قال: ان شئت اخبرتك بما حبسك كنت تنظر الی عثمان مرة والی رقیة مرة ایهما احسن۔ قال: ای والذی بعثك بالحق انه الذی حبسنی۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابی عاصم رضی اللہ عنہ روایت کی۔ کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہدیتاً بھیجی اور وہ قاصد کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ قاصد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا، تم کس لئے ٹھہرے رہے؟ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ کس بنا پر تم ٹھہرے رہے؟ فرمایا تم ایک نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالتے تھے اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور یہ دیکھتے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ حسین ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اسی بات نے مجھے ٹھہرائے رکھا تھا۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر من طریق الزبیر بن بکار قال: حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال: حدثنی ابو المقدام مولی عثمان بن عفان قال: بعث النبی ﷺ مع رجل بظلف الی عثمان بن عفان فاحتبس الرجل فقال النبی ﷺ: ان شئت اخبرتك ما حبسك قال: نعم یا رسول الله۔ قال: تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مجھ سے محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالمقدام نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ بکری کے پائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجے وہ آدمی کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتادوں کہ کس لئے تم وہاں ٹھہرے رہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر ان کے حسن پر تعجب کر رہے تھے۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۱﴾ ...... یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وخزيم من المهاجرين وهو الذى لما ان اخبر النبى اصحابه ان الحيرة رفعت له فراى الشيماء بنت بقيلة معتجرة بخمار اسود على بغلة شهباء قال يارسول الله ان نحن فتحناها فوجدناها على هذه الصفة وهى لى قال هى لك ثم سار مع خالد بن الوليد الى مسيلمة فقتلوا مسيلمة ثم سار معه نحو الطف حتى دخلوا الحيرة فكان اول من لقيهم فيها بنت بقيلة على البغلة الشهباء كما نعتها رسول الله ﷺ فتعلق بها خزيم وادعاها فشهد له محمد بن مسلمة وعبدالله بن عمر فسلمها اليه خالد بن الوليد فنزل اليها اخوها عبدالمسيح فقال له بعنيها فقال لا انقصها والله من عشر مائة فدفع اليه الفا وقال لو قلت مائة الف لدفعتها اليك فقال ما كنت احسب ان مالا اكثر من عشر مائة۔

ترجمہ: حضرت خزیم رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں یہ وہی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ حیرہ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے خزیم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے حیرہ کو فتح کر لیا اور ہم نے شیماء کو اسی حالت میں پایا تو کیا وہ میری ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ تیری ہوگی پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے چل پڑے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی طرف چل دیئے۔

جب مسلمانوں کا لشکر حیرہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے انہیں (شیماء) بنت بقیلہ سیاہی مائل ایک طاقتور خچر پر سوار ملی جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی حالت بیان فرمائی تھی چنانچہ اسے دیکھتے ہی خزیم رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چمٹ گئے اور اس کا دعویٰ کرنے لگے ان کے متعلق حضور ﷺ کے فرمان کی گواہی حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے دی۔ لہٰذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شیماء حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی۔ پھر شیماء کے پاس اس کا بھائی عبدالمسیح قلعے سے نیچے اتر کر آیا اور خزیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا شیماء کو مجھے بیچ دے۔ خزیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بخدا میں ایک ہزار سے کم نہیں کروں گا چنانچہ عبدالمسیح نے ایک ہزار دے کر شیماء کو لے لیا اور پھر کہنے لگا اگر تم ایک لاکھ بھی مانگتے میں وہ بھی دینے کو تیار تھا۔ حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو یہ سمجھتا رہا کہ مال دس سو (یعنی ایک ہزار) سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (السیرۃ النبویۃ ذکر ما کان من الحوادث بعد رجوعہ علیہ السلام الی المدینہ منصرفہ من تبوک ج ۴ ص ۴۶۔۴۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البخاری فی "تاریخہ" والطبرانی والبیہقی وابونعیم عن خدیم بن اوس ابن حارثة بن لام قال: ھاجرت الی رسول اللہ ﷺ منصرفه من تبوك فقال رسول اللہ ﷺ: ھذہ الحیرة البیضاء قد رفعت لی وھذہ الشھباء بنت نفیلة الازدیة عل بغلة شھباء معتجرة بخمار اسود فقلت یارسول اللہ: ان نحن دخلنا الحیرة فوجدتھا کما تصف فھی لی۔ قال: ھی لك فلما کان زمن ابی بکر وفرغنا من مسیلمة اقبلنا الی الحیرة فاول من تلقانا حین دخلناھا الشھباء بنت نفیلة کما قال رسول اللہ ﷺ علی بغلة شھباء معتجرة خمار اسود فتعلقت بھا وقلت: ھذہ وھبھا لی رسول اللہ ﷺ فدعانی خالد بن الولید علیھا بالبینة فاتیته بھا وکانت البینة محمد بن مسلمة ومحمد بن بشیر الانصاریین فسلمھا الی فنزل الینا اخوھا یرید الصلح، فقال: بعنیھا۔ قلت: لا انقصھا واللہ من عشرة مائة درھم فاعطانی الف درھم فقیل لی: لو قلت مائة الف لدفعھا الیك فقلت: ما کنت احسب ان عددا اکثر من عشر مائة۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی نے بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے خریم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اس وقت ہجرت کی جب کہ آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ حیرۂ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم حیرۂ میں داخل ہوں اور میں اسے ویسا ہی پاؤں جیسا کہ آپ نے صفت بیان کی تو کیا وہ میرے لئے ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور ہم مسیلمہ کذاب کے استیصال سے فارغ ہوئے تو حیرۂ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے داخل ہونے کے بعد جو عورت سب سے پہلے ہمیں ملی وہ شیما بنت نفیلہ تھی اور اسی حال میں تھی جس حالت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی وہ اپنے خچر شہباء پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے تھی اور میں اس کے ساتھ متعلق ہو گیا اور میں نے کہا یہی وہ عورت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر مجھ سے شہادت طلب فرمائی اور میں نے اس کی شہادت پیش کی۔ وہ شہادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کی تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے میرے حوالہ کر دیا۔ پھر اس کا بھائی ہمارے پاس صلح کی غرض سے آیا اور اس نے کہا اسے فروخت کر دو۔ میں نے کہا خدا کی قسم دس سو درہم سے کم نہ کروں گا تو اس نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔ پھر مجھ سے کہا اگر تم ایک لاکھ درہم مانگتے تو ضرور دیتا۔ میں نے کہا میں دس سو درہم سے زیادہ گنتی جانتا ہی نہ تھا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۶۔۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبار ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۸۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر خریم بن اوس رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۲۷۴، رقم ۲۲۳۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (دلائل النبوۃ لاصبہانی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۱ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حدیث نمبر ﴿۳۲﴾......زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوسعد المالینی اخبرنا ابواحمد بن عدی اخبرنا ابویعلی حدثنا ابراھیم بن سعید الجوھری

marfat.com
Marfat.com

☆ حاشیہ......

حدثنا حسین بن محمد عن الهذیل بن بلال عن عبدالرحمن بن مسعود العبدی عن علی قال قال رسول الله ﷺ من سره ان ینظر الی رجل یسبقه بعض اعضائه الی الجنة فلینظر الی زید بن صوحان۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے اسے چاہئے کہ وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۲)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) حاکم ج ۱ ص ۳۴۷۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۸۔ ابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۳)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا یعلی بن عبید قال حدثنا الاجلح عن عبید بن لاحق قال کان رسول الله ﷺ فی سفر فنزل رجل من القوم فساق بهم ورجز ثم نزل آخر ثم بدا لرسول الله ﷺ ان یواسی اصحابه فنزل فجعل یقول جندب وما جندب والاقطع الخیر زید ثم رکب فدنا منه اصحابه فقالوا یارسول الله سمعناك اللیلة تقول جندب وما جندب والاقطع الخیر زید فقال رجلان یکونان فی هذه الامة یضرب احدهما حصول تفرق بین الحق والباطل والآخر تقطع یده فی سبیل الله ثم یتبع الله آخر جسده باوله قال یعلی قال الاجلح اما جندب فقتل الساحر ثم الولید بن عقبة واما زید فقطعت یده یوم جلولاء وقتل یوم الجمل۔

ترجمہ: آپ ﷺ اگلے روز جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ رات ہم نے آپ سے یہ سنا جندب کیا ہے جندب؟ زید نے اس سے خیر قطع کر دیا اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں دو آدمی ہوں گے ان میں سے ایک دوسرے کو تلوار مارے گا جس سے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو جائے گی دوسرے کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کاٹا جائے گا اور دوسرے موقع پر وہ قتل ہوگا۔ اجلح کہتے ہیں کہ جندب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کی موجودگی میں ایک جادوگر کو قتل کیا اور زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ یوم جلولاء کے موقع پر کاٹا گیا اور جمل کے دن قتل کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۵۶۔ ۵۵۷ برقم ۸۵۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن مسعود العبدی قال سمعت علیا یقول قال رسول الله ﷺ من سره ان ینظر الی من یسبقه بعض اعضائه الی الجنة فلینظر الی زید بن صوحان۔ وروی بن منده من طریق الجریری عن عبدالله بن بریدة عن ابیه قال ساق رسول الله ﷺ باصحابه فجعل یقول جندب وما جندب والاقطع الحبر زید فسئل عن ذلك فقال اما جندب فیضرب حصول یکون فیها امة وحده واما زید فرجل من امتی تدخل الجنة یده قبل بدنه فلما ولی الولید بن عقبة الکوفة فی زمن عثمان فذکر قصة جندب فی قتله الساحر واما زید بن صوحان فقطعت یده یوم القادسیة وقتل یوم الجمل۔

ترجمہ: عبدالرحمن بن مسعود العبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جس کے بعض اعضا جنت میں پہلے داخل ہوں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۲۷ برقم ۲۹۹۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ما وی ان النبی ذکر زید بن صوحان فقال زید و ما زید یسبقه عضو منه الی الجنة یوم نهاوند فی سبیل الله فقطعت یده

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کونسا زید جس کا ایک عضو جنت میں پہلے داخل ہوگا تو نہاوند کے دن زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کٹ گیا۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن الحارث الاعور قال: کان مما ذکره رسول الله ﷺ زید الخیر وهو زید بن صوحان قال رسول الله ﷺ سیکون بعدی رجل من التابعین وهو زید الخیر یسبقه بعض اعضائه الی الجنة بعشرین سنة فقطعت یده الیسری بنهاوند وعاش بعد ذلك عشرین سنة ثم قتل یوم الجمل بین یدی علي وقال قبل ان یقتل: انی رایت یدی خرجت من السماء تشیر الی ان تعال وانا لاحق بها۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جن زید الخیر کا ذکر فرمایا تھا وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ زید الخیر ہے۔ وہ اپنے جسم کا ایک حصہ بیس سال پہلے جنت کی طرف بھیجے گا چنانچہ ان کا بایاں ہاتھ نہاوند میں قطع ہوا۔ اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے یوم الجمل میں شہید ہوئے۔ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے سے پہلے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان سے نکلا ہے اور اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا ہے اور میں اس سے ملنے والا ہوں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۳﴾......سراقہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی عن الحسن ان عمر اتی بسواری کسری فالبسهما سراقة بن مالك فبلغا منکبیه فقال الحمد لله سواری کسری بن هرمز فی یدی سراقة بن مالك اعرابی من بنی مدلج۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن لائے گئے اور ان دونوں کنگنوں کو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا اور وہ کنگن اس کے شانوں تک پہنچے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسریٰ بن ہرمز کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بنی مدلج کے اعرابی کے ہاتھوں میں ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ذکر الحدیث عن الخروج رسول اللہ وابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین الی المدینہ ج ۱ ص ۳۳۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الشافعی: وانما البسهما سراقة لان النبی ﷺ قال لسراقة ونظر الی ذراعیه: کانی بك قد لبست سواری کسری۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کنگنوں کو اس بنا پر پہنا کہ نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامه انه رأى ذراعی سراقة بن مالك بن جعشم دقیقین اشعرین فقال کیف بك اذا البست بعدی سواری کسری فلما فتحت فارس دعاه عمر والبسه سواری کسری وقال له قل الحمدلله الذی سلبها کسری بن هرمز والبسهما سراقة بن جعشم۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج من طریق ابن عتبة عن اسرائیل ابی موسی عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك کیف بك اذا لبست سواری کسری قال: فلما اتی عمر بسواری کسری دعا سراقة فالبسه وقال: قل الحمد لله الذی سلبهما کسری ابن هرمز والبسهما سراقة الاعرابی۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ اسرائیل بن ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کسریٰ کے کنگن پہنتے وقت تمہارا کیا حال ہوگا راوی نے کہا کہ جب کسریٰ کے کنگن دربار فاروقی میں لائے گئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلا کر پہنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے کسریٰ بن ہرمز سے ان کنگنوں کو چھین کر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ اعرابی کو پہنایا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وانما فعلها عمر لان رسول الله قد بشر بها سراقة حین اسلم واخبره ان الله سیفتح علیه بلاد فارس ویغنمه ملك کسری فاستعبد ذلك سراقة فی نفسه وقال اکسری ملك الملوك فاخبره النبی ان حلیته ستجعل علیه تحقیقا للوعد کان اعرابیا بوالا علی عقبیه ولکن الله یعز بالاسلام اهله ویسبغ علی محمد نعمته وفضله۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت بشارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

کے زیر نگین ہوگا لیکن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل و کرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عيينة عن اسرائيل عن ابى موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سوارى كسرى قال فلما اتى عمر بسوارى كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقة فالبسه وكان رجلا ازب كثير شعر الساعدين فقال له ارفع يديك وقل الحمدلله الذى سلبهما كسرى بن هرمز والبسهما سراقة الاعرابى۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۴۱ رقم ۳۱۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وروى عن سفيان بن عيينة عن ابى موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سوارى كسرى قال فلما اتى عمر بسوارى كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقة بن مالك فالبسه اياهما۔

(الاستیعاب ذکر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۸۱ رقم ۹۱۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۴﴾...... میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاضى ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم ثنا على بن على بن العباس البجلى ثنا جعفر بن محمد بن رباح الاشجعى حدثنى ابى عن عبيدة عن عبدالملك ابن نمير فى مع عبدالملك بن عمرو الصحيح عبدالملك بن عمير الفرسى بفتح الفاء ابو عمرو الكوفى القبطى عن ربعى بن حراش قال كنا اربع اخوة وكان الربيع اخونا اكثرنا صلاة واكثرنا صياما فى الهواجر وانه توفى فبينا نحو حوله وقد بعثنا من يبتاع لنا كفنا اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقال القوم وعليكم السلام يا اخا بنى عبس ابعد الموت قال نعم انى لقيت ربى عزوجل بعدكم فلقيت غضبان واستقبلنى بروح وريحان واستبرق الا وان القاسم ﷺ ينتظر الصلاة على فعجلونى ولا تؤخرونى لم كان بمنزلة حصاة رمى بها فى طست فنمى الحديث الى عائشة رضى الله عنها فقالت اما انى سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتى بعد الموت۔

ترجمہ: حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے الربیع رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور سخت روزے رکھنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی ہم اس کے ارد گرد کھڑے تھے اور کسی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج چکے تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور سب کو سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے بنی عبس کے بھائی! کیا تم موت کے بعد گفتگو کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں تمہارے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اللہ تعالیٰ بالکل غصے میں نہ تھا اس نے میرا پھولوں

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

خوشبو اور ریشم کے بچھونوں سے استقبال کیا سنو! ابو القاسم ﷺ میری نماز جنازہ کے منتظر ہیں لہٰذا جلدی کرو اور مجھے دیر نہ ہونے دو۔ پھر ایسے ہوا جیسے ایک کنکر کو طشت میں پھینکا جاتا ہے۔

(یعنی تکفین و تدفین میں بہت جلدی کی گئی) اس کے بعد یہ معاملہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان کے آنسو بہنے لگے آپ ﷺ نے اپنی جدائی کی اطلاع دی حتیٰ کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۶۷۔۳۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند جید عن حذیفۃ: سمعت النبی ﷺ یقول یکون فی امتی رجل یتکلم بعد الموت۔

ترجمہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں بسند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جو مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

واخرج البیھقی وصححہ وابونعیم من طرق عن ربعی بن حراش قال: مات اخی الربیع وکان اصومنا فی الیوم الحار واقومنا فی اللیلۃ الباردۃ فسجیتہ فضحک فقلت یا اخی: احیاۃ بعد الموت؟ قال: لا ولکنی لقیت ربی فلقینی بروح وریحان ووجہ غیر غضبان فقلت کیف رایت الامر؟ قال: ایسر مما تظنون فذکر لعائشۃ فقالت: صدق ربعی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من امتی من یتکلم بعد الموت۔ وفی لفظ یتکلم رجل من امتی بعد الموت من خیر التابعین۔

قلت: لھذا الحدیث طرق وقد استوفیت اخبار من تکلم بعد الموت فی (کتاب البرزخ)۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ میرا بھائی ربیع فوت ہو گیا۔ وہ ہم میں گرمی کے دنوں میں زیادہ روزہ دار اور سردی کی راتوں میں زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اس کے جسد پر چادر ڈالی تو وہ ہنسنے لگا اس پر میں نے کہا اے بھائی! کیا مرنے کے بعد بھی (دنیاوی) زندگانی ہے؟ اس نے کہا نہیں بات یہ ہے کہ میں اپنے رب سے ملا اور میرا رب مجھ سے روح و ریحان اور ایسے وجہ کریم کے ساتھ ملا جو غضب ناک نہ تھا میں نے پوچھا تم نے امر کو کیسا دیکھا اس نے کہا جتنا تم گمان کر سکتے ہو اس سے زیادہ آسان میں نے دیکھا اس کے بعد یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا ربیع رضی اللہ عنہ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور وہ خیر التابعین سے ہوگا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کی بکثرت سندیں ہیں جن کو میں نے ''کتاب البرزخ'' میں مرنے کے بعد کلام کرنے والوں کی خبروں کے ضمن میں جمع کیا ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ اردو ص ۵۲۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور امام سیوطی ص ۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۶۷)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا اسناد صحيح لا يشك حديثي في صحته۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فنمي الحديث الى عائشة رضى الله عنها فقالت اما انى سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتى بعد الموت۔

ترجمہ: اس کے بعد یہ معاملہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربعی بن حراش ج ۴ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعدت رسول الله ﷺ ان لا يذهب فى ادركه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت فى ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا نکلنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقعے کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ اس امت کا ایک شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربعی بن حراش ج ۴ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

ووعدنى رسول الله ﷺ ان لا يذهب فى ادركه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت فى ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا نکلنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقعے کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ اس امت کا ایک شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن ابی حاتم ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

ربيع بن حراش اخو ربعى بن حراش الذى تكلم بعد الموت وذكره امره لعائشة فقالت سمعت رسول الله ﷺ يقول انه يتكلم رجل من امتى بعد الموت من خير التابعين۔

(الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۴۵۶ برقم ۲۰۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۳۵﴾...... یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم والبیهقی وابونعیم من طریق محمد بن زیاد الالهانی عن عبدالله بن بسر ان النبی ﷺ وضع یده علی راسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثولول فقال لایموت هذا حتی یذهب الثولول من وجهه فلم یمت حتی ذهب۔

ترجمہ: حاکم وبیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بطریق محمد بن زیاد الہانی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو وہ ۱۰۰ھ تک زندہ رہے اور ان کے چہرے پر مہاسہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا یہ بچہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک یہ مہاسہ اس کے چہرے سے دور نہ ہو جائے تو وہ فوت نہ ہوئے جب تک وہ مہاسہ دور نہ ہوا۔
(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۴۲۔۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهیم بن سعید قال: نا یحیی بن صالح قال: نا محمد ابن القاسم الطائی قال: سمعت عبدالله بن بسر رضی الله عنه یقول: قال لی رسول الله ﷺ لتدرکن قرنا قال: فبلغنا انه اتت علیه مائة سنة۔
(البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۴۳۰ رقم الحدیث ۳۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۱۴۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۶۴۔۶۵۔ کشف الاستار مناقب عبداللہ بن بسر ج ۳ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۲۷۴۷۔ حاکم مستدرک الفتن والملاحم ج ۴ ص ۵۰۰)

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا داؤد بن رشید ثنا ابوحیوة عن ابراهیم بن محمد بن زیاد عن ابیه عن عبدالله بن بسر ثم ان النبی ﷺ وضع یده علی راسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا قال فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثالول فقال لا یموت هذا حتی یذهب هذا الثالول من وجهه فلم یمت حتی ذهب الثالول من وجهه۔
(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۳۷ رقم الحدیث ۱۰۳۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوجعفر محمد ان فاطمة اخبرتهم ابنا محمد بن ریذة ابنا سلیمان الطبرانی ثنا ابوزرعة عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی ثنا یحیی بن صالح الوحاظی ثنا الحسن بن ایوب الحضرمی عن عبدالله بن بسر انه کان فی راسه شامة فقال له النبی ﷺ لیدرکن هذا قرنا۔
(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۵۶۔۵۷ رقم الحدیث ۳۷۔۳۸۔۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوجعفر ایضا ان فاطمة بنت عبدالله اخبرتهم ابنا محمد بن عبدالله بن ریذه ابنا سلیمان بن احمد الطبرانی ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل ثنا داود بن رشید ثنا ابوحیوة شریح بن یزید عن ابراهیم بن محمد بن زیاد الالهانی عن ابیه عن عبدالله بن بسر قال وضع رسول الله ﷺ یده علی راسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثالول فقال لایموت حتی یذهب الثالول من وجهه فلم یمت حتی ذهب الثالول من وجهه۔
(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۹۰ رقم الحدیث ۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۵۲ رقم الحدیث ۱۶۵۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۳۶﴾ ...... آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

نبی یری ما لا الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
وان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقہ فی الیوم اوفی ضحوۃ الیوم اوغد
لیہننی ابابکر سعادۃ جدہ بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

ترجمہ: وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔
(السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۷ ذکر ہجرۃ رسول اللہ ﷺ الی یثرب فاجابہ حسان بن ثابت مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لقد نزلت منہ الی اہل یثرب رکاب ہدی حلت علیہم باسعد
نبی یری ما لا الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
وان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقہ فی الیوم اوفی ضحی الغد
لیہن ابابکر سعادۃ جدہ بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

ترجمہ: آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

(روض الانف حدیث ام معبد ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔
حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ اذا انشق معروف من الصبح ساطع

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب اٹھنے والی صبح سے بھلائی پھوٹتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا　　بہ موقنات ان ما قال واقع

آپ نے ہمیں اندھے پن کے بعد راستہ دکھایا پس ہمارے دل یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ جو فرمائیں گے لامحالہ وہ واقع ہو کر رہے گا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

نبی یری مالا یری الناس حولہ　　ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

نبی علیہ السلام اپنے اردگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو لوگ نہیں دیکھ سکتے آپ ہر مجلس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فان قال فی یوم مقالۃ غائب　　فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم اوغد

اگر آپ نے کسی روز غائب کی بات بتائی تو اس کی تصدیق اسی روز چاشت کے وقت آجاتی ہے یا اگلے روز واقع ہو جاتی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مختصر سیرۃ الرسول ص ۸۸ مطبوعہ دارالقلم بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۷﴾......حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد وابن عساکر عن عبدالملک بن عبید وغیرہ قالوا کان شیبۃ ابن عثمان یحدث عن اسلامہ قال لما کان عام الفتح ودخل رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ قلت اسیر مع قریش الی ھوازن بحنین فعسی ان اختلطوا ان اصیب من محمد غرۃ فاکون انا الذی قمت بثار قریش کلھا واقول لو لم یبق من العرب والعجم احد الا اتبع محمدا ما اتبعتہ ابدا فکنت مترصدا لما خرجت لہ لا یزداد الامر فی نفسی الا قوۃ فلما اختلط الناس اقتحم رسول اللہ ﷺ عن بغلتہ واصلت السیف ودنوت ارید ما ارید منہ ورفعت سیفی حتی کدت اسورہ فرفع لی شواظ من نار کالبرق کاد یمحشنی فوضعت یدی علی بصری خوفا علیہ والتفت الیّ رسول اللہ ﷺ فنادانی یا شیبۃ ادن منی فدنوت فمسح صدری ثم قال اللھم اعذہ من الشیطان قال فواللہ لھو کان ساعتئذ احب الیّ من سمعی وبصری ونفسی واذھب اللہ ما کان بی ثم قال ادن فقاتل فتقدمت امامہ اضرب بسیفی اللہ یعلم انی احب ان اقیہ بنفسی کل شی ولو لقیت تلک الساعۃ ابی لو کان حیا لاوقعت بہ السیف حتی رجع الی معسکرہ فدخل خباءہ فدخلت علیہ فقال یا شیب الذی اراد اللہ بک خیر مما اردت بنفسک ثم حدثنی بکل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکرہ لاحد قط فقلت انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ثم قلت استغفر لی یارسول اللہ قال غفر اللہ لک۔

ترجمہ: عبدالملک بن عبید وغیرہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے کی داستان (مندرجہ ذیل الفاظ میں) بیان کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ جب فتح مکہ کا سال آیا اور نبی اکرم ﷺ نے بزور مکہ پر قبضہ کرلیا، تو میں نے کہا کہ میں بنو قریش کے ہمراہ بنو ہوازن کے پاس حنین میں چلا جاتا ہوں، ہو سکتا ہے، کہ جلد ہی یہ دونوں گروہ محمد ﷺ کا باہم ملکر مقابلہ کریں اور میں موقع پا کر تمام قریش کی ہزیمت کا بدلہ لے لوں۔ میں کہا کرتا تھا کہ اگر عرب و عجم میں کوئی شخص بھی باقی نہ رہے۔ سب محمد (ﷺ) کی اطاعت اختیار کرلیں تب بھی میں آپ ﷺ کی اتباع نہ کروں گا چنانچہ میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منتظر تھا۔ آتش انتقام سینے میں بھڑک رہی تھی پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے نیچے آئے میں تلوار سونت کر اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے ان کے قریب ہوا۔ میں نے تلوار ابھی لہرائی ہی تھی کہ بجلی کی طرح آگ کے شعلے بلند ہوئے جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے بینائی چھن جانے کے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

خوف سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: میرے قریب آجاؤ اور قتال کرو، چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر تیغ زنی شروع کی۔ خدا جانتا ہے، کہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ یہ عزیز تھا کہ میں اپنی جان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کروں۔ اس گھڑی میری یہ حالت تھی کہ میرا والد بھی میرے سامنے آتا، تو اس کو بھی تہ تیغ کر دیتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنی لشکرگاہ کی طرف لوٹے اور خیمہ میں تشریف لائے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ حنین من المعجزات ج ۱ ص ۴۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۱۷۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی الذی اراد اللہ بك خیر مما اردته لنفسك وحدثنی بجمیع ما زورته فی نفسی فقلت ما اطلع علی هذا احد الا اللہ فاسلمت۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن اسحاق بن العباس الفاکہی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال مالك یا شیب ادن فدنوت فوضع رسول اللہ ﷺ یده علی صدری قال فستخرج اللہ عزوجل الشیطان من قلبی فرفعت الیه بصری وهو واللہ احب الی من سمعی ومن بصری ومن ابی وامی۔

(اخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ ذکر المواضع التی دخلھا رسول اللہ ﷺ واصحابہ رضی اللہ عنہم ج ۵ ص ۹۲ رقم الحدیث ۲۸۹۷ مطبوعہ دار خضر بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وقال یا شیبة ادنه فدنوت فوضع یدیه علی صدری فستخرج اللہ الشیطان من قلبی فرفعت الیه بصری فلهو احب الیّ من سمعی وبصری۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۸۲۔۱۸۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا شیب الذی اراد اللہ بك خیر مما اردت نفسك ثم حدثنی بکل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکره لاحد قط فقلت انی اشهد ان لا اله الا اللہ وانك رسول اللہ ثم قلت استغفر لی یارسول اللہ قال غفر اللہ لك۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ا ذکر شیبۃ بن عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ص ۷۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۵۵۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۷۱۲ برقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۵ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فخطب الناس یومئذ ودعا عثمان بن طلحۃ تالدۃ خالدۃ لاینزعھا منکم احد الا السھو۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اس روز لوگوں کو نصیحت کی عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی دے دی اور فرمایا کہ اولا دابی طلحہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لو وہ تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی نہ چھینے گا۔

(طبقات الکبری ابن سعد سریۃ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۷۱۳ برقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیہ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ خذوھا یا بنی طلحۃ خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا منکم الا ظالم یعنی حجابۃ الکعبۃ۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت سورۃ النساء آیت نمبر ۵۸ ج ۲ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وکان شیبۃ من خیار المسلمین ودفع لہ رسول اللہ ﷺ مفتاح الکعبۃ والی ابن عمہ عثمان بن طلحۃ بن ابی طلحۃ وقال خذوھا خالدۃ مخلدۃ تالدۃ الی یوم القیامۃ یا بنی ابی طلحۃ لا یاخذھا منکم الا ظالم وھو جد ھؤلاء بنی شیبۃ الذین یلون حجابۃ البیت الذین بایدھم حجابۃ الکعبۃ ومفتاحھا الی یومنا ھذا انتھی کلام ابن الیر قلت وبنو شیبۃ ھذا ھم الذین یلون مفتاح الکعبۃ الی یومنا ھذا وھو العام السابع عشر من القرن الرابع عشر وفی قولہ ﷺ خذوھا خالدۃ مخلدۃ تالدۃ الی یوم القیامۃ ا بنی ابی طلحۃ معجزۃ اخری لہ ﷺ لاطلاعہ علی بقاء سلالتھم حتی یتوارثوھا وبشارۃ لھم بان سلالتھم تبقی الی یوم القیامۃ یتوارثونھا الا ان یسلط اللہ علیھم ظالما ینزعھا من ایدھم ولم یسلط الی الآن۔

ترجمہ: حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف کی کنجی انہیں اور ان کے چچازاد بھائی عثمان بن طلحہ کو عطا فرمائی اور فرمایا: یہ کنجی لے لو اے اولا دابی طلحہ! یہ تمہارے پاس ابد الآباد تک رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ ابو طلحہ ان بنو شیبہ کا جد ہے جو بیت اللہ شریف کے دربان ہیں۔ کعبہ شریف کی کنجی آج انہی کے پاس ہے۔ انتھی کلام ابن اثیر۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔آج تک یعنی 1317ھ تک کنجی برداری کا منصب اسی گھرانے کے پاس ہے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ یہ کنجی ابدالآباد تک ابی طلحہ کے گھرانے میں رہے گی میں ایک اور معجزہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ابو طلحہ کی نسل باقی رہے گی اور وہ نسل درنسل اس منصب کے وارث بنیں گے۔نیز یہ بشارت ہے کہ ان سے سوائے کسی ظالم کے کوئی یہ چابی چھین نہ سکے گا۔چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج تک کوئی اس منصب پر تسلط نہیں جما سکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۸﴾ ......اے عثمان یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وذكر ابن سعد في الطبقات عن عثمان بن طلحة قال كنا نفتح الكعبة في الجاهلية يوم الاثنين والخميس فاقبل رسول الله يوما يريد ان يدخل الكعبة مع الناس فغلظت له ونلت منه فحلم عني ثم قال يا عثمان لعلك سترى هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت:لقد هلكت قريش وذلت فقال:بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقعت كلمته مني موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قال فلما كان يوم الفتح قال يا عثمان ائتني بالمفتاح فاتيته به فاخذه مني ثم دفعه الي وقال خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دوشنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا مگر میں نے سختی سے روک دیا۔آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مرچکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت رسوائی کو برداشت کرلیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا عثمان رضی اللہ عنہ! ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوگئے اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کرگئی تھیں۔مجھے یقین ہوگیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ہوکر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہوجانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کردیا۔فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

(زادالمعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك سترى هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت:لقد هلكت قريش وذلت فقال:بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقعت كلمته مني موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قال فاردت الاسلام فاذا قومي يزبرونني زبرا شديدا فلما كان يوم فتح مكة قال لي يا عثمان ائت

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

بالمفتاح فاتیته به فاخذه منی ثم دفعه الی وقال خذها خالدة تالدة لا ینزعها منکم الا ظالم فلما ولیت نادانی فرجعت الیه فقال الم یکن الذی قلت لک؟ فذکرت قوله لی بمکة قبل الهجرة لعلک ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شئت فقلت: بل اشهد انک رسول الله۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکة من المعجزات والخصائص ج ۱ص ۲۴۲۔۲۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ص ۶۵۔۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

قال یا عثمان لعلک ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شئت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ص ۵۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۹﴾...... تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما تحدث به نفسک قال لا شئ کنت اذکر الله عزوجل فضحک النبی علیه السلام وقال استغفر الله لک ووضع یده علیه السلام علی صدر فضالة فکان فضالة یقول والله ما رفع یده عن صدری حتی ما اجد علی ظهر الارض احب الی منه۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالمعارف القاھرۃ مصر)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

افضالة؟ — کیا تو فضالہ ہے؟

اس نے جواب دیا:

نعم — جی ہاں میں فضالہ ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ماذا کنت تحدث نفسک؟ — تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شئ کنت اذکر الله فضحک النبی ثم قال استغفر الله (مختصرا) میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ثم وضع یده علی صدری فسکن قلبه فکان فضالة یقول والله ما رفع یده عن صدری حتی ما من خلق الله شئ احب الی منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوگئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ص ۸۰ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ماذا کنت تحد ث نفسک؟　تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شیء کنت اذکر اللہ فضحک النبی ثم قال استغفر اللہ (مختصرا) میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ثم وضع یدہ علی صدری فسکن قلبہ فکان فضالۃ یقول واللہ ما رفع یدہ عن صدری حتی ما من خلق اللہ شیء احب الی منہ۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوگئی۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ الفتح ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وھم فضالۃ بن عمیر بن الملوح ان یقتل رسول اللہ وھو یطوف بالبیت فلما دنا منہ قال لہ رسول اللہ افضالۃ؟ قال نعم فضالۃ یارسول اللہ قال ما ذا کنت تحدث بہ نفسک؟ قال لاشیء کنت اذکر اللہ قال: فضحک النبی ﷺ ثم قال استغفر اللہ ثم وضع یدہ علی صدرہ فسکن قلبہ۔ وکان فضالۃ یقول واللہ ما رفع یدہ عن صدری حتی ما خلق اللہ شیء احب الی منہ۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۲۔۴۱۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال ابن ھشام وحدثنی یعنی بعض اھل العلم ان فضالۃ بن عمیر بن الملوح یعنی اللیثی اراد قتل النبی ﷺ وھو یطوف بالبیت عام الفتح فلما دنا منہ قال رسول اللہ ﷺ افضالۃ؟ قال نعم فضالۃ یارسول اللہ قال ما ذا کنت تحدث بہ نفسک؟ قال لاشیء کنت اذکر اللہ قال: فضحک النبی ﷺ ثم قال استغفر اللہ ثم وضع یدہ علی صدرہ فسکن قلبہ۔

فکان فضالۃ یقول واللہ ما رفع یدہ عن صدری حتی ما من خلق اللہ شیء احب الی منہ......

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۲۸۔۵۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۴۰﴾......اسی شب کسریٰ کو قتل کردیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی

اخرج البزار وابونعیم والبیھقی عن دحیۃ رضی اللہ عنہ ان کسری لما کتب الیہ النبی ﷺ کتب کسری الی صاحبہ بصنعاء یتوعدہ ویقول الا تکفینی رجلا خرج بارضک یدعونی الی دینہ لتکفینہ او لا فعلن بک فبعث صاحب صنعاء الی النبی ﷺ فلما قرا النبی ﷺ کتاب صاحبھم ترکھم خمس عشرۃ لیلۃ ثم قال اذھبوا الی صاحبکم فقولوا ان ربی قتل ربک اللیلۃ فانطلقوا فاخبروہ قال دحیۃ ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلک اللیلۃ۔

ترجمہ: حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۴۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۰۔ ۲۹۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قد کان کتب الی کسری فکتب کسری الی صاحبه بصنعاء یتوعده ویقول الا تکفینی رجلا خرج بارضك یدعونی الی دینه لتکفینه او لافعلن بك فبعث صاحب صنعاء الی النبی ﷺ فلما قرأ النبی ﷺ کتاب صاحبهم ترکهم خمس عشرة لیلة ثم قال لهم اذهبوا الی صاحبکم فقولوا ان ربی قد قتل ربك اللیلة فانطلقوا فاخبروه قال دحیة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلك اللیلة۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(دلائل النبوۃ باب ما جاء فی موت کسری واخبار النبی ﷺ بذلک ج ۴ ص ۳۹۰۔ ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۴۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فجاءاه من الغد فقال لهما ابلغا صاحبکما ان ربی قد قتل ربه کسری فی هذه اللیلة لسبع الثلاثاء لعشر لیال مضین من جمادی الاولی سنة سبع۔

ترجمہ: دوسرے دن وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے صاحب (باذان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ تھی سات بجے میرے رب نے اس کے رب (کسریٰ) کو قتل کر دیا ہے۔

(طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

چوتھی فصل......علمائے امت کے اقوال کے بیان میں دربارہ علم غیب

مدارج النبوۃ کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئى عليم۔

ترجمہ: وہ ہی اول ہے وہ ہی آخر وہ ہی ظاہر وہ ہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۳)

یہ خدا کی حمد بھی ہے اور نعت مصطفیٰ علیہ السلام بھی۔

حاشیہ......☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقتل الله كسرى فى اليوم الذى قال رسول الله ﷺ۔
قال ابن هشام قتل على يدى ابنه شيرويه وقال خالد بن حق الشيبانى۔

وكسرى اذ تقسمه بنوه — باسياف كما اقسم اللحام

تمخضت المنون له بيوم — انى ولكل حاملة تمام

ترجمہ: کسریٰ اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیبانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔اور کسریٰ کو اس کے بیٹے اس طرح تقسیم کر رہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آ گیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آ ہی جاتا ہے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۹۱۔۱۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ان ربى قد قتل ربه الغداة۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۲۴۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

ان ربى عزوجل قد قتل كسرى فى هذه الليلة فانطلقنا حتى قدما على باذان فاخبراه بذلك۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ج ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان ربى قد قتل الليلة ربك۔

(البدایۃ والنھایۃ بعثہ الی کسریٰ ملک الفرس ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

و فى هذا الخبر من آيات الغيوب ما لا يعلمه الا الله او من اطلعه عليه۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وے دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام تمام چیزیں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

(مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب ج اص ۲۔۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اسی مدارج جلد اول باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔

از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول و آخر معلوم گرد و یاران خود را نیز از بعض احوال خبر داد۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام سے صور پھونکنے تک تمام حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا تا کہ اول سے آخر تک کے سارے حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(مدارج النبوۃ باب پنجم وصل خصائص آنحضرت ﷺ ج اص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار واتفقت معانیها علی اطلاعه علیه السلام علی الغیب ولا ینافی الایت الدالة علی انه لایعلم الغیب الا الله لان المنفی علمه علیه السلام من غیر واسطة اما اطلاعه علیه باعلام الله لمحقق بقوله تعالی الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: احادیث اس پر متواتر ہیں اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ ثابت ہے رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسول کے۔

شفا شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ماخوذ از خرپوتی شرح قصیدہ بردہ)

خص الله تعالیٰ به علیه السلام بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امته وکان فی الامم وماسیکون فی امته من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادة والحساب۔

ترجمہ: اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کے مصلحت اور گزشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا۔ اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات و فرائض عبادات اور علم حساب۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

فان من جودك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

ترجمہ: دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے

(قصیدۃ البردۃ ص ۱۰ مطبوعہ ماشئون الدینیۃ دولۃ قطر)

marfat.com
Marfat.com

شرح قصیدہ بردہ مصنفہ علامہ ابراہیم بیجوری میں اس شعر کے ماتحت ہے۔

فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومه علیه السلام فما البعض الاخر اجیب بان البعض الاخر هو ما اخبره الله تعالی من احوال الاخرة لان القلم انما کتب فی اللوح ما هو کائن الی یوم القیمة۔

ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ جب لوح وقلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جاوے گا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہ ہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

ملا علی قاری حل العقد شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وکون علومها من علومه علیه السلام ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون نهرا من بحور علمه وحرفا من سطور علمه۔

ترجمہ: اور لوح وقلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں کہ حضور کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہٰذا لوح وقلم کا علم حضور کے علم دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔

(الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ ص ۱۱۷ مطبوعہ جمعیہ علماء سکندریہ خیر پور سندھ)

ان عبارتوں نے فیصلہ فرما دیا کہ وہ لوح وقلم جن کے علوم کو قرآن نے فرمایا کہ۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: کوئی خشک وتر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

اس کے علوم علم مصطفیٰ ﷺ کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے تو معلوم ہوا کہ ما کان وما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک قطرہ ہے۔

امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔

وسع العالمین علما وحلما

فهو بحر لم تعیها الاعباء

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اپنے علم واخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

(مجموع المتون متن قصیدۃ الھمزیۃ فی مدح خیر البریۃ ص ۱۸ مطبوعہ قطر)

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسع علمه علوم العلمین الانس والجن والملئکة لان الله تعالیٰ اطلعه علی العالم کله فعلم علم الاولین والاخرین وما کان و ما یکون وحسبك علمه علم القرآن وقد قال الله تعالی ما فرطنا فی الکتب من شیء۔

ترجمہ: آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن وانسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر دار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ما کان وما یکون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

marfat.com
Marfat.com

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القریٰ میں فرماتے ہیں۔

لان اللہ تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم الاولین و الاخرین وما کان وما یکون۔

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین وآخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کو جان لیا۔

(انباء المصطفےٰ بحال سرّ واخفیٰ ص ۱۹-۲۰ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سارے جہان والوں کا علم حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ جہان والوں میں حضرت آدم وملائکہ اور ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ملک الموت وشیطان کے لئے علم غیب تو دیوبندی بھی جانتے ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

و کلهم من رسول اللہ ملتمس	غرفاً من البحر ادر شفا من الدیم
تمام رسول حضور علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں	سمندر سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان جمیع الانبیآء کل واحد منهم طلبوا واخذ والعلم من علمه علیه السلام الذی کالبحر فی السعة والکرم من کرمه علیه السلام الذی هو کالدیم لانه علیه السلام مفیض وهم مستفاضون لانه تعالیٰ خلق ابتداء روحه علیه السلام ووضع علوم الانبیاء وعلم ما کان و ما یکون ثم خلقهم فاخذوا علومهم منه علیه السلام۔

ترجمہ: ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ما کان وما یکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لئے۔

(عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدۃ بردۃ از علامہ خرپوتی ص ۸۳ مطبوعہ نور محمد کراچی)

حافظ سلیمان ابریز شریف صفحہ ۲۵۸ فرماتے ہیں۔

یعلم علیه السلام من العرش الی الفرش ویطلع علی جمیع ما فیها وهذا العلوم بالنسبة الیه علیه السلام کالف من ستین جزء التی هی القرآن العزیز۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک کو جانتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اس کی خبر رکھتے ہیں اور یہ سارے علوم حضور علیہ السلام کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے الف ۶۰ جزو کی نسبت ہے جو قرآن کریم ہیں۔

اما قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔

النبوة ماخوذة من النبا بمعنی الخبر ای اطلعه اللہ علی الغیب۔

ترجمہ: نبوت نبا سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں خبر یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا۔

(مواهب اللدنیه المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ القسم الثانی فیما اخبر به علیه السلام من الغیوب میں ہے۔

لاشک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علم الاولین والاخرین۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر اگلوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں۔

ہر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع مے بخشند مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے۔ از بعضے صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفا کتابے نوشتہ اند و اثبات کردہ اند کہ آں حضرت را تمام علوم الہی معلوم ساختہ بودند و ایں سخن بظاہر مخالف بسیارے از ادلہ است

ترجمہ: جو علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ بعض علمائے صالحین میں سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا مراد لی ہے۔

یہ عبارت اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ مانا۔ بلکہ عارف کہا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ میر زاہد رسالہ کے خطبہ میں ہے۔

کان صوادق التصدیقات بطبائعها متوجهته الی حضرته الا قدس وحقائق التصورات بانفسها مائلته الی جناب المقدس فروجه المعلی مرکز المعقولات تصوراتها وتصدیقاتها ونفسه العلیا منبع العقلیات نظریاتها وفطریاتها۔

اس کی شرح لواء الہدیٰ مصنفہ غلام یحییٰ میں اس عبارت کے ماتحت ہے۔ فذاتہ علیہ السلام جامع بین جمیع انحاء العلوم۔ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے۔ منطقیوں نے بھی بارگاہ نبوت میں پیشانی رگڑ دی۔

مولانا بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ حواشی میر زاہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمه علوما ما احتوی علیه العلم الا علی وما استطاع علی احاطتها اللوح الاوفی لم یلد الدهر مثله من الازل ولم یلد الی الابد فلیس له من فی السوت والارض کفوا احد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانے میں پیدا ہوا ازل سے اور نہ ابد تک ہو اور آسمانوں وزمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

علامہ شنوائی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قد وارد ان اللہ تعالی لم یخرج النبی علیه السلام حتی اطلعه علی کل شئی۔

ترجمہ: یہ وارد ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپ کو ہر چیز پر مطلع فرما دیا۔

(خالص الاعتقاد ۲۷ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۷۵ میں ہے۔

بالجملة العلم بالغیب امر تفرد به اللہ تعالی لا سبیل الیه للعباد الا باعلام منه او الهام بطریق المعجزة او الکرامة۔

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو خدا سے خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا

marfat.com

Marfat.com

الہام فرمائے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔
درمختار شروع کتاب الحج میں ہے۔

فرض الحج سنة تسع وانما اخره عليه السلام العشر لعذر مع علمه ببقاء حيوته ليكمل التبليغ۔

ترجمہ: حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو سنہ ۱۰ھ تک موخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم بھی تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

(الدر المختار کتاب الحج ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کب وفات ہوگی اس کا جاننا علوم خمسہ سے ہے مگر حضور علیہ السلام کو اپنی وفات کی خبر تھی۔ کہ سنہ ۹ھ میں نہ ہوگی۔ اسی لئے اس سال حج نہ فرمایا۔ ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم کو موت کی خبر نہیں۔

خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت بیان فرمایا۔

و واقفون لديه عند حدهم وفي حديث يروى عن معاوية انه كان يكتب بين يديه عليه السلام فقال له الق الدواة وحرف القلم و اقم الباء وفرق السين ولا تعور الميم مع انه عليه السلام لم يكتب ولم يقرء من كتاب الاولين۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ پس حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ دوات اس طرح رکھو۔ قلم کو پھیر با کو سیدھا کرو سین میں فرق کرو اور میم کو ٹیڑھا کرو۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام نے لکھنا نہ سیکھا اور نہ اگلوں کی کتاب پڑھی۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت ولا تخطه بيمينك (پارہ ۲۱ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۴۸) ہے۔

كان عليه السلام يعلم الخطوط ويخبر عنها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام خطوں کو جانتے تھے اور اس کی خبر بھی دیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۶۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام علم خط بھی بخوبی جانتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن میں دیکھو۔ مثنوی شریف میں ہے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء — تا بہ بینی ز ابتداء تا انتہا
کاملاں از دور نامت بشنوند — تا بقعر تار و پودت در روند
بلکہ پیش از زادن تو سالہا — دیدہ باشندت بچندیں حالہا
حال تو دانند یک یک موبمو — زانکہ پر ہستند از اسرار ہو

اسی مثنوی شریف میں مولانا کفار قیدیوں کا ایک واقعہ نقل فرماکر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

بنگرم سر عالم بینم نہاں — آدم و حوا نرستہ از جہاں
من شمارا وقت ذرات الست — دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

marfat.com
Marfat.com

از حدوث آسمان بے عمد
آنچہ دانستہ بد مر افزوں نہ شد

یعنی ہم سارے جہان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آدم وحوا پیدا بھی نہ ہوئے تھے اے کافر قیدیوں ہم نے تمہیں میثاق کے دن مومن اور نمازی دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں قید کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ بے ستون آسمان کی پیدائش ہم نے دیکھی ہے اس سے کچھ نہ زیادہ ہوا۔

علمائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے سارے انبیاء ملائکہ سے زیادہ علوم عطا فرمائے لوح محفوظ وقلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علموں کا قطرہ ہے اور عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس چشم حق بین سے مخفی رہی ہو۔

پانچویں فصل...... مخالفین کی تائید کے بیان میں

اب تک تو موافقین کی عبارات سے علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا گیا۔ اب مخالفین کے اکابر کی وہ عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت وادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(ماخوذ از انوار غیبیہ صفحہ ۲۵)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہا السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے) کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکم قلیلاً ولبکیتم کثیراً اور فرمایا انی اری مالاً ترون۔

(انوار غیبیہ صفحہ ۳۲)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل واولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لئے کہ ہر حادثہ اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ یہ خدا ان رسل واولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔ اگر چہ ہم اس کے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مقتضی نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتادے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتائے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو ذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہیئے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور علیہ السلام میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔ اور اولین میں حضرت آدم وحضرت خلیل وحضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش وحاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں لہٰذا ان سب کے علوم سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم زیادہ ہونا چاہیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

چھٹی فصل...... علم غیب کے عقلی دلائل اور اولیاء کے علم غیب کے بیان میں

چند عقلی دلائل سے بھی علم ما کان وما یکون کا ثابت ہے وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم بلکہ خلیفہ اعظم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا۔ تو حضور علیہ السلام اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں نائب رب العلمین ہیں۔ اور سلطنت کے مقرر کردہ حاکم میں دو وصف لازم ہیں۔ ایک تو علم دوسرے اختیارات۔ اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔ کلکٹر کو سارے ضلع کا علم واختیارات۔ وائسرائے کو سارے ملک کے متعلق علم واختیارات ضروری ہیں کہ ان دو وصفوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا۔ اور سلطانی قانون رعایا میں جاری ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرات انبیاء میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی رب العالمین نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ چونکہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت الٰہیہ کے لئے موزوں ہیں پھر ملائکہ سے سجدہ کرانا ان کے اختیارات خصوصیہ کا ثبوت تھا کہ ملائکہ بھی ان کے سامنے جھک گئے۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے عالم کے نبی اور عرش وفرش کے لوگ آپ کے امتی ہیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور زیادہ اختیارات دیئے جاویں۔ اسی لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ چاند اشارے سے پھاڑا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا۔ بادل کو حکم دیا۔ پانی برسا، پھر حکم دیا۔ کھل گیا۔ یہ سب اپنے خداداد اختیارات کا اظہار تھا۔

(۲) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ انبیاء امت سے علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل۔ اس میں بظاہر کبھی امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل میں امتی نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ مگر علم میں نبی کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور حضور علیہ السلام کے امتی تو ملائکہ بھی ہیں لیکون للعلمین نذیراً (پارہ ۱۸ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۱) تو علم میں حضور علیہ السلام کا ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے ورنہ پھر حضور علیہ السلام کس وصف میں امت سے افضل ہوں گے اور ملائکہ حاضرین لوح محفوظ کو تو ما کان وما یکون کا علم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ علم ہو۔

(۳) چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام قبل ولادت پاک کروڑوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔ روح البیان نے لقد جاء کم کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت جبریل نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ایک تارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔ اور میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔ فرمایا وہ تارا ہم ہی تھے۔ حساب لگالو۔ کتنے کروڑ برس دربار خاص میں حاضری رہی۔

(۴) اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ اولاً تو یہ کہ شاگرد نااہل تھا۔ استاذ سے پورا فیض لے نہ سکا۔ دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل سکھا نہ سکا۔ سوم یہ کہ استاذ یا بخیل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔ ان چار وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو سکتی ہی نہیں۔ یہاں سکھانے والا پروردگار سیکھنے والے محبوب علیہ السلام۔ کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ آیا رب تعالیٰ کامل استاذ نہیں۔ یا رسول اللہ علیہ السلام لائق شاگرد نہیں؟ حضور علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور پیارا ہے؟ یا کہ قرآن مکمل نہیں؟ جب ان میں سے کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے۔ قرآن کریم کامل کتاب۔ الرحمٰن علم القرآن وہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ۔ پھر علم کیوں ناقص

marfat.com
Marfat.com

(۵) رب تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی۔ لکھنا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یا دوسروں کے بتانے کے لئے رب تعالیٰ تو بھول سے پاک لہٰذا اس نے دوسروں ہی کے لئے لکھا اور حضور علیہ السلام تو دوسروں سے زیادہ محبوب لہٰذا وہ تحریر حضور کے لئے ہے۔

(۶) غیبوں کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا فرمائی تو فرمادیا گیا۔ لن ترانی تم ہم کو دیکھ نہ سکو گے۔ جب محبوب علیہ السلام نے رب ہی کو معراج میں اپنی ان ظاہری مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ سے چھپ سکے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دیدار الٰہی کی بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔☆

حاشیہ......☆

☆ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما کذب الفواد ما رای۔

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۳۲ پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت: ۱۱ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رب عزوجل کو دیکھا۔

(تنویر المقباس ص ۵۶۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد راٰہ نزلۃ اخری O عند سدرۃ المنتھٰی۔

ترجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

(تفسیر نور العرفان ص ۸۳۲ پارہ ۲۷ سورۃ النجم آیت: ۱۳۔۱۴ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حتی جاء سدرۃ المنتھی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردویہ والبیھقی فی الاسماء والصفات عن ابن عباس فی قول اللہ ولقد راٰہ نزلۃ اخری قال ابن عباس قد رای النبی ﷺ ربہ عزوجل۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ النجم آیت نمبر ۱۱ ج ۶ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

بتحقیق دید آنحضرت پروردگار خود را جل و علا دوبار یکے چوں نزدیک سدرة المنتھی بود و دوم چوں بالائے عرش بر آمد۔

ترجمہ: تحقیق آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دوبار دیکھا ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل الثانی ج ۴ ص ۴۵۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابومعاویة ثنا الاعمش عن زیاد بن الحصین عن ابی العالیة عن بن عباس ثم فی قوله عزوجل ما کذب الفواد ما رای قال رای محمد ربه عزوجل بقلبه مرتین۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۱۹۵۷ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفؤاده رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا جهور بن منصور الکوفی وجهور بن منصور ذکره ابن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جہور بن منصور کوفی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند صحیح عن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره و مرة بفؤاده۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاوسط'' میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیتہ ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا عبدالصمد بن کیسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عکرمة عن بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ رایت ربی تبارك و تعالیٰ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۴ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

marfat.com

Marfat.com

(۷) شیطان دنیا کا گمراہ کرنے والا ہے اور نبی ﷺ دنیا کے ہادی۔ گویا شیطان وبائی بیماری ہے۔ اور نبی علیہ السلام طبیب مطلق۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں۔ پھر اسے یہ بھی خبر ہے کہ کون گمراہ ہوسکتا ہے۔ کون نہیں۔ اور جو گمراہ ہوسکتا ہے۔ وہ کس حیلہ سے۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے ہر مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے۔ ہر برائی کراتا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ **لاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین**۔ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹، ۴۰) جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا۔ تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق ﷺ ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں۔ ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہادی کو کمزور رکھا۔ لہٰذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

حاشیہ ☆

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اول کے آخر میں ہے۔

كما ان النبی ﷺ راه فی الدنیا لانقلابه نوراً۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھا۔ کیونکہ خود نور ہو گئے تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام عمرو بن عاصم الضحاک الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

ثنا فضل بن سهل ثنا محمد عن اسماعيل بن زكريا عن عاصم عن الشعبی عن عكرمة عن ابن عباس قال رای محمد ربه۔

(السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

اسناده صحیح موقوف وهو علی شرط البخاری۔

(السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عمرو بن نبهان بن صفوان البصری الثقفی حدثنا يحيی بن كثير العنبری ابو غسان حدثنا سلم بن جعفر عن الحكم بن ابان عن عكرمة عن بن عباس قال رای محمد ربه قلت اليس الله يقول لاتدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذك اذا تجلی نوره الذی هو نوره وقال اريه مرتين۔

قال ابو عيسی هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۸) رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبی کے خطاب سے پکارا یا ایها النبی اور نبی کے معنی ہیں۔ خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی نبی ہے اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار۔ ریڈیو، خط، تار بھیجنے والا نبی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ نبی میں غیبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جہاں تار اخبار کام نہ آسکیں۔ وہاں نبی کا علم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔

یہاں تک تو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی بحث تھی۔ اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کے صدقے سے اولیائے کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم نبی علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا ہے اور ان کے علم کے سمندر کا قطرہ۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں کتاب عقائد تالیف ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب۔

ترجمہ: بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج۱ ص۱۲۸ مطبوعہ المکتبۃ الحسبیہ کوئٹہ)

اسی کتاب مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا:

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء ویتجلی له الغیب وغیب الغیب۔

ترجمہ: کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج۱ ص۱۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الحسبیہ کوئٹہ)

مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۶ باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلها میں فرماتے ہیں۔

النفوس الزکیة القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة خرجت واتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق له حجاب فتری الکل کالمشاهد بنفسها او باخبار الملک لها۔

ترجمہ: پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(مرقاۃ المفاتیح باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلها فصل الثانی ج۲ ص۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔

حاشیہ......☆

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی باب ومن سورۃ النجم ج۵ ص۳۹۵ رقم الحدیث ۳۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم قال الحق عن ابن عباس صحیح لا بنکرہ الا معتزلی ج۱ ص۱۸۸ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج۲ ص۱۹۰-۱۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تفسیر مجاہد ج۲ ص۶۲۸ مطبوعہ المنشورات العلمیۃ بیروت)، (اشعۃ اللمعات قاری کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ الفصل الثانی ج۴ ص۴۵۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج۳۱ ص۸۷۸۲ رقم الحدیث ۶۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج۳ ص۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حاشیۃ السادی بن سودہ علی صحیح البخاری للسادی مالکی ج۴ ص۵۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر ناچیز کی کتاب ''دیدار الٰہی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعید اللہ)

marfat.com

Marfat.com

لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

(تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹ تحت سورہ جن ص ۲۱۶۔ ۲۱۷ مطبوعہ قندھار افغانستان)

امام ابن حجر کی کتاب الاعلام میں اور علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں۔

الخواص یجوز ان یعلم الغیب فی قضیة او قضاء کما وقع لکثیر منھم واشتھر۔

ترجمہ: جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہوگیا۔

(الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی) (سل الحسام من مجموعة رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

شاہ ولی اللہ صاحب الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔

نفس کلیہ بجائے جسد عارف می شود وذات عارف بجائے روح او ہمہ عالم بعلم حضوری می بیند۔

ترجمہ: عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہوجاتی ہے وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ بدلیل خبر اتقوا من فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ لایستغرب وھو معنی کنت بصره الذی یبصر به فمن الحق بصره فاطلاعه علی الغیب لایستغرب۔

ترجمہ: لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوجانا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ ہی اس حدیث کے معنے ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں۔

(زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں۔

للمجتھدین القدم فی علوم الغیب۔

ترجمہ: غیبی علوم میں مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر المبحث التاسع والاربعون ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً
کخردلة علی حکم اتصالی

ترجمہ: ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا۔ جیسے چند رائی کے دانہ ملے ہوئے ہوں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضی اللہ عنه یا ابطال یا ابطال ھلمو وخذ واعن ھذا البحر الذی لا ساحل له وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بوبوءة عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائض فی بحار علم اللہ۔

ترجمہ: اے بہادر واے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو۔ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور

marfat.com
Marfat.com

بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔
(زبدۃ الاسرار مترجم ص مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا جامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیہ قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست دماسی گویم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

ترجمہ: حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدین النقشبندی ص ۳۸۷۔۳۸۸ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی)

امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔

واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ عنہ فسمعتہ یقول لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو من یوم الست الی استقرارہ فی الجنۃ او فی النار۔

ترجمہ: ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔

(الکبریت الاحمر بھامش الیواقیت والجواہر الباب الرابع والثمانین وماتین ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔

ثم انہ ینجذب الی حیز الحق فیصیر عبداللہ فیتجلی لہ کل شئی۔

ترجمہ: پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

(فیوض الحرمین ص ۱۷۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

مشکوٰۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بروایت بخاری۔

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بھا و رجلہ الذی یمشی بھا۔

ترجمہ: رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج ۵ ص ۲۳۸۴ رقم الحدیث ۶۱۳۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الزھد الکبیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الٰہی سے غیب پر مطلع ہونا معجزات سید الانبیاء علیہم السلام سے ہے جو آپ کے صدق نبوت ورسالت اور دین اسلام کی حقانیت وصداقت کی دلیل ہے (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اور بے حد وحساب معجزات عطاء فرمائے ہیں) لہٰذا ایسے اولیاء کرام بھی بحمد اللہ کثیر التعداد ہیں اور ہر دور اور ہر علاقہ میں موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن ابی الطیب حدثنا مصعب بن سلام عن عمرو بن قیس عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ ثم اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ ذلک لایات للمتوسین۔

(سنن الترمذی باب ومن سورة الحجر ج ۵ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۱۲۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۷۴۹۷ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ بغداد حرف الکاف من اباء المحمدین ج ۳ ص ۱۹۱ برقم ۱۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (حلیة الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۸۱-۲۸۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی ابو شرحبیل الحمصی قال لنا سلیمان بن سلمة قال لنا المؤمل بن سعید بن یوسف الرحبی قال لنا ابو المعلی اسد بن وداعة الطائی قال لنا وھب بن منبه عن طاؤس بن کیسان عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ احذروا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور اللہ وینطق بتوفیق اللہ۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶-۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عبد الاعلی بن واصل قال ثنی سعید بن محمد الجرمی قال لنا عبدالواحد بن واصل قال لنا ابو بشر المزلق عن ثابت البنانی عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ عباداً یعرفون الناس بالتوسم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی احمد فتعبدوہ قال لنا الحسن بن محمد قال لنا الفرات بن السائب قال لنا میمون بن مهران عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ینظر بنور اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ..... ☆

دیکھتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ذکر میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۹۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

دلیوں کے امام مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساکر عن الحسن بن محمد العلوی قال: کنت بالکوفة وانا صبی فی المسجد الجامع وقد جاء القرامطة بالحجر الاسود وکان اهل الکوفة قد رووا عن امیر المومنین علی علیه السلام انه قال: کانی بالاسود الدندانی من اولاد حام قد دلی الحجر الاسود من القنطرة السابعة فی مسجدی هذا یقال له (رخمة) وذکروا اسمه بالحاء (رحمة) قال: فلما دخلوا المسجد قال السید القرمطی یا رخمة بالخاء قم فقام اسود دندانی من اولاد حام کما ذکر امیر المؤمنین فاعطاه الحجر وقال: اطلع الی سطح المسجد ودل الحجر فاخذه وطلع فجاء یدلیه من القنطرة الاولی وکان انسانا دفعه الی الثانیة وکان کلما اراد ان یدلیه من القنطرة مشی الی قنطرة اخری حتی وصل الی القنطرة السابعة ودلاه منها فکبر الناس لقول امیر المؤمنین وتصحیح قوله۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے الحسن بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں بچپن میں کوفہ کی جامع مسجد میں تھا جب کہ قرامطہ (جو کہ ملاحدہ روافض کی قوم تھی اور خلافت عباسیہ میں انہوں نے خروج کیا تھا) حجر اسود کو لائے تو اہل کوفہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں اسود دندانی کو جو کہ حام کی اولاد سے ہے دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میری اس مسجد کے ساتویں کنگرے سے حجر اسود کو گرایا ہے۔ اس کا نام رخمہ ہے۔ (علماء اس کا نام رحمہ حاء کے ساتھ بتاتے ہیں) راوی نے بیان کیا جب قرامطہ مسجد کے اندر آئے تو ان کے سردار نے کہا اے رخمہ اٹھ تو اسود دندانی (جو کہ اولاد حام سے تھا جیسا کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا) اٹھا اور اسے حجر اسود دے کر کہا اسے مسجد کی چھت پر لے جا اور اوپر سے اسے گرا دے تو وہ حجر اسود کو لے کر مسجد کی چھت پر چڑھا اور وہ پہلے کنگرے کے قریب سے اسے گرانے لگا تو ایک انسان نے دوسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا پھر جب وہ اسے وہاں سے گرانے لگا تو تیسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں کنگرے کے پاس پہنچے اور وہاں سے اس نے حجر اسود کو گرا دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت پر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ کس طرح ان کی غیبی خبر صحیح ثابت ہوئی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۷۳۔۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فو الله لاتسالونی عن شی الی یوم القیٰمة الا حدثتکم به۔

ترجمہ: میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ وقولہ سلونی ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الجفر والجامعة كتابان لعلي رضي الله عنه قد ذكر فيهما على طريقة علم الحروف الحوادث التي تحدث الى انقراض العالم وكانت الائمة المعروفون من اولاده يعرفونهما ويحكمون بهما وفي كتاب قبول العهد الذي كتبه علي بن موسى رضي الله عنهما الى المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه اباؤك فقبلت منك عهدك الا ان الجفر والجامعة يدلان على انه لايتم ولمشائخ المغاربة نصيب من علم الحروف ينتسبون فيه الى اهل البيت ورأيت انا بالشام نظما اشير فيه بالرموز الى احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذينك الكتابين اھ۔

ترجمہ: یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولی عہد قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔ انتہی۔

(شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی ج ۶ ص ۲۲ مطبوعہ ایران)

الشیخ کمال الدین الدمیری محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

الجفر جلد كتبه جعفر الصادق كتب فيه لاهل البيت كل ما يحتاجون الى علمه و كل مايكون الى يوم القيمة۔

ترجمہ: جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انھیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا۔

(حیاة الحیوان الکبری تحت لفظ الجفرة ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۸۰ ھ ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الثقافت بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: دخلت على عثمان رضي الله عنه و كنت قد لقيت امراة في طريقي فنظرت اليها شزرا وتاملت محاسنها فقال عثمان رضي الله عنه لما دخلت يدخل على احدكم والر الزنا ظاهر على عينيه۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا تا تھا راستہ میں ایک عورت ملی میں نے اس کو دیکھا اور اس کے حسن کا اچھی طرح معائنہ کیا جب میں خدمت عثمان میں حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۲۷۹۔ ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ما ذکره التاج السبکي في الطبقات وغيره انه دخل عليه رجل كان قد لقى امراة في الطريق فتاملها فقال له عثمان رضى الله عنه يدخل احدكم وفي عينيه اثر الزنا فقال الرجل اوحى بعد رسول الله ﷺ قال لا ولكنها فراسة المومن وانما ظهر عثمان هذا تاديباً لهذا الرجل وزجرا له عن شئ صنعه۔ قال واعلم ان المرء اذا صفا قلبه صار ينظر بنور الله فلا يقع بصره على كدر اوصاف الا عرفه لم تختلف المقامات فمنهم من يعرف ان هناك كدراً ولا يدرى ما اصله ومنهم من يكون اعلى من هذا المقام فيدرى اصله كما اتفق لعثمان رضى الله عنه فان تامل الرجل للمراة اورثه كدرا فابصره عثمان وفهم سببه۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا راستے میں اسے ایک عورت ملی تو اس نے عورت کو نظر بھر دیکھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے یہ سن کر ایک شخص بولا کیا حضور انور ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ قائم ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ مومن کی فراست ہے (اور وہ ربانی نور سے دیکھتا ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اس لئے کیا کہ اس آدمی کی اصلاح ہو اور وہ اس قسم کی بے جا حرکت سے باز رہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا دل جب صاف ہو جاتا ہے تو وہ نور خداوندی سے دیکھتا ہے اس کی نظر جس صاف یا گدلی چیز پر پڑتی ہے وہ اسے اچھی طرح پہچان لیتا ہے پھر اس صفائے قلبی کے مختلف مقامات ہوتے ہیں بعض حضرات کا مقام اس سے اعلیٰ ہوتا ہے تو وہ اس کے اصل سبب سے آگاہ ہوتے ہیں یہی مقام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا جب اس شخص نے عورت کو گھور کر دیکھا تو اس کی نظریں میل کچیل سے بوجھل ہو گئیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی آنکھوں میں گندگی دیکھی تو اس کا سبب بھی معلوم کر لیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد اللہ بن عمر بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وظهرت له في الناس كرامات واخبار بالمغيبات۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ برقم ۲۱۸۱ ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نیز یہی امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد الرحمٰن بن الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ويخبر احيانا بالمغيبات۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ترجمۃ عبد الرحمٰن بن الجبرتی ج ۲ ص ۱۶۰ برقم ۲۵۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

الخامس وهو في الاخبار عن المغيبات قوله تعالىٰ عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضىٰ من رسول خص الرسل من بين المرتضين بالاطلاع على الغيب فلا يطلع غيرهم وان كانوا اولياء مرتضين الجواب ان الغيب ههنا ليس للعموم بل مطلق او معين هو وقت وقوع القيٰمة بقرينة السباق ولا يبعدان يطلع عليه بعض الرسل من الملٰئكة او البشر فيصح الا ستثناء۔

ترجمہ: یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں ائمہ اہل سنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کو بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(شرح المقاصد المبحث الثامن الولی ھو العارف باللہ تعالی ج ۲ ص ۲۰۴ ـ ۲۰۵ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الحجة السادسة لاشك ان المتولى للافعال هو الروح لاالبدن ولهذا نرى ان كل من كان اكثر علماً باحوال عالم الغيب كان اقوىٰ قلباً ولهذا قال على كرم الله تعالى وجهه والله ماقلعت باب خيبر بقوة جسد انية ولكن بقوة ربانية و كذلك العبد اذاواظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله تعالى كنت له سمعا وبصرا فاذا صار نور اجلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب و البعيد واذا صار ذلك النور بصراً له راى القريب والبعيد واذا صار ذلك النوريدا له قدر على التصرف فى الصعب و السهل والبعيد والقريب۔

ترجمہ: یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے ولہٰذا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلالِ الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(مفاتیح الغیب تفسیر الکبیر تحت آیت ۱۸ سورۃ نمبر ۹ ج ۲۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆..............☆

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب

علم غیب پر اعتراضات کے بیان میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جو مخالفین پیش کرتے ہیں دوسری فصل احادیث کے بیان میں تیسری فصل اقوال علماء، فقہاء کے بیان میں۔ چوتھی فصل عقلی اعتراضات کے بیان میں۔

اس باب کے شروع سے پہلے بطور مقدمہ چند ضروری بحثیں قابل غور ہیں۔

(۱) جن آیات واحادیث یا اقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یا تو ذاتی علم مراد ہے یا اتمامی معلومات یعنی رب تعالیٰ کے معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی نہیں ورنہ پھر آیات واحادیث میں جو ہم اثبات میں بیان کر چکے ہیں مطابقت کیوں کر ہوگی۔

علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔

معناها لا يعلم ذلك استقلالا وعلم احاطة الا الله تعالىٰ اما المعجزات والكرامات فباعلام الله تعالىٰ۔

ترجمہ: ان کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر)

مخالفین کہتے ہیں کہ جن دلائل میں علم غیب کا ثبوت ہے اس سے مراد مسائل دینیہ کا علم ہے۔ اور جن میں نفی ہے ان سے مراد باقی دنیاوی چیزوں کے علوم ہیں۔ مگر یہ توجیہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ واقوال علمائے امت کے خلاف ہے۔ جو ہم نے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔ اسی طرح لوح محفوظ کا علم سب ہی چیزوں کو شامل ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ تمام عالم ہمارے سامنے مثل ہاتھ کے ہے لہٰذا یہ توجیہ بالکل باطل ہے۔

(۲) مخالفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا یا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ وہ خود مخالفین کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں۔ صرف جمیع ما کان وما یکون میں اختلاف ہے ان آیات واقوال فقہاء سے تو یہ بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اگر ایک بات کا بھی علم مانا۔ ان دلائل کے خلاف ہوا سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

(۳) مخالفین کہتے ہیں کہ ان دلائل میں کل علم غیب کی نفی ہے نہ کہ بعض کی تو جھگڑا ہی ختم ہوگیا۔ کیونکہ ما کان وما یکون علم الٰہی کے سمندروں کا قطرہ ہے۔ ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے علوم الٰہیہ کے مقابلہ میں بعض ہی علم کے قائل ہیں۔

(۴) مخالفین کہتے ہیں کہ علم غیب خدا کی صفت ہے لہٰذا غیر خدا کے لئے ماننا کفر ہے اس کفر میں وہ بھی داخل ہو گئے۔ کیونکہ صفت الٰہیہ میں اگر ایک میں شرکت مانی تو کفر ہوا جو شخص عالم کی ایک چیز کا خالق کسی بندے کو مانے وہ بھی بے دین ہے۔ تمام عالم کا خالق کسی کو مانے تو بھی کافر اور وہ بھی بعض علم غیب تو حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر کفر سے کیسے بچے ہاں یہ کہو کہ ذاتی علم خدا کی صفت عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت لہٰذا شرک نہ ہوا۔ یہ ہی ہم کہتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ذاتی عطائی کا ثبوت

ہدایت دینے والا کون؟

ذاتی

ہدایت دینے والا اللہ عزوجل ہے۔

عطائی

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة و کان من اصحاب رسول الله ﷺ عن النبی ﷺ لم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا و اهد به۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن الترمذی باب مناقب لمعاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۸۷ رقم الحدیث ۳۸۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸ برقم ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۱۱ و ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۳۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۵۔۱۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۱۲ برقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لم اللهم اجعله هادیا مهدیا و اهد به۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (الاستیعاب ذکر عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۴۳ برقم ۱۴۴۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ذاتی

ان الله بالناس لرؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

وان الله بکم رؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ النور آیت نمبر ۲۰)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

وان اللہ بکم لرؤف رحیم۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ تم پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۹)

ربنا انك رء وف رحيم۔

ترجمہ: اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحشر آیت نمبر ۱۰)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رب قدوس اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اسی رب کریم و مہربان کی عنایت و رحمت سے ہیں۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو یہ صفات عطا فرمائی ہیں ان کے لیے یہ صفات عطائی ہیں بالخصوص سرور عالم ﷺ تو جملہ عالمین کے لیے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ رحیم بھی ہے اور رؤف بھی۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف الرحیم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہارا بڑا خیر خواہ مومنوں پر بڑا رؤف و رحیم۔

(سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۸)

پچھلی آیات میں اللہ عزوجل شانہ کی صفات حسنہ کریمہ رؤف اور رحیم بتائی گئی ہیں۔ آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے رؤف اور رحیم بتایا گیا ہے بس رب کریم کے لئے یہ صفات عالیہ حقیقی ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کے لئے بطور صورت صفت عطائی ہیں یعنی حقیقتاً اللہ جل شانہ مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہے اور حضور ﷺ اس کی عطا سے۔ یہ دونوں صفات رسول اکرم ﷺ کی قرآن میں مذکور ہیں جو انکار کرے کافر ہو جائے گا اب دونوں کو ملا کر کے اللہ بھی رؤف رحیم ہے اور حضور ﷺ بھی رؤف رحیم ہیں اب نتیجہ نکالے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف رحیم ہے حضور ﷺ اس کی عطا سے بلکہ اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملتا ہے۔

امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن جریر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ارحم من فی الارض یرحمك من فی السماء۔ رواہ الطبرانی ورجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء رحمۃ الناس ج ۸ ص ۱۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۲۴۷۔۲۲۴۸۔۲۳۵۰ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۲۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل) حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰۔ کنز العمال رقم الحدیث ۵۹۷۵۔ جامع المسانید والسنن جریر ابن عبداللہ رقم الحدیث ۱۵۸۷)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۶۴ رقم الحدیث ۹۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اللہ کریم ہے:

یایہا الانسان ما غرک بربک الکریم۔

ترجمہ: اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں۔

(سورہ انفطار آیت نمبر ۶)

غیر اللہ بھی کریم ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولهم اجر کریم۔

ترجمہ: اوران کے لیے اجر کریم ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۱۸)

انه القرآن کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

(سورہ الواقعہ آیت نمبر ۷۷)

لا اله الا هو رب العرش الکریم۔

ترجمہ: کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(سورہ المومنون آیت نمبر ۱۱۶)

انه لقول رسول کریم۔ O وما هو بقول شاعر قلیلاً ما تؤمنون O ولا بقول کاهن قلیلاً ما تذکرون۔

(سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۴۲۔۴۰)

انه لقول رسول کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(سورہ التکویر آیت نمبر ۱۹)

عطائی

قال رسول اللہ ﷺ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔

(المراسیل لابی داؤد ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۵۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر عبداللہ بن ضمرۃ البجلی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۹۲۸ برقم ۱۵۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ ص ۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۷۵ برقم ۱۱۳۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۵۸۲ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳ رقم الحدیث ۳۲۳۲)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

وقال انا اکرم من وفی بذمته هذا خطأ من وجهین احدهما وصلة بذکر بن عمر فیه وانما هو۔

(سنن الکبری للبیھقی ج ۸ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

پچھلی آیات میں رسول کریم سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ آیات مذکورہ میں متعدد چیزوں کو کریم کہا گیا ہے اجر کریم قرآن کریم عرش کریم اور جبریل کریم جس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کی عطا سے کریم ہیں۔

الله ولی الذین امنوا۔

ترجمہ: اللہ ولی ہے ایمان والوں کا۔

انما ولیکم الله ورسوله والذین امنوا۔

ترجمہ: تمہارا ولی ہے اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

ولی مددگار اور کارساز کو کہتے ہیں یعنی مدد کرنے والا اور کام بنانے والا۔

پہلی آیت کریمہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار و کارساز ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں بطور خلافت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کو بھی مسلمانوں کا مددگار و کارساز بتایا گیا ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا کہ سنو فلاں شخص کی آل میرے ولی نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومن میرے ولی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطائی

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

......من کنت ولیه فعلی ولیه۔

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۸۹ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم اخذ بید علی رضی الله عنه فاقامه وقال من کان الله ورسوله ولیه فهذا ولیه۔

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ہے تو یہ اس کا مولیٰ ہوگا۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۳ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۰۱۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله ولی المومنین و من کنت ولیه فهذا ولیه......

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے اور جس کا میں مولیٰ ہوں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۴ ص ۳۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

قال ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی۔

ترجمہ: فرمایا حضور ﷺ نے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے اس کا جو مومن ہے میرے بعد۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انہ من النبیﷺ وانہ ولی کل مومن من بعدہ ص ۶۸ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

من کنت ولیہ فعلی ولیہ۔ (حسن)

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۴۲ رقم الحدیث ۹۰۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فان العزۃ للہ جمیعا۔

ترجمہ: بے شک عزت تو سب اللہ کے لئے ہے۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

عزت میں عظمت شان وشوکت اور رعب ودبدبہ سب شامل ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں عزت ساری اللہ جل شانہ کے لئے بتائی گئی۔ دوسری آیت کریمہ میں عزت اللہ جل شانہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کاملین کے لئے بتائی گئی۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا

ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

(سورہ الزمر آیت نمبر ۴۲)

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: اے نبی فرمادو! کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

رسلنا یتوفونھم۔

ترجمہ: ہمارے رسول انہیں فوت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جان قبض کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ دوسری تیسری آیت کریمہ میں موت کے فرشتے کی طرف۔ یعنی حقیقتاً جان قبض کرنے والا اللہ ہے اور حکم الٰہی سے فرشتہ۔

بہت سی صفات خداوندی اس کے بندوں میں ہیں۔ (۱) علیم (۲) سمیع (۳) بصیر (۴) خبیر۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے لئے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

واعلموا ان اللہ بکل شیی علیم۔

ترجمہ: اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(البقرۃ آیت نمبر ۲۳۱)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

وھو السمیع العلیم۔

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ انبیاء آیت نمبر۴)

انہ علیم بذات الصدور۔

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ زمر آیت نمبر۷)

وھو علیم بذات الصدور۔

ترجمہ: اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

واللہ خبیر بما تعملون۔

ترجمہ: اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

ان اللہ علیم خبیر۔

ترجمہ: اللہ بے شک علیم خبیر ہے۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور بغیر کسی اسباب کے وہ دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے باخبر ہے یہ ہم سب کا عقیدہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ صفات اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں ان کے لئے یہ عطائی صفات ہیں۔

عطائی مثالیں

و بشروہ بغلام علیم۔

(سورہ الذاریات پارہ ۲۶)

ترجمہ: اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ اسی آیت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم کہا گیا ہے دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فبشرناہ بغلام حلیم۔

(سورہ الصافات پارہ ۲۳)

یہاں حلیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حلیم کی صفت سے نوازا۔ حالانکہ حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو وہی بات ہوئی کہ حلیم اللہ کی ذاتی صفت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی عطائی۔

انی حفیظ علیم۔

ترجمہ: بے شک میں حفیظ اور علیم ہوں۔

(سورہ یوسف آیت نمبر۵۵)

اس آیت میں دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بیان ہوئی ہیں حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ کی ہیں۔

الرحمن فاسئل بہ خبیرا۔

ترجمہ: وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھے۔

(سورہ الفرقان پارہ ۱۹)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اس آیت میں خبیر حضور ﷺ کے لیے کہا گیا ہے حالانکہ خبیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو ماننا پڑے گا کہ خبیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور نبی پاک ﷺ کے لئے عطائی۔

ہر انسان سمیع وبصیر ہے

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعاً بصيراً۔

(سورہ الدہر پارہ ۲۹)

اس آیت میں سمیع وبصیر ہر انسان کو کہا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت اور انسان کی عطائی۔

هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شي عليم۔

ترجمہ: وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۳ پارہ ۲۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر ہے۔(۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن (۵) علیم۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ کے مقدمہ میں یہ جملہ صفات حضور ﷺ کے لیے ثابت فرمائی ہیں۔ وہ بھی اسی قاعدہ پر کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں لیکن یہی صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں مثلاً آپ ﷺ اول ہیں اس بنا پر کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اولیٰ ہے اور آخر میں اس لیے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ظاہر اس لیے کہ آپ کے انوار نے سب کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے اور باطن اس لیے کہ آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور قرب وبعید کے لوگ آپ کے جمال وکمال میں دنگ ہو کر رہ گئے ہیں اور **وهو بكل شئ عليم** اس لیے کہ وفوق کل ذی علم علیم کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔

مولیٰ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت:

قرآن مجید میں ہے:

بل الله مولكم۔

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

ثم ردوا الى الله مولهم الحق۔

(سورہ الانعام پارہ ۷ آیت نمبر ۲۶)

ان الله مولكم نعم المولى ونعم النصير۔

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔

(پارہ ۱۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۴۰)

هو مولنا۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

هو مولكم۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: وہ تمہارا مولیٰ ہے۔

واللہ مولکم۔ (سورہ حج آیت نمبر ۷۸)

ترجمہ: اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

انت مولٰنا۔ (سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

ترجمہ: تو ہمارا مولیٰ ہے۔

ذالک بان اللہ مولی الذین امنوا و ان الکافرین لا مولی لھم۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶)

(سورہ محمد آیت نمبر ۱۱)

قرآن کی ان آیات سے واضح ہے کہ مولیٰ اللہ ہے مولیٰ اس وحدہ لاشریک کا صفاتی نام ہے اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اللہ مولٰنا و لا مولیٰ لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور مقام پر فرمایا

لا یقل العبد السیدہ مولای فان مولکم اللہ عزوجل۔

ترجمہ: کوئی غلام اپنے آقا کو 'میرا مولیٰ' نہ کہے کیونکہ بے شک سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔

(مسلم شریف کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا باب حکم اطلاق لفظۃ العبد والامۃ والمولی والسید ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطائی مثالیں

قرآن واحادیث وعرف عرب اور شریعت اسلام میں مولیٰ کا اطلاق غیر اللہ پر بارہا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فان اللہ ھو مولہ وجبریل و صالح المؤمنین و الملائکۃ بعد ذالک ظھیر۔

ترجمہ: تو بے شک اللہ اس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(سورہ التحریم آیت نمبر ۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد قثنا علی بن الجعد قال سمعت مقاتلا یقول ثم فی قول اللہ عزوجل فان اللہ ھو مولاہ جبریل و صالح المومنین قال ابوبکر و عمر و علی۔

ترجمہ: علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جو کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر فرمایا کہ فان اللہ ھو مولاہ جبریل وصالح المومنین۔ فرمایا ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۶۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وان تظاهر عليه فان الله هو مولاه و جبريل و صالح المومنين ابوبكر وعمر رضى الله عنهما۔

(معجم ابن الاعرابی ج ۳ ص ۹۴۴ رقم الحدیث ۱۹۴۰)

قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کو بھی مولیٰ کہا اور حضرت جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین کو بھی۔ اگر قرآن وحدیث میں لفظ مولیٰ اللہ کے لئے آیا ہے تو اس کے محبوب ومقبول بندوں کے لیے بھی آیا ہے۔

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

من كنت مولاه فعلى مولاه۔

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۹۵ وص ۵۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ج ۱ ص ۵۴۳ رقم الحدیث ۲۲۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۷ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳۔۲۳۰۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جمع الجوامع للسیوطی ج ۷ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳۔۲۳۰۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۶۰۴ رقم الحدیث ۱۳۵۴۔۱۳۵۵۔۱۳۵۶۔۱۳۵۷۔۱۳۵۸ ص ۶۰۵ تا ص ۶۰۷ رقم الحدیث ۱۳۵۹ تا ۱۳۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبھانی ج ۳ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۲۲۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۵۶۹ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۶۴۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ ج ۴۵ ص ۷۷ رقم الحدیث ۹۱۰۵۔ ص ۸۷ رقم الحدیث ۹۱۱۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۹۱۳۹۔۹۱۴۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۹۱۵۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۹۳۱۱ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۹۳۱۳۔۹۳۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاستیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۱۰۹۹ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ وقال اسنادہ حسن ج ۲ ص ۸۶۔۸۷ رقم الحدیث ۴۶۴ وص ۱۰۵ رقم الحدیث ۴۷۹۔۴۸۰ مطبوعہ ج ۳ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۹۳۷ وقال اسنادہ صحیح مکتبہ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)، (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المستدرک ج ۳ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۴۵۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابی ہریرۃ ج ۲ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۵۰۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۱۹ ص ۵۴۱۶ ج ۳۲ ص ۸۹۸۴ رقم الحدیث ۳۰۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل الصحابہ للنسائی ص ۱۴ رقم الحدیث ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۰۴۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۰۲ وص ۶۰۹ وص ۶۱۰ رقم الحدیث ۳۲۹۰۴، ۳۲۹۴۶ و۳۲۹۵۰ و۳۲۹۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی صغیر ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت آیت نمبر ۵۵ سورہ المائدۃ ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۹ تا ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (التمھید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۹۹ رقم ۲۲۵ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر جمل من مناقبہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۵۵۹۸ وحرف المیم ج ۲ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۹۰۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ زید بن شراحیل رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۰۹ رقم ۲۹۰۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (نزھۃ الحفاظ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۴ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۴۰۵۳ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

مددگار ذاتی:

مالك من دون الله من ولى ولا نصير۔

ترجمہ: اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔

وما النصر الا من عند الله۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ۔

(سورہ آل عمران ۱۶۰)

ولا یجدلہ من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۲۳)

ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً۔

(سورہ النساء سورہ الاحزاب ۱۷۰)

وما النصر الا من عنداللہ۔

(سورہ الانفال آیت نمبر ۱۰)

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہورہا ہے کہ نصیر "اللہ" ہے وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دست قدرت میں ہے۔

مددگار عطائی:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲)

ولینصرن اللہ من ینصرہ۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے۔اس کی جو اس کی مدد کرے گا۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۴۰)

یایھا الذین امنوا ان تنصرو اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۷)

واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل من لدنک نصیراً۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۷۴)

ولی

یہ لفظ اللہ عزوجل کی صفت ہے اور بندگان خدا کے لیے اس کا استعمال مجازاً ہے گویا یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہے اور بندگان خدا کے لیے عطائی۔

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

ترجمہ: اللہ ولی ہے ایمان والوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۷)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

وھوا الولی الحمید۔

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۸)

واللہ ولی المومنین۔

ترجمہ: اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۸)

عطائی مثالیں

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا......الخ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے۔

نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ۔

ترجمہ: ہم تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین او وّنصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض۔

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اس آیت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اولیاء کا لفظ استعمال ہوا اور یہ بھی کہ ہر صحابی ولی ہیں۔

ان آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ذاتی اور عطائی کا یہ عقیدہ اہل سنت وجماعت بریلوی کا اختراع نہیں بلکہ قرآن و احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔اور بالخصوص مسئلہ علم غیب کے بارے میں چند حوالاجات ملاحظہ فرمائیں:

عطائی علم غیب کا ثبوت

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تنا قضا اما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالی الغیب اواطلعہ علیہ فلا محذور فیہ۔

ترجمہ: علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔

(حاشیۃ سید الشریف علی الکشاف ج ا ص ۱۲۸ مطبوعہ تہران)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل ویفید الکلام ولا یلتبس۔

ترجمہ: اور غیب جس پر دلیل ہے پس آپ کا یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔یہ کلام مفید ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے۔

لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(تفسیر غرائب القرآن تفسیر النیسا پوری ج ۸ ص ۲۶ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

نسیم الریاض میں ہے۔

لم یکلفنا الله الایمان بالغیب الا وقد فتح لنا باب غیبه۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جب بھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

(نسیم الریاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۱)، (زرقانی علی المواھب ج ۷ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالی وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الاخر واحواله۔

ترجمہ: غیب کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ وعندہ مفاتح ...... الخ سے یہی مفہوم ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع (ذات باری تعالیٰ) اور اس کی صفات، یوم آخرت اور احوال قیامت۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم هذا الغیب ینقسم الی ما علیه دلیل والی ما لیس علیه دلیل۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو ارید بقوله سبحانه وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور فرمان باری تعالیٰ وعندہ مفاتح ...... الخ سے یہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

☆..............☆

marfat.com
Marfat.com

پہلی فصل...... آیات قرآنیہ کے بیان میں

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب۔

ترجمہ: تم فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہو کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۰)

اس آیت کی چار توجیہیں مفسرین نے کی ہیں اولاً تو یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ دوم یہ کہ کل علم غیب کی نفی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ کلام تواضع انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ چہارم یہ کہ آیت کے معنی یہ ہیں میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ یعنی دعویٰ علم غیب کی نفی نہ کہ علم غیب کی۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یحتمل ان یکون و لا اعلم الغیب عطفاً علی لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلالة ان الغیب بالاستقلال لایعلمه الا اللہ۔

ترجمہ: اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اس پر ہوگی کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

لا اعلم الغیب مالم یوح الی او لم ینصب علیه دلیل۔

ترجمہ: میں غیب نہیں جانتا جب تک اس کی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

(انوار التنزیل ج ۲ ص ۴۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یا اس سے مراد کل علم کی نفی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله لا اعلم الغیب یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات۔

ترجمہ: یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یا یہ کلام بطور تواضع وانکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وانما نفی عن نفسه الشریفة هذه الاشیاء تواضعاً للہ تعالی و اعترافاً للعبودیة فلست اقول شئیا من ذالك و لا ادعیه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وتواضع حین اقام نفسه مقام الانسانیة بعد ان کان اشرف خلق اللہ من العرش الی الثری و اطهر من الکر و بتین والروحانیین خضوعاً لجبروته وخشوعاً لملکوته۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ از عرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانین سے زیادہ ستھرے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اس کی سطوت کے سامنے پستی کے اظہار کے طریقہ پر یہ فرمایا۔

یہ دعویٰ علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

ای لاادعی المقدرۃ علی کل المقدورات و العلم بکل المعلومات۔

ترجمہ: یعنی میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر یہ ہی آیت۔

ای لا ادعی کونی موصوفاً بعلم اللہ و بمجموع ھذین الکلامین حصل انہ لا یدعی الالھیۃ۔

ترجمہ: یعنی میں اللہ کے علم کے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت۔

عطف علی عندی خزائن اللہ و لا مذیدۃ مذکرۃ للنفی ای ولا ادعی انی اعلم الغیب من افعالہ تعالیٰ علی انھا عندی ولکن لا اقول لکم فمن قال ان نبی اللہ لا یعلم الغیب فقد اخطا فیما اصاب۔

ترجمہ: اس کا عطف عند خزائن اللہ پر ہے اور لا زائدہ ہے نفی کا یاد دلانے والے یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں اس بنا پر کہ خزائن اللہ میرے پاس تو ہیں مگر میں یہ کہتا نہیں۔ تو جو شخص یہ کہے کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھے اس نے غلطی کی اس آیت میں جس میں یہ مصیب تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

و محل لا اعلم الغیب النصب عطفا علی محل عندی خزائن اللہ لانہ من جملۃ المقول کانہ قال لا اقول لکم ھذا القول و لا ھذا القول و لا اعلم الغیب۔

ترجمہ: ولا اعلم الغیب کا اعراب زبر ہے عندی خزائن اللہ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

تفسیر نیشاپوری۔ ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالتہ علی ان الغیب باستقلال لا یعلم الا اللہ۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نکتہ: ۔ اس آیت میں لا اقول دو جگہ پر ہے پہلے لا اقول کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب جانتا ہوں۔ دوسرے لا اقول کے بعد صرف ایک چیز کا ذکر ہے میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اس لئے کہ پہلے دو میں تو دعویٰ کی نفی ہے اور مدعیٰ کا ثبوت اور دوسرے قول میں دعویٰ اور مدعیٰ دونوں کی نفی ہے یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔ مگر ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔ (مشکوٰۃ باب فضائل

marfat.com
Marfat.com

سید المرسلین) یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں اور علم غیب کی احادیث ہم پیش کر چکے ہیں۔اور نہ واقع میں فرشتہ ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔اگر یہ نکتہ نہیں۔تو ایک ہی جگہ لا اقول کافی تھا۔دو جگہ کیوں لایا گیا اگر ہماری بیان کی ہوئی توجہیں نہ کی جاویں تو یہ آیت مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔اور یہ آیت بالکل نفی کر رہی ہے۔نیز یہاں لکم میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافرو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں تم تو چور ہو۔چوروں کو خزانے نہیں بتائے جاتے۔تم شیطانوں کی طرح اسرار کی چوری نہ کرلو۔رب تعالیٰ نے بھی شیطان کو آسمان پر جانے سے اسی لئے روکا کہ وہ چور ہے۔یہ تو صدیق سے کہا جاوے گا کہ مجھے خزائن الٰہیہ کی کنجیاں سپرد ہوئیں نیز یہاں عندی فرما کر بتایا کہ خزانہ میرے پاس نہیں میری ملک میں ہیں۔کیوں کہ خزانہ خزانچی کے پاس اور مالک کی ملک میں ہوتا ہے۔میں خزانچی نہیں کیا نہ دیکھا کہ ان کے اشارہ پر بادل برسا۔ان کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير۔

ترجمہ: اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۸)

اس آیت کے بھی مفسرین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام بطور انکسار کے ہے۔دوسرے یہ کہ اس میں تمام معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔تیسرے یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

نسیم الریاض میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقوله ولو كنت اعلم الغيب فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه السلام باعلام الله تعالى فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں کہ ولو کنت اعلم الغیب الخ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کی ہے لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے واقع ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے فلا يظهر على غيبه الخ کل معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی ہے۔

(نسیم الریاض و من ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ گجرات ہند)

شرح مواقف میں میر سید شریف فرماتے ہیں۔

الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبى و لذا قال عليه السلام لو كنت اعلم الغيب (الآية) وجميع مغيبات الدنيا والاخرة فالجواب انه قال ذلك تواضعاً۔

ترجمہ: تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کے لئے ضروری نہیں اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ولو کنت اعلم الغیب الآیۃ تمام غیب غیر متناہی ہیں۔(یہ کلام انکسار کے طور پر ہے) اگر تم کہو کہ یہ آیت گزشتہ کلام کے خلاف ہے۔کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام لا اعلم الغیب بطور انکسار فرمایا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں جمل حاشیہ جلال اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔

فان قلت قد اخبر النبى عليه السلام عن المغيبات قد جاء ت احاديث فى الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته فكيف الجمع بينه وبين قوله لو كنت اعلم الغيب قلت يحتمل ان يكون قاله تواضعاً وادبا والمعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعنى الله عليه و يقدره لى ويحتمل ان يكون قال ذلك قبل ان يطلعه الله على الغيب فلما اطلعه الله اخبر به۔

ترجمہ: پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔اور علم

marfat.com

Marfat.com

غیب تو حضور علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں میں اور اس آیت میں لو کنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی تو میں کہونگا کہ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام غیب پر مطلع ہونے سے پہلے کا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو غیب پر مطلع فرمادیا تو خبریں دیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۰)، (فتوحات الالھیہ تفسیر جمل ج ۳ ص ۱۵۸)

علامہ سلیمان جمل نے فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں اسی کی مثل فرمایا۔

ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا اللہ۔

ترجمہ: یعنی فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا الخ پس اس میں آیت اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

(فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم ص ۲۱۷ مطبوعہ کراچی)

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

او ان علمہ بالمغیب کلا علم من حیث انہ لا قدرۃ لہ علی تغیر ما قدر اللہ فیکون المعنی حینئذ لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعہ لاستکثرت من الخیر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا علم غیب جاننا نہ جاننے کی طرح ہے۔ کیونکہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ توجیہہ نہایت ہی نفیس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی۔ اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آوے گا اور اس وقت مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر مجھے بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جاوے گا۔ کہ میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں خرید نہیں سکتا مجھے معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنی نہیں درست ہوتے۔ کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

نیز دیوبندی تو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ مگر چونکہ نہ میرے پاس خیر ہے اور نہ مصیبت سے بچا لہٰذا غیب نہیں جانتا۔

ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے۔ **من یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا** (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۹) نیز **انا اعطینک الکوثر**۔ نیز **یعلمھم الکتب والحکمۃ**۔ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۶۷) اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا **واللہ یعصمک من الناس** لہٰذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں۔

marfat.com
Marfat.com

روح البیان یہ ہی آیت۔

وقد ذهب بعض المشائخ الى ان النبى عليه السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لا ينافى الحصر فى الاية كما لا يخفى۔

ترجمہ: بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اوران کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں۔جیسا کہ مخفی نہیں اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو وہ ہی جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ص ۳۸۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مفاتح الغیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔یعنی سارے معلومات الٰہیہ کا جاننا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا۔کیونکہ کنجی کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا جائے اوراندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کردی جائے اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرت پروردگار ہی کو ہے۔تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فكذلك ههنا لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بالعبارة المذكورة وعلى التقدير الثانى المراد منه القدرة على كل الممكنات۔

ترجمہ: جب کہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

(تفسیر کبیر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقلم تصويرها الذى هو مفتاح يفتح به باب علم تكوينها على صورتها و كونها هو الملكوت فبقلم ملكوت كل شئى يكون كل شئى وقلم الملكوت بيد الله لان الغيب هو علم التكوين۔

ترجمہ: ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے (ان کی مناسب صورتوں پر) وہ ہی ملکوت ہے پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کی ہستی ہوتی ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کے ہاتھ میں اس لئے کہ غیب سے مراد پیدا کرنے کا جاننا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ص ۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان الله تعالى لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بهذا العبادة وعلى التفسير الثانى يكون المعنى وعنده خزائن الغيب والمراد منه القدرة الكاملة على كل الممكنات۔

ترجمہ: کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس کے معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اس کے معنے یہ ہونگے کہ اس کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔

(تفسیر خازن مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الٰہی کوئی نہیں جانتا۔تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قال الحريرى لايعلمها الا هو ومن يطلعه عليها من خليل وحبيب اى لايعلمها ولون و الاخرون قبل اظهاره تعالى ذلك لهم۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حریری نے فرمایا کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔

تفسیر عنایت القاضی یہ ہی آیت۔

وجه اختصاصها به تعالى انه لا يعلمها كما هى ابتداء الا هو۔

ترجمہ: ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداء خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عنایۃ القاضی علی التفسیر البیضاوی ج ۴ ص ۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اس آیت کے اگر وہ مطلب نہ بیان کئے جاویں جو ہم نے بتائے تو یہ مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

نکتہ:۔ بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ عنده مفاتح الغيب (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹) دوسری میں ہے له مقاليد السموت والارض (پارہ ۲۴ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۶۳) مفاتح اور مقالید دونوں کے معنے ہیں کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول و آخر حرف یعنی م، ح، لو اور مقالید کا اول و آخر حرف یعنی م، د لو تو بنتا ہے محمد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے **لا يعلمها الا هو** میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمد یہ کو رب ہی جانے مفاتح جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہر ادا رحمت الٰہی کی کنجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی کل الخلق من نوری قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کنجی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن۔

نکتہ:۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ اس کنجی سے کسی کے لئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کنجی دی گئی یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ **انا فتحنا لك فتحا مبينا** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱) ہم نے آپ کے لئے ظاہر طور پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس توجیہ ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کنجی میں وہ ہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو۔ وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے۔ پتہ لگا کہ غیب کسی کو دینا تھا اس لئے کنجی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ **اوتيت مفاتيح خزائن الارض** ۔ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کنجی دی بھی گئی آپ ﷺ کے لئے فتح باب بھی ہوا۔

قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله۔

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۶۵)

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر الموج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناه لا يعلم الغيب بلا دليل الا الله او بلا تعليم او جميع الغيب۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(خالص الاعتقاد ۱۵ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

والغيب مالم يقم عليه دليل ولا اطلع عليه مخلوق۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۴۶ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ **ما من غائبة فی السماء والارض الا فی كتب مبين۔** (پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۷۵) جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔

فتاویٰ امام نووی میں ہے۔

ما معنى قول الله لايعلم من فى السموت و اشباه ذلك مع الله قد علم ما فى غد فى الجواب معناه لا يعلم ذلك استقلالا واما المعجزات والكرامات فحصلت باعلام الله لا استقلالا۔

ترجمہ: آیت لایعلم من فی السموت وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنے یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

(فتاویٰ الامام النووی ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

ما ذكرناه فى الايت صرح به النووى فى فتاواه فقال لايعلم ذلك استقلالا وعلم احاطة بكل المعلومات۔

ترجمہ: ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الٰہیہ کو کوئی نہیں جانتا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

شرح شفاء خفاجی میں ہے۔

هذا لاينافى الايت الدالة على انه لا يعلم الغيب الا الله فان النفى علما من غير واسطة اما اطلاعه عليه باعلام الله فامره متحقق۔

ترجمہ: کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جاننا یہ ثابت ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم حضور علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور اس میں بالکل نفی ہے۔ نیز انہوں نے شیطان و ملک الموت کو علم غیب مانا ہے دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پھر اس آیت کا کیا مطلب

marfat.com
Marfat.com

بتائیں گے قرآن کریم میں ہے ان الحکم الا للہ حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں لہ ما فی السموت وما فی الارض (پارہ ۶ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۷۱) خدا کی ہی وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں۔ وکفی باللہ شهیدا۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۷۹) اللہ کافی گواہ ہے۔ وکفیٰ باللہ وکیلاً (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۱) اللہ کافی وکیل ہے۔ وکفی باللہ حسیبا (پارہ ۴ سورہ ۴ آیت نمبر ۶) اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکومت ملکیت گواہی، وکالت حساب لینا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب بادشاہ کو حاکم ہر شخص کو اپنی چیزوں کا مالک مشرکین کو وکیل محاسب اور عام لوگوں کو مقدمات کا گواہ مانا جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان آیات میں حکومت ملکیت وغیرہ سے حقیقی اور ذاتی مراد ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بہ عطائے الٰہی مانے گئے اسی طرح آیات غیب میں بھی توجیہ کرنا لازم ہے کہ حقیقی کی غیر سے نفی ہے اور عطائی کا ثبوت۔

وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذكر وقرآن مبين۔

ترجمہ: اور ہم نے اس کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

(پارہ ۲۳ سورہ یٰس آیت نمبر ۶۹)

مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں۔ جاننا ملکہ (مشق وتجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن وقافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی وخیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں یہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معمے اور اجمالی باتیں وتفصيلاً لكل شئی علم بمعنی ملکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وعلمنه صنعة لبوس لكم (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۰) اور ہم نے ان کو تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا۔

دیلمی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

علموا بنيكم الرمي۔

ترجمہ: یعنی اپنی اولاد کو تیر اندازی سکھاؤ۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص لا رقم الحدیث ۴۰۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والاصح انه كان يحسنه ولكن كان يميز جيد الشعر ورديه۔

ترجمہ: زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ شعر بخوبی پڑھتے نہ تھے لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرمالیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت ان المحرم علیه انما هو انشاء الشعر آپ کے لئے شعر بنانا منع تھا۔ شعر کے معنے ہیں جھوٹا کلام کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ قرآن کریم شعر ہے اور حضور علیہ السلام شاعر ہیں بل هو شاعر اس شعر سے مراد تھی جھوٹا کلام تو ان کے اس بکواس کی تردید اسی آیت نے کردی کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ ان هو الا ذكر وقرآن مبين۔ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۶ آیت نمبر ۶۹) وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن یہاں اگر شعر سے مراد منظوم کلام ہو تو اس عبارت سے آیت کا کیا تعلق ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

مدارک یہ ہی آیت۔ (پارہ ۲۳ سورہ یٰس آیت نمبر ۶۹)

ای و ما علمنا النبی علیہ السلام قول الشعر او ما علمناہ بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس بشعر۔

ترجمہ: یعنی ہم نے نبی علیہ السلام کو شعر کہنا نہ سکھایا یا ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

خازن یہ ہی آیت۔

ولما نفی ان یکون القرآن من جنس الشعر قال اللہ تعالیٰ ان ہو الا ذکر و قرآن مبین۔

ترجمہ: جبکہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن کتاب۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قیل ان کفار قریش قالوا ان محمداً شاعر وما یقولہ شعر فانزل اللہ تکذیباً لهم وما علمناہ الشعر۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس کی تکذیب کے لئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تنبیہ: اس جگہ مخالفین یہ سوال کرتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک شعر کے موافق نہ تھی یعنی آپ کوئی شعر پڑھتے تھے تو وزن بگڑ جاتا۔ دیکھو اسی خازن میں ہے۔

ای مایسھل لہ ذلک وما یصلح منہ بحیث لو اراد نظم شعر لم یتات لذلک۔

ترجمہ: یعنی آپ کو شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے درست نہ ادا ہوتا تھا اگر کسی شعر کو نظم فرمانے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہوسکتا تھا یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہوسکتا تھا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک ای جعلناہ بحیث لو اراد قرءۃ شعر لم یتات لہ ولم یستھل۔

ترجمہ: یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرمادیں تو آسان نہ ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

وما یستھل لہ حتی انہ ان تمثل لہ بیت شعر سمع منہ مزاحفاً۔

ترجمہ: آپ کو شعر آسان نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کو ادا فرمانے کا ارادہ فرمادیں تو آپ سے ٹوٹا ہوا سنا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۰۴۔۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کا علم اور ہے شعر کا پڑھنا اور بڑے بڑے شعراء اور علماء گا کر پڑھ نہیں سکتے بہت سے نعت خواں اور اقوال علم شعر نہیں رکھتے مگر شعر پڑھنے پر پورے قادر ہوتے ہیں۔ آپ روٹی پکانا جانتے نہیں مگر اچھی بری موٹی باریک خوب جان لیتے ہیں۔

آپ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو شعر پڑھنے کا ملکہ اور مشق نہ تھی۔ نہ کہ شعر کی پہچان نہ تھی۔ یہ ہی ہم نے کہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو بعض شعر پسند تھے اور بعض ناپسند۔

marfat.com

Marfat.com

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

کان احب الحدیث علیه السلام الشعر وایضاً کان ابغض الحدیث الیه علیه السلام الشعر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو شعر بہت پسند بھی تھا اور نہایت ناپسند بھی۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے جیسے کہ الا کل شئی ما خلا اللہ باطل اگر اچھے برے شعر کی پہچان نہیں تو یہ تعریف فرمانا کیسا؟ شعر سے مراد اجمالی یعنی غیر مفصل کلام اور معمے ہیں۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الشیخ الاکبر اعلم ان الشعر محل للاجمال واللغز والتوریة ای ما رمزنا محمداً علیه السلام شیئا ولا الغزنا ولا خطبناه بشئی ونحن نرید شیئا ولا جعلنا له الخطاب حیث لم یفهم۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ شعر اجمالی اور پہیلے اور اشاروں کا مقام ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے کسی چیز کے اشارے نہ کئے اور نہ یہ کیا کہ ہم ارادہ کچھ فرمائیں اور خطاب کچھ کریں اور ان سے اس طرح اجمالی کلام نہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آوے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

مناظر اہل سنت مفتی عبدالمجید سعیدی رضوی مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

علم شعر کی تحقیق

رہی سورۃ یٰسین شریف کی آیت وما علمنه الشعر وما ینبغی له الآیة۔ جس کا ترجمہ معترض نے اس طرح کیا ہے "اور نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ ہی اس کے لائق ہے۔ (ملاحظہ ص ۲۴) تو یہ بھی اس کی جہالت قبیحہ کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کا دعویٰ علم غیب کے متعلق ہے جبکہ شعر کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر شعر کی نفی علم غیب کی نفی کی دلیل ہے تو اس کا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا اور تمام شعراء معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پائیں گے۔ پس شعر علم غیب نہیں تو معترض کی دلیل غلط ہوئی۔ علم غیب ہے تو وہ بقلم خود بہت ہی بڑا مشرک ہوا کیونکہ وہ اس سے ایک دو، دس، بیس اور سو پچاس نہیں اربوں کھربوں شعراء کو علام الغیوب مان چکا ہے۔

باقی اس سے یہ سمجھنا بھی اس کی سخت جہالت ہے کہ آپ ﷺ کو کلام منظوم کی پہچان نہیں دی گئی کیونکہ آیت ہذا میں بنیادی طور پر الشعر سے مراد کلام منظوم مراد نہیں بلکہ کلام منظوم کے ماخذ کی نفی مراد ہے جو وہم اور کذب ہے اور معنے یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو جس کلام سے نوازا ہے وہ وہمی خیالی نہیں کہ کذب ہو بلکہ وہ ترجمان حق وحقیقت ہے جس کی دلیل اس آیت کا اگلا حصہ بھی ہے جسے معترض شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے اور وہ یہ ہے "ان ھو الا ذکر وقرآن مبین" یعنی وہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے اگر الشعر سے مراد کلام منظوم ہو تو آیت کا یہ آخری حصہ اس سے مربوط نہیں رہتا کیونکہ اشعار بھی تو نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ پند نامہ، نصیحت نامہ، اور تحفہ نصائح کتابیں اس کی واضح دلیل ہیں۔ جو منظوم ہیں ورنہ اس کا کیا مطلب بنے گا کہ قرآن شعر نہیں بلکہ نصیحت ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے کہ بعض کفار ومشرکین حضور ﷺ کو شاعر کہتے تھے جب یہ امر حقیقت ثابتہ اور نہایت واضح تھا کہ آپ ﷺ شاعری اور شعر گوئی بمعنی معروف کرتے ہی نہیں تھے تو ان کا آپ کو شاعر کہنے کا کیا معنے؟ کیا وہ لوگ اتنے بے وقوف تھے کہ انہیں نظم ونثر کا فرق بھی معلوم

marfat.com
Marfat.com

☆......حاشیہ

نہیں تھا؟ چنانچہ پ ۱۷، ۱۱۱لانبیاء آیت نمبر ۵ میں ہے بل ھو شاعر۔ نیز پ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر میں ہے۔ انه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر۔ نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو حضور ﷺ کے ہاں حالات کا جائزہ لے کر آنے کی غرض سے بھیجا جب وہ آئے ان سے پوچھا ان کے بھائی نے واپس آ کر انہیں بتایا رایته یامر بمکارم اخلاق وکلاما ما هو بالشعر۔ یعنی میں نے آپ کو بزرگ اخلاق کا حکم دیتے دیکھا اور آپ سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۴۔ ۵۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وبطریق اخر

اسے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ شعر گوئی میں چونکہ زیادہ تر تخیل کا دخل ہوتا ہے اور تخیلات غلط بھی ہوسکتے ہیں خصوصاً جب کہ کسی متعین کلام منثور سے ہٹ کر نظم کی زبان میں مضمون تشکیل دینا ہو اس لئے ایسے کلام عموماً جھوٹ پر مبنی یا کم از کم کذب آمیز ضرور ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شعر گوئی سے دور اور محفوظ رکھا پس اس صورت میں پیش نظر آیت شعر سے نتیجہ شاعری مراد

قرار پائے گا اور اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ ہمارا یہ کلام ہمارے محبوب کا خود ساختہ اور شعر (جھوٹ و باطل) کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ ہم نے انہیں شعر گوئی کے فن کی مہارت اور اس کا ملکہ ہی نہیں دیا اس تقدیر پر علم بمعنی ملکہ ہوگا جو عربی میں مروج اور ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلمنه صنعة لبوس لکم یعنی ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو تمہارے لیے زرہیں بنانے کا ملکہ عطا فرمایا ملاحظہ ہو (پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر) جبکہ ملکہ کی نفی علم بمعنی دانستن کی نفی ہرگز نہیں سینکڑوں امور کو ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے کیے جاتے ہیں مگر جب انہیں کر کے دکھانے کو کہا جائے تو وہ نہیں کرسکتے۔ ہر ایک کو معلوم ہے روٹی بنا کر توے پر نہیں ڈال سکتے پس اسے معترض کا حضور ﷺ کی معاذ اللہ علم کی نفی کی دلیل سمجھنا خود اس کی اپنی کم علمی اور جہالت ہے جب کہ یہاں ملکہ کی نفی بھی آپ ﷺ کی عظمت ہے جیسے امی ہونا آپ کے لئے شان ہے۔ فافهم ولا تكن من الغافلين لاسيما الوهابيين۔

(علم النبی ﷺ ص ۷۸۔ ۸۰ مطبوعہ قادریہ پبلشرز کراچی)

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور بعض شعراء کی تعریف فرمائی ہے:

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عائشة قالت ذكر عند رسول الله ﷺ الشعر فقال رسول الله ﷺ هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح رواه الدارقطني وروى الشعبي عن عروة مرسلاً۔

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے دربار مبارک میں اشعار کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب البیان والشعر الفصل الثانی ص ۴۱۰۔ ۴۱۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (کامل ابن عدی ج ۴ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الادب المفرد ص ۲۹۹ رقم الحدیث ۸۶۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ مبارک

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

خاک آلود ہو گیا اور آپ ﷺ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان لا الاولی قد بغوا علینا ان ارادو فتنة ابینا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے اور رسول اللہ ﷺ ابینا ابینا کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت فی حفر الخندق ج ۳ ص ۱۱۰۳ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۸۸۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۳۰ رقم الحدیث ۱۸۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۴۵۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۹ رقم الحدیث ۲۶۰۶۹ مطبوعہ مکتبہ الرشد الریاض)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بعض المشاھد وقد دمیت اصبعه فقال

ھل انت الا اصبع دمیت
وفی سبیل اللہ ما لقیت

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی جہاد میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگشت مبارک خون آلود ہوگئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

تو ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی۔ اور تو نے جو پایا اللہ کی راہ میں پایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۳ ص ۱۰۳۱ رقم الحدیث ۲۶۴۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۳۳۴۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۲۶۰۷۱ مطبوعہ مکتبہ الرشد الریاض)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن شریح عن عائشة رضی اللہ عنها قال قیل لها هل کان النبی ﷺ یتمثل بشیء من الشعر؟ قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة رضی اللہ عنه ویتمثل ویقول:

ویاتیك بالاخبار من لم تزود۔

وقال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت شریح روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ شعر بھی پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا (ہاں) آپ ﷺ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھتے:

marfat.com
Marfat.com

منھم من قصصنا علیک و منھم من لم نقصص علیک۔

ترجمہ: ان نبیوں میں سے کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۴۰ آیت نمبر ۷۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجیہیں فرمائی ہیں۔ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں صراحۃً ذکر کی نفی ہے۔یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحۃً بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے۔اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا ہے۔تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ان النبی علیہ السلام لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیآء تفصیلاً کیف لا وھم مخلوقون منہ وخلفھم لیلۃ الاسرآء فی بیت المقدس ولکنہ العلم المکنون وانما ترک بیان قصصھم لامتہ رحمۃ بھم فلم یکلفھم الا بما کانوا یطیقون۔

حاشیہ......☆

تیرے پاس وہ شخص خبریں لے کر حاضر ہوگا جسے تو نے ان کے لانے کے لئے زادِ راہ بھی نہیں دیا ہوگا۔

(سنن الترمذی کتاب الادب ج ۵ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۲۶۰۱۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ ﷺ یوماً فقال ھل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیء؟ قلت نعم قال ھیہ فانشدتہ بیتاً فقال ھیہ ثم انشدتہ بیتا فقال ھیہ حتی انشدتہ مائۃ بیت۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن الصلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں (یارسول اللہ!) آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ میں نے ایک شعر سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ میں نے ایک اور شعر سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک سو اشعار سنائے۔

(صحیح مسلم کتاب الشعر ج ۴ ص ۱۷۶۷ رقم الحدیث ۲۲۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الادب المفرد ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۷۹۹ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ج ۱ ص ۵۵۰ رقم الحدیث ۹۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۵۷۸۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۷۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال کان اصحاب النبی ﷺ یتناشدون الشعر ورسول اللہ ﷺ یسمع۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو اشعار سنایا کرتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ بھی سماعت فرماتے۔

(طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۱۹۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اور تاریخ واسط کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:

ورسول اللہ ﷺ یتبسم۔

ترجمہ: کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کے اشعار کو سن کر تبسم ریز بھی ہوا کرتے۔

(تاریخ واسط ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۵۰ میں ہے۔

هذا لا ينافي قوله تعالى منهم من لم نقصص عليك لان المنفي هو التفصيل والثابت هو الاجمال او النفي مقيد بالوحي الجلي والثبوت متحقق بالوحي الخفي۔

ترجمہ: یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ منھم من لم نقصص علیک کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۵۰)

قرآن فرماتا ہے:

كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك۔

ترجمہ: اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب۔

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرمادیگا رسولوں کو۔ پھر فرمادیگا کہ تم کو کیا جواب ملا۔ عرض کرینگے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی دو توجیہیں فرمائی ہیں اولاً یہ کہ خدایا تیرے علم کے مقابلہ میں ہم کو علم نہیں۔ دوسرے یہ کہ ادباً یہ عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اس وقت انبیائے کرام یہ فرمائیں گے۔ بعد میں پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی قوم کو تبلیغ احکام کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ وہ کفار کہیں گے کہ ہم کو احکام نہ پہنچے۔ جس پر امت مصطفیٰ علیہ السلام انبیائے کرام کی گواہی دے گی۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

فعلى هذا القول انما نفوا العلم عن انفسهم وان كانوا علماء لان علمهم صار كلا علم عند علم الله۔

ترجمہ: پس اس قول کی بنا پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہوگیا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک میں ہے۔

قالوا ذلك تادبا اي علمنا ساقط مع علمك فكانه لا علم لنا۔

ترجمہ: ان انبیاء نے یہ عرض کیا ادباً یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۵۰۰ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

marfat.com
Marfat.com

تفسیر کبیر میں ہے:۔

ان الرسل علیهم السلام لما علموا ان الله عالم لایجهل حلیم لایسفه عادل لایظلم علموا ان قولهم لایفید خیرا ولا یدفع شرا فالادب فی السکوت و تفویض الامر الی الله وعدله فقالوا الا علم لنا۔

ترجمہ: (از خازن) انبیائے کرام نے جب جان لیا کہ اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ تو بھلائی کا فائدہ دیگی اور نہ مصیبت کو دفع کرے گی۔ پس ادب خاموشی میں ہے اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے لہٰذا انہوں نے عرض کر دیا کہ ہم کو علم نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

وقیل المعنی لا علم لنا الی جنب علمك۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو تیرے علم کے مقابل علم نہیں۔

روح البیان میں ہے۔

ان هذا الجواب یکون فی بعض مواطن القیمة وترجع عقولهم الیهم فیشهدون علی قومهم انهم بلغوا الرسالة وان قومهم کیف ردوا علیهم۔

ترجمہ: یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا۔ اور اس کے بعد حواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی اور ہماری قوم نے کیا جواب دیا۔ (ملخصا)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۵۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

(پارہ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۹)

اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی۔ نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں درائیت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درائیت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے۔ لہٰذا یہ منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے یہ ہی آیت۔

ما خرج علیه السلام من الدنیا حتی علمه الله فی القرآن ما یعمل به وبالمومنین فی الدنیا و الاخر اجمالاً وتفصیلاً۔

ترجمہ: کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاویگا۔ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا عبد الرحمان ابن محمد دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقوله۔ انا

marfat.com
Marfat.com

فتحنالك آیت ما ادری منسوخ ہے انا فتحنالك سے۔
تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔
لما نزلت هذه الاية فرح المشركون فقالوا و اللات والعزى ما امرنا وامر محمد الا واحد او ماله علينا من مزية وفضل لو لا انه ما ابتدع ما يقوله لاخبره الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك (الاية) فقالت الصحابة هنيئا لك يا نبى الله قد علمت ما يفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله ليدخل المومنين والمومنات جنت (الاية) وانزل وبشر المومنين بان لهم من الله فضلاً كبيراً وهذا قول انس وقتادة وعكرمة قالوا انما هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر بغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلك۔

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا انہیں بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری لیغفرلك الله ما تقدم پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں (الآیۃ) اور یہ آیت اتری کہ مسلمانوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے یہ حضرت انس اور قتادہ وعکرمہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی کہے کہ آیت لا ادری خبر ہے اور منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں۔ جیسے وان تبدوا (الآیۃ) لایکلف الله نفسا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶) سے منسوخ ہے ایسے ہی لا ادری کو ابن عباس وانس وابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انا فتحنالك سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت در منثور ج ۷ ص ۲۷۷۔ ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت وابو سعود ج ۶ ص ۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا۔ قل لا ادری اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہیں جیسے کتب علیکم الصیام (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۳) وللہ علی الناس حج البیت (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۹۷) وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے چوتھے یہ کہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر اور احادیث پر ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے مذکورہ بالا مطلب نہ بیان کئے جاویں تو صدہا احادیث کی مخالفت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا آدم وآدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ ہم فرمائیں گے۔ ہمارا حوض ایسا ہوگا۔ اس کے برتن اس طرح کے ہوں گے وغیرہ وغیرہ ابوبکر جنتی ہیں۔ حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ کسی کو فرمایا کہ تو جہنمی ہے۔ ایک آدمی بہت اچھا جہاد کر رہا ہے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر کار اس نے خودکشی کی۔ اگر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہ ہو تو اپنی اور دیگر حضرات کی یہ خبریں کس طرح سنا رہے ہیں وہ تو جس کے ایمان کی رجسٹری فرما دیں۔ وہ کامل مومن ہے۔ اس جگہ بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر کفایت کرتا ہوں خدا درست سمجھ عطا فرماوے۔ آمین۔

marfat.com
Marfat.com

لاتعلمهم نحن نعلمهم۔

ترجمہ: تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس آیت سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنهم فی لحن القول (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر ۳۰) اور ضرور تم ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لوگے لہذا یہ آیت منسوخ ہے یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے بتائے ان کو نہیں پہچانتے۔ جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فان قلت كيف نفى عنه علم بحال المنافقين و البته فى قوله تعالى ولتعرفنهم فى لحن القول فالجواب ان اية النفى نزلت قبل اية الاثبات۔

ترجمہ: اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے اس آیت کے بعد کوئی بھی منافق حضور علیہ السلام کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

خفى عليك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك۔

ترجمہ: آپ پر ان کا حال باوجود آپ کی کمال سمجھ اور سچی مردم شناسی کے مخفی رہ گیا۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اندازے سے پتہ لگا لینے کی نفی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے۔ مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔

عینی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خطب رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق فاخرج منهم ناسا ففضحهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۲۱)

شرح شفا ملا علی قاری جلد اول صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس كان المنفقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعين۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔

(شرح شفا للقاری ج ۱ ص ۲۴۱)

حاشیہ......☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلوانى قال حدثنا الحسين بن محمد بن عمرو العنقرى قال حدثنا ابى

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدی عن ابی مالك عن بن عباس ثم فی قوله وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم قال قام رسول الله ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال قم یا فلان فاخرج فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافقاً فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم یکن عمر بن الخطاب شهد تلك الجمعة لحاجة کانت له فلقیهم عمر وهم یخرجون من المسجد فاختبأ منهم استحیاء انه لم یشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واختبؤا هم من عمر فظنوا انه قد علم بامرهم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم ینصرفوا فقال له رجل ابشر یا عمر فقد فضح الله المنافقین الیوم فهذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ (التوبہ ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا اسی دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت واقعہ کا پتا چل گیا ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا یہ ان پر عذاب اول تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔

(المعجم الاوسط ج ا ص ۲۳۱۔۲۳۲ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیهقی من طریق ابی احمد الزبیری عن سفیان الثوری عن سلمة بن کهیل عن عیاض بن عیاض عن ابیه عن ابی مسعود قال خطبنا رسول الله ﷺ فقال: ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا و ثلاثین۔

(السیرۃ النبویۃ ذکر اقوام تخلفوا من العصاۃ غیر ھؤلاء ج ۴ ص ۴۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البیهقی، عن ابن مسعود قال: خطبنا رسول الله ﷺ فقال فی خطبته ایها الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا و ثلاثین۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بلاشبہ تم لوگوں میں منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے۔ او فلاں اٹھ جا او فلاں اٹھ جا۔ اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۲۸۶ ج ۵ ص ۲۸۳۔۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۲۴۰۲ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا هاشم بن القاسم قال حدثنی سلیمان عن ثابت یعنی البنانی قال: اجتمع المنافقون فتکلموا

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

بینهم، فقال رسول الله ﷺ ان رجالا منکم اجتمعوا فقالوا کذا وقالوا کذا فقوموا فاستغفروا الله واستغفر لکم فلم یقوموا فقال ذلك ثلاث مرات، فقال لتقومن او لاسمینکم باسمائکم، فقال: قم یا فلان فقاموا خزایا متقنعین۔

ترجمہ: حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ منافقین مجتمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کچھ لوگ مجتمع ہوئے اور انہوں نے ایسا ایسا کیا' لہذا تم لوگ اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم لوگ خود اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو ورنہ میں تمہارے نام لے کر پکاروں گا۔ بالآخر آپ نے فرمایا' او فلاں اٹھ جا اور وہ تمام کے تمام ذلیل وخوار ہو کر اٹھے۔

(طبقات الکبری ابن سعد ذکر علامات النبوۃ بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام رازی **"لا تعلمهم ونحن نعلمهم"** سورہ توبہ پارہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱ کے تحت لکھتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی ﷺ خطیبا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا وفضحهم۔

ترجمہ: سدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے پس فرمایا اے فلاں! تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں! تو (بھی) نکل جا بے شک تو (بھی) منافق ہے پس آپ نے (منافق) لوگوں کو مسجد سے رسوا کر کے نکال باہر کیا۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۶ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قام خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج ناسا وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر ابو سعود ج ۴ ص ۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال قام رسول الله ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد۔

ترجمہ: حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۱ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۴ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قال الکلبی والسدی قام النبی ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج ناسا من المسجد وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قاله ابن عباس قال وقام رسول الله ﷺ يوم جمعة خطيباً فقال يا فلان اخرج فانك منافق ويا فلان اخرج ففضحهم۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۴۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وقال السدى عن ابى مالك عن ابن عباس فى هذه الآية قال قام رسول الله ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان انك منافق واخرج يا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابى حاتم والطبرانى فى الاوسط وغيرهما عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قام رسول الله ﷺ يوم جمعة خطيباً فقال قم فلان فاخرج فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لا تعلمهم (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) بلاشبہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا جیسا کہ فرمایا و علمك ما لم تكن تعلم (اور اللہ نے تعلیم دیدی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں دیا گیا۔

(۲) مفسرین کرام نے ان الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں نہیں جانتے ہاں ہم جانتے ہیں اور ہم تمہیں ان پر مطلع کر دیں گے۔

امام ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۸۶ھ ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لانى عالم السر والعلانية ونعلم نفاقهم نعرفك حالهم۔

ترجمہ: میں ظاہر و مخفی جانتا ہوں اور ان کے نفاق کو بھی جانتا ہوں اور ان کا حال تم پر آشکار کر دوں گا۔

(بحر العلوم ج ۲ ص ۸۴)

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کے الفاظ ہیں۔

لاتعلم انت حتى نعلمك بهم۔

ترجمہ: تم نہیں جانتے یہاں تک کہ ہم تم کو آگاہ نہیں کر دیتے۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۴۷۲)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

یہی الفاظ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کے ہیں۔

امام علاء الدین علی بن محمد خازن حضرت کلبی اور سدی سے روایت نقل کرنے کے بعد (کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ جمعہ متعدد منافقین کو مسجد سے ذلیل ورسوا کر کے نکال دیا) لکھتے ہیں۔

فان صح هذا القول فيحتمل ان يكون بعد ان اعلمه الله حالهم وسماهم له لان الله سبحانه و تعالى قال لا تعلمهم نحن نعلمهم ثم بعد ذالك اعلمه بهم۔

ترجمہ: اگر یہ روایت درست ہے تو ممکن ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال اور ناموں پر آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔

(لباب التاویل ج ۲ ص ۲۷۶)

شیخ محمد علی صابونی رقمطراز ہیں۔

ای لا تعلمهم انت يا محمد لمهارتهم فى النفاق بحيث يخفى امرهم على كثيرين ولكن نحن نعلمهم و نخبرك عن احوالهم۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ ان کے ماہر نفاق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ انہیں نہیں جان سکتے ان کا معاملہ بہت سوں پر مخفی ہے لیکن ہم جانتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ ﷺ کو باخبر کر دیں گے۔

(صفوۃ التفاسیر ج ۱ ص ۸۷۷)

شیخ مصطفےٰ المنصوری کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔

لاتعرفهم باعيانهم لمهارتهم فى النفاق بحيث يخفى امرهم على كثير ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

(المقتطف ج ۲ ص ۴۲۷)

یہ آیت پہلے کی ہے

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ یہ پہلے کا معاملہ ہے بعد میں حضور ﷺ کو منافقین کا علم عطا کر دیا گیا اس پر مفسرین کرام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔ جب سوال پیدا ہوا کہ سورہ محمد کی آیت "ولتعرفنهم فی لحن القول" بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ منافقین کو جانتے تھے اس کی تفسیر میں آپ متعدد صحابہ کے اقوال بھی ملاحظہ کریں گے کہ اس کے بعد آپ ﷺ پر کوئی منافق مخفی نہ رہا تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا سورہ توبہ کی آیت مبارکہ "لاتعلمهم" پہلے کی اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ آیئے چند مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام سلیمان الجمل متوفی سن ۱۲۰۴ھ یہی اعتراض نقل کر کے امام کرخی کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

فان قلت كيف نفى علمه بحال المنافقين هنا واثبته فى قوله و لتعرفنهم فى لحن القول فالجواب ان آية النفى نزلت قبل آية الاثبات فلا تنافى اهكرخى۔

ترجمہ: سوال یہاں منافقین کے احوال کے علم کی نفی کیسے کر دی حالانکہ ولتعرفنهم فی لحن القول میں اس کا اثبات ہے۔ جواب آیت نفی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اثبات سے پہلے کی ہے لہٰذا منافات نہیں ہے۔

(الفتوحات الالٰھیہ ج ۴ ص ۳۱۲)

(۲) امام احمد صادی متوفی ۱۲۴۱ھ نے بھی یہی الفاظ ذکر کئے۔

ان قلت کیف نفی علمه بحال المنافقین هنا والبته فی قوله (لتعرفنهم فی لحن القول) فالجواب ان آیة النفی نزلت قبل آیة الاثبات۔

ترجمہ: سوال یہاں احوال منافقین کی آپ ﷺ سے نفی کی جا رہی ہے حالانکہ ولتعرفنهم فی لحن القول میں علم ثابت ہے جواب آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(حاشیہ صادی ج ۳ ص ۶۸)

(۳) شیخ صدیق حسن قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں۔

لاینا فی هذا قوله تعالی (ولتعرفنهم فی لحن القول) لان آیة النفی نزلت قبل آیة الاثبات۔

ترجمہ: یہ ارشاد گرامی ولتعرفنهم فی لحن القول کے منافی نہیں کیونکہ آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(فتح البیان ج ۳ ص ۱۷۰)

(۴) شیخ ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۲۱ھ لاتعلمهم کے تحت لکھتے ہیں۔

ای الآن علما قطعیا۔

ترجمہ: آپ ابھی تک ان کے بارے میں علم قطعی نہیں رکھتے۔

اس پر حاشیہ لکھا۔

فیه اشارة الی ان ما یروی ان حذیفة صاحب سر رسول الله ﷺ کان یعلم المنافقین باعلامه ﷺ فهو بعد هذه الایة فلا تعارض لقوله تعالیٰ لعل الله یحدث بعد الك امرا۔

ترجمہ: اس میں اس طرف اشارہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بتانے کی وجہ سے منافقین کو جانتے تھے تو وہ اس آیت کے بعد کا معاملہ ہے لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی امر کو پسند فرمالے۔

سورہ محمد کی تفسیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ولتعرفنهم الآن فی لحن القول۔

ترجمہ: تم ضرور اب لحن قول سے انہیں پہچان لوگے۔

(تفسیر القرآن ص ۳۳۳)

مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند) نے اس اعتراض و جواب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

لا تعلمهم دوسری آیت میں ولتعرفنهم الخ فرمایا گیا ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ انکار کی آیت پہلے ہے اور اثبات کی بعد کی۔

(علم نبوی اور منافقین ص ۱۹۷ تا ۲۰۰ مطبوعہ کاروان اسلام پبلیکشنز لاہور)

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہٰذا ہم نے منافقوں اور کفار اور مومنین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب کے لئے آئی۔ ان سب دلائل میں مطابقت کرنے کے لئے یہ توجیہ کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ کلام اظہار غضب کے لئے ہوتا ہے اگر بچہ کو باپ مارنے لگے اور کوئی باپ سے بچائے تو وہ کہتا ہے کہ اس خبیث کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں اس سے علم کی نفی نہیں۔

(۱۰) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تصل علی احد منهم مات ابدا (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۸۴) حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ مگر ان کی عرض نہ سنی۔ تب یہ آیت اتری۔ جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھا؟

جواب:۔ اس منافق کا حضرت ابن عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص مومن تھا اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور پڑھائیں۔ اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی۔ لہٰذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت و روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت علامت توبہ تھی اور شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ جس پر حضور نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پاوے۔ لہٰذا قرآن کریم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید فرمادی غرض کہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا منافق ہونا ظاہر تھا۔ مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیاری ہوتا ہے۔ اور پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ لگ جائے مگر حضور ﷺ کو پتہ نہ لگے۔

ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔

ترجمہ: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تم کو علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۵)

مخالفین اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہ تھا کہ روح کیا چیز ہے لہٰذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا اس میں تین امور قابل غور ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام نے کہاں فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ملا۔ لہٰذا اس آیت کو نفی علم روح کی دلیل بنانا محض غلط ہے۔ اس میں تو پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو علم بہت تھوڑا اسا دیا گیا ہے تم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دوسرے یہ کہ قل الروح من امر ربی کے معنی حضرت قبلہ عالم شیخ مہر علی شاہ صاحب فاضل گولڑوی علیہ الرحمۃ نے سیف چشتیائی میں حضرت محی الدین ابن عربی سے یہ نقل فرمایا کہ قل الروح من امر ربی فرمادو کہ روح امر رب سے ہے۔ یعنی عالم بہت سے ہیں عالم عناصر عالم ارواح عالم امر عالم امکان وغیرہ تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر کے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے کیونکہ اے کافرو تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح البیان میں زیر آیت۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرك الابصار (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۰۳) ہے۔

لانه تجاوز فی تلك اللیلة عن عالم العناصر ثم عن عالم الطبیعة ثم عن عالم الارواح حتی وصل الی عالم الامر وعین الراس من عالم الاجسام فانسلخ عن الكل ورای ربه بالكل۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام معراج کی رات عالم عناصر سے آگے بڑھے پھر عالم طبیعت سے پھر عالم ارواح سے یہاں تک کہ عالم امر تک جا پہنچے اور سر کی آنکھ عالم اجسام سے ہے پس آپ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہوگئے اور رب تعالیٰ کو کل ذات سے دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور علیہ السلام نے عالم امر کی سیر ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی عالم امر میں سے بن گئے۔ اور اپنے رب کو دیکھا۔ اور اسی عالم امر کی روح بھی ہے۔ پھر آپ پر روح کیونکر مخفی رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہم جسموں کو جانتے پہچانتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے کیونکہ حضرت مریم علیہ السلام تو بشر تھیں اور حضرت جبریل علیہ السلام روح فارسلنا روحنا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۷) ہم نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا۔ اور آپ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی۔ اس لئے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔ فتوحات مکیہ باب ۵۷۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

فکان نصفه بشرا و نصفه الاخر روحا مطهرا ملکا لان جبریل وهبه لمریم۔

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام نصف بشر اور نصف دوم پاک روح ہیں۔ کیونکہ جبریل نے حضرت مریم کو انہیں بخشا۔

اور ان کی پیدائش بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے۔ تو گویا حضور علیہ السلام از سر تا پا روح ہیں۔

روح البیان نے اسی آیت لاتدرک کے ماتحت لکھا ہے۔

الحقیقت المحمدیة هی حقیقة الحقائق و هو الموجود العام الشامل۔

ترجمہ: حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اور وہی وجود عام ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ روح وہ جوامر یعنی کن سے بلاواسطہ پیدا ہو۔ اور وہ تو حقیقت محمدیہ ہے۔ کہ بلاواسطہ ان کی پیدائش ہے اور سب کی پیدائش ان کے نور سے ہے مطلب یہ ہوا کہ عالم کی روح حقیقی میں ہوں۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا کہ یہاں روح سے قرآن یا جبریل مراد ہیں۔ کفار نے سوال کیا تھا کہ قرآن کیا ہے شعر ہے یا کہانت؟ جبریل کون ہیں؟ اور کیسے آتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ قرآن امر الٰہی ہے نہ شعر ہے نہ جادو۔ جبریل امر الٰہی سے آتے ہیں۔ وما نتنزل الا بامر ربك (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۶۴) اسی کبیر میں ہے۔

فاذا کان معرفت الله تعالیٰ ممکنة بل حاصلة فای مانع یمنع من معرفة الروح۔

ترجمہ:...... جب حضور علیہ السلام خدا کو پہچانیں تو روح کو کیوں نہ پہچانیں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرے یہ کہ مفسرین و محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم تھا۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے ماتحت لکھا۔

قیل ان النبی علیه السلام علم معنی الروح لکن لم یخبر به لان ترك الاخبار کان علما لنبوته والقول الاصح ان الله استاثر بعلم الروح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن اس کی خبر نہ دی کیونکہ یہ خبر نہ دینا آپ کی نبوت کی علامت اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم روح سے خاص ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس عبارت میں علم روح ماننے والوں کو مشرک نہ کہا گیا اور نہ ان کے قول کو غلط بتایا۔

تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

جل منصب حبیب الله ان یکون جاهلا بالروح مع انه عالم بالله وقد من الله علیه بقوله وعلمك ما لم تکن تعلم۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ روح سے ناواقف ہوں حالانکہ آپ اللہ سے واقف ہیں رب نے آپ پر احسان جتایا کہ فرمایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے وہ آپ کو بتادیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

وقیل کان السوال عن خلق الروح یعنی مخلوق ام لا لقوله من امر ربی دلیل خلق الروح فکان جواباً۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ سوال روح کی پیدائش سے متعلق تھا کہ روح مخلوق بھی ہے یا نہیں اور رب کا فرمان من امر ربی روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے لہٰذا یہ جواب ہوگیا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ا ص ۲۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کا علم ہونے نہ ہونے سے بحث ہی نہیں ہو رہی ہے یہاں تو ذکر مخلوقیت روح کا ہے۔

مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذا رسانی کفار فقراء صحابہ را میں شیخ فرماتے ہیں۔

چہ گونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین وامام العارفین کند وداده است اوراحق سبحانہ علم ذات وصفات خود وفتح کردہ برائے او فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا۔

ترجمہ:...... مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ رب نے ان کو اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے اور ان پر علوم اولین وآخرین کھول دیئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ اور جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰۔۴۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذلك لم يكن مكشوفا لرسول الله ﷺ فان من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحنه فلا يبعد ان يكون ذلك مكشوفا لبعض الاولياء والعلماء۔

ترجمہ: تم یہ گمان نہ کرنا کہ روح حضور علیہ السلام کو ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ جو اپنے کو نہ پہچانے گا۔ وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء وعلماء کو ظاہر ہو۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم روح عطا ہوا بلکہ حضور کے صدقے سے بعض علماء واولیاء کو بھی ملا۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا۔ مگر وہ بلا دلیل ہے۔ نیز جب ثبوت ونفی کے دلائل ہوں تو ثبوت کو اختیار کرنا چاہئے جیسا کہ ہم قاعدہ اصول کا بیان کر چکے ہیں۔

(۱۲) عفا الله عنك لما اذنت لهم (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۳) غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے غلط بہانہ کرکے شرکت نہ کی۔ حضور علیہ السلام کو ان کی حیلہ سازی کا پتہ نہ لگا اور انہیں جہاد میں نہ جانے کی اجازت دے دی اس آیت میں آپ پر عتاب فرمایا گیا کہ کیوں اجازت دی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو اصل حال آپ پر ظاہر ہوتا۔

جواب:۔ نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی

marfat.com
Marfat.com

فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش! آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کون سے ہوئی تھی؟ عفا اللہ کلمہ دعائیہ ہے نہ کہ عتاب۔

یسئلونک عن الساعة ایان مرسٰها فیم انت من ذکرٰها۔

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوئی ہے تم کو اس بیان سے کیا تعلق۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۴۲۔۴۳)

اس آیت سے مخالفین دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہ تھا کہ کب ہوگی۔ لہٰذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا۔ جواب صحیح یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ علم بھی عطا فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت کی چند توجیہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آیت علم قیامت عطا کرنے سے پہلے کی ہے دوم یہ کہ اس سے مقصود سائلین کو جواب دینے سے روکنا ہے نہ کہ آپ کے علم کی نفی۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا۔ **انت من ذکرٰها** (پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۴۳) آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں آپ کو دیکھ کر ہی جان لینا چاہئے کہ قیامت قریب ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں آپ یہ باتیں بتانے نہیں بھیجے گئے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

وھذا قبل اعلامه بوقتها فلاینا فی انه علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی اعلمه اللہ بجمیع مغیبات الدنیا والاخرة۔

ترجمہ: یہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہٰذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے نہ گئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو دنیا و آخرت کے سارے علوم دے دیے۔

(تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۳۱۔۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت۔

قد ذھب بعض المشائخ الی ان النبی علیه السلام کان یعرف وقت الساعة باعلام اللہ وھو لاینا فی الحصر فی الایة۔

ترجمہ: بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت پارہ ۹ زیر آیت **یسئلونک کانک حفی عنها** (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۷۱۔۳۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ۷۰ ہزار سال ہے۔ یہ روایت صحیحہ ثابت ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

وقیل معناہ فیم انکار لسوالھم ای فیم ھذا السوال ثم قال انت یا محمد من ذکرٰها ای من علامتها لانک اخر الرسل فکفاھم ذلک دلیلا علی دنوھا۔

ترجمہ:...... کہا گیا ہے کہ فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اے محمد (ﷺ) اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں پس ان کو یہ دلیل کافی ہے قیامت قریب ہونے پر۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

او کان رسول اللہ علیہ السلام لم یزل یذکر الساعة ویسئل عنہا حتی نزلت فھو تعجب من کثرۃ ذکرھا۔

ترجمہ: یا حضور علیہ السلام قیامت کا بہت ہی ذکر فرماتے تھے اور اس کے بارے میں سوال کئے جاتے تھے یہاں تک کہ آیت اتری پس یہ آیت تعجب ہے آپ کے زیادہ ذکر قیامت فرمانے پر۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کس قدر ذکر قیامت فرماتے ہیں۔

مدارک یہ ہی آیت۔

او فیم انکار لسوالھم عنہا ای فیم ھذا السوال ثم قال انت من ذکرتھا وانت اخر الانبیآء علامة من علامتھا فلا معنے لسوالھم عنہا۔

ترجمہ:...... یا فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہیں اب ان کے پوچھنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا قیامت کے متعلق پوچھنا لغو ہے آپ خود اس کی علامت ہیں وہ کیوں پوچھتے ہیں۔ مدارک یہ ہی آیت۔

قیل فیم انت من ذکرھا متصل بالسوال ای یسئلونك عن الساعة ایان مرسھا ویقولون این انت من ذکرھا ثم استانف فقال الی ربك۔

ترجمہ:......اور کہا گیا ہے کہ فیما انت سوال سے ملا ہوا ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا پھر رب تعالیٰ نے اپنی بات شروع کی الی ربک۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار نے پوچھا کہ آپ کو یہ علم کہاں سے ہے۔ رب نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تو یہ آیت علم قیامت کا ثبوت ہے۔ مدارک یہ ہی آیت۔

انما انت منذر من یخشھا ای لم تبعث لتعلمھم بوقت الساعة انما انت الخ۔

ترجمہ: یعنی آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو قیامت کے وقت کی خبر دیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار کا یہ کہنا کہ اگر آپ قیامت کی خبر دے دیں تو آپ نبی ہیں ورنہ نہیں۔ محض بیہودہ ہے کیونکہ قیامت کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذ رسانی کفار فقراء صحابہ میں ہے۔

وبعضے علماء علم ساعتہ نیز مثل ایں معنی گفتہ اند۔

ترجمہ: یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰۔۴۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

یسئلونك کانك حفی عنہا قل انما علمہا عند اللہ۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اس کو خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷)

مخالفین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا۔ اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دینے کی نفی نہیں۔ دوم یہ کہ یہ علم قیامت دینے سے قبل کی آیت ہے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

والذی یجب الایمان به ان النبی علیه السلام لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمه الله بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والاخرة فهو یعلمها کما هی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیما کما انظر الی کفی هذه وورد انه اطلع لی الجنة و ما فیها والنار وما فیها وغیر ذلک مما تواترت الاخبار ولکن امر بکتمان بعضها۔

ترجمہ: جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو وہ تمام غائب چیزیں بتادیں جو دنیا اور آخرت میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی علاوہ ازیں اور متواتر خبریں ہیں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین تحت آیت یسئلونک عن الساعة ایان مرسھا پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۷ ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ **یسئلونک عنها کانک حفی** یعنی یہ لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان پر بڑے مہربان ہیں۔ اور آپ ان کو بتا ہی دیں گے حالانکہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہے اغیار سے چھپانا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔

یسئلونک الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله۔

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۳)

جواب:۔ تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

انما وقت السوال والا فلم یخرج نبینا علیه السلام حتی اطلعه الله علی جمیع المغیبات ومن جملتها الساعة۔

ترجمہ: یعنی اس قیامت پر کوئی مطلع نہیں اور یہ سوال کے وقت تھا اور نبی علیہ السلام تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے تمام غیبوں پر مطلع فرمادیا۔ جس میں سے قیامت بھی ہے۔

(حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۴ ص ۲۸۹ مطبوعہ قاہرہ مصر)

روح البیان یہ ہی آیت۔

ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلیم من الله تعالیٰ۔

ترجمہ: اور نبی کی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بغیر بتائے غیب جانے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں کسی کو علم قیامت دینے کی نفی نہیں ہے لہٰذا اس سے حضور علیہ السلام کے نہ جاننے پر دلیل پکڑنا غلط ہے۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المعنی لایفید علمه غیره تعالی فلاینا فی ان رسول الله علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی اطلع علی ما کان ومایکون وما هو کائن ومن جملته علم الساعة۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کو سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرمادیا۔ ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مخالفین علم قیامت کی نفی کی دلیل میں شروع مشکوٰۃ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا اخبرنی عن الساعة مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایاما المسؤل عنها باعلم من السائل یعنی اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں۔

مگر یہ دلیل بھی محض لغو ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لا اعلم میں نہیں جانتا اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا۔ فاخبر عن اماراتها تو قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے اس پر حضور علیہ السلام نے چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ اولاد نافرمان ہوگی اور کمین لوگ عزت پائیں گے وغیرہ وغیرہ جس کو قیامت کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ ان سے اس کے نشان پوچھنا کیا معنی؟ نشان اور پتہ تو جاننے والے سے پوچھا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا۔ مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے۔

لاتقوم الساعة الا فی یوم الجمعة۔

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے دن۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعہ باب فضل یوم الجمعہ ولیلۃ الجمعہ ج ا ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۱۰۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔

بعثت انا والساعة کهاتین۔

ترجمہ: ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الجمعہ)

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ بعثت انا والساعۃ کہاتین ج ۵ ص ۲۳۸۵ رقم الحدیث ۶۱۳۸۔ ۶۱۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مشکوٰۃ باب الخطبہ یوم الجمعہ الفصل الاول ص ۱۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی ہمارے زمانہ کے بعد پس قیامت ہی ہے اور اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا۔ ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرما دیا۔ پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی۔ سنہ ہجری عہد فاروقی میں مقرر ہوئی کہ ہجرت تو ربیع الاول

marfat.com
Marfat.com

میں ہوئی مگر سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ سال میں جو کوئی بھی اہم واقعہ ہوا اس سے سال منسوب کردیا۔ سال فیل سال فتح سال حدیبیہ وغیرہ۔ تو سنہ ہجری کس طرح بتایا جاسکتا تھا۔ اس دن کی علامات وغیرہ سب بتادیئے اور جو ذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہوسکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کرچکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من وعن واقعات بیان کردیئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہاء ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کرلیا جاوے۔ نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔

اعتراض۔ ۱۶ **ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله عليم خبير۔**

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت نمبر ۳۴)

اس آیت سے مخالفین کہتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ اللہ کی صفت ہے جو کسی غیر کے لئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اسی کو علوم خمسہ کہتے ہیں قیامت کب ہوگی بارش کب ہوگی عورت کے پیٹ میں لڑکا یا لڑکی اور کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ اس آیت کی تائید میں شرح مشکوۃ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ **في خمس لايعلمهن الا الله ثم قرء ان الله عنده علم الساعة** یعنی پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہ ہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہم علوم خمسہ کے بارے میں نہایت منصفانہ تحقیق کرتے ہیں اور ناظرین سے انصاف کی توقع اور اپنے رب سے تمنائے قبول رکھتے ہیں اولاً اس آیت کی تفسیریں مفسرین کے اقوال پھر اس حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پھر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان لا يعلمها احد الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشآء من محبيه واوليآء بقرينة قوله تعالى ان الله عليم خبير بمعنى المخبر۔

ترجمہ: اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۸ پارہ ۲۱ سورۃ لقمان تحت آیۃ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

تفسیر صاوی آیت ما ذا تکسب غداً (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۴) کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اى من حيث ذاتها واما باعلام الله للعبد فلا مانع منه كالانبيآء وبعض الاولياء وقال تعالىٰ ولا يحيطون بشئى من علمه الا بماشآء وقال تعالى فلايظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول فلا مانع من كون الله يطلع بعض عباده الصلحين على بعض المغيبات فتكون معجزة للنبى و كرامة للولى ولذلك قال العلمآء الحق انه لمه يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه على تلك الخمس۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور بعض اولیاء۔ رب نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک ان کو ان پانچوں باتوں پر رب نے مطلع فرمادیا۔

(الصاوی علی الجلالین ج ۳ ص ۲۶۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر عرائس البیان زیر آیت ویعلم ما فی الارحام (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۴) ہے۔

وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انه اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی ورایت بعینی ما اخبر۔

ترجمہ: ہم نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے بچہ لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وما روی عن الانبیآء والاولیآء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالهام والکشف وکذا اخبر بعض الاولیآء عن نزول المطر واخبر عما فی الرحم من ذکر وانثی فوقع کما اخبر۔

ترجمہ: اور جو غیب کی خبریں انبیاء و اولیاء سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریقے سے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچہ لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہ ہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

قیامت کے علم کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ جو علوم خمسہ میں سے ہے۔

ان تفاسیر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے علوم خمسہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دیئے اور اس آیت میں خبیر بمعنی مخبر ہے اس کے متعلق اور بھی تفاسیر کی عبارتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اس پر اختصار کرتا ہوں۔ اب رہی مشکوۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی امام عینی امام قسطلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فمن ادعیٰ علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ ﷺ کان کاذباً فی دعوهٖ۔

ترجمہ: پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت)، (ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب لاہور)، (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد لایعلم بدون تعلیم اللہ۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح تحت الحدیث ج ۳ ص ۷۳ مطبوعہ مکتبہ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مراد آنسب که بے تعلیم الٰهی بحساب عقل ایهنار الد امزاز امور الغیب امد کر که جز خدائے تعالیٰ کسے آں رامد امد مگر آنکه دے تعالیٰ ازنزد خود کسے رابوحی والهام بدنامد۔

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے۔ وحی یا الہام سے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں۔

لا یعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضی من رسول فانه یطلعه من یشاء من غیبه والولی التابع له یاخذ عنه۔

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی سوائے اللہ کے اور پسندیدہ رسول کے کیونکہ رب تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کا تابع ولی ان سے وہ غیب لیتا ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد ج ۷ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ زیر حدیث خمس لایعلمهن الا الله ہے۔

اخبر الصدیق زوجته بنت خارجة انها حاملة بنت فولدت بعد وفاته ام کلثوم بنت ابی بکر فهذا من الفراسة والظن ویصدق الله فراسة المومن۔

ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی سے حاملہ ہیں۔ لہذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔

(انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ابواب الفتن باب اشراط الساعہ ۲۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سید شریف عبدالعزیز مسعود تاب الابریز میں فرماتے ہیں۔

هو علیه السلام لا یخفی علیه من شئی من الخمس المذکورة فی الایة وکیف یخفی ذلك والاقطاب السبعة من امته الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی هو سبب کل شئی ومنه کل شئی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے ساتھ قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء ﷺ کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

(الابریز الباب الثانی ص ۱۶۷۔۱۶۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

علامہ جلال الدین سیوطی روض النضر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قوله علیه السلام الا هو معناه بانه لایعلمها احد بذاته الا هو لکن قد یعلم به باعلام الله فان ثم من یعلمها وقد وجدنا ذلك بغیر واحد کمارء ینا جماعة علموا متی یموتون علموا ما فی الارحام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا فرمانا الاھو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے آپ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی اللہ کے بتانے سے

marfat.com

Marfat.com

جان لیتے ہیں کیونکہ یہاں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم نے متعدد کو ایسا پایا جیسے ہم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ جان لیتے ہیں کہ کب مرینگے اور جانتے ہیں شکم کے بچہ کو۔

(خالص الاعتقاد ص ٧٦ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

یہی جلال الدین سیوطی خصائص شریف میں فرماتے ہیں۔

عرض فیہ ما ھو کائن فی امتہ حتی تقوم الساعۃ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر تمام وہ چیزیں پیش کردی گئیں جو آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والی ہیں۔

علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ صفحہ ٤٧ میں فرماتے ہیں۔

لم یخرج ﷺ من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور ای الخمسۃ۔

ترجمہ: حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بتادیا۔

(حاشیۃ الباجوری علی البردۃ تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ ص ٩٢ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

جمع النہایۃ میں علامہ شنوائی فرماتے ہیں۔

قد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی ﷺ حتی اطلعہ علی کل شیء۔

ترجمہ: یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے خارج نہ کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کردیا۔

(خالص الاعتقاد ص ٧٧۔٧٨ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

یہ ہی علامہ شنوائی اسی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض المفسرین لایعلم ھذا الخمس علما لدنیا ذاتیا بلا واسطۃ الا اللہ فالعلم بھذا الصفۃ مما اختص اللہ بہ واما بواسطۃ فلا یختص بہ۔

ترجمہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو ذاتی طور پر بلاواسطہ تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس طرح کا علم خدا سے خاص ہے لیکن علم بالواسطہ وہ خدا سے خاص نہیں۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں فاضل ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

الحق کما قال جمع ان اللہ لم یقض نبینا علیہ السلام حتی اطلعہ علی کل ما ابھم عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔

ترجمہ: حق وہ ہی ہے جو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو وفات نہ دی یہاں تک کہ پوشیدہ چیزوں پر خبردار کردیا لیکن بعض کے چھپانے اور بعض کے بتانے کا حکم دیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین صفحہ ١١٤ میں فرماتے ہیں۔

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر دافرزند نمی ذیست کشیدہ خاطر بحضوز شیخ رسید شیخ فرمود اذ پشت تو فرزند می خواھد بر آمد کہ بعلم دنیا راپر کند۔

ترجمہ: نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ ملول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمہاری پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھردے گا۔

(بستان المحدثین اردو فارسی ص ٣٠٤ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

marfat.com
Marfat.com

یہاں تک تو علوم خمسہ کے نقلی دلائل تھے۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے جس کا حوالہ ہم تحذیر الناس سے پیش کر چکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں کا علم دیا گیا یا نہیں۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ شکم مادر میں بچہ بننے کا ذکر فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمت فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔

ترجمہ: یعنی پھر رب تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھ جاتا ہے اس کا عمل اس کی موت اس کا رزق اور یہ کہ نیک بخت ہے یا بد بخت پھر روح پھونکی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ ہی علوم خمسہ ہیں اور تمام موجودہ اور گزشتہ لوگوں کی یہ پانچ باتیں وہ فرشتہ کاتب تقدیر جانتا ہے مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموت والارض بخمسین الف سنۃ۔

ترجمہ: اللہ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں علوم خمسہ ہیں۔ تو وہ ملائکہ جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں اسی طرح انبیاء واولیاء جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے ان کو یہ علوم خمسہ حاصل ہوئے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اولاد کی روحیں سیاہ و سفید رنگ میں دکھادی گئیں کہ سیاہ روحیں تو کافروں کی ہیں اور سفید مسلمانوں کی۔ معراج میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ ان کے داہنے جانب سفید اور بائیں جانب سیاہ رنگ کی ارواح ہیں یعنی جنتی دوزخی لوگ مومنوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کفار کو ملاحظہ فرما کر غمگین۔ اسی مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے۔ کہ ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے مجمع صحابہ میں تشریف لائے۔ اور داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں تمام جنتی لوگوں کے نام مع ان کے قبیلے کے ناموں کے ہیں۔ اور دوسری کتاب میں تمام دوزخیوں کے نام مع ان کے قبائل کے ہیں۔ اور آخر میں ان ناموں کا ٹوٹل بھی لگا دیا گیا ہے۔ کہ کل کتنے۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ **الظاہر من الاشارات انہما حسیان وقبل تمثیل**۔ اشارہ سے یہ ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ کتابیں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ اسی مشکوٰۃ باب عذاب القبر میں ہے کہ جو مردہ نکرین کے امتحان میں کامیاب یا ناکام ہوتا ہے تو نکرین کہتے ہیں۔ **قد کنا نعلم انک تقول ھذا** ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ معلوم ہوا کہ نکرین کو امتحان میت سے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کا علم ہوتا ہے۔ امتحان تو فقط پابندی قانون یا معترض کا منہ بند کرنے کو ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جب کسی صالح آدمی کی بیوی اس سے لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے پھر ہمارے پاس آنے والا ہے اس سے جھگڑا نہ کر مشکوٰۃ کتاب النکاح فی عشرۃ النساء معلوم ہوا کہ حور کو بھی خبر ہوتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں ایک دن پہلے زمین پر نشان لگا کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں موت کی زمین کا علم ہوا۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ کا علم اللہ نے بعض بندوں کو بھی دیا ہے پھر حضور علیہ السلام کا علم ان سب کے علموں کو محیط تو کس طرح ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ حاصل نہ ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ علوم عطائی حادث ہو کر خدا کی صفت نہیں۔ ورنہ کسی کو ان میں سے ایک بات کا بھی علم نہ ہوتا۔ صفت الٰہی میں شرکت نہ تو کلا جائز نہ بعضاً۔ ان دلائل کے جواب انشاء اللہ مخالف سے نہ بن سکیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

علوم خمسہ کے مزید دلائل

بارش کے نزول کا علم

ثم یاتی من بعد ذلك عام فیه یغاث الناس و فیه یعصرون۔

ترجمہ: اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی اور اس سال انگور کا رس بھی خوب نچوڑیں گے۔

(سورۃ یوسف آیت نمبر ۴۹)

والصفت صفاO فالزجرت زجراً O

(سورہ الصفت آیت نمبر ۱۔۲)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائكة يصفون كصفوف الخلق في الدنيا للصلاة۔

ترجمہ: وہ فرشتے ہیں جو صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ نماز کے لئے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی الملائكة تزجر السحاب وتسوقه۔

ترجمہ: آیت سے مراد ہے کہ فرشتے بادلوں کو چلاتے ہیں۔ (یعنی بارش برسانے کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں)

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

وذكر القسطلاني انه عزوجل اذا امر بالغيث وسوقه الى ماشاء من الاماكن علمته الملائكة الموكلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عزوجل۔

ترجمہ: امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بارش کا حکم دیتا ہے اور جس جگہ چاہتا ہے بادلوں کو بھیج دیتا ہے تو وہ فرشتے جن کے سپرد یہ کام ہے۔ اس کے بارے میں جان لیتے ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے جسے اللہ چاہے وہ بھی جان جاتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ویرسل الله علیهم مطرا لا یكن منه بیت وبر ولا مدر فیغسل الارض یتركها كالزلفة۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی فتنۃ الدجال قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح غریب ج ۴ ص ۵۱۰ رقم الحدیث ۲۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم یرسل الله علیهم مطرا لا یكن منه بیت مدر ولا وبر فیغسله حتی یتركه كالزلفة۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج ج ۲ ص ۱۳۵۶ تا ۱۳۵۸ رقم الحدیث ۴۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو کامل وعفان قالا ثنا حماد عن سهیل قال عفان فی حدیثه قال انا سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ ثم لا تقوم الساعة حتی یمطر الناس مطرا لا تکن منه بیوت المدر ولا تکن منه الا بیوت الشعر۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے نہ خیمہ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۵۵۴ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد ورجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فیرغب نبی اللہ عیسی واصحابه الی اللہ فیرسل اللہ طیرا کاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا بر فیغسل الارض حتی یترکها کالزلفة۔

ترجمہ: پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ ج ۴ ص ۲۲۵۰ تا ۲۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال اصابتنا سحابة، ولم نطلع فیها فخرج علینا النبی ﷺ فقال ان ملکاً موکلاً بالسحاب دخل علی آنفا فسلم علی فاخبرنی انه یسوق بالسحاب الی واد بالیمن یقال له صریح، فجاء نا راکب بعد ذلک فسالناہ عن السحابة فاخبر انهم مطروا فی ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم نے ایک بدلی دیکھی اور رسول اللہ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا یہ بدلی کا موکل فرشتہ ابھی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کر کے بتایا کہ اس بدلی کو یمن کی اس وادی کی طرف لے جا رہا ہوں جس کا نام صریح ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس ایک سوار آیا۔ اس نے اس سے اس بدلی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بدلی اسی دن برسی تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے باب باندھا ہے۔

باب اخباره ﷺ عن السحابة التی مطرت بالیمن۔

بادل کو ملاحظہ فرما کر خبر دینا کہ یہ یمن میں برسے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال البیهقی: وله شاهد مرسل، عن بکر بن عبدالله المزنی ان النبی ﷺ اخبر عن ملك السحاب انه یجیٔ من بلد کذا وانهم مطروا یوم کذا وانه ساله متی تمطر بلدنا؟ فقال: یوم کذا وعنده ناس من المنافقین، فحفظوه ثم سالوا عن ذلك فوجدوا تصدیقه فآمنوا وذکروا ذلك للنبی ﷺ فقال لهم: زادکم الله ایمانا۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کی شاہد وہ مرسل روایت ہے جو بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابر کے فرشتہ کی خبر دی کہ یہ فرشتہ فلاں شہر سے آرہا ہے اور فلاں دن ان پر بارش ہوئی ہے اور آپ نے پوچھا ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ اس نے کہا فلاں دن ہوگی۔ اس وقت کچھ منافقین موجود تھے۔ انہوں نے اس دن کو یاد رکھا کہ اس بات کی تصدیق کریں اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ان کو دعا دی کہ "زادکم الله ایمانا"

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ما فی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا0

ترجمہ: جبریل نے کہا میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تا کہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

(سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

قالوا لا تخف و بشروه بغلم علیم0

ترجمہ: فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

(سورہ الذاریات آیت نمبر ۲۸)

حدیث نمبر ﴿۱﴾......

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله عزوجل اذا اراد ان یخلق العبد قال الملك یارب ذکر ام انثی فیقول الرب ماشاء یکتب الملك یارب اشقی ام سعید فیقول الرب ماشاء ویکتب الملك ثم یقول یارب ما هو لاق فیقول الرب فیقول الرب ماشاء ویکتب الملك ثم یقول الملك مارزقه فیقول الله ماشاء ویکتب الملك ثم یقول یارب ما اجله ماشاء ویکتب الملك۔

ترجمہ: اللہ عزوجل جب کسی بندے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! لڑکا یا لڑکی؟ رب تعالیٰ تو جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! بدبخت یا نیک بخت؟ پس رب (کائنات) جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے اور فرشتہ

marfat.com

Marfat.com

☆ حاشیہ......

لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! یہ کس کو ملنے والا ہے؟ پس رب کریم جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے اس کا رزق کتنا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! اس کی موت کب ہوگی؟ تو رب تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۳۰۴۰ مطبوعہ مطبعہ الزہراء الحدیثیہ عراق موصل)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یدخل الملك علی النطفة بعد ما تستقر فی الرحم باربعین او خمسة واربعین لیلة فیقول یارب اشقی۔

(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب خلق ادم وذریتہ ج ۱ ص ۴۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصیداوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فیکتب رزقه واجله وعمله وشقیا او سعیدا۔

(معجم الشیوخ ص ۶۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ای رب شقی ام سعید ذکر او انثی فما الرزق فما الاجل فیکتب کذلك فی بطن امه۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۴۷۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حدیث مبارکہ میں لفظ **کلمات** واقع ہے جو **کلمۃ** کی جمع ہے اس سے قضاء وقدر کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ باب مراد ہے مثلاً وہ فرشتہ انسان کا رزق اور اجل یعنی اس کے عالم دنیا میں رہنے کے کل لمحات اور اس کے اعمال اور پھر یہ کہ وہ بدبخت ہے یعنی ایسا کہ اس کے لیے دوزخ واجب اور نیک بخت یعنی اس کے لیے بہشت واجب ہوگی یہ تمام باتیں اس کی ماں کے پیٹ کے اندر موجودگی میں لکھی جاتی ہیں۔

یہ حدیث شریف اہلسنت وجماعت کے دلائل میں سے ایک ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے طفیل دیگر محبوبوں کو **ما فی الارحام** کا علم عطا فرماتا ہے۔ افسوس ان نادانوں پر کہ وہ ایک فرشتے کے لیے تو مانتے ہیں لیکن فرشتوں کے نبی ﷺ اور ان کے آقا ﷺ کے لئے شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

حدیث نمبر ﴿۲﴾......

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر ثنا معاذ بن هشام ثنا علی بن صالح عن سماك عن قابوس قال قالت ام الفضل ثا یا رسول اللہ رایت کان فی بیتی عضوا من اعضائك قال خیرا رایت تلد فاطمة غلاما فترضعیه فولدت حسینا او حسنا فارضعته بلبن قثم۔

ترجمہ: حضرت قابوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے عنقریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین یا امام حسن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اور انہوں نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔

(سنن ابن ماجہ باب تعبیر الرؤیا ج ۲ ص ۱۲۹۳ رقم الحدیث ۳۹۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۱ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۸۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل الکنانی متوفی ۸۴۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا اسناد رجاله ثقات وهو صحيح۔

(مصباح الزجاجہ باب تعبیر الرؤیا ج ۴ ص ۵۷ مطبوعہ دارالعربیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبدالله بن بكر بن حبيب السهمي حدثنا حاتم بن ابي صغيرة عن سماك بن حرب ان ام الفضل امراة العباس بن عبدالمطلب قالت يارسول الله رايت فيما يرى النائم كان عضوا من اعضائك في بيتي قال خيرا رايت تلد فاطمة غلاماً وترضعينه بلبان ابنك قثم قال فولدت الحسين فكفلته ام الفضل۔

ترجمہ: سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو اڑ کر میرے گھر آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

تلد فاطمة غلاما ترضعينه بلبن ثم ابنك فولدت حسينا۔

ترجمہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر (۳)......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعيم عن ابن عباس قال: حدثتني ام الفضل قالت: مررت بالنبي ﷺ فقال انك حامل بغلام فاذا ولدت فاتيني به قلت يا رسول الله اني ذاك وقد تحالفت قريش ان لاياتوا النساء قال هو ما قد اخبرتك قالت فلما ولدته اتيته به فاذن في اذنه اليمنى واقام في اليسرى والباء من ريقه وسماه عبدالله وقال اذهبي بابي الخلفاء فاخبرت العباس فاتاه فذكر له فقال هو ما اخبرتك هذا ابو الخلفاء حتى يكون منهم السفاح حتى يكون منهم من يصلي بعيسى عليه السلام۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم ایک فرزند کی حاملہ ہو۔ جب وہ بچہ پیدا ہو تو

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اسے میرے پاس لانا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بچہ کیسے ہوگا۔ جب کہ قریش نے قسم اٹھائی رکھی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ آئیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے تم سے فرمایا۔ وہ کہتی ہیں جب میرے بچہ پیدا ہوا تو اسے آپ کے پاس لائی اور حضور ﷺ نے اس کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور اس بچے کے منہ میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر فرمایا خلفاء کے باپ کو اب لے جاؤ۔ جب میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے واقعہ عرض کیا تو وہ حضور کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جو بات تم سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہی ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ ابو الخلفاء ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بدکار ہوں گے اور کچھ ان میں سے ہدایت یافتہ ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک وہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

منا الذی یصلی عیسی ابن مریم خلفه۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۰۴ رقم الحدیث ۸۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله قال حدثنی ابو عبدالله محمد بن ابی خلف قثنا عثمان یعنی الحرانی عن سعید بن عبدالعزیز عن داود بن علی قال حملت ام الفضل فی الشعب فقال النبی ﷺ لم انی لارجوا ان یبض الله و جوهنا بغلام فولدت عبدالله بن عباس۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۸۲ رقم الحدیث ۱۹۴۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا ام الفضل فقلت لبیک یارسول الله قال انك حامل بغلام۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انہ ابو الخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

ذکر حدیث ام الفضل ان هذا ابنك ابو الخلفاء منهم من یصلی بعیسی بن مریم۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انہ ابو الخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

حدیث نمبر ﴿٤﴾......

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وعن میسرة قال خرج رسول الله ﷺ فقال یاعباس هل تری فی السماء من نجم؟ فقلت نعم اری الثریا قال یملك هذه الامة من ولدك عددها۔

ترجمہ: حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا دیکھو کیا

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمراں ہوگی۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء فی ان الخلافۃ فی ولدہ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو طاهر المبارك بن ابی المعالی الحریمی ان هبة الله اخبرهم انبا الحسن انبا احمد ثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عبيد بن ابی قرة ثنا ليث بن سعد عن ابی قبيل عن ابی ميسرة عن العباس قال كنت ثم النبی ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى فی السماء من نجم؟ قال قلت نعم قال ما ترى قال قلت ارى الثريا قال اما انه يلی هذه الامة بعددها من صلبك اثنين فی فتنة ثم فی اسناده لاباس به ثم۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۸ ص ۳۸۴۔۳۸۵۔۳۸۶ رقم الحدیث ۴۷۴۔۴۷۵۔۴۷۶ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والحاكم والبيهقی وابونعيم عن العباس قال: كنت عند النبی ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى فی السماء من نجم؟ قلت نعم ارى الثريا قال اما انه يلی هذه الامة بعددها من صلبك اثنين فی فتنة۔

ترجمہ: امام احمد و حاکم اور بیہقی و ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمراں ہوگی اور وہ فتنہ کے وقت حکمراں ہوں گے۔

(خصائص الکبری خلافۃ بنی العباس ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۵)......

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن انس قال مات ابن لابی طلحة من ام سليم فقال لاهلها لا تحدثوا ابا طلحة بابنه حتى اكون انا احدثه قال فجاء فقربت اليه عشاء فاكل وشرب قال ثم تصنعت له احسن ما كان تصنع قبل ذلك فوقع بها فلما رات انه قد شبع واصاب منها قالت يا ابا طلحة ارايت لو ان قوما اعار واعاريتم اهل بيت فطلبوا اعاريتم الهم ان يمنعوهم؟ قال لا قالت فاحتسب ابنك قال فغضب فقال تركتينی حتى تلطخت ثم اخبرتنی بابنی فانطلق حتى اتى رسول الله ﷺ فاخبره بما كان فقال رسول الله ﷺ بارك له لكما غابر ليلتكما قال فحملت۔

(مسلم شریف کتاب الفضائل باب فضائل ام سلیم رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المتعلقۃ باستجابۃ دعائہ ﷺ ص ۴۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،، (خصائص الکبری باب دعائہ ﷺ لحمل ام سلیم ج ۲ ص ۲۸۸۔۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر رمیصاء ام سلیم رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال لی ابو طلحة احمله حتى تاتی به النبی ﷺ فاتی به النبی ﷺ وبعثت معه بتمرات فاخذه

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

النبی ﷺ فقال امعه شئ قالوا نعم تمرات فاخذه النبی ﷺ فمضغها ثم اخذها من فیه فجعله فی الصبی ثم حنکه وسماه عبدالله و فی بعض الروایات فولد لعبدالله جماعة قراوا القرآن ببرکة دعا رسول الله ﷺ۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۲۷۱ رقم الحدیث ۲۱۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حدیث نمبر﴿٦﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی عن علی قال قال لی رسول الله ﷺ سیولد لك بعدی غلام قد نحلته اسمی و کنیتی۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرے بعد تم سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔اس کا نام میرے نام پر اور اس کی کنیت میری کنیت پر تم رکھو گے۔

(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص۲۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۱۷۳۔ تاریخ الکبیر ج۱ ص۱۸۲۔ تہذیب التہذیب ج۹ ص۳۵۴۔طبقات ابن سعد ج۵ ص۹۱)، (سبل الہدی والرشاد ج۱۰ ص۱۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج۲ ص۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ومن الطبقۃ الاولی کن کبراء التابعین ابن الحنفیۃ ج۴ ص۱۱۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج۲ ص۶۷۶ رقم الحدیث ۱۱۵۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا المؤید بن عبدالرحیم بن الاخوة باصبهان ان الحسین بن عبدالملك اخبرهم قراءة علیه انا ابراهیم سبط بحرویه انا محمد بن المقری انا ابو یعلی الموصلی ثنا عبیدالله یعنی القواریری ثنا یحیی عن فطر عن منذر ابی یعلی عن محمد بن الحنفیة عن علی انه استاذن رسول الله ﷺ فی ان ولد له بعده ان یسمیه باسمه ویکنیه بکنیته قال فکانت رخصة من رسول الله ﷺ فکان اسمه محمدا و کنیته ابوالقاسم ورواه وکیع عن فطر اسناده صحیح۔

(الاحادیث المختارہ ج۲ ص۳۴۳ رقم الحدیث ۷۲۰ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر المصطفین من طبقات اھل المدینۃ من التابعین ومن بعدھم ج۲ ص۷۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر﴿٧﴾......

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة قال لقی رسول الله ﷺ رجلاً من اهل البادیة وهو یتوجه الی بدر لقیه بالروحاء فسائله القوم عن خبر الناس فلم یجدوا عنده خبراً فقالوا اله سلم علی رسول الله ﷺ فقال اوفیکم رسول الله ﷺ قالوا نعم قال الاعربی فان کنت رسول الله فاخبرنی ما فی ناقتی هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وکان غلاما حدثا لاتسال رسول الله ﷺ؟ انا اخبرك نزوت علیهما ففی بطنها سخلة منك۔

ترجمہ: عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جنگ کو جارہے تھے تو مقام روحا پر ایک بدوی ملا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ حالات پوچھے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا پھر اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیجئے کہا کیا تم میں رسول اللہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(مستدرک للحاکم منقبۃ شریفۃ لسلمۃ بن سلامۃ وقال ھذا صحیح مرسل ج ۳ ص ۵۱۸ رقم الحدیث ۵۸۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عنوان غزوۃ البدر الکبری الرجل اعترض رسول اللہ وجواب سلمۃ لہ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (امام الدمیری فی حیوۃ الحیوان تحت لفظ "السخلۃ" ج ۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

لقی رجلا من الاعراب فسالوه عن الناس فلم یجدوا عنده خبرا فقال له الناس سلم علی رسول الله ﷺ قال اوفیکم رسول الله ﷺ؟ قالوا نعم فسلم علیه ثم قال لئن کنت رسول الله فاخبرنی عما فی بطن ناقتی هذه قال له سلمة بن سلامة بن وقش لا تسال رسول الله ﷺ واقبل علی فانا اخبرك عن ذلك نزوت علیها ففی بطنها منك سخلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علی الرجل ثم اعرض عن سلمة۔

(السیرۃ النبویہ الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، الروض الانف ج ۳ ص ۴۴)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فاخبرنی عما فی بطن ناقتی هذه فقال سلمة بن سلامة بن وقش لاتسال رسول الله ﷺ واقبل علی فانا اخبرك عن ذلك قد نزوت علیها ففی بطنها منك سخلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علی الرجل ثم اعرض عن سلمة۔

ترجمہ: اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

(سبل الھدی والرشاد غزوۃ بدر الکبری ج ۴ ص ۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۶ھ لکھتے ہیں۔

قال ان کنت رسول الله فاخبرنی بما فی بطن ناقتی هذه فقال له سلامه بن سلامة بن وقش لاتسل رسول الله ﷺ اقبل علی انا اخبرك عن ذلك نزوت علیها ففی بطنها منك سخلة۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا حضور نبی کریم ﷺ نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تا کہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو یہ بتا دیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور ﷺ کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اسی بات کی دلیل ہے کہ آقا دو عالم ﷺ کے علم کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

حدیث نمبر ﴿۸﴾......

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا عارم بن الفضل قال اخبرنا حماد بن زید عن اسحاق بن سوید ان ابا بکر اوصی

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

بالخمس قال اخبرنا الفضل بن دکین قال اخبرنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت لما حضر ابابکر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد یا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقرا بعدی انت وانی کنت نحلتك جداد عشرین وسقا من مالی فوددت واللہ انك حزته واخذته فانما هو مال الوارث وهما اخواك واختاك قالت قلت هذا اخوای فمن اختای قال ذات بطن ابنة خارجة فانی اظنها جاریة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آیا تو وہ بیٹھے خطبہ وتشہد پڑھا پھر کہا کہ اما بعد پیاری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ تمہاری بے فکری بے نیازی محبوب ہے اور اپنے بعد تمہاری مفلسی محتاجی مجھے سب سے زیادہ گراں ہے میں نے اپنے مال کا بیس وسق غلہ تمہیں بخش دیا واللہ میں چاہتا تھا کہ تم اس پر قبضہ کرتیں اور اسے لے لیتیں لیکن وہ اب تو صرف وارثوں کا مال ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ تو میرے دونوں بھائی ہیں بہنیں کون ہیں؟

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

انها قالت ان ابابکر الصدیق کان نحلها جاد عشرین

(موطا امام مالک کتاب الاقضیہ ج ۲ ص ۶۲۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنه لعائشة رضی اللہ عنها عند موته انما هما اخواك واختاك وکانت زوجته حاملا فولدت بنتا فکان قد عرف قبل الولادة انها۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں آپ کی زوجہ اس وقت حاملہ تھیں اور بعد میں بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی پیدا ہوگی۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۲۔۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال لما حضر ابابکر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد یا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقرا بعدی انت وانی کنت نحلتك جداد عشرین وسقا من مالی فوددت واللہ انك حزته وانما هو اخواك واختاك قالت قلت هذان اخوای فمن اختای قال ذو بطن ابنة خارجة فانی اظنها جاریة و فی روایة قد القی فی روعی انها جاریة فولدت ام کلثوم۔

(صفوة الصفوة ذکر مرض ابی بکر ووفاتہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۵۔۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وخبیب هو الذی خلف علی بنت خارجة بعد ابی بکر صدیق واسمها حبیبة وهی التی یقول ابوبکر عند وفاته ذوبطن بنت خارجة بن ابی زهیر ام کلثوم بنت ابی بکر۔

ترجمہ: حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حبیبہ بنت خارجہ

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق وقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ان کے بطن اقدس میں بچی ہے۔ یہ خارجہ بن ابی زہیر کی نور نظر تھیں اور وہ بچی حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا تھیں۔

(روض الانف نزول طلحہ وصہیب علی خبیب بن اساف ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وصح من حديث عروة بن الزبير عن عائشة رضى الله عنها ان ابابكر الصديق رضى الله عنه كان نحلها جداد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال والله يابنية ما من الناس احب الى غنى بعدى منك ولا اعز على فقرا بعدى منك وانى كنت قد نحلتك جداد عشرين وسقا فلو كنت حزتيه كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هما اخواك واختاك فاقتسموه على كتاب الله قالت عائشة يا ابت والله لو كان كذا وكذا لتركته انما هى اسماء فمن الاخرى فقال ابوبكر ذو بطن اراها جارية فكان ذلك۔

قال التاج السبكى وفيه كرامتان لابى بكر رضى الله عنه احداهما اخباره انه يموت فى ذلك المرض حيث قال وانما هو اليوم مال وارث والثانية اخباره بمولود يولد له وهو جارية۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مقام غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں بطور ہدیہ عطا فرمائیں جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! میں اپنے وصال کے بعد تم سے زیادہ کسی کے مالدار ہونے کا متمنی ہوں نہ تم سے زیادہ کسی کی تنگ دستی کی فکر ہے میں نے تم کو کھجوروں کے جو بیس وسق دیے تھے اگر تم اس پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر اب تو اس میں میراث جاری ہوگی اور ورثاء میں تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں پس کتاب اللہ کے مطابق وراثت تقسیم کرنا عرض کیا ابا جی اگر بہت سا مال بھی ہوتا تو چھوڑ دیتی لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے یہ دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی شکم مادر میں ہے اور میرے علم کے مطابق وہ لڑکی ہے چنانچہ جس طرح انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں ان کا وصال ہو جائے گا کیونکہ فرمایا اب یہ کھجوریں وارثوں کا مال ہے دوسری یہ خبر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ لڑکی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر جملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۱۔۶۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر (۹)......

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوعبدالله الحافظ اخبرنا ابوحامد احمد بن على المقرىء حدثنا ابوعيسى الترمذى حدثنا احمد بن ابراهيم حدثنا عفان بن مسلم حدثنا عثمان بن الحميد بن لاحق عن جويرية بن اسماء عن نافع قال: بلغنا ان عمر بن الخطاب قال ان ولدى رجلا بوجهه شين يلى فيملا الارض عدلا قال نافع: لا احسبه الا عمر بن عبدالعزيز۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری نسل میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر بدنما نشان ہوگا مگر وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں گمان نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوعلی الحسین بن محمد الروذباری حدثنا ابوبکر محمد بن مھرویۃ بن عباس بن سنان الرازی قال قرات علی محمد بن ایوب قلت: اخبرکم عثمان بن طالوت اخبرنا سلیمان بن حرب حدثنا مبارک بن فضالۃ عن عبیداللہ بن عمر عن نافع قال: کان ابن عمر یقول کثیرا: لیت شعری ھذا الذی من ولد عمر بن الخطاب فی وجھہ علامۃ یملا الارض عدلاً۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس شخص کو جان لیتا کہ جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہے اور اس کے چہرے پر بدنما نشان ہے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۶۳ رقم الحدیث ۱۸۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۲۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

وحدثنا ابوبکر بن مالک ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا سلیمان بن حرب ثنا مبارک بن فضالۃ عن عبیداللہ بن عمر عن نافع قال کنت اسمع ابن عمر کثیر یقول لیت شعری من ھذا الذی فی وجھہ علامۃ من ولد عمر یملا الارض عدلاً۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کس کے چہرے میں علامت ہے۔ جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا؟

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن دینار قال: قال ابن عمر: یا عجبا، یزعم الناس ان الدنیا لاتنقضی حتی یلی رجل من آل عمر یعمل بمثل عمل عمر، قال: فکانوا یرونہ بلال بن عبداللہ بن عمر، قال: وکان بوجھہ اثر، فلم یکن ھو، واذا ھو عمر بن عبدالعزیز، وامہ ابنۃ عاصم بن عمر بن الخطاب۔

ترجمہ: عبداللہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل عمر میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر رضی اللہ عنہ کی سی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال ابن عبداللہ بن عمر ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کے چہرے پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ جز ۴۸ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۵۔۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج عبدالله بن احمد فی (زوائد الزهد) علی علی بن ابی طالب قال: لا تلعنوا بنی امية فان فيهم اميراً صالحاً يعنی عمر بن عبدالعزيز رحمة الله عليه۔

ترجمہ: عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "الزوائد" میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بنی امیہ پر لعنت نہ کرو کیونکہ ان میں ایک امیر ایسا ہے جو مرد صالح ہے یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقی عن سعيد بن المسيب انه قال: الخلفاء ابوبكر والعمران، فقيل له: من عمر الآخر؟ قال يوشك ان تعرفه۔ قال البيهقی: وابن المسيب مات قيل عمر بن عبدالعزيز بسنتين ولا يقوله الا توفيقا۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خلفاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دو عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی نے ان سے پوچھا دوسرے عمر کون ہیں؟ فرمایا قریب ہے کہ تم اسے جان لوگے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال پہلے فوت ہوئے اور انہوں نے یہ بات توفیق الٰہی سے سنائی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان جبرئيل اتانی فبشرنی ان فی بطنها منی غلاماً و انه اشبه الخلق بی و امرنی ان اسميه ابراهيم و كنانی بابی ابراهيم۔

ترجمہ: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے مشابہ تر ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل علیہ السلام نے میری کنیت ابو ابراہیم رکھی۔

(کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۱ رقم الحدیث ۳۲۲۱۴۔۳۲۲۱۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ماذا تكسب غداً یعنی کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم

حدیث نمبر ﴿۱﴾......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انكم ستاتون غدا ان شاء الله تعالى عين تبوك و انكم لن تاتوا بها حتى يضحى النهار فمن جاء فلا

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

یمس من مائها شیا حتی اتی۔

ترجمہ: کل تم (اسلامی لشکر) تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم وہاں چاشت سے پہلے نہ پہنچ سکو گے پس جو کوئی پہلے پہنچ جائے تو وہ اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں آجاؤں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

انکم ستاتون غدا ان انشاء اللہ عین تبوک۔

ترجمہ: انشاء اللہ کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۲﴾......

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم ننزل غدا ان شاء اللہ بخیف بن کنانة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی۔

(صحیح مسلم باب استحباب النزول بالمحصب یوم النفر والصلاۃ بہ ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۳۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد باب التحصیب ج ۲ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۲۰۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر﴿۳﴾......

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی هریرة قال بینا رسول اللہ ﷺ فی حلقة من اصحابه اذ قال لیصلین معکم غدا رجل من اهل الجنة قال ابوهریرة فطمعت ان اکون انا ذلك الرجل فغدوت فصلیت خلف النبی ﷺ فاقمت فی المسجد حتی انصرف الناس وبقیت انا وهو فبینا نحن عنده اذ اقبل رجل اسود متزر بخرقة مرتد برقعة فجاء حتی وضع یده فی ید رسول اللہ ﷺ ثم قال یا نبی اللہ ادع اللہ لی فدعا النبی ﷺ له بالشهادة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل صبح تمہارے ساتھ ایک جنتی آدمی نماز پڑھے گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے امید ہوئی کہ ہوسکتا ہے وہ میں ہوں چنانچہ صبح کو میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی لوگ واپس لوٹ گئے مگر میں برابر مسجد میں ہی بیٹھا رہا اور حضور ﷺ بھی بیٹھے رہے اسی دوران ایک کالا آدمی معمولی کپڑے کا ازار باندھے ہوئے برقعہ اوڑھے ہوئے سامنے آیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی سے میرے لئے دعا کیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے شہادت کی دعا کی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

بأی ارض تموت یعنی مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم

حدیث نمبر﴿۱﴾......

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن الاقرع بن شفی العکی قال قال دخل علی النبی ﷺ فی مرضی فقلت لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوۃ من ارض فلسطین۔

ترجمہ: حضرت اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔اس وقت میں نے عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہوکر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اقرع بن شفیکی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)،(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب مختصرا ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالباقی بن قانع ابوالحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالباقی الثغری ابو محمد نا ابو الحارث الحسن بن موسی الرملی نا محمد بن فھر بن جمیل العکی قال حدثنی امیۃ ولفاف ابنا المفضل عن ابیھما عن جدھما لفاف بن کدر عن الاقرع بن شفی العکی قال مرضت فدخل علی النبی ﷺ فقلت احسب انی میت فی مرضی ھذا فقال کلا لتبعثن وتھاجرن الی الشام فتموت وتدفن بھا۔

(معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۶۸ برقم ۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ودفن بالرملۃ۔

ترجمہ: اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اقرع بن شفیکی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن السکن وابن منلۃ کلاھما فی (الصحابۃ) وابن عساکر فی تاریخہ من طرق عن الاقرع بن شفی العکی قال: دخل علی النبی ﷺ فی مرض: لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوۃ من ارض فلسطین فمات فی خلافۃ عمر ودفن بالرملۃ۔

ترجمہ: ابن السکن اور ابن مندہ رحمہما اللہ دونوں نے "الصحابۃ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں کئی سندوں کے ساتھ اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہوکر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔چنانچہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۲﴾......

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وفی حدیث آخر انه علیه السلام ذکر آخر من یموت من هذه الامة فقال رجلان من مزینة جبلا من جبال العرب یقال له ورقان کل هذا من قول البکری فی کتاب معجم ما۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جوامت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دوآدمی ہوں گے جوعرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔

(روض الانف ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۳﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن مالك بن ابی عامر قال کان الناس یتوفون ان یدفنوا موتاهم فی حش کوکب فکان عثمان یقول یوشك ان یهلك رجل صالح فیدفن هناك فیاتسی الناس به فکان عثمان اول من دفن هناك۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔ لوگ "حش کوکب" میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے بچا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح فوت ہوگا اور اسے اس جگہ دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی اقتدا کریں گے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو اس جگہ دفن کیے گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

وکان عثمان رضی الله عنه قبل لك یمر بحش کوکب فیقول لیدفن ههنا رجل صالح قال ابوالقاسم الحش البستان۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۷۸، رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

قال مالك وکان عثمان یمر بحش کوکب فیقول انه سیدفن هاهنا رجل صالح وقیل انهم لما دفنوه غیبوا قبره رحمه الله تعالی۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وقال البکری وحش کوکب بضم الحاء وتشدید الشین موضع بالمدینة وهو الذی دفن فیه عثمان رضی الله عنه۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ودفن بالبقیع لیلا وصلی علیه جبیر بن مطعم واخفوا قبره قال ابوالیقظان قتل یوم الجمعة سنة

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

خمس وثلاثین ودفن بارض یقال لها حش کوکب رجل من الانصار۔

(المعارف ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی سن ۹۰۲ھ لکھتے ہیں۔

مشهد عثمان بن عفان وهو اول من دفن به فی بستان کان یقال له خش کوکب بالبقیع۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال مالك وكان عثمان رضی الله عنه یمر بحش کوکب فیقول انه سیدفن ها هنا رجل صالح۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۸ برقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ودفن لیلاً بموضع یقال له حش کوکب۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۸ برقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو بکر بن عبدالله بن ابی اویس قال حدثنی عم جدتی الربیع بن مالك بن ابی عامر عن ابیه قال کان الناس یتوفون ان یدفنوا موتاهم فی حش کوکب فکان عثمان بن عفان یقول یوشك ان یهلك رجل صالح فیدفن هناك فیاتسی الناس به۔

قال مالك بن ابی عامر فکان عثمان بن عفان اول من دفن هناك۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی کہ لوگ آرزو کرتے کہ ان کی میتیں حش کوکب میں دفن کی جائیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا اور وہاں دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی پیروی کریں گے۔

مالک بن ابی عامر نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو وہاں دفن کیے گئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر﴿۴﴾......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا ابو النضر ثنا ابراهیم بن سعد عن محمد بن اسحاق عن عبدالله بن ابی رافع عن ابیه عن ام سلمی قالت اشتکت فاطمة شکواها التی قبضت فیه فکنت امرضها فاصبحت یوما کامثل ما رایتها فی شکواها تلك قالت وخرج علی لبعض حاجته فقالت یا امه اسکبی لی غسلا فسکبت لها غسلا فاغتسلت کاحسن ما رأیتها تغتسل ثم قالت ثم اعطینی ثیابی الجدد فاعطیتها فلبستها ثم قالت یا امه قدمی لی فراشی وسط البیت ففعلت واضطجعت واستقبلت القبلة وجعلت یدها تحت خدها ثم قالت یا امه انی مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا یکشفنی احد فقبضت مکانها قالت فجاء علی فاخبرته۔

ترجمہ: حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ مرض کے اس پورے عرصہ کے دوران میں جہاں تک میں نے دیکھا ایک صبح ان کی حالت قدرے بہتر تھی۔ حضرت علی

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا امی جان میرے غسل کرنے کے لیے پانی لائیں۔ میں پانی لائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح غسل کیا۔ پھر فرمایا امی جان مجھے نیا لباس دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اسے آپ رضی اللہ عنہا نے زیب تن فرمایا اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں ہاتھ مبارک رخسار مبارک کے نیچے کر لیا پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہو گی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۴۶۱ رقم الحدیث ۲۷۶۵۶ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (فضائل الصحابۃ ج ۲ ص ۶۲۹ رقم الحدیث ۱۰۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (العلل المتناھیہ لابن جوزی ج ۱ ص ۲۶۰۔۲۶۱ رقم الحدیث ۴۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ثم قالت یا امہ انی مقبوضۃ الآن وقد تطہرت فلا یکشفنی احد فقبضت مکانہا قالت فجاء علی فاخبرتہ۔

ترجمہ: پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہو گی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن علی بن عفان حدثنا معاویۃ بن ھشام حدثنا علی ابن صالح عن سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق قال قلت ام الفضل یارسول اللہ کان عضوا من اعضائك فی بیتی قال خیرا رایتہ تلد فاطمۃ غلاما فترضعیہ بلبن قثم فولدت الحسن فارضعتہ بلبن قثم۔

(الذریۃ الطاھرۃ النبویہ ص ۲۷ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ الدار السلفیہ الکویت)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قالت فاطمۃ اسکبی لی یا امۃ غسلا فسکبت لھا غسلا فاغتسلت کاحسن ما کنت اراھا تغتسل قالت ثم قالت یا امہ ناولینی لبابی الجدد قالت فناولتھا فلبستھا ثم جاء ت الی البیت الذی کانت فیہ فقالت قدمی فراشی وسط البیت فاضطجعت فاطمۃ علیہ ووضعت یدھا الیمنی تحت خرھا ثم استقبلت القبلۃ ثم قالت فاطمۃ یا امہ انی مقبوضۃ الآن فلا یکشفنی احد ولا یغسلنی احد قالت فقبضت مکانھا فقالت ودخل علی بن ابی طالب فاخبرتہ بالذی قالت امرتنی فقالت علی واللہ لا یکشفھا احد فاحتملھا فدفنھا بغسلھا ذلك ولم یکفنھا احد ولا غسلھا احد۔

(الذریۃ الطاھرۃ النبویہ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ الدار السلفیہ الکویت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم من قبر واحد بین

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ابی بکر و عمر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرے میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابوبکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الثانی فی حشر عیسیٰ بن مریم مع نبینا ﷺ ج ۲ ص ۸۱۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (مشکوۃ المصابیح باب قرب الساعۃ ص ۴۸۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر﴿۵﴾......

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادة اخبرنا ابو العباس محمد بن اسحاق بن ایوب الضبعی حدثنا الحسن بن علی بن زیاد حدثنا اسماعیل بن ابی اویس قال: حدثنی ابو معن الانصاری اسنده۔ قال: بینا عمر ابن عبدالعزیز یمشی الی مکة بفلاة من الارض اذ رای حیة میتة، فقال: علی بمحفار فقالوا: نکفیك اصلحك الله قال: لا ثم اخذه فحفرله ثم لفه ف خرقة ودفنه فاذا هاتف یهتف لا یرونه رحمة الله علك یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ تموت یا سرق فی فلاة من الارض یدفنك خیر امتی فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت یرحمك الله قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم یکن ممن بایع رسول الله ﷺ من الجن احد غیری وغیره واشهد لسمعت رسول الله ﷺ یقول تموت یا سرق بفلاة من الارض ویدفنك خیر امتی۔

ترجمہ: حضرت ابو معن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن چٹیل میدان میں مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مرا ہوا سانپ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اس کو دفن کرنا مجھ پر لازم ہے اور جنوں نے کہا ہم تمہارے لئے کافی ہیں (ہم آپ کو اس سے منع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے) اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی فرمائے یعنی بہتر بدلہ دے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا پھر سانپ کو اٹھایا اور ایک گڑھا کھودا پھر ایک کپڑے میں اسے لپیٹ کر دفن کر دیا پھر اچانک ایک عجیب سی آواز دینے والے نے آواز دی جو نظر نہیں آ رہا تھا اے سُرَق! تم پر اللہ کی رحمت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم ایک چٹیل میدان میں مروگے اور تم کو میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس نے کہا میں ایک جن ہوں اور یہ سُرَق ہے اور جنوں میں سے میرے اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا جس نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم چٹیل میدان بیابان میں مرے گا اور تجھے میرا بہترین امتی دفن کرے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۳_۴۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (لقط المرجان فی احکام الجان للسیوطی اردو ص ۱۱۲_۱۱۳ مطبوعہ اعظمی پبلشرز دار العلوم صادق الاسلام کراچی)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

یہی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابومحمد عبداللہ بن یحیی السکری ببغداد اخبرنا اسماعیل بن محمد الصفار حدثنا عباس بن عبداللہ الترقفی حدثنا محمد بن فضیل ولیس بابن غزوان حدثنا العباس بن ابی راشد عن ابیہ قال: نزل بنا عمر بن عبدالعزیز فلما رحل قال لی مولای: ارکب معہ فشیعہ قال: فرکبت فمررنا بواد فاذا نحن بحیۃ میتۃ مطروحۃ علی الطریق فنزل عمر فنحاھا وواراھا ثم رکب فبینا نحن نسیر اذا ھاتف یھتف وھو یقول یاخرقاء یا خرقاء۔ قال فالتفتنا یمینا وشمالا فلم نر احدا فقال لہ عمر اسالک باللہ ایھا الھاتف ان کنت ممن یظھر الا ظھرت وان کنت ممن لا یظھر اخبرنا ما الخرقاء؟ قال: الحیۃ التی دفنتم بمکان کذا وکذا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لھا یوما: یا خرقاء تموتین بفلاۃ من الارض یدفنک خیر مومن من اھل الارض یومئذ فقال لہ عمر ومن انت یرحمک اللہ قال: انا من التسعۃ او السبعۃ۔ شک الترقفی۔ الذین بایعوا رسول اللہ ﷺ فی ھذا المکان او قال: فی ھذا الوادی۔ شک الترقفی ایضاً فقال لہ عمر: اللہ انت سمعت ھذا من رسول اللہ ﷺ؟ قال: اللہ انی سمعت رسول اللہ ﷺ فدمعت عینا عمر وانصرفنا۔

ترجمہ: ابی راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں اترے جب کوچ کیا تو میرے آقا نے مجھے کہا کہ سوار ہو کر ان کے ساتھ چلو چنانچہ میں سوار ہو کر ساتھ ہو لیا جب ہم ایک وادی سے گزرے تو ہمیں راستے پر پڑا ہوا ایک مردہ سانپ نظر آیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اتر کر اسے راستے سے ہٹایا اور دفن کر دیا اور پھر سوار ہو گئے۔ ہم چل رہے تھے کہ اچانک ہاتف کی آواز آئی۔ اے خرق! اے خرق! ہم نے مڑ کر دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر کہا اے ہاتف! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اگر تو ظاہر ہونیوالوں میں سے ہے تو سامنے آ اور اگر ظاہر نہ ہونے والوں میں سے ہے تو بتا کہ خرق کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہی سانپ ہے جو آپ نے فلاں مقام پر دفن کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ایک دن اس سے فرما رہے تھے۔ اے خرق! تیری فلاں جنگل میں موت ہو گی اور تمہیں اس زمانے کا ایک بہترین مومن دفن کرے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اس نے جواب دیا میں ان نو جنات میں سے ہوں جنہوں نے اس جگہ نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی؟ اس نے کہا ہاں یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۴۔۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۹۷۔۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن ھارون ثنا عبداللہ بن الحسن بن اخت عبدان ثنا نضر بن داود بن طغرق ثنا محمد بن الفضل ثنا العباس بن راشد عن ابیہ راشد قال زار عمر بن عبدالعزیز مولای فلما اراد الرجوع قال لی شیعۃ فلما برزنا اذا نحن بحیۃ سوداء میتۃ فنزل عمر فدفنھا فاذا ھاتف یھتف یا خرقاء یا خرقاء انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لھذہ الحیۃ لتموتن بفلاۃ من الارض ولیدفننک خیر اھل الارض فقال نشدتک اللہ ان کنت ممن یظھر الا ظھرت لی قال انا من السبعۃ الذین بایعوا رسول اللہ ﷺ فی ھذا الوادی وانی سمعتہ یقول لھذہ الحیۃ لتوتن بفلاۃ من الارض ولیدفننک خیر اھل الارض یومئذ فبکی عمر حتی کاد ان یسقط عن راحلتہ وقال یا راشد انشدک اللہ ان تخبر بھذا احدا حتی یوارینی التراب۔

ترجمہ: حضرت راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کی، جب واپس ہونے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

لگے تو مجھ سے فرمایا اس کے ساتھ چلو، ہم نکلے تو ہم نے ایک کالا سانپ مرا پایا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اترے اور اسے دفن کر دیا اچانک ایک غیبی آواز آئی اے خرقاء خرقاء میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا تھا تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا اور تجھے اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو ظاہر ہو سکتا ہے تو میرے سامنے آ۔ اس نے کہا میں ان سات شخصوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی وادی میں بیعت کی تھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا کہ تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا۔ تجھے اس دن اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور قریب تھا کہ سواری سے گر پڑتے فرمایا راشد میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک مجھے مٹی کے سپرد نہیں کر دیتے اس کی کسی کو اطلاع نہ کرو گے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول تموت يا سرق بفلاة من الارض فيدفنك خير امتي فقال له عمر بن عبدالعزيز من انت قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم يكن بقي ممن بايع النبي ﷺ غيري وغيره۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سرق رضی اللہ عنہ آخر من الجن ج ۳ ص ۴۵ رقم ۳۱۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر (۶)......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الحاكم والبيهقي عن ام الفضل بنت الحارث قالت: دخلت على رسول الله ﷺ يوما بالحسين فوضعته في حجره ثم خانت مني التفاتة فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان من الدموع فقال اتاني جبريل فاخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا واتاني بتربة من تربته حمراء۔

ترجمہ: حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ام فضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک دن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں آپ کی آغوش میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس ان کے مقتل کی سرخ مٹی لائے۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن راهويه والبيهقي وابو نعيم عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ اضطجع ذات يوم فاستيقظ وهو حائر وفي يده تربة حمراء يقلبها قلت ما هذه التربة يارسول الله؟ قال اخبرني جبريل ان هذا يعني الحسين يقتل بارض العراق وهذه تربتها۔

ترجمہ: ابن راہویہ بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن محو استراحت تھے آپ

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور آپ کے دست اقدس میں سرخ مٹی تھی جسے آپ پلٹ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں قتل کیے جائیں گے اور یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن عبدالله نا حجاج نا حماد عن ابان عن شهر بن حوشب عن ام سلمة قالت ثم كان جبريل عليه اسلام ثم النبي ﷺ والحسين معي فبكى فتركته فدنا من النبي ﷺ فقال جبريل عليه السلام اتحبه يا محمد فقال نعم ان امتك ستقتله وان شئت اريتك ومن تربة الارض التي يقتل بها فاراه اياه فاذا الارض يقال له كربلاء۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۸۲ رقم الحدیث ۱۳۹۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرني جبريل عليه السلام ان هذا يقتل بارض العراق للحسين فقلت يا جبريل ارني تربة الارض التي يقتل فيها و هي هذه۔

(الآحاد والمثانی ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۴۲۹ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن انس ان ملك المطر استاذن ان ياتي النبي ﷺ فاذن له فقال لام سلمة املكي علينا الباب لا يدخل علينا احد قال وجاء الحسين ليدخل فمنعته فوثب فدخل فجعل يقعد على ظهر النبي ﷺ وعلى منكبيه وعلى عاتقه قال فقال الملك للنبي ﷺ اتحبه؟ قال نعم قال: اما ان امتك ستقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضرب بيده فجاء بطينة حمراء فاخذتها ام سلمة فصرتها في خمارها قال ثابت بلغنا انها كربلاء۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اس وقت حضور ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے جب آپ دروازے پر نگہبانی فرما رہی تھیں تو اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ جگہ کربلاء ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولارضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۲۔۲۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۷)، (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۳۱۵)، (والحدیث للدارقطنی رقم الحدیث ۳۸۲)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی وابونعیم عن انس قال: استاذن ملك المطر ان یاتی رسول الله ﷺ فاذن له فدخل الحسین فجعل یقع علی منكب النبی ﷺ فقال الملك اتحبه؟ قال النبی ﷺ نعم قال: فان امتك تقتله وان شئت اریتك المكان الذی یقتل فیه فضرب بیده فاراه ترابا احمر فاخذته ام سلمة فصرته فی ثوبها فكنا نسمع انه یقتل بكربلاء۔

ترجمہ: بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا جائے گا۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۱۲۔ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۸۔ کنزالعمال رقم الحدیث ۳۷۶۶۹) (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ) (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲۔ ج ۳ ص ۲۶۵)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۶۔۱۴۷ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

جبکہ سلیمان بن احمد کی روایت میں ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ نے سونگھا تو فرمایا کرب اور بلا کی بو ہے اس میں، تو کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم عن ام سلمة قالت: كان الحسن والحسین یلعبان بیتی فنزل جبریل فقال یامحمد: ان امتك تقتل ابنك هذا من بعدك واوما الی الحسین واتاه بتربة فشمها ثم قال ریح كرب وبلاء وقال یا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتها فی قارورة۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آکر کھیل رہے تھے اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ کے اس فرزند کو آپ کے بعد شہید کر دے گی اور جبریل علیہ السلام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے مٹی لا کر دی۔ آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کرب وبلا کی بو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند شہید کر دیا گیا تو انہوں

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

نے اس مٹی کو شیشی میں محفوظ کر لیا۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابو علی سعید بن عثمان بن السکن الحافظ قال: حدثنا ابو عبداللہ الحسین بن اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابراھیم الحلوانی قال ابن السکن واخبرنی ابوبکر محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن عبداللہ بن زیاد الحداد قالا حدثنا سعید بن عبدالملک بن واقد قال حدثنا عطاء بن مسلم عن اشعث بن سحیم عن ابیہ عن انس بن الحارث قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابنی ھذا یقتل بارض من ارض العراق فمن ادرکہ منکم فلینصرہ فقتل انس یعنی مع الحسین بن علی علیھما السلام۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میرا یہ بیٹا (امام حسین رضی اللہ عنہ) عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس زمانے کو پائے وہ اس کی مدد کرے چنانچہ انس بن حارث رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۴ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، کنز العمال رقم الحدیث ۳۴۳۱۴)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر اخبار النبی الحسین والحث علی نصرتہ ص ۱۴۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البیھقی عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن ان الحسین دخل علی النبی ﷺ وعندہ جبریل فی مشربۃ عائشۃ فقال لہ جبریل: ستقتلہ امتک وان شئت اخبرتک بالارض التی یقتل فیھا واشار جبریل بیدہ الی الطف بالعراق فاخذ تربۃ حمراء فاراہ ایاھا۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے تو حضور ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ان کو شہید کر دے گی اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی آپ کو بتادوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا اور جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مقام طف کی طرف اشارہ کیا جو عراق میں ہے اور سرخ مٹی لے کر آپ کو دکھائی۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۴)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبدالبر (الاستیعاب) قتل یوم الاحد لعشر مضین من المحرم بموضع من ارض الکوفۃ یقال لہ کربلاء ویعرف بالطف ایضا۔

ترجمہ: امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاستیعاب" میں کہا کہ آپ کو اتوار کے دن محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کو کوفہ کے ایک مقام جس

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

کا نام "کربلا" ہے وہاں پر شہید کیا گیا تھا۔ کربلا ہی کو "طف" بھی کہتے ہیں۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ مدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم عن اصبغ بن نباتۃ قال: اتینا مع علی موضع قبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابھم و موضع رحالھم ومھراق دمائھم فتیۃ من آل محمد یقتلون بھذہ العرصۃ تبکی علیھم السماء والارض۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبغ بن نباتہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ آئے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ان کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کا سامان رکھا جائے گا اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آل محمد ﷺ کی ایک جماعت اس میدان میں قتل کی جائے گی اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۵۲۰ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حدیث نمبر ﴿۷﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاکم وابونعیم عن ام ذر قالت: لما حضرت ابا ذر الوفاۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجل منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المومنین ولیس من اولئک النفر احد الا وقد مات فی قریۃ او جماعۃ فانا ذلک الرجل فابصری الطریق فقلت انی وقد ذھب الحاج وتقطعت الطریق فبینا انا وھو کذلک اذا انا برجال علی رحالھم فالحت بثوبی فاسرعوا الی حتی وقفوا علی فحضروہ وقاموا علیہ حتی دفنوہ۔

ترجمہ: حاکم وابونعیم رحمہما اللہ نے ام ذر رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی تو ان لوگوں میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے آبادی اور جماعت میں وفات نہ پائی ہو۔ البتہ ایک میں ہی وہ شخص رہ گیا ہوں لہذا تم سر راہ انتظار کرو اس پر میں نے کہا اس زمانے میں لوگ کہاں آتے جاتے ہیں کیونکہ حجاج گزر چکے ہیں اور راستہ رک چکا ہے۔ ہم اسی حال میں تھے اور وہ وفات پا چکے تھے کہ اچانک چند سواروں کو اونٹوں پر دیکھا اور میں نے ہاتھ اور کپڑے سے انہیں اشارہ کیا اور وہ لوگ تیزی سے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ٹھہر کر انہیں دفن کیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۵۔۳۱۶ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابوذر غفاری ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)، (مستدرک ج ۳ ص ۳۴۵۔)، (طبقات ابن سعد ج ۴ ص اوص ۱۷۱۔۱۷۲)، (موارد الظمآن رقم الحدیث ۲۲۶۰)، (ترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۲۰)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۱۳۔)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۶۸۹۲)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجل منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المومنین۔

ترجمہ: جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان

marfat.com
Marfat.com

لوگوں سے جن میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی۔

(صفوۃ الصفوۃ ذکر وفات ابی ذر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ رأی اباذر یمشی فی ناحیۃ العسکر وحدہ فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحدہ یموت وحدہ ویبعث وحدہ فکان کما قال ﷺ مات بالربذۃ وحدہ۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فنظر ناظر من المسلمین فقال یارسول اللہ ان ھذا الرجل یمشی علی الطریق وحدہ فقال رسول اللہ کن اباذر فلما تاملہ القوم قالوا یارسول اللہ واللہ ھو ابوذر فقال رسول اللہ رحم اللہ اباذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ ویبعث وحدہ......... قال فستھل عبداللہ یبکی ویقول صدق رسول اللہ تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث وحدک۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ویقول صدق رسول اللہ ﷺ تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث وحدک۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ تم (ابوذر رضی اللہ عنہ) تنہا جاؤ گے تنہا مرو گے اور (قیامت میں) تنہا اٹھائے جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت) (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یحیٰی بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

عن اسماعیل بن رافع عن محمد بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قیل لہ عام تبوک تخلف ابوذر وھو فی الطریق فطلع فقال یرحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہ ویبعث وحدہ......... واذا رکب من اھل الکوفۃ فیھم ابن مسعود رضی اللہ عنہ فمالوا الیہ وابن مسعود یبکی ویقول صدق رسول اللہ ﷺ یموت وحدہ ویبعث وحدہ۔

(التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکر وفاۃ ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۸۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامۃ عن ابی المثنی الملیکی ان رسول اللہ ﷺ کان اذا خرج الی اصحابہ قال: عویمر حکیم امتی وجندب طرید امتی یعیش وحدہ ویموت وحدہ واللہ یکفیہ وحدہ۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو المثنی ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لاتے تو فرماتے عویمر رضی اللہ عنہ میری امت کا دانشور ہے اور جندب (ابوذر رضی اللہ عنہ) میری امت کا تنہا شخص ہے۔ یہ تنہا زندگی گزارے گا اور تنہا فوت ہوگا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کی کفایت کرے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۸_۳۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر (۸).......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا الحکم بن نافع ابو الیمان ثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن زید السکونی ثم ان معاذا لما بعثه النبی ﷺ خرج الی الیمن معه النبی ﷺ یوصیه ومعاذ راکب و رسول اللہ ﷺ یمشی تحت راحلته فلما فرغ یا معاذ انک عسی ان تلقانی بعد عامی هذا ولعلك ان تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ بن جبل جشعا لفراق رسول اللہ ﷺ فقال النبی ﷺ لاتبك یا معاذ للبکاء او ان البکاء من الشیطان۔

ترجمہ: حضرت عاصم بن حمید السکونی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی باہر نکلے آپ ﷺ ان کو وصیت فرما رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نصیحت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! امید ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو، حضور ﷺ کی جدائی کے خیال سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ مت روؤ کیونکہ (آواز) سے رونا شیطان کا کام ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ رقم الحدیث ۲۲۱۰۷۔۲۲۱۰۶۔۲۲۱۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الشامیین ج ۲ ص ۹۷ رقم الحدیث ۹۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسین بن بشران العدل انبانا ابو عمرو عثمان بن احمد حدثنا عبدالکریم بن الهیثم حدثنا ابو الیمان حدثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن حمید السکونی ان معاذ بن جبل لما بعثه النبی ﷺ الی الیمن فخرج النبی ﷺ یوصیه و معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلك ان تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ خشعا لفراق النبی ﷺ فقال له النبی ﷺ لا تبك یا معاذ البکاء او ان البکاء من الشیطان۔

(دلائل النبوۃ باب بعث معاذ بن جبل وابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہما الی الیمن ج ۵ ص ۴۰۴۔۴۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه معاذ بن جبل قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن فخرج معی یوصینی فلما فرغ قال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد هذا ولعلك ان تمر بمسجدی ومنبری فبکی معاذ ثم التفت رسول اللہ فاقبل وجهه۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذاره بما سیحدث بعده ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مشکوۃ المصابیح ذکر شاہ رسول اللہ علی معاذ ومشیہ معہ وھو راکب ج ۱ ص ۴۹۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج احمد والبیهقی عن عاصم بن حمید السکونی ان النبی ﷺ ارسل معاذ بن جبل الی الیمن فخرج معه یوصیه فلما فرغ قال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی ولعلك ان تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ۔ واخرجه احمد من وجه آخر عن عاصم بن معاذ موصولاً۔ واخرج البیهقی من طریق الزهری عن

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

کعب بن مالك رضي الله عنه قال لما حج النبي ﷺ بعث معاذ الى اليمن ثم توفي رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: عاصم ابن حمید سکونی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور وصیت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ باہر تشریف لائے جب وصیت کر چکے تو فرمایا شاید! آئندہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو گے یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۰۔۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹۔۲۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر﴿۹﴾......

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد بن جبلة ثنا محمد بن اسحاق ثنا هناد بن اسرى ثنا قبيصة ثنا سفيان عن عمرو بن سعيد بن ابى حسين قال اخبرني كثير بن تميم الدارى قال كنت جالساً مع سعيد بن جبير فطلع عليه ابنه عبدالله بن سعيد و كان به من الفقه فقال انى لاعلم خير حالاته فقال وما هو قال ان يموت فاحتسبه۔

حدثنا عبدالرحمن بن العباس ثنا ابرهيم الحربى ثنا اسحاق ابن اسماعيل ثنا سفيان عن حميد الاعرج قال اقبل ابن لسعيد بن جبير فقال انى لاعلم خير خلة فيه ان يموت فاحتسبه۔

ترجمہ: کثیر بن تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کا بیٹا عبداللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ آیا جو فقہ کا کچھ علم رکھتا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بہترین حالات کا علم ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت حمید بن الاعرج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ان کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اس کی ایک بہترین حالت سے واقف ہوں اور وہ یہ کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی پھر ایسا ہی ہوا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر﴿۱۰﴾......

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوبكر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد حدثنى احمد بن ابراهيم ثنا على بن اسحاق قال اخبرنا عبدالله يعنى ابن المبارك قال انبانا عيسى بن عمر عن السدى قال حدثنى ابن عم لعمرو بن عتبة قال نزلنا فى مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله اركبى فخرج رجل فكان فى اول من لقى فاصيب ثم جئ به فدفن فى هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله اركبى فخرج عمرو فى سرعان الناس فى اول من خرج فاتى عتبة فاخبر بذلك فقال على عمرا فارسل فى طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما اراده دفن الا فى مركز رمحه وعتبة يومئذ على الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا اسے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کو میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پا نہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال حدثنی احمد بن ابراهیم قال حدثنا علی بن اسحاق قال اخبرنا عبداللہ یعنی ابن المبارك قال عیسی بن عمر عن السدی قال حدثنی بن عم لعمرو بن عتبة قال نزلنا فی مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان منادیا نادی یا خیل اللہ ارکبی فخرج رجل فکان فی اول من لقی فاصیب ثم جیء به فدفن فی هذا المرج قال فما کان باسرع من ان نادی مناد یا خیل اللہ ارکبی فخرج عمرو فی سرعان الناس فی اول من خرج فاتی عتبة فاخبر بذلك فقال علی عمرا فارسل فی طلبه فما ادرك حتی اصیب قال فما اراده دفن الا فی مرکز رمحه وعتبة یومئذ علی الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمر السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہو گا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہو گا سے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کو میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پا نہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۱۴۲۔۱۴۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۱﴾......

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قتیبة حدثنا اللیث عن بن شهاب انه سمع عبیداللہ بن عبداللہ بن ثعلبة الانصاری یحدث عن عبدالرحمن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف یقول سمعت عمی مجمع بن جاریة الانصاری یقول سمعت رسول اللہ یقول ثم یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم علیہ السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال ج ۴ ص ۵۱۵ رقم ۲۲۴۴ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۴۴۳۔۴۴۵ رقم الحدیث ۱۰۷۵۔۱۰۷۶۔۱۰۷۷۔۱۰۷۸۔۱۰۷۹۔۱۰۸۰۔۱۰۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(صحیح ابن حبان ذکر الاخبار عن قاتل المسیح ووصف الموضع الذی یقتلہ فیہ ج ۱۵ ص ۲۲۱۔۲۲۲ رقم الحدیث ۶۸۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(الاستیعاب عبد الرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۵۶ برقم ۱۴۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۲﴾......

امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سلم بن قتیبة عن ابی مودود المدینی عن عثمان بن الضحاك عن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیه قال نجد فی التوراة ان عیسی ابن مریم یدفن مع محمد ﷺ۔

قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر عیسی ابن مریم۔

(الفتن لنعیم بن حماد ج ۲ ص ۵۸۰ رقم الحدیث ۱۶۲۱ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرۃ مصر)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال واذا جاز نزوله مرة جاز نزوله مرارا ثم یکون نزوله الظاهر حین یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویتزوج حینئذ امراة من بنی جذام واذا مات دفن فی حجرة روضة رسول اللہ ﷺ۔

(السیرۃ النبویۃ اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ثم یقبض اللہ روح عیسی ویذوق الموت ویدفن الی جانب النبی ﷺ فی الحجرة۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک قبض فرمالے گا اور وہ موت کا ذائقہ چکھیں گے اور حجرہ مبارک میں حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ج ۲ ص ۵۶۰۔۵۶۱ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے ابو مودود نے کہا آپ کے روضہ میں ایک قبر کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۲۷)

امام نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم علیه السلام مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه رضی اللہ عنهما فیکون قبره رابع۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

مدفون ہوں گے۔اس بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ذکر المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ج ۸ ص ۲۰۹ مطبوعہ موسستہ المعارف بیروت)،(رواہ الطبرانی وابن عساکر والبخاری فی تاریخہ عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن عساکر ان وفات عیسی تکون بالمدینۃ فیصلی علیہ ھنا لک ویدفن بالحجرۃ النبویۃ۔

ترجمہ: ابن عساکر نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مدینہ میں ہوگی وہاں پر ہی آپ کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کے حجرہ میں دفن کئے جائیں گے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴۔۱۴۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علم الساعۃ یعنی قیامت کا علم

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

اذ تقوم الساعۃ۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) قیامت قائم ہوگی۔

(روض الانف ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

وفیہ تقوم الساعۃ۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) میں قیامت قائم ہوگی۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۱۰۴۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وفیہ تقوم الساعۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷۷ رقم الحدیث ۵۵۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)،(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ ثنا الربیع بن سلیمان ثنا عبداللہ بن وھب اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابیہ عن موسی بن ابی عثمان عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ سید الایام یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کا دن سید الایام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۴۲۲۔۴۲۳۔۴۲۴۔۴۲۵۔۴۲۶۔۴۲۷ رقم الحدیث ۳۹۵۔۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)،(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۴۷۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۱۶۰۲۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر رفاعۃ ابولبابۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اعتراض ۷ او مایعلم تاویله الا الله (پارہ ۳ سورہ عمران آیت نمبر ۷) متشابہات آیات کی تاویل رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات آیات کا علم نہ تھا۔

جواب:۔ اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے متشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرحمن علم القرآن اپنے حبیب کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ جب رب نے سارا قرآن حضور کو سکھا دیا تو متشابہات بھی سکھا دیئے۔ اسی لئے حنفی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں ورنہ ان کا نازل کرنا بیکار ہوگا۔ شافعیوں کے نزدیک علماء بھی جانتے ہیں وہ والراسخون فی العلم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۷) پر وقف کرتے ہیں۔ شوافع کے ہاں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ اور مضبوط علماء کے سوا کسی کو نہیں۔

حاشیہ......☆

امام صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ صاحب التوضیح حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے صاف اور واضح طور پر لکھتے ہیں۔

لانه اسبق الناس فی العلم وانه یعلم المتشابه والمجمل فمحال ان یخفی علیه معانی النصوص۔

ترجمہ: آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں لہٰذا معانی نصوص کا آپ ﷺ سے مخفی رہنا محال ہے۔

(التوضیح باب افعال النبی ﷺ ص ۴۹۲)

امام بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں۔

لایسوغ لاحد ان یقول ان رسول الله ﷺ لم یعلم المتشابه فاذا جاز ان یعرفه الرسول مع قوله (وما یعلم تاویله الا الله) جاز ان یعرفه الربانیون من صحابته والمفسرون من امته الا تری ان ابن عباس کان یقول انا من الراسخین فی العلم...... ونحن لم نر المفسرین الی هذه الغایة توقفوا عن شیئ من القرآن فقالوا هو متشابه لا یعلمه الا الله بل امروه علی التفسیر حتی فسروا الحروف

ترجمہ: کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے جب وما یعلم تاویله الا الله پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو پھر امت کے ربانیون اور صحابہ اور مفسرین کا انہیں جاننا بھی جائز ہوگا۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کہا کرتے تھے کہ میں راسخین میں شامل ہوں۔ اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ متشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کے سامنے انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ حروف مقطعات کی بھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۸۴)

شیخ احمد جیون لکھتے ہیں۔

هذا فی حق الامة واما فی حق النبی علیه السلام فکان معلوما والا تبطل فائدة التخاطب ویصیر التخاطب بالمهمل کالتکلم بالزنجی مع العربی۔

ترجمہ: یہ بات حق امت میں ہے۔ حضور ﷺ کو ان کا علم ہے ورنہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی لازم آئے گا۔ جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار ص ۹۳)

marfat.com

Marfat.com

دوسری فصل ......نفی غیب کی احادیث کے بیان میں

مخالفین نفی غیب کے لئے بہت سی احادیث پیش کرتے ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے رب نے فلاں چیز کا علم نہ دیا بلکہ کسی میں تو ہے۔ اللہ اعلم کسی میں ہے مجھے کیا خبر کسی میں ہے کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے نہ بتائی۔ کسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فلاں سے یہ بات پوچھی۔ اور یہ بات پوچھی۔ اور یہ تمام باتیں علم کی نفی ثابت نہیں کرتیں۔ نہ بتانا یا پوچھنا یا اللہ اعلم فرمانا اور بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے بہت سی باتیں خدا نے بندوں کو نہ بتائیں۔ سوال کے باوجود مخفی رکھا۔ بہت سی چیزوں کے متعلق پروردگار عالم فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا اس کو بھی علم نہیں۔ ایک حدیث صحیح قطعی الدلالت ایسی لاؤ۔ جس میں عطائے علم غیب کی نفی ہو۔ مگر انشاء اللہ نہ لاسکیں گے۔ یہ جواب نہایت کافی تھا۔ مگر پھر بھی ان کی مشہور احادیث عرض کرکے جواب عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتراض (۱)...... مشکوۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد۔

حاشیہ......☆

امام ابوبکر بن احمد سرخسی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں۔

ولاشك ان درجته فی ذالك اعلی من درجة غیره وقد كان یعلم المتشابه الذی لایقف احد من الامة بعده علی معناه۔

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ تمام سے کہیں بلند ہے آپ متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔

(اصول السرخسی ج ۲ ص ۹۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔

والحق عندی انها من المتشابهات وهی اسرار بین الله تعالیٰ وبین رسول الله ﷺ لم یقصد بها افهام العامة بل الهام الرسول ﷺ اومن شاء افهامه من اكمل اتباعه۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں سے جس کو چاہے ان سے آگاہی عطا فرمادے۔

(تفسیر المظہری ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

فلا یعرف بعد رسول الله ﷺ الا الاولیاء الورثة فهم یعرفونه من تلك الحضرة وقد تنطق لهم الحروف مما فیها كما كانت تنطق لمن سبح بكفه الحصی و كلمه الضب والظبی۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہم کلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ سے گوہ، ہرن اور ہتھیلی کے پتھروں نے گفتگو کی۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۶)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی اعلان النکاح ج ۳ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۰۹۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح ج ۱ ص ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۸۹۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۵۸۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۴۹۲۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۳ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۵۵۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ وہ ہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا۔

جواب:۔ اولاً تو غور کرنا چاہیئے کہ یہ مصرع خوان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر ومشرک نے بنایا۔ کیوں کہ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور علیہ السلام نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی۔ بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا۔؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے۔ تو بطور انکسار کہتے ہیں ارے میاں! یہ باتیں چھوڑو وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکساراً فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لئے ادب چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا ملا کر پڑھتے ہیں۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ او لکرامۃ ان یذکر فی الناء ضرب الدف والناء مرثیۃ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک۔

ترجمہ: منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت را نا خوش آمد وبعضے گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف دے دراثنا لہو مناسب نہ باشد۔

ترجمہ: شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام کا منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے۔ لہٰذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب اعلان النکاح والخطبہ والشرط ج ۳ ص ۱۱۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۲)...... مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تا کہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔

انتم اعلم بامور دنیا کم۔

ترجمہ: اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاوینگے اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کا فرمانا انتم اعلم بامور دنیا کم اظہار ناراضگی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔ شرح شفاء ملا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وخصه الله من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين واستشكل بانه عليه السلام وجد الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيئا فقال انتم اعلم بامور دنيا كم قال الشيخ السوسى اراد ان يحملهم على خرق العوائد فى ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلو فقال انتم اعرف بدنيا كم ولو امتثلوا وتحملوا فى سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور نے انصار کو درختوں کی تلقیح کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ پھل ہی نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام کرکے باب توکل تک پہنچادیں۔ انہوں نے نہ مانا تو فرمایا کہ تم جانو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔

(شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۲۳۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری اسی شرح شفا جلد دوم صفحہ ۲۳۸ میں فرماتے ہیں۔

ولو ثبتوا على كلامه افاقو انى الفن تقع عنهم كلفة المعالجة۔

ترجمہ: اگر وہ حضرات حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لیجاتے۔ اور ان سے اس تلقیح کی محنت دور ہو جاتی۔

(شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل فرمایا:

ولا يعزب عن علمه عليه السلام مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء من حيث مرتبته وان كان يقول انتم اعلم بامور دينا كم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی کام تم جانو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی تھی اور نہ کاشتکاروں کی صحبت حاصل کی۔ مگر زمانہ قحط آنے سے پہلے حکم دیا کہ غلہ خوب کاشت کرو۔ اور فرمایا۔

فما حصد تم فذروه فى سنبله۔

ترجمہ: کہ جو کچھ کاٹو اس کو بالی ہی میں رہنے دو۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۷)

یعنی گیہوں کی حفاظت کا طریقہ سکھایا۔ آج بھی غلہ کو بھوسے میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ان کو کھیتی باڑی کا خفیہ راز کس طرح معلوم ہوا اور فرمایا۔

قال اجعلنى على خزائن الارض انى حفيظ عليم۔

ترجمہ: مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں اس کا محافظ اور ہر کام جاننے والا ہوں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۵)

marfat.com

Marfat.com

یہ ملکی انتظامات وغیرہ کس سے سیکھے؟ تو کیا حضور علیہ السلام کی دانائی اور حضور کا علم حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کم ہے۔ معاذ اللہ۔

اعتراض (۳)......ترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام میں ہے کہ حضرت مسروق عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا یا کسی شئی کو چھپایا وہ جھوٹا ہے۔

ومن زعم انه يعلم ما فی غد فقد اعظم الفرية على الله۔

ترجمہ: اور جو کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۳۰۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تینوں باتیں اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں آپ کے یہ قول اپنی رائے سے ہیں۔ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں رب تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت پیش فرمائی۔ اور اب تک جمہور اہل اسلام اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو اس کی تحقیق مدارج اور نسیم الریاض وغیرہ میں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن سورہ والنجم میں اسی طرح صدیقہ کا فرمانا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی چیز نہ چھپائی۔ اس سے مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں۔ ورنہ بہت سے اسرار الٰہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کردی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل الثانی ص ۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الٰہیہ نامحرم سے چھپائے گئے۔ اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جاننا ورنہ صدہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آوے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی دجال امام مہدی کی اور حوض کوثر کی شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی۔ جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی۔ اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنے بھی کئے جاویں تو مخالفین کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم مانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا۔ رات آوے گی یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج جسمانی کا بھی انکار فرمایا۔ مگر یہ ہی کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج ان کے نکاح میں آنے سے پیشتر کا ہے۔ جواب تک ان کے علم میں نہ آیا تھا۔

اعتراض (۴)......صدیقہ کا ہار گم ہو گیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا پھر اونٹ کے نیچے سے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

جواب:۔ اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الٰہی یہ تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو مسلمان اس کی تلاش میں۔ یہاں رک جاویں ظہر کا وقت آجاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک مسلمان معلوم کرلیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمم ملا۔ مگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا۔ تو آیت تیمم کیونکر

marfat.com

Marfat.com

نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔ اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہے۔ شان محبوب علیہ السلام پہچاننے کی خدا توفیق دے۔

اعتراض (۵)...... مشکوٰۃ باب الحوض والشفاء میں ہے۔

لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔

ترجمہ: حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئے گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کردی جاوے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاوے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے پس فرمائیں گے کہ دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ فصل الاول ص ۴۸۷۔۴۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت میں بھی اپنے پرائے اور مومن و کافر کی پہچان نہ ہوگی کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا۔

ذق انك انت العزیز الکریم۔

ترجمہ: عذاب چکھ۔ تو تو عزت کرم والا ہے۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۴۴ آیت نمبر ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ **ھذا ربی** (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) یہ میرا رب ہے۔

پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں **اعرفهم** ہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی۔ اعضاء وضو کا چمکنا چہرا نورانی ہونا **یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ** (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۰۶) داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا۔ پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ) اور کفار کی علامت ہوگی ان کے خلاف ہونا۔ اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا۔ ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ جو آج بیان ہو رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔ نیز آج تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دے دی۔ عشرہ مبشرہ کو بشارت دی۔ دو کتابیں صحابہ کرام کو دکھادیں۔ جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام ہیں وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنی؟ حضور علیہ السلام کو خبر نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یعرف المجرمون بسیماھم** (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۱) نیز فرماتا ہے **سیماھم فی وجوھهم من اثر السجود** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۲۹) معلوم ہوا کہ قیامت میں نیک و بد لوگوں کی علامات چہروں پر ہوں گی۔

مشکوٰۃ باب الحوض والشفاء میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ سجدہ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جاوے گا۔

فمن وجدتم فی قلبه مثقال دینار من خیر فاخرجوہ۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ۔ اس کو نکال لے جاؤ۔

(مشکوۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چہرہ دیکھ کر علامات دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

اعتراض (۶)...... بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت ام العلا کی روایت ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

حاشیہ......☆

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر **ما یفعل بہ** فرمایا تھا۔ جس کا تعلق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے اور ما یفعل بی کے لفظ صحیح ثابت نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہجرت سے پہلے ہی آپ ﷺ سے فرما چکا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

ترجمہ: یعنی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر ظاہر فرمائے گا۔

نیز فرمایا:

وللآخرۃ خیرلک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

ترجمہ: یعنی اے محبوب آخرت آپ کے لئے دنیا کی بہ نسبت ضرور بہتر ہے اور وہ وقت ضرور عنقریب آ رہا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

تو حضور ﷺ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہونا ہے۔

دوم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض جگہ اس حدیث کے الفاظ میں **ما یفعل بہ** ہے۔ دیکھئے اسی بخاری شریف میں ہے:

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کتاب المناقب میں ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز بخاری شریف ص ۱۶۶ کے حدیث کے حاشیہ پر ہے:

قال الداؤدی ما یفعل بی وھم الصواب بہ ای بعثمان۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز حاشیہ نمبر ۱ ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس جگہ علم کی نفی نہیں۔ بلکہ درایۃ کی نفی ہے۔ یعنی میں اپنے اٹکل وقیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے۔ ورنہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم وآدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہونگے ان کی مطابقت کس طرح کی جاوے گی۔

اعتراض (۷)...... بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگی۔ آپ اس پر پریشان تو رہے مگر وحی آنے تک کچھ نہ فرما سکے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی؟ اور اتنے روز تک خاموشی کیوں فرمائی۔

جواب:۔ اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ کہ نہ جاننا۔ نہ بتانے سے نہ جاننا لازم نہیں آتا۔ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو خبر نہ تھی نیز بخاری کی اسی حدیث میں ہے:

ما علمت علی اهلی الا خیر۔

ترجمہ: میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۴ ص ۱۵۲۰ رقم الحدیث ۳۹۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۳۴ رقم الحدیث ۲۷۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے، وقت سے پہلے اظہار نہیں اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ہوئی ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو عتاب فرمایا۔

لو لا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا افك مبين۔

ترجمہ: یعنی مسلمان مردوں وعورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۱۲)

پتہ لگا کہ نزول براءت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں۔ تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے۔ ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا هذا افك مبین آپ پر واجب نہ تھا کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔ رہی پریشانی اور اتنا سکوت یہ کیوں ہوا؟ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے۔ اگر کسی عزت وعظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جاوے اور وہ خود جانتا بھی ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ سے پریشان ہوتا ہے لوگوں میں افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔

حاشیہ......☆

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امراة نبی قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۳۱۵ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)، (الکشاف ج ۴ ص ۵۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۴ ص ۳۱۷ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اگر آیات نزول کا انتظار نہ فرمایا جاتا۔ اور پہلے ہی عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات میں تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقۃ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جواب ملا۔ اس تاخیر میں صدہا حکمتیں ہیں۔ اور یہ تو مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوسکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۲۶)

اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے۔ یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں کافرہ ہوسکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے۔ مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے اسی لئے انبیاء کی بیوی کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الغسل کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب فی المراۃ تری فی منامہا ما یری الرجل ج ا ص ۱۹۷ رقم الحدیث ۶۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں بھی ہے۔ تو کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں ان سے یہ قصور ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرمادیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ پاکدامنی فرمادی۔ حضرت مریم علیہ السلام کو تہمت لگی۔ تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی۔ مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی۔ بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور گواہی کو قرآن کا جزو بنایا۔ تاکہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

حاشیہ......☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

عن الضحاک ما بغت امراۃ نبی قط۔

ترجمہ: ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۱۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امراۃ نبی قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۲ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن اشرس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعو الی النبی ﷺ انہ قال ما بغت امراۃ نبی قط۔

ترجمہ: اشرس خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۵۳ رقم الحدیث ۱۱۷۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ: ایک جہل ہے ایک نسیان ایک ذہول۔ جہل نہ جاننا ہے۔ نسیان جان کر حافظہ سے نکل جانا۔ ذہول یہ ہے کہ کوئی چیز حافظہ میں ہو مگر ادھر توجہ نہ رہے۔ ایک شخص قرآن نہ پڑھا دوسرے نے حفظ کر کے بھلا دیا۔ تیسرا شخص حافظ کامل ہے۔ اگر کسی وقت کوئی آیت اس سے پوچھی تو بتا نہ سکا۔ توجہ نہ رہی۔ پہلا تو قرآن سے جاہل۔ دوسرا ناسی، تیسرا ذاہل ہوا انبیائے کرام کو بعض وقت کسی خاص چیز کا نسیان ہوسکتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ **فنسی ولم نجد لہ عزماً** (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) وہ بھول گئے ہم نے ان کا قصد نہ پایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر لوح محفوظ پر تھی۔ یہ تمام واقعات پیش نظر تھے۔ مگر ارادہ الٰہی کہ کچھ مدت کے لئے نسیان ہوگیا۔ قیامت میں شفیع کی تلاش میں سارے مسلمان جن میں محدثین ومفسرین وفقہاء سب ہی ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے کہ آپ شفاعت فرمادیں۔ وہ شفاعت تو نہ کریں گے اور نہ شفیع المذنبین کا صحیح پتہ دیں گے۔ خیال سے فرمادیں گے کہ حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ وہاں جاؤ وہاں جاؤ شاید وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حالانکہ دنیا میں سب کا عقیدہ تھا اور ہے کہ قیامت میں شفیع المذنبین حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ ہوا ذہول کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔ اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اس کی وجہ ذہول (ادھر توجہ نہ ہونا) ہو سکتی ہے۔ بے علمی ثابت نہ ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وان کنت من قبلہ لمن الغافلین** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳) اگرچہ آپ اس سے پہلے واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پرواہ تھے غافل فرمایا جاہل نہ فرمایا۔ غافل وہ کہ واقعہ علم میں ہے۔ مگر ادھر دھیان نہیں گلستان میں فرماتے ہیں۔ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا۔

ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی!

ترجمہ: کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو مصر سے تو پائی۔ مگر کنعان کے کنویں میں رہے۔ تو آپ معلوم نہ کر سکے۔ جواب دیا۔

بگفت احوال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم!
گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

ترجمہ: فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ماہ کنعان مصر میں تجلی دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔

ترجمہ: مجھے خدا کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو نہیں معلوم۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۶)

روح البیان پارہ ۱۲ زیر آیت **ولقد ارسلنا نوحاً الی قولہ** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۵) میں ہے کہ رب تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا رونا بہت پسند ہے حضرت نوح علیہ السلام اتنا روئے کہ نام ہی نوح ہوا۔ یعنی نوحہ اور گریہ زاری کرنے والے۔ حضرت یعقوب کے رونے کے لئے فراق یوسف سب ظاہری تھا ورنہ ان کا رونا بلندی درجات کا سبب تھا۔ لہٰذا ان کا یہ رونا حضرت یوسف علیہ السلام سے بے خبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ **المجاز قنطرۃ الحقیقۃ** مثنوی میں ہے۔

عشق لیلیٰ نیست ایں کار منست
حسن لیلیٰ عکس رخسار منست
خوش ہمی نالند شب ہائے تو
ذوقہا دارم بہار بہائے تو

marfat.com

Marfat.com

بنیامین کو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک حیلہ سے روک لیا۔ بھائیوں نے اگر قسم کھائی اور قافلے والوں کی گواہی پیش کی کہ بنیامین مصر میں شاہی قیدی بنا لئے گئے مگر فرمایا:

بل سولت لکم انفسکم امرا۔

ترجمہ: کہ تمہارے نفس نے تمہیں حیلہ سکھا دیا۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۸)

یعنی یوسف کو بھی مجھ سے میری اولاد نے ہی جدا کیا اور بنیامین کو بھی، میری اولاد یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے حیلہ ہی سے روکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کی خبر ہے۔ پھر بظاہر مصر میں یعقوب علیہ السلام کے دو فرزند رہ گئے تھے ایک بنیامین دوسرا یہودا۔ مگر فرماتے ہیں۔

عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً۔

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۳)

تین کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر میں بند کر کے بری خواہش ظاہر کرنا چاہی تو اس بند مکان میں یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور دانت تلے انگلی دبا کر اشارہ کیا کہ ہرگز نہیں۔ اے فرزند یہ کام تمہارا نہیں ہے کہ تم نبی کے بیٹے ہو جس کو قرآن فرماتا ہے:

وھم بھا لولا ان را برھان ربہ۔

ترجمہ: وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴)

یہ بھی خیال رہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور آپ کو قمیص اور بھیڑیئے کی خبر سے ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا تھا کہ بھیڑیئے نے عرض کیا تھا کہ ہم پر انبیاء کا گوشت حرام ہے، دیکھو تفسیر خازن، روح البیان سورہ یوسف۔ پھر آپ اپنے فرزند کی تلاش میں جنگل میں کیوں نہ گئے؟ معلوم ہوا کہ باخبر تھے مگر رازدار تھے جانتے تھے کہ فرزند سے مصر میں ملاقات ہو گی۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہت سے موقعے ملے مگر والد کو اپنی خبر نہ دی معلوم ہوا کہ حکم کا انتظار تھا کنعان سے بیٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کی ایک ایک بات دیکھ لیں۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی طیبہ طاہرہ صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ کے حالات سے بے خبر ہوں۔ مگر جو رب ان کو اتنا علم دیتا ہے طاقت ضبط بھی دیتا ہے کہ دیکھتے ہیں مگر بے مرضی الٰہی راز فاش نہیں کرتے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) ہماری یہ تقریر اگر خیال میں رہی تو بہت مفید ہو گی۔ انشاء اللہ۔

اعتراض (۸)...... حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض ازواج کے گھر شہد ملاحظہ فرمایا اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آپ کے دہن پاک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے مغافیر نہیں استعمال فرمایا۔ شہد پیا ہے۔ پھر حضور نے اپنے پر شہد حرام کر لیا۔ جس پر یہ آیت اتری لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۱)

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۰ رقم الحدیث ۱۴۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۳۴ رقم الحدیث ۳۷۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ اپنے دہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آ رہی ہے یا نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تبتغی مرضات ازواجک (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر۱) اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بو غیب نہیں محسوس چیز ہے پر صحیح الدماغ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے ان کے حواس کی قوت کو مولانا روم نے بیان فرمایا:

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس از حواس اہل دل
فلسفی گو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است!

اعتراض (۹)...... اگر نبی ﷺ کو علم غیب تھا تو خیبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھالیا۔ اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خودکشی کی کوشش ہے۔ جس سے نبی معصوم ہے۔

جواب:۔ اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی برضا تھے۔

اعتراض (۱۰)...... اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین دھوکے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے؟ جنہیں وہاں لے جا کر شہید کر دیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں پھنسایا۔

حاشیہ......☆

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

وعن ام سلمة قالت یارسول الله ﷺ لایزال یصیبک فی کل عام وجع من الشاة المسمومة التی اکلت قال ما اصابنی شئی منها الا وهو مکتوب علی وادم فی طینته رواه ابن ماجه۔

ترجمہ: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے جس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ پر ہر سال تکلیف ظاہر ہوتی رہتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام کی خلقت سے بھی پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ یہ تکلیف مجھے پہنچے گی پس اس کے باعث مجھے جو بھی دکھ پہنچا وہ اسی لکھت کے مطابق ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل ثالث ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لان احلف تسعاً ان رسول الله ﷺ قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدة وذلك بان اتخذه نبیا وجعله شهیداً۔

ترجمہ: مجھے ایک بار حلفیہ کہنے سے نو بار حلفیہ یہ بیان کرنا زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور مرتبہ شہادت پر فائز بھی فرمایا ہے۔

(الطبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۷ صفحہ ۲۵۰ مطبوعہ بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

کان المسلمون لیرون ان رسول الله ﷺ مات شهیداً مع ما اکرمه الله به من النبوه۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شہید بھی ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ جی ہاں حضور علیہ السلام کو یہ بھی خبر تھی کہ بیر معونہ والے منافقین ہیں اور یہ بھی خبر تھی کہ یہ لوگ ان ستر صحابہ کو شہید کردیں گے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خبر تھی کہ مرضی الٰہی یہ ہی ہے اور ان ستر کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بندے کی شان ہے ابراہیم علیہ السلام تو مرضی الٰہی پاکر فرزند پر چھری لے کر تیار ہو گئے کیا یہ بے گناہ پر ظلم تھا؟ نہیں بلکہ رضائے مولیٰ پر رضا تھی۔ اچھا بتاؤ رب تعالیٰ کو تو خبر تھی کہ گوشت میں زہر ہے۔ اور بیر معونہ والے ان ستر کو شہید کردیں گے۔ اس نے وحی بھیج کر کیوں نہ روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

تیسری فصل ...... علم غیب کے خلاف عبارات فقہاء کے بیان میں

اعتراض (۱)......فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رجل تزوج بغیر شهود فقال الرجل والمرءة خدا ورسول راه گواه کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله علیه السلام یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الحیوة فکیف بعد الموت۔

ترجمہ: کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا تو مرد اور عورت نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قول کفر ہے کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۸۸۳ مطبوعہ نولکشور ہند)

اعتراض (۲)......شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله۔

ترجمہ: حنفیوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرمادو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا کفر ہے۔

جواب:۔ ان دونوں عبارتوں کا اجمالی اور الزامی جواب تو یہ ہے کہ مخالفین بھی حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کو علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ خواہ ایک کا ماننے یا زیادہ کا۔ تو وہ بھی خیر منائیں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بعض علم غیب مانا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کو وسیع علم غیب مانا۔ مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس میں کمال ہی کر دیا کہ ساری مخلوقات سے حضور علیہ السلام کا علم زیادہ مانا اب ان تینوں صاحبوں پر کیا حکم لگایا جاوے گا؟ تفصیلی جواب یہ ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں ہے قالوا لوگوں نے کہا اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قالوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔ شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵ میں ہے۔

لفظة قالوا تذکر فیما فیه خلاف۔

ترجمہ: لفظ قالوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

(شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے۔

کلام قاضی خان یشیر الی عدم اختیاره له حیث قال قالوا لایصلی علیه فی القعدة الا خیرة ففی

marfat.com

Marfat.com

قوله قالوا اشارة الی عدم استحسانه له والی انه غیر مروی عن الائمة کما قلناه فان ذلک متعارف فی عبار الهم لمن استقراها۔

ترجمہ: قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ ادھر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صلوۃ الوتر ذکر الجہر القنوت ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

درمختار کتاب النکاح میں ہے۔

تزوج رجل بشهادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفر۔

ترجمہ: ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو نہیں جائز ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا۔

اس عبارت کے ماتحت شامی نے تاتارخانیہ سے نقل ہے۔

وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال الله تعالی عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول اه، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہونا بھی ہے۔

(ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

شامی باب المرتدین میں مسئلہ بزازیہ ذکر فرما کر فرمایا:

حاصله ان دعوی الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بها الا اذا اسند ذلک صریحاً او دلالة الی سبب کوحی او الهام۔

ترجمہ: اس کا خلاصہ یہ ہے دعویٰ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا مگر جبکہ اس کو صراحۃً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کردے جیسے کہ وحی یا الہام۔

(ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے۔

وفی المضمرات والصحیح انه لایکفر لان الانبیآء یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفراً۔

ترجمہ: مضمرات میں ہے اور صحیح ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیائے کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتوے کفر لگانا غلط ہے۔ بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا۔

ملا علی قاری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے جو مطلب واضح کرتی ہے۔

ثم اعلم ان الانبیآء لم یعلموا المغیبات من الاشیآء والا ما اعلمهم الله وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر۔ الخ۔

ترجمہ: پھر جانو کہ انبیائے کرام غیب چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے جو ان کو اللہ نے بتا دیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کو علم غیب جانے الخ۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

marfat.com
Marfat.com

اب پورا مطلب معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملا علی قاری کفر فرما رہے ہیں نہ کہ عطائی۔ کیونکہ عطائی کو تو مان رہے ہیں اور پھر ان کی عبارتیں ہم ثبوت علم غیب میں پیش کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کو تمام ماکان وما یکون کا علم مانتے ہیں۔

حاشیہ......☆

علماء دیوبند کے نزدیک عقیدہ کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے تو کیا یہ بحر الرائق کی عبارت قطعی دلیل ہے۔ اور بحر الرائق اور عالمگیری کی اس عبارت کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ لہٰذا باب اعتقاد میں ان سے استدلال کرنا غلط ہے۔ مسائل فقہ میں تقلید ائمہ کی لازم ہوتی ہے نہ کہ متاخرین فقہاء کی لہٰذا اگر دیوبندیوں میں ہمت ہے تو امام صاحب یا صاحبین رحمہم اللہ سے تکفیر ثابت کریں۔

بحر الرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل

بحر الرائق اور عالمگیری میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہوں گے کہ جب کوئی ذاتی علم غیب اعتقاد کرے۔ دیکھیے۔ جامع الفصولین میں ہے۔

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالی اتجعل فیھا من یفسد فیھا الأیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملئکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلا لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لا منافاۃ بینہ وبین الأیۃ لما مر من التوفیق۔

ترجمہ: (یعنی فقہاء نے دعوئ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد وخونریزی کریں گے ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

ردالمحتار میں ہے۔

قال فی التتار خانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردّوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الأیۃ علی نفیھا۔

ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاویٰ حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر پیش کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

چوتھی فصل علم......غیب پر عقلی اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)......علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الصفت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔

جواب:۔ غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ عالم الغیب والشهادة اسی طرح سننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفت ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم مانا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی مانا ہر طرح مشرک ہوا۔ فرق یہ ہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کو علم ذاتی قدیم اور کل معلومات غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کلاً وبعضاً ہر طرح شریک کرنا شرک ہے۔ نیز مولوی حسین علی صاحب واں بھچر والے جو مولوی رشید احمد صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ اپنی کتاب بلغۃ الحیران زیر آیت یعلم مستقرها و مستودعها کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) میں لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت مخلوقات کے اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ بندے جب اعمال کر لیتے ہیں۔ تب علم ہوتا ہے۔ اب تو علم غیب خدا کی صفت رہی ہی نہیں۔ پھر کسی کو علم غیب ماننا شرک کیوں ہوگا؟

اعتراض (۲)......حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا تم کبھی تو کہتے ہو کہ شب معراج منہ میں قطرہ ٹپکایا گیا اس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے۔ اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کونسی بات درست ہے۔ اگر نزول قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا۔ تحصیل حاصل محل ہے۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے۔

حاشیہ......☆

اگر بحر الرائق کی عبارت کی تاویل نہ کی جائے تو یہ سب علماء (جن کی عبارتیں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور بحر الرائق کی اس عبارت میں مطلق علم غیب کا اعتقاد رکھنے پر کفر کا فتویٰ ہے جزی علم غیب کوئی مانے یا کلی ہر صورت میں اس کی تکفیر کی گئی ہے اور مجلس نکاح میں تو جزی واقعہ ہے تو جو اس میں گواہ مان رہا ہے وہ بعض علم غیب ہی ثابت کر رہا ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے کفر والے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الرسل یعرفون بعض الغیب۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ کفر مطلق تھا بعض علم غیب کا مدعی بھی اس کی زد میں تھا اور کلی کا بھی۔ کیونکہ اگر فقہاء کرام رحمہم اللہ کلی علم غیب جاننے کے معتقد کی تکفیر کرتے اور بعض علم غیب کے مدعی کو مسلمان جانتے تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان الرسل یعرفون بعض الغیب۔ کہہ کر ان کی تکفیر کو رد نہ کرتے اب فقہاء کرام کے فتویٰ کی زد میں تمام دیوبندی بھی آجائیں گے۔ خصوصا گکھڑوی صاحب بھی اس فتویٰ کی زد میں آئے گے۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو بعض علوم کا عطا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ (تنقید المتین ص ۱۹۷)

بحر الرائق و درمختار میں عبارت مطلق ہے لہٰذا ان عبارت کی رو سے گکھڑوی صاحب کی بھی تکفیر ہو جائے گی۔ گکھڑوی صاحب اگر بعض علم غیب تسلیم کریں تو بحر الرائق کی عبارت کی رو سے کافر بنتے ہیں اور اگر بعض کا انکار کریں تو اپنی تنقید متین والی عبارت کی روشنی میں کافر بنتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

کنت نبیا وادم بین الطین والمآء

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ تسلیما کثیرا وذکر شی من البشارات بذلک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸۔۶۰۹ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۳)، (المقاصد الحسنۃ ۵۲۰۔۵۲۱)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۳۴۷ برقم ۴۳۷ وج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۴۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴ رقم الحدیث ۱۲۳۔۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیبۃ ج ۱۴ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۳۷ برقم ۴۵۸۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبر رکھے مگر ماکان ومایکون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا اسی لئے قرآن میں ہے۔ تبیانا لکل شئی (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹) ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا فتجلی لی کل شئی وعرفت دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھادیں۔ بعد میں ان کے نام بتائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگر چہ چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو ثم عرضھم علی الملئکۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱) کے کیا معنے ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ہوا۔ اور قرآن سے بھی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر نزول قرآن سے کیا فائدہ سب باتیں تو پہلے ہی سے حضور کو معلوم تھیں۔ بتائی جاتی ہے نامعلوم چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ہزار ہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اس کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی اگر نزول قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے ہے تو بعض سورتیں دوبار کیوں نازل ہوئیں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

فاتحۃ الکتاب مکیۃ وقیل مدنیۃ والاصح انھا مکیۃ ومدنیۃ بمکۃ ثم نزلت بالمدینۃ۔

ترجمہ: سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اور اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

(مدارک التنزیل ج ۱ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

مشکوۃ حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج میں پانچ نمازیں اور سورہ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ مشکوۃ المصابیح ص ۵۲۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورہ بقرہ مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حاصلہ انہ وقع تکرار الوحی فیہ تعظیما لہ واھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ فی تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اہتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

marfat.com

Marfat.com

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نزلت علیه ﷺ لیلة المعراج بلا واسطة ثم نزل بها جبریل فاثبت فی المصاحف۔

ترجمہ: شب معراج میں یہ آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھران کو جبریل نے اتارا تو قرآن میں رکھی گئیں۔

(حاشیہ مشکوۃ المصابیح ص ۵۲۹۔۵۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بتاؤ کہ دوبار نزول کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کو تو پہلے نزول سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ نیز ہر سال ماہ رمضان میں جبریل امین حضور علیہ السلام کو سارا قرآن سناتے تھے۔ مقدمہ نورالانوار تعریف کتاب میں ہے۔ لانه کان ینزل علیه السلام دفعة واحدة فی کل شهر رمضان جملة بتاؤ یہ نزول کیوں تھا؟ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا اهل الکتاب قد جآء کم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر۔

ترجمہ: یعنی اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۵)

اگر حضور علیہ السلام کے علم میں ساری کتب آسمانی نہیں تو ان کا ظاہر فرمانا یا نہ فرمانا کیا معنے حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غار حرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اقرء آپ پڑھیئے یہ نہ عرض کیا کہ فلاں آیت پڑھیئے اور پڑھوا سی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ما انا بقاری میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ لہٰذا ماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اتانی الکتب (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۰) رب نے مجھے کتاب دی۔ معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لئے فرمایا اتیناه الحکم صبیا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۲) ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم وحکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی۔ حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ نورالانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے یعنی ان العمل بالقرآن کان جبلة له من غیر تکلیف معلوم ہوا کہ قرآن پر عمل کرنا حضور علیہ السلام کی پیدائشی عادت ہے ہمیشہ حلیمہ دائی کا ایک پستان پاک چوسا۔ دوسرا بھائی کے لئے چھوڑا۔ یہ عدل وانصاف بھی قرآنی حکم ہے۔ اگر ابتداء سے قرآن کے عارف نہیں تو یہ عمل کیسے فرمارہے ہیں۔ دیوبندیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیتوں کے عموم سے لازم آتا ہے کہ حضور کا علم رب کے برابر ہو۔ مگر ان آیتوں میں قیامت تک کی قید لگاتے ہو مالم تکن تعلم میں نہ تو قیامت کی قید ہے نہ ما کان وما یکون کا ذکر۔ اور ایک دفعہ خاص ہونے سے آئندہ خصوص کا دروازہ کھل جاتا ہے دیکھو کتب اصول۔ لہٰذا ہم ان آیتوں میں احکام شرعیہ کی قید لگاتے ہیں یعنی اس سے صرف شرعی احکام مراد ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہاں آیت میں تخصیص نہیں۔ بلکہ عقلی استثناء ہے کیونکہ رب کا علم غیر متناہی ہے مخلوق کا دماغ غیر متناہی علوم نہیں لے سکتا۔ برہان تسلسل وغیرہ سے لہٰذا متناہی ہوگا۔ احادیث سے پتہ لگا کہ قیامت تک کی حضور نے خبر دی اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا استثناء کا اور حکم ہے اور تخصیص کا حکم دوسرا دیکھو اقیموا الصلوة سے بچے دیوانے حائضہ خارج ہیں یہ تخصیص نہیں بلکہ استثناء ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فقیر نے یہ مختصری تقریر علم غیب کے متعلق کردی۔ اس کی زیادہ تحقیق دیکھنا ہو تو رسالہ مبارکہ الکلمۃ العلیاء کا مطالعہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا یہ اس بحر کی ایک لہر ہے چونکہ مجھے اور مسائل پر بھی گفتگو کرنا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد واله واصحبه اجمعین برحمتك وهو ارحم الراحمین۔

☆.................☆

marfat.com

Marfat.com

حاضر و ناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حضرة مجلس القاضی وحضر الغائب حضورا قدم من غیبته۔ منتہی الادب میں ہے حاضر حاضر شومذه۔ ناظر کے چند معنے ہیں دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی۔ المصباح المنیر میں ہے۔ والناظر السواد الاصغر من العین الذی یبصر به الانسان شخصه۔ قاموس اللغات میں ہے۔ والناظر السواد فی العین او البصر بنفسه وعرق فی الانف وفیه ماء البصر۔ مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ الناظر فی المقلة السواد الاصغر الذی فیه الماء العین۔ (المختار الصحاح ص ۶۹۱) جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کر لیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں۔ کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لئے قرآن و حدیث و اقوال علماء سے ہے۔

پہلا باب

حاضر و ناظر کے ثبوت میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

پہلی فصل۔ آیات قرآنیہ سے ثبوت

(۱) یا ایها النبی انا ارسلنك شاهداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی الله باذنه و سراجاً منیراً۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

(پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۶)

حاشیہ......☆

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندیوں، وہابیوں نے اہل سنت پر افتراء باندھا ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر تھا۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کو دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

(۲) و کذالك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً۔

ترجمہ: اور بات یونہی ہے کہ ہم۔ نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

(۳) فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بك علی هؤلآء شهیداً۔

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۴۱)

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیائے کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچادیے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قابل گواہی ہیں۔ پس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔ اگر حضور علیہ السلام نے گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

(۴) لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۸)

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاءکم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ دوم یہ فرمایا گیا من انفسکم تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں وہ لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی کی جلوہ نمائی ہے!

اگر اس آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ

marfat.com

Marfat.com

فرمایا گیا عزیز علیہ ما عنتم ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقا کو گرانی اس کرم کے قربان ﷺ۔

(۵) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفرو الله وستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہو سکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی۔ اور مالدار بھی عمر میں ایک دوبار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہٰذا تکلیف مافوق الطاقت ہوگی لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیک تر از من بمن است　　　　وین عجب بیں کہ من از وے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

(۶) وما ارسلنك الا رحمة للعلمين۔

ترجمہ: اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۱۰۷)

پھر فرماتا ہے:

ورحمتي وسعت كل شيئي۔

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۵۶)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت جہانوں کو محیط ہے۔ لہٰذا حضور علیہ السلام جہانوں کو محیط، خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العلمین۔ حبیب کی شان ہے رحمۃ للعلمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے لئے رحمت۔

(۷) وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۸ آیت نمبر ۳۳)

یعنی عذاب الٰہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

واعلموا ان فيكم رسول الله۔

ترجمہ: جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۷)

marfat.com

Marfat.com

یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ ان کے پاس ہیں۔

(۹) و کذالک نری ابراھیم ملکوت السموت و الارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب نے تمام عالم بچشم سر ملاحظہ کرا دیا۔ حضور علیہ السلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گزر گئی۔

(۱۰) الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ الفیل آیت نمبر ۱)

(۱۱) الم تر کیف فعل ربک بعاد۔

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶)

قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے الم تر کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن۔

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶)

کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات سے گزرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ یہاں نور نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

(۱۱) قرآن کریم جگہ جگہ اذ فرماتا ہے و اذا قال ربک للملئکۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا و اذ قال موسی لقومہ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۷) جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وغیرہ وغیرہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اذکر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہو ادھر توجہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام گزشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔ روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سارے واقعات حضور علیہ السلام مشاہدہ فرما رہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے واذ نجینا کم من ال فرعون (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۴۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اذکر و محذوف نکالتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔ کتب تواریخ پڑھی تھیں۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ کسی سے پڑھا نہ کتب تواریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مورخ کی صحبت میں رہے نہ تعلیم یافتہ قوم میں پرورش پائی اب آپ کو بجز نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۲)النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔
ترجمہ: نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶)

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولی کے معنی قریب تر ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

تنبیہ:۔ اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔ لہٰذا تم صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو۔ اس کا جواب چند طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ آپ خود حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ بلکہ مسائل فقہیہ اجتہادیہ میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔ تیسرے یہ کہ صریح آیات و احادیث سے مقلد بھی استدلال کر سکتا ہے۔ ہاں ان سے مسائل استنباط نہیں کر سکتا۔ طحاوی میں ہے۔

وما فھم الاحکام من نحو الظاھر والنص والمفسر فلیس مختصابہ (ای بالمجتھد) بل یقدر علیہ العلمآء الاعم۔
ترجمہ: جو احکام ظاہر نص و مفسر سے سمجھے جاویں۔ وہ مجتہد سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

وایضا شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر۔
ترجمہ: نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف و سلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۴۳) اگر تم نہ جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھو۔ اجتہادی مسائل ہم نہیں جانتے ان میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں اور صریح آیات کا ترجمہ جانتے ہیں اس میں تقلید نہیں۔ چوتھے یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال بھی آئندہ فصلوں میں آ رہے ہیں دیکھو اور غور کرو کہ حاضر و ناظر کا عقیدہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

دوسری فصل......حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔ خصوصاً حدیث نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کئے جائیں گے خصوصاً مرقاۃ، زرقانی وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

(۱) فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد۔
ترجمہ: نکرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم ان کے (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

(مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ واثبات عذاب القبر والتعوذ منہ ج ۴ ص ۲۲۰۰ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

یعنی ھذا الرجل کہ می گویند آنحضرت رامی خوانند۔ ھذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اشعۃ اللمعات میں بھی حدیث ہے یا باحضار ذات شریف وے در عیانے بہ ایں طریق کہ در قبر مثالے وے علیہ السلام حاضر ساختہ باشد ودر دریں جابشارتے است عظیم مرمشتان غمزدہ را کہ بر امید ایں شادی جاں دھند وزندہ در گور روند جائے دارد

یا قبر میں ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کردیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج اص ۱۱۵ مطبوعہ لکھنؤ ہند)

حاشیہ مشکوۃ میں یہی حدیث ہے:

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیه السلام وھی بشریٰ عظیمة۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ اثبات عذاب القبر الفصل الاول ص ۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیه السلام وھی بشریٰ عظیمة للمومن ان صح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری کتاب الجنائز ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا ادری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔

اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے تو اس شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ ﷺ کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ کیا کہتا تھا ہذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا کہ دیکھا کہ قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

مولانا آسی فرماتے ہیں۔

آج پھولے نہ سمائیں کفن میں آسی
جس کے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے۔

مرقد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب
اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا

اسی لئے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روز عرس کہتے ہیں عرس کے معنے ہیں شادی کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ ﷺ دولہا کے

marfat.com
Marfat.com

دیدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر نہیں ہوتے تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہو اور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھایا۔

(۲) مشکوۃ باب التحریض علی قیام الیل میں ہے۔

استیقظ رسول اللہ ﷺ لیلۃ فزعاً یقول سبحن اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن وماذا انزل من الفتن۔

ترجمہ: ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

(مشکوۃ باب التحریض علی قیام الیل ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (التمہید لابن عبدالبر ج ۲۳ ص ۴۳۸ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو بچشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۳) مشکوۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نعی النبی علیہ السلام زیداً وجعفر وابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب الی حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد ابن الولید حتی فتح اللہ علیھم۔ ☆

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا اللہ کی تلوار خالد ابن ولید نے لیا تا آنکہ کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ موتہ جو کہ مدینہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

حاشیہ......☆

(۱) امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ذات لیلۃ یا سبحان اللہ ماذا نزل من الفتن وما فتح من الخزائن فایقظوا صواحبات الحجر فرب کاسیۃ فی الدنیا ھمام یوم القیامۃ۔

فی ھذا الحدیث علم من اعلام نبوتہ ﷺ بخبرہ عن الغیب وذلک انہ اخبر بما کان بعدہ من الفتن فکان کما قال ﷺ فتن کمواقع القطر وکاللیل المظلم۔

وکذلک قولہ ماذا فتح اللہ اللیلۃ من الخزائن یرید واللہ اعلم من ارزاق العباد من خزائن اللہ التی لا تنفد یرید ما یفتح اللہ علی ھذہ الامۃ من اخذھا الکفر والاتساع فی المال واللہ اعلم۔

وھذا ایضا من الغیب الذی لا یعلمہ الا ھو ومثلہ من الانبیاء والرسل صلوات اللہ علیھم۔

وقد یجوز ان تکون لیلۃ القدر ففیھا یفرق کل امر حکیم قیل ما یکون فی کل عام ویجوز ان تکون لیلۃ غیرھا قضی اللہ فیھا بقضائہ واعلمہ رسولہ ﷺ وقد یجوز ان تکون لتلک اللیلۃ اخوات مثلھا وھذہ امور لا یعلمھا الا من اطلعہ اللہ علیھا ممن ارتضی من رسلہ صلوات اللہ علیھم۔

(التمہید لابن عبدالبر ج ۲۳ ص ۴۳۹ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتانے

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ نعی زیداً و جعفراً و ابن رواحة للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایة سیف من سیوف اللہ یعنی حتی فتح اللہ علیھم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا، تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ کے چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرما دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۶۰۔ سنن الکبری ج ۸ ص ۱۵۴۔)، (دلائل النبوۃ بیہقی باب ماجاء فی غزوۃ موتۃ وما ظھر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ ص ۳۶۵۔ ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۴۵۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۸ رقم الحدیث ۳۱۷۶۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۰۔ ۴۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳ رقم الحدیث ۱۳۸۔ ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ماجاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۷۴ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۷۹۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر وفاۃ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ للقرطبی باب ماجاء ان عیسی اذا نزل یجد فی امۃ محمد ﷺ خلفا من حواریہ ج ۲ ص ۵۶۸۔ ۵۶۹ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبداللہ بن رواحۃ الانصاری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا محمد بن عبداللہ الرقاشی وحدثنا ابو مسلم الکشی ثنا سلیمان بن حرب قالا ثنا حماد بن زید ثنا ایوب عن حمید بن ھلال عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثم ان رسول اللہ ﷺ نعی زیدا وصاحبیہ قبل ان یاتیہ الخبر وعیناہ تذرفان۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی گئی جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ خبر شہادت سے پہلے ہی دیدی تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۴۶۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حمید بن ھلال رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

کما اخبر بذلک کلہ رسول اللہ ﷺ اصحابہ الذین بالمدینۃ یومئذ وھو قائم علی المنبر فنعی الیھم الامراء واحد واحدا وعیناہ تذرفان ﷺ والحدیث فی الصحیح۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منبر پر کھڑے ہو کر خبر دی اور ایک ایک امیر کی شہادت کی خبر دی اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۷۳ مطبوعہ دار القلم بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیھقی وابو نعیم عن موسی بن عقبة عن ابن شھاب قال زعموا ان رسول اللہ ﷺ قال مر علی جعفر بن ابی طالب فی الملائکة یطیر کما یطیرون له جناحان وزعموا ان یعلی بن منبه قدم علی رسول اللہ ﷺ بخبر اهل موتة فقال له رسول اللہ ﷺ ان شئت فاخبرنی وان شئت اخبرتك قال اخبرنی یارسول اللہ فاخبره رسول اللہ ﷺ خبرهم کله ووصفه لهم فقال والذی بعثك بالحق ما ترکت من حدیثهم حرفا لم تذکره وان امرهم لکما ذکرت فقال ﷺ ان اللہ رفع لی الارض حتی رایت معرکتهم۔

ترجمہ: موسیٰ ابن عقبہ ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے سیرت کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں اڑتے ہوئے گزرے ہیں ان کے دو پر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلی بن منبہ شہیدان موتہ کی خبر لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: چاہو تو تم مجھے خبر دو یا تمہیں پسند ہو تو میں وہاں کے حالات بیان کروں یعلی بولے یارسول اللہ ﷺ آپ ہی ان کے حالات ارشاد فرمادیں تو نبی اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے تمام حالات اور شہیدوں کے واقعات بیان کر دیے یہ سن کر یعلی کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے غزوہ موتہ کی کہانی کا ایک حرف تک نہیں چھوڑا بلکہ پورا واقعہ حرف بحرف بیان فرمادیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا دراصل اللہ نے زمین اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی یہاں تک کہ میں نے لڑائی کا پورا منظر بچشم خود دیکھا ہے۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۰۔۴۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ بیہقی باب ما جاء فی غزوۃ موتۃ وما ظہر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ ص ۳۶۴۔۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۷۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ موتۃ ج ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ موتۃ من ارض الشام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویۃ غزوۃ موتۃ ج ۳ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ کان الذی رایتم منی انه احزننی قتل اصحابی حتی رایتهم فی الجنة اخوانا علی سرر متقابلین ورایت فی بعضهم اعراضا کانه کره السیف ورایت جعفرا ملکا ذا جناحین مضرجا بالدماء مصبوغ القوادم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو میری حالت دیکھی یہ ہے کہ مجھے میرے اصحاب کے قتل نے غمگین کر دیا یہاں تک کہ میں نے انہیں اس طرح جنت میں دیکھ لیا کہ وہ بھائی بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں ان میں سے ایک میں نے کسی قدر اعتراض (روگردانی) کو دیکھا گویا انہیں تلوار ناپسند ہے میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ ایک فرشتے ہیں جن کے دو بازو ہیں جو خون میں رنگے ہیں اور جن کے قدم بھی رنگے ہوئے ہیں۔

(طبقات الکبری ابن سعد سریۃ موتۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۴۶۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (السیرۃ النبویۃ ذکر جعفر بن ابی طالب

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الراء ج ۱ ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۴۳۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۶۵۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۸۷ رقم ۱۱۶۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قثنا یزید قال انا اسماعیل عن رجل ان النبی ﷺ قال ثم لقد رأیته فی الجنة و جناحیه مضرجین بالدماء مصبوغ القوادم یعنی جعفرا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۹۰ رقم الحدیث ۱۶۹۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ج ۱ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال اخبرنا ابو سعید احمد بن یعقوب الثقفی قال حدثنا یوسف بن یعقوب قال حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا عمر بن علی عن اسماعیل بن ابی خالد عن عامر قال کان ابن عمر اذا حیا ابن جعفر قال "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے:

"السلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔"

(دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ما جاء فی غزوۃ موتۃ وما ظہر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ ص ۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۸ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (السیرۃ النبویۃ ذکر جعفر بن ابی طالب ج ۳ ص ۴۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۶۶۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۴۷۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۴۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثنی عبدالجبار ابن عمارة بن عبداللہ بن ابی بکر، زاد احدهما، علی صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتة جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف له ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال رسول اللہ ﷺ اخذ الرایة زید بن حارثة فجاء ه الشیطان فحبب الیه الحیاة و کره الیه الموت وحبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تحبب الی الدنیا فمضی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فجاء ه الشیطان فمناه الحیاة و کره الیه الموت ومناه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول اللہ ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لاخیکم فانه شهید دخل الجنة فهو یطیر فی الجنة بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنة......۔

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی کریم ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰۔۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن ہند)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدی: فحدثنی محمد بن صالح التمار عن عاصم بن عمر ابن قتادۃ قال: وحدثنی عبدالجبار بن عمارۃ بن غزیۃ عن عبداللہ بن ابی بکر بن حزم زاد احدھما، علی صاحبہ فی الحدیث قالا لما التقی الناس بمؤتۃ جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف ما بینہ و بین الشام فھو ینظر الی معترکھم قال رسول اللہ ﷺ اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فجاء ہ الشیطان فحبب الیہ الحیاۃ و کرہ الیہ الموت و حبب الیہ الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین یحبب الی الدنیا فمضی قدما حتی استشھدا فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فجاء ہ الشیطان فمناہ الحیاۃ و کرہ الیہ الموت ومناہ الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشھدا فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ ودعا لہ ثم قال "استغفروا لأخیکم فانہ شھید دخل الجنۃ فھو یطیر فی الجنۃ بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنۃ......

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی کریم ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی ج ۴ ص ۳۶۸۔۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ جز ۲۱ ص ۲۵۸۔۲۵۹ رقم الحدیث ۴۵۹۱۔۴۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرۃ النبویۃ ج ۳ ص ۴۴۲۔۴۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

marfat.com

Marfat.com

(۴) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد وفاۃ النبی علیہ السلام میں ہے۔

وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی۔

ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب باب وفاۃ النبی الفصل الاول ص ۵۴۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف میں ہے۔ اقیموا صفوفکم فانی ارکم من ورائی۔

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔(۱)

(مشکوٰۃ المصابیح باب تسویۃ الصف الفصل الاول ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۴۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (غنیۃ المستملی ص ۴۹۰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عون المعبود ج ۹ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

موتہ ملک شام میں دمشق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور ﷺ کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور اس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ، شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں یہ صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور ﷺ نے اس واقعہ کے ہونے سے پہلے لوگوں کو بطور اختیار بالغیب خبر دی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدان جنگ میں موجود تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت ہوا۔

مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ انی لاراکم من ورآئی کما اراکم۔ یقیناً میں تمہیں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب عظۃ الامام الناس ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من ورآء ظھری۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۲۰۹۲ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکۃ مکرمۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لا راکم من ورآء ظھری۔ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

marfat.com

Marfat.com

(۶) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ماجآء فی ذهاب العلم میں ہے۔

كنا مع النبي عليه السلام فشخص ببصره الى السمآء ثم قال هذا او ان يختلس العلم من الناس حتى لايقدر وامنه على شيئى۔

ترجمہ: ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب کہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجآء فی ذھاب العلم ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۶۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔

فكانه عليه السلام لما نظر الى السمآء كشف باقتراب اجله فاخبر بذلك۔

ترجمہ: جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اس کی خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۷) مشکوۃ شریف باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا:

فانى ارى الفتن تقع خلل بيوتكم كوقع المطر۔

ترجمہ: میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۴۶۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبهانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

هل ترون قبلتى ههنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم انى لا راكم من ورآء ظهرى۔

ترجمہ: کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ للاصبهانی ص ۱۷ رقم الحدیث ۵۶ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا يونس بن عبدالاعلى قال انبا ابن وهب ان مالك حدثه عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال هل ترون قبلتى هاهنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركوعكم انى لاراكم من وراء ظهرى۔

(مسند ابوعوانہ باب ایجاب اقامۃ الرکوع والسجود واتمامهما ج ۱ ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوالله انى اراكم من خلفى او قال من خلف ظهرى اذا ركعتم وسجدتم۔

(مسند ابوعوانہ باب ایجاب اقامۃ الرکوع والسجود واتمامهما ج ۱ ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

وقال لهم انى اراكم من امامى ومن خلفى۔

(مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۶۱ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ یزیدی وحجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرمارہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور وقریب کے حالات اور حوض کوثر جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔

(۸) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریة الجبل۔ ☆

ترجمہ: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ خدا نے ان کو شکست دے دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب وفاۃ النبی ص ۵۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من وراء ظهری۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۳۷۰-۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

فواللہ انی لاراکم من بعدی ظهری اذا رکعتم واذا سجدتم۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے لشکر بھیجا اور ایک شخص کو ان کا امیر بنایا جسے ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا **یا ساریة الجبل یا ساریة الجبل** اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت جمعہ کے دن ساریہ پہاڑ کی طرف چل دیئے۔ حالانکہ ان کے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مہینے کے سفر کا فاصلہ تھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج۳ کتاب عجائب القلب ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کنز العمال ج۱۲ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۳۵۷۸۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ ج۳ ص ۶ رقم ۳۰۳۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۲ ص ۳۲۴ طبع جدید دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)، (تاریخ طبری ج۳ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (کتاب الاعتقاد ص ۲۰۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

نیز کچھ سطور بعد لکھتے ہیں۔

چند ہی روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا پیغام رساں ان کا خط لے کر آگیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا ہم نے نماز فجر سے لڑنا شروع کیا اور جمعہ کا وقت آگیا اور سائے اپنا رخ بدلنے لگے۔ تو اچانک ہم نے سنا کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے ساریہ پہاڑ یہ آواز دو مرتبہ آئی......

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال التاج السبکی ومنها علی ید امیر المومنین عمر الفاروق الذی قال فیه النبی ﷺ لقد کان فیمن قبلکم ناس محدثون فان یك فی امتی احد فانه عمر قصة ساریة بن زنیم الخلجی کان عمر رضی الله عنه قد امر ساریة علی جیش من جیوش المسلمین وجهزه علی بلاد فارس فاشتد علی عسکره الحال علی باب نهاوند وهو یحصرها وکثرت جموع الاعداء وکاد المسلمون ینهزمون وعمر رضی الله عنه بالمدینة فصعد المنبر وخطب ثم استغاث فی اثناء خطبته باعلی صوته یا ساریة الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم فاسمع الله عز وجل ساریة وجیوشه اجمعین وهم علی باب نهاوند صوت عمر فلجؤا الی الجبل وقالوا هذا صوت امیر المومنین فنجوا وانتصروا هذا ملخصها۔ قال رحمه الله وسمعت الشیخ الامام الوالد یعنی اباه تقی الدین السبکی رحمه الله یزید فیها ان علیا رضی الله عنه کان حاضرا فقیل له ما هذا الذی یقوله امیر المومنین واین ساریة منا الآن فقال علی کرم الله وجهه دعوه فما دخل فی امر الا وخرج منه لم تبین الحال بالآخرة۔ قال التاج قلت عمر رضی الله عنه لم یقصد اظهار هذه الکرامة وانما کشف له ورای القوم عیانا وکان کمن هو بین اظهرهم حقیقة وغاب عن مجلسه بالمدینة واشتغلت حواسه بما دهم المسلمین بنهاوند فخاطب امیرهم خطاب من هو معه اذ هو معه حقیقة او کمن هو معه واعلم ان ما یخرجه الله علی لسان اولیائه من هذه الامور یحتمل ان یعرفوا بها وهی کرامة علی کلا الحالین۔

ترجمہ: امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے مشہور کرامت وہ ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کسی کو یہ شرف ملا تو وہ عمر ہیں اس کرامت کا مظہر ساریہ بن زنیم خلجی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا امیر بنایا پھر انہیں بلاد فارس کی طرف بھیجا انہوں نے نہاوند کا محاصرہ کیا مگر سخت پریشانی سے دوچار ہوئے کیونکہ دشمن دستوں کو زبردست کمک مل رہی تھی اور قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دوچار ہو جاتے ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے آپ (جمعہ کے روز) منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور خطبہ کے دوران بلند آواز سے پکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو جو شخص بھیڑیئے کو بھیڑ بکریوں کا نگہبان بناتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے نہاوند کے درے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سارے لشکر کو سنوا دی اہل لشکر کہنے لگے یہ آواز تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے پھر پہاڑ کی اوٹ میں آگئے اور بچاؤ کر لیا اس طرح انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے غیبی امداد مل گئی۔ ملخصا

امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ اس روایت میں اتنا اور اضافہ کرتے تھے کہ اس مجلس میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کی حقیقت کیا ہے؟ ساریہ رضی اللہ عنہ تو ہم سے بہت دور ہیں فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جس معاملے میں داخل ہوتے ہیں اس سے نکلنے کا راستہ بھی دیکھ لیتے ہیں آخر کار اس خطاب کا سارا راز کھل گیا (جب لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ نے فتح یاب ہو کر واپسی اختیار کی اور سارا واقعہ بیان کیا)۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کرامت کے اظہار کا ارادہ نہیں رکھتے تھے دراصل ان پر کشف کی حالت طاری ہوئی اور محاذ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے آگیا گویا آپ وہاں بنفس نفیس موجود تھے اور مدینہ کی مجلس میں نہ تھے آپ کے حواس اس وقت نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے اوپر پڑنے والی افتاد میں مستغرق تھے اسی لئے آپ نے سالار لشکر کو اس طرح

marfat.com
Marfat.com

(۹) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا۔

وکانی انظر الی عرش ربی بارزاو کانی انظر الی اهل الجنة يتزاورون فيها وكانی انظر الی اهل النار يتضاعون فيها۔

ترجمہ: میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اسی قصہ کو مثنوی شریف میں نقل کیا ہے۔

هشت جنت هفت دوزخ پیش من — هست پیدا هم چوں بت ابں پیش هن
یك بیك دامی شناسم خلق را — همچو گندم من زجو در آسیا
که بهشتی که دزیگانه کی است — پیش من پیدا چو مورد ماهی است
من بگویم یا فرد بندم نفس — لب گزیدش مصطفی یعنی که بس

میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ میرے سامنے یہ سب مچھلی اور چونٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔

جب اس آفتاب کے زروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کونین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

(۱۰) حضور ﷺ نے نماز کسوف جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں۔ مگر چھوڑ دیا تا کہ لوگوں کا علم بالغیب قائم رہے۔ اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تا قیامت اس سے کھاتے رہتے اس سے پتہ لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی۔ اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ڈوبتی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کر سکتا ہے۔

حاشیہ......☆

خطاب کیا گویا آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ موجود ہوں حقیقت یہ ہے کہ روحانی تعلق کی بناء پر آپ ان کے ساتھ ہی تھے یہ بات بھی حاشیہ خیال میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتیں جو اپنے مقربین کی زبان سے جاری فرماتا ہے اس کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہو سکتا ہے انہیں ان باتوں کا علم و عرفان ہوتا ہو دوم یہ کہ بغیر ادراک و احساس کے یہ باتیں صادر ہو جائیں بہر حال دونوں صورتوں میں کرامت کا تحقق ہوتا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر جملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۲۔۶۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

تیسری فصل ...... حاضر و ناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء امت کے اقوال سے

(۱) درمختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے۔

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔

ترجمہ: اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

(فتاوی شامی ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون من نجوی ثلثة الا هورا بعضهم والناظر بمعنی الروية الم یعلم بان الله یری فالمعنی یا عالم من ری۔

ترجمہ: (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔

(فتاوی شامی ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوٰۃ میں ہے۔

ویقصد بالفاظ التشهد الانشآء کانه یحی علی الله ویسلم علی نبیه نفسه۔

ترجمہ: التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)

شامی میں اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه علیه السلام ومن ربه ومن الملئکة۔ ☆

ترجمہ: یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)، (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ مصر)

حاشیہ ......☆

علامہ احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

لا حکایة سلام رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مراء ة له قاصدا معناه الموضوعة له من عنده کانه یحیی الله سبحانه وتعالی ویسلم علی النبی ﷺ۔

ترجمہ: نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ وقصد یہ نیت کرنی چاہیے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔

(مراقی الفلاح علی نور الایضاح باب الامۃ کے متصل ماقبل ص ۱۰۷ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

marfat.com

Marfat.com

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے التحیات کے متعلق اور بھی عبارات آتی ہے مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ دے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناضر است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ بزدم مسمی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت ہست یک کس را دریں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز د توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر است و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی (اذخال السان)

ترجمہ: اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ مطبوعہ ہند)

حاشیہ......☆

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں۔

انما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی یقصد بهذه الالفاظ معانیها مراءة له علی وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله و لانه من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی ﷺ

ترجمہ: ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تاکہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔ وہ کہتے ہیں اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے چاہئیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی کریم ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

(بحر الرائق تشہد ابن مسعود ج ۱ ص ۳۴۳ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لایموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی الرحمة و برکة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمته الله و برکاته۔

ترجمہ: نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)، (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

marfat.com

Marfat.com

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں۔ امام الانبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دونیاوی حی و باقی ومتصرف اند دریں جائخن نیست۔ انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی وعمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقاۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے۔

ولاتباعد عن الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مکتسبة متعددة وجدوها فی اماکن مختلفة فی ان واحد۔

ترجمہ: یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرہ الموت الفصل الثالث ج ۴ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شفا میں ہے۔

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

ترجمہ: جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لان روح النبی علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

ترجمہ: کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

(شرح شفاء للملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن الخ ج ۳ ص ۴۶۴ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند)

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اورا و درود بفرست بروے علیہ السلام وباش درحال ذکر گویا حاضر است پیش تو درحالت حیات ومی بینی تو اورا متادب با جلال وتعظیم وہیبت وحیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آں است کہ انا جلیس من ذکرنی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت وحیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ السلام

حاشیہ......☆

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

انما امر الشارع المصلی بالصلوۃ والسلام علی رسول الله ﷺ فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزوجل علی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخاطبون بالسلام مشافهة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوٰۃ وسلام کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہٰذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۶۷ باب صفت الصلاۃ کے آخر میں مع رحمۃ الامہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

marfat.com

Marfat.com

صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔
(مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ ج ۲ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام ابن الحاج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸۷ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں۔

وقد قال علمآء نا لا فرق بین موته وحیوته علیه السلام فی مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم و ذالك جلی عنده لا خفاء به۔

ترجمہ: ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات ونیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے۔اس میں پوشیدگی نہیں۔
(المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثانی ج ۴ ص ۵۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقال الغزالی سلم علیه اذا دخلت فی المسجد فانه علیه السلام یحضر فی المسجد۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔
(مرقاۃ المفاتیح ج ص مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

الانبیآء علیهم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبواطنهم وقواهم الروحانیة ملکیة ولذا ترى مشارق الارض و مغاربها تسمع اطیط السمآء وتشم رائحة جبریل اذا اراد النزول الیهم۔

ترجمہ: انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔
(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

ان سائر الانبیاء ﷺ علیهم وسلم اذن لهم فی الخروج من قبورهم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان وزمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔
(الحاوی للفتاوی تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روح نبینا ﷺ ربما تظهر فی سبعین الف صورة۔

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔
(الفتاوی الکبری کتاب الصلوۃ باب الجنائز ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلا یخفی علیه ﷺ من امور امته شیئی القریب منهم البعید۔

ترجمہ: حضور پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔
(شواہد الحق ص ۱۵۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

marfat.com

Marfat.com

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

وقیل لرسول اللہ ارء یت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم وتعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔

عن علقمۃ قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ☆

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

(شرح شفاج ۲ ص مطبوعہ مصر)، (القول البدیع للسخاوی ص ۱۸۵ مطبوعہ مدینہ منورہ)، (شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی تائید ابوداؤد و ابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۴۵۰ جلد دوم قسم چہارم حیات انبیاء میں ہے۔

اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ مثال خواہ بر آسمان وخواہ بر زمین خواہ در قبر یا غیر دے صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

ترجمہ: اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

(مدارج منبوۃ قسم چہارم وسلم حیات انبیاء ج ۲ ص ۴۵۰)

حاشیہ......☆

نیز لکھتے ہیں۔

فھی لایحجبھا شیئی من الاکوان ان مھما تباعدت الامکنۃ وتفادمت الازمان ولذلکہ یسمع الخطاب من جمیع المعلین۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔

(شواہد الحق ص ۱۵۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

☆ امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ثم لیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیقل اللھم انی اسالک من فضلک۔

ترجمہ: حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے پھر کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو کہے اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔

پس باید کہ بندہ ہمچناں کہ حق سبحانہ را بپوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ علیہ السلام را نیز ظاہر و باطن حاضر داند۔ تا مطالعہ صورت تعظیم و وقات اور ہموارہ بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بود و از مخالفت دے سرادا علاناً شرم دارد و ہیچ دقیقہ از وقائق آداب صحبت او فرد نہ گزارد۔

ترجمہ: پس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر جانے تاکہ آپ کی صورت کا دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم وقار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے اور آپ کی ظاہر و باطن میں مخالفت سے شرم کرے اور حضور علیہ السلام کی صحبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

(مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف ص ۱۶۵)

فقہاء و علماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہوا اب ہم آپ کو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور علیہ السلام کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم درمختار اور شامی کی عبارتیں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی اور عبارتیں سنیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب التشہد اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وبعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں بھجت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بود تا انوار قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر

حاشیہ...... ☆

(سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فیما یقولہ الرجل عند دخول المسجد ج ۱ ص ۱۲۶ رقم الحدیث ۴۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجماعات باب الدعا عند دخول المسجد ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۰۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۴۱ رقم الحدیث ۴۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۲۳۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا دخل احدكم المسجد فليسلم على النبی ﷺ وليقل اللهم افتح لی ابواب رحمتك و اذا خرج فليسلم على النبی ﷺ وليقل اللهم اعصمنی من الشيطان الرجيم۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے میرے اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۴۱۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابو یعلیٰ ج ۱۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۷۵۴ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

marfat.com

Marfat.com

فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔

(اشعۃ اللمعات باب التشہد ج ۳ ص ۱۸۱)، (لمعات ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ اشیش محل روڈ لاہور)

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

واحضرلی قلبك النبی علیه السلام وشخصه الكريم وقل السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مرقاۃ باب التشہد میں ہے۔ مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی صفحہ ۲۴۴ پر وہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ اللمعات کی التحیات کے بارے میں لکھی کہ نمازی کو چاہیے کہ حضور کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست — می بینمت عیان و دعامی فرستمت

عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے — میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں!

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں۔

وخوطب عليه السلام كانه اشارة الى انه تعالى يكشف له عن المصلين من امته حتى يكون كالحاضر يشهد لهم بالعقل اعمالهم و ليكون تذكر حصوره سببا لمزيد الخشوع والخضوع۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ مثل حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لئے کہ آپ کی حاضرت کا خیال زیادتی خشوع وخضوع کا سبب ہو جاوے۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہوا اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو۔ اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔

حاشیہ......☆

غیر مقلد نواب حسن خاں لکھتے ہیں۔

وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آں حضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تابہ انوار قرب واسرار معرفت منور وفائض گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہئے کہ اس معنی ومفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۵۹)

marfat.com

Marfat.com

دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے۔

وطی المسافة منه لقوله علیه السلام رویت لی الارض ویدل علیه ما قالوا فیمن کان فی المشرق ولزوج امراة بالمغرب فاتت بولد یلحقه وفی انتار خانیة ان هذه المسئلة توید الجواز۔

ترجمہ: اور راستہ طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہاء نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا اور تاتار خانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائز ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(فتاوی شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی یہی مقام۔ والانصاف ما ذکره الامام النسفی حین سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحد من الاولیآء هل یجوز القول به فقال نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة۔

ترجمہ: انصاف کی بات وہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہی جب کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(فتاوی شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لئے عالم میں چکر لگاتا ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے۔

قال الامام الغزالی والرسول علیه السلام له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة لقد راه کثیر من الاولیآء۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

انباء الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السیئات والدعآء بکشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض والبرکة فیها وحضور جنازة من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله کما وردت بذلک الحدیث والاثار۔

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی کتاب البعث رسالہ انباء الاذکیاء ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔

ارباب قلوب مشاهده می کنند در بیداری انبیاء وملائکه را وهمکلام می شوند بایشان۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء وملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اوران سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں۔

ان اعتقد الناس ان روحه و مثاله فی وقت قراء ة المولد وختم رمضان وقراء القصائد یحضر جاز۔

ترجمہ: اگرلوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضورعلیہ السلام کی روح اورآپ کی مثال مولودشریف پڑھنے اورختم رمضان اورنعت خوانی کے وقت آتی ہےتو جائز ہے۔

مولوی عبدالحیٔ صاحب رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھااور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولودشریف پڑھتے ہوتو ہم رونق افروزمجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ توہم فوراً مجلس سے واپس ہوجاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضورعلیہ السلام کی نگاہ پاک ہروقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہےاورنماز تلاوت قرآن محفل میلادشریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پراپنے جسم پاک سے تشریف فرماہوتے ہیں۔

تفسیرروح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا ارسلنك شاهداً ہے۔

فانه لما كان اول مخلوق خلقه الله كان شاهداً بوحدانية الحق وشاهداً بما اخرج من العدم الی الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والاركان والاجساد والمعادن والنبات و الحیوان والملك والجن والشیطن والانسان و غیر ذلك لئلا یشذ عنه ما یمكن للمخلوق و اسرار افعاله وعجائبه۔

ترجمہ: چونکہ حضورعلیہ السلام اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اوران چیزوں کومشاہدہ کرنے والے ہیں جوعدم سے وجود میں آئے ارواح نفوس اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اورانسان وغیرہ تاکہ آپ پررب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جوکسی مخلوق کے لئے ممکن ہے۔

(تفسیرروح البیان ج۹ص۲۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی جگہ کچھ آگے چل کرفرماتے ہیں۔

فشاهد خلقه وما جری علیه من الاكرام و الاخراج من الجنة بسبب المخالفة و ماتاب الله علیه الی اخر ما جری الله علیه وشاهد خلق ابلیس وما جری علیه۔

ترجمہ: حضورعلیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کاپیداہونا ان کی تعظیم ہونااور خطاپر جنت سے علیحدہ ہونااور پھرتوبہ قبول ہونا آخر تک کے سارے معاملات جوان پرگزرے ہیں کو دیکھااورابلیس کی پیدائش اور جوکچھ اس پرگزرا اس کوبھی دیکھا۔

(تفسیرروح البیان ج۹ص۲۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہرایک کے ایک ایک حالات کامشاہدہ فرمایا۔

یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کراسی مقام پرفرماتے ہیں۔

قال بعض الكبار ان مع كل سعید رفیقة من روح النبی علیه السلام هی الرقیب العتید علیه ولما قبض الروح المحمدی عن ادم الذی كان به دائما لایضل ولا ینسی جرے علیه ما جری من النسیان وما یتبعه۔

ترجمہ: بعض اکابر نے فرمایا کہ ہرسعید کے ساتھ حضورعلیہ السلام کی روح رہتی ہےاور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہےاور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اوراس کے نتائج ہوئے۔

(تفسیرروح البیان ج۹ص۲۳ مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔
روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور علیہ السلام کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

واذا سمعت فعنك قولا طيبا　　　واذا نظرت فلا ارى الاك!

جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں　　　اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

چوتھی فصل ...... حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کو بعد لحاظ صلہ من انفسهم کے دیکھئے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ترجمہ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمعیل دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت جب عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں۔اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کوشش اور جذب کی موجیں احدیت کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کرلے جاتی ہے تو انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی کنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصربه ويده التى يبطش بها اور ایک اور روایت کی رو سے لسانه الذى يتكلم به اسی حالت کی حکایت ہے۔اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنافی اللہ ہوجاتا ہے۔تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے۔یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فنافی اللہ ہوسکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوئے۔امداد السلوک صفحہ ۱۰ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دوراست اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ رابیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔شیخ رابقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ رالسان قلب ناطق می شود وبسوئے حق تعالیٰ راہ مے کشاند وحق تعالیٰ اورا محدث می کند۔

ترجمہ: مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے

marfat.com
Marfat.com

حکم سے ضرور القاء کریگی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

(امداد السلوک ص ۱۰)، (الشہاب الثاقب ص ۶۱۔۶۲ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں

1...... پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا

2...... مرید کا تصور شیخ میں رہنا

3...... پیر کا حاجت روا ہونا

4...... مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے

5...... پیر مرید کو القا کرتا ہے

6...... پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں ﷺ ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا و للہ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آناً فاناً مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار و شیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ لہذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان عبارات سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

پانچویں فصل...... حاضر و ناظر ہونا کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات جان کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیائے کرام یا آئندہ اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ السلام کو عطا فرما دیئے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فبھدٰھم اقتدہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۹۰) آپ ان سب کی راہ چلو۔ اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔

فجمع اللہ کل خصلۃ فی حبیبہ علیہ السلام۔

ترجمہ: اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نیز مولوی محمد قاسم صاحب تحذیر الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ ﷺ سے لے کرامتوں کو پہنچاتے ہیں۔ غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن واحادیث واقوال علماء سے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام اعلیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ ہم نے اس بحث حاضر و ناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

(۱) روح البیان اور خازن وتفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷ سورہ انعام۔

حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا۔

ترجمہ: یہاں تک کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو وفات دیتے ہیں اس کو ہمارے رسول۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۱)

آیت ۶۱ کے تحت ہے جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شآء۔

ترجمہ: یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے۔

ليس على ملك الموت صعوبة فى قبض الارواح وان كثرت و كانت فى امكنة متعددة۔

ترجمہ: ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگر چہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ما من اهل بيت شعر ولا صدر الا ملك الموت يطيف بهم يوماً مرتين۔

ترجمہ: کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فضل الاذان الفصل الثالث ص ۶۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے۔ ویمسک اخری اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنافانا جسم

marfat.com

Marfat.com

میں آ کر داخل ہوگئی اور آدمی بیدار ہوگیا۔ روح البیان زیر آیت۔ وھو الذی یتوفکم بالیل (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۰) ہے۔
فاذا انتبہ من النوم عادت الروح الی جسد باسرع من لحظۃ۔

ترجمہ: یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لحظہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔
(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنویں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت ان یجعلوہ فی غیابت الجب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) حضرت خلیل نے حلق اسمٰعیل پر چھری چلائی ابھی چھری روانہ نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع دنبہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰) معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔ رہی یہ بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا نہیں کہ وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ حضور براق پر تشریف لے گئے۔ اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش واقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں۔ اب اگر کسی میت کے خویش واقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آنا فانا سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں۔ خدا کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ماننا۔ یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ السلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

(۲) دنیا میں پانی اور دانہ ہر جگہ موجود نہیں۔ بلکہ خاص خاص جگہ ہے۔ پانی تو کنویں اور تالاب دریا وغیرہ میں ہے دانہ کھیت یا گھروں وغیرہ میں۔ مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) حضور علیہ السلام تمام عالم کی اصل ہیں۔ وکل الخلق من نوری اوراصل کا اپنی فرع میں مادہ کا سارے مشتقات میں ایک کا سارے عددوں میں رہنا ضروری ہے۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر اک میں ہیں
وہ ہیں ایک علم حساب کے
بنے دو جہاں کی وہ ہی بناء
وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

دوسرا باب

مسئلہ حاضر وناظر پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)...... ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہے علی کل شئی شھیدا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۳۳) بکل شئی محیط۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) لہٰذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب:۔ ہر جگہ میں حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لایجری علیہ وزمان ولا یشتمل علیہ مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور وغلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ثم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بکل شیء محیطا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما وقدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لا مکاں کے مکیں ہوئے   سر عرش تخت نشین ہوئے؟
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں   وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بفرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیوۃ سمع بصر وغیرہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر وناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدیم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات

marfat.com
Marfat.com

وغیرہ مگران میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض (۲)......قرآن کریم فرماتا ہے:

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۴)

حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے کے لئے۔

وما کنت لدیھم اذا جمعوا امرھم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۰۲)

وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی۔

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۴۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بہ ایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں **وما کنت بجانب الطور الآیة** کی تفسیر میں ہے۔

وھذا بالنظر الی العالم الجسمانی لاقامة الحجة علی الخصم واما بالنظر الی العالم الروحانی فھو حاضر رسالة کل رسول وما وقع من لدن ادم الی ان ظھر بجسمه الشریف۔

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

(تفسیر صاوی سورہ قصص)

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق صدق کو لئے ہوئے جلوہ گر ہیں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۰)

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہٰذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا۔

اللہ مولنا و لا مولی لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت وحکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم وکرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر وقہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر بایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض (۳)

......قرآن کریم فرماتا ہے:

ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم۔

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہوگئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔

جواب:۔ اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض (۴)

...... بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے لاتنفقوا علی من عند رسول اللہ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن ابی نے بارگاہ الٰہی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا فصدقھم و کذبنی حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کردی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۴ ص ۱۸۵۹ رقم الحدیث ۴۶۱۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

جواب عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرما دینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن نے زید کی گواہی دی تب اس گواہی سے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ۔ رب العلمین امت مصطفیٰ علیہ السلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ واللہ ربنا ما کنا مشرکین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے کذبنی کے معنی ہیں کہ میری

marfat.com

Marfat.com

بات نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا۔ کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نور آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمدیہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

اعتراض (۵)......ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

لایبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر۔

ترجمہ: کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب:۔ انبیائے کرام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بناؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے **ذرونی ما ترکتکم** جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔

اعتراض (۶)......بیہقی میں ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ۔

ترجمہ: جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۴۲ رقم الحدیث ۱۹۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۱۵۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
(فتح الباری ج ۶ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:۔ اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں۔ اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں۔ اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے تو دور و قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے منی و پیش در یمنی
گر با منی دور یمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں۔ ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آ گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس کو ہو جاوے۔

marfat.com
Marfat.com

جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا بعد وفاتك قال وبعد وفاتی۔

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

حاشیہ......☆

میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن قتیبة ثنا جسر بن فرقد عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ ثم حیاتی خیرلکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیه وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب علامات النبوۃ باب فی حیاته ووفاته ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلاۃ فیه فان صلاتکم معروضة علی۔

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عرضت علی امتی باعمالها حسنها وقبیحها۔

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عرضت علی امتی البارحة لدی هذه الحجرة حتی لانا اعرف بالرجل منهم من احدکم بصاحبه۔

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیه وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

(البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸۔۳۰۹ رقم الحدیث ۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواه البزار ورجاله رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب ما یحصل لامتہ ﷺ استغفار بعد وفاتہ ج ۹ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذلك استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ ﷺ من اجلہ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب السابع والاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج ۲ ص ۸۰۹۔۸۱۰ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۲۔۲۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۴۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة واشتد غضب اللہ علی الزناة۔

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ترجمہ عمران القصیر ۳۵۸ ج ۶ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء وعلی الأباء والامہات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتهم وتزداد وجوههم بیضا ونزهة فاتقوا اللہ تعالیٰ ولاتؤذوا موتاکم۔

ترجمہ: ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بداعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

(نوادر الاصول الاصل السابع والسبعون والمائۃ الخ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ ج ۴ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳۔۱۸۴ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

جلاء افہام مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ صفحہ ۷۳ انیس الجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل یوم الاثنین و الجمعة بعد وفاتی فانی اسمع صلوتکم بلاواسطة۔
ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلاواسطہ سنتا ہوں۔

اعتراض (۷)......فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔
لیس من یوم الا تعرض فیه علی النبی ﷺ اعمال امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم واعمالهم۔
ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی ﷺ
(کتاب الزہد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات الجزء الرابع ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔
حیاتی خیرلکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رایت خیرا حمدت الله وان رایت شرا ذلك استغفرت الله لکم۔
ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔
(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ا ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں۔
وذلك کل یوم کما ذکره المؤلف وعده من خصوصیاته ﷺ وتعرض علیه ایضا مع الانبیاء والاباء یوم الاثنین والخمیس۔
ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔
(التیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ا ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

نسیم الریاض میں ہے۔
ذکر العراقی فی شرح المهذب انه ﷺ عرضت علیه الخلائق من لدن ادم علیه الصلوة والسلام الی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم ادم الاسماء۔
ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور ﷺ پر

marfat.com
Marfat.com

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین والوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جاو قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب:۔ فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانے گے ہی۔ بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر السلام علیک ایھا النبی کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہٰذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی قدرت تمام مقدورات الٰہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب **ویکون الرسول علیکم شھیدا** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

حاشیہ......☆

عرض کی گئیں تو حضور ﷺ نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔
(نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض' الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ ج ۲ ص ۲۰۸)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

پہلی روایت ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

(نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

نیز لکھتے ہیں۔

مجموعی روایات سے خلاصہ علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا...... یہ تو دائما ثابت ہیں۔
(نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

marfat.com
Marfat.com

اعتراض (۸)......اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہئیے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو فرشتے۔ قرآن، خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض (۹)......بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ "رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں" رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہدہد نے کہا کہ احطت بما لم تحط به (پارہ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہدہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ نواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو سو سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس برس کی لہٰذا عبادت میں حضور سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الٰہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شان نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمعون بنی اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لیلة القدر خير من الف شهر (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانو تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ بکواس ہے۔ قرآن

marfat.com
Marfat.com

کریم فرماتا ہے۔

وقال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک۔

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کردونگا۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰)

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبہ وسلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العلمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت **فصیام شهرین متتابعین** (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نساء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کا آصف کو بلقیسی تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ نے اپنے درجہ سے اترنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ دیا لہٰذا اس سے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔

حاشیہ ......☆

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

فالجمهور ومنهم ابن عباس ویزید بن رومان والحسن علی انه آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل، واسم امه باطورا من بنی اسرائیل کان وزیر سلیمان علی المشهور وفی مجمع البیان انه وزیره وابن اخته وکان صدیقا یعلم الاسم الاعظم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھا مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔

(تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۴۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہوجاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہوجاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہوکر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

(نظم الدرر ج ۵ ص ۴۲۶۔۴۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

نیز ہدہد نے عرض کیا کہ احطت بمالم تحط بہ (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ این جسم شریف مشاہدہ فرماتے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الٰہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہدہد چڑیا کے ذریعہ ہو تاکہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تاکہ قحط سالی پڑے اور آپ کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا ہدہد کی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام وضو فرما رہے تھے موزے اتار کر رکھ دیئے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آ کر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ اس سے میں نے آپ کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے توجہی میں اس کو پہن لیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

مار در موزہ بہ بینم از ہوا ۔۔۔ نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔

گرچہ ہر غیب خدا ما را نمود ۔۔۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

(مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسول خدا ﷺ دفتر سوم ص ۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آج بہت تیز بارش آئی اور آپ قبرستان میں تھے آپ کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

حاشیہ......☆

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہننے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم انی اعوذ بك من شر من یمشی علی بطنہ وشر من یمشی علی رجلین وشر من یمشی علی اربع۔

marfat.com
Marfat.com

عرض کیا کہ آپ کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب
چشم پاکت را خدا باران غیب!
نیست ایں باراں ازیں ابر شما
ہست باراں دیگر و دیگر سما!

اے محبوبہ اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

اعتراض (۱۰)......اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:۔ جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے۔ اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پاوروں کے قمقمے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ۳/۷۲۷۔۱ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ ﷺ المتعلقہ بتکلیم البہائم لہ وشہادتہا برسالتہ الخ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله اذا اراد الحاجة ابعد قال فذهب يوماً فقعد تحت سمرة ونزع خفيه قال ولبس احدهما فجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلق به في السماء فانسلت منه اسود سالح فقال رسول الله هذه كرامة اكرمني الله بها......

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جا کر اس کو الٹا تو اس میں سے کینچلی اترا ہوا کالا سانپ برآمد ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

(البدایہ والنہایہ حدیث آخر فی ذلک فیہ غرابۃ ج ۶ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اعتراض (۱۱)...... اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور ہی امام ہونے چاہئیں۔

جواب:۔ کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کی حیات شریف میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضور کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرما رہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کیونکہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضور پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔

☆..................☆

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث

اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ:۔ نبی کی تعریف اور ان کے درجات کے بیان میں

عقیدہ:۔ نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہٰذا نبی نہ تو غیر انسان ہو اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۷)

معلوم ہوا کہ جن، فرشتہ، عورت، وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے۔ عقیدہ نبی ہمیشہ اعلیٰ خاندان اور عالی نسب میں سے ہوتے ہیں اور نہایت عمدہ اخلاق ان کو عطا ہوتے ہیں۔ ذلیل قوم اور ادنیٰ حرکات سے محفوظ (بہار شریعت)

بخاری جلد اول کے شروع میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم کے پاس حضور علیہ السلام کا فرمان عالی پہنچا کہ اسلم تسلم اسلام لے آ سلامت رہے گا۔ تو ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کیف نسبه فیکم تم میں ان کا خاندان ونسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا هو فینا ذو نسب وہ ہم میں نہایت اعلیٰ خاندان والے ہیں یعنی قریشی ہاشمی ومطلبی ہیں ﷺ۔ اس کے جواب میں ہرقل نے کہا و کذالك الرسل تبعث فی قومها ہمیشہ انبیائے کرام عالی قوم واعلیٰ خاندان میں بھیجے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم باب کتاب النبی ﷺ الی ھرقل یدعوہ الی الاسلام ج ۳ ص ۱۳۹۳ رقم الحدیث ۱۷۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۳۰۹۔۳۱۰ رقم الحدیث ۱۱۰۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء کیف یکتب الی اھل الشرک ج ۵ ص ۶۹ رقم الحدیث ۲۷۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عالی خاندان میں تشریف لاتے ہیں۔

تنبیہ: ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر قوم میں نبی آئے یعنی معاذ اللہ بھنگیوں، چماروں، ہندوؤں، بدھ اور چینی وغیرہ میں ان ہی کی قوم سے آئے۔ لہٰذا لال گرو، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ چونکہ نبی تھے اس لئے ان کو برا نہ کہو قرآن فرماتا ہے۔ لکل قوم هاد ہر قوم میں ہادی ہیں نیز عورتیں بھی نبی ہوئی ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہ السلام کو وحی ہوئی اور جس کو وحی ہو وہ نبی ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۷) وغیرہ لہٰذا یہ عورتیں نبی ہیں۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں اول تو اس لئے کہ وہ آیت پوری نہیں بیان کی اور ترجمہ بھی درست نہ کیا۔ آیت یہ ہے۔ انما انت منذر ولکل قوم هاد (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۷) تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ یعنی ہر قوم کا ہادی ہونا حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ دیگر انبیاء خاص خاص قوموں کے نبی ہوتے تھے اور اے محبوب تم ہر قوم کے نبی ہو۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کے یہ ہی معنی ہیں کہ ہر قوم میں ہادی ہوئے تو یہاں کہاں ہے کہ ہر قوم میں اس ہی قوم سے ہادی ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اشرف قوم میں نبی آئے۔ دیگر قومیں بھی ان کے ماتحت رہیں۔ حضور علیہ السلام قریشی ہیں۔ مگر پٹھان، شیخ، سید غرضیکہ ساری قوموں بلکہ ساری مخلوق کے نبی ہیں نیز لفظ ہادی عام ہے کہ نبی ہو یا غیر نبی۔ تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم میں اس قوم میں سے بعض بعض کے لئے رہبر ہوئے۔ بلکہ مہادیو، کرشن وغیرہ کی ہستی کا بھی شرعی ثبوت نہیں قرآن وحدیث نے ان کی خبر نہ دی۔ صرف بت پرستوں کے ذریعہ ان کا پتہ لگا وہ بھی اس طرح کہ کسی کے چار ہاتھ کسی کے چھ پاؤں۔ کسی

marfat.com

Marfat.com

کے منہ پر ہاتھی کی سی سونڈ کسی کے چوتڑ پر لنگور کی سی دم۔ ان کے نام بھی گھڑے ہوئے اور ان کی صورتیں بھی۔ رب نے عرب کے بت پرستوں کو فرمایا۔

ان هی الا اسماء سمیتموها انتم واباء کم۔

ترجمہ: یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲۳)

جب ان کے ہونے کا ہی یقین نہیں تو انہیں نبی مان لینا کون سی عقلمندی ہے۔

دوسرا قول اس لئے غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں القاء یا الہام کیا گیا تھا جسے قرآن نے اوحینا سے تعبیر کیا وحی بمعنی الہام بھی آتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے واوحی ربلک الی النخل (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۶۸) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی۔ یہاں وحی بمعنی دل میں ڈالنا ہے حضرت مریم علیہ السلام کو بھی وحی تبلیغی نہ تھی اور نہ وہ تبلیغ احکام کے لئے بھیجی گئی نیز فرشتے کا ہر کلام وحی نہیں اور ہر وحی تبلیغی نہیں بعض صحابہ نے ملائکہ کے کلام سنے ہیں اور بوقت موت اور قبر و حشر میں سب ہی ملائکہ سے کلام کریں گے حالانکہ سب نبی نہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔

عقیدہ:۔ کوئی شخص اپنی عبادات واعمال سے نبوت نہیں پا سکتا۔ نبوت محض عطاء الٰہی ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت رکھے اور غیر نبی خواہ غوث ہو یا قطب ابدال یا کچھ اور نہ تو نبی کے برابر ہو سکتا ہے نہ اس سے بڑھ سکے یہ چند امور خیال میں رہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ نبی علیہ السلام کو بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔ ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ کیونکہ وہ ہی ابو البشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں ہیں خود فرماتے ہیں کنت نبیا وادم بین الماء والطین اس وقت حضور نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی یا دادا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو هذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ﷺ کہہ لے۔ اسی طرح جو کہتے دیتے ہیں کہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحیٰ تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسا اے آقا میں تیرے قربان اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

(۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔

لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون۔

ترجمہ: اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۲)

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔ نخوانید اورا بنام مبارک او چنانکہ می خوانید بعضے از شما بعض را بلکہ بگوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ با توقیر و توضیح۔ نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ توقیر و عزت کے ساتھ۔ تفسیر روح البیان زیر آیت لاتجعلوا ہے۔

والمعنى لاتجعلوا نداء كم اياه وتسميتكم له كنداء بعضكم بعضا لاسمه مثل يا محمد ويا ابن عبدالله ولكن بلقبه المعظم مثل يا نبي الله ويارسول الله كما قال الله تعالى يا يها النبي و يا يها الرسول۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یا ایها النبی یا ایها الرسول۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین و محدثین سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں کلام میں ہر ادا میں۔

(۲) دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے۔ تو اگر چہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور علیہ السلام تو خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن ماں بیوی بیٹی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جداگانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جو ان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسمٰعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کر دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔

(۳) رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے۔ اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

(۴) خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو یا محمد یا اخا مومنین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا ایها النبی، یا ایها الرسول، یا ایها المزمل، یا ایها المدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

(۵) قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۵)

ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون۔

ترجمہ: اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو وغیرہ وغیرہ۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۳۶ آیت نمبر ۱۵)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا۔

خلقتنی من نار و خلقته من طین۔

ترجمہ: خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

مطلب یہ کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔

دوسرا باب

مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)......قرآن فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶)

اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حضور بھی ہماری طرح بشر ہیں اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ جھوٹی ہو جاوے گی۔

جواب:۔ اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو۔ تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور علیہ السلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار و تواضع فرماویں یہ نہیں کہ قولوا انما ہو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے ہم تو فرمائیں گے شاهدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنه و سراجا منیرا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴۵، ۴۶) ہم تو فرمائیں گے یا ایها المزمل یا ایها المدثر وغیرہ ہم تو آپ کی شان بڑھائیں گے آپ انکسار ا یہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس میں سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آوازیں نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کفار میں سے ہی ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہو سکتا ہے ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا ایکم مثلی طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر پیچھے کھڑے ہو کر بولتے ہیں تا کہ طوطا اپنا عکس آئینہ میں دیکھ کر سمجھے کہ یہ میرے جنس کی آواز ہے انبیائے کرام رب کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔ گفت من آئینہ مشتول دوست۔ یہ عکس کا لحاظ ہے دوسرے اس طرح کہ مثلکم پر آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آرہا ہے۔ یوحی الی یوحی الی کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دیگر حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر ناطق ہے تو ناطق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا کہ اس قید سے زید تو اشرف

marfat.com

Marfat.com

المخلوقات انسان ہوا۔ اور دوسرے حیوانات اور شئے اسی طرح وحی کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتادیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے اولاً بشر پھر شہید پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتار پھر قطب پھر غوث الاعظم پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجر پھر صدیق پھر نبی پھر رحمۃ للعالمین وغیرہ یہ ۲۷ مراتب کا اجمالی ذکر ہے۔ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ تو عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے اللہ ہماری موجودیت اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ایسے ہی ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔☆

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

حضور علیہ السلام کی بشریت ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔

حاشیہ......☆

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی زهیر بن حرب قال انا جریر عن منصور عن هلال بن یساف عن ابی یحیی عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال حدثت ان رسول الله ﷺ قال صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة قال فاتیته فوجدته یصلی جالسا فوضعت یدی علی راسه فقال مالك یا عبدالله بن عمر وقلت حدثت یارسول الله ﷺ انك قلت صلوة الرجل قاعداً علی نصف الصلوة وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحد منکم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔

(صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا وفعل بعد قائمۃ وبعضها قاعدا ج ا ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۷۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی باب صلاۃ التطوع قاعدا کصلاۃ قائما وان لم یکن بہ علۃ ج ۷ ص ۶۲ رقم الحدیث ۳۱۶۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ امرهم من الاعمال بما یطیقون قالوا انا لسنا کهئاتك یارسول الله ﷺ......

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ وان المعرفۃ الخ ج ا ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس عن النبی ﷺ قال لاتواصلو قالوا انك تواصل قال لست کاحد منکم قال انی اطعم واسقی او انی ابیت اطعم واسقی۔

marfat.com

Marfat.com

تیسرے اس طرح کہ قرآن کریم میں ہے۔ **مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح** (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) رب کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشنی ہے اسی طرح قرآن میں ہے۔

وما من دآبة فی الارض ولاطائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے الو جیسا ہے ہرگز نہیں نیز انما کا حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت ماروت کا کہنا **انما نحن فتنة**۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان عبادات معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کا کلمہ ہے انا رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جاویں۔ (۲) حضور علیہ السلام کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا ہے (۳) ہمارے لئے

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا وصلی روزے نہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی کراھیة الوصال للصائم قال ابوعیسیٰ حدیث انس حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۷۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی روایت کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال انی لست مثلکم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۲۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

انی لست کھیئتکم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۲۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح یہ الفاظ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ارکان اسلام پانچ حضور علیہ السلام کے لئے چار یعنی آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوۃ۔ (۵) ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک (۵) ہم کو چار بیویوں کی اجازت حضور علیہ السلام کے لئے کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہیں۔ (٦) ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں وازواجہ امھاتھم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ٦) کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں ولاتنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۳) ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور کی میراث نہ بٹے (۸) ہمارا پیشاب پاخانہ ناپاک۔ حضور علیہ السلام کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک (دیکھو شامی باب الانجاس) مرقات باب احکام المیاہ فصل اول میں ہے ومن لم اختار کثیر من اصحابنا طھارۃ فضلاتہ اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں ہے۔ ولذا حجمہ ابو طیبۃ فشرب دمہ اسی طرح مدارج النبوۃ میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔☆

حاشیہ......☆

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

قال وایکم مثلی۔

ترجمہ: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب التنکیل لمن اکثر الوصال الخ ج ۲ ص ۶۹۲ رقم الحدیث ۱۸۶۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

☆امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنی مخلد بن جعفر ثنا محمد بن جریر ثنا موسی بن عبدالرحمن المسروقی ثنا ابراھیم بن سعد ثنا المنھال بن عبیداللہ عمن ذکرہ عن لیلی مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنھا قالت دخل رسول اللہ ﷺ لقضاء حاجتہ فدخلت فلم ار شیئا ووجدت ریح المسک فقلت یارسول اللہ ﷺ انی لم ار شیئا قال ان الارض امرت ان تکیفہ منا معاشر الانبیاء۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آرہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ ﷺ نے فرمایا بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

(مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۹۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۴۴۲ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن کامل القاضی ثنا عبداللہ بن روح المداینی ثنا شبابۃ ثنا ابو مالک النخعی عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی عن ام ایمن رضی اللہ عنھا قالت قام النبی ﷺ من اللیل الی فخارۃ من جانب البیت فبال فیھا فقمت من اللیل وانا عطشی فشربت من فی الفخارۃ وانا لا اشعر فلما اصبح النبی ﷺ قال یا ام ایمن قومی الی تلک الفخارۃ فاھریقی ما فیھا قلت قد واللہ شربت ما فیھا قال فضحک رسول اللہ ﷺ حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا یفجع بطنک بعدہ ابدا۔

ترجمہ: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا آپ ﷺ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات میں اٹھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا رسول اللہ ﷺ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۱۰۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۷۵۴۹)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۳۲۲۵۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۳۴۳ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔

قال صحة یا ام یوسف و کانت تکنی ام یوسف فما مرضت قط حتی کان مرضها الذی ماتت فیه۔

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

حافظ سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن احمد بن حنبل ثنا یحیی بن معین ثنا حجاج بن محمد عن جریج عن حکیمة بنت امیمة عن امها امیمة قالت کان النبی ﷺ قدح من عیدان یبول فیه ویضعه تحت سریره فقام فطلب فلم یجده فسال فقال این القدح قالوا شربته برة خادم ام سلمة التی قدمت معها من ارض الحبشة فقال النبی ﷺ لقد احتظرت من النار بحظار بهیسة۔

ترجمہ: حکیمہ بنت امیمہ بنت رفیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا آپ نے فرمایا تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۰۵-۲۰۶ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۷۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۵۲۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ قال الهیثمی رواه الطبرانی ورجاله رجال عبد الله بن احمد بن حنبل وحکیمة وکلاهما ثقة مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۴ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الزبیر انه اتی النبی ﷺ وهو یحتجم فلما فرغ قال یا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراه احد فلما برزت عن رسول الله ﷺ عمدت الی الدم فحسوته فلما رجعت الی النبی ﷺ قال ما صنعت یا عبد الله قال جعلته فی مکان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ویل لك من الناس وویل للناس معك۔ رواه الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر هند بن القاسم وهو ثقة۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ فصد لگوا رہے تھے

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے اوجھل ہو تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا جب میں واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ تم نے کیا کیا انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا تم پر افسوس لوگوں کی طرف سے اور لوگوں کو افسوس ہو تمہاری طرف سے اس حدیث کو طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ و دمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۰ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۶۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابراهیم بن حمزة الزبیری حدثنا اسماعیل بن الحسن الخفاف المصری ثنا احمد بن صالح انا محمد بن اسماعیل بن ابی فدیك عن بریة عن بن عمر بن سفینة مولی رسول الله ﷺ عن ابیه عن جده قال احتجم فقال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطیر والناس فتغیبت فشربته ثم ذکرت ذلك له فضحك۔

ترجمہ: بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی آپ ﷺ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کر دو میں نے اس کو چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ ہنسے۔

(طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۴۳۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ و دمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری ان اباه مالك بن سنان لما اصیب رسول الله ﷺ فی وجهه یوم احد مص دم رسول الله ﷺ وازدرده فقیل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ خالط دمی دمه لا تمسه النار رواه الطبرانی فی الاوسط ولم ارفی اسناده من اجمع علی ضعفه۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں حضور ﷺ کے زخم کا خون مبارک پی رہا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

کانت تفرکه من ثوبه ﷺ لا مکان ان یقال له منیه طاهر فلا یقاس علی غیره والحق ان حکمة حکم جمیع المکلفین فی الاحکام التکلیفه الا فیما خص بدلیل قد تکاثرت الادله علی طهارة فضلاته وعد الائمة ذلك فی خصائصه فلا یلتفت الی ما وقع فی کتب کثیر من الشافعیة مما یخالف ذلك فقد

marfat.com

Marfat.com

یہ شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

بے مثل حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو
نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے مثلیت کے کیا معنی۔

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے بشر مثلکم یہ نہیں ہے کہ انسان مثلکم بشر کے معنے ہیں ذو بشرہ۔یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا۔بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو۔تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ وروپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یوحیٰ الی (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶) ہم صاحب وحی ہیں یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے۔ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔قدرت الٰہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کردے۔حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کردے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شوربا اور بوٹیاں بڑھا دے۔آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی جوڑ دے۔حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کحل الجواہر کا کام دے۔آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن کا مطالعہ کرو۔ ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک وعنبر سے بہتر خوشبو ﷺ

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں ودر حقیقت متشابہات اند علماء آں رامعانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند۔یہ آیات حقیقت میں متشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ید اللہ فوق ایدیھم (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۰) یا مثل نورہ کمشکوۃ (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ متشابہات ہیں۔اسی طرح انما بشر وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

حاشیہ......☆

استقر الامر بین ائمتهم علی القول بالطهارة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی طاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو دیکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

(فتح الباری قولہ باب الماء ای حکم الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ساتویں اس طرح کے روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا ایکم مثلی تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں فرمایا لکنی لست کاحد منکم لیکن ہم تمہاری طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا اپنا مثلہ ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کہ تفسیر روح البیان سورہ مریم میں کھیعص کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت حقی، صورت ملکی بشریت کا ذکر انما انا بشر (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۸) حقی کا ذکر ہوا۔ من رانی فقد رای الحق جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر فرمایا لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی۔ معراج میں سدرہ پہنچ کر طاقت جبریلی ختم ہوگئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء تھی اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بشر مثلکم میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبداللہ ہوں نہ اللہ ہوں۔ نہ ابن عبداللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن عبداللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صدہا معجزات دیکھ کر نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبداللہ ورسولہ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ از یر آیت فقال الملاء الذین کفروا (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۷) قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے لہٰذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں تم تو دکھا دو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو پیغمبر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں اور وہ ان کا کمال ہے دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۳) یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا انی کنت من الظلمین (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۷) موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فعلتھا اذا و انا من الضالین (پارہ ۱۹ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۲۰) لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

اعتراض (۲)......حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا واکرموا اخاکم تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

اعتراض (۳)......قرآن فرماتا ہے۔

والی مدین اخاھم شعیبا والی ثمود اخاھم صلحا والی عاد اخاھم ھوداً۔

ترجمہ: ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷)

جواب:۔ حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب وصالح وہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اخاھم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو

marfat.com

Marfat.com

برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

اعتراض (۴)......قرآن کہتا ہے۔ انما المومنون اخوۃ (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہٰذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب:۔ پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المومن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲۳) اور ہر مومن آپس میں بھائی ہے۔ لہٰذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھابھی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن کریم) لہٰذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

فالصدق فی الغار و الصدیق لم یریا — یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے۔

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اس کی تفصیل ہم جواب نمبر ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض (۵)......حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب:۔ اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرما دیا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستہ خوابیم و خورد!

ایں نہ دانستند ایشاں از عمی — ہست فرقے درمیاں بے انتہا

ہر دو یک گل خورد و زنبور و نحل — زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا — واں خورد گردد ہمہ نور خدا

کفار نے کہا ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہو گئی تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف بادشاہ تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

محمد بشر لا کالبشر — یاقوت حجر لا کالحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں — یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

marfat.com

Marfat.com

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہئیے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہے پھر تم کلمہ میں عبدہ ورسولہ کیوں کہتے ہو؟

جواب:۔ یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا خلق الانسان علمہ البیان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۳،۴) اور اسری بعبدہ لیلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۱) لہذا یہ الفاظ تعظیما کہنا جائز ہیں اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنی ہیں۔ مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر　　　　او سراپا انتظار او منتظر

حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

اعتراض (۶)...... شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کان بشر من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

جواب:۔ بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتا اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے صدیقہ الکبریٰ تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت تصدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہونگے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمادیا ھذا اختی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔ سب یہ ہی فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم　　　　زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است

هزار بار بشویم دهن بمشک و گلاب　　　　هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے۔ وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔ قرآن

marfat.com

Marfat.com

فرماتا ہے:

یایها الذین امنوا اذانا جیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقة۔

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔ تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کئے (تفسیر خازن یہ ہی آیت) پھر یہ حکم اگر چہ منسوخ ہو گیا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہمکلام ہو تو صرف وضو کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا؟

☆.................☆

marfat.com

Marfat.com

رسالۂ نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیاً وادم بین المآء والطین واصحابہ الطاھرین الی یوم الدین۔

جاننا چاہیئے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشے ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔ یعنی انہیں کے سر پر اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسری میں تھا یہ ہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہ ہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہوگئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہوگئے اب یہ حال ہوگیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بد تہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے ٹکڑوں سے گزارہ کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر وحنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر وتلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیان بدر وحنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرماوے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ کے نور ہیں اور سارے علم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام "رسالہ نور" رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہ ہی طریقہ ہوگا۔ جو جاء الحق اور سلطنت مصطفیٰ وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب کیے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث شریفہ بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ التوکل والیہ المآب

احمد یار خاں بدایونی

marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں۔

(۱)۔ نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔ چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔ اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔ چراغ۔ لالٹین کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

(۲)۔ نور دو طرح کا ہوتا ہے۔ نور حسی اور نور عقلی۔ نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔ چراغ وغیرہ کی روشنی۔ نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔ روشنی ہے۔ اس معنی سے اسلام کو قرآن کو۔ ہدایت کو۔ علم کو نور کہا جاتا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔

الله ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

ترجمہ: اللہ مددگار ہے مومنوں کا انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

وانزلنا الیکم نورا مبینا۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف کھلی روشنی اتاری۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔

ترجمہ: رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب ﷺ کو نور فرمایا:

ومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس۔

ترجمہ: تو کیا وہ جو مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کے لیے نور بنایا۔ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

افمن شرح الله صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ۔

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا۔

ترجمہ: اے رب ہمارے ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما۔

وانزلنا التورٰۃ فیہ ھدی ونور۔

ترجمہ: اور ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فان العلم نور من الہ وان النور لایعطی لعاص۔

ترجمہ: بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گنہ گار کو نہیں ملتا۔

(۳)۔ نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ مظھر للغیر۔ یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا بھی دو طرح کا ہے حسی اور عقلی۔ چاند سورج۔ بجلی۔ گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں اور علم۔ ہدایت اسلام۔ قرآن وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۴)۔ اللہ تعالیٰ حقیقۃً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرمادیا وہ ظاہر ہو گیا۔ باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً ابداً سمیع۔ بصیر۔ حی۔ علیم۔ خبیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے بصیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے خبیر بھی ہے۔ اپنے لئے فرماتا ہے۔

انه هو السميع البصير۔

ترجمہ: بے شک وہ رب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔ دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعاً بصيراً۔

ترجمہ: ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا۔ آزمائش کو۔ پھر اسے سمیع و بصیر فرمایا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالیٰ بذات خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

(۵) حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ بلاواسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگالو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو۔ جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آ گیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلاواسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔ کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

واذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين۔

ترجمہ: اور جب میں انہیں درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وروح منه۔

ترجمہ: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی روح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام اللہ کی روح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔ بلکہ بلاواسطہ ماں باپ یا بلاواسطہ اب انہیں رب نے روح بخشی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلاواسطہ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

(۶) ایک ہے شخص محمدی۔ دوسری ہے حقیقت محمدیہ۔ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں بی بی آمنہ خاتون سے ہے۔ تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔ بی بی آمنہ خاتون کا نور نظر ہونا۔ حضرت عائشہ

marfat.com

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہونا۔ حضرت ابراہیم طیب وطاہر وفاطمہ زہرا کا والد نامدار ہونا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں۔

حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے۔ بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور ﷺ ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔

ترجمہ: ہم اس وقت میں نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ تسلیما کثیرا وذکر شی من البشارات بذلک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸-۶۰۹ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۳)، (المقاصد الحسنۃ ۵۲۰-۵۲۱)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۲۹)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۳۴۷ برقم ۴۲۷ وج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۴۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴ رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۲۷ برقم ۴۵۸۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم میں سے ہے نہ بشر ہے **مثلکم** ہے نہ کسی کی باپ۔ نہ کسی کی اولاد۔ بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا۔ اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔ تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابوالبشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی کی نہیں۔ حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت وجگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان ومکین سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔ اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔ اور مغز کے دوسرے احکام۔ پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمدیہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔ نور ہونا۔ برہان ہونا۔ رب کی دلیل ہونا۔ اسی حقیقت محمدیہ اور اسی کے صفات ہیں۔ اس مضمون کو مثنوی شریف میں بہت شرح وبسط سے بیان فرمایا۔ اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیر آیت **ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ** فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں۔ لہٰذا حضور ابوالارواح ہیں۔

(۷) حضور ﷺ کے جسم شریف کی نورانیت حسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی شریف نے شمائل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

كان رسول الله ﷺ فخما يتلالا وجهه كتلالوء القمر ليلة البدر۔

ترجمہ: حضور ﷺ عظمت والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جیسے چودھویں شب کا پورا چاند۔

(الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۴ رقم الحدیث ۸ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے روایت کی:

قالت یابنی لو رایته رایت الشمس طالعة۔

ترجمہ: اے میرے بچے اگر تم ان محبوب ﷺ کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ وثقوا ج ۸ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی دارمی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

كان رسول الله ﷺ افلج الثنيين اذا تكلم رئی كالنور يخرج من بين ثناياه۔

ترجمہ: نبی ﷺ کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔ ☆

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کر لی جاتی تھی ☆☆۔ شعر

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
رات کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

حاشیہ......☆

☆ امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن انا ابراهيم بن المنذر الحزامی انا عبدالعزيز بن ثابت الزهری ثنا اسماعيل بن ابراهيم ابن اخی موسى بن عقبة عن موسى بن عقبة عن كريب عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ افلج الثنيتين اذا تكلم روى كالنور يخرج من بين ثناياه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۵ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۴۱۶ رقم الحدیث ۱۲۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

☆☆ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشه قالت كنت اخيط فی السحر فسقطت منی الابرة فطلبتها فلم اقدر عليها فدخل رسول الله ﷺ فتبينت الابرة بشعاع نور ووجهه فاخبرته فقال يا حميراء الويل ثم الويل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجهی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا

marfat.com

Marfat.com

ترمذی۔ احمد۔ بیہقی۔ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان الشمس تجرى في وجهه۔

ترجمہ: گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔☆

(سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی صفۃ النبی ﷺ ج ۵ ص ۶۰۴ رقم الحدیث ۳۶۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۸۵۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۶۳۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (کتاب الزہد لابن مبارک ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۸۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار للطباعۃ والنشر بیروت)

مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۵۱ میں نہایہ شریفہ سے نقل کیا ہے۔

وكان الجدار تلاحك وجهه۔

ترجمہ: آپ کے چہرہ انور میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۱۸ میں فرمایا:

ونمی او فتاد آں حضرت را سایہ بر زمین۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔ حضور کے چہرہ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند بتا کر سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔ جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔ معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر فرمانا۔ جہاں ہوا نہیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے عقلی بھی۔ اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور کے نور کو بچشم سر دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضور میں

حاشیہ......☆

آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔

(خصائص الکبری باب الایۃ فی وجہہ الشریف ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

☆امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هناد بن السرى حدثنا عبثر بن القاسم عن اشعث يعنى ابن سوار عن ابن اسحاق عن جابر بن سمرة قال رايت رسول الله ﷺ فى ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندى احسن من القمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۰ موسسۃ الثقافیۃ بیروت)، (سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۱۸۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

marfat.com
Marfat.com

سما گیا۔ یا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی ﷺ کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے کبھی کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہیئے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہیئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اٹھ جائیں گے۔

اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے باب میں حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا۔

پہلا باب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

پہلی فصل

حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات۔ احادیث شریفہ۔ علماء دین کے اقوال خود دیوبندی وہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح کالزجاجۃ والزجاجۃ کانھا کوکب دری۔

ترجمہ: رب کے نور یعنی (محمد ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔

دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہوسکتی خود فرماتا ہے۔ لیس کمثلہ شیئی۔ اور یہاں اسی نور کی مثال دی جارہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں ﷺ۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً ومبشراً ونذیراً و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔

ترجمہ: اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔

(سورہ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت نمبر ۴۶)

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیر فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکاتا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے جگمگائے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنا رہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے جگمگا رہے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

یریدون لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

ترجمہ: کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (نبی ﷺ) کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

(سورہ صف پارہ ۲۸)

یریدون ان یطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ ان یتم نورہ۔

ترجمہ: کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد ﷺ) کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کردیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ کے قلب پاک کا نور ہے۔

حضرات مفسرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر ا کے ماتحت فرمایا۔ یعنی قدجآء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین۔ ھو نور النبی ﷺ۔

ترجمہ: نور سے مراد نور محمد ﷺ۔

(تفسیر جلالین ص ۹۷ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

قولہ ھو النبی ای سمی نور لانہ ینور البصائر ویھدیھا الرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

ترجمہ: رب نے اس آیت میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ج ا ص ۲۵۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من اللّٰہ نور یعنی محمد ﷺ انما سماہ اللّٰہ نوراً لانہ یھتدی بہ کما یھتدی فی الظلام بالنور۔

ترجمہ: یعنی اس آیت میں نور محمد ﷺ ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مصر)

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل یرید بالنور محمد ﷺ۔

ترجمہ: مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

او النور محمد ﷺ لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(۶) تفسیر ابن عباس تنویر المقباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من الله نور رسول الله یعنی محمد۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد ﷺ آئے۔ ☆

(تنویر المقباس ص ۷۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول ﷺ بالثانی القرآن۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳ سراجا منیرا کے تحت فرمایا۔

هو الذی جعل الله له نورا فارسله الی الخلق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔

(تفسیر روح البیان ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ...... ☆

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی النبی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ الدار الشامیۃ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی محمد ﷺ۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قوله تعالی قد جاء کم من الله نور قال قتادة یعنی بالنور النبی محمد ﷺ۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وقوله تعالی قد جاء کم من الله نور هو محمد ﷺ۔

(الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعالبی ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول الله ﷺ وبالثانی القرآن۔

(تفسیر ابو سعود ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا:

ویقتبس من نورہ انوار البصائر۔

ترجمہ: حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۱۷۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا۔

وقیل قد اتی ھذا التمثیل للنور محمد ﷺ قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قولہ تعالی مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح قال کعب ھذا مثل ضربہ اللہ تعالی لنبیہ ﷺ فالمشکوۃ صدرہ والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیہ النبوۃ توقد من شجرۃ مبارکۃ ھی شجرۃ النبوۃ یکاد نور محمد ﷺ وامرہ یتبین للناس و لو لم یتکلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبداللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۹۶۔۲۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) تفسیر روح البیان شریف میں لقد جاءکم رسول کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اے جبرئیل قسم رب کی وہ تارا ہم ہی ہیں۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدمؑ کی پشت میں امانت رکھا۔ تفسیر روح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی ﷺ حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا جبکہ آسمان و زمین چاند و سورج کچھ نہ تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۶۱۸)، (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

احادیث شریفہ

حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) عبدالرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالی نے کیا پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالی نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان و زمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان۔ پھر جب رب تعالی نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔ جیسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکی نے افضل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب میں اور علامہ شیخ

marfat.com

Marfat.com

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹۔۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروسی متوفی ۱۰۷۳ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنبہانی ج ۴ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔اس روایت کی سند یہ ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)

پہلا راوی امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام: بن نافع الحافظ الکبیر ابوبکر الحمیری مولاھم الصنعانی صاحب التصانیف: آپ نے عبید اللہ بن عمر ابن جریج، ثور بن یزید، معمر اوزاعی، ثوری اور خلق کثیر سے آپ نے روایات بیان کی ہیں اور آپ سے جنہوں نے روایات بیان کی وہ یہ ہیں: (یعنی آپ کے شاگرد حضرات) حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابن معین، امام ذہلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم الدبری اور کئی حضرات ہیں۔بقدر الحاجۃ۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ:

قلت وثقه غیر واحد وحدیثه مخرج فی الصحاح۔

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق کو کثیر لوگوں نے ثقہ کہا ہے اور بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد کے راوی ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۴ برقم ۳۵۷ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واز اجل تلامذۂ معمر ست تا ھفت سال درصحبت ابوده است ولهذا درحفظ حدیث معمر مشهور وممتاز ست درروایت او در صحاح سته واقع ست۔

ترجمہ: آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔صحاح ستہ میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔

(بستان المحدثین اردو فارسی ص ۱۲۶۔۱۲۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن همام یمانی ثقة۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۹۳ برقم ۱۰۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(سیر اعلام النبلاء قال الذہبی قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقہ ج ۱۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۵۲ برقم ۳۴۱۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۱۳۰ برقم ۱۹۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجرح

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

والتعدیل ج ۶ ص ۳۸ برقم ۲۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳۱۲ برقم ۱۴۱۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی ج ۴ ص ۳۳۲ برقم ۵۰۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکاشف ج ۱ ص ۶۵۱ برقم ۳۳۶۲ مطبوعہ موسسۃ علوجدۃ)، (التھذیب التھذیب ج ۶ ص ۲۷۸ برقم ۶۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (لسان المیزان ج ۷ ص ۲۶۷ برقم ۳۸۲۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (تسمیۃ من اخرجھم البخاری و مسلم ص ۱۷۶ برقم ۱۰۶۲ مطبوعہ دار الجنان بیروت)، (الکنی والاسماء دولابی ج ۱ ص ۱۱۹)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۴۸)، (شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۷)، (الجمع بین الصحیحین ص ۳۲۸)، (الکامل فی التاریخ ج ۶ ص ۴۰۶)، (شرح علل الترمذی ابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۷۷)

دوسرا راوی امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ

یہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابو عروہ اور ان کے والد کی کنیت ابو عمرو ہے یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شریک ہوئے ثابت بنانی قتادہ زہری عاصم احول زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے مستند ثقہ اور فاضل تھے ۱۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

معمر بن راشد الغرماء ابا عروۃ بصری سکن ثقۃ رجل صالح

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام معمر بن راشد ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۹۰ برقم ۱۷۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام الحافظ شیخ الاسلام...... وکان من اوعیۃ العلم مع الصدق والتحری والورع والجلالۃ وحسن التصنیف۔

ترجمہ: معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام وغیرہ اوصاف سے متصف تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ترجمہ امام معمر بن راشد ج ۷ ص ۵۔۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

وھو صالح الحدیث۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۲۵۶ برقم ۱۱۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرا راوی امام ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحاح ستہ کے راوی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

الامام الحافظ القدوۃ شیخ الاسلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیز امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال الحمیدی ھو حافظ وقال ابن معین وابو حاتم ثقہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۵۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۲) احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوٰۃ)

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷۔۱۲۸ رقم الحدیث ۱۶۷۷۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۴۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حاکم للمستدرک ج ۲ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۴۱۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲۔۲۵۳ رقم الحدیث ۶۲۹۔۶۳۰ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثہ موصل عراق)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۴۰۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۷۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

حاشیہ......☆

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

محمد بن المنكدر مدني تابعي ثقة رجل صالح۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۵۴ برقم ۱۶۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۷ برقم ۷۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۰۳ برقم ۵۶۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

چوتھا راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علي بن احمد بن سيماء المقري قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي انبانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيدالله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيدالله بن عمر بن خبيب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال لما خلق الله عزوجل آدم خير لآدم بنيه فجعل يرى فضائل بعضهم على بعض قال فرآني نورا ساطعا في اسفلهم قال يارب! من هذا؟ قال هذا ابنك احمد الاول والآخر وهو اول شافع۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے ان کے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے پھیلتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا۔ تو پوچھا پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ)، (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۱۱)

ابو عاصم نبیل بن حاشم الغمری حاشیہ شرف المصطفیٰ پر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا حديث اسناد رجاله عن آخرهم ثقات دونهم في الثقة المبارك بن فضاله وهو صدوق۔

(شرف المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علي بن احمد بن سيماء المقري قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي انبانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيدالله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيدالله بن عمر بن خبيب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔ حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

(۴) احکام ابن القطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیۃ النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۹ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

(۵) ابو سہیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور ﷺ تو آخر میں مبعوث ہوئے سب نبیوں پر مقدم ہونا کیسے ہوا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو میثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں بلی حضور نے فرمایا۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیۃ النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ سرکار نے فرمایا ہاں پڑھو تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فنحن فی ذالك الضياء وفی النور سبيل الرشاد نخترق

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں

(طبرانی کبیر ج ۴ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۴۱۶۷ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء حدیثہ موصل عراق)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۴۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۴۴۷ الرقم ۶۶۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۴ الرقم ۲۲۴۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ فیصل آباد پاکستان)، (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے۔

(۷) مواہب لدنیہ شریف ص ۵ جلد اول میں ہے کہ امام ابو سعید نیشاپوری نے کعب الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبد المطلب اس وقت ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے عبد المطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابو نعیم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی

marfat.com
Marfat.com

دیکھا کہ مشرق ومغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔ اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔

(مواہب لدنیہ شریف ص ۲۱)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۷۶ رقم الحدیث ۱۳۵ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

بہر حال حضور ﷺ کا نور ہونا بہت سی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطور نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں۔

حاشیہ......☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابان الاصبهانی ثنا محمد بن عبادة الباهلی ثنا محمد بن یعقوب الزهری ثنا عبدالعزیز بن عمران عن عبدالله بن عثمان بن ابی سلیمان عن ابیه عن بن ابی سوید الثقفی قال سمعت عثمان بن ابی العاص یقول اخبرتنی امی قالت شهدت آمنة لما ولد رسول الله ﷺ فلما ضربها المخاض نظرت الی النجوم تدلی حتی انی لاقول انها لتقعن علیّ فلما ولدت خرج منها نور اضاء له البیت الذی نحن فیه والدار فما شئی انظر الیه الا نور۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان سے بیان کیا جب ولادت نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۵ ص ۱۸۶ رقم ۴۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (اعلام النبوۃ للماوردی الباب التاسع عشر فی آیات مولدہ وظہور برکتہ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی مولدہ ورضاعہ وشرح صدرہ ﷺ ج ۸ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المنتظم فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسی ورات امی انه یخرج منها نور اضاءت منه قصور الشام۔

ترجمہ: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۳۱۵)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۴۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۳۴۲ رقم ۷۸۰۷)، (مسند الرویانی ج ۲ ص ۳۰۹ رقم الحدیث ۱۲۶۷)، (مسند طیالسی ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۴۰)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واسناد احمد حسن۔

ترجمہ: مسند احمد کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

لما فصل منی خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق الی المغرب۔

ترجمہ: جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۵۴۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور ﷺ کی بارگاہ شریف میں پڑھے۔ اور نبی کریم ﷺ نے کچھ اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

(۴) حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرہ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں۔

وچوں آں حضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد۔

ترجمہ: چونکہ حضور انور ﷺ بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۷) ملا علی قاری موضوعات کبیر میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

واما نوره عليه السلام فهو فى غاية من الظهور شرقاً وغرباً و اول ما خلق الله نوره وسماه فى كتابه نوراً۔

ترجمہ: لیکن نبی کریم ﷺ کا نور وہ مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸) یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال تعالى الله نور السموات والارض على مثل نوره قلب محمد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال حضور کا دل ہے۔

(۹) امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فانك شمس فضل هم كواكبها يظهرون انوارها للناس فى الظلم۔

ترجمہ: یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود — عکس دور از حق ہمہ دوری بود

ایں خورد گردد پلیدی زیں خدا — آں خورد گردد ہمہ نور خدا

ترجمہ: اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں ان کا سایہ بھی دور ہے۔ جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۱) امام احمد ابن محمد عسقلانی قدس سرہ مواہب لدنیہ شریف جلد اول ص ۹ میں فرماتے ہیں۔

قال تعالی یا ادم ارفع راسك فرفع راسه فرأ نور محمد ﷺ فی سرارق العرش فقال یا رب ما هذا النور قال هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی السمآء احمد وفی الارض محمد لو لاه ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھاؤ تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان و زمین کو۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۹۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) یہ ہی امام احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مواہب لدنیہ میں ص ۸ پر فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ لما خلق نور نبینا محمد ﷺ امره ان ینظر الی نوره فانطق هم اللہ به فقالوا یا ربنا من غشینا نوره فقال اللہ تعالیٰ هذا نور محمد ابن عبداللہ ان امنتم به جعلتکم انبیاء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کے نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویائی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبداللہ کا نور ہے (ﷺ) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

من نوره ای من نور هو ذاته۔

ترجمہ: اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔

(شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لما فعلقت ارادة الحق تعالیٰ بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من انوار الصمدیة فی الحضرت الاحدیة ثم سلمخ منها العوالمة کلها علوها وسفلها۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذات خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

(۱۵) مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعری انه تعالی نور لیس کا لانوار و روح النبوية القدسية لمعه من نوره والملئكة اشرار تلك الانوار وقال ﷺ اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق اللہ کل شیئی وغیره مما فی معناه۔

ترجمہ: امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی ﷺ کی روح شریف اس نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بنایا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائکپور)

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۶) علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔☆

قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ کما ورد به الحدیث الصحیح۔

ترجمہ: ہر چیز نبی ﷺ کے نور سے بنائی گئی۔جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔

(الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

حاشیہ......☆

تفسیر نیشا پوری میں آیت مبارکہ ''وانا اول المسلمین'' کی تفسیر میں ہے۔

کما قال اول ما خلق الله نوری۔

ترجمہ: جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(تفسیر نیشا پوری ج ۸ ص ۶۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔......پس نور عرش نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے نور قلم نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے معرفت کا نور، شمس وقمر کا نور اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(المدخل لابن الحاج ملخصاج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

و کونه ﷺ رحمة للجمیع باعتبار انه علیه الصلاة والسلام واسطة الفیض الالهی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نوره ﷺ اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق الله تعالی نور نبیك یا جابر وجاء الله تعالی المعطی وانا القاسم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔حدیث شریف میں ہے اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وانما الذی رواہ عبدالرزاق انه ﷺ قال ان الله خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے یہ وہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ ''اول ما خلق الله نوری''

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

marfat.com
Marfat.com

خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب (ص ۶ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) کے مضمون کو اسی طرح شروع فرماتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (انتہیٰ)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بننا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شلج الصدور میں فرماتے ہیں۔

درشعاع بے نظیرم لاشوید — ورنہ پیش نورمن رسوا شوید

ترجمہ: میری بے مثال شعاع کے آگے فنا و گم ہو جاؤ — نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہو جاؤ گے۔

یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب شلج الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔ شعر

نبی خود نور اور قرآن ملا نور — نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علیٰ نور

(شلج الصدور ص ۲)

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں فرماتے ہیں۔

از عرش تا بفرش وملائکہ علوی و جنس سفلی همه ناشی ازان حقیقه محمدیه است وقول

حاشیہ......☆

غیر مقلد اور دیوبندیوں کے امام محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

چنانکہ روایت ''اول ماخلق اللہ نوری'' برآں دلالت می دارد۔

ترجمہ: جیسے کہ روایت اول ماخلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ ص ۱۱ مطبوعہ ملتان)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

سوال اول ماخلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک...... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

ترجمہ: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول ماخلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۵۷ مطبوعہ محمد سعید کمپنی کراچی)

marfat.com
Marfat.com

رسول مقبول اول ما خلق اللہ نوری و خلق اللہ ما خلق اللہ من نوری وقول لولاک لما خلقت الافلاک وقولہ لولاک لما اظہرت ربوبیتی۔

ترجمہ: فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ سے پیدا ہیں۔ حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

(انفاس رحیمیہ ص ۱۳)

امام طائفہ دیوبندیہ وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ ص ۱۶۔

کہ اے کسیکہ بے بصر است البتہ از نور افشاں او بے خبر است۔

ترجمہ: ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

یہ ہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابہ آفتاب عالم تاب است کہ چوں نور او در تمام عالم منتشر شود۔ لابد ظلمت شب بدر رود۔

ترجمہ: لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرات انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں ۵۰ پر یوں بیان فرماتے ہیں۔

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے یہ ہی معنی لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشواء مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص ۸۵ پر فرماتے ہیں۔

ازیں جا است کہ حق تعالیٰ درشان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین ومراد از نور ذات پاک حبیب خدا ﷺ است ونیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی ﷺ ترا شاہد ومبشر ونذیر وداعی الی اللہ تعالیٰ وسراج منیر فرستادہ ایم ومنیر روشن کنندہ ونور دہندہ را گویند۔

ترجمہ: اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا۔ کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر ونذیر اور اللہ کی

marfat.com
Marfat.com

طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین ۔ میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں۔ کہ اپنے متبعین غلاموں کو نور بنا دیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذروں کو چمکا دیتے ہیں۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادی مطلق برحق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

وحضرات صلوۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالی مرا از نور خود پیدا فرمود۔ ومومنین از نور من پیدا فرمود۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص ۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں۔

آں ذات پاک ﷺ ہم از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتہ وحق تعالیٰ آنجناب را نور فرمود وبتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

ترجمہ: حضور ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر نبی ﷺ نے اپنے کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جا سکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور ﷺ خود رب تعالی کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور۔ آپ کا ہر حال شریف میں نور ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور ﷺ خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر۔ خشک و تر۔ شجر و حجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکران کا کلمہ پڑھیں۔ پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے در و دیوار نقش و نگار ان سے جگمگائے۔ انہیں کے صدقہ سے حلیمہ دائی کی عظمت کے دنیا گیت گا رہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جا رہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہو گئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالی کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم ﷺ کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور ﷺ کامل نور ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) حضور ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولسوف یعطیک ربک فترضی** رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور حضور ﷺ بھی یہ دعا کرتے تھے۔ **اللھم اجعلنی نورا** خدایا مجھے نور کردے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور ﷺ نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔ رب فرماتا ہے **قل الروح من امر ربی** (بنی اسرائیل پارہ ۱۵) فرمادو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تلوار نے اثر نہ کیا۔ آرپار ہوگئی۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں۔

حتی انہ مکث علی ثلثۃ اشھر علی وضوء واحد۔

ترجمہ: آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر رہے۔

(الفتاوی الحدیثیۃ باب فی التصوف مطلب فی ان ابن عربی مکث ثلاثۃ اشھر علی وضوء واحد ص ۳۸۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اور نبی کریم ﷺ اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور روحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسم اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔

(۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاء اللہ آوے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ معراج کی رات آگ کے کرہ اور زمہریر سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے مکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجتمند ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(۶) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور انور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذرا سی ٹھیس لگ جاوے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چیر کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہی۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں (۸) حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح روزے رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

گرچہ صد مرحلہ دورم ز بہ پیش نظرم
وجھہ فی نظری کل غدات و عشی

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مرتد ہونے کا فتویٰ دے دوں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہئے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سن کر مان لیں۔

(۹) حضور انور ﷺ نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت

marfat.com
Marfat.com

میں طے نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظر یا ہمارا نور خیال آناً فاناً بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے۔

عزیز علیه ما عنتم۔

ترجمہ: تمہاری مشقت ان پر بھاری اور ناگوار ہے۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبردار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو روح کو خبر۔ سر دکھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتداء وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مُبداء فیاض ہوتی ہے۔ (دیکھو) آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے۔ شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضیکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور محمدی ہے ورنہ بتاؤ یہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کارفرما ہے۔ بہرحال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ۱

اگر نبی کریم ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی کریم ﷺ خدا کا جز بن گئے اور حضور میں خدائی آ گئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

جواب:۔ ان سوالوں کا منشا یہ ہے کہ معترض اسے سمجھا نہیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا ٹکڑا ہے نہ عین سورج بلکہ بلا واسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ والدین رب کے پیدا کیے ہوئے۔

اعتراض نمبر ۲

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہوسکتی۔

جواب:۔ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے۔ اور لباس بشری ہے رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا۔

ترجمہ: پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶)

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے۔

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون۔

ترجمہ: کیا تم کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا۔ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

هل اتاك نبوا الخصم اذ يسور و المحراب اذ دخلوا على داود ففزع منهم قالوا لاتخف خصمن بغى بعضنا على بعض۔

ترجمہ: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

(سورہ ص پارہ ۲۳)

ولما ان جاء ت رسلنا لوطا سيئى بهم وضاق بهم ذرعاً و قالوا لا تخف و تحزن انا منجوك الا امراتك كانت من الغابرين۔

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

(سورہ عنکبوت پارہ ۲۰)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

اعتراض نمبر ۳

اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیئے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہذا یا تو حضور نور نہیں یا ہر

marfat.com
Marfat.com

جگہ حاضر ناظر نہیں۔

جواب:۔ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الله نور السموات والارض۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا نور ہے۔

(سورہ نور پارہ ۱۸)

وھو معکم اینما کنتم۔

ترجمہ: اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷)

نحن اقرب الیه منکم ولکن لاتبصرون۔

ترجمہ: ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷ آیت نمبر ۸۶)

نحن اقرب الیه من حبل الورید۔

ترجمہ: ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ان الله مع الصابرین۔

ترجمہ: بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(سورہ بقرپارہ ۲)

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں۔ اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانزلنا الیکم نورا مبیناً۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو۔ تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پر مقرر ہے۔

(سورہ سجدہ پارہ ۲۱)

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہے یا وہ نور نہیں۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نور حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوۃ قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سن کر اسے نور مان لے۔ اسی طرح قوت قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

اعتراض نمبر ۴

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہیے کہ سارے سید نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔

marfat.com

Marfat.com

گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہئے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ (وہابی)

جواب:۔ کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرو۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہونا۔ اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے فرشتوں کے اولاد نہیں ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ بیہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہوسکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں کھانے پینے سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور ﷺ نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار صوم وصال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ فرماتے تو آثار بھوک نمودار ہوجاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

ہاروت وماروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں یہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بلکہ صحبت بھی کرسکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور صحبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔

حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔ رب فرماتا ہے۔

واوحینا الی موسی الق عصاك فاذا ھی تلقف ما یافکون۔

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈالو تو وہ نگل گئی اسے جو وہ گڑھتے تھے۔

(سورہ اعراف پارہ ۹)

والق ما فی یمینك تلقف ما صنعوا۔

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کی چیز پھینکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

(سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶)

حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔ نور میں توالد وتناسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہوجاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہوگی۔ فرماؤ۔ اگر نور کے اولاد نہیں ہوسکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسے ہوگی۔

اعتراض نمبر ۵

آیۃ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین واو عطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ جسے کتاب مبین بتارہی ہے۔

جواب:۔ محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن۔ مدارک تفسیر ابن

marfat.com
Marfat.com

عباس۔ تفسیر صاوی۔ وغیرہ۔ نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور ﷺ کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا۔

یا اهل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر قد جاء کم من اللہ نور۔

ترجمہ: اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہ ہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر آ چکا نیز واو کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مغائرت چاہتا ہے تو چاہیئے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور نیز عطف تفسیری میں کتاب مبین تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب مبین میں تاسیس اور تاسیس تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔

یا ایها النبی انا ارسلنك شاهداً و مبشراً ونذیراً وداعیا الی اللہ باذنه وسراجاً منیراً۔

(سورہ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت نمبر ۴۶)

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بحوالہ عبد الرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔

یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹۔۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروی متوفی ۱۰۷۳ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنبہانی ج ۴ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن ﷺ فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور ﷺ ہے۔

اعتراض نمبر ۶

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی پچھلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے قرآن برہان ہے قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔ تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلاً۔

ترجمہ: وہ آیات نصیحت ہیں تو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

(سورہ مزمل آیت نمبر ۱۹)

وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پرہیزگاروں کی ہادی۔

(سورہ بقرہ)

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین۔

ترجمہ: ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔اور مومنوں کے لئے رحمت۔

(سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ آیت نمبر ۸۲)

قد جاء کم برھان من ربکم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہوچکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جاسکتی۔
(دیوبندی وچکڑالوی)

جواب:۔ جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ غافلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔ گمراہوں کے لئے ہدایت۔جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفاء مومنوں کے لئے رحمت محققین کے لئے برہان ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کرسکے۔اس لیے رب تعالیٰ نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔جو قرآن کریم نے بیان فرمائے چنانچہ حضور ﷺ مذکر یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاددلانے والے بھی ہیں۔حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فذکر انما انت مذکر۔

ترجمہ: تو انہیں یاددلاؤ تم یاددلانے والے ہو۔

(غاشیہ آیت نمبر ۳۰)

انک تھدی الی صراط مستقیم۔

ترجمہ: بے شک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔

یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آگئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔

و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

(انبیاء پارہ ۱۷ آیت نمبر ۱۰۷)

غرضیکہ نہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہاء بلکہ کعبہ اجسام کا قبلہ ہے اور حضور ﷺ دل وایمان وجان کا قبلہ ہیں۔
اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دو نوروں کے حاجتمند ہیں ایک آنکھ کا نور۔دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔اگر آنکھ

marfat.com
Marfat.com

روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوجھتا۔ اسی طرح قرآن گویا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن ﷺ گویا نور نظر ہیں یا حضور ﷺ سورج و چاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ ہے۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوٰۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائیگی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی دوسری قباحت۔ بلکہ نور نبوت کی حاجت نور قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھتے۔

اعتراض نمبر۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے کہ **اللھم اجعل فی بصری نوراً** اور آخر میں آتا ہے **واجعلنی نوراً** یعنی اے اللہ میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنا دے گا۔ اگر حضور ﷺ خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا وجہ تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم**۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

ھدی للمتقین۔

ترجمہ: یہ قرآن پرہیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱ آیت نمبر ۳)

یا ایھا الذین آمنوا امنوا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

(سورہ نساء پارہ ۵)

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ دعا مانگنا کہ خداوند میرے آنکھ۔ کان وغیرہ میں نور دے۔ امت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کی دعا ہے۔

اعتراض نمبر۹

حضور ﷺ کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہوا اور خدا تعالیٰ کو نور کہنے میں یہ ساری بے ادبی کافور ہو جائے۔ ماشاء اللہ دیوبندی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور ﷺ کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ

marfat.com

Marfat.com

کر سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا۔ جو جسم شریف کو پھونکی گئی۔ رب فرماتا ہے۔

فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین۔

ترجمہ: پھر جب میں ان کو درست کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

(سورہ حجر پارہ ۱۵)

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفوی کی ایک تجلی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف تو روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا۔ نیز ابلیس کو خاک کو خاک پر خاک کی طرف سجدہ کرنے میں بھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ درحقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے نیز اگر فقط خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کرا دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مسجود نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔

زبان حال سے کہتے تھے آدم! جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

اعتراض نمبر ۱۰

اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ اولاد آدم علیہ السلام کیسے ہوئے نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم علیہ السلام والے۔

جواب: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں۔ ظاہر جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولاد آدم علیہ السلام ہونا اس جسم بشری کی صفت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔ رب فرماتا ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای ومماتی لله رب العلمین لاشریك له وبذالك امرت وانا اول المسلمین۔

ترجمہ: فرمادو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

(سورہ اعراف پارہ ۸)

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔

ترجمہ: فرمادو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔

(سورہ انبیاء پارہ ۱۷)

وان من شیئی الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

(بنی اسرائیل پارہ ۱۵)

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر چیہ تسبیح خوان ہے۔ اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور ﷺ اس وقت کے عابد ہیں۔ جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔ کیونکہ

marfat.com
Marfat.com

اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی جا چکی ہوتی تو پہلی عابدہ وہ ہوتی نہ کہ حضور ﷺ۔
اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے آدم علیہ السلام اول بشر اور ابوالبشر نہ ہوتے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضور اس اولیت میں یقیناً نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔
یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی روح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے۔ حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استاد اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:
وصل اول بعد از نزول وانتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضر ان مجلس علم و شاگردان حوزہ درس او هر یکے کتابے از علم وبابے از دین خواندہ وتحصیل نمودہ بود۔ وبر مسند افاضہ نشستہ کلمات اللہ بر خلق افادہ وافاضہ فرمود۔ مقدم ایشاں آدم صفی اللہ آمد کہ باوجود نسبت ابوت در درس آں خلف صدق زانو ادب زدہ صحاح لغات واسماء تعلیم نمودہ بود۔ بر مسند خلافت تکیہ زدہ ساکنان ملاء اعلی را تعلیم وتلقین نمودہ۔ وحق استاذی برایشاں ثابت گردانیدہ مخدوم ومسجود ایشاں گشت۔
ترجمہ: اس دنیا سے اتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جاگزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب دوزانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الٰہیہ کے مسند پر جاگزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مسجود ہوئے۔

اعتراض نمبر ۱۱

اگر حضور ﷺ خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھو کے زہر نے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگ احد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

جواب:۔ یہ اور اس قسم کے صدہا اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادۃً کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہونگے۔ لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھا دیا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھو سب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔
حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر بھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھاتے پیتے

marfat.com

Marfat.com

نہیں۔ان کے جسموں پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ دجال کے ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ دجال مار کر زندہ کرے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی یہ اس آفتاب نبوت کے ذریعے ہیں پھر آفتاب کا کیا کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

گہے با حفصہ وزینب بپرداختے
وگاہے ما جبرئیل ومیکائیل نہ ساختے

کبھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مشغول ہوتے اور کبھی جبرئیل ومیکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔

اختلافات حالات سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمٰعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبرئیل کی نورانیت سے کہیں ارفع واعلیٰ بلند وبالا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اعتراض نمبر ۱۲

اگر حضور ﷺ نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سید نور ہوتے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ ایسے ہی چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ جب سارے سید نور نہیں۔ تو حضور بھی نور ہیں۔

جواب اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔ عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے کوئی روح کسی کی نسل یا اصل نہیں اس لئے اولاد روحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔ نبی زادہ کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان وقرآن کی خبر بھی نہ تھی اور وحی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی امید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالم ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک۔

ترجمہ: تم کو امید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

(سورہ قصص پارہ ۲۰)

وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔

ترجمہ: اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ آیت نمبر ۵۲)

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوت کے کیا معنی۔

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹے کے بعد قوم سے فرمایا:

قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۳۰)

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق رب نے فرمایا:

واتیناہ الحکم صبیا۔

ترجمہ: ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوت بخشی۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۲)

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کو بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجر وحجر کو کلمہ پڑھتے سنا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔

ترجمہ: یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

(سورہ بقر پارہ ۲)

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا۔

ترجمہ: اہل کتاب حضور کے طفیل کفار پر جنگ میں فتح ونصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(سورہ بقر پارہ ۱)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور غار حرا میں عبادت فرمارہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرمادیئے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کررہے تھے اور کیسے کررہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور درحقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت وما کنت ترجوا الخ کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاھر للنبی ﷺ والمراد بہ اھل دینہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی ﷺ کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں ما کنت ترجوا کی نفی الا رحمۃ سے ٹوٹ گئی۔ اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الٰہی آپ پر وحی ہوگی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی دعا سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔ رب فرماتا ہے:

marfat.com

Marfat.com

و ورث سلیمان داود۔

ترجمہ: حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔
(سورہ نمل پارہ ۱۹)

واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری۔

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولٰے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔
(سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶)

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعا یا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔ اس آیت ۲ میں وما کنت تدری ما الکتاب الخ درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل وانکل سے جاننے کو۔ کیونکہ انکل کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے جس میں غلطی وخطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب وایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔ غرضیکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غار حرا میں حضور پر پہلی وحی اقراء باسم ربك آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔ کہ یہ جبریل ہیں۔ پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔

جواب:۔ یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اقراء باسم ربك قطعی نہ رہتی۔ کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔ اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔ اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبرئیل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انہیں جانتے پہچانتے تھے۔ کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبرئیل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔ اور حضور کا نوران سب سے پہلے پیدا ہوا۔ رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تصدیق کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ توریت کے بڑے عالم تھے۔ مکہ والے ان کے علم وعمل کے قائل تھے۔ اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ غرضیکہ حضور ﷺ کا بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔ تاکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نبوت کا عین الیقین حاصل ہو جائے اور دوسروں کو علم الیقین۔ جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔ درختوں سے گواہی دلوانا۔ اپنے علم کے لئے نہیں۔ دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵

نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا۔ اور نوری جبرئیل سدرہ پر رہ گئے۔ لہٰذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

جواب:۔ اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے ورنہ پھر چاہیئے۔ کہ تم بلکہ ابوجہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔ جب ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ محض بشر اور محض نور

marfat.com
Marfat.com

سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔
خیال رہے کہ کافر انسان کتے بلے سے بدتر ہے رب فرماتا ہے:
اولئك هم شر البرایة۔

دوسرا باب

تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جہاں اور صدہا معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہاء بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اقوال گواہ و شاید ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور روشن کتاب تشریف لائے۔

یا یھا النبی انا ارسلناك شاھدا ومبشرا ونذیراً و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیراً۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سناتا اور ڈراتا اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی الزجاجۃ۔

ترجمہ: اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمنی میں ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینہ پاک کو چراغ کی چمنی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمنی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت ہے۔

(۱) تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت لو لا اذ سمعتموہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ لوگوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی حضور انور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا۔

وقال عثمان ان اللہ ما وقع ظلك علی الارض لئلا یقع انسان قدمہ علی ذالك الظل فلما لم یکن احداً من وضع القدم علی ظلك کیف یمکن احدامن تلویث عرض زوجتك۔

ترجمہ: جناب عثمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(۲) اور حضرت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمك من وقوع

marfat.com
Marfat.com

الذباب على جلدك لانه يقع على النجاسات فيتلطخ بها فلما عصمك من فالك القدر من القدر فكيف لا يعصمك من صحبة من تكون متلطخة يمشي هذه الفاحشة۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ مکھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی یہ عام مکھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے اور جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

(۳) حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ذكوان ان رسول الله ﷺ لم يكن يرا له ظل في شمس ولا قمر۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاند میں۔

(خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

(۴) سیدنا عبداللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال لم يكن لرسول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس الا غلبه ضوئه ضوئها ولا مع السراج الا ضوئه ضوئه۔

ترجمہ: یعنی فرمایا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو ڈھانپ لیتا۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ الباب التاسع والعشرون فی ذکر حسنہ ﷺ ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) بیہقی شریف نے حضرت عبداللہ ابن معیقب سے روایت کی۔

قال حججت حجة الوداع قد خلت دارا بمكة فرايت فيها رسول الله ﷺ وجهه كدائرة القمر۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں حج الوداع میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی ٹکی کی طرح چمک رہا تھا۔

(۶) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ شریف میں حدیث ذکوان جو ابھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔ اسی باب میں فرمایا۔

قال ابن سميع من فضائله ﷺ ان ظلة كان لا يقع على الارض وانه كان نوراً فكان اذا مشى في الشمس او القمر لا ينظر له ظل۔

ترجمہ: ابن سبع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

(۷) کتاب مستطاب الفوزج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں۔

لم يقع ظله على الارض ولا دءى له ظل في شمس ولا قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔

(الفوزج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم ص ۵۳ مطبوعہ مطبع الکتاب لاہور)

marfat.com
Marfat.com

(۸) حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وما ذكر من انه لا ظل لشخصه في شخص و لا قمر لانه كان نوراً۔

ترجمہ: یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔

(شفاء فصل فی الآیات التی ظہرت عند مولدہ ﷺ ج ا ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(۹) حضرت امام شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ ما ذكر من انه لاظل لشخصه اى جسده الشريف اللطيف اذا كان فيشمس او قمر لانه ﷺ كان نورا والانوار شفافة لطيفة لا تحجيب غيرها و الا الانوار لاظل بها كما تشاهد فى انوار الحقيقة وهذا رواه صاحب الوفاء عن ابن عباس قال لم يكن لرسول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس الا غلب ضوئه ضوء ها ضوء ه وقد تقدم هذا والكلام فيه وقد نطق القرآن بانه النور المبين و كونه بشرا لآينا فيه كما توهم فان فهمت فهو نور على نور فان النور هو الظاهر بنفسه المظهر بعده و تفصيل فى المشكوة الانوار۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔ اور انوار شفاف ولطیف ہیں۔ کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔ نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کتاب الوفاء والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے۔ کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علی نور ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔ دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۰) حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

چوں فناشی از فقر پیرایہ بود او محمد وار بے سایہ بود۔

ترجمہ: جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔

(مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مطبوعہ مرکزی تحقیقات فارسی پاکستان)

حاشیہ......☆

عبدالرزاق عن ابن جريج قال اخبرني نافع ان ابن عباس قال لم يكن لرسول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس قط الاغلب وضوء ه الشمس ولم يقم مع سراج قط الاغلب ضوء ه ضوء السراج۔

ترجمہ: عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔

(الجزء المفقود من المصنف لعبدالرزاق ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اس روایت کے چار راوی ہیں: (۱) عبدالرزاق (۲) امام ابن جریج (۳) امام نافع (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۱) حضرت مولانا عبدالعلی بحر العلوم شرح مثنوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔
مصرع ثانی بمعجزہ آں سرور ﷺ را سایہ نمی افتاد۔
ترجمہ: دوسرے مصرع میں حضور ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔
(قمر التمام مجموعہ رسائل و مسئلہ نور و سایہ ص ۱۷۵ مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

(۱۲) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔
لم یکن له ﷺ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ رواه الترمذی عن ذکوان۔
ترجمہ: حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
(مواہب لدنیہ ج اص ۲۸۰ مطبوعہ مصر)

(۱۳) علامہ حسین ابن محمد وہار بکری اپنی کتاب الخمیس فی احوال النفس النفیس میں فرماتے ہیں۔
لم یقطع ظله علی الارض ولاری له ظل فی شمس و لا فی قمر۔
ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔
(تاریخ الخمیس ج اص ۲۴۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبدالرزاق مصر)

(۱۴) کتاب نور الابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں۔
لم یقطع ظله علی الارض ولاروی له ظل فی شمس و لا فی قمر۔
ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا۔ نہ چاندنی میں۔

(۱۵) کتاب افضل القریٰ میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔
ومما یوید انه ﷺ صار نورا اذ کان اذا مشی فی الشمس والقمر لایظهر له ظل لانه لایظهر له ظل لانه لایظهر الا بکثیف وهو قد خلصه الله من سائر الکثافات الجسمانیة وصیره نورا صرفا لایظهر له ظل اصلا۔
ترجمہ: حضور ﷺ کے نور ہو جانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ساری جسمانی کثافتوں سے صاف فرما دیا آپ کو خالص نور بنا دیا۔ لہذا آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(۱۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔
ونبود مر آں حضرت ﷺ را سایہ در آفتاب نہ در قمر۔
ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔
(مدارج النبوۃ ج اص ۲۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

رواه الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول۔
ترجمہ: اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔
اورا ﷺ سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر در عالم نباشد۔ اورا سایہ چہ صورت دارد۔
ترجمہ: نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جب حضور ﷺ سے لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔
(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۹۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

marfat.com
Marfat.com

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں سورہ الضحی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سایہ ایشاں برزمین نمی اوفتاد۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۳۱۲)

(۱۹) مجمع البحار میں ش کی رمز میں بحوالہ شرح شفا فرمایا۔

من اسمائه ﷺ النور قیل من خصائصه ﷺ انه اذا امشی فی الشمس والقمر لایظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام شریف نور بھی ہے کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۴۰۲ مطبوعہ لکھنؤ انڈیا)

(۲۰) علامہ سبحان حملی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

لم یکن له ﷺ ظل ما یظهر فی الشمس ولا قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہوتا۔

(فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر)

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف نبہانی فرماتے ہیں جلد اول ص ۴۵۳

وکان اذا امشی فی قمر او شمس لاّ یظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں۔

وھابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند وعلماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر بڑ زور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کیے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھرمی سے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔

ترجمہ: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر بلکہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (اہل حدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

جاں گرمی سخت ہوندی تاں سر پر بدل سایہ کردا
تے اوپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

marfat.com

Marfat.com

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پر نور کی پالش قدرت نے کردی ہے یا اس لیے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں سورج کی شعاعوں سے منور ہوگئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف و شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ جب ہر چہار طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے تیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علی نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس ﷺ جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے خود بھی دعا کی اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور بنادے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علی نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے حضور انور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے۔

دوسری فصل......اعتراضات وجوابات

تنِ بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

پہلا اعتراض

مسند احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے۔

قالت بینما ان یوما بنصف النهار واذا انا بظل رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری ہیں حضور ﷺ تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہوگئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے سوا کوئی نہ مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جواب ملاحظہ ہو۔

جواب:۔ اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز سایہ کہ دوسرا آدمی اس میں چل سکے ہے تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔

marfat.com
Marfat.com

لہٰذا یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ یا مد ظلہم ان کا سایہ دراز ہو۔ اور ان کا سایہ پڑتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے حدیث پاک میں ہے۔

السلطان العادل المتواضع ظل اللہ۔

ترجمہ: عجز و انکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۴۸۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز حدیث پاک میں ہے۔

سبعۃ یظلھم اللہ تحت ظل عرشہ۔

ترجمہ: سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۴۶۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہو نہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

ان فی الجنۃ شجرۃ تسیر الراکب فی ظلھا مائۃ عام لایعظھا۔

ترجمہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفتہ ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت۔ کے سایہ کے کیا معنی اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروفہ ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہو گی اور ان آیات قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

دوسرا اعتراض

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یتفیؤا ظلالہ عن الیمین وعن الشمال۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اس کا سایہ بھی اگر حضور ﷺ کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہٰذا حضور کا سایہ ہوتا کہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

جواب:- اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہی یہاں جواب دے لینا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

marfat.com

Marfat.com

مولوی صاحب! آئندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تاکہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب بہ حکم قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہئے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مثلکم کا ظہور نہ ہوا۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع المذنبین نہ رحمۃ للعالمین تو نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفت عالیہ سے موصوف ہوں۔ بشر مثلکم کی اسی تفسیر سے نبوت و رسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مثلیت صرف اس میں ہے کہ حضور ﷺ دوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

مخالفین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد و ضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی واہیات شبہات کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیے تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیت یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کرو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دو جہان ﷺ کے ایک خداداد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔ تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرمادے جو حضور سید عالم ﷺ کے کمالات دیکھے۔ آمین!

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے!
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاک در اولیاء سے منور ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دل کی آنکھ پر ملو۔ تاکہ بصیرت تیز ہو۔ حضور ﷺ کو ابو جہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر ہی رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء

marfat.com
Marfat.com

تـا بــہ بیـنـی ز ابـتـداء تـا انتـہـاء

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ نبی رؤف رحیم ﷺ کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اور ان کا سایہ لطیف ہوتا ہے کائنات میں جسم پاک مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ کوئی لطیف ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفت لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا۔

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو!

بے سایہ کر دیا اس سایہ دیوار کو

آقائے دو عالم حضور اقدس ﷺ کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل واقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشان الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑ ہا اشیا بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه وزينت عرشه سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه وبارك وسلم۔

marfat.com
Marfat.com

بحث نداء یارسول اللہ یا نعرہ یارسول اللہ

حضور علیہ السلام کو دور یا نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ان کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔اس بحث کو ہم دو باب میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا باب

نداء یارسول اللہ کے ثبوت میں

حضور علیہ السلام کو نداء کرنا قرآن کریم فعل ملائکہ فعل صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ السلام کو نداء فرمائی **ایھا النبی یا ایھا الرسول یا ایھا المدثر** غیرہ ان تمام آیات میں حضور علیہ السلام کو پکارا گیا ہے۔ہاں دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام سے پکارا یا موسیٰ یا عیسیٰ یا یحییٰ یا ابراہیم یا آدم وغیرہ مگر محبوب علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے نداء فرمائی۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب — یا ایھا النبی خطاب محمد است

بلکہ قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو بھی پکارا یا **ایھا الذین امنوا** اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو پکارو مگر اچھے القاب سے **لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔**

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

اس میں حضور علیہ السلام کو پکارنے سے نہیں روکا گیا بلکہ فرمایا گیا کہ اوروں کی طرح نہ پکارو۔قرآن نے فرمایا **ادعوھم لاباۤءھم** (پارہ ۲۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵) ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔اس آیت میں اجازت ہے کہ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکارو۔مگر ان کو ابن حارثہ کہو ابن رسول اللہ نہ کہو۔اسی طرح کفار کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مددگاروں کو اپنی امداد کے لئے بلائیں **وادعوا شھدآء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔**

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲)

مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے عرض کیا **یا محمد اخبرنی عن الاسلام** ندا پائی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۶۔۳۷ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا۔**یا محمد ان اللہ ارسلنی الیک** نداء پائی گئی۔ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے ان کو یہ دعا ارشاد ہوئی۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تا کہ حاجت پوری ہو۔اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما ابو اسحق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلاۃ باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ ج ۱ ص ۴۴۱ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۷ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(مسند ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)،(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۶۶۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۲۱۰ رقم ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے اس میں نداء بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے مدد بھی مانگی ہے۔

عالمگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر نبی علیہ السلام میں ہے۔

ثم يقول السلام عليك يا نبي الله اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: اے نبی اللہ کے آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں۔

ويقول السلام عليك يا خليفة رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار ـ

پھر فرماتے ہیں۔

فيقول السلام عليك يا امير المومنين السلام عليك يا مظهر الاسلام السلام عليك يا مكسر الاصنام ـ

ترجمہ: یعنی صدیق اکبر کو یوں سلام پیش کرے کہ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ کے سچے جانشین۔ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ کے غار کے ساتھی۔ اور حضرت فاروق کو یوں سلام کرے آپ پر سلام ہو اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہو اے اسلام کو چمکانے والے آپ پر سلام ہو اے بتوں کو توڑنے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس میں حضور علیہ السلام کو بھی نداء ہے اور حضور کے پہلو میں آرام فرمانے والے حضرت صدیق وفاروق کو بھی۔

(فتاوی عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبد الرزاق عن معمر عن ايوب عن نافع قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يارسول الله ﷺ السلام عليك يا ابابكر السلام عليك۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے۔

"یارسول اللہ ﷺ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک"

(مصنف عبد الرزاق باب السلام علی قبر النبی ﷺ ج ۳ ص ۵۷۶ رقم الحدیث ۶۷۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۱۷۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۱۰۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الایضاح للنووی ص ۴۵۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی ج ۱۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شفاء شریف ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المدخل ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۷۱ رقم الحدیث ۱۲۵۰ مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

واعلم ان زيارة قبر الرسول ﷺ من اهم القربات وانجح المساعي...... الى ان قال ثم ياتي القبر الكريم فيستدبر القبلة ويستقبل جدار القبر غاض الطرف في مقام الهيبة والاجلال فيقول السلام عليك يارسول الله...... الى ان قال ويتوسل به في حق نفسه ويستشفع به الى ربه ﷺ۔

marfat.com

Marfat.com

اکابر امت اولیاء ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ | سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں

(شرح خرپوتی ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام زین العابدین فرماتے ہیں اپنے قصیدہ میں۔

یا رحمة للعلمین ادرك لذین العابدین | محبوس ایدی الظلمین فی موکب المذدھم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کی قید میں ہے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ز مہجوری بر آمد جان عالم | ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی | ز محرو ماں چرا فارغ نشینی!

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ یا نبی اللہ رحم فرماؤ رحم فرماؤ۔ کیا آخر آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہوں پھر ہم مجرموں سے فارغ کیوں ہو بیٹھے۔

(زلیخا ص ۱۵ طبع قدیم)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا سید السادات جئتك قاصدا | ارجو رضاك و احتمی بجماك

ترجمہ: اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کے رضاء کا امید ہوں۔ اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(قصیدہ نعمان مع الخیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان اشعار میں حضور کو ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے استعانت بھی اور یہ ندا دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں۔ السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللہ و بر کاته یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنا واجب ہے۔ التحیات کے متعلق ہم شامی اور اشعۃ اللمعات کی عبارتیں حاضر و ناظر کی بحث میں پیش کر چکے ہیں وہاں یہ گفتگو تھی تنہا یارسول اللہ کہنے کی۔ اگر بہت لوگ مل کر نعرہ رسالت لگائیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ہر شخص کو یارسول اللہ کہنا جائز ہوا تو ایک ساتھ ملکر بھی کہنا جائز ہے چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریانی حلال ہے۔ اس لئے حلال چیزوں کا مجموعہ ہے۔ نیز اس کا ثبوت صراحۃً یہی ہے۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت تمام قربتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے اور تمام کوششوں سے بڑھ کر کامیاب ترین کوشش ہے۔ پھر کہا اس کے بعد زائر آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس آئے قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو اور قبر انور کی دیوار اس کے سامنے ہو اور اپنی نگاہ کو مقام ہیبت اور جلال پر مرکوز کر کے یوں کہے یارسول اللہ! آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ پھر زائر حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی جان کے لئے وسیلہ پکڑے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرے۔

(المجموع ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں۔

سائل اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اپنی حاجت پیش کرے پھر حضور اقدس ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے اور اس طرح عرض کرے:

یارسول اللہ اسالك الشفاعة یارسول اللہ اتوسل بك الی اللہ۔

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور یارسول اللہ میں آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com
Marfat.com

مسلم آخر جلد دوم باب حدیث الہجرۃ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک داخل ہوئے۔

فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔

ترجمہ: تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب فی حدیث الہجرۃ ج ۴ ص ۲۳۱۱ رقم الحدیث ۲۰۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۶۸۹۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۱ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

اس حدیث مسلم سے نعرہ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے (دیکھو مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ) جلسہ کے معنی ہیں بیٹھک یا نشست جلوس اس کی جمع ہے جیسے جلدہ کی جمع جلود۔ بمعنی کوڑہ نماز ذکر الٰہی کا جلسہ ہے کہ ایک ہی جگہ ادا ہوتی ہے اور حج ذکر کا جلوس کہ اس میں گھوم پھر کر ذکر ہوتا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ تابوت سکینہ کو ملائکہ بشکل جلوس لائے۔ بوقت ولادت پاک اور معراج میں فرشتوں نے حضور کا جلوس نکالا۔ اور اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ لہٰذا یہ مروج جلوس اس اصل کی نقل ہے اور باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

نداء یارسول اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض ......قرآن کریم فرماتا ہے۔

ولا تدع من دون اللہ مالا ینفعک ولا یضرک۔

ترجمہ: اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ غیر خدا کا پکارنا منع ہے۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا ینفعھم ولا یضرھم۔

ترجمہ: خدا کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کے لئے نافع و مضر نہیں۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۵۵)

ثابت ہوا کہ غیر خدا کو پکارنا بت پرستوں کا کام ہے۔

جواب: ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ دعا ہے اس سے مراد بلانا نہیں بلکہ پوجنا (دیکھو جلالین اور دیگر تفاسیر) معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ دوسری آیت اس معنی کی تائید کرتی ہیں رب فرماتا ہے ومن یدع مع اللہ الھا اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱۷) جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے (عبادت کرے) معلوم ہوا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے اگر ان آیات کے یہ معنی نہ کئے جاویں تو ہم نے جو آیات واحادیث اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جن میں غیر خدا کو پکارا گیا

marfat.com

Marfat.com

ہے سب شرک ہوگا۔ پھر زندہ کو پکار دیا مردہ کو سامنے والے کو پکارو یا دور والے کو سب ہی شرک ہوگا روزانہ ہم لوگ بھائی بہن دوست آشنا کو پکارتے ہی ہیں۔ تو عالم میں کوئی بھی شرک سے نہ بچا۔ نیز شرک کہتے ہیں غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات میں شامل کرنا کسی کو آواز دینا پکارنا اس میں کون سے صفت الٰہی میں داخل کرنا ہے پھر یہ شرک کیوں ہوا؟

اعتراض ...... فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔

ترجمہ: پس اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام جپنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر چاہیے۔

جواب: ۔ اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے۔ آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کر سکتے ہو۔ یعنی نماز میں تو پابندی تھی کہ بغیر وضو نہ ہو، سجدہ رکوع اور قعدہ میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نہ ہو مگر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو یہ پابندیاں اٹھ گئیں۔ اب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح خدا کو یاد کر سکتے ہو۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ یہ امر فاذکروا اللہ وجوب کے لئے نہیں صرف جواز کے لئے ہے کہ نماز کے علاوہ چاہے خدا کو یاد کرو خواہ غیر خدا کو خواہ بالکل خاموش رہو ہر بات کی اجازت ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ امر وجوب کے لئے بھی ہو تو بھی ذکر غیر اللہ ذکر اللہ کی نقیض نہیں تاکہ ذکر اللہ کے واجب ہونے سے یہ حرام ہو جاوے بلکہ ذکر اللہ کی نقیض عدم ذکر اللہ ہے تیسرے یہ کہ اگر ذکر اللہ کی نقیض ذکر اللہ مان بھی لی جاوے تب بھی ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی نہ کہ شرک۔ مگر خیال رہے کہ حرام یا فرض ہونا فعل کی صفت ہے نہ کہ عدم فعل کی۔ چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا ہی کا ذکر ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

ترجمہ: جس نے رسول اللہ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۰)

جب کلمہ نماز حج درود خطبہ اذان غرض کہ ساری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر داخل اور ضروری ہے تو نماز سے خارج ان کا ذکر اٹھتے بیٹھتے کیوں حرام ہوگا جو شخص ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے درود شریف یا کلمہ پڑھے تو حضور کا ذکر کر رہا ہے ثواب کا مستحق ہے۔

پانچواں اس طرح کہ تبت یدا ابی لھب (پارہ ۳۰ سورہ ۱۱۱ آیت نمبر ۱) اور سورہ منافقون اور وہ آیات جن میں کفار یا بتوں کا ذکر ہے ان کا پڑھنا ذکر اللہ ہے یا نہیں ضرور ہے کیونکہ یہ قرآنی آیات ہیں۔ ہر کلمہ پر ثواب ہے اگرچہ ان آیات میں مذکور کفار یا بت ہیں مگر کلام تو اللہ کا ہے۔ کلام الٰہی کا ذکر تو ذکر اللہ ہو۔ مگر رحمت الٰہی یا نور الٰہی محمد رسول اللہ کا ذکر ذکر اللہ نہ ہو یہ کیا انصاف ہے؟ قرآن میں ہے قال فرعون فرعون نے کہا قال پڑھنے پر تیس ثواب اور لفظ فرعون پڑھنے پر پچاس ثواب کیونکہ ہر حرف کے دس ثواب ہیں تو فرعون کا نام قرآن میں پڑھا گیا پچاس نیکیاں ملیں اور محمد رسول اللہ کا نام لیا تو مشرک ہو گیا۔ یہ کیا عقل ہے؟ ساتویں اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف میں اٹھتے بیٹھتے حضرت یوسف کے نام کی رٹ فرماتے تھے اور ان کی یاد میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام فراق حضرت حوا علیہا السلام میں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فراق امام حسین رضی اللہ عنہ میں اٹھتے بیٹھتے ان کے نام جپا کرتے تھے اور بزبان حال یہ کہتے تھے۔

حال من در ہجرت والد کم از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

marfat.com
Marfat.com

بتاؤ ان پر یہ حکم شرک جاری ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو آج تو عاشق ہر حال میں اپنے نبی کو یاد کرے وہ کیوں مشرک ہوگا؟ ایک تاجر دن رات تجارت کا ذکر کرتا رہتا ہے طالب علم دن رات ہر حال میں سبق یاد کرتا ہے۔ وہ بھی غیر خدا کا نام جپ رہا ہے وہ کیوں مشرک نہیں۔

نوٹ:۔ دینانگر پنجاب میں ہمارا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اسی مسئلہ ندا یارسول اللہ پر مناظرہ ہوا۔ ثناء اللہ صاحب نے یہ ہی آیت پیش کی۔ ہم نے صرف تین سوال کئے ایک یہ کہ قرآن میں امر کتنے معنی میں آیا ہے اور یہاں کون سے معنی میں استعمال ہوا؟ دوسرے یہ کہ ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض حرام ہوگی یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ذکر اللہ کی نقیض کیا ہے؟ ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ جس کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ان سوالات میں اصول فقہ اور منطق کو دخل دیا ہے یہ دونوں علم بدعت ہیں گویا کہ جاہل رہنا سنت ہے پھر ان سے سوال کیا کہ بدعت کی صحیح تعریف ایسی کر دو جس سے محفل میلاد تو حرام رہے اور اخبار اہل حدیث نکالنا سنت ہو؟ یہ سوالات اب تک ان تمام پر قائم ہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں کوئی صاحب ان سے جوابات دلوا دیں ہم مشکور ہوں گے مگر اب افسوس کہ ثناء اللہ صاحب تو بغیر جواب دیے دنیا سے چلے گئے کاش کوئی ان کے معتقد صاحب جواب دے کر ان کی روح کو خوش کریں۔

اعتراض ...... بخاری جلد دوم کتاب الاستیذان بحث مصافحه باب الاخذ بالیدین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضور علیہ السلام نے التحیات میں **السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته** سکھایا **فلما قبض قلنا السلام علی النبی** ﷺ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو ہم نے التحیات میں یوں پڑھا **السلام علی النبی۔**

(صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین ج ۲ ص ۹۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عینی شرح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فظاهر ها انهم کانوا یقولون السلام علیك بکاف الخطاب فی حیاة النبی علیه السلام لمامات ترکوا الخطاب و ذکروه بلفظ الغیبة فصاروا یقولون السلام علی النبی۔

ترجمہ: حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ صحابہ کرام حضور کی زندگی پاک میں السلام علیک کاف خطاب سے کہتے تھے لیکن جبکہ حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو خطاب کو چھوڑ دیا اور لفظ غائب سے ذکر کیا اور کہنے لگے السلام علی النبی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین تحت رقم الحدیث ۶۲۶۵ ج ۲۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث اور شرح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ التحیات میں السلام علیک کہنا زندگی پاک مصطفیٰ علیہ السلام میں تھا حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد التحیات میں بھی نداء کو چھوڑ دیا گیا تو جب صحابہ کرام نے التحیات میں سے ندا کو نکال دیا تو جو شخص نماز کے خارج میں یارسول اللہ وغیرہ کہے تو بالکل ہی شرک ہے۔

جواب:۔ بخاری اور عینی کی یہ عبارات تو آپ کے خلاف بھی ہیں کیونکہ آج تک کسی امام مجتہد نے التحیات کے بدلنے کا حکم نہ دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی۔ اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی التحیات اختیار فرمائیں۔ مگر دونوں التحیات میں **السلام علیك ایها النبی** ہے غیر مقلد بھی خواہ ثنائی ہوں یا غزنوی یہ ہی خطاب والی التحیات پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے التحیات کو بدلا اور حدیث مرفوع کے مقابل اجتہاد صحابی قبول نہیں۔ اور ان صحابہ کرام نے بھی اس لئے تبدیل نہ کیا کہ نداء غائب حرام ہے۔ ورنہ زندگی پاک میں دور رہنے والے صحابہ خطاب والی التحیات نہ پڑھتے۔ آخر یمن، خیبر، مکہ مکرمہ، نجد، عراق تمام جگہ نماز ہوتی تھی۔ تو اس میں وہ ہی التحیات پڑھی جاتی تھی۔ نداء غائب برابر ہوتی تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حجاز میں تشریف فرما تھے اور نداء والی التحیات ہر جگہ پڑھی جاری تھی نہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا نہ

marfat.com

Marfat.com

صحابہ کرام نے کچھ شبہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے التحیات سکھاتے وقت یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ التحیات صرف ہماری زندگی پاک میں ہے اور ہماری وفات شریف کے بعد دوسری پڑھنا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد ص ۱۷ میں ہے۔ لہٰذا صیغہ خطاب کو بدلنا ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں۔ ورنہ خود حضور علیہ السلام فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب نہ کرنا۔ بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے۔ اصل تعلیم اسی طرح ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ بعض صحابہ کا یہ فعل حجت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں شرک ہوتا رہا۔ اور منع نہ فرمایا گیا۔ بعد میں بھی بعض نے بدلا نہ کہ کل نے۔ بلکہ مرقات باب التشہد اخیر فصل میں ہے۔

واما قول ابن مسعود کنا نقول الخ فهو روایته ابی عوانة وروایته البخاری اصح فیها بینت ان ذلك لیس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوی عنه ولفظها فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقوله قلنا سلام یحتمل انه ارادبه استمررنا علی ما کنا علیه فی حیاته۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے التحیات ہرگز نہ بدلی یہ صرف راوی کی فہم ہے نہ اصل واقعہ۔

اعتراض ...... بعض وہابی یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ ہماری آواز سنتے ہیں شرک ہے کیونکہ دور کی آواز سننا تو خدا ہی کی صفت ہے غیر خدا میں یہ طاقت ماننا شرک ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یارسول اللہ یا غوث وغیرہ کہنا جائز ہے۔ جیسے ہوا کو ندا دیا کرتے ہیں "سن اے بادصبا" وغیرہ کہ وہاں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہوا سنتی ہے آج کل عام وہابی یہ ہی عذر پیش کرتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں اسی پر زور دیا ہے۔

جواب:۔ دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں۔ کیونکہ دور سے آواز تو وہ سنے جو پکارنے والے سے دور ہو۔ رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے خود فرماتا ہے:

نحن اقرب الیه من حبل الورید۔

ترجمہ: ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۵۰ آیت نمبر ۱۶)

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔

ترجمہ: جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرمادو کہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

نحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون۔

ترجمہ: ہم اس بیمار سے بمقابلہ تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۶ آیت نمبر ۸۵)

لہٰذا پروردگار تو قریب ہی کی آواز سنتا ہے ہر آواز اس سے قریب ہی ہوتی ہے کہ وہ خود قریب ہے اور اگر مان لیا جاوے کہ دور کی آواز سننا اس کی صفت ہے تو قریب کی آواز سننا بھی تو اس کی صفت ہے لہٰذا چاہیے کہ قریب والے کو بھی سامع سمجھ کر نہ پکارو۔ ورنہ مشرک ہو جاؤ گے سب کو بہرا جانو۔ نیز جس طرح دور کی آواز سننا خدا کی صفت ہے اسی طرح دور کی چیز دیکھنا۔ دور کی خوشبو پالینا بھی تو صفت الٰہی ہے اور ہم علم غیب اور حاضر و ناظر کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ جب ان کی نظر دور و قریب کو یکساں دیکھ سکتی ہے تو اگر ان کے کان دور و نزدیک کی آوازیں سن لیں تو کیوں شرک ہوا؟ یہ وصف ان کو بہ عطاء الٰہی حاصل ہوا۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ دور کی آواز انبیاء و اولیاء سنتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پالی اور فرمایا انی لاجد ریح یوسف (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۴) بتاؤ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو آواز دی جو مقام نہاوند میں جنگ کر رہے تھے۔ اور حضرت ساریہ نے وہ آواز سن لی (دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ثالث ص ۵۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) حضرت فاروق کی آنکھ نے دور سے دیکھا حضرت ساریہ کے کان نے دور سے سنا۔ تفسیر روح البیان وجلالین ومدارک وغیرہ تفاسیر میں زیر آیت واذن فی الناس بالحج (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۷) ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنا کر پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام روحوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو قیامت تک جو بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ سب نے وہ آواز سن لی۔ جس نے لبیک کہہ دیا وہ ضرور حج کرے گا اور جو روح خاموش رہی وہ کبھی حج نہیں کر سکتی کہیئے یہاں تو دور کے علاوہ پیدائش سے پہلے سب نے حضرت خلیل کی آواز سن لی یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اسی طرح حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت چار پہاڑوں میں رکھو ثم ادعھن یاتینک سعیا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۰) پھر انہیں پکارو دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ دیکھو مردہ جانوروں کو پکارا گیا اور وہ دوڑتے ہوئے آئے تو کیا اولیاء اللہ ان جانوروں سے بھی کم ہیں؟ آج ایک شخص لندن میں بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون ہندوستان کے آدمی سے بات کرتا ہے اور یہ سمجھ کر اس کو پکارتا ہے کہ ہندوستان کا آدمی اس آلہ کے ذریعہ میری بات سنتا ہے یہ پکارنا شرک ہے کہ نہیں؟ تو اگر کسی مسلمان کا عقیدہ یہ ہو کہ قوت نبوت ٹیلیفون کی قوت سے زیادہ ہے اور حضرات انبیاء قوت خداداد سے ہر ایک کی آواز سنتے ہیں۔ پھر پکارے یا رسول اللہ الغیاث تو کیوں شرک ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفر میں جاتے ہوئے ایک جنگل میں چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ وہ کہتی ہے۔

یا یھا النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمن وجنوده وھم لا یشعرون۔

ترجمہ: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں۔

(پارہ ۱۹ سورہ نمل آیت نمبر ۱۸)

تفسیر روح البیان وغیرہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ آپ نے تین میل سے چیونٹی کی یہ آواز سنی خیال کرو کہ چیونٹی کی آواز اور تین میل کا فاصلہ کہیئے یہ شرک ہوا کہ نہیں؟

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۱۲۵ الفصل الاول مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ دفن کے بعد میت قبر میں سے باہر والوں کے پاؤں کی آواز سنتی ہے اور زائرین کو دیکھتی اور پہچانتی ہے اسی لئے قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کرنا چاہیئے اس قدر مٹی کے نیچے ہو کر

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسین بن ماہبرام ابو عبداللہ الایذجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا ھانیء بن یحیی السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفری عن قتادة عن یحیی بن وثاب عن ابی ھریرة قال: قال رسول اللہ ﷺ لما کلم اللہ موسی کان یبصر دبیب النمل علی الصفا فی اللیلة الظلماء من مسیرة عشرة فراسخ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازرات کے اندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سے سنتے تھے۔

(طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اتنی آہستہ آواز کو سنا کس قدر دور کی آواز سننا ہے کہو شرک ہوا یا کہ نہیں؟ ہم بحث علم غیب اولیاء اللہ میں مشکوۃ کتاب الدعوات کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا ولی خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنی قوت سے عطا فرمادے۔ وہ اگر دور سے سن لے تو کیوں شرک ہے؟ مخالفین کے معتمد اور معتبر عالم مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی فتاویٰ عبدالحئی کتاب العقائد صفحہ ۴۴ میں اس سوال کے جواب میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ لم یلد ولم یولد حضور علیہ السلام کی شان ہے اور قل ھو اللہ احد (پارہ ۳۰ سورہ ۱۲۲ آیت نمبر ۱) حضور علیہ السلام کی صفت ہے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ جبکہ آپ چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھ کو رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ (چالیس دن) کے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا۔ اس روایت سے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی عرش وفرش کی تمام آوازیں سنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے لڑے تو جنت سے حور پکار کر اسے ملامت کرتی ہے (مشکوۃ باب معاشرۃ النساء ص ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی کی جنگ کو حور اتنی دور سے دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر اس کو علم غیب بھی ہے کہ اس آدمی کا انجام بخیر ہوگا۔ دوربین سے دور کی چیزیں دیکھتے ہیں ریڈیو ٹیلیفون سے دور کی آواز سنتے ہیں۔ تو کیا نبوت وولایت کی طاقت بجلی کی طاقت سے بھی کم ہے معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قدم کی آہٹ سنی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بجسم مثالی جنت میں پہنچے تو حاضر وناظر کا ثبوت ہوا۔

ان سب باتوں کے متعلق مخالف یہ ہی کہے گا کہ وہ تو خدا نے سنایا تو ان حضرات نے سن لیا۔ پس ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو خدا دور کی آوازیں سناتا ہے تو یہ سنتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ان کی عطائی۔ خدا کی قدیم۔ ان حضرات کی حادث۔ خدا کی یہ صفت کسی کے قبضہ میں نہیں ان کی یہ صفت خدا کے قبضہ میں خدا کا سننا بغیر کان وغیرہ عضو کے۔ ان کا سننا کان سے اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ اس نداء کے متعلق اور بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر اسی قدر پر ہی کفایت ہے۔

بڑے علماں نے عقلاں والے اوتھے پل نہ اڑدے نے
میں سنیا دیکھ کے اس نوں پتھر بھی کلمہ پڑھدے نے

حاشیہ......☆

ندائے یارسول اللہ پر مزید دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لاتجعلو دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انبا عبدالرحمن قال ثنا ابراهیم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله لاتجعلو دعآء الرسول کدعآء بعضکم بعضا قال امرهم ان یقولوا یارسول الله فی لین و تواضع ولا یقولوا

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

یا محمد فی تجهم۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ النور آیت نمبر ۶۳ ج ۲ ص ۴۴۵ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ای لا تقولوا اذا دعوتموہ یا محمد کما یقول احدکم لصاحبہ ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۲ ص ۷۷۲ مطبوعہ دار الشامیہ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال مجاهد وقتادة لاتدعوه باسمه کما یدعو بعضکم بعضا یا محمد یا عبداللہ ولکن فخموه وشرفوه فقولوا یا نبی اللہ یارسول اللہ۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انهم امروا ان یقولوا یارسول ونهوا ان یقولوا یا محمد قاله سعید بن جبیر وعلقمة بن الاسود وعکرمة ومجاهد۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

ان کے علاوہ ملاحظہ فرمائیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ابو سعود ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ثعالبی ج ۳ ص ۱۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (فتح القدیر للشوکانی غیر مقلد ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکشاف ج ۳ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (النکت والعیون ج ۴ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابی هریرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول والذی نفس ابی القاسم بیده لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذهبن الشحناء ولیعرضن المال فلا یقبله احد ثم لئن قام علی قبری فقال یامحمد لاجبته۔قلت هو فی الصحیح باختصار۔ رواه ابویعلی ورجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں ابوالقاسم ﷺ کی جان ہے البتہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے امام منصف اور امام حاکم عادل ہو کر سو ضرور صلیب توڑیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور ضرور لوگوں کے آپس کے معاملات درست کردیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ لے گا پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔ یہ روایت اختصار کے ساتھ صحیح (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے اس کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ذکر الانبیاء ﷺ ج ۸ ص ۲۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت)، (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۴۹ رقم الحدیث ۴۵۷۴ مطبوعہ دار العاصمہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

امام احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قام علی قبری فقال یا محمد لاجبته۔

ترجمہ: وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلی ج ۱۱ ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۶۵۸۴ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق شام)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد۔

(الادب المفرد ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۹۶۴ مطبوعہ مکتبہ الاثریہ سانگلہ وفی نسخہ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۹۶۴ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت وفی نسخہ ص ۱۴۲ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

امام علی بن جعد الجوہری البغدادی متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ثنا علی انا زهير عن ابی اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال كنت عند عبدالله بن عمر فخدرت رجله فقلت له يا عبد ابو عبدالرحمن مالرجلك؟ قال اجتمع عصبها من هاهنا قلت ادع احب الناس اليك قال يا محمد فانبسطت۔

ترجمہ: امام عبدالرحمن بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں سوگیا۔ میں نے عرض کی اے ابوعبدالرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں سے ناڑیں اکٹھی ہوگئی ہیں تو میں نے عرض کی کہ آپ اپنی محبوب ترین شخصیت کو ندا کریں تو آپ نے فوراً فرمایا یا محمد (ﷺ) پس فی الفور اسی وقت آپ کا پاؤں کھل گیا۔

(مسند ابن الجعد ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۲۵۳۹ مطبوعہ موسستہ نادر بیروت)

امام ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن ابراهيم الانماطی وعمرو بن الجنيد بن عيسى ثنا محمود بن خداش ثنا ابوبكر بن عياش ثنا ابو اسحاق السبيعی عن ابی سعيد قال كنت امشی مع ابن عمر فخدرت رجله فجلس فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمداه فقال فمشى۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يامحمد ﷺ فكانما نشط من عقال۔

ترجمہ: ایک شخص نے انہیں کہا اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو انہوں نے کہا یا محمد ﷺ وہ اسی وقت چنگے بھلے ہوگئے گویا قید سے آزاد کردیے گئے ہوں۔

(الاذکار باب مایقولہ اذا خدرت رجلہ ص ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشکل وقت میں امام الانبیاء ﷺ کو پکارنا ان کو مدد کے لئے پکارنا نہ کفر ہے نہ شرک ہے نہ بدعت ضلالہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک ہے۔

حضرت ابوعبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کردیا۔ اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کردیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

یا محمد یامحمد یا نصر اللہ انزل

ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتح مدینہ حلب وقلاعھا ج اص ۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی اس وقت مسلمانوں کا شعار علامتی نشان تھا۔

یا محمد یامحمد یا نصر اللہ انزل۔

ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتوح البھنسا ونزول الصحابہ وقتل البطریق ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں۔

و کان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔

ترجمہ: اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ۔

ترجمہ: یہ (یا محمداہ کی نداء) اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف ج ۳ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے انہوں نے یہ حالت دیکھی تو یہ نارہ لگایا:

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ثم نادی بشعار المسلمین و کان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔

ترجمہ: تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمداہ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ثم برز خالد ودعا الی البزار ونادی بشعارھم و کان شعارھم یا محمداہ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ۔

ترجمہ: پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا۔ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط وعام الرمادہ ج ۲ ص ۵۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب حراست میں میدان جنگ سے گزریں تو بے ساختہ فریاد کی۔

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیك الله وملك السماء هذا حسین بالعراء مزمل بالدماء مقطع الاعضاء یامحمداہ وبناتك سبایا وذریتك مقتله تسفی علیها الصبا...... قال فابكت كل عدو وصدیق۔

ترجمہ: اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے۔امداد (دومرتبہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں یہ حسین میدان میں ہیں خون میں نہائے ہوئے اعضاء کٹے ہوئے۔یا محمد امداد آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں آپ کی اولاد شہید کردی گئی۔بادصبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے راوی کہتے ہیں ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سواران دلاور ساکنان شام تھے کہ ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرتے:

فاسرہ الروم مرة قال لهم الملك انی اجعل فیكم الملك وازوجكم بناتی و تدخلون فی النصرانیة فابوا وقالوا یا محمداہ۔

ترجمہ: یعنی ایک بار نصاریٰ روم انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچالیا۔وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔انہوں نے حال پوچھا فرمایا:

ما كانت الا الغطسة التی رایت حتی خرجنا فی الفردوس۔

ترجمہ: بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں۔

كانا مشهورین بذلك معروفین بالشام فی الزمن الاول۔

ترجمہ: یہ حضرات زمانہ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف ہے۔

(شرح الصدور للسیوطی باب زیارۃ القبور وعلم الموتی ص ۹۰ مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے۔

سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وهل للمشائخ اغاثة بعد الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزة وللانبیاء وللرسل والاولیاء والصالحین اغاثة بعد موتهم الخ۔

ترجمہ: یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یارسول اللہ یا علی یا شیخ عبد القادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ الرملی فی فروع الفقہ الشافعی مسائل شتی ج ۴ ص ۷۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں۔

قولهم یا شیخ عبدالقادر فهو نداء فما الموجب لحرمته۔

ترجمہ: لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

(فتاویٰ خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالمعارف للطباعۃ بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وصلى عليك يا خير خلقه
ويا خير مامول ويا خير واهب
ويا خير من يرجى لكشف رزية
ومن جوده قد فاق جود السحائب
وانت مجيري من هجوم ملمة
اذا انشبت في القلب شر المخالب

(اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہوکر
میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یارسول اللہ

(کلیات امدادیہ گلزار معرفت ص ۴ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

نیز حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفے فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب صفحہ ۲۲ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

نیز حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی داہنے اور الصلاۃ والسلام علیک یانبی اللہ کی بائیں اور الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔

(ضیاء القلوب ص ۵۵ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیوبند)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۵ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

یہاں ''کسی'' سے مراد حضور ﷺ اور اولیاء کرام مراد ہیں کیونکہ دیوبندیوں کے نزدیک اکابر دیوبند کو دور سے پکارنا شرک نہیں یہ حکم صرف امام الانبیاء ﷺ کے لئے ہیں۔ دیکھئے۔

محمد ذوالفقار علی دیوبندی فرماتے ہیں۔

یا مرشدی ویا موئلی یا مفزعی یا ملجائی فی مبدئی ومعادی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

اے میرے مرشد اے میری پناہ اے میری گھبراہٹ کے سہارے اور اے جائے پناہ دنیا و آخرت میں

ارحم علی ابا غیاث فلیس لی کهفی سوی حبیکم من زاد

رحم کیجئے مجھ پر اے میرے فریادرس کیونکہ نہیں ہے میرے لئے، اے میرے جائے پناہ سوا آپکی محبت کے کوئی توشہ

یاسیدی للہ شیئنا انہ انتم لی المجدی وانی جادی

اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہو! بیشک آپ میرے لئے جود کرنیوالے ہیں اور میں سائل ہوں

(کرامات امدادیہ ص ۱۳ ناشر کتب خانہ ہادی دیوبند (یو۔پی))

اشرف علی تھانوی اپنے پیر حاجی امداد اللہ کے اشعار نقل کرتے ہیں۔

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا

ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ

تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا

عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست وپا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(امداد المشتاق ص ۹۶۔۹۷ مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)، (شمائم امدادیہ ص ۸۳۔۸۴ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

معزز قارئین حضرات انصاف کیجئے حاجی امداد اللہ اور ذوالفقار علی اپنے پیر کو پکار رہے ہیں کسی دیوبندی نے یہ نہیں کہا کہ یہ شرک ہے وہ اس لئے کہ وہ ان کے اکابر ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الہند کے مشرک ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ محدث دیوبند سید اصغر حسین لکھتے ہیں۔

۱۳۲۲ کے آخر میں دیوبند میں شدید طاعون ہوا چند طلبہ بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح ولایتی جو صبح و شام میں سند فراغت لے کر وطن رخصت ہونے والے تھے اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہوگئی وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کر رہے ہیں اس کے دلائل کو توڑتے اپنے استدلال پیش کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرہ میں شیطان کو بخوبی شکست دیدی پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہی کہتے کہتے دفعۃً بول اٹھے کہ واہ واہ سبحان اللہ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب تشریف لائے دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ ارے خبیث کہا جاتا ہے۔ ایک ساعت کے بعد طالب علم صاحب کا انتقال ہوگیا۔ حضرت مولانا اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔

(حیات شیخ الہند ص ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

معزز قارئین حضرات دیکھئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی یہ کفر و شرک ہے اب دیکھئے کہ محمد صالح ولایتی مشرک جو کہہ رہے ہیں کہ افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے۔ محمد صالح

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

مشرک کو اس وقت ایاك نعبد وایاك نستعین۔ (ترجمہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یاد نہیں۔ ایک سنی مسلمان جب امام الانبیاء ﷺ کو اللہ کا حبیب سمجھ کر مدد کے لئے پکارے تو دیوبندیوں کے فتوے سے وہ مشرک و بدعتی ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھئے قرآن میں ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اب سوچئے جو حقیقی مالک ہے وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور حضور ﷺ جو کتنے دور ہے وہ مدینے سے آئے گے۔ تو تم بریلوی لوگ اللہ سے امداد کیوں نہیں مانگتے ہوں اس لئے تم کافر و مشرک ہو۔ اب اپنا حال دیکھئے محمد صالح ولایتی مشکل وقت میں محمود الحسن کو پکار رہے ہیں اب ان کو یاد نہیں کہ حقیقی مددگار شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور محمود الحسن جو کتنے دور ہیں محمد صالح ولایتی مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ محمد صالح ولایتی کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ یہ کرامت بن کر کتاب کی خوبصورتی بن رہی ہیں۔ اور محمود الحسن صاحب کے شرک کو دیکھئے کہ کتنی دور سے اپنے مرید کو دیکھ بھی رہے ہیں اس کی آواز بھی سن رہے ہیں اور روحانی تصرف سے تشریف لا کر امداد بھی کر رہے ہیں۔ اشرف علی تھانوی تو لکھتے ہیں کہ یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی تو شرک و کفر ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ دیوبندیوں کا اصول صرف امام الانبیاء ﷺ اولیاء رحمہم اللہ کے لئے ہیں۔ اکابر دیوبند کے لئے نہیں۔ بلے محمود الحسن کتنے دور ہو وہ مرید کی پکار کو سن بھی سکتے ہیں مدد بھی کر سکتے ہیں روحانی تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں (معاذ اللہ) جب حضور ﷺ کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔ اور جب بات اکابر دیوبند کی آتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں سے مدد کے منکر نہیں۔ دیکھئے جب قاسم نانوتوی نے ایک مرید کی مدد کی تو مناظر احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

"پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا۔ ان کے بھائی یہ خبر پا کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد پہنچے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا دیوبند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہ حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے، اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا انہوں نے عرض کیا، حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہی جاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ ہے دیوبندی مذہب کا من گھڑت اصول اللہ تعالیٰ ہمیں ان بے دینوں سے بچائے۔ اس مسئلہ پر کثیر دلائل اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے لئے فقیر ناچیز کا رسالہ

"یارسول اللہ مدد"..........ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

Marfat.com

بحث اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ اس بحث میں دو باب ہیں۔

پہلا باب

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء و محدثین اور خود مخالفین کے اقوال سے ہے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وادعوا شهدآءكم من دون الله ان كنتم صدقين۔

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلالو۔

(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳)

اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمایتیوں کو بلالو۔ غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

قال من انصاری الی الله قال الحواریون نحن انصار الله۔

ترجمہ: کہا مسیح نے کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۲)

اس میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

وتعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

ترجمہ: مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر گناہ اور زیادتی کے۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲)

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

ان تنصروا الله ينصركم۔

ترجمہ: اگر مدد کرو گے تم اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ تمہاری۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۷ آیت نمبر ۷)

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا۔

لتؤمنن به ولتنصرنه۔

ترجمہ: کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۱)

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا یثاق کے دن سے حکم ہے۔

استعینوا بالصبر والصلوۃ۔

ترجمہ: مدد طلب کرو ساتھ صبر اور نماز کے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۳)

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔

واعینونی بقوۃ۔

ترجمہ: مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ایدك بنصرہ وبالمومنین۔

ترجمہ: اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ قوت بخشی۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یایھا النبی حسبك اللہ ومن اتبعك من المومنین۔

ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فان اللہ ھو مولہ وجبریل و صالح المومنین والملئکۃ بعد ذلك ظھیر۔

ترجمہ: یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانوں تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والمومنون والمومنت بعضھم اولیآء بعض

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۳۱)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا۔

واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری۔

ترجمہ: خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کردے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کردے۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹_۳۰)

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں ہوں۔ بلکہ ان کی درخواست منظور فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔

مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ربیعہ ابن کعب اسلمی سے بروایت مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔

سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك فقلت هو ذالك قال فا علی نفسك بكثرة السجود۔

ترجمہ: کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور مانگتا ہے میں نے کہا صرف یہ ہی فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب فضل السجود ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوۃ شریف ص ۸۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند ابو عوانہ باب بیان ثواب السجود والترغیب فی کثرۃ السجود ج ۱ ص ۴۹۹ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی۔ تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو۔ یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

واز اطلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کارہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ہرچہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶)

حاشیہ......☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبداللہ القرمطی من ولد عامر بن ربیعة ببغداد حدثنا یحیی بن سلیمان بن نضلة الخزاعی حدثنا عمی محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علی بن الحسین حدثنی میمونة بنت الحرث زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ بات عندها فی لیلتها فقام یتوضا للصلاة فسمعته یقول فی متوضئه لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یارسول اللہ سمعتك تقول فی متوضئك لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بنی كعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بكر ثم خرج رسول اللہ ﷺ فامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احدا قالت فدخل علیها ابوبكر فقال یا بنیة ما هذا الجهاز؟ فقالت واللہ ما ادری فقال واللہ ما هذا زمان غزو بنی الاصفر فاین یرید رسول اللہ ﷺ قالت واللہ لاعلم لی۔ قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلی الصبح بالناس فسمعت الراجز ینشده۔

یارب انی ناشد محمدا ... حلف ابینا وابیه الاتلدا
انا ولدناك وكنت ولدا ... ثمة اسلمنا ولم ننزع یدا
ان قریشا اخلفوك الموعدا ... ونقضوا میثاقك المؤكدا
وزعموا ان لست تدعوا احدا ... فانصر هداك اللہ نصرا ابدا
وادع عباد اللہ یاتوا مددا ... فیهم رسول اللہ قد تجردا

ان سیم خسفا وجهه تربدا

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

فقال رسول اللہ لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا...... الخ۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۷۳۔۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(الاستیعاب ذکر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۷۵ رقم ۱۹۱۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۴۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

و خرج عمرو بن سالم الخزاعی فی اربعین راکبا من خزاعة فقدموا علی رسول اللہ ﷺ یخبرونه بالذی اصابهم ویستنصرونه۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاعی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔

(طبقات الکبری ابن سعد سریہ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قد نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۳۔۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(دلائل النبوۃ باب نقض قریش ما عاھد واعلیہ رسول اللہ ﷺ بالحدیبیہ ج ۵ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا الشریف ابو نصر الزینبی انا ابو طاهر المخلص ثنا یحیی بن محمد املاء ثنا یحیی بن سلیمان بن نضلة الخزاعی بالمدینة سنة خمس واربعین ومائتین حدثنی عمی محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده عن میمونة بنت الحارث زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ بات عندها فی لیلتها ثم قام یتوضا للصلاۃ فسمعته وهو یقول لبیک لبیک ثلاثا او نصرت نصرت ثلاثا قالت فلما خرج من متوضاه قلت یارسول اللہ بابی انت وامی سمعتک تکلم انسانا فهل کان معک احد؟ فقال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی الخ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۷۳۔۷۴ رقم الحدیث ۵۹ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت یا عمرو۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ الفتح ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت یا عمرو ابن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ غزوۃ الفتح الاعظم وکانت فی رمضان سنۃ ثمان ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الامام العالم العلامۃ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

عن میمونۃ رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ باتٓ عندها لیلۃ فقام لیتوضا للصلاۃ قالت فسمعته یقول لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یارسول الله سمعتك تقول لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا کانك تکلم انسانا فهل کان معك احد قال هذا راجز بنی کعب یعنی خزاعة یزعم ان قریشا اعانت علیهم بکر بن وائل ای بطنامنهم وهو بنو نفاثة۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے ایک ٹولہ بنو نفاثہ کی مدد کی ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۱-۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) سیرابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۵)

محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۱ مطبوعہ دار القلم بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الطبرانی عن میمونة ام المومنین رضی اللہ عنہا قالت بات عندی رسول اللہ ﷺ لیلة فقام لیتوضا للصلاة فسمعته یقول فی متوضئه باللیل لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یارسول اللہ سمعتک تقول فی متوضئک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد فقال ھذا راجز بنی کعب وھم بطن من خزاعة یستصرخنی الخ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کردی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعید بن عبدالرحمن التستری ثنا یحیی ابن سلیمان بن نضلة المدینی ثنا عمی محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده قال حدثنی میمونة بنت الحارث ان رسول اللہ ﷺ بات عندھا فی لیلتھا ثم قام یتوضا للصلاة فسمعته یقول فی متوضئه لبیک لبیک ثلاثا ونصرت ونصرت ثلاثا قالت فلما خرج قلت یارسول اللہ ﷺ بابی انت سمعتک تقول فی متوضئک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد قال ھذا راجز بنی کعب یستصرختی ویزعم ان قریشا اعانت علیھم بنی بکر الخ......

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۳ ص ۴۳۳-۴۳۴ رقم الحدیث ۱۰۵۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے طبرانی کبیر کے محشی (جو کہ غیر مقلد ہے) نے مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی سند میں یحیٰ بن سلیمان نضلۃ ہے جو کہ ضعیف ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو کہ طے شدہ اصول کے مطابق قبول نہیں ہے۔علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح مبہم ہے اس وجہ سے قبول نہیں ہے۔دوم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یحیٰ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وذکرہ بن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: یعنی امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۱ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

امام الحافظ عبداللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ لکھتے ہیں۔

احادیث عامتھا مستقیمة۔

ترجمہ: اس کی عام احادیث مستقیم ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ برقم ۲۱۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ راجز رضی اللہ عنہ کو دیکھ بھی رہے تھے ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت نصرت فرما کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔اس حدیث مبارکہ میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ استمداد کا بھی ثبوت ہے۔معلوم ہوا کہ

marfat.com

Marfat.com

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدر گاھش بیا وھر چہ می خواھی تمنا کن

(شرح خرپوتی علی البردة ص ۲۱۸ نور محمد کتب خانہ کراچی)

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں۔ کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کے خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور ﷺ کے ذریعہ کعبہ پاک ہوا رب تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کے مداوا کے پاک نہیں ہو سکتا۔ تو تمہارا دل ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔

نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے۔ **هو الجود بالكونين والتوجه الى خالقهما** یعنی دونوں جہان اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہو جانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں دوسروں کو وہ ہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہوگا۔ ملکیت ثابت ہوئی۔

حاشیہ......☆

آقا ﷺ اپنے غلاموں کی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے غموں کو دور فرماتے ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقام سے حضور ﷺ کو ندا بھی کرتے تھے اور مدد بھی طلب کرتے تھے۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسين بن اسحاق التستری ثنا احمد بن يحيى الصوفی ثنا عبدالرحمن بن سهل حدثنی ابی عن عبدالله بن عيسى عن زيد بن علی عن عتبة بن غزوان عن نبی الله ﷺ قال اذا اضل احدكم شيئا او اراد احدكم عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اغيثونی يا عباد الله اغيثونی...... وقد جوب ذلك۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز گم کر لو یا مدد کا ارادہ کر لو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے۔ اے اللہ کے بندوں میری فریاد رسی کرو اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجرب ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۷ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہے۔

(نزل الابرار ص ۳۳۵ مطبوعہ بیروت)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں:

(طبرانی کبیر ج ۱۰ ص ۲۱۷ رقم الحدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

شیخ عبدالحق کی ان عبارات نے فیصلہ کردیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو مال مانگو جنت مانگو جہنم سے پناہ مانگو بلکہ اللہ کو مانگو۔ ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔

محمد از تو می خواہم خدا را | خدایا از تو عشق مصطفی را

یارسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں | اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں

حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انھم اذظلموا انفسھم جآء وك فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس کا ترجمہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجاتے پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پالیتے۔ مگر کس شان میں توابا رحیما توبہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدامل جاتا۔

اللہ کو بھی پایا مولیٰ تیری گلی میں

اشعۃ اللمعات کی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرمایا ہے کہ فعطی لمن شآء ماشآء حضور علیہ السلام جس کو جو چاہیں دے دیں تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ۸۸ ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون ہے۔

وثالثھا الانبیآء وھم الذین اعطاھم اللہ تعالی من العلوم والمعارف ما لاجلہ یقدرون علی التصرف فی بواطن الخلق وارواحھم وایضا اعطاھم من القدرۃ والمکنۃ ما لا یقدرون علی التصرف فی ظواھر الخلق۔

ترجمہ: تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کرسکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت و قوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کرسکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی تفسیر کبیر پارہ الم واذ قال ربك للملئکۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) کی تفسیر میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے۔

اعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ۔

ترجمہ: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے۔

تفسیر روح البیان سورہ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت ۳۳ ویسعون فی الارض فسادا ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں۔ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرادوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کردوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مثنوی شریف میں ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز گردانند زراہ

اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے | کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کرلیں

marfat.com

Marfat.com

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس را ز مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہا ایشاں درحیات خود یا بیشتر قومے مے گویند کہ امداد حی قومی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر و اولیاء را تصرف درا کون حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را وارواح باقی است۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل درآمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حاشیہ مشکوۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

واما الاستمداد باهل القبور في غير النبی علیه السلام او الانبیآء فقد انکره کثیر من الفقهآء والبته المشائخ الصوفية وبعض الفقهآء قال الامام الشافعي قبر موسى الكاظم ترياق مجرب لاجابة الدعاء وقال الامام الغزالي من يستمد في حياته يستمد بعد وفاته۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام ودیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہا نے انکار کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ شریف ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ مصر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیائے کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے علمائے ظاہرین نے انکار کیا صوفیا کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔

حصن حصین ص ۲۰۲ میں ہے۔

وان اراد عونا فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني۔

ترجمہ: جب مدد لینا چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

(الحصن الحصین للجوری ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

اس کی شرح الحرز الثمین میں ملا علی قاری اسی جگہ فرماتے ہیں۔

اذا انفلتت دابة احدكم بارض فلاة فليناديا عباد الله احبسوا۔

ترجمہ: یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔

(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیر یہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

عباد اللہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد بهم الملئكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بابدال۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: یعنی بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیریہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

پھر فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون والہ مجرب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس حدیث کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیریہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز ص ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد باشد اورا اعوان الہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است داورا یکے از مظاہر عون الہی دانستہ وبکار خانہ اسبابی وحکمت او تعالی در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرح نیز جائز وروا است در انبیاء واولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کردہ اند در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

ترجمہ: سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الہٰی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالی کی طرف ہے اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے اور اس کو انبیاء واولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق تعالی کے غیر سے مدد مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔
(تفسیر فتح العزیز ج اص ۸ مطبوعہ دار الکتب دہلی)

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص ۴۶۰ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

افعال عادی الہی رامثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک رامشر کان نسبت بہ ارواح خبیثہ اصنام می نمایند و کافر می شوید۔ از تاثیر الہی یا خواص مخلوقات ادمی دانند از ادویہ و مغافیر یا دعائے لحاء بندگان او کہ ہمر از جناب او در خواستہ انجاح مطلب می کناند می مہمند ودرایماں ایشاں خلل نمی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں اور مسلمان ان امور کو حکم الٰہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسے کہ دوائیں یا مغافیر یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ بندے رب کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔

بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ ابوالعباس احمد زرونی کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ — اذا ما مطی جور الزمان بنکبتہا
وان کنت فی ضیق وکرب وحشتہ — فناد بیا زروق ات بسرعتہ

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں جبکہ زمانہ کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں۔ اگر تو تنگی یا مصیبت یا وحشت

marfat.com
Marfat.com

میں ہو تو پکار کہ اے زروق میں فوراً آؤں گا۔

تفسیر کبیر و روح البیان و خازن میں سورہ یوسف زیر آیت فلبث فی السجن بضع سنین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۲) (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) ہے الا ستعانه بالناس فی دفع الضرر والظلم جائزة اور خازن زیر آیت ۴۲ فانساه الشیطن میں ہے الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائز مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔ در مختار جلد سوم باب اللقطہ کے آخر میں گمی ہوئی چیز تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا۔

ان الانسان اذا ضاع له شیئی واراد ان یرده الله علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة و یقرء الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی علیه السلام ثم یهدی ثوابها لسیدی احمد ابن علوان یقول یا سیدی یا احمد ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتك من دیوان الاولیآء فان الله یرد ضالته ببرکته۔

ترجمہ: جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس ملا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گمی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملا دے گا۔

(رد المحتار باب اللقطہ ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی ان سے مدد مانگی ان سے گمی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں کے فقیہ اعظم صاحب در مختار نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الوری بدلی بجودك وارضی برضاك
انا طامع بالجود منك لم یکن لابی حنیفة فی الانام سواك

اے موجودات سے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمایئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور علیہ السلام سے صریح مدد لی گئی ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه سواك عند حلول الحادث العمم
اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت

(شرح الخرپوتی علی البردة ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے۔ تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔ جس میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ)، (تانیب الخطیب ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ ملتان)

(امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا القاضی ابو عبدالله الحسین ابن علی بن محمد الصمیری قال انبانا عمر بن ابراهیم المقری قال نبانا مکرم بن احمد قال نبانا عمر بن اسحاق بن ابراهیم قال نبانا علی بن میمون قال سمعت الشافعی یقول انی لاتبرك بابی حنیفة واجئی الی قبره فی کل یوم یعنی زائر فاذا عرضت لی حاجته صلیت رکعتین وجئت الی قبره سالت الله تعالیٰ الحاجته عنده فما تبعد عنی حتیٰ تقضیٰ

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بے شک میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

(تاریخ بغداد ج ا ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت سعید اللہ غفر اللہ)

نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر مصنفہ ملا علی قاری ص ۶۱ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی الله فی حاجة قضیت۔

ترجمہ: یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

(بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ مصطفیٰ البابی مصر)

پھر اسی جگہ ہے کہ حضور غوث پاک نماز غوثیہ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں ۱۱-۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوٰۃ وسلام پڑھے پھر بغداد کی طرف (جانب شمال) ۱۱ قدم چلے ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور دو شعر پڑھے۔

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی　　واظلم فی الدنیا وانت نصیری

دعار علی حامی الحمی وهو منجدی　　اذا ضاع فی البیداء عقال بغیری

یہ کہہ کر ملا علی قاری فرماتے ہیں وقد جرب ذالك مرارا فصح یعنی بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا۔ درست نکلا کہیئے کہ حضور غوث پاک مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو اور حنفیوں کے بڑے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسے بغیر تردید نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ اس کا تجربہ کیا گیا بالکل صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔

یہاں تک تو ہم نے قرآنی آیات اور احادیث اور اقوال فقہاء وعلماء ومشائخ سے ثبوت دیا اب خود منع کرنے والوں کے اقوال سے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمود حسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ انہوں نے لکھا باقی کا مولوی شبیر احمد صاحب نے۔ اس میں ایاک نستعین کے ماتحت فرماتے ہیں "ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"

(تفسیر عثمانی ج ا ص ۴ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بس فیصلہ ہی کر دیا۔ یہ ہی ہمارا دعویٰ ہے کوئی مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں جانتا نہ خدا کا فرزند محض وسیلہ مانتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۴ پر ایک سوال وجواب ہے۔

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے" "یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ۔ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے۔ کیسے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

الجواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یا ورد پڑھنا کیسا ہے۔

یارسول اللہ انظر حالنا | یا حبیب اللہ اسمع قالنا
انّنی فی بحر ھم مغرق | خذ یدی سھل لنا اشکالنا

یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرنا۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ | سواک عند حلول الحادث العمم

جواب دیا کہ ایسے کلمات کو نظم ہوں یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں۔

ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنے کو کفر و شرک نہیں بلکہ جائز زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی کہا۔ قصائد قاسمی میں مولوی قاسم صاحب فرماتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا | نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(القصائد القاسمیہ ۵۔۷۔۸ مطبوعہ ملتان)

اس میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے آپ کے سوا میرا کوئی بھی حامی نہیں یعنی خدا کو بھی بھول گئے۔ ترجمہ صراط مستقیم اردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں | تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۹ میں ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی یا عباد اللہ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کتاب البدعات ج اص ۹۹ مطبوعہ محمد علی کارخانہ کراچی)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگلوں میں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی طرف سے اسی لئے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں ان سے مدد مانگنا جائز ہے مدعی ہمارا بھی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ نبی کریم ﷺ مدد فرما سکتے ہیں یا کہ نہیں ہم اس کے متعلق بہت کچھ عرض کر چکے اور آئندہ عقلی دلائل میں بھی بیان کرینگے۔

مولوی محمود حسن اولہ کاملہ میں صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ ''آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الاداء تھا۔ صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔'' اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے

marfat.com
Marfat.com

اور وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت وغوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت امیری ولایت غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کو ملتی ہے دیوبندیوں کے پیر ومرشد حاجی امداد صاحب اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں اس مرتبہ میں پہنچکر بندہ خدا کا خلیفہ ہوکر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ باطن میں خدا ہوجاتا ہے اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب وامکان مساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر غلبہ نہیں اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہوجاتا ہے۔ (ضیاء القلوب مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند صفحہ ۲۹ کے مراتب کا بیان) غور کرو پیر صاحب نے بندہ کو باطن میں خدامان لیا عالم میں متصرف۔

یکشنبہ ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کے جنگ راولپنڈی میں خبر شائع ہوئی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب جب امریکہ کے دورے پر کراچی سے روانہ ہوئے تو مولانا احتشام الحق صاحب دیوبندی نے صدر کے بازو پر امام ضامن باندھا اور ۱۰ جولائی ۶۱ دوشنبہ کے جنگ میں مولانا کا فوٹو شائع ہوا جس میں آپ صدر کے بازو پر امام ضامن باندھ رہے ہیں۔ امام ضامن کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم امام حسین کے نام روپیہ مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں امام ضامن اس کے ضامن ہیں۔ ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جب مسافر بخیریت واپس آوے تب اس روپیہ کی فاتحہ امام حسین کے نام کی کی جاوے جن کے سپرد مسافر کیا گیا تھا۔ دیکھو اس میں امام حسین کی مدد بھی لی گئی۔ ان کی فاتحہ بھی کی گئی ان کی نذر بھی مانی گئی۔ جناب صدر کو ان کے سپرد بھی کیا سبحان اللہ کیسا ایمان افروز کام ہے خدا کا شکر ہے کہ دیوبندی بھی اس کے قائل ہوگئے۔

امداد الفتاویٰ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب جلد ۴ کتاب العقائد والکلام صفحہ ۹۹ میں ہے جو استعانت واستمداد باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہوجائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت"

(امداد الفتاویٰ کتاب العقائد والکلام ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

بس فیصلہ ہی فرمادیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے۔ اگر چہ میت ہی سے مانگی جائے یہی ہم کہتے ہیں۔

مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور علیہ السلام سے بے دریغ امداد مانگی اشعار حسب ذیل ہیں۔

شیم الطیب ترجمہ شیم الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۴۵۔

یا شفیع العباد خذ بیدی
دستگیری کیجئے میری نبی

انت فی الاضطرار معتمدی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

لیس لی ملجاء سواک اغث
بجز تمہارے ہے کہاں میری پناہ

مسنی الضر سیدی سندی
فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی!

غشنی الدھر ابن عبداللہ
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف

کن مغیثا فانت لی مددی
اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

نام احمد چوں حصینے شد حصین
پس چہ باشد ذات آں روح الامین

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت

دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور یہاں کے کاروبار اس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں اسی لئے قرآن کریم نے حشر نشر اور رب کا الوہیت کو دنیاوی مثالوں سے ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو پھر سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اسی طرح بے جان جسموں کو دوبارہ حیات دی جاوے گی نیز فرمایا کہ تم گوارا نہیں کرتے کہ تمہارے غلاموں میں کوئی اور شریک ہو تو ہماری ملکیت میں بتوں وغیرہ کو کیوں شریک مانتے ہو۔ غرضکہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں کوئی افسر اور کوئی ماتحت۔ پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے منشاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جاوے اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرو۔ بیماری میں شفاخانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں کچہری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعہ سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان حکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی منشاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو حکام اسی لئے مقرر کیا ہے۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو سمجھو کہ یہی طریقہ سلطنت الٰہیہ کا ہے کہ وہ قادر ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرما دے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جس کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت رزق پہنچانا بارش برسانا ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا۔ ان کی تقدیر لکھنا مدفون میتوں سے سوالات کرنا۔ صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا۔ اور قیامت قائم کرنا۔ پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظام کرنا۔ غرضکہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئین سلطنت کا یہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں یہ محض ہمارا قیاس نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا۔

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا۔

ترجمہ: اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند دوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۹)

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل بیٹا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح باذن الٰہی بے جان کو جان بخشتے ہیں۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دینگے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۱)

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو بندوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرماتا ہے۔

ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

ترجمہ: ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۶۴)

اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔

ترجمہ: ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷۴)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر گندگی سے پاک بھی فرماتے ہیں اور فقیروں کو غنی بھی کرتے ہیں۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقے وصول فرمایئے اور اس سے ان کو پاک فرمادیجئے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ وہ ہی عمل خدا کے یہاں قبول ہے جو بارگاہ رسالت میں منظور ہو جائے۔

ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ۔

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۵۹)

معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال واولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن مقصد وہ ہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الٰہیہ کے حکام ہیں رب تعالیٰ نے ان کو دیا یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ یا انبیائے کرام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا۔ جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

ترجمہ: اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے اے محبوب تمہارے پاس آجاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب آپ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴)

marfat.com

Marfat.com

عالمگیری کتاب الحج باب آداب زیارۃ قبر النبی میں فرماتے ہیں کہ اب بھی جب زائر روضہ پاک پر حاضر ہو تو یہ آیت پڑھے۔ یہ تو دنیا میں تھا۔ قبر میں تین سوال نکرین کرتے ہیں۔ اول تو من ربک تیرا رب کون ہے؟ بندہ کہتا ہے کہ اللہ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ بندہ کہتا ہے کہ اسلام۔ ان سوالوں میں اسلام کی ساری باتیں آگئیں۔ مگر ابھی پاس نہیں ہوا۔ بلکہ آخری سوال ہوتا ہے کہ اس سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ جب یہ صراحۃً کہلوالیا کہ ہاں میں ان کو پہچانتا ہوں۔ یہ میرے نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تب سوالات ختم ہوتے ہیں تو قبر میں ان کے نام کی امداد سے نجات ہوئی۔ قیامت میں لوگ تنگ آکر شفیع کو ہی ڈھونڈیں گے جب حضور علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ جائیں گے۔ تب حساب وکتاب شروع ہوگا۔ وہ بھی حضور کی شفاعت سے معلوم ہوا کہ رب کو یہ منظور ہے کہ سارا عالم حضور علیہ السلام کا ہی محتاج رہے یہاں بھی قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ اسی لئے فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلۃ تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی ہر جگہ وسیلہ مصطفیٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے۔

اگر یہاں وسیلہ سے مراد نیک اعمال ہی کا وسیلہ مراد ہو تو ہم جیسے گنہگار بدعمل اور مسلمانوں کے لئے دیوانے اور وہ جو ایمان لاتے ہی مرجاویں وہ سب بے وسیلہ ہی رہ جاویں۔ نیز نیک اعمال بھی تو حضور ہی کے طفیل سے حاصل ہوں گے۔ پھر بھی بالواسطہ حضور ہی کا وسیلہ ضروری ہوا۔ نبی کے وسیلہ کے کفار بھی قائل تھے۔ وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۸۹) کعبہ معظمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بتوں سے پاک ہوا اور حضور ہی کے وسیلہ سے قبلہ بنا فلنولینک قبلۃ ترضٰھا۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۴) بلکہ حضور ہی کے وسیلہ سے قرآن قرآن کہلایا۔ اور قرآن کی آیات حضور کے مکی مدنی ہونے سے مکی مدنی ہیں ورنہ وہ تو عرشی ہیں۔

شیطان بلاواسطہ انبیاء رب تک پہنچنا چاہتا ہے تو شہاب سے ماردیا جاتا ہے اگر مدینہ کے راستہ سے جاتا تو ہرگز نہ مارا جاتا۔ یہی نتیجہ ان کا بھی ہوگا جو کہتے ہیں خدا کو مان خدا کے سوا کسی کو نہ مان۔

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر کیوں؟ اسی لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ کے مقبول بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔ رہا مشرکین کا اپنے بتوں سے مدد مانگنا یہ بالکل شرک ہے دو وجہ سے۔ اولاً تو اس لئے کہ وہ ان بتوں میں خدائی اثر اور ان کو جھوٹا خدا مان کر مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے ان کو الہ یا شرکاء کہتے ہیں یعنی ان بتوں کو اللہ کا بندہ اور پھر الوہیت کا حصہ دار مانتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی عیسائی اللہ کا بندہ ہونے کے ساتھ ابن اللہ یا ثالث ثلثہ یا عین اللہ مانتے ہیں مومن ان اولیاء وانبیاء کو محض بندہ ہی مان کر اس کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں۔ جیسے اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون ومددگار یا طبیب وحاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بتوں کو رب تعالیٰ نے یہ اختیارات نہ دیئے وہ اپنی طرف سے ان کو اپنا مختار مان کر ان سے مدد وغیرہ طلب کرتے ہیں لہٰذا وہ مجرم بھی ہیں اور اللہ کے باغی بندے بھی۔ جس کی بہترین مثال ابھی ہم دے چکے ہیں اس فرق کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے ملحوظ رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے بلاتشبیہ ایک بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے مشرک ہے کہ اس کا فعل اپنی ایجاد سے ہے اور مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہاں بھی پتھر ہی کی عمارت ہے مگر مشرک نہیں کیونکہ اس کا سجدہ حقیقت میں خدا کو ہے نہ کہ کعبہ کو اور حکم الٰہی سے ہے مشرک کا سجدہ خلاف حکم الٰہی پتھر کو ہے یہ فرق ضروری ہے۔ گنگا کے پانی کی تعظیم کرنا کفر ہے مگر آب زمزم کی تعظیم ایمان۔ مندر کے پتھر کی تعظیم شرک ہے مگر مقام ابراہیم کی تعظیم ایمان حالانکہ وہ بھی پتھر ہی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

استمداد اولیاء اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اس مسئلہ پر مخالفین کے چند مشہور اعتراضات ہیں وہ ہی ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔
لاغنی عنك من اللہ شیئا۔

ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الانذار والتحذیر الفصل الاول ص ۴۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب آپ سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مدد نہ ہوسکی تو دوسروں کی کیا ہوگی؟

جواب:۔ یہ اول تبلیغ کا واقعہ ہے مقصد یہ ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم سے عذاب دور نہیں کرسکتا۔ دیکھو پسر نوح۔ یہاں اسی لئے من اللہ فرمایا۔ مسلمانوں کی حضور ہر جگہ امداد فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الا خلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقون (پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۶۷) پرہیزگاروں کے سوا سارے دوست قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ کبیرہ والوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے گرتوں کو سنبھالیں گے۔ شامی باب غسل المیت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت میں سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے نسب اور رشتہ کے۔ واقعی دیوبندیوں کی حضور مدد نہ فرمائیں گے۔ ہم چونکہ بحمدہ تعالیٰ مسلمان ہیں ہماری مدد ضرور فرمائیں گے۔

اعتراض:۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین۔

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۱ آیت نمبر ۴)

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب:۔ اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔ ان الحکم الا للہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا لہ ما فی السموت وما فی الارض اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان و زمین کی چیزیں۔ پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔ یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے یہ عطائے الٰہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ "کالی مائی تیری دہائی" وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔ اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر غسال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۰۷) معلوم ہوا کہ رب کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب:۔ یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء و اولیاء و ائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خودساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خودساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو مگر ناصرین سے بچو موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔

اذهب الی فرعون انه طغی۔

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

آپ نے عرض کیا: (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۴)

واجعل لی وزیراً من اهلی هرون اخی اشدد به ازری۔

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنا دے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹-۳۰-۳۱)

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء ہے۔

اعتراض:۔ درمختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیئاً للّٰہ قیل یکفره معلوم ہوا کہ یا عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کہنا کفر ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جواب:۔ یہاں شیئا للّٰہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔ رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔ یہ معنی واقعی کفر ہیں۔ اس کی شرح میں شامی نے فرمایا۔ اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لاباس به۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شیئا للّٰہ کا یہی مطلب ہے۔

اعتراض:۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

جواب:۔

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے
توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اعتراض:۔ خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہیے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔ (تقویۃ الایمان)

جواب:۔ ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ قرآن بھیج رہا ہے۔ دیکھو گزشتہ تقریر۔ اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے!

marfat.com
Marfat.com

اعتراض: قرآن کریم نے کفار کا کفریہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

جواب: اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور حاکم سے مدد مانگ کر۔ یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کر چکے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔

ترجمہ: جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۲)

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مددگار بنائے۔

اعتراض: شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔ بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

جواب: یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکلے رب کو ناپسند ہوگا۔ اسی لئے خلیل اللہ نے اس وقت خدا سے بھی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعا نہ کی نہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔

اعتراض: زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں۔ کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مردہ میں نہیں لہٰذا یہ شرک ہے۔

جواب: قرآن میں ہے وایاک نستعین (پارہ ۱ سورہ ۱ آیت نمبر ۴) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔ کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہیئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہیئے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون۔

ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۴)

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جاویں گے۔ مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے جل جاوے طاعون میں مرے عورت زچگی کی حالت میں مرے۔ طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آوے گا۔ حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق ہم ثبوت استمداد میں کر چکے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جاوے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولا تدع مع اللہ الٰھا اخر (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۸۸) کی تفسیر میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فحینئذ فلیس فی الایة دلیل علی ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا و میتا شرک فانه جهل مرکب لان سوال الغیر من اجراء الله النفع او النصر علی یده قد یکون واجبا لانه من التمسك بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحودا او جهولاً۔

ترجمہ: یعنی یہاں لاتدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔

(تفسیر صاوی ج ۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے (۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں (۳) لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض:۔ بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وان یسلبهم الذباب شیئاً لایستقذوه منه (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳) یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب:۔ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح سے ہے جسم کمزور ہو گیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔ خصوصاً ارواح انبیاء رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وللاخرة خیر لك من الاولی (پارہ ۳۰ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۴) پر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمد اد ولی کی روح سے ہے۔ نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت) یحلونه عاماً ویحرمونه عاماً کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد و عمر نے زہر پیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا۔ اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب تو جہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض:۔ حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی۔ تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے۔ تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستقذوه منه۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳)

جواب:۔ ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی۔ مگر طاقت کا استعمال نہ کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا فرعون کو بھی کھا سکتا تھا۔ مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منگا لیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الٰہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے۔ مگر حکم الٰہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہٰذا یہ آیت انبیاء و اولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین کے نانا نے بار بار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

اور اس (رب) کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

رحمت خدا

بوسیلۂ اولیاء اللہ

مؤلفہ

حکیم الامت شیخ التفسیر مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیا و ادم بین المآء والطین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وسیلتنا فی الدارین الی اللہ رب العلمین سیدنا ومولانا محمد والہ الطیبین واصحابہ الطاهرین۔

جس پر آشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔ بدمذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سننے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگان دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس کر رہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں مگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلہ سے محروم کر دیتا ہے۔

اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھوتا ہے لیکن بدنصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے۔ اور ان سے دور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الٰہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ ہیں شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مردود بارگاہ الٰہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں نہد

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند   میل مارا جانب زاری کند

بے شک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ وزاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بے جان لکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لك و لنرسلن معك بنی اسرائیل اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے۔ جب رب کو فرعونوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح وسالم نکال دیا۔ اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا اور بولا۔ امنت برب موسیٰ وھارون میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں چونکہ وسیلہ

marfat.com

Marfat.com

درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور ﷺ سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتران ناشاد گلہ رنج وعنا کرتے ہیں

بے جان کنکروں لکڑیوں نے حضور ﷺ ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیا بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنت مصطفیٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر افسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پرشاد کافر نہیں بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکہ دار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ جلسے مجلسیں اسی لئے وقف ہو گئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک وکفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ ودستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے۔ اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی۔

اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب مالک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ وپکار کر کے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو "جاء الحق" اور "سلطنت مصطفیٰ" کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات، اس رسالہ کا نام رحمت خدا بوسیلہ اولیاء رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اسے میرے گناہ کا کفارہ فرمائے جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں وہ میرے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھو دے کہ اسی امید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين۔ امين امين يا رب العالمين ويا اكرم الاكرمين۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

بانی: مدرسہ غوثیہ گجرات (پاکستان)

یکم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارکہ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ان کی ذات وسیلہ ان کا نام وسیلہ ان کی چیزیں وسیلہ جس چیز کو ان کے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی اس پر اعتراضات کرتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب

وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ان کا نام۔ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

(سورہ نساء پارہ ۵ آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یارسول اللہ ان کی سفارش کریں۔تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلموا میں کوئی قید نہیں۔اور اذن عام ہے۔یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

حاشیہ......☆

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

یرشد تعالی العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطا والعصیان ان یاتوا الی الرسول ﷺ فیستغفروا الله عنده ویسالوه ان یغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذلك تاب الله علیهم ورحمهم وغفرلهم ولهذا قال ﴿لوجدوا الله توابا رحیما﴾ وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیك یارسول الله سمعت الله یقول ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا توابا رحیما﴾ وقد جئتك مستغفرا لذنبی مستشفعا بك الی ربی۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قد غفر له۔

marfat.com
Marfat.com

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

(پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔☆

حاشیہ......☆

ترجمہ: (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطا کاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا لوجدوا اللہ توابا رحیما (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹۔۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

☆ امام ابو بکر بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں۔

قال فی محکم کتابہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفرو لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئتک بابی انت وامی مثقلا بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفرلی ذنوبی وان تشفع......

(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵۔۴۹۶ رقم الحدیث ۴۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲۔۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵۔۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وکانو من قبل) من قبل محمد ﷺ والقرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوھم اسد وغطفان ومزینۃ وجھینۃ (فلما جاء ھم ما عرفوا) صفتہ ونعتہ فی کتابھم (کفروا بہ) جحدوا بہ (فلعنۃ اللہ) سخط اللہ وعذابہ (علی الکافرین) علی الیھود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینہ اور جہینہ کے قبائل کے خلاف اللہ

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

عزوجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات وخصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ان یهود كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثهالله من العرب كفروا به وجحدوا ما كانوا يقولون فيه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بني سلمة يا معشر يهود اتقوا الله واسلموا فقد كنتم تستفتحون علينا بمحمد ﷺ ونحن اهل شرك وتخبروننا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

ترجمہ: یہود حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسدا) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو جب تم ہم پر فتحیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہوگا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعۃ للآجری ص ۴۴۶ مطبوعہ لاہور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ قاہرہ مصر)، (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قبل ان يبعث محمد ﷺ يقولون اللهم انصرنا بحق نبيك الذي تبعثه فلما لم يجئهم على هواهم ومرادهم كفروا به فلعنة الله على الكافرين۔

ترجمہ: یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تو نے ابھی مبعوث فرمانا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(تاویلات اهل السنۃ ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون بیروت)

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

ان يهود كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه۔

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

ان اليهود من قبل مبعث محمد عليه السلام ونزول القرآن كانوا يستفتحون اى يسالون الفتح والنصرة وكانوا يقولون اللهم افتح علينا وانصرنا بالنبي الامي۔

marfat.com
Marfat.com

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم۔

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ)

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ جمعہ آیت نمبر ۲)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک وصاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فتلقی ادم من ربہ کلمت فتاب علیہ۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قد نری تقلب وجھک فی السمآء فلنولینک قبلۃ ترضھا۔

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴)

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح ونصرت عطا فرما۔

(التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران ایران)

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشا کا کیا پوچھنا ہے۔

وکان ابوهما صالحا فاراد ربك ان يبلغا اشدهما ويستخرجا كنزهما۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

(پارہ ۱۶ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲)

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

اولئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب ويرجون رحمته ويخافون عذابه۔

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموهم ان تطؤهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله في رحمته من يشآء لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما۔

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آ پڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تا کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

وقال الذين غلبوا على امرهم لنتخذن عليهم مسجدا۔

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تا کہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی جگہ پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذهبوا بقميصى هذا فالقوه على وجه ابى يات بصيرا۔

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ یوسف)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لا اقسم بهذا البلد۔ وانت حل بهذا البلد۔

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

(سورہ البلد پارہ ۳۰ آیت نمبر ۱۔۲)

والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الامين۔

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

(پارہ ۳۰ سورہ التین آیت نمبر ۱۔۲)

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكة۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ)

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آ ئیگا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کی نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

انی اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيراً باذن الله۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها و كذلك سولت لى نفسى۔

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

(پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۹۶)

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قال يتوفاكم ملك الموت الذى وكل بكم۔

ترجمہ: فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کیے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ السجدہ)

قل انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زكيا۔

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

marfat.com
Marfat.com

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔

ترجمہ: اللہ انہیں عذاب نہ دیگا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

(پارہ ۹ سورہ انفال)

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

واذ قلتم يا موسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها۔

ترجمہ: اور جب تم سے (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هنالك دعا زكريا ربه۔

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا۔

يسقى بهم الغيث وينصربهم على الاعداء ويصرف بهم عن اهل الشام العذاب۔

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح ونصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

حاشیہ ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثني ابى ثنا ابو المغيرة ثنا صفوان حدثني شريح يعني عبيد قال ذكر اهل الشام ثم علي بن ابی طالب رضي الله عنه وهو بالعراق فقالوا العنهم يا امير المؤمنين قال لا انى سمعت رسول الله ﷺ يقول ثم الابدال يكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام

marfat.com

Marfat.com

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبرا للنبی ﷺ فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لایکون بینه وبین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی یکون نبت العشب وسمت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(سنن دارمی ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (امتاع الاسماع ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷۔۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا۔

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد له بصبصة حتی اقام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه ثم اقبل یمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

حاشیہ......☆

میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا بدل بنا دیتا ہے اس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲ رقم الحدیث ۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ ﷺ بان طائفۃ من امتہ لاتزال علی الحق وان فیھم اقطابا واوتادا ونجباء وابدالا ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لاتسبوا اهل الشام فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول فیهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ البقرۃ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای ببرکتهم اوبسبب وجودهم فیما بهم یدفع البلاء عن هذه الامة۔

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۶۰ مطبوعہ ملتان)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آ جاتا ہے۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۴۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۰ رقم الحدیث ۶۴۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مشکوۃ المصابیح کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق باب الکرامات الفصل الثانی ج ۲ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۵۹۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوۃ کل یوم وانی واللہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجۃ فارجع الی ربک فسئلہ التخفیف لامتک۔

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگئے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰۔۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے **فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھا حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر یتحادر علی لحیتہ**۔ یعنی خدا کی قسم ابھی حضور ﷺ کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیہ فقال اللھم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیۃ من السحاب الا انفرجت۔

ترجمہ: تو حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہو ہمارے آس پاس ہو تو جس طرف حضور اشارہ فرماتے بادل پھٹ جاتا تھا۔

(صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیتہ ج ۱ ص ۱۴۰۔۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستسقاء فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوۃ فی خطبۃ جمعۃ واجابۃ السائل والدعاء بحوط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳۔۲۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور ﷺ تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول الله طهرنی اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرما دیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرما دیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اسئلك مرافقتك فی الجنة میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو قمت الیها فقطعته میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۳ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ای فم القربة فحفظته بی بیتی والتخلته شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جاوے۔

معلوم ہوا کہ صحابیات مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چیز کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔

هذا جبة رسول الله ﷺ کانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و کان النبی ﷺ یلبسها فنحن نغلسها للمرضی نستشفی بها۔

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی کریم ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے تھے۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستوهبناه من فضل طهوره فدعا بماء فتوضا وتمضمض ثم صبه لنا فی اداوة وامرنا فقال

marfat.com

Marfat.com

اخرجوا فاذا اتیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانها بهذا الماء واتخذوها مسجدا۔

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کیا ہوا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔

(سنن النسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع مساجد ج اص ۱۱۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ونی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذالك الشعر والاظفار فاجعله فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۳) ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا۔

انی البستها لتلبس من ثیاب الجنة واضطجعت معها فی قبرها لاخفف عنها عن ضغطة القبر۔

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عاصم بن سلیمان احول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (العلل المتناهیۃ حدیث فی فضل فاطمۃ بنت اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار المصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی ضغط القبر علی صاحبہ وان کان صالحا ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

(۱۴) مسلم شریف میں ہے۔

اذا صلی الغداة جاء خدم المدینة بآنیتهم فیها الماء فما یاتون باناء الا غمس یده فیها۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے نبی کریم ﷺ اس پانی میں اپنا دست اقدس ڈال دیتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

یاتی علی الناس زمان فیغزوا فئام من الناس فیقولون نعم فیفتح لهم۔

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا ہاں

marfat.com

Marfat.com

اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ج ۴ ص ۱۹۶۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۱۰۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۷۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے **هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم۔**

ترجمہ: تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

(مشکوۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔

شفاعتي لاهل الكبائر من امتي۔

ترجمہ: یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں۔

اى لوضع السيات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلكل من الاتقيآء والاوليآء۔

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔ بہت سے بدعمل لوگ بھی حضور پرنور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔

يشفع يوم القيامة ثلثة الانبيآء ثم العلماء ثم الشهدآء۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء پھر شہداء۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے

يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتي اكثر من بني تميم۔

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۲۴۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۴۳۳ رقم الحدیث ۲۸۰۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹-۴۷۰ رقم الحدیث ۱۵۸۵۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند ابو یعلی ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۶۸۶۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

marfat.com
Marfat.com

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکار دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فانه شکی کثرة العمل وقلة العلف فاحسنوا الیه۔

(مشکوۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثویبہ نے حضور سرور دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۹۸۔۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الرایۃ الاحادیث الہدایۃ ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۷۱۔۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی کریم ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۸ ص ۶۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

حاشیہ......☆

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیه قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمی عصمة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابیه وربما ذکرت قول الشاعر وانا انظر الی وجه النبی ﷺ یستسقی فما ینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضی الله عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمہ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن اسير بن جابر ان اهل الكوفة وفدوا الى عمر فيهم رجل ممن كان يسخر باو.س فقال عمر هل ههنا احد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرجل فقال عمر ان رسول الله ﷺ قد قال ان رجلا ياتيكم من اليمن يقال له اويس لايدع باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذهبه عنه الا موضع الدينار او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم۔

ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له: اويس بن عامر يخرج به وضح فيدعو الله ان يذهبه عنه فيذهبه فيقول: اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك علي فيدع له في جسده فمن ادركه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہوجائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا "اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك علي" "اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کردے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا يا رسول الله كيف لنا بر جل منهم قال ذاك اويس القرني قالوا وما اويس القرني قال اشهل ذا صهوبة بعيد ما بين المنكبين معتدل القامة آدم شديد الادمة ضارب بذقنه الى صدره رام بذقنه الى موضع سجوده واضع يمينه على شماله يتلو القرآن يبكي على نفسه ذو طمرين لا يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول في اهل الارض معروف في اهل السماء لو اقسم على الله لا بر قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد ادخلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فيشفع الله عزوجل في مثل عدد ربيعة ومضر يا عمرو وياعلي اذا انتما لقيتماه فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر الله لكما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانہ قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کردیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہوجاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہوجاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سيكون في امتي رجل يقال له اويس بن عبد الله القرني وان شفاعة في امتي مثل ربيعة ومضر۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر اله قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لک وانت صاحب رسول اللہ ﷺ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد وحاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں، جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ استسق لامتک فانهم قد هلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انکم مستقیون وقل له علیک الکیس علیک الکیس فاتی عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب لا آلو الا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وروی ابن ابی شیبة باسناده صحیح۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره فقال له بعض اصحابه يا رسول الله اردت قوله:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

ترجمہ: اگر ابوطالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری روایت کرتے ہیں۔

ان السما قحطت فخرج معاوية بن ابى سفيان رضى الله عنه و اهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال اين يزيد ابن الاسود الجرشى؟ قال فناداه الناس فاقبل يتخطى فامره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية۔

اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا و افضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرشى يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يزيد ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة فى المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔

ترجمہ: (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل ،ٹھاہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

لما اذنب آدم بالذى اذنبه رفع راسه الى العرش فقال اسالك بحق محمد الا غفرت لى فاوحى الله اليه وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتنى رفعت راسى الى عرشك فاذا فيه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدراً ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحى الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك وان امته آخر الامم من ذريتك ولولا هو يا آدم ما خلقتك۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا ہوگئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بحق محمد (ﷺ اپنی بخشش کا) سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت

marfat.com

Marfat.com

بزرگان دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ مخلوق کے لئے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وکل ولی لہ قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین وزمان مکین ومکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفٰی ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفٰی کریم ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

انا طامع بالجود منك ولم یکن لابی حنیفة فی الانام سواك

یارسول اللہ میں حضور کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(قصیدۃ نعمان مع خیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوصیری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ اور مقبول بارگاہ مصطفٰی ﷺ بھی ہو چکا ہے۔

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ ان تلقہ الاسد فی اجامها نجم

یعنی جس کی مدد رسول اللہ ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور ﷺ کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

حاشیہ......☆

سے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفٰی ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں رابہ نیکاں بہ بخشند کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دے گا۔
معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔
(۵) شیخ عطار فرید الدین قدس سرہ پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمد نہ فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

یعنی نبی کریم ﷺ وہ شان والے ہیں کہ آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور ﷺ کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔
(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد راز آوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضور ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام دعا نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور ﷺ کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔
(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسا در گور خفتہ خاک دار
بہ زاصد احیاء بنفع و انتشار

سایہ او بود و خاکش سایہ مند
صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔
معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔
(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء و علماء کا درود وظیفہ ہے اس میں ہے وسیلتنا فی الدارین۔ نبی کریم ﷺ دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔
(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیرایں سفر
ہست بس پر آفت و خوف و خطر

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
ہمچو موسےٰ زیر حکم خضر رو

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

یعنی پیر پکڑ لو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلا قصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو۔
معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا
توان یافت جز در پئے مصطفےٰ

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا۔

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجتہ قضیت۔

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہوگی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔
(نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۶۱ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اس کے بعد ملا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں۔ اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملا علی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیو بندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ عند قبرہ فتقضی سریعا۔

یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔
(ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۴۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)، (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ص ۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصن حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وان یتوسل الی اللہ تعالی بالانبیاء والصالحین من عبادہ۔

(حصن حصین ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کہ رجاء قبول بطفیل وے اکثر واتم وادفر وا کمل است وفعل انبیاء مرسلین وسیرت سلف صالحین است۔
یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

کہ حضور ﷺ کی طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحرز الوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

من المنہ ویات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہاء فرماتے ہیں کہ استقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کردیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جوہرہ وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لئے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا۔ جو وسیلہ ثابت ہوا۔

حاشیہ......☆

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقبر ابی ایوب قرب سورھا معلوم...... یستسقون به فیسقون۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یا ابا عبداللہ استقبل القبلۃ وادعو ام استقبل رسول اللہ ﷺ؟ فقال ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیٰمۃ؟ بل استقبلہ واستشفع بہ جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

ترجمہ: اے ابوعبداللہ کیا میں (زیارت نبوی کے وقت) دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جداعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو (کر مناجات کر) اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناپر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۹۶ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

امام ابوالقاسم قشیری متوفی ۴۶۵ھ امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کان من المشائخ الکبار مجاب الدعوۃ یستشفی بقبرہ یقول البغداد یون قبر معروف تریاق مجرب۔

ترجمہ: آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر شفایابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ ص ۴۱)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اقوال مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(ا) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل مصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل وزبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے تو یہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہوسکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی کریم ﷺ کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کے لیئے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا۔ اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت وتاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس ﷺ۔

حاشیہ......☆

مشہور محدث ابن ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس وزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جده وعليه ودعوت الله تعالى ازلتها عنى الا استجيب لى وزالت عنى تلك الشدة وهذا شئ جربته مرارا۔

ترجمہ: شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا تو وہ ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا ہے۔
(کتاب الثقات ج ۸ ص ۴۵۷ برقم ۱۴۴۱۱ مطبوعہ)

علامہ احمد بن احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

ذکر لبعض العارفين ان الادب في التوسل ان يتوسل بالصالحين الى رسول الله ﷺ ثم به الى حضرة الحق عزوجل وتعاظمت اسماؤه فان مراعاة لو اسطة عليها مدار قضاء الحاجات۔

ترجمہ: بعض عرفاء نے بیان کیا ہے کہ توسل کے آداب سے مراد یہ ہے کہ (جب آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو پھر آپ کو یہ کرنا مناسب ہے کہ) ان دونوں خلفاء کو جناب رسول اللہ ﷺ کی جناب میں اور پھر آپ ﷺ کو بلند اور عظیم ناموں والے اللہ عزوجل کی جناب میں وسیلہ بنا کر دعا مانگیں کیونکہ واسطہ کی مراعات پر قضاء حاجات کا دارومدار ہے۔
(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ج ا ص ۲۶۰)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

والى اساله تعالى متوسلا اليه بنبيه المكرم ﷺ وباهل طاعته من كل ذى مقام على معظم وبقدوتنا الامام الاعظم ان يسهل على ذلك من انعامه ويعيننى على اكماله واتمامه۔

ترجمہ: میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے مجھ پر یہ مشکل آسان کر دے اور اس کے اکمال واتمام کے لیے میری مدد فرمائے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ا ص ۳ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔

اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور تضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔

(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکا اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کو ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت دردزہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے۔

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی — مولوی اشرف علی تھانوی
اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر — یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کرا رہے ہیں یہ ہے پیر کا وسیلہ۔

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت — بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی کریم ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں — ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں نابکار

(قصائد قاسمی ص ۵۔۷۔۸)

(۶) مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت وقطبیت بلکہ غوثیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت وامارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت وغوثیت سب کو ملتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
بجز تمہارے کہاں ہے میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصین پس چہ باشد ذات آں روح الامین

یعنی جب محمد ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبیب ص ۱۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں بعدہ ہفت کرہ طواف کند دوران تکبیر بخواند وآغاز از راست کند بعدہ بطرف رخسار نہد۔ اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم یتلو الشیخ ھاتین الایتین یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔

یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت ہے۔

یا ایھا الذین امنو اتقوا اللہ اور دوسری آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے اس واسطے کے خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یا ایھا الذین امنو اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتقوا اللہ میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف ومعطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین ودنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب گیا وہ قبلہ حاجات روحانی وجسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے مرے مولےٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ ص ۸۔ ۹ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی وروحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے۔

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر جیسا کہ ارشاد و تعالیٰ ہے۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم پیر کے ذریعہ سے ایمان۔ مالداروں کے ذریعہ سے دولت فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل اور فرماتا ہے والاخرۃ خیر وابقی۔ جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لئے قرآن وایمان دینے کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

(۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی کریم ﷺ و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا۔ اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اولیاء علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہٰذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک وصاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکار دو عالم ﷺ کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزارہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا لہٰذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے۔ وکونوا مع الصدقین۔ سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہٰذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانی جاوے عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا۔ مگران دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔ ما كنت تقول في حق هذا الرجل تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں۔

نکیرو! پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا
مگر تم ان سے تو پوچھو انتا یہ مجھ کو اپنا بتار ہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔ صدق عبدی افتحوا له باباً من الجنة میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ۔ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک اس کا وزیر ایک پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدے چند اور شاخوں سینکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلی احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور ﷺ بھی ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنا دے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ ان الله قوی عزیز اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خلق الانسان ضعيفا۔ ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلا واسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ روٹی نار سے بلا واسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لئے خالق و مخلوق۔ رب و مربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو ادھر رب اعلان کرے۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى۔ نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے ادھر وہ برزخ کبریٰ انما انا بشر مثلكم کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں میں تم جیسا ہی بشر ہوں فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام محمد مصطفیٰ ہے ﷺ۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا برا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہیے کیونکہ بالغ مردہ کے لئے ہم وسیلہ بن کر دعا اللهم اغفر لحينا وميتنا (سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۱۰۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا اجرا وذخرا وجعله لنا شافعاً ومشفعاً۔

marfat.com

Marfat.com

خدایا اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش روبنا کر ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجد یں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لئے کہ وہ حضور پرنور ﷺ کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صفوں کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر۔ اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل کیوں؟ اس لئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہو گا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات بابرکات مقبولیت کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے ﷺ۔

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی کریم ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا ابوجہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین ﷺ کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقالوا یایها الساحر ادع لنا ربك بما عهد عندك لئن كشفت عنا الرجز الخ۔

فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ امنت برب موسیٰ وهارون جانور مصیبت میں حضور ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس ہی سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لئے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك الخ بھی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ یہی وسیلہ ہے اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں مسجد یں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادات کرتے ہیں تا کہ ان کے طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے نفس اور نام کے لئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے لئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا۔ لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے لہٰذا یہ نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قابیل تو مردود مرا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری امت مصطفی ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جواب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما لکم من دون اللہ من ولی و لانصیر۔

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا اولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وما للظالمین من انصار۔ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔ یعنی اے مسلمانو تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے۔ والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)......رب تعالیٰ کفار کا کفر یہ عقیدہ بیان کرتا ہے ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہٰذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ نعبدھم ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔

marfat.com

Marfat.com

الحمدللہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتخذوا من دون اللہ قربانا الهة کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)......رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سوآء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن یغفر اللہ لهم برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب:۔ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔ واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لو وا روسهم ورایتهم یصدون وهو مستکبرون۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وصل علیهم اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بد قسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۴)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبره۔

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

(سورۃ التوبہ آیت نمبر ۸۴)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی کریم ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انهم كفروا بالله ورسوله وما توا وهم فسقون۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)......رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے۔

يوم لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة اور کہیں فرماتا ہے فما تنفعهم شفاعة الشافعين۔ یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب:۔ یہ سب آیتیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے والكافرون هم الظلمون۔ مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقون۔

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے۔

يوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم۔

اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (۶)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يا يها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

(سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵)

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔ لہٰذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضور نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

نوٹ ضروری

جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسبی۔ وہبی۔ عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جزاء بما کانو یعلمون۔ جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ الحقنا بھم ذریتھم جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (۷)......قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا یا نوح انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح۔ اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب:۔ جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا یابنی ارکب معنا ولاتکن مع الکفرین۔ یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہوجا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اس لئے غرق ہوگیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرمادیا گیا۔

یا ابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربك وانھم اتیھم عذاب غیر مردود۔

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب:۔ قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہوکر سامری سے فرمایا۔ اذھب فان لك فی الحیوۃ ان تقول لامساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہوگئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہوجاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہوچکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نا ممکن ہوچکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہٰذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

marfat.com

Marfat.com

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگر چہ قبول نہ ہو۔ اس لئے رب نے فرمایا۔ سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم الخ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لئے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہوسکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیھم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)...... مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔
لا اغنی عنک من اللہ شیئاً۔

(مشکوۃ المصابیح باب الانذار والتحذیر الفصل الاول ص ۴۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کرسکتا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہوسکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کرسکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کرسکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہوگیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوجائے گی اور دیگر احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسوله والمومنون۔ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوا میرے ذریعے اور رشتہ کے (شامی باب غسل میت ج ا ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فرماتے ہیں۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جاویں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج اص ۶۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ رحمۃ للعالمین۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکوکاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکوکاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کرسکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

marfat.com
Marfat.com

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شفاعتی لاهل الكبائر من امتی۔میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ابوطالب دوزخ میں جانے سے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)......بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقیا وانا نتوسل الیک بعم نبینا نا سقنا قال فیسقو۔

ترجمہ: الٰہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے تو بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذ قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا۔حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب:۔اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔درود شریف ختم کر دیا جاتا۔کیونکہ یہ سب حضور پر نور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرماتا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فیہ بقیۃ مما ترک ال موسی وال ھرون تحملہ الملٰئکۃ۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ہر گز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے

marfat.com
Marfat.com

اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وانا نتوسل الیک بعم نبینا۔

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

(صحیح بخاری ابواب الاستقاء باب سوال الناس الامام الاستقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں **ای بوسیلۃ الرحیم التی بینہ وبین النبی ﷺ**۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

قصہ استقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وھو من المندوبات وفی صحیح البخاری فی الاستسقآء حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا ﷺ وانا نتوسل الیک بعم نبیک فاسقنا فلیسقو والحدیث عثمان ابن حنیف فی شان الاعمیٰ۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہٰذا دلیل غلط ہے۔ انبیا و اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض (۱۱)...... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینس بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولےٰ کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے۔

ولا یاتی احدکم یوم القیامۃ بعیر یحملہ علی عنقہ لہ رغاء فیقولو یا محمد فاقول لااملک لک شیئا قد بلغت۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ج ا ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ ضروری

یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا

marfat.com

Marfat.com

منکر کافر ہے۔اور کافروں کے لئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہٰذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکنے کا۔یعنی نبی کریم ﷺ شفیع مختار اور وسیلہ بااختیار ہیں۔اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لئے یہ ارشاد ہوگا۔اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن ابوداود کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان مغفرت کا۔

دوسرا بااختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض (۱۲)...... بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آ گئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز نا جائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)...... شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ندا رہم غیر از تو فریاد رس

پتہ لگا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب:۔ اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد
گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

marfat.com
Marfat.com

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی کریم ﷺ فریادرس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستان میں ہے۔

بہ تہدید گربر کشد تیغ حکم

بمانند کروبیان صم وبکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب:۔ جناب ایہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محروم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہگاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں شیخ سعدی قدس سرہ کا یہ شعر نہ دیکھا۔

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل　　بمہمان دار السلامت طفیل

یارسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں۔

نیز فرماتے ہیں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ　　کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

الٰہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید وبیم　　بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہگاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴)......اگر اللہ کے مقبول بندے خدارسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پا لینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیئے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب:۔ وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض (۱۵)......جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العٰلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العٰلمین ہونے کے خلاف ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ احکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)......وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بدعمل ہو جائیں گے۔جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور ﷺ بخشوالیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب:۔ یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بدعملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بدعملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بدعملی بڑھے گی۔کیونکہ جب گنہگار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کرلو۔شیخ فرماتے ہیں۔

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود　　　　بر آرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)......مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولئن سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ۔

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب:۔ ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ اس کی

marfat.com

Marfat.com

شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شئی ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً

قل یتوفکم ملک الموت الذی و کل بکم۔

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔

نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیراً۔

کہو کہ یا اللہ! جیسے میرے ماں باپ نے صغرسنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہٰذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہٰذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے۔

تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین از نسویکم برب العالمین۔

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجتمند مانتے تھے قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل و کبرہ تکبیراً۔

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہٰذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے۔ موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے۔ کفن درزی کے وسیلہ سے۔ دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ:۔ ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ ان ... جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت

marfat.com

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔

ارکض برجلك هذا مغتسل بارد و شراب۔

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہو اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)......موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے کم لبثت ؟ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لبثت یوماً او بعض یوم میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بل لبثت مائة عام تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقع پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون۔

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرما لیا۔ اور نماز فجر قضا ہو گئی تا کہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہئے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہو گا مگر

marfat.com

Marfat.com

مومن کے لئے ایک نماز کے برابر ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہٰذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)...... نبی کریم ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری انك لاتهدی من احببت جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب:۔ اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات مانے گا ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ہدایت نہ پا سکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابوطالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیڑے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض (۲۰)...... نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تا کہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض (۲۱)...... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب:۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ انی احطت بما لم تحط به۔ میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تا کہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار ہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا تاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الذی

marfat.com

Marfat.com

عندہ علم من الکتاب جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا انا اٰتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگراست۔

اعتراض (۲۲)...... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فیغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء۔ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشآء میں من عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ جن کے بارے میں فرمادیا گیا۔

سیصلیٰ نارا ذات لھب و امراتہ الخ (پارہ ۳۰ سورہ لھب آیت نمبر ۳۔۴) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ (پارہ ۳۰ سورہ البینۃ آیت نمبر ۸) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرمادیا کلا وعد اللہ الحسنیٰ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اعتراض (۲۳)...... قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لن نومن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً۔ الآیۃ۔

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کردیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً۔ کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ نبی کو اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے

marfat.com
Marfat.com

مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹادی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد وثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے انگلیوں سے چشمے بہادیئے۔ وہ تو کھجور و انگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تا کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آگئی ہے اس لئے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے۔ ومن یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا۔ جسے رب گمراہ کر دے اس کے لئے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد یہ بے پیرے بے نورے درگاہ الٰہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو ابتک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو رب فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں صدیقوں شہداء اور صلحاء کے راستہ پر قائم رکھ۔ آج ہر چکڑالوی ہر قادیانی ہر دیوبندی وہابی ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے میں سچا ہوں جیسے کہ یزیدیوں سے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستہ پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزار ہا ولی ہوئے جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم۔ اصحاب کہف آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں سب بنی اسرائیل کے ولی تھے جریج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچہ سے

marfat.com

Marfat.com

اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں۔ کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں ادھر دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں، حضور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم میں۔ حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں اب بھی مذہب اہل سنت میں ہزار ہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات پکے سنی متقی وسیلہ کے قائل۔ نیاز۔ عرس۔ فاتحہ۔ میلاد شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہل سنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ان کے لئے دنیا وآخرت میں خوشخبری دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا۔ اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے گنہائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہر یلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم وحکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

علم وحکمت از کتب دیں از نظر ۔۔۔ دیں مجواند رکتب اے بے خبر

بوسہ زن بر آستانے کاملے ۔۔۔ کیمیا پیدا کن از مشتے گلے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیمیا بنالو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جاتا تو ابوجہل ابولہب اور ابلیس اول درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تا کہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی جس کے حسن وجمال اور خوش آواز پر خلقت عاشق ہوگئی مسجدیں خانقاہیں خالی ہوگئیں اور رنڈی کے گھر تماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ

marfat.com

Marfat.com

کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق و فجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ فرمایا ہمیں اس رنڈی کا مکان بتاؤ آپ مصلّے اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے تمام تماشائی آپ کو دیکھ کر غائب ہو گئے آپ نے اس رنڈی کے دروازے پر مصلیٰ بچھا دیا۔ اور نوافل شروع کر دیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رنڈی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلّے کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

فقیروں کی جھولی میں ہوتا ہے سب کچھ   مگر چاہیئے ان سے لینے کا ڈھنگ کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اجرت دیدی اس نے عرض کی کہ ہاں بے شک پھر حضور نے فرمایا اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا آپ نے فرمایا وضو کر کے نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کر دیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رنڈی تھی۔ رکوع میں گئی تو رنڈی تھی قومہ کیا تو رنڈی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہ خدا عرض کیا۔

آنچہ کار مہ بود آخر کردمش   کز زنا سوئے نماز آوردمش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف تو رب میں بندہ مجھ عاجز کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فاسقہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کرے پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس کو رد کر دیا تو میری بدنامی ہو جائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تجھے کیا دے گئے۔

سر ذرت آوردہ ام من اے خدا   قلبہا قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے مولیٰ یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے اگرچہ آنے والی ایک فاسقہ ہے لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں اس لئے اس ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب ﷺ کے صدقہ اس کے دل کا رخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فاسقہ ولیہ بن گئی پھر بعد میں اس کے دوست اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کی آتشی شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتشی شیشہ درمیان میں نہ ہو۔ تو جلن پیدا نہیں ہوتی مدینہ کے سورج ﷺ کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا اجمیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو تاکہ تپش اور درد پیدا ہو۔ یہ درد دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

marfat.com
Marfat.com

بحث بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام

اس میں دو باب ہیں۔ پہلا باب بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز قرآن کریم فرماتا ہے۔

قل ما کنت بدعا من الرسل۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۶ آیت نمبر ۹)

نیز فرماتا ہے بدیع السموت والارض (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۷) آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔ نیز فرماتا ہے ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم۔ (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷)

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔ قال النووی البدعة کل شیئی عمل علی غیر مثال سبق بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جاوے۔
(مرقات المفاتیح ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور انور کے بعد ایجاد ہوا۔ خلاف سنت کام جو دافع سنت ہو۔ برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی سے بدعت دو قسم کی ہے۔ حسنہ، سیئہ دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہٰذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔ بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے عیسائی، یہودی، مجوسی اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبریہ، قدریہ، مرجیہ، چکڑالوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد کو بنے۔ اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور علیہ السلام غیب سے جاہل یا حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں بیل گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ ناپاک عقیدے بارھویں صدی کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ ہم شامی سے اس کا ثبوت مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافة ورحمة ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغآء رضوان الله (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) پھر فرماتا ہے فاتینا الذین امنوا منهم اجرهم اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا رب نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نباہ نہ سکے ان پر عتاب آیا۔

marfat.com
Marfat.com

فرمایا گیا۔ فما رعوھا حق رعایتھا (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نبھانے پر۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا براخیر الامور ادومھا لہٰذا چاہیے کہ مسلمان محفل میلاد شریف وغیرہ پر پابندی کریں۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم شریف ج ۳ ص ۱۳۴۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ج ۱ ص ۷ رقم الحدیث ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ہم نے ما کے معنی عقیدے اس لئے کئے ہیں کہ دین عقائد کا ہی نام ہے اعمال فروع ہیں بے نمازی گنہگار ہے بے دین یا کافر نہیں۔ بداعتقاد یا تو گمراہ ہے یا کافر۔ اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فھو مردود علیہ اقول فی وصف ھذا الامر اشارۃ الی ان امر الاسلام کمل۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں ہے وہ مردود ہے اس پر میں کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا۔

ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا بلغنی انہ قد احدث فان کان احدث فلا تقرعہ منی السلام مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا اسلام نہ کہنا۔ بدعتی کیسے ہوا؟ فرماتے ہیں۔

یقول یکون فی امتی خسف ومسخ او قذف فی اھل القدر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں دھنسا صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہو گا قدریہ لوگوں میں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الثالث ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو منکر فرمایا۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول۔

ترجمہ: بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو حضور علیہ السلام سے معروف ہیں۔

(الدر المختار علی ھامش کشف الاستار کتاب الامامۃ ص ۸۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعت اور بدعتی پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقادیہ ہے حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یعنی بدعت اعتقادیہ والے کی۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۰ میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید وعید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے۔ جیسا کہ روافض خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بھی بعد۔ مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وفی الشرع احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ علیہ السلام۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو۔

اشعۃ اللمعات میں یہ ہی باب بدانکہ ہر چیز پیدا شدہ بعداز پیغمبر علیہ السلام بدعت است جو کام حضور علیہ السلام کے بعد پیدا ہو وہ بدعت ہے۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو دینی ہو یا دنیاوی حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا نعمت البدعة هذه یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت عملی دو قسم کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیہ۔ بدعت حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پریس میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں نہ ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکبرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیہ مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔ اس تقسیم کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیہ کی دلیل سنو۔ اشعۃ اللمعات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث و کل بدعة ضلالة ہے۔ وآنچہ موافق اصول وقواعد اوست وقیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آں باشد باعث ضلالت گویند۔ جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوتی ہے۔ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بدعت گمراہی کہتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب العلم میں ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجر من عمل بها من م بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيئ و من سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزاهم شيئ۔

ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقہ ج ۲ ص ۷۰۵، رقم الحدیث ۱۰۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقہ ج ۵ ص ۷۵۔۷۶، رقم الحدیث ۲۵۵۴ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ مقدمہ باب من سنۃ حسنۃ اوسیئۃ ج ا ص ۷۴، رقم الحدیث ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷۔۳۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۰۱۔۱۰۲، رقم الحدیث ۳۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابوحنیفہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

قال العلمآء هذه احاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئاً من الشر كان عليه مثل وزر من اقتدى به فی ذلك و كل من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل الى يوم القيمة

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں ساری پیروی کرنے

marfat.com

Marfat.com

والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔
(ردالمحتار علی درالمختار ج اص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔ مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهورد۔

ترجمہ: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔
(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دین سے نہیں ہے کے معنی یہ ہیں کہ دین کے خلاف ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومراد چیزے است کہ مخالف ومغیر آن باشد۔

اس سے مراد وہ چیز ہے جو کہ دین کے خلاف یا دین کو بدلنے والی ہو۔ اسی مشکوۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة۔

ترجمہ: کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہے۔ لہذا سنت کو لینا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔
(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث ص ۳۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ وچوں احداث بدعت رافع سنت است ہمیں قیاس اقامت سنت قاطع بدعت خواہد بود۔ اور جب بدعت نکالنا سنت کو مٹانے والا ہے۔ تو سنت کو قائم کرنا بدعت کو مٹانے والے ہوگا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ یعنی بری بدعت وہ ہے کہ جس سے سنت مٹ جاوے۔ اس کی مثالیں ہم پہلے دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی پہچان خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسی جگہ دھوکا ہوتا ہے۔

بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام

یہ تو معلوم ہو چکا کہ بدعت دو طرح کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ بدعت حسنہ تین طرح کی ہے۔

بدعت جائز..... بدعت مستحب،..... بدعت واجب۔

اور بدعت سیئہ دو طرح کی ہے۔ **بدعت مکروہ**......اور...... **بدعت حرام۔**

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔

البدعة اما واجبة كتعلم النحو وتدوين اصول الفقه واما محرمة كمذهب الجبرية واما مندوبة كاحداث الروابط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول وكالتراويح اى بالجماعة العامة واما مكروهة كذخرفة المسجد واما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والتوسع بلذيذ الماكل والمشارب۔

ترجمہ: بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے جبریہ مذہب اور یا مستحب ہے۔ جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا اور یا مکروہ ہے جیسے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔

(مرقات المفاتیح ج اص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

marfat.com
Marfat.com

شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

ای صاحب بدعة محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلة وتعلم النحو ومندوبة کاحداث نحو رباط ومدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول مکروهة کزخرفة المسجد ومباحة کالتوسع بلذیذ الما کل و المشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر۔

ترجمہ: یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے۔

(ردالمحتار علی الدالمختار ج ۱ ص ۴۱۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ واصول فقہ قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں کے درس وغیرہ بنانا۔

بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں

بدعت حسنہ اور سیئہ کی پہچان تو بتا دی گئی کہ جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو۔ وہ بدعت سیئہ۔ اور جو ایسی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔ اب ان پانچ قسموں کی علامتیں معلوم کرو۔

بدعت جائز......: ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو۔ اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جاوے۔ جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ اس کا حوالہ مرقاۃ اور شامی میں گزر گیا۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔

بدعت مستحبہ......: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے محفل میلاد شریف اور فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کار ثواب جانتے ہیں۔ اس کو کرنے والا ثواب پاوے گا۔ اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وروی عن ابن مسعود ماراہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

وفی حدیث مرفوع ولاتجمع امتی علی الضلالة۔

ترجمہ: اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۴۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مشکوۃ کے شروع میں ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانوی۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اعمال کا مدار نیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت کرے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱۵ رقم الحدیث ۱۹۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی قال ابوعیسی ھذا حدیث حسن صحیح ج ۴ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۱۶۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب فیما عنی بہ الطلاق والنیات ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الحمیدی ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۱۳۔۱۱۴ رقم الحدیث ۳۸۸۔۳۸۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۷۳ رقم الحدیث ۱۴۲ المکتب الاسلامی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۱۳ رقم الحدیث ۴۲۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۹ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۴۳۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۱ ص ۳۸۰۔۳۸۱ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (المنتقی لابن الجارود باب فی النیۃ فی الاعمال ص ۲۷ رقم الحدیث ۶۴ مطبوعہ موسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الکبری للبیہقی باب النیۃ فی الطہارۃ الحکمیۃ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳ رقم ۳۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنن الصغری للبیہقی ص ۱۸ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)، (مسند الربیع عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۲۳ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبۃ عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۷ ص ۵۰۲ رقم الحدیث ۳۷۵۵۷۔۳۷۵۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

درمختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

ومستحبه وهو ما فعله النبي عليه السلام مرة و تركه اخرى وما احبه السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔

(الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار بحث مستحبات وضو ص ۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

فان النيات تجعل العادات عبادات۔

ترجمہ: کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۵ ص مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

اسی طرح مرقاۃ بحث نیت میں بھی ہے۔

ان احادیث وفقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جاوے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں۔ وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں جس کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔ گواہی کی نفیس بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو اور اس کتاب میں بھی عرس بزرگان کی بحث میں کچھ اس کا ذکر آویگا۔ انشاء اللہ۔

بدعت واجبہ...... وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا اس کے حوالے گزر چکے۔

بدعت مکروہ...... وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر سنت موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی۔ اس کی مثالیں اور حوالے گزر گئے۔

بدعت حرام...... وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جاوے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

درمختار باب الاذان (الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار باب الاذان ص ۶۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور) میں ہے کہ بعد سلام کرنا ۷۸۱ھ میں ایجاد ہوا۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ففيه دليل على انه غير مكروه لان المتوارث لايكون مكروها وكذلك تقول في الاذان بين يدى الخطيب فيكون بدعة حسنة اذ ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔

آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ اسلام کی کوئی عبادت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

ایمان:۔ مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

کلمہ:۔ ہر مسلمان چھ کلمہ یاد کرتا ہے۔ یہ چھ کلمے ان کی تعداد ان کی ترکیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں۔ سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں پتہ بھی نہیں تھا۔

قرآن:۔ قرآن شریف کے تیس پارے بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری رو پہلی جلد تیار کرنا۔ قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث:۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔ حدیث کی اسناد بیان کرنا۔ اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معضل، یہ مدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے۔ دوم نمبر حسن سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔ اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی۔ غرضکہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے۔ جس کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث:۔ یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

فقہ: اس پر آج کل دین کا دارومدار ہے۔ مگر یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہے جس کا قرون ثلثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقہ وعلم کلام:۔ یہ علم بھی بالکل بدعت ہے ان کے قواعد و ضوابط سب بدعت۔

نماز:۔ نماز میں زبان سے نیت کرنا۔ بدعت جس کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں۔ رمضان میں بیس تراویح پر ہیشگی کرنا بدعت ہے خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نعمة البدعة هذه یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ:۔ روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا۔ اللهم لك صمت الخ اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللهم بالصوم لك غدا نویت بدعت ہے۔

زکوۃ:۔ زکوۃ میں موجودہ سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے قرون ثلثہ میں یہ تصویر والے سکے نہ تھے نہ ان سے زکوۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے سے غلوں سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

حج:۔ ریل گاڑیوں موٹروں ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا۔ موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

طریقت:۔ طریقت کے قریباً سارے مشاغل اور تصوف کے قریباً سارے مسائل بدعت ہیں مراقبے چلے انفاس تصور شیخ ذکر کے اقسام سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔

چار سلسلے:۔ شریعت و طریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی کوئی صحابی تابعی حنفی قادری نہ ہوئے۔

اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچ کر وہ دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں۔ تو

marfat.com
Marfat.com

بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

دنیاوی چیزیں:۔ آج کل دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں۔ جن کا خیر القرون میں نام ونشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل موٹر ہوائی جہاز سمندری جہاز تانگہ گھوڑا گاڑی پھر خط لفافہ تار ٹیلیفون ریڈیو لاؤڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔

بولو دیو بندی، وہابی بغیر بدعات حسنہ کے دنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

لطیفہ:۔ ایک مولوی صاحب کسی شخص کا نکاح پڑھانے گئے۔ دولہا کے پھولوں کا سہرا بندھا ہوا تھا۔ جاتے ہی بولے یہ سہرا بدعت ہے شرک ہے حرام ہے نہ حضور نے باندھا نہ صحابہ کرام نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے بتاؤ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ سہرا باندھو لوگوں نے سہرا کھول دیا جب نکاح پڑھا چکے تو دولہا کے باپ نے دس روپیہ کا نوٹ دیا۔ مولوی صاحب نوٹ جیب میں ڈال رہے تھے کہ دولہا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ مولوی صاحب نکاح پڑھا کر روپیہ لینا بدعت ہے حرام ہے شرک ہے۔ نہ حضور نے لئے نہ صحابہ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے۔ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ نکاح کی فیس لو مولوی صاحب بولے یہ تو خوشی کے پیسے ہیں۔ دولہا نے کہا کہ سہرا بھی خوشی کا تھا۔ غم کا نہ تھا۔ مولوی صاحب شرم سے ڈوب گئے۔ یہ ہے ان بزرگوں کی بدعت۔

دوسرا باب

اس تعریف اور تقسیم پر اعتراضات وجوابات میں

ہم نے بدعت عملی کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام دینی یا دنیاوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے خواہ زمانہ صحابہ کرام میں ہو یا اس کے بعد اس پر دو مشہور اعتراض ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ بدعت صرف اس دینی کام کو کہیں گے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایجاد ہو۔ دنیاوی نئے کام بدعت نہیں۔ لہٰذا محفل میلاد وغیرہ تو بدعت ہیں اور تار ٹیلیفون ریل گاڑی کی سواری بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ **من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد** جو شخص ہمارے دین میں کوئی بات نکالے وہ مردود ہے امرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی ایجادات بدعت نہیں اور دینی بدعت کوئی بھی حسنہ نہیں سب حرام ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ان سب کو کہا گیا کہ وہ مردود ہے۔

جواب:۔ دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اور محدثین کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے **کل محدث بدعة** (مشکوٰۃ باب الاعتصام الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ہر نیا کام بدعت ہے اس میں دینی یا دنیاوی کی قید نہیں۔ نیز ہم اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اس میں دینی کام کی قید نہیں لگائی۔ نیز ہم پہلے باب میں مرقاۃ اور شامی کی عبارتیں دکھا چکے کہ انہوں نے عمدہ کھانے اچھے کپڑے بدعت جائزہ میں داخل کئے ہیں۔ یہ کام دنیاوی ہیں۔ مگر بدعت میں ان کو شمار کیا لہٰذا یہ قید لگانا غلط ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت میں دینی کام کی قید ہے تو دینی کام اسی کو تو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ مستحبات، نوافل، واجبات، فرائض سب دینی کام ہیں کہ اس کو آدمی ثواب کے لئے کرتا ہے اور دنیا کا کوئی بھی کام نیت خیر سے کیا جاوے اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیت خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ **حتی اللقمة ترفعها الی فی امرا**ء تک یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہٰذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام دینی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اب بتاؤ کہ نیت خیر سے پلاؤ کھلانا بدعت ہے یا نہیں؟ نیز دینی کام کی قید لگانا آپ کے لئے کوئی مفید نہیں۔ کیونکہ دیوبند کا مدرسہ وہاں کا نصاب دورہ حدیث تنخواہ لے کر مدرسین کا پڑھانا امتحان اور تعطیلات کا ہونا آج قرآن پاک میں اعراب لگانا قرآن و بخاری چھاپنا مصیبت کے وقت ختم بخاری کرنا جیسا کہ دیوبند میں پندرہ روپیہ لے کر کرایا جاتا ہے بلکہ سارا فن حدیث بلکہ خود احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بلکہ خود قرآن کو کاغذ پر جمع کرنا۔ اس میں رکوع بنانا۔ اس کے تیس سپارے کرنا وغیرہ وغیرہ سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان سے کوئی کام نہ ہوا تھا۔ بولو یہ حرام ہیں یا حلال؟ بچارے محفل میلاد شریف اور فاتحہ نے ہی کیا قصور کیا ہے جو صرف وہ تو اس لئے حرام ہوں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اوپر ذکر کیے ہوئے سب کام حلال۔

ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرہ میں کہا تھا کہ آپ حضرات چار چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں۔ جس پر کوئی اعتراض نہ ہو جامع مانع ہو۔ تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں بدعت شرک دین عبادت اور اب بھی اپنے رب کے بھروسہ پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں کی تعریف ایسی نہیں کر سکتا جس سے اس کا مذہب بچ جاوے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور ہر غیر مقلد کو اعلان عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو جس سے محفل میلاد حرام ہو۔ اور رسالہ قاسم اور اس پر اہل حدیث حلال اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین اسلام اور کہے دیتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہو سکیں گی۔ لہٰذا چاہیے کہ اپنے اس بے اصولے مذہب سے توبہ کریں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں اللہ الموافق۔ وہ حدیث جو آپ نے پیش کی۔ اس کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں یا تو ما سے مراد عقائد ہیں کہ دین کا عام اطلاق عقائد پر ہوتا ہے اور اگر مراد اعمال بھی ہوں تو لیس منہ سے مراد وہ اعمال ہیں۔ جو خلاف سنت یا خلاف دین ہوں ہم اس کے حوالے بھی پیش کر چکے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہر بدعت حرام ہوتی ہے بدعت حسنہ کوئی چیز ہی نہیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو پیش کی جا چکی کہ اسلام میں جو نیک کام ایجاد کرے وہ ثواب کا مستحق ہے اور جو برا کام ایجاد کرے وہ عذاب کا۔ نیز شامی اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ بدعت پانچ قسم کی ہے جائز واجب مستحب مکروہ اور حرام۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ ہر بدعت حرام ہے تو مدارس وغیرہ کو ختم کر دو کہ یہ بھی حرام ہیں۔ نیز مسائل فقہیہ اور اشغال صوفیہ جو خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئے تمام حرام ہو جائیں گے۔ شریعت کے چار سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ تمام ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام کے بعد ایجاد ہوئے پھر ان کے مسائل اجتہادیہ اور اعمال وظیفے مراقبے چلے وغیرہ سب بعد کی ایجاد ہیں اور سب لوگ ان کو دین کا کام سمجھ کر ہی کرتے ہیں چھ کلمہ، ایمان مجمل، ومفصل قرآن کے تیس پارے حدیث کی قسمیں اور ان کے احکام کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یہ حسن ہے یا معضل وغیرہ عربی مدارس کے نصاب جلسہ دستار بندی سند لینا پگڑی بندھوانا ان چیزوں کا کہیں قرآن و حدیث میں نام بھی نہیں۔ کوئی دیوبندی وہابی ان چیزوں کو تو کیا ان کے نام بھی کسی حدیث میں نہیں دکھا سکتا۔ پھر حدیث کی اسناد اور راویوں پر مروجہ جرح خیر القرون سے ثابت نہیں کر سکتا غرضکہ شریعت و طریقت کا کوئی عمل ایسا نہیں جس میں بدعت شامل نہ ہو۔

مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم صفحہ پر فرماتے ہیں۔ نیز اکابر طریقت نے اگرچہ از کار و مراقبات وریاضات ومجاہدات کی تعیین میں جو راہ ولایت کے مبادی ہیں کوشش کی ہے لیکن بحکم ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مقامی وارد۔ ہر ہر وقت کے مناسب اشغال صوفیاء کی ایجاد ہے اور ہر زمانہ میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں جائز ہیں۔ بلکہ راہ سلوک ان ہی سے طے ہوتی ہے کہیے کہ اب وہ قاعدہ کہاں گیا کہ ہر نئی چیز حرام ہے؟ ماننا پڑے گا کہ جو کام خلاف سنت ہو وہ برا ہے باقی عمدہ اور اچھا۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض (۲)......:۔مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ جوکام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام یا تابعین تبع تابعین کے زمانہ میں سے کسی زمانہ میں ایجاد ہو جاوے وہ بدعت نہیں۔ان زمانوں کے بعد جوکام ایجاد ہوگا وہ بدعت ہے اور وہ کوئی بھی جائز نہیں۔سب حرام ہیں۔یعنی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کی ایجادات سنت ہیں۔اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۱) فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ۔

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنت کہ اس کو دانت سے مضبوط پکڑلو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۶۷ ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبہ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۳۳۰۵ تا ۳۳۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴۔۶۲۷۵۔۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص ۲۶۔۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸۔۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۴۱ جز ۴۲ ص ۱۲۷۔۱۲۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰۔۸۷۱۱۔۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (ابن ابی عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے کاموں کو سنت کہا گیا۔اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی ایجادات بدعت نہیں۔

(۲) مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم ان بعد ذلك قوماً یشهدون ولا یستشهدون ویخونون ولا یؤتمنون۔

ترجمہ: میری امت میں بہتر گروہ میرا گروہ ہے پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر اس کے بعد ایک قوم ہوگی جو بغیر گواہ بنائے ہوئے گواہی دیتی پھریگی اور جو خیانت کریں گے۔امین نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ الفصل الاول ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۷۹۱ رقم الحدیث ۲۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نیل الاوطار ج ۹ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۶۷۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی القرن الثالث ج ۴ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۲۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۲۵۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الآحاد والمثانی للشیبانی ج ۵ ص ۷۳ رقم الحدیث ۲۶۶۹ مطبوعہ دار الرایہ سعودی عرب ریاض)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۷ ص ۵۵۹ برقم ۱۰۹۷۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۱۰ ص ۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۲۰۸۔۲۰۹ رقم الحدیث ۳۲۲۶۔۳۲۲۷ و ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۳۲۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۲۶۔۵۲۷ رقم الحدیث ۳۲۴۴۹۔۳۲۴۵۰۔۳۲۴۵۱۔۳۲۴۵۲۔۳۲۴۵۳۔۳۲۴۵۴۔۳۲۴۵۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۳۸ و باب من اسمہ ابراہیم ص ۸۹ و باب الحاء من اسمہ الحسن ص ۱۲۷۔۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۱۸۹ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت) (الاحادیث المختارۃ وقال اسنادہ صحیح ج ۱ ص ۳۹۱۔۳۹۲ رقم الحدیث ۲۷۱۔۲۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (مسند ابن جعد ص ۱۹۶ رقم الحدیث ۱۲۸۹

marfat.com

Marfat.com

مطبوعہ موسسۃ نادر بیروت)، (الآحاد والمثانی ومن ذکر جعدۃ بن هبیرہ ج ۲ ص ۲۷ رقم الحدیث ۷۲۶ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۵۴ رقم ۱۲۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۷۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۳۶۔ ۲۰۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲۰ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۱۷۸۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۲۱۸۷۔ ۲۱۸۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۲ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ ج ۴ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۴۶۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب ای القرون خیر ج ۲ ص ۹۴۰ رقم الحدیث ۱۰۳۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (مسند الرویانی ج ۱ ص ۸۹ رقم الحدیث ۵۴ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱۲ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۱۲۳۶۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ تین زمانہ خیر ہیں صحابہ کرام کا تابعین کا تبع تابعین کا اور پھر شر اور خیر کا زمانہ میں جو پیدا ہو وہ خیر یعنی سنت ہے اور شر زمانہ میں جو پیدا ہو وہ شر یعنی بدعت ہے۔ نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۳) تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

ترجمہ: میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سواسب جہنمی ہیں۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ ایک کون ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (ص ۳۰)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الترمذی ص ۳۷۸۔ ۳۷۹ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ عیسیٰ ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر الطبری ج ۴ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی جنت کا راستہ ہے اس لئے ان کے ایجادات کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

(۴) اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہو لو ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث ص ۵۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ رقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی باعث نجات ہے لہٰذا ان کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں۔ کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے۔

جواب:۔ یہ سوال بھی محض دھوکا ہے اس لئے کہ ہم نے مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ بدعت وہ کام ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہو۔ اس میں صحابہ کرام وتابعین کا ذکر نہیں۔ نیز اس لئے کہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا حکم دیا پھر تراویح کی جماعت دیکھ کر فرمایا۔

نعمت البدعۃ ھذہ۔

ترجمہ: یہ تو بڑی اچھی بدعت ہے۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب ما جاء فی قیام رمضان ج ۱ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (بخاری شریف کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان ج ۲ ص ۷۰۷ رقم الحدیث ۱۹۰۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۵۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۷۷۲۳ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۳ رقم الحدیث ۴۳۷۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۲۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مبارک فعل کو بدعت حسنہ فرمایا۔ اور ترمذی ابن ماجہ نسائی مشکوٰۃ شریف باب القنوت میں حضرت ابو مالک اشجعی سے روایت فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے نماز فجر میں قنوت نازلہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ای محدث۔ بیٹے یہ بدعت ہے دیکھو زمانہ صحابہ کی چیز کو آپ بدعت سیئہ کہہ رہے ہیں۔ اگر زمانہ صحابہ کی ایجادات بدعت نہیں ہوتیں تو تراویح بدعت حسنہ کیوں ہوتی اور قنوت نازلہ بدعت سیئہ کیوں ٹھہری۔ وہ زمانہ تو بدعت کا ہے ہی نہیں۔ تیسرے اس لئے کہ پہلے باب میں بحوالہ مرقات گزر چکا ہے کہ تراویح کی جماعت بدعت مستحبہ ہے یعنی تراویح سنت اور اس کی با قاعدہ پابندی سے جماعت بدعت حسنہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کو بدعت میں داخل کیا۔ چوتھے اس لئے کہ بخاری جلد دوم کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ:

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو خير۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءکم رسول ج ۳ ص ۲۰۷۱ رقم الحدیث ۴۴۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ التوبہ ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۳۱۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۷ رقم الحدیث ۲۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا صدیق نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے حضرت زید ابن ثابت نے بارگاہ صدیقی رضی اللہ عنہما میں یہی عرض کیا کہ قرآن کا جمع کرنا بدعت ہے آپ بدعت کیوں ایجاد کر رہے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بدعت تو ہے مگر حسنہ ہے یعنی اچھی ہے جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام بدعت حسنہ ہے مخالفین کے دلائل کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۵) فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۴۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۹۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبی)، (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴۔۶۲۷۵۔۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایہ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص ۲۶۔۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸۔۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۴۱ جز ۴۲ ص ۱۲۷۔۱۲۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰۔۸۷۱۱۔۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المسند (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

خلفاء راشدین کے اقوال وافعال کو لغوی معنی سے سنت فرمایا گیا۔

یعنی اے مسلمانو تم میرے اور میرے خلفاء کے طریقوں کو اختیار کرو جیسے کہ ہم پہلے باب میں حدیث نقل کر چکے ہیں۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها اور **من سن فی الاسلام سنة سيئة**

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحويلا

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۷)

نیز فرماتا ہے

سنة الله التي قد خلت ان آیات اور حدیث میں سنت سے مراد سنت شرعیہ بدعت کے مقابل نہیں۔ بلکہ بمعنی طریقہ ہے سنت الہیہ اللہ کا طریقہ۔ سنت انبیاء نبیوں کا طریقہ وغیرہ۔

اسی حدیث فعلیکم بسنتی کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے

وبحقیقت سنت خلفائے راشدین ہماں سنت پیغمبر است کہ درزمان آنحضرت علیہ السلام شہرت نیافتہ بود ودرزمان ایشاں مشہور ومضاف بہ ایشاں شدہ۔

خلفائے راشدین کی سنت حقیقۃً سنت نبوی ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی۔ ان حضرات کے زمانہ میں مشہور ہوگئی اور ان کی طرف منسوب ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں اصل میں سنت رسول اللہ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء راشدین ہوں پانچویں اس لئے کہ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے حکم سنت سے ملحق ہیں یعنی سنت تو نہیں۔ سنت سے الحاق کئے ہوئے ہیں اگر ان حضرات کے ایجاد فرمودہ کام سنت ہی ہوتے تو الحاق کے کیا معنی۔ نور الانوار کے شروع میں ہے۔ وقول الصحبی فیما یعقل ملحق بالقیاس وفیما لا یعقل فملحق بالسنة صحابی کا فرمان عقلی باتوں سے تو قیاس سے ملحق ہے اور غیر عقلی باتوں میں سنت سے ملحق ہے۔ اگر صحابی کا ہر قول وفعل سنت ہے تو قیاس اور سنت سے الحاق کے کیا معنی؟ اشعۃ اللمعات زیر حدیث فعلیکم بسنتی ہے۔

پس ہرچہ خلفائے راشدین بداں حکم کردہ باشد۔ اگرچہ باجتہاد وقیاس ایشاں بود موافق سنت نبوی است اطلاق بدعت برآں نتواں کرد۔

جس چیز کا خلفائے راشدین نے حکم فرمایا ہو اگرچہ اپنے قیاس اور اجتہاد سے ہو سنت نبوی کے موافق ہے اس پر لفظ بدعت نہیں بول سکتے ان عبارات سے بالکل واضح ہوگیا کہ سنت خلفاء راشدین بمعنی لغوی سنت ہے۔ اور سنت شرعی سے ملحق ہے ان کو اد با بدعت نہ کہا جاوے۔ کیونکہ بدعت اکثر بدعت سیۂ کو بولتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنہ الفصل الثانی ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) خیر امتی قرنی الخ سے تو معلوم ہوا کہ ان تین زمانوں تک خیر زیادہ ہوگی اور ان کے بعد خیر کم شر زیادہ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان تین زمانوں میں جو بھی کام ایجاد ہوا اور کوئی بھی ایجاد کرے وہ سنت ہو جائے یہاں سنت ہونے کا ذکر ہی کہاں ہے ورنہ مذہب جبریہ اور قدریہ زمانہ تابعین ہی میں ایجاد ہوا اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا قتل اور حجاج کے مظالم ان ہی زمانوں میں ہوئے کیا معاذ اللہ ان کو بھی سنت کہا جاویگا۔

(۳،۴) ما انا علیہ واصحابی اور اصحابی کالنجوم سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی غلامی ان کی پیروی کرنا باعث ہدایت ہے اور ان کی مخالفت باعث گمراہی۔ یہ بالکل درست ہے اور اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ ان کا ہر فعل سنت شرعی ہو۔ بدعت حسنہ بھی واجب الاتباع ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار۔

ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مستدرک للحاکم کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب المحاربۃ باب قتل من فارق الجماعۃ ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۰۲۰ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

نیز وارد ہوا۔

ما راٰه المومنون حسنا فهو عندالله حسن۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کی نزدیک بھی اچھا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دارالخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

ومن فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه۔

جو مسلمانوں کی جماعت سے بالشت بھر علیحدہ رہا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

قرآن کریم میں ہے۔

ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم۔

ترجمہ: اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵)

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ عقائد واعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہے ان کی مخالفت جہنم کا راستہ ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں کہ جماعت مسلمین کا ایجاد کیا ہوا کوئی بھی کام بدعت نہ ہو سب سنت ہی ہو۔ بدعت ہی ہو گا مگر بدعت حسنہ۔ جس طرح کہ ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں۔ اسی طرح سلف الصالحین کے ایجادات کو بھی سنت سلف کہتے ہیں۔ بمعنی لغوی یعنی پسندیدہ دینی طریقہ۔

ہدایت ضروریہ:۔ جو حضرات ہر بدعت یعنی نئے کام کو حرام جانتے ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحة تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ حرام یا منع ہے یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہو گی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ واقوال فقہاء سے ثابت ہے اور غالباً کوئی مقلد کہلانے والا تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

یایها الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسوکم وان تسئلوا عنها حین ینزل القرآن تبدلکم عفاالله عنها۔

ترجمہ: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ جو تم پر ظاہر کی جاویں تو تم کو بری لگیں اور اگر ان کو اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو ظاہر کر دی جاویں گی اللہ ان کو معاف کر چکا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

marfat.com
Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کچھ بیان نہ ہوا ہو نہ حلال ہونے کا نہ حرام تو معافی میں ہے اسی لئے قرآن کریم نے حرام عورتوں کا ذکر فرما کر فرمایا واحل لکم ماوراء ذلکم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۲۴) ان کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں نیز فرمایا وقد فصل لکم ما حرم علیکم (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱۹) تم سے تفصیل وار بیان کردی گئیں وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں یعنی حلال چیزوں کی تفصیل ضروری نہیں تمام چیزیں ہی حلال ہیں ہاں چند محرمات ہیں جن کی تفصیل بتادی ان کے سوا سب حلال۔ مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب آداب الطعام فصل دوم میں ہے۔

الحلال ما احل الله فی کتبه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه۔

ترجمہ: حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الثانی ص ۳۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحۃً قرآن میں مذکور ہے دوسری وہ جن کی حرمت صراحۃً آگئی۔ تیسرے وہ جن سے خاموشی فرمائی یہ معاف ہے؟ شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تعریف سنت میں ہے۔
المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية جمہور حنفی اور شافعی کے نزدیک یہ ہی مسئلہ ہے کہ اصل مباح ہوتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ا ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس طرح تفسیر خازن وروح البیان اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ ہر چیز میں اصل یہ ہی ہے کہ وہ مباح ہے ممانعت سے ناجائز ہوگی۔ اب جو بعض لوگ اہل سنت سے پوچھتے ہیں کہ اچھا بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا جائز ہے یا حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین نے کب کیا تھا یہ محض دھوکا ہے۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا حرام ہے جب خدا حرام نہ کرے۔ رسول علیہ السلام منع نہ فرمائیں اور کسی دلیل سے ممانعت ثابت نہ ہو تو تم کس دلیل سے حرام کہتے ہو بلکہ میلاد شریف وغیرہ کا ثبوت نہ ہونا جائز ہونے کی علامت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم بطعمه الا ان یکون میتة الآیة** (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۵) نیز فرماتا ہے۔ **قل ما حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق الآیة** (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ حرمت کی دلیل نہ ملنا حلال ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی یہ حضرات اس سے حرمت ثابت کرتے ہیں عجیب الٹی منطق ہے اچھا بتاؤ کہ ریلوے سفر مدارس کا قیام کہاں لکھا ہے؟ کہ حلال ہے یا کسی صحابی یا تابعی نے کیا۔ جیسے وہ حلال ایسے ہی یہ بھی جائز اور حلال ہے۔

☆..................☆

marfat.com
Marfat.com

بحث محفل میلاد شریف کے بیان میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب تو میلاد شریف کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

میلاد شریف کے ثبوت میں

اولاً تو معلوم ہونا چاہیے کہ میلاد شریف کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا؟ پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے دلائل کیا ہیں؟ میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا۔ حمل شریف کے واقعات۔ نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔ اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے اور نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جاوے گا۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا۔ گلاب چھڑکنا۔ شیرنی تقسیم کرنا غرضکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

ربنا انزل علینا مآئدة من السمآء تکون لنا عیدا لا ولنا و اخرنا۔

(سورہ المائدہ پارہ ۷ آیت نمبر ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ ہاں اس مجلس پاک میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے جیسے عورتوں کا اس قدر بلند آواز سے نعت شریف پڑھنا کہ اجنبی مرد سنیں سخت منع ہے عورت کی آواز اجنبی مرد کو سننا جائز نہیں۔ اگر کوئی مرد نماز کی حالت میں کسی کو سامنے نکلنے سے روکے تو آواز سے سبحان اللہ کہدے۔ لیکن اگر عورت کسی کو روکے تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنا ہاتھ مارے جس سے معلوم ہوا کہ عورت نماز میں ضرورت کے وقت بھی کسی کو اپنی آواز نہ سنائے اسی طرح میلاد شریف میں باجے کے ساتھ نعت خوانی کرنا بہت ہی گناہ ہے کہ باجا کھیل کود اور لغویات میں سے ہے ویسے ہی باجے سے کھیلنا حرام ہے اور خاص نعت خوانی جو کہ عبادت ہے۔ اس کو باجے پر استعمال کرنا اور بھی جرم ہے اگر کسی جگہ میلاد شریف میں یہ خرابیاں پیدا کر دی گئیں ہوں تو ان خرابیوں کو دور کی جاوے۔ لیکن اصل میلاد شریف کو بند نہ کیا جاوے اگر عورت بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرے یا لوگ قرآن کریم باجے سے پڑھنے لگیں تو ان بیہودگیوں کو مٹا دو۔ قرآن پڑھنا نہ روکو کیونکہ یہ عبادت ہے۔

میلاد شریف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واذکروا نعمة علیکم اور حضور کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے میلاد پاک میں اسی کا ذکر ہے لہٰذا محفل میلاد کرنا اس آیت پر عمل ہے۔

(۲) واما بنعمة ربك فحدث اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(پارہ ۳۰ سورہ ضحیٰ آیت نمبر ۱۱)

marfat.com

Marfat.com

اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے اس کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے۔ آج کسی کے فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔ کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا فرماتا ہے۔ لقد جاء کم رسول الآیۃ اے مسلمانوں تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے اس میں تو ولادت کا ذکر ہوا پھر فرمایا من انفسکم حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں۔ حریص علیکم سے آخر تک حضور علیہ السلام کی نعت بیان ہوئی آج میلاد شریف میں یہ ہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا۔

ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔

(پارہ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۶۴)

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق۔

ترجمہ: رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۹)

غرضکہ بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میلاد کا ذکر سنت الٰہیہ ہے۔ اب اگر جماعت کی نماز میں امام یہ ہی آیات ولادت پڑھے تو عین نماز میں میرے آقا کا میلاد ہوتا ہے۔ دیکھو امام صاحب کے پیچھے مجمع بھی ہے اور قیام بھی ہو رہا ہے۔ پھر ولادت پاک کا ذکر بھی ہے بلکہ خود کلمہ طیبہ میں میلاد شریف ہے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کے معنی ہیں بھیجے ہوئے اور بھیجنے کے لئے آنا ضروری ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ اصل میلاد پایا گیا۔ قرآن کریم نے تو انبیاء علیہم السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کا حاملہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر۔ حتیٰ کا مریم کا درد زہ۔ اس تکلیف میں جو کلمات فرمائے کہ یلیتنی مت قبل ھذا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۲۳) پھر ان کی ملائکہ کی طرف سے تسلی پانا۔ پھر یہ کہ حضرت مریم نے اس وقت کیا غذا کھائی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم سے کلام فرمانا غرضکہ سب ہی بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد خواں بھی پڑھتا ہے کہ حضرت آمنہ خاتون نے ولادت پاک کے وقت فلاں فلاں معجزات دیکھے۔ پھر یہ فرمایا پھر اس طرح حوران بہشتی آپ کی امداد کو آئیں۔ پھر کعبہ معظمہ نے آمنہ خاتون کے گھر کو سجدہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ وہی قرآنی سنت ہے اسی طرح قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی شیر خوارگی ان کی پرورش ان کا چلنا پھرنا مدین میں جانا حضرت شعیب کی خدمت میں جانا، وہاں رہنا اور ان کی بکریاں چرانا، ان کا نکاح ان کی نبوت ملنا سب کچھ بیان فرمایا۔ یہ ہی باتیں میلاد پاک میں ہوتی ہیں۔

مدارج النبوۃ وغیرہ نے فرمایا کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان تو قرآن نے بھی نقل فرمایا۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

ترجمہ: میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام پاک احمد ہے۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۶)

سبحان اللہ بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں باپ رکھتے ہیں۔ مگر ولادت پاک سے ۵۷۰ سال پہلے مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کا نام احمد ہے۔ ہو گا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کا نام پاک رب تعالیٰ نے رکھا۔ کب رکھا؟ یہ تو رکھنے والا جانے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ بھی میلاد شریف ہے۔ صرف اتنا فرق ہوا کہ ان حضرات نے اپنی قوم کے مجمعوں میں فرمایا کہ وہ تشریف لائیں گے۔ ہم اپنے مجمعوں میں کہتے ہیں کہ وہ تشریف لے آئے۔ فرق ماضی و مستقبل کا ہے بات ایک ہی ہے۔ ثابت ہوا کہ میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا یعنی اللہ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔

(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۵۸)

معلوم ہوا کہ فضل الٰہی پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے۔

ہر جائز خوشی اس میں داخل۔ لہٰذا محفل میلاد کرنا وہاں کی زیب و زینت سج دھج وغیرہ سب باعث ثواب ہیں۔

(۴) مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں ذکر ولادت میں ہے کہ شب ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ ہاں ازلی راندہ ہوا شیطان رنج و غم میں بھاگا بھاگا پھرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلاد سنت ملائکہ بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام ہے۔ اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔ اب لوگوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو میلاد پاک کے ذکر کے وقت ملائکہ کے کام پر عمل کریں یا شیطان کے۔

(۵) خود حضور علیہ السلام نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں۔ فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا پس منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کئے عرب و عجم۔ ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے فرمائے۔ ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی فصل میں ہے کہ ہم خاتم النبیین ہیں اور ہم حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیدار ہیں۔ جو انہوں نے ہماری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے شام کی عمارتیں ان کو نظر آئیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس مجمع میں حضور علیہ السلام نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف اپنی ولادت پاک کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔ ایسی صدہا احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۶) صحابہ کرام ایک دوسرے کے پاس جا کر فرمائش کرتے تھے کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی نعت شریف سناؤ۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنت صحابہ بھی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل اول میں ہے کہ حضرت عطا ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت سناؤ جو کہ توریت شریف میں ہے۔ انہوں نے پڑھ کر سنائی۔ اسی طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی نعت پاک توریت میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق، نہ سخت طبیعت، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں اور ان کی ہجرت طیبہ میں۔ ان کا ملک شام میں ہوگا۔ ان کی امت خدا کی بہت حمد کرے گی کہ رنج و خوشی ہر حال میں خدا کی حمد کرے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

(۷) یہ تو مقبول بندوں کا ذکر تھا۔ کفار نے بھی ولادت پاک کی خوشی منائی۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہی کرلیا۔ چنانچہ بخاری جلد دوم کتاب النکاح باب وامھاتکم التی ارضعنکم وما یحرم من الرضاعۃ میں ہے۔

فلما مات ابولھب اریه بعض اهله بشرحیبة قال له ماذا لقیت قال ابو لھب لم الق بعدکم خیرا انی سقیت فی هذه بعتاقتی ثویبة۔

ترجمہ: جب ابولہب مرگیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا پوچھا کیا گزری ابولہب بولا کہ تم سے علیحدہ ہوکر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

بات یہ تھی کہ ابولہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثویبہ نے آکر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے ﷺ۔ اس نے خوشی میں اس لونڈی کو آزاد کردیا اس کی برکت سے اللہ نے اس پر یہ کرم کیا کہ جب دوزخ میں وہ پیاسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چوستا ہے۔ پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ ہم مومن۔ وہ دشمن تھا ہم ان کے بندے بے دام۔ اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی۔ نہ کہ رسول اللہ کی۔ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں ﷺ۔ تو وہ کریم ہیں ہم ان کے بھکاری وہ کیا کچھ نہ دیں گے۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

حاشیہ......☆

حافظ شمس الدین محمد بن عبداللہ جزری متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

فاذا کان ابو لھب الکافر الذی نزل القران بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلة مولد النبی ﷺ به فما حال المسلم الموحد من امة النبی ﷺ یسر بمولده وبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته ﷺ؟ لعمری انما یکون جزاؤه من الله الکریم ان یدخله بفضله جنات النعیم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اس ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف کردی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو امت محمدیہ کے اس مسلمان کو ملنے والے اجر وثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت وعشق میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائے گا۔

(الحاوی للفتاوی ص ۲۰۶)، (سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملاء احد الصالحین المشهورین وبه اقتدی فی ذلک اربل وغیرهم رحمهم الله تعالی۔

ترجمہ: پہلا شخص جنہوں نے اہتمام اور شان وشوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے تھے اور صاحب اربل ابوسعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

مدارج النبوۃ جلد دوم حضور علیہ السلام کی رضاعت کے ذیل میں اسی ابولہب کے واقعہ کو بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

دریں جا سند است مراهل موالید را که در شب میلاد آں سرور سرور کنند وبذل نمایند یعنی ابولہب که کافر بود چوں بسرور میلاد آں حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلماں که مملواست بمحبت وسرور وبذل مال درد سے چہ باشد لیکن باید که از بدعت ها که عوام احداث کردہ انداز تغنی والات محرمہ ومنکرات خالی باشد۔

ترجمہ: اس واقعہ میں مولود والوں کی بڑی دلیل ہے جو حضور علیہ السلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا ہوگا جو محبت خوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

(۸) ہر زمانہ اور ہر جگہ میں علماء و اولیاء مشائخ اور عامۃ المسلمین اس میلاد شریف کو مستحب جان کر کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ حرمین شریفین میں بھی نہایت اہتمام سے یہ مجلس پاک منعقد کی جاتی ہے۔ جس ملک میں بھی جاؤ۔ مسلمانوں میں یہ عمل پاؤ گے۔ اولیاء اللہ وعلماء امت نے اس کے بڑے بڑے فائدے اور برکات بیان فرمائی ہیں۔ ہم حدیث نقل کر چکے ہیں کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے قرآن فرماتا ہے۔ لتکونوا شھدآء (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) تا کہ تم اے مسلمانو گواہ ہو۔ حدیث پاک میں بھی ہے۔ انتم شھدآء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ لہٰذا محفل میلاد پاک مستحب ہے۔

آخر مجمع البحار صفحہ ۵۵۰ میں ہے کہ شیخ محمد طاہر محدث ربیع الاول کے متعلق فرماتے ہیں فانه شھر امرنا باظھار الحبور فیه کل عام معلوم ہوا کہ ربیع الاول میں ہر سال خوشی منانے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ ہے۔

ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام السیوطی یستحب لنا اظھار الشکر لمولده علیه السلام۔

پھر فرماتے ہیں۔ فقد قال ابن الحجر الھیتمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبھا و عمل المولد واجتماع الناس له کذلك بدعة حسنة قال السخاوی۔

لم یفعله احد من القرون الثلثة وانما حدث بعد لم لازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقت و یعتنون بقراءة مولده الکریم ویظھر من برکاته علیھم کل فضل عظیم قال ابن الجوزی من خواصه انه امان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنیل البغته والمرام واول من احدثه من الملوك صاحب اربل وصنف له ابن دحیة کتابا فی المولد فاجازه بالف دینار وقد استخرج له الحفظ ابن حجر اصلاً من السنة و کذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارھا فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔

ترجمہ: میلاد شریف کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے میلاد پڑھنے کا

marfat.com

Marfat.com

بڑا اہتمام کرتے ہیں۔اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتی ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں اور حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان کا انکار کیا ہے جو اس کو بدعت سیہ کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملاعلی قاری مورد الروی میں دیباچہ کے متصل فرماتے ہیں لازال اهل الاسلام يختلفون في كل سنته جديدة ويعتنون بقراء مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم اور اسی کتاب کے دیباچہ میں یہ اشعار فرماتے ہیں۔

لهذا الشهر فى الاسلام فضل ومنقبته تفوق على الشهور

ربيع فى ربيع فى ربيع ونور فوق نور فوق نور

ان عبارات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ مشرق و مغرب کے مسلمان اس کو اچھا جان کر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بڑے بڑے علماء فقہاء محدثین مفسرین وصوفیاء نے اس کو اچھا جانا ہے جیسے امام سیوطی، علامہ ابن حجر ہیثمی امام سخاوی، ابن جوزی، حافظ ابن حجر وغیرہم۔تیسرے یہ کہ میلاد پاک کی برکت سے سال بھر تک گھر میں امن۔مراد پوری ہونا، مقاصد بر آنا حاصل ہوتا ہے۔

(المورد الروی فی المولد النبوی اردو ص ۵ ناشر مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

(۹) عقل کا بھی تقاضا ہے کہ میلاد شریف بہت مفید محفل ہے۔اس میں چند فائدے ہیں۔مسلمانوں کے دل میں حضور علیہ السلام کے فضائل سن کر حضور علیہ السلام کی محبت بڑھتی ہے۔شیخ عبدالحق دہلوی اور دیگر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی محبت بڑھانے کے لئے زیادتی درود شریف اور حضور علیہ السلام کے احوال زندگی کا مطالعہ ضروری ہے پڑھے لکھے لوگ تو کتابوں میں حالات دیکھ سکتے ہیں۔مگر ناخواندہ لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ان کو اس طرح سننے کا موقع مل جاتا ہے یہ مجلس پاک غیر مسلموں میں تبلیغ احکام کا ذریعہ ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہوں۔حضور علیہ السلام کے حالات طیبہ سنیں۔اسلام کی خوبیاں دیکھیں۔خدا توفیق دے تو اسلام لے آویں۔تیسرے یہ کہ اس مجلس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مسائل دینیہ بتانے کا موقع ملتا ہے۔بعض دیہات کے لوگ جمعہ میں آتے نہیں اور اس طرح سے بلاؤ تو جمع نہیں ہوتے۔ہاں محفل میلاد شریف کا نام لو تو فوراً بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔خود میں نے بھی اس کا بہت تجربہ کیا۔اب اسی مجلس میں مسائل دینیہ بتاؤ ان کو ہدایت کرو اچھا موقع ملتا ہے۔

چوتھے یہ کہ میلاد شریف میں ایسی نظمیں بنا کر پڑھی جاویں جس میں مسائل دینیہ ہوں اور مسلمانوں کو ہدایت کی جاوے کیونکہ بمقابلہ نثر کے نظم دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔اور جلد یاد ہوتی ہے۔پانچویں یہ کہ اس مجلس میں سنتے سنتے مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کا نسب شریف اولاد پاک ازواج، مطہرات اور ولادت پاک و پرورش کے حالات یاد ہو جائیں گے۔آج مرزائی۔رافضی وغیرہم کو اپنے مذاہب کی پوری پوری معلومات ہوتی ہیں۔رافضی کے بچوں کو بھی بارہ اماموں کے نام اور خلفائے راشدین کے اسماء تبرا کرنے کو یاد ہوں گے مگر اہل سنت کے بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے غافل ہیں۔میں نے بہت سے بوڑھوں کو پوچھا کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کتنی ہے؟ داماد کتنے ہیں! بے خبر پایا۔اگر ان مجلسوں میں ان کا چرچا رہے تو بہت مفید ہو۔بنی ہوئی چیز کو نہ بگاڑو۔بلکہ بگڑی ہوئی چیز کو بنانے کی کوشش کرو۔

(۱۰) مخالفین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں محفل میلاد شریف کو جائز اور باعث برکت فرمایا چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں۔بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا

marfat.com

Marfat.com

ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں" عجیب بات ہے کہ پیر صاحب تو مولود شریف کو ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کریں اور مریدین مخلصین کا عقیدہ ہو(کہ شرک وکفر کی محفل ہے محفل میلاد) نہ معلوم ہوا کہ اب پیر صاحب پر کیا فتوے لگے گا؟

(۱۱) ہم عرس کی بحث میں عرض کریں گے کہ فقہاء کے نزدیک بغیر دلیل کراہت تنزیہی کا بھی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ حرمت تو بہت بڑی چیز ہے اور استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں تو جو کام شریعت میں منع نہیں اور مسلمان اس کو نیت خیر سے کرے یا کہ عام مسلمان اس کو اچھا جانتے ہوں وہ مستحب ہے اس کا ثبوت بدعت کی بحث میں بھی ہو چکا۔ تو محفل میلاد شریف کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ شرعا یہ منع نہیں اور مسلمان اس کو کارثواب سمجھتے ہیں نیت خیر سے کرتے ہیں لہٰذا یہ مستحب ہے مگر حرام کہنے والے پر اس کی حرمت پر کوئی قطعی الثبوت یا آیت لائیں گے صرف بدعت کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔

دوسرا باب

میلاد شریف پر اعتراضات وجوابات میں

مخالفین کے اس پر حسب ذیل اعتراضات ہیں اور ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ محفل میلاد بدعت ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور نہ صحابہ کرام وتابعین کے زمانہ میں۔ اور ہر بدعت حرام ہے لہٰذا مولود حرام۔

جواب:۔ میلاد شریف کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ اصل میلاد سنت الٰہیہ سنت انبیاء سنت ملائکہ سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ کرام سنت صالحین اور عام مسلمانوں کا معمول ہے۔ پھر بدعت کیسی؟ اور اگر بدعت ہو بھی۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ ہم بدعت کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے اور مستحب بھی جائز بھی ہوتی ہے اور مکروہ حرام بھی۔ نیز پہلے باب میں تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بتا چکے کہ یہ محفل بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ذکر کیونکر حرام ہوسکتا ہے۔

اعتراض (۲)......:۔ اس مجلس میں بہت سی حرام باتیں ہوتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کو خلط ملط داڑھی منڈوں کا نعت خوانی کرنا۔ غلط روایات پڑھنا گویا کہ یہ مجلس حرام باتوں کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا حرام ہے۔

جواب:۔ اولاً یہ حرام چیزیں ہر مجلس میلاد میں ہوتی نہیں۔ بلکہ اکثر نہیں ہوتیں۔ عورتیں پردوں میں علیحدہ بیٹھتی ہیں۔ اور مرد علیحدہ۔ پڑھنے والے پابند شریعت ہوتے ہیں۔ روایات بھی صحیح بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ پڑھنے والے سننے والے باوضو بیٹھتے ہیں۔ سب درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اور رقت طاری ہوتی ہے بسا اوقات آنسو جاری ہوتے ہیں اور محبوب علیہ السلام کا ذکر پاک ہوتا ہے۔

لذت بادۂ عشقش زمن مست مپرس ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشتی

ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اور اگر کسی جگہ یہ باتیں ہوتی بھی ہوں۔ تو یہ باتیں حرام ہوں گی اصل میلاد شریف یعنی ذکر ولادت مصطفیٰ علیہ السلام کیوں حرام ہوگا۔ بحث عرس میں ہم عرض کریں گے کہ حرام چیز کے شامل ہو جانے سے کوئی سنت یا جائز کام حرام نہیں ہو جاتا۔ ورنہ سب سے پہلے دینی مدرسے حرام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مرد بے داڑھی والے بچے جوانوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاط بھی ہوتا

marfat.com
Marfat.com

ہے کبھی کبھی اس کے برے نتیجے بھی برآمد ہوتے ہیں۔اور ترمذی و بخاری ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث وتفسیر پڑھتے ہیں۔ان میں تمام روایات صحیح نہیں ہوتیں۔بعض ضعیف بلکہ موضوع بھی ہوتی ہیں۔بعض طلباء بلکہ بعض مدرسین داڑھی منڈے بھی ہوتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے مدرسے بند کیے جائیں گے؟نہیں بلکہ ان محرمات کو روکنے کی کوشش کی جاوے گی۔بتاؤ اگر داڑھی منڈا قرآن پڑھے تو کیسا؟ قرآن پڑھنا بند کرو گے؟ ہرگز نہیں تو اگر داڑھی منڈا میلاد شریف پڑھے تو کیوں بند کرتے ہو؟

اعتراض (۳)......:۔محفل میلاد کی وجہ سے رات کو دیر میں سونا ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہوتی ہے اور جس سے فرض چھوٹے وہ حرام لہذا میلاد حرام۔

جواب:۔ اولاً تو میلاد شریف ہمیشہ رات کو نہیں ہوتا۔بہت دفعہ دن میں بھی ہوتا ہے۔جہاں رات کو ہو وہاں بہت دیر تک نہیں ہوتا۔دس گیارہ بجے تک ختم ہو جاتا ہے اتنی دیر تک لوگ عموماً ویسے بھی جاگتے ہی ہیں۔اگر دیر لگ بھی جاوے۔تو نماز جماعت کے پابند لوگ صبح کو نماز کے وقت جاگ جاتے ہیں۔جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے لہذا یہ اعتراض محض ذکر رسول علیہ السلام کو روکنے کا بہانہ ہے اور اگر کبھی میلاد شریف دیر میں ختم ہوا اور اس کی وجہ سے کسی کی نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی تو اس سے میلاد شریف کیوں حرام ہو گیا؟ دینی مدارس کے سالانہ جلسے دیگر مذہبی وقومی جلسے رات کو دیر تک ہوتے ہیں۔اور بعض جگہ نکاح کی مجلس آخر رات میں ہوتی ہے۔رات ہی ریل سے سفر کرنا ہوتا ہے تو بہت رات تک جاگنا ہوتا ہے۔کہو کہ یہ جلسے،یہ نکاح۔یہ ریل کا سفر حرام ہے یا حلال؟ جب یہ تمام چیزیں حلال ہیں تو محفل میلاد پاک کیوں حرام ہو گی؟ ورنہ وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔

اعتراض (۴)......:۔علامہ شامی نے جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات میں کہا کہ میلاد شریف سب سے بدتر چیز ہے۔ اسی طرح تفسیرات احمدیہ شریف میں میلاد شریف کو حرام بتایا اور اس کے حلال جاننے والے کو کافر کہا۔جس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد سخت بری چیز ہے۔

جواب:۔ شامی نے مجلس میلاد شریف کو حرام نہ کہا بلکہ جس محفل میں گانے باجے اور لغویات ہوں اور اس کو لوگ میلاد کہیں۔کار ثواب سمجھیں اس کو منع فرمایا ہے چنانچہ وہ اسی بحث میں فرماتے ہیں۔

واقبح منه النذر بقراء المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلك الی حضرت المصطفی۔

ترجمہ: اس سے بھی بری میناروں میں مولود پڑھنے کی نذر ماننا ہے۔باوجود یہ کہ اس مولود میں گانے اور کھیل کود ہوتے ہیں اس کا ثواب حضور علیہ السلام کو ہدیہ کرنا۔

(ردالمحتار علی درالمختار مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ ج۲ص۱۳۹مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی طرح تفسیرات احمدیہ نے گانے کی مجالس کو منع کیا کہ جن میں کھیل تماشے بلکہ شراب نوشی بھی ہو۔اور لوگ اس کو سماع کہہ کر کار ثواب جانیں۔تفسیرات احمدیہ نے ان لغویات کی تصریح بھی کر دی ہے دیکھو تفسیرات احمدیہ سورہ لقمان زیر آیت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) ہم نے بھی پہلے عرض کیا کہ محفل میلاد میں لغویات نہ ہوں گے۔میں نے خود کراچی میں دیکھا ہے کہ بعض جگہ باجے پر نعت پڑھتے ہیں اور اس کو میلاد شریف کہتے ہیں۔ایک بار سہوان ضلع بدایوں کے قریب کسی گاؤں میں ایک شخص نے اپنے باپ کی فاتحہ کرائی۔بجائے قرآن کی تلاوت کے گرامو فون ریکارڈ میں سورہ یاسین بجا کر اس کا ثواب باپ کی روح کو بخشا۔ایسی بیہودہ اور حرام باتوں کو کون جائز کہتا ہے؟ اسی طرح ان حضرات کے زمانہ میں بھی ایسی لغو اور بیہودہ مجلسیں ہوتی ہوں گی۔اس کو

marfat.com
Marfat.com

یہ منع فرمارہے ہیں۔اگر یہ مطلقاً میلاد شریف کو جائز ماننا کفر ہے تو حاجی امداداللہ صاحب پیرومرشد بھی اسی میں شامل ہوئے جاتے ہیں۔

اعتراض (۵)......:۔نعت خوانی حرام ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا گانا ہے اور گانے کی احادیث میں برائی آئی ہے۔اسی طرح تقسیم شیرینی کہ یہ اسراف ہے۔

جواب:۔ نعت کہنا اور نعت پڑھنا بہترین عبادت ہے سارا قرآن حضور علیہ السلام کی نعت ہے۔دیکھو اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں۔گزشتہ انبیائے کرام نے حضور علیہ السلام کی نعت خوانی کی۔صحابہ کرام اور سارے مسلمان نعت شریف کو مستحب جانتے رہے خود حضور علیہ السلام نے اپنی نعت پاک سنی اور نعت خوانوں کو دعائیں دیں۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت منظوم کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاتے تھے تو حضور علیہ السلام ان کے لئے مسجد میں منبر بچھوا دیتے تھے۔حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر نعت شریف سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام دعائیں دیتے تھے کہ **اللھم ایدہ بروح القدس** اے اللہ حسان کی روح القدس سے امداد کر۔(دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب الشعر)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۳۲ رقم الحدیث ۲۴۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر ج ۴ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۵۰۱۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجلس مصطفیٰ علیہ السلام میں منبر دیا گیا۔ابو طالب نے نعت لکھی۔خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو فالج ہو گیا تھا۔کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔آخرکار قصیدہ بردہ شریف لکھا۔رات کو خواب میں حضور کو کھڑے ہو کر سنایا شفا بھی پائی اور انعام میں چادر مبارک بھی ملی۔نعت شریف سے دین و دنیا کی نعمتیں ملتی ہیں۔مولانا جامی،امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما،حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ غرضیکہ سارے اولیاء و علماء نے نعتیں لکھیں اور پڑھی ہیں۔ان حضرات کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔حدیث و فقہ میں گانے بجانے کی برائیاں ہیں نہ کہ نعت کی۔جن گیتوں میں مخرب اخلاق مضامین ہوں۔عورتوں یا شراب کی تعریفیں ہوں واقعی وہ گانے ناجائز ہیں۔اس کی پوری تحقیق کے لئے **مرقاۃ شرح مشکوۃ باب مایقال بعد التکبیر (کتاب الصلوٰۃ)** اور **باب الشعر** میں دیکھو۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ فصیح و بلیغ اشعار کا سیکھنا فرض کفایہ ہے اگرچہ ان کے مضامین خراب ہوں۔مگر ان کے الفاظ سے علوم میں مدد ملتی ہے۔دیوان متنبی وغیرہ مدارس اسلامیہ میں داخل ہیں۔حالانکہ ان کے مضامین گندے ہیں۔تو نعتیہ اشعار سیکھنا یاد کرنا۔پڑھنا جن کے مضامین بھی اعلیٰ الفاظ بھی پاکیزہ کس طرح ناجائز ہو سکتے ہیں؟ شامی کے مقدمہ میں شعر کی بحث میں ہے۔

ومعرفۃ شعرھم روایۃ ودرایۃ عند فقھاء الاسلام فرض کفایۃ لانہ تثبت بہ قواعد العربیۃ وکلامھم وان فیہ الخطاء فی المعانی فلا یجوز فیہ الخطاء فی الالفاظ.

ترجمہ: شعراء جاہلیت کے شعروں کو جاننا سمجھنا روایت کرنا فقہاء اسلام کے نزدیک فرض کفایہ ہے کیونکہ اس سے عربی قواعد ثابت کئے جاتے ہیں اور ان کے کلام میں اگرچہ معنوی خطا ممکن ہے مگر لفظی غلطی نہیں ہو سکتی۔

(ردالمحتار علی درالمختار مقدمہ ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گانے کی پوری تحقیق بحث عرس میں قوالی کے ماتحت آوے گی۔ان شاء اللہ۔

تقسیم شیرینی بہت اچھا کام ہے خوشی کے موقع پر کھانا کھلانا مٹھائی تقسیم کرنا احادیث سے ثابت ہے۔عقیقہ ولیمہ وغیرہ میں کھانے کی دعوت سنت ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ خوشی کا موقع ہے خاص نکاح کے وقت خرمے تقسیم کرنا بلکہ اس کا لٹانا سنت ہے۔اظہار خوشی کے لئے مسلمان کا ذکر محبوب پاک پر خوشی ہوتی ہے۔دعوت کرتا ہے۔صدقہ و خیرات کرتا ہے۔شیرینی تقسیم کرتا ہے اسی طرح اساتذہ کرام کا طریقہ

marfat.com

Marfat.com

ہے کہ دینی کتاب شروع ہونے اور ختم ہونے پر پڑھنے والے سے شیرینی تقسیم کراتے ہیں۔میں نے مینڈھو ضلع علی گڑھ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے وہاں دیوبندیوں کا مدرسہ تھا مگر کتاب شروع ہونے پر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ دینی اہم کام کرنے سے پہلے اور ختم کر کے تقسیم شیرینی سنت سلف صالحین ہے اور محفل میلاد بھی اہم دینی کام ہے اس سے پہلے اہل قرابت کو میلاد خوانوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا بعد میں حاضرین میں تقسیم شیرینی کرنا اسی میں داخل ہے اس تقسیم کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔قرآن فرماتا ہے۔

یایھا الذین امنوا اذا نا جیتم الرسول فقدموا بین یدی نجو کم صدقۃ ذلک خیرلکم و اطھر۔

ترجمہ:اے ایمان والوں جب تم رسول سے کچھ آہستہ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں مالداروں پر ضروری تھا کہ جب حضور علیہ السلام سے کوئی ضروری مشورہ کریں تو پہلے خیرات کریں۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار خیرات کر کے حضور علیہ السلام سے دس مسئلے پوچھے بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وخازن ومدارک) اگر چہ وجوب منسوخ ہو گیا۔مگر اباحت اصلیہ اور استحباب تو باقی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء اللہ پر کچھ شیرینی لے کر جانا۔مرشدین اور صلحاء کے پاس کچھ لے کر حاضر ہونا مستحب ہے۔اسی طرح احادیث وقرآن یا دینی کتب کے شروع کرتے وقت کچھ صدقہ کرنا بہتر ہے میلاد شریف پڑھنے سے پہلے کچھ خیرات کرنا کار ثواب ہے کہ ان میں بھی درحقیقت حضور ہی سے کلام کرتا ہے تفسیر فتح العزیز صفحہ ۸۶ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک حدیث نقل کی۔بیہقی در شعب الایمان از ابن عمر روایت کردہ کہ عمر ابن الخطاب سورہ بقرا با حقائس آن در مدت دوازدہ سال خوائدہ فارغ شد در وزے ختم شترے را کشتہ طعام وافر پختہ یاران حضرت پیغمبر را خوارنید۔بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ بارہ سال کی مدت میں اس کے رموز اسرار کے ساتھ پڑھی۔جب فارغ ہوئے تو ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کر کے بہت سا کھانا پکا کر صحابہ کرام کو کھلایا۔اہم کار خیر سے فارغ ہو کر تقسیم شیرینی وطعام ثابت ہوا۔میلاد پاک بھی اہم کام ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ کسی اہل قرابت کے یہاں جاؤ تو خالی نہ جاؤ کچھ لے کر جاؤ تحادوا تحابوا ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت بڑھے گی۔فقہاء فرماتے ہیں کہ جب دیار محبوب یعنی مدینہ پاک میں جاوے تو وہاں کے فقراء کو صدقہ دے کہ وہ اجیران رسول اللہ ﷺ ہیں۔رب تعالیٰ کے یہاں بھی پہلا سوال یہ ہی ہوگا کہ کیا اعمال لائے؟۔

حق بغر ماید چہ آوردی مرا اندران مہلت کہ من دادم ترا

یہ تقسیم اسراف نہیں۔کسی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ لاخیر فی السرف اسراف میں بھلائی نہیں۔فوراً جواب دیا لاسرف فی الخیر بھلائی میں خرچ کرنا اسراف نہیں۔

اعتراض (۶)......:محفل میلاد کے لئے ایک دوسرے کو بلانا حرام ہے۔دیکھو لوگوں کو بلا کر نفل کی جماعت بھی منع ہے تو کیا میلاد اس سے بڑھ کر ہے؟ (براہین)

جواب:۔ مجلس، وعظ، دعوت ولیمہ، مجالس امتحان ومحفل نکاح وعقیقہ وغیرہ میں لوگوں کو بلایا ہی جاتا ہے بولو یہ امور حرام ہو گئے یا حلال رہے؟ اگر کہو کہ نکاح ووعظ وغیرہ فرائض اسلامی ہیں لہٰذا ان کے لئے مجمع کرنا حلال۔تو جناب تعظیم رسول اللہ ﷺ اہم فرائض سے ہے۔لہٰذا اس کے لئے بھی مجمع کرنا حلال ہے۔نماز پر دیگر حالات کو قیاس کرنا سخت جہالت ہے اگر کوئی کہے کہ نماز بے وضو منع ہے۔لہٰذا تلاوت قرآن بھی بے وضو منع ہونی چاہیے۔وہ احمق ہے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض (۷)......۔ کسی کی یادگار منانا اور دن تاریخ مقرر کرنا شرک ہے اور میلاد شریف میں یہ دونوں ہیں لہٰذا یہ بھی شرک ہے۔

جواب:۔ خوشی کو یادگار منانا بھی سنت ہے۔ اور دن و تاریخ مقرر کرنا مسنون۔ اس کو شرک کہنا انتہاء کی جہالت و بے دینی ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا **وذکرھم بایام اللہ** (پارہ ۱۳ سورہ ۱۴ آیت نمبر ۵) یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں۔ جیسے غرق فرعون من وسلویٰ کا نزول وغیرہ (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ جن دنوں میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے۔ ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل اول میں ہے۔

سئل رسول اللہ ﷺ عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت فیہ انزل علی وحی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شھر ج ۲ ص ۸۱۹ رقم الحدیث ۱۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیھقی ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۸۱۸۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۲۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۷۸۶۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

ثابت ہوا کہ دوشنبہ کا روزہ اس لئے سنت ہے کہ یہ دن حضور علیہ السلام کی ولادت کا ہے۔ اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ یادگار منانا سنت ہے اس کے لئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔ عبادت خواہ بدنی ہو جیسے روزہ اور نوافل یا مالی جیسے صدقہ اور خیرات تقسیم شیرینی وغیرہ۔ مشکوٰۃ یہی باب فصل ثالث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزے رکھتے ہیں سبب پوچھا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی۔ ہم اس کے شکریہ میں روزہ رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نحن احق واولی بموسیٰ منکم ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں **فصامہ وامر بصیامہ** خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اول اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ اب فرضیت تو منسوخ ہو چکی مگر استحباب باقی ہے۔ اسی مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس میں یہود مشابہت اہل کتاب سے بچ گئے۔ ہم نے شان حبیب الرحمٰن میں حوالہ کتب سے بیان کیا کہ پنجگانہ نمازوں کی رکعتیں مختلف کیوں ہیں۔ فجر میں دو مغرب میں تین عصر میں چار وہاں جواب دیا ہے کہ یہ نمازیں گزشتہ انبیاء کی یادگاریں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آ کر رات دیکھی تو پریشان ہوئے۔ صبح کے وقت دو رکعت شکریہ ادا کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ پایا۔ لخت جگر کی جان بچی۔ قربانی منظور ہوئی۔ چار رکعت شکریہ ادا کیں۔ یہ ظہر ہوئی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ نماز کی رکعات بھی دیگر انبیاء کی یادگار ہیں۔ حج تو از اول تا آخر ہاجرہ و اسمٰعیل و ابراہیم علیہما السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا۔ مگر صفا و مروہ کے درمیان چلنا بھاگنا منیٰ میں شیطان کو کنکر مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔ محض یادگار کے لئے۔ اس کی نفیس بحث کا مطالعہ کرو۔ شان حبیب الرحمٰن میں۔

ماہ رمضان خصوصاً شب قدر اس لئے افضل ہوئے کہ ان میں قرآن کریم کا نزول ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **شھر رمضان الذی انزل فیہ القران** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۵) اور فرماتا ہے **انا انزلنہ فی لیلۃ القدر** (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۱) جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ رات تا قیامت اعلیٰ ہو گئے تو صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے تا قیامت ربیع الاول اور اس کی

marfat.com
Marfat.com

بارھویں تاریخ اعلیٰ وافضل کیوں نہ ہو۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو روز عید قرار دے دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جس دن تاریخ میں کسی اللہ والے پر اللہ کی رحمت آئی ہو۔ وہ دن تاریخ تا قیامت رحمت کا دن بن جاتا ہے دیکھو جمعہ کا دن اس لئے افضل ہے کہ اس دن میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ربانی انعام ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش انہیں سجدہ کرنا۔ ان کا دنیا میں آنا نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ پھر آیندہ قیامت کا آنا یہ سب جمعہ کے دن ہے لہٰذا جمعہ سید الایام ہوگیا۔

اسی طرح برعکس کا حال ہے کہ جن مقامات اور جن تاریخوں میں قوموں پر عذاب آیا ان سے ڈرو۔ منگل کے دن فصد نہ لو یہ خون کا دن ہے۔ اسی دن ہابیل قتل ہوا۔ اسی دن حضرت حوا کو حیض شروع ہوا۔ دیکھو ان دنوں میں یہ واقعات کبھی ایک بار ہو چکے۔ مگر ان واقعات کی وجہ سے دن میں عظمت یا حقارت ہمیشہ کے لئے ہوگئی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خوشی یا عبادت کی یادگاریں منانا عبادت ہے آج بھی یادگار اسمٰعیل شہید یادگار مولانا قاسم خود مخالفین مناتے ہیں۔ اگر کسی چیز کا مقرر کرنا شرک ہو جاوے تو مدرسہ دیوبند کی تاریخ امتحان مقرر تعطیل کے لئے ماہ رمضان مقرر دستار بندی کے لئے دورہ حدیث مقرر مدرسین کی تنخواہ مقرر کھانے اور سونے کے لئے وقت مقرر جماعت کے لئے گھنٹہ اور منٹ مقرر نکاح ولیمہ اور عقیقہ کے لئے تاریخیں مقرر۔ میلاد شریف کو شرک کرنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ۔ یہ تاریخیں محض عادت کے طور پر مقرر کی جاتی ہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اس تاریخ کے علاوہ اور تاریخ میں محفل میلاد جائز ہی نہیں۔ اسی لئے ہمارے یوپی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں خاص شادی کے دن، میت کے تیجہ، دسویں، چالیسویں کے دن میلاد شریف کرتے ہیں۔ پھر ماہ ربیع الاول میں ہر جگہ پورے ماہ میلاد شریف ہوتے رہتے ہیں۔ سوائے دیوبند کے ہر جگہ دستور ہے بلکہ سنا گیا ہے۔ کہ وہاں عام باشندے میلاد شریف برابر کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ دن یا جگہ مقرر کرنا چند وجہ سے منع ہے۔ ایک یہ کہ وہ دن یا جگہ کسی بت سے نسبت رکھتی ہو۔ جیسے ہولی، دیوالی کے دن اس کی تعظیم کے لئے دیگ پکائے۔ یا مندر میں جا کر صدقہ کرے اسی لئے مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ کسی نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تو فرمایا۔ کیا وہاں کوئی بت یا کفار کا میلہ تھا عرض کیا نہیں۔ فرمایا جا اپنی نذر پوری کر۔ یا اس تعین میں کفار سے مشابہت ہے۔ یا اسے واجب جاننا منع ہے یا جمعہ عید کے دن ہے اسے روزے کا دن نہ بناؤ۔

ان اعتراضات سے معلوم ہوا کہ مانعین کے پاس کوئی دلیل حرمت موجود نہیں۔ یوں ہی ایک چڑ پیدا ہوگئی ہے اس لئے محض قیاسات باطلہ سے حرام کہتے ہیں مگر یاد رہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

marfat.com
Marfat.com

بحث قیام میلاد کے بیان میں

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔مقدمہ میں قیام کے متعلق ضروری باتیں ہیں۔

مقدمہ

نماز میں دو طرح کی عبادتیں ہیں۔قولی اور فعلی۔قولی تو قرآن کریم کی تلاوت۔رکوع سجود کی تسبیح التحیات وغیرہ کا پڑھنا۔اور فعلی عبادت چار ہیں۔قیام رکوع سجدہ بیٹھنا قیام کے معنی ہیں اس طرح سیدھا ہونا کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔رکوع کے معنی ہیں اس قدر جھکنا کہ گھٹنوں تک ہاتھ پہنچ جاویں۔اسی لئے زیادہ کبڑے کے پیچھے تندرست کی نماز جائز نہیں۔کیونکہ وہ قیام نہیں کر سکتا۔ہر وقت رکوع میں ہی رہتا ہے۔سجدہ کے معنی ہیں سات اعضا کا زمین پر لگنا۔دونوں پاؤں کے نیچے دونوں گھٹنے دونوں ہتھیلیاں ناک پیشانی۔اسلام سے پہلے دیگر انبیائے کرام کی امتوں میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا۔رکوع کرنا سجدہ کرنا اور بیٹھنا ہر کام جائز تھا۔مگر عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ تحیۃ و تعظیم کے لئے خدائے پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ سے سجدہ تعظیمی کرایا۔اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزندوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا (قرآن کریم) مگر اسلام نے تعظیمی قیام اور تعظیما بیٹھنے کو تو جائز رکھا۔مگر تعظیمی رکوع در تعظیمی سجدہ حرام کر دیا۔معلوم ہوا کہ قرآن حدیث سے منسوخ ہوتا ہے کیونکہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کا ثبوت تو قرآن سے ہے۔ در اس کا نسخ حدیث پاک سے ہے۔یہ بھی خیال رہے کہ کسی کے سامنے جھکنا یا زمین پر سر رکھنا جب حرام ہوگا جبکہ رکوع و سجدہ کی نیت سے یہ کام کرے۔لیکن اگر کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنے یا ہاتھ پاؤں چومنے کے لئے جھکا تو اگرچہ جھکنا تو پایا گیا۔مگر چونکہ اس میں رکوع کی نیت نہیں ہے لہٰذا یہ رکوع نہیں ہاں تا حد رکوع جھک کر سلام کرنا حرام ہے یعنی تعظیما تا حد رکوع جھکنا حرام اور جھکنا کسی اور کام کے لئے تھا۔ اور کام تعظیم کے لئے تو جائز جیسے کہ کسی کے جوتے سیدھے کرنا وغیرہ۔یہ فرق ضرور خیال میں رہے بہت ہی باریک ہے۔شامی جلد پنجم کتاب الکراہتہ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

الایماء فی الاسلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطن وغیره۔

ترجمہ: اسلام میں رکوع کے قریب جھک کر اشارہ کرنا سجدہ کی طرح ہے (حرام ہے) محیط میں ہے کہ بادشاہ کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔

(ردالمختار علی درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۱۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پہلا باب

قیام میلاد کے ثبوت میں

قیام یعنی کھڑا ہونا چھ طرح کا ہے۔قیام جائز قیام فرض قیام سنت قیام مستحب قیام مکروہ قیام حرام۔ہم ہر ایک کے پہچاننے کا قاعدہ بتا دیتے ہیں۔جس سے قیام میلاد کا حال خود بخود معلوم ہو جاوے گا کہ یہ قیام کیسا ہے۔

(۱) دنیاوی ضروریات کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔کھڑے ہو کر عمارت بنانا اور دیگر دنیاوی کاروبار کرنا وغیرہ۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جب نماز جمعہ ہو جاوے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔

(پارہ۲۸سورہ۶۲آیت نمبر۱۰)

(۲) پنج وقتہ نماز اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ **وقوموا للہ قنتین** (پارہ۲سورہ۲آیت نمبر۲۳۸) اللہ کے سامنے اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو یعنی اگر کوئی شخص قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر ادا کرے تو یہ نماز نہ ہوگی۔

(۳) نوافل میں کھڑا ہونا مستحب ہے اور بیٹھ کر بھی جائز۔ یعنی کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔

(۴) چند موقعوں پر کھڑا ہونا سنت ہے اولاً تو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اسی لئے آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر اللہ حاضری نصیب فرمادے تو نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ عالمگیری جلد اول آخر کتاب الحج آداب زیارت قبر النبی علیہ السلام میں ہے۔

ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ کانہ نائم فی لحد عالم بہ یسمع کلامہ۔

ترجمہ: روضہ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ سرکار ﷺ اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں۔ اس کو جانتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح مومنین کی قبروں پر فاتحہ پڑھے تو قبلہ کو پشت اور قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا سنت ہے عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

یخلع نعلیہ ثم یقف مستد برالقبلۃ مستقبلا لوجہ المیت۔

ترجمہ: اپنے جوتے اتاروے اور کعبہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

روضہ پاک آب زمزم وضو کا پانی قبر مومن سب متبرک چیزیں ہیں۔ ان کی تعظیم قیام سے کرائی گئی۔ دوسرے جب کوئی دینی پیشوا آئے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا سنت ہے۔ اسی طرح جب دینی پیشوا سامنے کھڑا ہو تو اس کے لئے کھڑا رہنا سنت اور بیٹھا رہنا بے ادبی ہے۔ مشکوۃ جلد اول کتاب الجہاد باب حکم الاسرا اور باب القیام میں ہے کہ جب سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انصار کو حکم دیا۔ **قوموا الی سید کم** اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ج ۳ ص ۱۵۱ رقم الحدیث ۴۱۲۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد ج ۳ ص ۱۳۸۸ رقم الحدیث ۶۸-۱۷۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی القیام ج ۴ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ قیام تعظیمی تھا نہ یہ کہ ان کو محض مجبوری کی وجہ سے قیام کرایا گیا۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے ایک دو صاحب ہی کافی تھے۔ سب کو کیوں فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے تو حاضرین مجلس پاک میں سے کوئی بھی چلا جاتا۔ خاص انصار کو کیوں حکم فرمایا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قیام تعظیمی ہی تھا۔ اور حضرت سعد انصار کے سردار تھے۔ ان سے تعظیم کرائی گئی۔ جن لوگوں نے اس سے دھوکا کھا کر کہا ہے کہ یہ قیام بیماری کے لئے تھا۔ وہ اس آیت میں کیا کہیں گے؟ **اذا قمتم الی الصلوۃ** کیا نماز بھی بیمار ہے کہ اس کی امداد کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

حکمت در مراعات توقیر و اکرام سعد دریں مقام و امر تعظیم او از دریں ما آں باشد کہ ادر ابرائے حکم کردن طلبیدہ بودند پس اعلان شان او دریں مقام اولیٰ و انسب باشد۔

فاذا قام قمنا قیاماً حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اس موقع پر سعد کی تعظیم وتکریم کرانے میں یہ حکمت ہوگی کہ ان کو بنی قریظہ پر حکم فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ اس جگہ ان کی شان کا اظہار بہتر اور مناسب تھا۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوۃ باب القیام میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور علیہ السلام مجلس سے اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے تھے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیتے تھے کہ آپ اپنی کسی بیوی پاک کے گھر میں داخل ہوگئے۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثالث ص ۴۰۳-۴۰۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام میں زیر آیت حدیث **قوموا الی سید کم** ہے

اجماع کردہ اند جماہیر علماء بایں حدیث براکرام اہل فضل از علم یا صلاح یا شرف ونووی گفتہ کہ ایں قیام مراہل فضل راوقت قدوم آوردن نیست قیام جالس از برائے کسی کہ درآمدہ است بروئے بجہت تعظیم۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اس حدیث کی وجہ سے جمہور علماء نے علمائے صالحین کی تعظیم کرنے پر اتفاق کیا ہے نووی نے فرمایا کہ بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اس بارے میں احادیث آئی ہیں اور اس کی ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی۔ قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوجانا مکروہ نہیں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

تجوز الخدمة بغير الله تعالى بالقيام واخذ اليدين والانحناء۔

ترجمہ: غیر خدا کی عظمت کرنا کھڑے ہوکر مصافحہ کر کے جھک کر ہر طرح جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیۃ باب ملاقاۃ الملوک التواضع لھم الباب الثامن والعشرون ج ۵ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس جگہ جھکنے سے مراد حد رکوع سے کم جھکنا ہے۔ تا حد رکوع جھکنا تو ناجائز ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کرچکے۔ درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیۃ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقادم يجوز القيام ولو للقارى بين يدى العالم۔

ترجمہ: آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوجانا جائز بلکہ مستحب ہے جیسے کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہوجانا جائز ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کی حالت میں بھی کوئی عالم دین آجاوے تو اس کے لئے کھڑا ہوجانا مستحب ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

وقيام قارى القران لمن يجئ تعظيماً لايكره اذ كان ممن يستحق التعظيم۔

ترجمہ: قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوجانا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی جلد اول باب الامامہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں صف اول میں جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اور کوئی عالم آدمی آگیا اس کے لئے جگہ چھوڑ دینا خود پیچھے ہٹ جانا مستحب ہے بلکہ اس کے لئے پہلی صف میں نماز پڑھنے سے یہ افضل ہے۔ یہ تعظیم تو علماء امت کی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب الامامۃ ج ۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن صدیق اکبر نے تو عین نماز پڑھاتے ہوئے جب حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو خود مقتدی بن گئے۔ اور بیچ نماز میں

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام امام ہوئے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۷۸۵ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

ان امور سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی تعظیم عبادت کی حالت میں بھی کی جاوے۔ مسلم جلد دوم باب حدیث توبہ ابن مالک کتاب التوبہ میں ہے۔

فقام طلحة ابن عبیداللہ یهرول حتی صافحنی و هناء نی۔

ترجمہ: پس طلحہ ابن عبیداللہ کھڑے ہو گئے دوڑتے ہوئے آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

(صحیح مسلم کتاب التوبۃ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس جگہ نووی میں ہے۔

فیه استحباب مصافحة القادم والقیام له اکرما والهرولة الی لقاء ہ۔

(شرح صحیح مسلم للنووی کتاب التوبۃ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا۔ اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ اس کے ملنے کے لئے دوڑنا مستحب ہے۔

تیسرے جبکہ کوئی اپنا پیارا آجاوے تو اس کی خوشی میں کھڑا ہو جانا۔ ہاتھ پاؤں چومنا سنت ہے مشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحہ میں ہے کہ زید ابن حارثہ دروازہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

فقام الیه رسول اللہ ﷺ عریانا فاعتنقه و قبله۔

ترجمہ: ان کی طرف حضور علیہ السلام بغیر چادر شریف کے کھڑے ہو گئے پھر ان کو گلے سے لگا لیا اور بوسہ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان والآداب باب ماجاء فی المعانقة والقبلة ج ۴ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۲۷۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۹۲ رقم الحدیث ۶۷۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲ مطبوعہ)

مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ جب حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔

قام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها یف مجلسه۔

ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے ان کو چومتے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ تو آپ بھی کھڑی ہو جاتیں اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ حضور علیہ السلام کو بٹھا لیتیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل فاطمہ ج ۶ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی القیام ج ۴ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۹۶ رقم الحدیث ۸۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۴۰۳ رقم الحدیث ۶۹۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۷۴ رقم الحدیث ۴۷۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مرقات باب المشی بالجنازۃ فصل دوم میں ہے۔

فیه ایمآء الی ندب القیام لتعظیم الفضلآء والکبرآء۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ فضلاء کے لئے قیام تعظیمی جائز ہے۔ چوتھے جبکہ کوئی پیارے کا ذکر سنے یا کوئی اور خوشی کی خبر سنے تو اسی وقت کھڑا ہو جانا مستحب اور سنت صحابہ وسنت سلف ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل ثالث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری سنائی۔

فقمت الیه وقلت بابی انت وامی انت احق بها۔

ترجمہ: تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ہی اس لائق ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثالث ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت ۲۹ **محمد رسول الله** ہے کہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجمع علماء موجود تھا کہ ایک نعت خواں نے نعت کے دو شعر پڑھے۔

فعند ذلك قام الامام السبكي و جميع من في المجلس فحصل انس عظيم بذلك المجلس۔

ترجمہ: تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت ہی لطف آیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پانچویں کوئی کافر اپنی قوم کا پیشوا ہو۔ اور اس کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سینہ پاک سے لگایا۔

(کتب تواریخ)

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

اذا دخل ذمي على مسلم فقام له طعام في اسلامه فلا باس۔

ترجمہ: کوئی ذمی کافر مسلمان کے پاس آیا مسلمان اس کے اسلام کی امید پر اس کے لئے کھڑا ہو گیا تو جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اهل الذمۃ والاحکام التی تعود الیھم ج ۵ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) چند جگہ قیام مکروہ ہے۔ اولاً آب زمزم اور وضو کے سوا اور پانی کو پیتے وقت کھڑا ہونا بلا عذر مکروہ ہے۔ دوسرے دنیادار کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دنیاوی لالچ سے بلا عذر مکروہ ہے۔ تیسرے کافر کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سا کی مالداری کی وجہ سے مکروہ ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

وان قام له من غير ان ينوى شيئا مما ذكرنا او قام طمعاً لغناه كره له ذلك۔

ترجمہ: اگر اس کے لئے سوائے مذکورہ صورتوں کے کھڑا ہو یا اس کی مالداری کے طمع میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اهل الذمۃ والاحکام التی تعود الیھم ج ۵ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھے جو شخص اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے۔ پانچویں اگر کوئی بڑا آدمی درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آس پاس دست بستہ کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑا ہونا سخت منع ہے۔ اپنے لئے قیام پسند کرنا بھی منع ہے اس کے حوالہ دوسرے باب میں آویں گے انشاء اللہ یہ تقسیم خیال میں رہے۔

جب یہ تحقیق ہو چکی تو اب پتہ لگ گیا کہ میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے کیونکہ ہم قیام سنت میں چوتھا قیام وہ بتا چکے کہ جو خوشی کی خبر پا کر یا کسی پیارے کے ذکر پر ہو۔ اور پہلا قیام وہ بتایا جو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے ہو۔ لہٰذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ یہ ذکر ولادت کی تعظیم کے لئے ہے دوسرے اس لئے کہ ذکر ولادت سے بڑھ کر مسلمان کے نزدیک کون محبوب ہے وہ جان اولاد ماں باپ مال متاع سب سے زیادہ محبوب ہیں ﷺ ان کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ولادت پاک کے وقت ملائکہ در دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعل ملائکہ سے مشابہ ہے۔ پانچویں اس لئے کہ ہم بحث میلاد میں حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ تو اس قیام کی اصل مل گئی چھٹے اس لئے کہ شریعت نے اس کو منع نہ کیا۔ اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ ہم اس کی تحقیق بحث میلاد اور بحث بدعت میں کر چکے ہیں۔ نیز پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مسلمان جس کام کو مستحب جانیں۔ وہ

marfat.com

Marfat.com

شریعت میں مستحب ہے شامی جلد سوم کتاب الوقف۔ وقف منقولات کی بحث میں فرماتے ہیں۔ لان التعامل یترك به القیاس لحدیث ماراه المومنون حسناً فهو عندالله حسن یعنی دیگچی و جنازہ وغیرہ کا وقف قیاساً ناجائز ہونا چاہیئے مگر چونکہ عام مسلمان اس کے عامل ہیں لہٰذا قیاس چھوڑ دیا گیا اور اسے جائز مانا گیا۔ دیکھو عامۃ المسلمین جس کام کو اچھا سمجھنے لگیں۔ اور اس کی حرمت کی نص نہ ہو تو قیاس کو چھوڑنا لازم ہے۔ درمختار جلد پنجم کتاب الاجارات باب اجارت الفاسدہ میں ہے۔

وجاز اجارة الحمام لانه علیه السلام دخل حمام الجحفة وللعرف وقال النبی علیه السلام ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حمام کا کرایہ جائز ہے کیونکہ حضور علیہ السلام مہر جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے اور اس لئے کہ عرف جاری ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ اچھا ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدہ ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے جحفہ کے حمام میں داخل ہونے کی روایت سخت ضعیف ہے۔ بعض نے کہا کہ موضوع ہے۔ لہٰذا اب حمام کے جائز ہونے کی دلیل صرف ایک رہ گئی یعنی عرف عام تو ثابت ہوگا کہ جو کام مسلمان عام طور پر جائز سمجھ کر کریں وہ جائز ہے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

لان الناس فی سائر الامصار یدفعون اجرت الحمام فدل اجماعهم علی جواز ذلك وان كان القیاس یاباه۔

ترجمہ: کیونکہ تمام شہروں میں مسلمان لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں پس ان کے اجماع سے اس کا جائز ہونا معلوم ہوا اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدہ ج ۵ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثابت ہوا کہ حمام کا کرایہ قیاساً جائز نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا پانی خرچ ہوگا۔ اور کرایہ میں نفع و اجرت معلوم ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ مسلمان عام طور پر اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ جائز ہے۔ قیام میلاد کو بھی عام مسلمان مستحب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا مستحب ہے۔ ساتویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وتعزروه وتوقروه۔

ترجمہ: اے مسلمانوں ہمارے نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۹)

تعظیم میں کوئی پابندی نہیں بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو اس طرح کرو بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو جیسے کہ تعظیمی سجدہ و رکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے ہیں لہٰذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیئے۔ دیکھو کلوا واشربوا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۰) میں مطلقاً کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیؤ۔ تو بریانی، زردہ، قورما، سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی توقروہ کا امر مطلق ہے کہ ہر قسم کی جائز تعظیم کرو۔ خیر القرون سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ آٹھویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب۔

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کے تقوے سے ہے۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲)

marfat.com
Marfat.com

روح البیان نے زیرآیت وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲) لکھا کہ جس چیز کو دینی عظمت حاصل ہو وہ شعائر اللہ ہیں۔ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے جیسے کہ بعض مہینے بعض دن ومقامات بعض اوقات وغیرہ اسی لئے صفا ومروہ کعبہ معظمہ ماہ رمضان شب قدر کی تعظیم کی جاتی ہے۔اور ذکر ولادت بھی شعائر اللہ ہے لہٰذا اس کی تعظیم بھی بہتر ہے وہ قیام سے حاصل ہے۔

ہم نے آٹھ دلائل سے اس قیام کا مستحب ہونا ثابت کیا۔مگر مخالفین کے پاس خدا جانے۔تو ایک بھی دلیل حرمت نہیں۔محض اپنی رائے سے حرام کہتے ہیں۔

دوسرا باب

قیام میلاد پر اعتراض وجواب میں

اعتراض (۱)......:۔چونکہ میلاد کا قیام اول تین زمانوں میں نہیں تھا۔لہٰذا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔حضور کی وہی تعظیم کی جاوے جو کہ سنت سے ثابت ہو۔اپنی ایجادات کو اس میں داخل نہ کیا ہم کو بمقابلہ صحابہ کرام حضور سے زیادہ محبت نہیں ہے جب انہوں نے یہ قیام نہ کیا تو ہم کیوں کریں۔

جواب:۔ بدعت کا جواب تو بارہا دیا جاچکا ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں۔رہا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی وہی تعظیم کی جاوے جو سنت سے ثابت ہو کیا یہ قاعدہ صرف حضور علیہ السلام کی تعظیم کے لئے ہے یا دیگر علمائے دیوبند کے لئے بھی یعنی عالم کتاب مدرسہ تمام چیزوں کی وہی تعظیم ہونی چاہیے جو سنت سے ثابت ہے تو علماء دیوبند کی آمد پر سٹیشن پر جانا۔ان کے گلوں میں ہار پھول ڈالنا۔ان کے لئے جلوس نکالنا جھنڈیوں سے راستہ اور جلسہ گاہ کو سجانا۔کرسیاں لگانا۔وعظ کے وقت زندہ باد کے نعرے لگانا۔مسند اور قالین بچھانا وغیرہ اس طرح کی تعظیم کا آپ کوئی ثبوت پیش کرسکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی ایسی تعظیم کی ہو۔نہیں پیش کرسکتے۔تو فرمایئے کہ یہ تعظیم حرام ہے یا حلال۔لہٰذا آپ کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔بلکہ رکوع وسجدہ ومحرمات کے علاوہ جس تعظیم کا جس ملک میں رواج ہو وہ جائز ہے اور جذبہ دل جس طرف راہبری کرے وہ عبادت ہے۔لکھنؤ میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں۔اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چترال کہتے ہیں۔لکھنؤ میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لئے استعمال کرے کافر ہے۔اور چترال میں اور فارسی میں نہیں۔ہر ملکے ہر رسے۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح
سندیاں را اصطلاح سندہ قدح

مرقاۃ واشعۃ اللمعات کے مقدمہ در احوال محدثین ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ مدینہ پاک کی زمین پاک میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے اور جب حدیث بیان فرماتے تو غسل کرتے عمدہ لباس پہنتے۔خوشبو لگاتے اور ہیبت ووقار سے بیٹھتے تھے۔کہیئے مدینہ پاک یا حدیث شریف کی یہ تعظیم کسی صحابی نے کی تھی؟نہیں۔مگر امام مالک کا جذبہ دل ہے عین ثواب ہے۔تفسیر روح البیان زیرآیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴۰) ہے کہ ایاز کے فرزند کا نام محمد تھا۔سلطان اس کا نام لے کر پکارتے تھے۔ایک روز غسل خانہ میں جاکر فرمایا کہ اے ایاز کے بیٹے پانی لا۔ایاز نے عرض

marfat.com
Marfat.com

کیا کہ حضور کیا قصور ہوا کہ غلام زادے کا نام نہ لیا۔ فرمایا کہ ہم اس وقت بے وضو تھے اس مبارک نام کو بے وضو نہیں لیا کرتے۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

کہیئے یہ تعظیم کہاں ثابت ہے؟ کہیئے کیا سلطان محمود اور امام مالک رحمہما اللہ کو صحابہ کرام سے زیادہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔

اعتراض (۲)......۔ اگر ذکر رسول علیہ السلام کی تعظیم منظور ہے تو ہر ذکر پر کھڑے ہو جایا کرو۔ اور میلاد شریف میں اول سے ہی کھڑے رہا کرو۔ یہ کیا کہ پہلے بیٹھے اور بعد کو بیٹھے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔

جواب:۔ یہ تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر کسی کو اللہ توفیق دے اور ہر وقت کھڑے ہو۔ یا بعض وقت ہر طرح جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے ان کا یہ فعل بہت ہی مبارک تھا مگر چونکہ از اول تا آخر کھڑا ہونا عوام کو دشوار ہوگا۔ اس لئے صرف ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نیز بیٹھے بیٹھے بعض لوگ بھی اونگھ جاتے ہیں کھڑا کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھ لو۔ تاکہ نیند جاتی رہے اسی لئے اس وقت عرق گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں۔ تاکہ پانی سے نینداڑ جاوے کیوں صاحب! نماز میں بعض ذکر تو آپ کھڑے ہو کر کرتے ہو۔ اور بعض رکوع میں اور بعض سجدے میں اور بیٹھ کر۔ ہر ذکر کھڑے ہو کر ہی کیوں نہ کیا؟ نیز جب التحیات میں اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو حکم ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ اور ہزار ہا موقعوں پر آپ یہ ہی کلمہ پڑھتے ہو۔ انگلی کیوں نہیں ہلاتے؟ صوفیائے کرام بعض وظائف میں کچھ اشاروں کی قیدیں لگاتے ہیں۔ مثلاً جب مقدمہ میں حاکم کے سامنے جاوے تو کھیعص اس طرح پڑھے کہ اس کے ہر حرف پر ایک انگلی بند کر دے کاف پر وہ پری پر وغیرہ۔ پھر حمعسق پڑھے ہر ایک پر ایک انگلی کھولے پھر حاکم کی طرف دم کر دے تو جب تلاوت قرآن کے دوران یہ کلمے آتے ہیں تو یہ اشارہ کیوں نہیں۔ اور یہ اشارے صحابہ کرام سے کہاں ثابت ہیں۔ حزب البحر وغیرہ پڑھنے والے حضرات بعض مقامات پر خاص اشارے کرتے ہیں اور موقعوں پر کیوں نہیں کرتے۔ نیز طواف خانہ کعبہ میں پہلے طواف کے چار چکروں میں اضطباع بھی کرتے ہیں۔ اور رمل بھی بعد میں کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کے صدہا سوالات کیے جاسکتے ہیں۔ امام بخاری نے بعض احادیث کو اسنادا بیان کیا۔ بعض کو تعلیقاً۔ سب کو یکساں کیوں نہ بیان کیا۔ بھلا ان جیسی باتوں سے حرمت ثابت ہو سکتی ہے۔

اعتراض (۳)......۔ لوگوں نے قیام میلاد کو ضروری سمجھ لیا ہے کہ نہ کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے لہٰذا قیام ناجائز ہے۔

جواب:۔ یہ مسلمانوں پر محض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں۔ نہ کسی عالم دین نے لکھا کہ قیام واجب ہے۔ اور نہ تقریروں میں کہا۔ عوام بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ قیام اور میلاد شریف کار ثواب ہے۔ پھر آپ ان پر واجب سمجھنے کا کس طرح الزام لگاتے ہیں! اگر کوئی واجب سمجھے بھی تو اس کا یہ سمجھنا برا ہوگا نہ کہ اصل قیام حرام ہو جاوے۔ نماز میں درود شریف پڑھنا امام شافعی صاحب ضروری سمجھتے ہیں احناف غیر واجب۔ تو ہمارے نزدیک ان کا یہ قول صحیح نہ ہوگا۔ نہ کہ یہ درود نماز ہی منع ہو جاوے اس کی تحقیق حاجی امداد اللہ صاحب نے (ہفت مسئلہ) میں خوب کی ہے رہا یہ کہ مسلمان اس کو پابندی سے کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔

مشکوٰۃ باب القصد فی العمل میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک اچھا کام وہ ہے جو کہ ہمیشہ ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل الفصل الاول ص ۱۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

ہر کار خیر کو پابندی سے کرنا مستحب ہے مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر جمعہ کو غسل کرتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ مدارس میں ہر رمضان و جمعہ میں چھٹی کرتے ہیں۔ ہر سال امتحان لیتے ہیں۔ مسلمان ہر رات کو سوتے ہیں۔ ہر دوپہر کو کھانا کھاتے ہیں۔ تو کیا ان کو واجب سمجھتے ہیں یا پابندی وجوب کی علامت ہے رہا قیام نہ کرنے والوں کو وہابی سمجھنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ ہندوستان میں یہ وہابیوں کی علامت ہو گئی ہے اہل ایمان کے ہر زمانہ میں علامات مختلف رہی ہیں اور حسب زمانہ علامات کفار سے بچنا علامت اہل ایمان اختیار کرنا ضروری ہے۔ اول اسلام میں فرمایا گیا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہو گیا۔

(مشکوۃ کتاب الایمان ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ہی اہل ایمان کی علامت تھی۔ پھر جب کلمہ گویوں میں منافق پیدا ہوئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ آپ کے سامنے منافق آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں کیونکہ بات تو سچی کہہ رہے ہیں۔ مگر ہیں جھوٹے پھر حدیث میں آیا کہ ایک قوم نہایت ہی عبادت گزار ہوگی۔ مگر دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ نیز حدیث میں آیا کہ خارجی کی پہچان سر منڈانا ہے۔

(دیکھو دونوں حدیثیں مشکوۃ کتاب القصاص باب قتل اہل الردہ)

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب ذکر الخوارج و صفاتھم ج ۲ ص ۷۴۵ رقم الحدیث ۱۰۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۵ رقم الحدیث ۱۱۰۳۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (السنۃ لابن عبداللہ بن احمد وقال اسنادہ صحیح ج ۲ ص ۶۲۲ رقم الحدیث ۱۴۸۲ مطبوعہ دار ابن القیم الدمام)

یہ تین امور تین زمانوں کے اعتبار سے ہیں شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سنی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا حب الختنین تفضیل الشیخین والمسح علی الخفین دو اماموں یعنی سیدنا علی وعثمان سے محبت رکھنا۔ شیخین صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام پر افضل جاننا اور چمڑے کے موزے پر مسح کرنا۔ تفسیرات احمدیہ میں سورہ انعام زیر آیت وان هذا صراطی مستقیما ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس میں دس عادات ہوں وہ سنی ہے۔

تفضيل الشيخين توقير الختنين تعظيم القبلتين الصلوة على الجنازتين الصلوة خلف الامامين ترك الخروج على الامامين المسح على الخفين والقول بالتقديرين والامساك عن الشهادتين واداء الفريضتين۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ۴۰۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

مرقات شروع باب المسح علی الخفین میں ہے۔

سئل انس ابن ملك عن علامته اهل السنة والجماعته فقال ان تحب الشيخين ولا تطعن الختنين وتمسح على الخفين۔

درمختار باب المیاہ میں ہے۔

والتوضو من الحوض افضل رغما للمعتزلة۔

ترجمہ: حوض سے وضو کرنا افضل ہے معتزلہ کو جلانے کے لئے

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطہارۃ باب المیاہ ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی جگہ شامی میں ہے

لان المعتزلة لايجيزونه من الحياض فنرغمهم بالوضوء منها۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: یعنی معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو نا جائز کہتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کو حوض سے وضو کر کے جلائیں گے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطھارۃ باب المیاہ ج اص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیکھو حوض سے وضو کرنا۔ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں اس کے منکر پیدا ہوگئے ہیں لہٰذا ان کو سنی کی پہچان قرار دیا۔ اسی طرح قیام میلاد فاتحہ وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ مگر چونکہ اس کے منکر پیدا ہوگئے ہیں لہٰذا فی زمانہ یہ ہندوستان میں سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور مجلس میلاد میں اکیلا بیٹھا رہنا علامت دیوبندی کی ہے۔ **من تشبہ بقوم فھو منھم** لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ نیز شامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام سے بلا وجہ لوگ روکیں تو اس کو ضرور کرے۔ آج ہندوستان میں ہندو قربانی گائے سے روکتے ہیں خاص گائے کی قربانی واجب نہیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنا خون بہا کر اس کو جاری رکھا۔ اسی طرح محفل میلاد و قیام وغیرہ ہے۔ فقہاء کے نزدیک زنار باندھنا اور ہندوؤں کی سی چوٹی سر پر رکھنا۔ قرآن پاک نجاست میں ڈالنا کفر ہے کیونکہ یہ کفار کی مذہبی علامت ہے۔

ضروری نوٹ:۔ یہ سوال ۱۳ اکثر دیوبندی کیا کرتے ہیں کہ فاتحہ عرس و میلاد وغیرہ سب کو اس وجہ سے حرام بتاتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے خود سنی ہونے کی علامات ایجاد کر لی ہیں حدیث و قرآن میں یہ علامت نہیں ہیں سب کے لئے یہی جواب دیا جاوے بہت مفید ہوگا انشاء اللہ۔

اعتراض (۴)......:۔ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے مشکوۃ باب القیام میں ہے۔ **وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیۃ لذلک** صحابہ کرام جب حضور علیہ السلام کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ اسی باب میں ہے۔

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوء مقعدہ من النار۔

ترجمہ: جس کو پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ باب القیام میں ہے۔

لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔

ترجمہ: عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں بھی اگر کوئی بڑا آدمی آوے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ کھڑا ہو۔ میلاد شریف میں تو حضور علیہ السلام آتے بھی نہیں پھر تعظیمی قیام کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ ان احادیث میں مطلق قیام سے منع نہیں فرمایا گیا۔ ورنہ پہلے باب میں ہم نے جو احادیث اور اقوال فقہاء نقل کئے اس کے خلاف ہوگا بلکہ حسب ذیل امور سے ممانعت ہے اپنے لئے قیام چاہنا لوگوں کا دست بستہ سامنے کھڑا رہنا اور پیشوا کا درمیان میں بیٹھا رہنا۔ ہم نے بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے دونوں قیام منع ہیں۔ پہلی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

وحاصل آنکہ قیام وترک قیام بحسب زمان واحوال واشخاص مختلف گردد وازیں جا است کہ گاہی نہ کروند۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیام تعظیمی کرنا اور نہ کرنا زمانہ اور حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام نے کبھی تو حضور کے لئے قیام کیا اور کبھی نہ کیا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کبھی تو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور کبھی نہیں۔ نہیں کا تو ذکر یہاں کیا اور کھڑے ہونے کی نفی مطلقاً کی۔ دوسری اور تیسری حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام است اگر وے محبت قیام نہ دارد قیام برائے وے کہ مکروہ نیست قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی درحق کسی است کہ نشستہ باشد وایستادہ باشد پیش وے دوو قیام تعظیم برائے اہل دنیا بجہت دنیائے ایشاں وعید دارد شدہ مکروہ است۔

خود قیام مکروہ نہیں بلکہ قیام چاہنا مکروہ ہے اگر وہ قیام نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ قیام اس کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو۔ اور لوگ کھڑے ہوں اور دنیا داروں کے لئے قیام تعظیمی میں وعید آئی ہے اور وہ مکروہ ہے۔ اسی طرح حاشیہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسرار زیر حدیث قوموا الی سیدکم میں ہے۔

قال النووی فیہ اکرام اھل الفضل وتلقیھم و القیام الیھم واحتج بہ الجمھور وقال القاضی عیاض لیس ھذا من القیام المنھی عنہ وانما ذلک فیمن یقومون علیہ وھو جالس و یمثلون لہ قیاماً ما طول جلوسہ۔

ترجمہ: نووی نے فرمایا کہ اس سے بزرگوں کی تعظیم ان سے ملنا۔ ان کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے یہ قیام ممنوع قیاموں میں سے نہیں۔ ممانعت جب ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو۔ اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد باب حکم الاسرار ص ۳۴۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں خاص خاص قیام سے ممانعت ہے اور محفل میلاد کا قیام ان میں سے نہیں۔ نیز اگر تعظیمی قیام منع ہے تو علمائے دیوبند وغیرہ کے آنے پر لوگ سروقد کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ کیوں جائز ہے؟

......☆......

marfat.com
Marfat.com

بحث

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ

بدنی اور مالی عبادات کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشنا جائز ہے اور پہنچتا ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دعا کرنے کا حکم دیا۔ نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔
مشکوٰۃ باب الفتن باب الملاحم فصل دوم میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ **من یضمن لی منکم ان یصلی فی مسجد العشار رکعتین ویقول ھذہ لابی ھریرۃ**

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت بدنی یعنی نماز بھی کسی کی ایصال ثواب کی نیت سے ادا کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ زبان سے ایصال ثواب کرنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو دے بہت بہتر ہے تیسرے یہ کہ برکت کی نیت سے بزرگان دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث ثواب ہے۔ رہی عبادت مالی یا مالی وبدنی کا مجموعہ جیسے زکوٰۃ اور حج اس میں اگر کوئی شخص کسی سے کہدے کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے دو تو دے سکتا ہے۔ اور اگر صاحب مال میں حج کرنے کی قوت نہ ہے تو دوسرے سے حج بدل کرا سکتا ہے۔ لیکن ثواب ہر عبادت کا ضرور پہنچتا ہے اگر میں کسی کو اپنا مال دیدوں تو وہ مالک ہو جاوے گا اسی طرح یہ بھی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ مال تو کسی کو دے دیا تو اپنے پاس نہ رہا اور اگر چند کو دیا تو تقسیم ہو کر ملا لیکن ثواب اگر سب کو بخش دیا تو سب کو پورا پورا ملا۔ اور خود بھی محروم نہ رہا۔ جیسے کسی کو قرآن پڑھایا تو سب کو پورا قرآن آ گیا اور پڑھانے والے کا جاتا نہ رہا۔
دیکھو شامی جلد اول بحث دفن میت۔ اسی لئے نابالغ بچے سے ہدیہ لینا منع ہے مگر ثواب لینا جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔

ترجمہ: ہر نفس کے لئے وہی مفید ومضر ہے جو اس نے خود کرلیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

نیز قرآن میں ہے۔

لیس للانسان الا ما سعی۔

ترجمہ: انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہ جو خود کرے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۳۹)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر کا کام اپنے لئے مفید نہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان کے لئے قابل بھروسہ اور اپنی ملکیت اپنے ہی اعمال ہیں۔ نہ معلوم کہ کوئی اور ایصال ثواب کرے یا نہ کرے اس بھروسہ پر اپنے عمل سے غافل نہ رہے۔ (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) یا یہ حکم ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا تھا نہ کہ اسلام کا۔ یہاں اس کی نقل ہے۔ یا یہ آیت اس آیت سے

marfat.com
Marfat.com

منسوخ ہے والّذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بالایمان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۲ آیت نمبر ۲۱) یہ ہی عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اسی لئے مسلمانوں کے بچے ماں باپ کے طفیل جنت میں جاویں گے۔ بغیر عمل درجات پائینگے۔ دیکھو جمل وخازن یا یہ آیت بدنی اعمال میں نیابت کی نفی کرتی ہے۔ اسی لئے ان میں کسب وسعی کا ذکر ہے۔ نہ کہ ہبہ ثواب کا یا یہ ذکر عدل ہے اور وہ فضل غرضکہ اس کی بہت توجیہات ہیں۔

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔ فاتحہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن جو کہ بدنی عبادت ہے۔ اور صدقہ یعنی مالی عبادت کا جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

پہلا باب

فاتحہ کے ثبوت میں

تفسیر روح البیان نے پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت وھذا کتاب انزلناہ مبارک (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۵) میں ہے۔

وعن حمید الاعرج قال من قرء القران وختمہ ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ الاف ملک ثم لایزالون یدعون لہ ویستغفرون ویصلون علیہ الی السماء او الی الصباح۔

ترجمہ: حضرت اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ شام یا صبح تک۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۵۶۔۱۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یہ ہی مضمون نووی کتاب الاذکار کتاب تلاوت القرآن میں بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصال ثواب بھی دعا ہے لہٰذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔ اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور میں ہے۔ وتصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز۔ میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جاوے۔ اسی اشعۃ اللمعات میں اسی باب میں ہے۔ وبعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق کنند از وے یا نہ۔ جمعہ کی رات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برابر روٹیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کی یہ اصل ہے۔ انوار ساطعہ صفحہ ۱۴۵ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔

نووی نے کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ انس بن مالک ختم قرآن کے وقت اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد وعبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے حضرت مجاہد سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن کے

marfat.com

Marfat.com

وقت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے ☆

(نووی کتاب الاذکار)

لہٰذا تیجہ و چہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ درمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن میں ہے **فی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات** حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔ **ویقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحه و اول۔**

ویقرء من القران ما تیسر له من الفاتحة و اول البقرة و اية الكرسي و امن الرسول و سورة يس و تبارك الملك و سورة التكاثر و الاخلاص اثنى عشر مرة او احدى عشر او سبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم او صل ثواب ما قرء نا الى فلان او اليهم۔

ترجمہ: جو ممکن ہو قرآن پڑھے سورہ فاتحہ بقر کی اول آیات اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول اور سورہ یس اور ملک اور سورہ تکاثر اور سورہ اخلاص بارہ گیارہ یا سات یا تین دفعہ پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد قال نا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت البنان عن انس انه كان اذا ختم القرآن جمع اهله فدعا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد کو جمع کرتے پھر دعا کرتے۔

(سنن سعید بن منصور فضائل القرآن ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۲۷ مطبوعہ دار العصیمی الریاض)

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عفان ثنا جعفر بن سليمان حدثنا ثابت قال ثم كان انس اذا ختم القرآن جمع ولده و اهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اهل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیئے دعا فرماتے۔

(سنن الدارمی و من کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۳۴۷۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن علی بن شعيب السمسار ثنا خالد بن خداش ثنا جعفر بن سليمان عن ثابت ثم ان انس بن مالك كان اذا ختم القرآن جمع اهله و ولده فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۶۷۴ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

كان انس بن مالك اذا ختم القرآن جمع ولده و اهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیئے دعا فرماتے۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۷۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا۔ یعنی مختلف جگہ سے قرآن پڑھنا۔ پھر ایصال ثواب کی دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت لہٰذا ہاتھ اٹھا دے۔ غرضیکہ فاتحہ مروجہ پوری پوری ثابت ہوئی۔ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۷۵ میں ہے

طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند بر آں قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔

جس کھانے پر حضرات حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے اسی فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۱ میں ہے۔

اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند جائز است مضائقہ نیست۔

اگر دودھ مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزی ج اص ۷۱ مطبوعہ کوئٹہ)

مخالفین کے پیشوا ولی اللہ صاحب کا بھی تیجہ ہوا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ملفوظات صفحہ ۸۰ میں اس طرح فرمایا۔

روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست

تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ شمار سے باہر ہے اکیاسی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

اس سے تیجہ کا ہونا اور اس میں ختم کلام اللہ کرانا ثابت ہوا۔ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیو بند تحذیر الناس صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ دی۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی۔ اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ پانچ ہزار بخشنے سے مردے کی بخشش کی امید ہے اور تیجہ میں چنوں پر یہی پڑھا جاتا ہے۔

ان تمام عبارات سے فاتحہ اور تیجہ وغیرہ کے تمام مراسم کا جواز معلوم ہوا۔ فاتحہ میں پنج آیت پڑھنا پھر ایصال ثواب کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ تیجہ کے دن قرآن خوانی، کلمہ شریف کا ختم کھانا پکا کر نیاز کرنا سب معلوم ہو گیا صرف ایک بات باقی ہے کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ اس کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاوار میں تو اولاً کھانا فقراء کو کھلا دیتے ہیں۔ پھر بعد میں ایصال ثواب کرتے ہیں اور یوپی و پنجاب اور عرب شریف میں کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کراتے ہیں۔ پھر کھلاتے ہیں۔ دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کھانا ملاحظہ فرما کر صاحب طعام کے لئے دعا

marfat.com
Marfat.com

فرمائی۔ بلکہ حکم دیا کہ دعوت کھا کر میزبان کو دعا دو اسی طرح مشکوٰۃ باب آداب طعام میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے۔ الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه غیر مکفی ولا مودع ولا مستغناً عنه ربنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ ج ۲ ص ۸۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد دو چیزیں مسنون ہیں۔ حمد الٰہی کرنا اور صاحب طعام کے لئے دعا کرنا اور فاتحہ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اور غالباً اس قدر کا انکار مخالفین بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ رہا کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ اس کی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب المعجزات فصل دوم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ خرمے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اس کے لئے دعائے برکت فرمادیں۔

فضمهن ثم دعا لی فیهن بالبرکة۔

ترجمہ: آپ نے ان کو ملایا اور دعائے برکت کی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لشکر اسلام میں کھانے کی کمی ہوگئی حضور علیہ السلام نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے پاس ہو لاؤ۔ سب حضرات کچھ نہ کچھ لائے دسترخوان بچھایا گیا اس پر یہ سب دکھا گیا۔ فدعاء رسول اللہ ﷺ علیه بالبرکة ثم قال خذوا فی اوعیتکم پس اس پر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلیم نے کچھ کھانا بطور ولیمہ پکایا۔ لیکن بہت لوگوں کو بلایا گیا۔ فرءیت النبی ﷺ وضع یده علی تلك الحیسة وتکلم بماشاء اللہ اس کھانے پر دست مبارک رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ پڑھا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ حضور علیہ السلام ان کے مکان میں تشریف لائے فاخرجت له عجیناً فبصق فیه و بارک آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا۔ تو اس میں لعاب شریف ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس قسم کی بہت سے روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اتنے پر کفایت کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اب فاتحہ کے تمام اجزاء بخوبی ثابت ہوگئے۔ والحمدللہ۔ عقلاً بھی فاتحہ میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے مقدمہ میں عرض کیا جاچکا کہ فاتحہ دو عبارتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تلاوت قرآن اور صدقہ اور جب یہ دونوں کام علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔ بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے۔ کیوں اس لئے کہ بریانی چاول، گوشت، گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزا حلال تو بریانی بھی حلال۔ ہاں جہاں چند حلال چیزوں کا جمع کرنا حرام ہو جیسے کہ دو ہمشیرہ ایک نکاح میں یا چند حلال چیزوں کے ملنے سے کوئی حرام چیز بن جائے۔ مثلاً مجموعہ میں نشہ پیدا ہوگیا۔ تو یہ مجموعہ اس عارضہ کی وجہ سے حرام ہوگا۔ یہاں قرآن کی تلاوت اور صدقہ جمع کرنا شریعت نے حرام نہ کیا اور ان کے اجتماع سے کوئی حرام چیز پیدا نہ ہوئی۔ پھر یہ کام حرام کیوں ہوگا۔ دیکھو بکری مرری ہے۔ اگر ویسے ہی مرجائے تو مردار ہے جہاں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا حلال ہوگئی۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔ شفاء ورحمة للمومنین (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۲) پھر اگر اس کی تلاوت کردینے سے کھانا حرام ہوجاوے تو قرآن رحمت کہاں

marfat.com

Marfat.com

رہا۔ زحمت ہوا۔ مگر ہاں مومنین کے لئے رحمت ہے کفار کے لئے زحمت۔ ولا یزید الظلمین الا خسارا (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۲) اس سے ظالم تو نقصان میں رہتے ہیں کہ اس کے پڑھے جانے سے کھانے سے محروم ہو گئے۔ نیز جس کے لئے دعا کرنا ہو اس کے سامنے رکھ کر دعا کرنا چاہیے جنازے میں میت کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی کے لئے دعا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر دعا پڑھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر مذبوحہ جانور سامنے رکھ کر پڑھا۔

اللھم ھذا من امۃ محمد۔

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی میری امت کی طرف سے ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت خلیل نے کعبہ کی عمارت سامنے لے کر دعا کی ربنا تقبل منا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۷) الآیۃ اب بھی عقیقہ کا جانور سامنے رکھ کر ہی دعا پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر فاتحہ میں بھی کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب ہو تو کیا حرج ہے۔

بسم اللہ سے کھانا شروع کرتے ہیں۔ اور بسم اللہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا منع ہو تو بسم اللہ پڑھنا بھی منع ہونا چاہیے۔

مانعین کے پیشوا بھی فاتحہ مروجہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۴ میں فرماتے ہیں پس دہ ۱۰ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ پھر دس بار درود پڑھیں اور پورا ختم کریں اور تھوڑی شیرینی پر تمام خواجگان چشت کی فاتحہ دیں پھر خدا سے دعا کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب زبدۃ النصائح صفحہ ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ و شیر برنج بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است۔ دودھ چاول پر کسی بزرگ کی فاتحہ دی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جاوے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔ مولانا اشرف علی و رشید احمد صاحبان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کزائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا ہے۔ جو تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ پھر فرماتے ہیں جیسے کہ نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و زبان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا۔ تو جمع بین العبادتین ہے پھر فرماتے ہیں۔ اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر اور حلوا شب برأت و دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ پیر صاحب کے اس کلام نے بالکل فیصلہ فرما دیا۔ الحمد للہ کہ مسئلہ فاتحہ دلائل عقلیہ نقلیہ اور اقوال مخالفین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول کی توفیق دے۔ آمین

marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

فاتحہ پر اعتراضات وجوابات میں

اس مسئلہ فاتحہ پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات مشہور ہیں۔

اعتراض (۱).........بہت سے فقہاء نے تیسرے اور ساتویں روز میت کے لئے کھانا پکانا منع کیا ہے۔(دیکھو شامی عالمگیری) بلکہ بزازیہ نے تو لکھا ہے۔ وبعد الاسبوع یعنی ہفتہ کے بعد بھی پکانا منع ہے اس میں برسی ششماہی چہلم سب شامل ہیں۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ بعد مردن من رسوم دنیاوی دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نہ کنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ۔ نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب:۔ فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہ کیا بلکہ حکم دیا جیسا کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ جس کو فقہاء منع کرتے ہیں وہ چیز ہی اور ہے وہ ہے میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا۔ یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کے لئے جو میت کے تیجے، دسویں وغیرہ میں برادری کی دعوت عام کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ نام ونمود کے لئے ہے اور موت نام ونمود کا وقت نہیں ہے اگر فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے کھانا کھلایا تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ شامی جلد اول کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی السرور۔

ترجمہ: یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ غم پر۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دعوت لینے کے وہ ہی معنی کہ برادری مجبور کرے کہ روٹی کر۔ پھر فرماتے ہیں۔

وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بھا وجہ اللہ۔

ترجمہ: یہ سارے کام محض دکھاوے کے ہوتے ہیں لہٰذا ان سے بچے کیونکہ اس سے اللہ کی رضا نہیں چاہتے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ فخریہ طور پر برادری کی دعوت منع ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

ترجمہ: اگر اہل میت نے فقراء کے لئے کھانا پکایا تو اچھا ہے۔ یہ فاتحہ کا جواز ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اپنے تیجہ دسویں سے منع فرمانا بالکل درست ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسوم دنیا کیا ہے عورتوں کا تیجہ وغیرہ کو جمع ہو کر رونا پیٹنا نوحہ کرنا وہ واقعی حرام ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ تعزیت جائز نہیں۔ اس جگہ ایصال ثواب اور فاتحہ کا ذکر نہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوا کہ تیجہ وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔ تمہارا یہ کہنا کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے ہم نے یہ حدیث کہیں نہ دیکھی۔ اگر یہ حدیث ہو تو ان احادیث کا کیا مطلب ہوگا جن میں مردوں کی طرف سے خیرات کرنے کی رغبت دی گئی ہے۔ نیز تم بھی کہتے ہو کہ بغیر تاریخ مقرر کئے ہوئے مردے کے نام پر خیرات جائز ہے۔ اس خیرات کو کون کھائے گا؟ جو آدمی کھالے اس کا دل مردہ ہو جائے گا تو کیا اس کو ملائکہ کھائیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ:۔ میت کے فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا جلی الصوت النھی الدعوات عن الموت۔ بلکہ دیکھنے والے تو کہتے ہیں۔ کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی اہل میت کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں پان حقہ وغیرہ بھی نہ استعمال فرماتے تھے۔ اور خود وصایا شریف میں وصیت موجود ہے کہ ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ نیز اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہے تو خیال رہے کہ غائب وارث یا نابالغ کے حصہ سے فاتحہ نہ کی جاوے یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جاوے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے۔ ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا جائز نہیں۔ یہ ضرور خیال رہے۔

اعتراض (۲)......: فاتحہ کے لئے تاریخ مقرر کرنا جائز ہے۔ گیارہوں تاریخ یا تیسرا، دسواں، بیسواں، چہلم اور برسی وغیرہ یہ دن کی تعیین محض لغو ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ وھم عن اللغو معرضون (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳) مسلمان لغو کاموں سے بچتے ہیں بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو ایصال ثواب کرو۔ تیسرے دن کا انتظار کیسا؟ نیز تیجہ کے لیے چنے مقرر کرنا وہ بھی بھنے ہوئے یہ محض لغو اور بیہودہ ہے اس لئے تیجہ وغیرہ کرنا منع ہے۔

جواب:۔ مقرر کرنے کا جواب تو ہم قیام میلاد کی بحث میں دے چکے ہیں۔ کسی جائز کام کے لئے دن تاریخ مقرر کرنے کا محض یہ مقصد ہوتا ہے کہ مقررہ دن پر سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور مل کر یہ کام کریں گے۔ اگر کوئی وقت مقرر ہی نہ ہو تو بخوبی یہ کام نہیں ہوتے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ روزانہ وعظ فرمایا کیجئے۔ فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری نے تو باری مقرر کرنے کا باب باندھا۔ یہ محض آسانی کے لئے ہوتا ہے آج بھی مدارس کے امتحان جلسے، تعطیلات کے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں کہ لوگ ہر سال بغیر بلائے ان تاریخوں پر پہنچ جاویں۔ صرف یہ ہی مقصد ان کا بھی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ہی تاریخیں مقرر کیوں کیں۔ تو سنیے! گیارہویں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی اور ملازمین کا خیال یہ تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو۔ لہٰذا شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرینی لیتے آتے بعد مغرب فاتحہ دیتے یہ شب گیارہویں شریف ہوتی تھی۔ یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا نام گیارہویں شریف ہو گیا۔ اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں۔ اس کا نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔ یوپی اور کاٹھیاواڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔

نیز بزرگوں کے بڑے بڑے واقعات دسویں تاریخ کو ہوئے جس کے بعد گیارہویں رات آتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا ان کی توبہ قبول ہونا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا پار لگنا اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح سے نجات پانا۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ ایوب علیہ السلام کا شفا پانا۔ امام حسین کا شہید ہونا اور سید الشہداء کا درجہ پانا سب دسویں تاریخ کو واقع ہوئے۔ اس کے بعد جو پہلی رات آئی۔ وہ گیارہویں تھی۔ لہٰذا یہ رات متبرک ہے۔ اسی لئے گیارہویں کی فاتحہ اکثر شب گیارہویں میں ہوتی ہے کیونکہ متبرک راتوں میں صدقہ خیرات وغیرہ کرنا چاہیئے۔

اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے بلکہ خود میرا بھی تجربہ ہے کہ اگر گیارہویں تاریخ کو کچھ مقرر پیسوں پر فاتحہ پابندی کی جاوے

marfat.com

Marfat.com

تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔ میں بحمدہ تعالیٰ اس کا بہت سختی سے پابند ہوں اور اس کی بہت برکت دیکھتا ہوں۔ کتاب یازدہ مجلس میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کے میلاد کے بہت پابند تھے۔ ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا۔ ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں۔ یعنی لوگ گیارہویں سے تم کو یاد کیا کریں گے۔ اسی لئے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل ہوتی ہے۔ تو ربیع الثانی میں حضور غوث پاک کی گیارہویں چونکہ یہ سرکاری عطیہ تھا۔ اس لئے تمام دنیا میں پھیل گیا۔ لوگ تو شرک و بدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کی ترقی ہوتی گئی۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

تیجہ کے لئے تیسرا دن مقرر کرنے میں بھی مصلحت ہے۔ پہلے دن تو لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں دوسرے دن آرام کرنے کے لئے خالی پر چھوڑا گیا۔ تیسرے دن عام طور پر جمع ہو کر فاتحہ قل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہے کہ اس کے بعد تعزیت کرنا منع ہے الا للغائب عالمگیری کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ووقتها من حين يموت الى ثلثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون المعزى او المعزى اليه غائباً۔

ترجمہ: اور ماتم پرسی کا وقت مرنے کے وقت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ تعزیت دینے والا یا لینے والا غائب ہو۔

آج تک تو لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے۔ اب نہ آئیں گے تو کچھ ایصال ثواب کر کے جاویں۔ نیز باہر کے پردیسی خویش و اقربا بھی اس فاتحہ میں شرکت کر لیتے ہیں کہ تین دن میں مسافر بھی اپنے گھر پہنچ سکتا ہے۔

چہلم برسی وغیرہ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا منشاء ہے کہ سال بھر تک میت کو وقتاً فوقتاً ثواب پہنچاتے رہیں۔ کیونکہ بعد مرنے کے اول اول مردے کا دل اپنے دوست اور احباب سے لگا رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ بالکل ادھر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ لڑکی کا نکاح کر کے سسرال بھیجتے ہیں۔ تو اولاً جلد از جلد اس کو بلانا جلانا ہدیہ وغیرہ بھیجنا جاری رہتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ مدت گزری یہ کام بھی کم ہوتے گئے۔ کیونکہ شروع میں وہاں دلجمعی اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اصل حدیث سے بھی ملتی ہے بعد دفن کچھ دیر قبر پر کھڑا ہو کر ایصال ثواب اور تلقین سے میت کی مدد کرنی چاہیے۔

حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد دفن تھوڑی دیر میری قبر پر کھڑا رہنا تا کہ تمہاری وجہ سے میرا دل لگ جاوے اور نکیرین کو جواب دے لوں چنانچہ مشکوٰۃ باب الدفن میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

ثم اقيموا احول قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم واعلم ماذا اراجع رسل ربى۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن ایت الفصل الثالث ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی لئے جلد از جلد اس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ عم والقمر اذا نشق کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اول حالتے کہ بجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابناء جنس خود باقی است واں وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف و چیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود ترمی رسد

marfat.com
Marfat.com

ومردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف مے باشند صدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار ادمی آید وازیں است کہ طوائف بنی آدم تایك سال وعلی الخصوص یك چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی ج ۳ پارہ عم ص ۱۱۲-۱۱۳ مطبوعہ کابل افغانستان)

مردے کی پہلی حالت جو کہ فقط جسم سے روح نکلنے کا وقت ہے اس میں کچھ نہ کچھ پہلی زندگی کا اثر اور بدن اور اہل قرابت سے تعلق باقی ہوتا ہے۔ یہ وقت گویا برزخ ہے کچھ ادھر تعلق اور کچھ اس طرف اس حالت میں زندوں کی مدد مردوں کو بہت جلد پہنچتی ہے اور مردے اس مدد پہنچنے کے منتظر ہوتے ہیں اس زمانہ میں صدقہ دعائیں فاتحہ اس کے بہت ہی کام آتی ہیں۔ اس وجہ سے تمام لوگ ایک سال تک خاص کر موت کے بعد چالیس روز تک اس قسم کی مدد پہنچانے میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہی حال زندوں کا بھی ہوتا ہے کہ اول اول بہت غم پھر جس قدر وقت گزرتا گیا رنج کم ہوتا گیا۔ تو منشاء یہ ہوتا ہے کہ سال بھر تک ہر آدھے پر صدقہ کریں سال پر برسی اس کے نصف پر ششماہی اس کے نصف پر سہ ماہی کی فاتحہ اس کے بعد نصف یعنی ۴۵ دن فاتحہ ہونی چاہیے تھی۔ مگر چونکہ چالیس کا عدد روحانی اور جسمانی ترقی کا ہے اس لئے چہلم مقرر کیا گیا۔ پھر اس کا آدھا بیسواں پھر اس کا آدھا دسواں۔

چالیس میں کیا ترقی ہے ملاحظہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال تک ایک حالت میں رہا۔ پھر چالیس سال میں وہ خشک ہوا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ چالیس روز تک نطفہ پھر چالیس روز تک جما ہوا خون، پھر چالیس روز تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔

(دیکھو مشکوۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

پیدا ہونے کے بعد چالیس روز تک ماں کو نفاس آسکتا ہے۔ پھر چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر عقل پختہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر انبیائے کرام کو چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت دی گئی۔ صوفیائے کرام وظیفوں کے لئے چلے یعنی چالیس روز مشقتیں کرتے ہیں تو ان کو روحانی ترقی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم ہوا کہ کوہ طور پر آکر چالیس روز اعتکاف کرو جب تورات دی گئی۔ **واذ وعدنا موسی اربعین لیلة** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۱)

انوار ساطعہ نے بیہقی کی روایت سیدنا انس سے بیان کی۔ بحث چہلم کہ **ان الانبیاء لایترکون فی قبورھم اربعین لیلة ولکن ھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔**

(حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ص ۳ رقم الحدیث ۴ مطبوعہ مکتبۃ الایمان جامعۃ الازہر مصر)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۳-۴۷۴ مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کے معنی زرقانی شرح مواہب نے یوں بیان کئے کہ انبیاء کرام کی روح کا تعلق اس جسم مدفون سے چالیس روز تک بہت زیادہ رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ روح قرب الٰہی میں عبادت کرتی ہے اور جسم کی شکل میں ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے عوام میں تو یہ بھی مشہور ہے کہ چالیس دن تک میت کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس کی اصل کچھ ہو۔

(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کے عدد میں تغیر و تبدل ہے لہٰذا مناسب ہوا کہ چالیس دن پر فاتحہ کی جاوے اور اس کی ممانعت ہے نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تیجہ کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں علی العموم تیسرے دن صرف قرآن پاک ہی پڑھتے ہیں۔ پنجاب میں عام طور پر تیسرے دن دودھ اور کچھ پھل پر فاتحہ کرتے ہیں۔ یوپی میں تیسرے دن قرآن خوانی بھی کرتے ہیں اور بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ہم پہلے باب میں مولوی قاسم صاحب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ میت کو ایک لاکھ کلمہ طیبہ پڑھوانے کے لئے ساڑھے بارہ سیر چنے منتخب کئے گئے ہیں کیونکہ اتنے چنے ایک لاکھ ہو جاتے ہیں یہ محض شمار کے لئے ہے اگراتنی تسبیحیں یا اس قدر گٹھلیاں یا کنکریاں جمع کی جائیں تو اس میں کلمہ کا شمار بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی بھنے ہوئے اس لئے تجویز ہوئے کہ کچے چنے لوگ پھینک دیں گے یا گھوڑوں کا دانہ بنا دیں گے۔ اس میں بے حرمتی ہے۔ بھنے ہوئے چنے صرف کھانے ہی کے کام آجاویں گے۔

اعتراض (۳)......:۔ فاتحہ وغیرہ میں ہنود سے مشابہت ہے کہ وہ بھی مردوں کی تیرھویں کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے لہٰذا یہ فاتحہ منع ہے۔

جواب:۔ کفار سے ہر مشابہت منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کام ایسا ہو جو کہ کفار کی دینی یا قومی علامت بن چکا ہو جس کو دیکھ کر لوگ اس کو کافر قوم کا آدمی سمجھیں جیسے کہ دھوتی، چوٹی، زنار، ہیٹ وغیرہ ورنہ ہم بھی آب زمزم مکہ معظمہ سے لاتے ہیں ہندو بھی گنگا جل لاتے ہیں۔ ہم بھی منہ سے کھاتے ہیں اور پاؤں سے چلتے ہیں کفار بھی۔ حضور علیہ السلام نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ اس میں مشابہت یہود تھی۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم دو روزے رکھیں گے۔ کچھ فرق کر دیا مگر اس کو بند نہ کیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں کلمہ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مشرکین کے یہاں یہ نہیں ہوتا۔ پھر مشابہت کہاں رہی؟ اس کی بحث شامی باب مکروہات الصلوٰۃ میں دیکھو وہاں جو کام مشابہت کفار کی نیت سے کئے جاویں وہ منع ہیں۔ فاتحہ کی پوری بحث انوار ساطعہ میں دیکھو۔

اعتراض (۴)......:۔ اگر فاتحہ میں بدنی و مالی عبادت کا اجتماع ہے تو چاہئے نجس چیز خیرات کرتے وقت بھی فاتحہ پڑھ لیا کرو لہٰذا اوپلہ (گوبر) وغیرہ پر بھی فاتحہ پڑھ کر کسی کو دیا کرو۔ جب چوہڑا پاخانہ اٹھائے تو تم فاتحہ پڑھ کر اسے گھر سے باہر جانے دو۔ (دیوبندی تہذیب)۔

جواب:۔ نجس چیز پر اور نجس جگہ تلاوت قرآن حرام ہے لہٰذا ان کی خیرات پر تلاوت نہیں کر سکتے ڈکار پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ نہ کہ ریح نکلنے پر کہ وہ نجس و ناقض عضو ہے۔ اسی طرح چھینک پر الحمد للہ کہتے ہیں نہ کہ نکسیر پر۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب اس دعا کے ثبوت میں اور دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں

مسلمان کے مرنے کے بعد تین حالتیں ہیں۔ نماز جنازہ سے پہلے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دفن کے بعد۔ ان تینوں حالتوں میں میت کے لئے دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ ہاں میت کے غسل سے پہلے اگر اس کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا ہو تو اس کو ڈھک دیں کیونکہ ابھی وہ ناپاک ہے۔ جب غسل دے دیا پھر ہر طرح قرآن وغیرہ پڑھیں۔ مخالفین نماز سے پہلے اور دفن کے بعد تو دعا وغیرہ کرنا جائز مانتے ہیں۔ مگر بعد نماز دفن سے پہلے دعا کو ناجائز، حرام، بدعت، شرک نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی کی اس جگہ تحقیق ہے۔ اس کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ فصل ثانی میں ہے۔

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعآء۔

ترجمہ: جب تم میت پر نماز پڑھ لو۔ تو اس کے لئے خالص دعا مانگو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جاوے بلا تاخیر۔ جو لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دعا مانگو وہ ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے۔ اور فاخلصوا اس کی جزا۔ شرط اور جزا میں تغایر چاہیئے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو۔ پھر صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا ہے امر۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے **فاذا طعمتم فانتشروا** میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان۔ اور **اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم** میں نماز کے لئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ ائی سے معلوم ہوا۔ لہٰذا یہاں بھی وضو ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ حقیقی معنی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔

حاشیہ......☆

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالعزیز بن یحیی الحرنی حدثنی محمد یعنی ابن سلمة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراھیم عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی ھریرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ریاض الصالحین ص ۳۱۰۔۳۱۱ رقم الحدیث ۹۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض)، (سنن الکبری بیہقی ج ۴ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۰ ص ۳۸۰ رقم الحدیث ۱۴۹۹۳۔۱۴۹۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کتاب الدعا امام طبرانی ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۔۱۲۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المجموع امام نووی ج ۵ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ مصر)، (عون الباری صدیق حسن بھوپالی ج ۳ ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر)، (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تحفۃ المحتاج ج ۱ ص ۵۹۴ رقم الحدیث ۷۸۶ مطبوعہ دار حراء مکۃ المکرمۃ)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اس حدیث مبارکہ سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوا جو لوگ اس دعا سے نماز جنازہ میں عام طور پر پڑھی جانے والی دعا "اللھم اغفرلحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا......الخ مراد لیتے ہیں ان کو اس حدیث کے اس جملہ (فاخلصوا له الدعاء) میں غور کرنا چاہیئے کیونکہ وہ دعاء جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لئے کہاں ہوتی ہے، وہ تو تمام زندوں، مردوں، غائب، حاضر، مردوں، عورتوں، سب کے لئے ہوتی ہے جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو میت کے لیئے خلوص سے دعا مانگو سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ میت کے لیئے دعاء مانگو۔

گھر کی گواہی

نواب قطب الدین خان دیوبندی اس حدیث مبارکہ کے ترجے میں لکھتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ تم پڑھو نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لیئے دعاء۔

(مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز (اذا صلیتم علی المیت) شرط ہے اور (فاخلصوا له الدعاء) اس کی جزا ہے شرط اور جزاء میں تغیر ہوتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں (صلیتم) ماضی کا صیغہ ہے اور فاخلصوا امر کا صیغہ ہے اور یہاں (فا) برائے تعقیب مع الوصل ہے۔

ہدایۃ النحو میں ہے۔ نحو قام زید فعمرو واذا کان زید مقدماً وعمرو متاخراً بلا مھلة۔

ترجمہ: یعنی جیسے زید کھڑا ہوا پھر عمرو یہ اس وقت بولا جائے گا جب زید کھڑا ہونے میں مقدم ہو اور عمرو بلا مہلت متاخر ہو۔

(ہدایۃ النحو القسم الثالث فی الحروف فصل الحروف العطف ص ۱۱۳۔۱۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ سورۃ "ص" آیت "قال فالحق والحق اقول" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الفاء للترتیب۔

ترجمہ: یعنی فاء ماقبل و مابعد میں بیان ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔

(تفسیر ابو سعود ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض۔

ترجمہ: یعنی جب نماز جمعہ پڑھ لی جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔

(سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۱۰)

یہاں منتشر ہونے کا حکم نماز ختم ہونے کے بعد ہے نہ کہ دوران نماز اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

فاذا طعمتم فانتشروا۔

ترجمہ: جب تم کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

marfat.com
Marfat.com

اسی مشکوۃ میں اسی جگہ ہے۔

قرء علی الجنازة بفاتحة الكتاب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش از اں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلان متعارف است۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورہ فاتحہ نماز کے بعد یا نماز سے پہلے برکت کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ا ص ۶۷۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حاشیہ.....☆

یہاں بھی چلے جانے اور منتشر ہو جانے کا حکم کھانا کھالینے کے بعد ہے نہ کہ کھانے کی حالت میں۔ معلوم ہوا کہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء سے نماز جنازہ کے اندر دعا مراد نہیں بلکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مراد ہے اور اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعا مانگنے کا حکم ہے۔

دیوبندی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد ہے جیسا کہ مفتی احمد ممتاز دیوبندی نے لکھا ہے کہ عبدالحئی لکھنوی نے اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر لیا ہے۔

(مروجہ حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ ص ۳۱ مطبوعہ کتاب گھر کراچی)

عبدالحئی لکھنوی دیوبندی نہ کوئی مستند عالم ہے نہ ان کی بات کوئی حجت ہے اور نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ مگر فقیر جن امام کی بات کو پیش کر رہا ہے جنہوں نے اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر مراد نہیں لیا وہ تمام دیوبندیوں کے نزدیک معتبر ہیں۔ وہ ہے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اپنی کتاب الدعا میں نماز جنازہ کے اندر دعا کے لئے باب باندھا ہے باب: القول فی الصلاة علی الجنازة جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے 40 احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے: باب: الأمر باخلاص الدعاء للمیت جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو دو اسنادوں سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (کتاب الدعا ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت) معلوم ہوا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد نہیں اگر اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر مراد ہوتا تو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں بیان کرتے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ باب باندھ کر یہ بھی بتا دیا کہ اس حدیث مبارکہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے میت کے لئے اخلاص سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے الحمد للہ اہلسنت والجماعت کا اسی پر معمول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لئے اخلاص سے دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبداللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ نے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا کے لئے باب باندھا ہے جن میں 10 احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے ذکر الاخلاص فی الدعاء للمیت۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۶۸۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں بھی رواج تھا کہ نماز جنازہ کے آگے اور بعد سورہ فاتحہ وغیرہ برکت کے لئے پڑھتے تھے اور حضرت شیخ نے اس کو منع نہ فرمایا بلکہ حدیث پر اس کو محمول کیا۔

حاشیہ......☆

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثنی عبدالجبار ابن عمارة بن عبدالله بن ابی بکر، زاد احدهما، علی صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ علی المنبر و کشف له ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معر کتهم فقال رسول الله ﷺ اخذا الرایة زید بن حارثة فجاء ه الشیطان فحبب الیه الحیاة و کره الیه الموت وحبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تحبب الی الدنیا فمضی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فجاء ه الشیطان فمناه الحیاة و کره الیه الموت ومناه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخیکم فانه شهید دخل الجنة فهو یطیر فی الجنة بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنة......

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰۔۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۴ ص ۳۶۸۔۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ جز ۲۱ ص ۲۵۸۔۲۵۹ رقم الحدیث ۴۵۹۱۔۴۵۹۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال قال محمد بن عمر: اول سریة خرج فیها زید سریته الی القردة ثم سریته الی الجموم ثم سریته الی العیص ثم سریته الی الطرف ثم سریته الی حسمی ثم سریته الی ام قرضة ثم عقد له رسول الله ﷺ علی الناس فی غزوة موتة وقدمه علی الامراء فلما التقی المسلمون والمشر کون کان الامراء یقاتلون علی ارجلهم فاخذ زید بن حارثة اللّواء فقاتل وقاتل الناس معه والمسلمون علی صفوفهم فقتل زید طعنا بالرماح شهیدا فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال: استغفروا له وقد دخل الجنة وهو یسعی و کانت موتة فی جمادی الاولی سنة ثمان من الهجرة وقتل زید یومئذ وهو ابن خمس وخمسین سنة۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۳ ص ۴۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

فتح القدیر کتاب الجنائز فصل صلوٰۃ الجنازہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی فصل علیه رسول الله ﷺ ودعاله وقال استغفروا له پس اس پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت) دعا کے واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔ مواھب لدنیہ جلد دوم القسم الثانی فیما اخبر من الغیوب میں یہی واقعہ نقل فرما کر کہا ثم قال استغفروا استغفروا له اسی طرح عبداللہ ابن رواحہ پر بعد نماز دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ دعائے مغفرت جائز ہے۔

منتخب کنز العمال کتاب الجنائز میں ابراہیم ہجیری کی روایت ہے۔☆

قال رءیت ابن ابی اوفی وکان من اصحب الشجرة ماتت ابنته الی ان قال ثم کبر علیها اربعا ثم قام بعد ذلك قدر ما بین التکبیرتین وقال رءیت رسول الله ﷺ کان یصنع هکذا۔

ترجمہ: میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا یہ بیعت الرضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا۔ پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

حاشیہ......☆

عبداللہ العمادی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ میں انہیں لوگوں پر امیر بنایا اور دوسرے امیروں پر مقدم کیا، مسلمانوں اور مشرکوں میں اس طرح مقابلہ ہوا کہ امراء پیادہ لڑ رہے تھے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور قتال کیا لوگوں نے بھی ان کے ساتھ قتال کیا مسلمان اپنی صفوں ہی میں تھے۔ زید رضی اللہ عنہ نیزہ مارے جانے کی وجہ سے شہید ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، وہ اس جنت میں داخل ہو گئے جس کی وہ سعی کرتے تھے۔ غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا جس روز زید رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی۔

(طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له۔

ترجمہ: پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند)

☆امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا حسین بن محمد ثنا شعبة عن ابراهیم الهجری عن عبدالله بن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له وکان یتبع جنازتها علی بغلة خلفها، فجعل النساء یبکین، فقال لا ترثین فان رسول الله ﷺ نهی عن المراثی، فتفیض احداکن من عبرتها ماشاء ت، ثم کبر علیها اربعا، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعو، ثم قال کان رسول الله ﷺ یصنع فی الجنازة هکذا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ اس کے

marfat.com
Marfat.com

بیہقی میں ہے۔

وعن المستظل ابن حصين ان عليا صلى على جنازة بعد ما صلى عليه۔

ترجمہ: مستظل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازے پر نماز کے بعد دعا مانگی۔

(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۴۷، رقم الحدیث ۶۹۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدونۃ الکبریٰ میں ہے۔

يقول هكذا كلما كبروا واذا كان التكبير الا خر قال مثل ذلك ثم يقول اللهم صلى على محمد۔

ترجمہ: ہر تکبیر اسی طرح کہے کہ جب آخری تکبیر ہو تو اسی طرح کہے پھر کہے **اللهم صل على محمد۔**

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ درود شریف پڑھے۔ کشف الغطاء میں ہے۔ فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفقہ میت کے لئے فاتحہ اور دعا مانگنا دفن سے پہلے درست ہے اسی روایت پر عمل ہے۔

(کشف الغطاء فصل ششم، نماز جنازہ ص ۴۰ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

حاشیہ......☆

جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۷۳۔۴۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۳۵۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۰، رقم الحدیث ۶۹۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۱۳ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۱۵۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۷ ص ۱۳۵۔۱۳۶ رقم الحدیث ۹۵۰۹ و ج ۲۰ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۶۴۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف النون ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۹۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۱۲۸۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وحدثنا احمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل، حدثني ابى، ثنا محمد بن جعفر قالوا: ثنا شعبة، عن ابراهيم الهجرى، عن عبدالله بن ابى اوفى قال: توفيت بنت له فتبعها على بغلة يمشى خلف خلف الجنازة ونساء يرثينها، فقال: يرثين ولا يرثين، فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثى، ولتفيض احداكن من عبرتها ماشاء ت، ثم صلى عليها فكبر عليها اربعا، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبيرتين يستغفرلها ويدعو و قال كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۱۲ رقم الحدیث ۱۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اسی طرح خلاصۃ الفتح میں ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷ باب غسل المیت میں روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازے پر بعد نماز پہنچے اور فرمایا۔

ان سبقتمونی بالصلوۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء۔

ترجمہ: اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو دعا میں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کرلو۔

(المبسوط سرخسی ج ۱ جز ۲ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ)

اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل المیت میں ابن عمرو عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی۔

(المبسوط سرخسی ج ۱ جز ۲ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال اخبرنا محمد بن عبید الطنافسی قال اخبرنا سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جاء عبداللہ بن سلام وقد صلی علی عمر فقال واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلوۃ علیه لاتسبقونی بالثناء علیه فقام عند سریرہ فقال نعم اخو الاسلام کنت یاعمر جوادا بالحق بکیلا بالباطل ترضی حین الرضی وتغضب حین الغضب عفیف الطرف طیب الظرف لم تکن صداحا ولا مغتابا ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کرلی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(طبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

جاء عبداللہ بن سلام وقد صلی علی عمر، فقال: واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلاۃ لا تسبقونی بالثناء، فقام عند سریرہ فقال: نعم اخو الاسلام کنت یاعمر جوادا بالحق، بخیلا بالباطل، ترضی حین الرضاء، وتغضب حین الغضب، عفیف الطرف، طیّب الظرف، لم تکن مداحا ولا مغتابا، ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کرلی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ جز ۴۷ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

یہی امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوبکر اللفتوانی، انا ابو عمرو الاصبهانی، انا ابو محمد بن یوة، انا ابوالحسن اللنبانی، نا ابوبکر القرشی نا اسحاق بن اسماعیل، نا وکیع بن الجرّاح، نا سالم ابو العلاء المرادی، عن عبداللہ بن سارية قال: جاء عبداللہ بن سلام بعد ما صلی علی عمر، فقال: ان کنتم سبقتمونی بالصلاة علیه، فلا تسبقونی بالثناء، ثم قام فقال: نعم اخو الاسلام کنت یاعمر، جوادا بالحق، بخیلا بالباطل، ترضی حین الرضاء، وتسخط حین السخط، لم تکن مداحا ولا مغتابا، طیب الظرف، عفیف الطرف.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے پڑھنے کے بعد آئے تو فرمایا اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا۔ پھر کھڑے ہوگئے اور فرمایا آپ اسلام کے اچھے بھائی تھے حق کے لئے سخی تھے باطل کے لئے بخیل تھے رضا کے وقت راضی غصے کے وقت غصے تھے نہ آپ مدح کرنے والے تھے اور نہ غیبت کرنے والے اچھے ظرف والے تھے پاک طبیعت والے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۳ جز ۴۷ ص ۴۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن عبداللہ بن سلام انه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی اللہ عنه فلما قال ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلاتسبقونی بالدعآء له۔

ترجمہ: اور روایت میں ہے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ان سے حضرت عمر کی نماز جنازہ فوت ہوگئی پس جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اگر تم ان پر نماز میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح اللہ المعین میں ہے۔

عن عبداللہ بن سلام لما فاتته الصلوة علی عمر رضی اللہ عنه ان سبقت بالصلاة فلم اسبق بالدعآء له۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ فوت ہوگیا تو فرمایا کہ اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(فتح اللہ المعین ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

استاذ الفقیہ ابوالوفاء افغانی کتاب الآثار امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وعبداللہ بن سلام رضی اللہ عنه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی اللہ عنه فلما حضر قال: ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلاتسبقونی فی الدعآء له۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب وہاں پہنچے تو فرمایا کہ اگر تم نے ان پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو اور میرے ساتھ ان کے لئے دعا کرو۔

(حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس اثر مبارک سے معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہیں اور خصوصاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے جن کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی بشارت دی تھی:

marfat.com
Marfat.com

اور فلاتسبقوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا عمل تھا۔ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۱۱۲ مصنفہ مولانا فتح محمد صاحب برہان پوری میں ہے۔ چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرتا مفلحون طرف سر جنازہ خاتمہ بقرا من الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است و در بعض حدیث بعد از دفن واقع شدہ ہر وقت کہ میسر شود مجوز است۔ جب نماز جنازہ سے فارغ ہوں تو مستحب ہے کہ امام یا کوئی اور صالح آدمی سورہ بقر کا شروع کا رکوع مفلحون تک جنازے کے سرہانے اور سورہ بقر کی آخری آیات امن الرسول میت کی بائیں طرف پڑھے کہ حدیث میں آیا ہے۔ بعض احادیث میں دفن کے بعد واقع ہوا میسر ہو تو دونوں وقت پڑھے جائز ہے۔ زاد الآخرت میں نہر فائق شرح کنز الدقائق اور بحر ذخار سے نقل فرمایا۔

بعد از سلام بخواند۔ **اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ اغفرلنا ولہ۔**

ترجمہ: سلام کے بعد پڑھے کہ اے اللہ ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد فتنہ میں جتلا نہ کر اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔

(نہر الفائق شرح کنز الدقائق ج ا ص ۳۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

طحطاوی میں ہے۔

وان ابا حنیفۃ اما مات فختم علیہ سبعون الفا قبل الدفن۔

ترجمہ: جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان پر دفن سے پہلے ستر ہزار ختم قرآن ہوئے۔

کشف الغمہ، فتاویٰ عالمگیری، شامی باب الدفن بحث تعزیت میں ہے۔ **وھی بعد الدفن اولیٰ منھا قبلہ** تعزیت کرنا دفن کے بعد دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بہتر ہے اسی جگہ شامی اور عالمگیری نے یہ بھی فرمایا وھذا اذا لم یر منھم جزع شدید والا قدمت یہ جب ہے جبکہ ان ورثا میں سخت گھبراہٹ نہ ہو ورنہ تعزیت دفن سے پہلے کی جاوے۔

حاشیہ......☆

معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے اور تاریخ دمشق الکبیر کی روایت میں جاء عبداللہ بن سلام **بعد ما صلی علی عمر** اور **فقام عند سریرہ** سے منکرین کے دعا بعد نماز جنازہ کے تمام اعتراضات دفع ہوئے۔ جیسا کہ عزیز علی شاہ دیوبندی نے اعتراض کیا ہے۔ لکھا ہے ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

(تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ ص ۹۳ مطبوعہ انجمن اسلامیہ گکھڑ منڈی)

لیجئے اس روایت میں وہ تمام صراحت موجود ہے کہ **بعد ما صلی** یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جنازہ کے بعد آئے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے بھی طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: سالم مرادی سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام آئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اور **فقام عند سریرہ** نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دعا دفن سے پہلے ہے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: تخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اس کے بعد کسی دیوبندی کو دعا بعد نماز جنازہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارکہ سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

حسن ظہیریہ میں ہے۔

وهی بعد الدفن اولی منها قبله۔

ترجمہ: دفن کے بعد تعزیت کرنا دفن سے پہلے تعزیت افضل ہے۔

میزان کبریٰ مصنفہ امام شعرانی میں ہے۔

(عالمگیری ج اص ۱۶۷)،(الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری ج اص ۱۳۳)،(ردالمحتار علی الدر المختار ج اص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفة والثوری ان التعزیة سنة قبل الدفن لا بعده لان شدة الحزن تکون قبل الدفن فیعزی ویدعوا له۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تعزیت کرنا دفن سے پہلے سنت ہے کہ بعد کیونکہ زیادتی رنج دفن سے پہلے ہوتی ہے پس تعزیت کرے اور اس کے لئے دعا کرے۔

(المیزان الکبریٰ ج اص ۲۱۰)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے خواہ نماز سے بھی پہلے ہو یا نماز کے بعد تعزیت کرنا جائز بلکہ مسنون ہے اور تعزیت میں میت وپسماندگان کے لئے دعائے اجر وصبر ہی تو ہوتی ہے۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ ایک حیثیت سے تو دعا ہے کہ میت کو سامنے رکھا گیا ہے اور اس میں رکوع سجدہ التحیات وغیرہ نہیں ہے اور ایک حیثیت سے نماز ہے۔ اسی لئے اس میں غسل وضو ستر عورت قبلہ کو منہ ہونا جگہ اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اور جماعت مسنون۔ اگر یہ محض دعا ہوتی تو نماز کی طرح یہ شرائط اس میں کیوں ہوتیں اور دعاؤں کی طرح یہ بھی ہر طرح ادا ہو جایا کرتی۔ ماننا پڑے گا کہ ایک حیثیت سے یہ نماز بھی ہے اور ہر نماز کے بعد مستون ہے اور زیادہ قابل قبول۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا کہ آخر رات کے درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۸۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے پھر اس کے بعد کیوں دعا نہ کی جاوے؟ نیز دعا مانگنے کی ہر وقت اجازت دی گئی ہے اور بہت تاکید فرمائی گئی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات میں ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ اسی جگہ یہ بھی ہے۔ الدعاء مخ العبادۃ دعا عبادت بھی ہے یا دعا اصل عبادت ہے دعا مانگنے کے لئے کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے تو دعا جائز اور دفن کے بعد بھی جائز مگر نماز کے بعد اور دفن سے پہلے حرام؟ نماز جنازہ بھی کوئی جادو ہے کہ اس کے پڑھتے ہی دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا سب حرام اور دفن میت اس جادو کا اتار ہے کہ دفن ہوا اور سب جائز ہو گیا۔ لہٰذا ہر وقت دعا اور ایصال ثواب جائز ہے کسی وقت کی پابندی نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب

اس دعا پر اعتراضات وجوابات میں

اس پر صرف چار اعتراض ہیں تین عقلی اور ایک نقلی۔ اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق کہ یہ دعا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہٰذا یہ دعا کرنا حرام ہے شرک ہے بے دینی ہے۔

جواب:۔ یہ دعا بدعت نہیں اس کا ثبوت حضور علیہ السلام کے قول وفعل مبارک سے ہو چکا۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ جیسا کہ اس بحث کے پہلے باب میں گزر گیا۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت ہے تو ہر بدعت حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی بحث۔

اعتراض (۲)......:۔ نماز جنازہ میں خود دعا ہے پھر دوبارہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے پہلی دعا کافی ہو چکی۔

جواب:۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے نماز پنجگانہ میں دعا ہے۔ نماز استخارہ۔ نماز کسوف اور نماز استقاء سب دعاء کے لئے ہیں مگر ان سب کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے حدیث پاک میں ہے اکثروالدعاء دعا زیادہ مانگو۔ دعا کے بعد دعا مانگنا زیادہ دعا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ تو محض دعا ہے بعض صورتوں میں تو نماز جنازہ کے بعد نماز جنازہ دوبارہ ہوتی ہے اگر میت کے ولی نے نماز نہ پڑھی اوروں نے پڑھ لی تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا وصال مبارک دوشنبہ کو ہوا اور دفن شریف چہارشنبہ کو (شامی کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور ان دو روز میں لوگ جماعت در جماعت آتے رہے نماز جنازہ ادا کرتے رہے کیونکہ اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کہ ولی تھے نہ پڑھی تھی۔ پھر جب آخر دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی۔ اب تا قیامت کسی کو جائز نہ رہا کہ حضور علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھے (دیکھو شامی باب صلوٰۃ الجنازہ بحث و من احق بالامامۃ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اب کہو کہ یہ نماز تو دعا تھی۔ وہ ادا ہو گئی۔ یہ دوبارہ نمازیں کیسی ہو رہی ہیں؟ یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ کھانے کے بعد پانی نہ پیو۔ کیونکہ کھانے میں پانی موجود ہے وہ پانی سے پکا ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ چونکہ دعا مانگنے کی وجہ سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور یہ حرام ہے لہٰذا یہ دعا بھی حرام ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض بھی لغو ہے اولاً تو اس لئے کہ آپ تو اس دعا کو بہر حال منع کرتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دفن میں دیر ہو تو منع ورنہ نہیں۔ تو بتاؤ کہ اگر ابھی قبر تیار ہونے میں دیر ہے اور نماز جنازہ ہو گئی۔ اب دعا وغیرہ پڑھیں یا کہ نہیں کیونکہ یہاں تاخیر دفن سے دعا سے نہیں بلکہ تیاری قبر کی وجہ سے ہے دوسرے اس لئے کہ دعا میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ صرف دو یا تین منٹ۔ مشکل سے خرچ ہوتے ہیں۔ اس قدر غیر محسوس دیر کا اعتبار نہیں اتنی بلکہ اس سے زیادہ دیر تو راستہ میں آہستہ لے جانے اور غسل کا کام آہستہ آہستہ انجام دینے اور قبر کو اطمینان سے کھودنے میں بھی لگ جاتی ہے اگر اس قدر دیر بھی حرام ہو تو لازم ہو گا کہ غسل وکفن دینے والے نہایت بدحواسی سے بہت جلد یہ کام کریں اور قبر کھودنے والے مشین کی طرح جھٹ پٹ قبر کھود دیں اور میت

marfat.com

Marfat.com

کو لے جانے والے انجن کی رفتار بھاگتے ہوئے جاویں اور فوراً پھینک کر آجاویں۔ تیسرے اس لئے کہ ہم پہلے باب میں حوالے دے چکے ہیں کہ دفن سے پہلے اہل میت کی تعزیت کرنا۔ ان کو تسلی وتشفی دینا جائز بلکہ سنت ہے۔ خواہ بعد کرے یا قبل نماز تو تعزیت کے الفاظ کہنے اور تسلی دینے میں بھی دیر لگے گی یا کہ نہیں؟ ضرور لگے گی مگر چونکہ یہ ایک دینی کام کے لئے جائز ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ہم ابھی عرض کر چکے کہ حضور علیہ السلام کی وفات شریف دوشنبہ کو اور دفن چہار شنبہ کو ہوا۔ علامہ شامی اسی کتاب الصلوۃ باب الامامت میں یہ واقعہ بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

وھذہ السنة باقية الى الان لم يدفن خليفة حتى يولى غيره۔

ترجمہ: یہ سنت اب تک باقی ہے کہ خلیفہ اس وقت تک دفن نہیں کیا جاتا جب تک کہ دوسرا خلیفہ نہ بن جائے۔

(شامی کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ج اص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ دفن میں وہ تاخیر مکروہ ہے جو کہ دنیاوی وجہ سے ہو دینی وجہ سے قدرے جائز ہے کہ خلیفہ بنانا دینی کام ہے۔ اس کی وجہ سے دفن میں دیر کر دی اور دعا مانگنا بھی دینی کام ہے۔ اگر کوئی نمازی آخر میں ملے تو وہ دعا پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد فوراً نعش اٹھالی جائے تو یہ شخص دعا پوری نہ کر سکے گا کہ اٹھائے ہوئے جنازے پر نماز نہیں ہوتی۔ لہٰذا دعا بعد جنازہ میں مسبوق نمازیوں کی بھی رعایت ہے۔ اگر اس کے لئے ایک غیر محسوس سی تاخیر ہو تو جائز ہے۔ پانچویں اس لئے کہ دفن میں مطلقاً تاخیر کرنا حرام کہاں لکھا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میت کا انتقال ہو گیا تو نماز جمعہ کا انتظار نہ کرے بلکہ ممکن ہو قبل جمعہ ہی دفن کرلے یہ نہیں کہتے کہ یہ انتظار کرنا حرام ہے شرک ہے۔ کفر ہے معاذ اللہ۔

اعتراض (۴)......۔ نماز جنازے کے بعد دعا کو فقہاء منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔

لا يقوم داعيا له۔

ترجمہ: نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے۔

ذخیرہ کبریٰ اور محیط میں ہے۔

لا يقوم بالدعآء بعد صلوة الجنازة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

عالمگیری میں ہے۔

لايدعوا بعده فى ظاهر المذهب۔

ترجمہ: اس کے بعد دعا نہ کرے ظاہر مذہب میں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔

ولا يدعوا للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة فى صلوة الجنازة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کے مشابہ ہے۔

کشف الغطاء میں ہے کہ قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔ نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعآء بعد۔

marfat.com

Marfat.com

صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ابن حامد سے مروی ہے۔

ان الدعآء بعد صلوة الجنازة مكروه۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعآء بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہو کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا وغیرہ ناجائز ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک اجمالی دوسرا تفصیلی اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجہیں ہیں۔اولاً یہ کہ یہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو۔ دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں۔ جس سے کہ دفن میں بہت تاخیر ہو۔ اسی لئے نماز جنازہ جمعہ کے انتظار میں دفن میں تاخیر کرنا منع ہے۔ تیسرے یہ کہ اسی طرح صف بستہ بحیثیت نماز دعا کی جاوے کہ دیکھنے والا سمجھے نماز ہو رہی ہے یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے یہ وجوہ اس لئے نکالے گئے کہ فقہاء کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ اقوال احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام کے قول وعمل کے خلاف نہ ہوں۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ ہم بھی منع کرتے ہیں مرقات اور جامع الرموز میں یہ بھی ہے۔ لانه يشبه الزيادة یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ یعنی اس دعا سے دھوکا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا مانگنا منع ہے جس میں زیادتی کا دھوکا ہو۔ وہ یہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعا کریں۔ اگر صف توڑ دی یا بیٹھ گئے تو حرج نہیں دیکھو۔ جماعت فرض کے بعد حکم ہے کہ لوگ صفیں توڑ کر سنتیں پڑھیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے (دیکھو شامی اور مشکوۃ شریف باب السنن) تو اس سے یہ لازم نہیں کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھنا ہی منع ہیں بلکہ فرض سے ملا کر پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ عالمگیری کی عبارت غلط نقل کی۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

وليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء۔

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری ص ۱۳۸ مطبوعہ عامرہ ترکی)۔

یعنی نماز جنازہ میں پہلے تین تکبیروں کے بعد کچھ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے مگر اس چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جاوے گا۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے۔ چنانچہ بدائع، کفایہ عنایہ میں ہے۔ ليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۳)

ابوبکر ابن حامد کی جو عبارت پیش کی گئی یہ قنیہ کی عبارت ہے مگر قنیہ غیر معتبر کتاب ہے۔ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

مقدمہ شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قنیہ ضعیف روایات بھی لیتا ہے۔ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

او نقل الاقوال الضعیفة فیها کالقنیة للزاهدی فلا یجوز الافتاء من هذه.

(شامی مقدمہ بحث رسم المفتی ج اص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بذل الجوائز میں فرمایا کہ قنیہ والا معتزلی بدمذہب ہے اور اگر قنیہ کی یہ عبارت صحیح مان بھی لی جائے تو خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا منع ہے تو بعد دفن بھی دعا نا جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ وقت بھی تو نماز کے بعد ہی ہے غرضکہ کوئی بھی عبارت آپ کے موافق نہیں۔ دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے۔

حاشیہ......☆

علامہ زاہدی نے قنیہ میں نقل کیا ہے جو فقیہی بھی اس کو نقل کرتا ہے ساتھ میں یہ بھی لکھتا ہے و عن الفضلی لا باس بہ اور وفی القنیة جس کو دیوبندی کھا جاتے ہیں۔ قنیہ جو کہ ضعیف و غیر معتبر کے ساتھ ساتھ اس کے مصنف معتزلی بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا یجوز الافتآء من الکتب المختصرة کالنهر و شرح الکنز للعینی والدر المختار شرح تنویر الابصار او لعدم الاطلاع علی حال مؤلفیها کشرح الکنز لملامسکین و شرح النقایة للقهستانی او لنقل الاقوال الضعیفة کالقنیة للزاهدی، الا اذا علم المنقول عنه واخذه منه۔

ترجمہ: مختصر کتب سے فتویٰ دینا جائز نہیں جس طرح کہ نہر اور شرح الکنز للعینی اور الدرالمختار شرح تنویر الابصار وغیرہ۔ اسی طرح جن کتب کے مصنفین کے احوال کی خبر نہ ہو۔ جس طرح شرح الکنز لملامسکین و شرح نقایہ للقهستانی یا جس میں ضعیف اقوال نقل کیے گئے ہوں جس طرح کہ زاہدی کی تصنیف قنیہ پس اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس منقول قول اور اس کے لینے پر عالم ہو۔

(فتاویٰ شامی ج اص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج اص ۱۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

عبدالحیٔ لکھنوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

(ففی القنیة وغیرها) کالمجتبی هو ایضا للعلامة مختار بن محمود الزاهدی صاحب القنیة و کتاب القنیة مشهور بضعف الراویة وقد نقل هذا الفرع من شرح الصباغی۔

ترجمہ: صاحب درمختار کا قول (نفی القنیة وغیرها) جس طرح کا مجتبیٰ اور یہ بھی علامہ مختار بن محمود الزاہدی کی تصنیف ہے اور اس کی کتاب قنیہ ضعف میں مشہور ہے اور تحقیق یہ تفریع شرح صباغی سے نقل کی گئی ہے۔

(مقدمہ عمدۃ الرعایہ ج اص ۱۰۔۱۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

القنیة لیست من کتب المعتمدة۔

ترجمہ: قنیہ کتب معتمدہ میں سے نہیں۔

(طحطاوی علی در المختار ج اص ۴۲)

سید امیر علی دیوبندی مقدمہ عالمگیری (اردو) میں لکھتے ہیں۔

اور انہیں غیر معتبرات میں سے جملہ تالیفات نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی معتزلی ہیں۔ یہ شخص اعتقاد میں معتزلی تھا اور فروع میں حنفی تھا جس نے ۶۵۶ھ میں انتقال کیا پس اس کی تالیفات میں سے قنیہ و حاوی زاہدی و مجتبیٰ شرح قدوری و زادالائمہ وغیرہ ہیں اور یہ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

سب غیر معتبرات ہیں چنانچہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفیہ میں معتبر کتابوں میں جو منقول ہے اس کے خلاف زاہدی کی نقل معارض نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ ابن وہبان نے فرمایا کہ قنیہ کا مؤلف جو کچھ نقل کرتا ہے اگر وہ فقہاء حنفیہ کی نقل سے مخالف ہو تو قنیہ کی نقل پر التفات نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کی موافقت میں کسی کتاب معتمد سے نقل موجود نہ ہو۔ اور ایسا ہی نہر الفائق میں بھی مذکور ہے۔

(مقدمہ فتاوی عالمگیری مترجم ج ا ص ۱۳۸ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ج ا ص ۱۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ثابت ہوا کہ علامہ زاہدی کی کتاب قنیہ ضعیف کتاب ہیں اور ضعیف قول پر فتوی دینا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال العلامة قاسم فی فتاواه ولیس للقاضی المقلدان یحکم بالضعیف لانه لیس من اهل الترجیح الا لقصد غیر جمیل ولو حکم لا ینفذ لان الحق هو الصحیح وما وقع من ان القول الضعیف یتقوی بالقضاء المراد به قضاء المجتهد کما بین فی موضعه۔

ترجمہ: علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی بھی قاضی مقلد کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی ضعیف قول پہ فیصلہ کرے۔ کیونکہ یہ قاضی اہل ترجیح میں سے نہیں ہے۔ مگر کسی غیر جمیل کے لئے اور اگر ضعیف قول پہ فیصلہ کر بھی لیا جائے تو اس فیصلے کو نافذ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا فیصلہ ہے کہ ناحق ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ فیصلہ صحیح قول پہ ہو۔ اور جو یہ واقع ہوا ہے کہ فیصلے کے ساتھ ضعیف قول کو تقویت مل جاتی ہے اس سے مراد مجتہد کی قضاء ہے۔ یعنی مجتہد اگر قول ضعیف پر فیصلہ کرے تو قول ضعیف کو تقویت ملے گی۔

نیز لکھتے ہیں۔

وقال ابن غرس واما المقلد المحض فلا یقضی الا بما علیه العمل و الفتوی۔

ترجمہ: اور ابن غرس نے کہا ہے کہ مقلد محض فیصلہ نہیں کریگا مگر اس قول پر کہ جس پر عمل و فتوی ہو۔

وقال صاحب البحر فی بعض رسائله اما القاضی المقلد فلیس له الحکم الا بالصحیح المفتی به فی مذهبه ولا ینفذ قضاء ه بالقول الضعیف۔

ترجمہ: صاحب بحر نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ قاضی مقلد فیصلہ نہ کریگا مگر قول صحیح پر۔ جو اس کے مذہب میں مفتی بہ ہو اور قاضی مقلد کی قضاء قول ضعیف کے ساتھ نافذ نہ کی جائے گی۔

(فتاوی شامی ج ۴ ص ۲۷۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبندیوں کو چاہیئے کہ علامہ زاہدی کے ضعیف قول کو چھوڑ کر امام محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح قول پر عمل کرے اور اہل سنت وجماعت کے ساتھ جھگڑا نہ کرے جو کوئی بھی نماز جنازہ کے بعد اللہ تعالی سے دعا مانگے ان سے جھگڑا نہ کرے اسی میں ان کا بھلا ہے اللہ تعالی حق کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

بحث مزارات اولیاء اللہ پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین۔ دوسرے علماء مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر در حقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تاکہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جا سکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لئے اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں اختلاف اس لئے ہم اس بحث کے دو باب کرتے ہیں۔ پہلے باب میں تو اس کا ثبوت۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

پہلا باب

مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت

اس جگہ تین امور ہیں ایک تو خود قبر کو پختہ کرنا دوسرے قبر دلی کو قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا۔ تیسرے قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا۔ پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا دوسرے قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا۔ وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا سیمنٹ لگایا جاوے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔ قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامۃ المسلمین کے لئے منع ہے اور خاص علماء و مشائخ کے لئے جائز ہے۔

قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔

قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامۃ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے۔ اور فقہاء و علماء کی قبروں پر جائز۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکوۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابوداؤد ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا۔ اور فرمایا کہ اعلم بها قبر اخی و ادفن الیه من مات من اهلی ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب دفن المیت الفصل الثانی ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں۔ ہم زمانہ عثمان میں تھے۔ ان اشدنا وثبة الذی یثب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزہ۔

ترجمہ: ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ۱ ص ۲۵۷ مطبوعہ ابن کثیر بیروت دمشق نسخہ ج ۱ ص ۱۸۱۔۱۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کر دی جاوے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جائے تو جائز ہے تا کہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس سے پہلے دو مسئلے حل ہو گئے نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہوا اور لو ہے یا لکڑی کے صندوق میں میت رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل کر دو۔ (دیکھو شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن المیت) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہئے دو مسائل ثابت ہوئے۔

(۳) مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام و علماء المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوال سے ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا۔ قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ (پارہ ۱۵ اسورہ کہف آیت نمبر ۲۱) روح البیان میں اس آیت میں بنیانا کی تفسیر میں فرمایا۔ دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند یعنی لایعلم احد تربتھم وتکون محفوظة من تطرق الناس کما حفظت تربت رسول اللہ بالحظیرة (تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۷۴-۲۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔ مسجدا کی تفسیر روح البیان میں ہے یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے۔ پھر دفن کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔ پھر ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں سیدنا عبد اللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ مصنفہ سید سمہودی دسویں فصل فیما یتعلق بالحجرہ المنیفہ ۱۹۶ میں ہے۔

عن عمرو ابن دینار وعبید اللہ ابن ابی زید قالا لم یکن علی عھد النبی ﷺ حائط فکان اول من بنی علیہ جدارا عمر ابن الخطاب۔ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدار قصیرا ثم بناہ عبد اللہ ابن الزبیر الخ وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت رسول اللہ ﷺ وانا غلام مراھق اذا نال السقف بیدی و کان لکل بیت حجرة و کانت حجرہ من الغکستہ من سعیر مربوطتہ فی حشب عرعرة۔

ترجمہ وہی جو اوپر بیان ہو چکا۔

(خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ دسویں فصل فیما یتعلق بالحجرہ المنیفہ ص ۱۹۶)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر وعمر میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو اخذوا فی بنائہ صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔

فبدت لهم قدم ففزعوا وظنوا انها قدم النبی علیه السلام حتی قال لهم عروة لا والله ما هی قدم النبی علیه السلام ما هی الا قدم عمر۔

ترجمہ: ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کا قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروق کا قدم ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر وعمر ج اص ۱۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤن صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا۔

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ مطہرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

ضربت امراته القبة علی قبره سنة۔

ترجمہ: تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج اص ۴۴۶ مطبوعہ ابن کثیر بیروت دنی نسخہ ج اص ۱۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

یہاں تک تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔ اب فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد ۳ پارہ ۱۰ سورہ ۹ زیر آیت (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) انما یعمر مسجد الله من امن بالله میں ہے۔

فبناء قباب علی قبور العلمآء والاولیاء و الصلحآء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العآمة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

ترجمہ: علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت میں ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ و العلمآء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تاکہ ان کی لوگ زیارت کریں۔ اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(مرقات شرح مشکوۃ باب دفن المیت ج ۴ ص ۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔

درآخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیزہا افزودند تا آنجا ہیبت و شوکت اہل اسلام واہل صلاح پیدا آید خصوصا در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔

ترجمہ: آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہٰذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاصکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

(سفر السعادات باب زیارۃ القبور ص ۲۷۲ مطبوعہ نوریہ رضویہ)

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے۔

وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

ترجمہ: کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے۔ لایرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ وھو المختار قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ شامی اور درمختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا۔ اس لئے یہ قول ضعیف ہے لیکن یہ صحیح نہیں فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں۔ اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے۔ ہاں منطق میں قیل علامت ضعف ہے۔ قیل کی مکمل بحث اذان قبر کے بیان میں دیکھو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵ میں ہے۔

وقد اعتاد اھل المصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولاباس بہ وفی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ ھو المختار۔

ترجمہ: مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں۔ تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو کچ نہ کی جاوے نہ کھگل کی جاوے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور کہا گیا کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵)

میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

ومن ذلک قول الائمۃ ان القبر لایبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ یجوز ذلک قال الاول مشدد والثانی مخفف۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجود یکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

(میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز ج اص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب تو رجسٹری ہوگئی کہ خود امام مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔

الحمد للہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پاک سے ثابت ہوگیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے اور مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہیے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بقدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے۔ لہٰذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔ دوسرے اس لئے کہ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تا کہ لوگ ان کو پہچان کو مسائل دریافت کریں۔ اسی طرح چاہیے کہ علماء ومشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تا کہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔ تیسرے اس لئے کہ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا تھا۔ مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی نہایت شاندار روضہ رسول اللہ ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا۔

درمختار کتاب الکراہیت فصل فی البیع میں ہے۔ **وجاز تحلیته المصحف لما فیه من تعظیمه کما فی نقش المسجد۔**

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے ای بالذهب والفضة یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ مسجد کو نقشین کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو۔ لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی۔ یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

وما روی عن ابن مسعود جردوا القرآن کان فی زمنهم وکم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا۔ اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

اسی مقام پر شامی (ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو۔ حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعلیم قرآن واذان واقامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث وفقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرادیا۔ تب جواب سلام دیا (دیکھو مشکوۃ کتاب الرقاق فصل الثانی ص ۴۴۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اسی مشکوۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اذا لم یبارك للعبد فی مالہ جعلہ فی الماء والطین جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے (مشکوۃ المصابیح کتاب الرقاق الفصل الثالث ص ۴۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۸۵) کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔ اللہ سمجھ دے۔ چوتھے اس لئے کہ اولیاء اللہ کے مقابر کا پختہ ہونا۔ ان پر عمارات قائم ہونا۔ تبلیغ اسلام کا ذریعہ ہے۔ اجمیر شریف وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں کو میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کی دھوم دھام دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

ہندوستان میں اب کفار مسلمانوں کے ان اوقاف پر قبضہ کر رہے ہیں جن میں کوئی علامت نہ ہو۔ بہت سی مسجدیں، خانقاہیں، قبرستان بے نشان ہو کر ان کے قبضے میں پہنچ گئے اگر قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ کچھ دن میں گر گر کر برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر کفار قبضہ جما لیتے ہیں لہٰذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تا کہ ان سے اس زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم رہیں۔

میں نے اپنے وطن میں خود دیکھا کہ مسلمانوں کے دو قبرستان بھر چکے تھے ایک میں بجز دو تین قبروں کے ساری قبریں کچی تھیں۔ دوسرے قبرستان کے کچھ حصہ میں پختہ قبریں بھی تھیں۔ مسلمان فقیروں نے یہ دونوں قبرستان خفیہ طور پر فروخت کر دیئے جس پر مقدمہ چلا۔ پہلا قبرستان تو سوائے پختہ قبروں کے مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ کیونکہ حکام نے اسے سفید زمین مانا۔ دوسرے قبرستان کا آدھا حصہ جہاں تک پختہ قبریں تھیں مسلمانوں کو ملا۔ باقی وہ حصہ جس میں ساری قبریں کچی تھیں اور مٹ چکی تھیں کفار کے پاس پہنچ گئے۔ کیونکہ اس قبرستان کے حدود پختہ قبروں کی حد سے قائم کئے گئے باقی کا بیع نامہ درست مانا گیا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہئیں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہیں جیسے مسجد کے لئے مینارے۔

ماہ جولائی ۱۹۶۰ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالاکوٹ میں واقع ہے شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جاوے گی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جاویگا۔ سبحان اللہ سید احمد صاحب جنہوں نے عمر بھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود ان کی قبر پر گنبد بنے لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر ۷۵ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے اب تک

marfat.com

Marfat.com

پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔ مسلمانو! یہ ہیں وہ دیوبندی جواب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑواتے تھے جنہوں نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیئے تھے کہ اس نے صحابہ واہل بیت کی قبریں اکھیڑ دیں آج قائداعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے۔ زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ بہرحال مزار پر گنبد کے دیوبندی بھی قائل ہو گئے۔

دوسرا باب

عمارت قبور پر اعتراضات کے جوابات میں

مخالفین کے اس مسئلہ پر صرف دو ہی اعتراض ہیں اول تو یہ کہ مشکوۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے۔

اعتراض (۱)......۔نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبور وان يبنى عليه وان يقعد عليه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الدفن علی المیت الفصل الاول ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز عام فقہاء فرماتے ہیں کہ يكره البناء على القبور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا۔ قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

جواب:۔ قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا۔ ان يجصص القبور یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ تکلیف یا فخر کے لئے پختہ کیا۔ یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کے لئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پختہ پتھر کی بنائی۔ جیسا کہ پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی ان يجصص القبور کے ماتحت ہے لما فيه من الزينة والتكليف کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلیف ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے ان يبنى عليه یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنی اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔ چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے۔

وتكره الزيادة عليه لما فى المسلم۔ نهى رسول الله عليه السلام ان يجصص القبر وان يبنى عليه۔

ترجمہ: قبر کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔

(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ا ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار اسی باب میں ہے وتكره الزيادة عليه من التراب لانه بمنزلة البناء قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بنانا یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجاوے اور گنبد بنانا یہ حول القبر یعنی قبر کے اردگرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے لئے قبروں کے لئے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس بنانے کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کر دی جو کہ

marfat.com

Marfat.com

مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

اللهم لاتجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم ن اتخذوا قبور انبیآء هم مسجد۔

ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول ص ۷۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے۔ قبروں پر کیا نہ بناؤ مسجد۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے۔ یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قال البيضاوى لما كانت اليهود والنصرى يسجدون لقبور الانبيآء تعظيما لشانهم و يجعلونها قبلة يتوجهون فى الصلوة نحوها و اتخذوها اوثانا لعنهم ومنع المسلمون عن مثل ذلك۔

ترجمہ: بیضاوی نے فرمایا کہ جبکہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا کر رکھا تھا لہٰذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہوگئی۔ معلوم ہوگیا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ گرادیئے گئے پانچواں یہ کہ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔

ہم نے یہ توجیہیں اس لئے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حسن مثنیٰ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو ہم بحوالہ مشکوٰۃ باب البکاء سے نقل کر چکے۔ زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں۔

الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذكر والقراءة وحضور الاصاحب للدعا بالمغفرة والرحمة اما حمل فعلها على العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت۔

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز البکاء علی المیت الفصل الثالث تحت رقم الحدیث ۱۷۴۹ ص ۲۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔ منتقیٰ شرح مؤطا امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وضربه عمر على قبر زينب بنت جحش و ضربته عائشة على قبر اخيها عبدالرحمن و ضربه محمد ابن الحنفية على قبر ابن عباس و انما كرهه لمن ضربه على وجه السمعة و المباهات۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عمر نے زینب جحش کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ بنایا محمد ابن حنفیہ (ابن علی رضی اللہ عنہما) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا جو کہ اس کو فخر دریا کے لئے بنائے۔

بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔

روي ان ابن عباس لمامات بالطائف صلى عليه محمد ابن حنفية و جعل قبره مسنما و ضرب عليه فسطاطا۔

ترجمہ: جبکہ طائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ مصر)

عینی شرح بخاری میں ہے **ضربه محمد ابن حنفية على قبر ابن عباس** ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول علیہ السلام پر جاتی رہی۔ کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہٰذا اس حدیث کی وہ ہی توجیہیں کی جاویں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے ... قبر پر چڑھ کر یہ منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظمہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الدفن۔ آج تک روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔

اعتراض (۲)......:۔ مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے۔

وعن ابی هیاج ن الاسدی قال لی علی الا ابعثك علی ما بعثنی رسول الله علیه السلام ان لاتدع تمثالا الا طمسته و لا قبرا مشرفا الا سویته۔

ترجمہ: ابوہیاج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑ دمگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن علی المیت الفصل الاول ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں ہے۔

و رای ابن عمر فسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعه یا غلام فانما یظله عمله۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ خیمہ دیکھا پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کر دو کیونکہ ان پر ان کے علم سایہ کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قبر پر عمارت بنی ہو یا قبر اونچی ہو تو اس کو گرا دینا چاہیے۔

نوٹ ضروری:۔ اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ جن قبروں کو گرادینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں۔ نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لئے بھیجتا ہوں۔ جس کے لئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے۔ نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں۔ وہ یا تو حضور کی موجودگی یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں۔ بخاری شریف صفحہ ۶۱ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے۔

امر النبی علیه السلام بقبور المشرکین فنبشت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

(صحیح البخاری باب هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة ویتخذ مکانها مساجد؟ ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۱ میں ایک باب باندھا باب **هل ینبش قبور مشرکین الجاهلیة** کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھیڑ دی جاویں اسی کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

ای دون غیرها من قبور الانبیآء واتباعهم لما فی ذلك اهانة لهم۔

ترجمہ: یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوكة وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرمة۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آ گیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کر دی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں اس لئے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے۔ مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔ دوسرے ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کے لئے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی۔ تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے۔ اولاً اونچی نہ بناؤ۔ مگر جب بن جائے۔ تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے دیکھو شامی کتاب الکراہیت۔ مگر جب چھپ گیا تو اس کو پھینکو نہ جلاؤ۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا وہاں پاخانہ کرنا۔ وہاں جوتہ سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں

marfat.com

Marfat.com

صدق رسول اللہ ﷺ یقتلون اھل الاسلام ویترکون اھل الاصنام ہر ایک کو اپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے سند لانا محض بے جا ہے وہ تو خود فرما رہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کے لئے قبہ بنایا تو جائز ہے۔ عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وھی اشارة الی ان ضرب القسطاط لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیآء لا لاضلال المیت جاز۔

ترجمہ: ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کے لئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لئے جائز ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب الجرید علی القبر ج ۸ ص ۱۸۳)

اس کا تجربہ خود مجھ کو اس طرح ہوا کہ میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے سیالکوٹ گیا۔ بہت شوق تھا کہ ملا عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے مزار پر فاتحہ پڑھوں۔ کیونکہ ان کے حواشی دیکھنے کا اکثر مشغلہ رہا وہاں پہنچا۔ قبر پر کوئی سائبان نہ تھا۔ زمین گرم تھی دھوپ تیز تھی بمشکل تمام چند آیات پڑھ کر فوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔ جذبہ دل دل ہی میں رہ گیا۔ اس دن معلوم ہوا کہ مزارات پر عمارات بہت فائدہ مند ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت **اذیبا یعونلک تحت الشجرة** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تا کہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے۔

فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد۔

ترجمہ: تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلا لے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟ میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچا لیا۔ اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم ابن سعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلال کوہ صفا پر وغیرہ وغیرہ۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

بحث مزارات پر **پھول** ڈالنا **چادریں** چڑھانا **چراغاں** کرنا

اس بحث میں تین مسائل ہیں قبروں پر پھول ڈالنا۔ چادریں چڑھانا چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہگار اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء صلحاء کی قبور پر جائز عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے قبر پر چراغ جلانا اس میں تفصیل ہے عام مسلمانوں کی قبر پر تو بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورتاً جائز اور اولیاء اللہ کی قبور پر صاحب مزار کی عظمت شان کے اظہار کے لئے بھی جائز ہے ضرورتیں تین ہیں یا تو رات میں مردے کو دفن کرنا ہے روشنی کی ضرورت ہے جائز ہے۔ قبر راستہ کے کنارے پر ہے تو اس پر اس لئے چراغ جلا دینا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے یا کوئی خبر پا کر فاتحہ پڑھے تو جائز ہے یا کوئی شخص شب میں کسی مسلمان کی قبر پر گیا وہاں کچھ قرآن وغیرہ دیکھ کر پڑھنا چاہتا ہے روشنی کرے جائز ہے اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے لہذا منع۔ مزارات اولیاء اللہ پر اگر ان میں سے کوئی ضرورت بھی نہ ہو تب بھی تعظیم ولی کے لئے جائز ہے خواہ ایک چراغ جلائے یا چند ان تینوں باتوں کا مخالفین انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں ان کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

ان کے ثبوت میں

ہم اس سے پہلی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب** (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲) اس تعظیم میں کوئی قید نہیں ہر ملکے ہر رے جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا۔ چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہذا جائز ہے۔ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لئے وہ تسبیح وتہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوۃ باب آداب الخلاء۔ فصل اول میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام کا دو قبروں پر گزر ہوا فرمایا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یارسول اللہ لما صنعت ھذا فقال لعلہ ان یخفف عنھما مالم ییبسا۔

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰۔۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التنزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸۔۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبری امام بیہقی باب التوقی عن البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲۔۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ

marfat.com

Marfat.com

دارالمامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دارالحرمین القاھرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۴۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱۔۳۷۲ ج ۲ ص ۱۴۸۔۱۴۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲۔۱۴۳ رقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

وقیل انھما یسبحن مادام رطبتین واستحب العلمآء قرءۃ القرآن عند القبر لھذا الحدیث اذ تلاوت القرآن اولیٰ بالتخفیف من تسبیح الجرید۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گی تسبیح پڑھیں گی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب فرمایا۔ کیونکہ تلاوت قرآن شاخ کی تسبیح سے زیادہ اس کی حقدار ہے کہ اس سے عذاب کم ہو۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

تمسک کنند جماعت بہ اس حدیث در انداختن سبزہ و گل ریحان بر قبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے قبروں پر سبزہ پھول اور خوشبو ڈالنے کے جواز میں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مرقات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث وقد ذکر البخاری ان برید الخضیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

معلوم ہوا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۳۶۴ میں ہے۔

قد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ بھذا الحدیث۔

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

ان عبارتوں میں جو فرمایا کہ بعض نے فتویٰ دیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے سنت مانا ہے جائز تو سب ہی کہتے ہیں سنت ہونے میں اختلاف ہے عالمگیری کتاب الکراہت جلد پنجم باب زیارت القبور میں ہے۔

وضع ورود والریاحین علی القبور حسن قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول بحث زیارت القبور میں ہے۔

ویوخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ۔

ترجمہ: اس سے بھی اور حدیث سے بھی ان چیزوں کا قبروں پر رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قبروں پر آس کی

marfat.com

Marfat.com

شاخیں وغیرہ چڑھانے کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس کا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۸۴۷۔۸۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وتعليه بالتخفيف عنهما مالم ييبسا اي يخفف عنها بيركة تسبيحها اذ هو اكمل من تسبيح اليا بس لما في الاخضر لوع حياة۔

ترجمہ: یہ کمی عذاب کی علت ہے ان کا خشک نہ ہونا یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ ہری شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۸۴۷۔۸۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

اس حدیث اور محدثین وفقہاء کی عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ہر سبز چیز کا رکھنا ہر مسلمان کی قبر پر جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان قبروں پر شاخیں رکھیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ عذاب کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے اگر محض دعا سے کمی ہوتی۔ تو حدیث میں شک نہ ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی؟ لہٰذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔ بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں کو کچا رکھنے میں یہ ہی مصلحت ہے۔ کہ بارش میں اس پر سبز گھاس جے اور اس کی تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہو۔ ثابت ہوا کہ پھول وغیرہ تو ہر قبر مومن پر جائز ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے۔ نہ کہ قبور اولیاء پر ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں۔ جس کی پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گنہگار کے لئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں دیکھو مسجد کی طرف چلنا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔ ایسے ہی بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔ اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔ جناب ان پھولوں کی تسبیح سے ان قبروں میں رحمت الٰہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ شامی جلد ۵ کتاب الکراہیت باب اللبس میں ہے۔

قال في فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الان اذا قصد به التعظيم في عيون العامة لايحتقروا صاحب القبر بل جلب الخشوع والادب للغفلين والزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات۔

ترجمہ: یعنی فتاویٰ حجہ میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے مکروہ ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہیں۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۹ مطبوعہ استنبول)

شامی کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ وہ جائز ہے۔ اور چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو منع نہ فرمایا۔ صدیوں سے حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے۔ جو نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہ کیا مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل نے کعبہ معظمہ بنایا اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لئے احترام اولیاء کے لئے ان قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

فبناء القبات علی قبور العلماء والاولیاء و الصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذا التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

ترجمہ: علماء اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کے مزارات پر اظہار عظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مصری جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں ہے۔

اخراج الشموع الی القبور بدعة واتلاف مال کذا فی البزازیة وهذا کله اذا خلا عن فائدة و اما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان هناك احد جالسا اور کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما لروحه اعلاما للناس انه ولی لیتبر کوابه ویدعو اللہ تعالی عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے یہ تمام حکم جب ہے جبکہ بے فائدہ ہو لیکن اگر کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا کسی محقق عالم کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کریں اور وہاں اللہ سے دعائیں کریں تو چراغ جلانا جائز ہے۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ میں ہے۔

و کذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء والاجلال للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز لاینبغی النهی عنه۔

ترجمہ: اسی طرح اولیاء صالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور موم بتی کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے لئے ان کی قبور کے پاس جلائی جاویں جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبور میں بھی بالکل یہ ہی مضمون تحریر فرمایا اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ امور جائز ہوں جیسا کہ ہم گنبد کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ ان مزارات اولیاء اللہ کی رونق سے اسلام کی رونق ہے عالم واعظ کو چاہیے کہ اچھا لباس پہنے عید کے دن سنت ہے کہ ہر مسلمان عمدہ لباس پہنے اور خوشبو وغیرہ لگائے کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لوگ ملنا گوارا کریں معلوم ہوا کہ جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو اس کو اچھی طرح رہنا چاہیے۔ اور مزارات اولیاء تو زیارت گاہ خلائق ہیں ان پر اہتمام وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ میں نجدی وہابیوں کی حکومت میں حج کو گیا وہاں جا کر دیکھا کہ کعبہ معظمہ کے گرد گول دائرہ کی شکل میں بہت سے برقی قمقمے جلتے تھے اور حطیم شریف کی دیوار پر بھی روشنی تھی۔ خاص دروازے کعبہ پر شمع کافوری چار چار جلائی تھیں۔ جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو یہاں روضہ رسول علیہ السلام پر کعبہ بیت اللہ ہے اور حضور علیہ السلام نور اللہ اور ظاہر ہے کہ گھر میں روشنی نور ہی کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ ترکی میں اس سے کہیں زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ یہ تمام اہتمام کیوں ہیں؟ لوگوں کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنے کے لئے تو مقابر اولیاء پر بھی تو وہاں ہی کی تجلی ہے۔ پھر اگر یہاں روشنی کا اہتمام ہو تو کیا برائی ہے؟ آج ہم اپنے گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر چراغاں کرتے ہیں یا بجائے چراغ یا لالٹین کے گیس جلاتے ہیں جس میں تیل بہت خرچ ہوتا ہے۔ مدارس کے جلسوں میں بیسیوں روپیہ روشنی پر خرچ ہو جاتا ہے ابھی چند سال گزرے کہ مراد آباد میں

marfat.com

Marfat.com

دیوبندیوں نے جمعیۃ العلماء کا جلسہ کیا۔ جس میں برقی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ میرے خیال میں تین شب میں کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ محض روشنی پر خرچ ہوا ہوگا۔ یہ محض مجمع کو خوش کرنے کے لئے تھا اسی طرح دینی جلسوں میں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ واعظین کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں نہ یہ اسراف ہے اور نہ حرام۔ یہ مجالس عرس دینی جلسے ہیں ان میں بھی یہ امور جائز ہیں۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

ان تین مسائل پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں جن کو وہ مختلف طرح بیان کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ والطین رب نے ہمیں حکم نہ دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں (مشکوٰۃ باب التصاویر الفصل الاول ۳۸۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چادر یا غلاف ڈالنا حرام ہے کہ وہاں بھی پتھر مٹی ہی ہے۔

جواب:۔ اس سے مکانات کی دیواروں پر بلاضرورت تکلفاً پردے ڈالنا مراد ہیں اور یہ بھی تقویٰ اور زہد ہے یعنی مکانات کی زینت خلاف زہد ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے دیوار پر غلاف ڈالا تھا۔ اسے پھاڑ کر یہ فرمایا۔ قبور اولیاء کی چادر کو اس سے کوئی تعلق نہیں کعبہ معظمہ پر قیمتی سیاہ غلاف ہے اور روضہ رسول اللہ علیہ السلام پر سبز اور غلاف کعبہ زمانہ نبوی میں تھا۔ بتاؤ وہ جائز ہے تو قبور کی چادر بھی جائز ہے۔

اعتراض (۲)......۔ قبروں پر پھول یا چادر ڈالنا وہاں روشنی کرنا اسراف اور فضول خرچ ہے لہٰذا منع ہے اولیاء اللہ کی قبروں پر بہت سے پھول اور چراغ ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک پھول یا ایک چراغ بھی کافی ہے۔

جواب:۔ اسراف کے معنی ہیں بے فائدہ مال خرچ کرنا۔ چونکہ ان پھولوں اور چراغوں اور چادروں میں وہ فوائد ہیں جو کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں لہٰذا یہ اسراف نہیں رہا۔ رہا کام چلنے کا عذر۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم کرتہ اس پر واسکٹ اس پر اچکن پہنتے ہیں۔ پھر وہ بھی قیمتی کپڑے کی حالانکہ کام تو صرف ایک کرتے میں بھی چل سکتا ہے اور معمولی کپڑا کفایت کر سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اسراف ہوا یا نہیں۔ اسی طرح عمارت اور لذیذ خوراک سواریاں اور دیگر دنیاوی آرائشی سامان کہ ان سب میں خوب وسعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کم اور ان سے ادنیٰ چیزوں سے بھی کام چل سکتا ہے۔ لیکن اسراف نہیں جس کو شریعت نے حلال کیا وہ مطلقاً ہی حلال ہے۔ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ للناس۔ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲)

اعتراض (۳)......۔ مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیھا المسجد والسرج۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبور پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ قبور پر چراغ جلانا لعنت کا سبب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لااصل لہ۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے۔ یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اما لو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارۃ کما تفعل النساء من نذر الزیت لسیدی عبدالقادر ویو قد فی المنارۃ جھۃ الشرق فھو باطل۔

ترجمہ: لیکن اگر شیخ کی قبر پر یا مینارہ میں چراغ جلانے کے لئے تیل کی نذر مانی جیسی کہ عورتیں حضور غوث پاک کے لئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کو مشرقی مینارہ میں جلاتی ہیں یہ سب باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا۔ کہ چراغاں کردن بدعت است پیغمبر خدا بر شمع افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔ چراغاں کرنا بدعت ہے حضور علیہ السلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔ داما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن بدعت شنیعہ اند۔ لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے کہ چراغاں کرنا ان قبروں کو غلاف پہنانا یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ چراغاں بر مزارات محض حرام ہے۔ رہا یہ کہ حرمین شریفین میں چراغاں ہوتا ہے تو یہ فعل کوئی حجت نہیں کیونکہ خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا جس کا اعتبار نہیں ترکی سلطنت نے ایجاد کیا ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض حقیقت میں چھ اعتراضوں کا مجموعہ ہے۔ اور ان ہی کے بل بوتے پر مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ جوابات ملاحظہ ہوں۔ ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے یہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔ فوائد کل چار بیان کئے۔ تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم اولیاء مشائخ وعلماء کی قبور کے لئے۔ اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو۔ چنانچہ حاشیہ مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

والنھی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضییع المال۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح مرقاۃ شرح مشکوۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائدۃ۔

ترجمہ: ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

مشکوۃ باب الدفن میں ہے۔

ان النبی ﷺ دخل لیلا فاسرج لہ بسراج۔

ترجمہ: نبی کریم ایک شب دفن میت کے لئے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ کے لئے چراغ جلایا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الدفن علی المیت ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دوم یہ کہ حدیث میں ہے۔

والمتخذین علیھا المسجد والسرج۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

(مشکوۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرض مسجد میں آجائے یہ منع ہے لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو برکت کے لئے تو جائز ہے یعنی اس جگہ انہوں نے اعلیٰ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا۔ جس سے لازم آیا کہ خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے۔ لیکن اگر قبر کے ارد گرد ہو تو وہ قبر پر نہیں۔ لہٰذا جائز ہے جیسے کہ ہم گنبد کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ نیز حدیقہ ندیہ میں علامہ نابلسی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ المتخذین علیها ای علی القبور یعنی فوقها (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر) یعنی خاص قبروں کے اوپر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چراغ آگ ہے اور آگ کا قبر پر رکھنا برا ہے اسی لئے خاص قبر میں لکڑی کے تختے لگانے کو فقہاء منع فرماتے ہیں کہ اس میں آگ کا اثر ہے لیکن اگر لکڑی قبر کے پاس پڑی ہو وہ منع نہیں تو چراغ کی ممانعت ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ تعظیم قبر کے لئے نیز یہاں ایک ہی علیٰ اور ذکر ہے مسجد کا اور چراغ کا۔ مسجد کے لئے تو آپ علیٰ کے حقیقی معنی مراد لیں یعنی خاص قبر کے اوپر اور چراغ کے لئے مجازی یعنی قبر کے قریب۔ تو حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور یہ منع ہے لہٰذا دونوں جگہ علیٰ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لاتمنعوا اماء الله مساجد الله۔

ترجمہ: اوپر کی قید لگائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبر کے برابر مسجد بنانے میں حرج نہیں۔

لفظ علیٰ سے ثابت کیا کہ قبر کے برابر مسجد جائز۔ اسی طرح لفظ علیٰ سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز تیسرے یہ کہ ہم گنبد کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہ کرام میں منع تھیں مگر اب مستحب۔ روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجد من امن بالله (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

وفی الاحیاء اکثر مصروفات هذه الاثار منکرات فی عصر الصحابة۔

ترجمہ: یعنی احیاء العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس زمانہ کے بہت سے مستحبات صحابہ کرام کے زمانہ میں ناجائز تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم خچر پر سوار نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنے دروازہ کو اہل حاجت سے بند نہ کرے اور فرماتے ہیں۔

فان فعلتم شیئا من ذلك فقد حلت بكم العقوبة۔

ترجمہ: اگر تم نے ان میں کچھ بھی کیا تو تم کو سزا دی جاوے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ الفصل الثالث ص ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے ما امرت بتشبید المسجد مجھ کو مسجدیں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کے حاشیہ میں ہے۔ ای باعلاء بناء ها وتزینها یعنی مسجدیں اونچی بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ میں ہے۔

لاتمنعوا اماء الله مساجد الله۔

ترجمہ: عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

(سنن ابوداؤد باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ج ۱ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۵۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

قرآن میں زکوٰۃ کے مصرف آٹھ ہیں یعنی مولفۃ القلوب بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی سے صرف سات مصرف رہ گئے۔ مولفۃ القلوب کو علیحدہ کر دیا گیا۔ (دیکھو ہدایہ وغیرہ) کہیئے اب بھی ان پر عمل ہے؟ اب حکام اگر معمولی حالت میں رہیں۔ ان کا رعایا پر رعب نہیں ہوسکتا اگر کفار کے مکانات اور ان کے مندر تو اونچے ہوں مگر اللہ کا گھر مسجد نیچی اور کچی اور معمولی ہو تو اس میں اسلام کی توہین ہے اگر عورتیں مسجد میں جادیں تو صدہا خطرات ہیں کسی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ یہ احکام کیوں بدلے؟ اس لئے کہ ان کی علتیں بدل گئیں۔ اس وقت بغیر ظاہری زیب و زینت کے مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور مقابر کی عزت و حرمت تھی۔ لہٰذا زندگی موت ہر کام میں سادگی تھی اب دنیا کی آنکھیں ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہیں لہٰذا اس کو جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کرو۔ اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مردر میں عورتیں اس کی روشنی میں چرغہ کاتی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آہستہ کیا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عالمگیری کی عبارت غلط کی اصل عبارت یہ ہے۔

اخراج الشموع الی راس القبور فی اللیالی الاول بدعۃ۔

ترجمہ: شروع راتوں میں قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔

اس کے دو کلمے قابل غور ہیں ایک تو خراج دوسرے فی اللیالی الاول۔ ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغ لے جا کر جلا آتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں نہ گھبرائے گا۔ جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مردے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے لہٰذا روشنی کردو یہ حرام ہے کیونکہ تیل کا بلا ضرورت خرچ ہے اور بدعقیدگی بھی ہے اسی کو یہ منع فرما رہے ہیں۔ عرس کے چراغات نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں اگر یہ مطلب نہ ہو تو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟ شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے وہ بھی عرس کے چراغوں کو منع نہیں کر رہے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت اور درمختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء تقربا الیھم بالاجماع باطل۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ عوام جو مردوں کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالاجماع باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور خود شامی کی عبارت بھی ہے۔ لونذر اگر اس کی منت مانی۔ پھر شامی کی عبارت میں ہے **فوق ضریح الشیخ** شیخ کی قبر کے اوپر چراغ جلانا ضریح کہتے ہیں

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خالص تعویذ قبر کو منتخب اللغات میں ہے۔ ضریح گور یا یا مغاکے کہ درمیان گور سازند اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویذ پر

marfat.com

Marfat.com

چراغ جلانا منع ہے۔ اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو یوں ہی کسی بزرگ کے نام پر چراغ کسی جگہ رکھ کر جلا دے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اس کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی مینارہ میں جلانا باطل ہے۔ غوث پاک کی قبر شریف تو بغداد میں ہے۔ اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں یہ بھی منع ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں کو منع فرمایا۔ چراغ جلانے کی منت ماننا وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے۔ خاص قبر پر چراغ جلانا بغیر قبر کسی کے نام کے چراغ جلانا۔ عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔

مسئلہ:۔ بعض جہلاء کسی درخت یا کسی جگہ کی یہ سمجھ کر زیارت کرتے اور وہاں چراغاں کرتے ہیں کہ وہاں فلاں بزرگ کا چلہ ہے یعنی وہاں وہ آیا کرتے ہیں یہ محض باطل ہے ہاں اگر کسی جگہ کوئی بزرگ بھی بیٹھے ہوں یا وہاں انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ جگہ متبرک ہے جائز بلکہ سنت ہے۔ بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسجد التی طریق المدینۃ اس میں بیان فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جہاں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی نماز پڑھی تھی حتیٰ کہ بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں تھیں۔ مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے جہاں حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ فلم یکن عبداللہ ابن عمر یصلی فی ذلک المسجد کان یترکہ عن یسارہ۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد التی طریق المدینہ ج ا ص ۷۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا آج بھی بعض حاجی غار حرا میں جہاں حضور علیہ السلام نے چھ ماہ عبادت فرمائی نمازیں پڑھتے ہیں۔ لہٰذا خواجہ اجمیری وغیرہ رحمہم اللہ کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنی ان کی زیارت کرنی۔ ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ:۔ اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں۔ نذر لغوی ہے۔ جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں تقربا الیہم نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہوگیا تو آپ کی نام کی دیگ پکاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کرونگا۔ اللہ کے لئے اس پر جو ثواب ملے گا۔ آپ کو بخشوں گا جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہوگیا۔ تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا اس میں کیا گناہ ہے؟ اسی کو شامی نے کتاب الصوم بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا۔

بان تکون صیغۃ النذر للہ تعالیٰ للتقرب الیہ ویکون ذکر الشیخ مراداً بہ فقراء ہ۔

ترجمہ: صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لئے ہو اور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقراء اس کا مصرف ہوں۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لئے اس کے ثواب کا ہدیہ روح شیخ کے لئے اس صدقہ کا مصرف مزار بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس کا انی نذرت لک ما فی بطنی محرراً (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۵) دیکھو غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں۔ والتین والزیتون وطور سینین (پارہ ۳۰ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۱۔۲) وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا واقلح وابیہ اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہوگیا۔

مطلب یہ ہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکام قسم کفارہ وغیرہ جاری ہو وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے۔ مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لئے ہو وہ جائز یہ ہی نذر کا حال ہے ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ السلام نے

marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔ مشکوٰۃ باب النذور میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت وغیرہ نہ ہو تو نذر پوری کرو۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھ لو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات کی نذر میں کسی جگہ یا کسی خاص جماعت فقراء کی قید لگا دینا جائز ہے۔

اسی طرح یہ بھی ہے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۵۴ میں ہے اور جو اموات اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ (رشید احمد)

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۵۴

مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر ج ۵ ص ۶۲۰ رقم الحدیث ۳۶۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

یہ نذر بھی عرفی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنی ہیں لغوی بمعنی آس پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولیطوفوا بالبیت العتیق (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۹) پرانے گھر کا طواف کریں۔ یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے یطوفون بینھا وبین حمیم ان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۴) یہاں طواف بمعنی لغوی ہے آنا جانا گھومنا۔ (۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہما بے شک بزرگ ہستیاں ہیں۔ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی وحرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو۔ اس کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے ایک عالم کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ مستحب اس کو بھی کہتے ہیں جس کو علماء مستحب جانیں۔ مگر کراہت وحرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان کے قول پر لازم ہے کہ حرمین شریفین خصوصاً روضہ مطہرہ سرور عالم ﷺ بدعتوں اور حرام کاموں کا مرکز ہے۔ کیونکہ وہاں غلاف بھی چڑھتے ہیں اور چراغاں بھی ہے اور آج تک کسی عالم یا فقیہ نے اس پر انکار نہ کیا تو وہ تمام حضرات بدعتی یا گمراہ ہوئے۔ ان دو صاحبوں کا وہ فتویٰ کس طرح مانا جائے۔ جس میں یہ سخت قباحت لازم آوے۔ شاہ رفیع الدین صاحب رسالہ نذور میں فرماتے ہیں کہ نذر بکہ ایں جا مستعمل میشود بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند ونذر ونیاز گویند۔

(۵) حرمین شریفین کے علماء کا کسی شئی کو اچھا سمجھنا بے شک اس کے استحباب کی دلیل ہے۔ یہ زمین پاک وہ ہے کہ جہاں کبھی بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب اس کی پرستش کریں اور مدینہ پاک کی زمین اسلام کی جائے پناہ اور کفار ومشرکین سے محفوظ رہنے والی ہے۔ مشکوٰۃ باب حرم المدینہ میں ہے کہ مدینہ پاک برے لوگوں کو اس طرح نکال پھینکتا ہے۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو خواہ فوراً نکالے یا کچھ عرصہ بعد یا کہ بعد موت۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں

مراد نفی وابعاد اہل شر وفساد است از ساخت عزت ایں بلدہ طیبہ وخاصیت مذکورہ درحق درجمیع ازمان ہویدا است۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ پاک کی زمین پاک تمام شریر ومفسدین کو نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت اس میں ہمیشہ باقی ہے۔ لہٰذا علمائے مدینہ کی عبادات کو بے دھڑک شرک وبدعت کہہ دینا سخت غلطی ہے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ چراغاں سلطنت ترکیہ کی ایجاد ہے۔ امام اجل سید نورالدین سمہودی اور جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور امام نورالدین سمہودی نے کتاب خلاصۃ الوفا شریف ۸۹۳ھ میں تصنیف فرمائی وہ اس کتاب کے چوتھے باب کی سولہویں فصل میں مدینہ پاک کے چراغاں کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

واما معاليق الحجرة الشريفة التي تعلق حولها من قناديل الذهب والفضة ونحوهما فلم الف على ابتداء حدوثهما۔

ترجمہ: لیکن جو سونے چاندی کی قندیلیں روضہ مطہرہ کے ارد گرد لٹکی ہوئی ہیں۔ مجھے خبر نہیں کہ کب سے شروع ہوئیں۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دار النفائس الریاض)

اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

وقد الف السبكي تاليفا سماه تنزل السكينة على قناديل المدينة و ذهب فيه الى جوازها وصحة وقفها وعدم جواز صرف شيئي منها لعمارة المسجد۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا تنزل السکینہ علی قنادیل المدینہ وہ فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی یہ قندیلیں جائز ہیں ان کا وقف درست ہے ان میں سے کوئی چیز مسجد پر خرچ نہیں ہو سکتی۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دار النفائس الریاض)

الحمد للہ کہ مخالفین کے تمام سوالات کا مکمل جواب ہو گیا۔

بحث خاتمہ پنجاب اور یوپی و کاٹھیاواڑ میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ بعض دیوبندی اس کو بھی شرک و حرام کہتے ہیں۔ یہ محض ان کی بے دینی ہے مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ ہے (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۱۷ سو قندیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ پھر تمیم داری کچھ قندیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نورت مسجدنا نور اللہ علیک تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو نورانی رکھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا اور قندیلیں لٹکائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نورت مسجدنا نور الله قبرك يا ابن الخطاب۔

ترجمہ: اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ کی تفسیر میں ہے۔

عن النبي ﷺ من اسرج في مسجد سراجا لم تنزل الملئكة وحملة العرش الا يستغفرون له مادام في المسجد ضوءه۔

ترجمہ: (یعنی) جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک مسجد میں اس کی روشنی رہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۱۱۲ میں یہ مانا ہے کہ عہد فاروقی میں بعض صحابہ بیت المقدس سے وہاں کی روشنی دیکھ کر آئے اور مسجد نبوی میں متعدد چراغ جلائے گئے پھر مامون رشید بادشاہ نے عام حکم دیا تھا کہ مسجدوں میں بکثرت چراغ جلائے جاویں۔ غرضکہ مسجد کی روشنی سنت انبیاء و سنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

بحث قبر اذان دینے کی تحقیق

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ جس کے بہت سے دلائل ہیں۔ مگر وہابی دیوبندی اس کو بدعت، حرام، شرک اور نہ معلوم کیا کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجواب بعون اللہ تعالیٰ وکرمہ۔

پہلا باب

اذان قبر کے ثبوت میں

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت میں ہے۔ لقنوا موتکم لاالہ الا اللہ اپنے مردوں کو سکھاؤ لا الہ الا اللہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت الفصل الاول ص ۱۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابوداؤد باب فی التلقین ج ۲ ص ۸۸)

دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کے لئے دو بڑے خطرناک وقت ہیں ایک تو جان کنی کا۔ دوسرا سوالات قبر بعد دفن کا اگر جان کنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا کیا دھرا سب برباد گیا۔ اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوئی۔ دنیا میں تو اگر ایک سال امتحان میں فیل ہوگئے تو سال آئندہ دے لو۔ مگر وہاں یہ بھی نہیں۔ اس لئے زندوں کو چاہیے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ پڑھ کر سنائیں اور بعد دفن اس تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت تو وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جائے اور اب اس امتحان میں کامیاب ہو۔ لہذا اس حدیث کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلاضرورت معنی مجازی لینا ٹھیک نہیں لہٰذا حدیث کا یہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ۔ اور یہ وقت دفن کے بعد کا ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے۔

اما عند اهل السنة فالحديث لقنوا موتاكم محمول على حقيقة وقد روى عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن فيقول يا فلان ابن فلان اذكر دينك الذى كنت عليها۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا موتکم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تھا۔

(فتاوٰی شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۸۔ ۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وانما لاينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لاضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستانس بالذكر على ما ورد فى الآثار۔

ترجمہ: دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے کیونکہ میت ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے۔

(فتاوٰی شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ نکرین میت سے تین سوال کرتے ہیں اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا اشھد ان لا الـــه الا الله دوسرے کا جواب ہوا حی علی الصلوة یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں) تیسرے کا جواب ہوا اشهد ان محمد رسول الله درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے جس کو اشعار میں یوں فرمایا۔

فرض الصلوة وفی اذن الصغیر وفی
وقت الحریق والحرب الذی وقعا
خلف المسافر والغیلان ان ظهرت
فاحفظ لست من الذی قد شرعا
و زید اربع دومر وذو غضب
مسافر ضل فی ففرو من صرعا

نماز پنجگانہ کے لئے بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جنات کے ظاہر ہونے پر۔ غصہ والے۔ جو مسافر کہ راستہ بھول جاوے اور مرگی والے کے لئے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے تحت ہے۔

قد يسن الاذان بغير الصلوة كما فى اذان المولود والمهوم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان اوبهيمة وعند مزدهم الجيش وعند الحريق وقيل عند انزال الميت القبر قياسا على اول خروجه للدنيا لكن رده ابن حجر فى شرح العباب وعند تقول الغيلان اى تمرد الجن۔

ترجمہ: نماز کے سوا چند جگہ اذان دینا سنت ہے بچہ کے کان میں، غمزدہ کے، مرگی والے کے، غصہ والے کے کان میں، جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے، لشکروں کے جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے لیکن اس میں اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے جنات کی سرکشی کے وقت۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن حجر کے انکار کا جواب دوسرے باب میں دیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ

مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری ختم نہ کردو۔ وہ تو لوگوں کو جگانے کے لئے اذان دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۵۹۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد باب وقت السحور ج ۲ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۲۳۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۴۱ رقم الحدیث ۱۶۹۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۸۱ رقم الحدیث ۲۴۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۳۴۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۴۶ رقم الحدیث ۳۵۰ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب ذکر العلۃ التی کان لھا بلال یوذن بلیل ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی باب ذکر المعانی التی یوذن لھا بلال بلیل ج ۱ ص ۳۸۱ رقم الحدیث ۱۶۶۴ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں سحری کے وقت بجائے نوبت یا گولے کے اذان دی جاتی تھی لہٰذا سوتے کو جگانے کے لئے اذان دینا سنت سے ثابت ہے۔

اذان کے سات فائدے ہیں جن کا پتہ احادیث اور فقہاء کے اقوال سے چلتا ہے ہم وہ فائدے عرض کئے دیتے ہیں۔ خود معلوم

marfat.com
Marfat.com

ہو جائے گا کہ میت کو ان میں سے کون کون سے فائدے حاصل ہونگے۔ اولاً تو یہ کہ میت کو تلقین جوابات سے ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔ دوسرے اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے۔

اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطن له ضراط حتی لا یسمع التاذین۔

ترجمہ: جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور جس طرح کہ بوقت موت شیطان مرنے والے کو ورغلاتا ہے تا کہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بھی پہنچتا ہے اور بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تا کہ میت اس آخری امتحان میں فیل ہو جاوے۔ اللھم احفظنا منه چنانچہ نوادر الاصول میں امام محمد ابن علی ترمذی فرماتے ہیں۔

اذا سئل المیت من ربك ترای له الشیطان فی صورۃ یشیر الی نفسه ای انا ربك فلھذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل۔

ترجمہ: یعنی جبکہ میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لئے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ا ص ۳۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اب اذان کی برکت سے شیطان دفع ہو گیا میت کو امن مل گئی اور بہکانے والا گیا۔

تیسرے یہ کہ اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی۔ **نزل ادم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان** حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبریل آئے اور اذان دی۔ اسی طرح مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۶۲ باب سوم در بیان آیات شریف میں ہے۔ اور میت بھی اس وقت عزیز واقارب سے چھوٹ کر تیرہ وتاریک مکان میں اکیلا پہنچتا ہے سخت وحشت ہے اور وحشت میں حواس باختہ ہو کر امتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے۔ اذان سے دل کو اطمینان ہوگا۔ جوابات درست دے گا۔ چوتھے یہ کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے۔ اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اھلك یوذن فی اذنك فانه درء الھم۔

ترجمہ: مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں تم کسی کو حکم دو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔

(جامع الرضوی بصحیح البخاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

بزرگان دین حتیٰ کہ ابن الحجر علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں کہ **جربته فوجدته كذلك فی المرقات** (جامع الرضوی بصحیح البخاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء) مرقاۃ شروع باب الاذان میں ہے یعنی میں نے اس کو آزمایا مفید پایا۔ اب مردے کے دل پر اس وقت جو صدمہ ہے۔ اذان کی برکت سے دور ہوگا اور سرور حاصل ہوگا۔

پانچویں یہ کہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

یطفئوا الحریق بالتکبیر واذا رء یتم الحریق فکبروا فانه یطفئی النار۔

ترجمہ: لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جبکہ تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ کو بجھاتی ہے۔

اور اذان میں تکبیر تو ہے اللہ اکبر لہٰذا اگر قبر میت میں آگ لگی ہو تو امید ہے کہ خدائے پاک اس کی برکت سے بجھا دے۔

marfat.com

Marfat.com

چھٹے یہ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔ امام احمد و طبرانی و بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کرکے روایت کی۔

سبح النبی ﷺ ثم کبروا کبر الناس قالوا یارسول اللہ لم سبحت قال لقد تضآئق علی ھذا الرجل الصلح قبرہ حتے فرج اللہ تعالی عنہ بعد دفن۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے سبحان اللہ فرمایا۔ پھر اللہ اکبر حضور ﷺ نے فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی ارشاد فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی اللہ نے قبر کو کشادہ فرمایا۔☆

(مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

ای ما زلت مکبرا وتکبرون واسبح و تسبحون حتی فرجہ اللہ۔

ترجمہ: یعنی ہم اور تم لوگ تسبیح و تکبیر کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ساتویں یہ کہ اذان میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ ذکر الصالحین تنزیل الرحمۃ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور میت کو اس وقت رحمت کی سخت ضرورت ہے۔ غرضکہ ہماری تھوڑی سی جنبش زبان سے اگر میت کو اتنے بڑے بڑے سات فائدے پہنچ جاویں تو کیا حرج ہے؟

ان الفرق بین العادۃ والعبادۃ ھو النیۃ المتضمنۃ للاخلاص۔

ترجمہ: عادت اور عبادت میں فرق نیت اخلاص سے ہے یعنی جو کام بھی اخلاص سے کیا جاوے وہ عبادت ہے۔ اور جو کام بغیر اخلاص کے ہو وہ عادت۔ درمختار بحث مستحبات الوضو میں ہے۔

ومستحبہ ھو ما فعلہ النبی علیہ السلام کرۃ وترکہ اخری وما حبہ السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جس کو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ اور وہ بھی ہے جس کو گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستحبات الوضوع ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی بحث دفن زیر عبارت ولا یجصص ہے۔ وقال علیہ السلام ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ اذان قبر شریعت میں منع نہیں لہذا جائز ہے اور چونکہ اس کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے نفع کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں لہذا یہ عند اللہ اچھی ہے۔ خود دیوبندیوں کے پیشوا

حاشیہ......☆

محدث کبیر امام ابو نعیم متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد احمد بن محمد بن الحسین ثنا الحسین بن محمد الجعینی ثنا محمد بن حسان قال سمعت ابن عیینۃ یقول ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔

ترجمہ: محمد بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ للجوزی ج ۱ ص ۴۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں۔ کسی نے سوال کیا ہے کہ تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں تو جواب دیا یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے جس پر عمل کر لے درست ہے۔ رشید احمد۔

دوسرا باب

اذان قبر پر اعتراضات و جوابات میں

اس مسئلہ میں مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے علاوہ اور نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱)......۔ قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہٰذا یہ بھی حرام حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں وہ ہی پرانا سبق۔

جواب:۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعد دفن ذکر اللہ تسبیح و تکبیر حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں ان میں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی لہٰذا یہ سنت سے ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو تو حسنہ ہے جیسے کہ ہم بحث بدعات میں عرض کر چکے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۸۹ پر ہے کہ کسی نے دیوبندیوں کے سردار رشید احمد صاحب سے پوچھا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلٰثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جواب: قرون ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔ رشید احمد عفی۔

اسی کتاب میں صفحہ ۸۸ پر ہے کہ کھانا تاریخ معین پر کھلانا بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچے گا۔ رشید احمد۔

کہیئے جناب یہ ختم بخاری اور برسی کی فاتحہ پر ثواب کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو بدعت ہے۔ اور ہر بدعت حرام ہے۔ حرام پر ثواب کیسا۔

نوٹ ضروری:۔ مدرسہ دیوبند میں مصیبت کے وقت ختم بخاری وہاں کے طلباء سے کرایا جاتا ہے اہل حاجت طلباء کو شیرینی دیتے ہیں اور روپیہ نفع میں رہا۔ کم از کم پندرہ روپیہ وصول کئے جاتے ہیں شاید یہ بدعت اس لئے جائز ہو کہ مدرسہ کو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ حصول زر کا ذریعہ۔ لیکن اب قبر مومن پر اذان کیوں حرام؟

اعتراض (۲)......۔ شامی نے باب الاذان میں جہاں اذان کے موقع شمار کئے ہیں وہاں اذان قبر کا بھی ذکر فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب اس اذان کی ابن حجر نے شرح عباب میں تردید کر دی معلوم ہوا کہ اذان قبر مردود ہے۔

جواب:۔ اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب ہیں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟ دوم ابن حجر نے بھی اذان قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سنت ہونے کا انکار کیا۔ یعنی سنت نہیں۔ اگر میں کہوں کہ بخاری چھاپنا سنت نہیں بالکل درست ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ بخاری تھی نہ پریس۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جائز بھی نہیں۔ شامی نے اس موقع پر فرمایا وقد يسن الاذان ان موقعوں پر اذان سنت ہے آگے فرمایا ردہ اس کی ابن حجر نے تردید کی تو کسی چیز کی تردید ہوئی؟ سنت کی۔ شامی سمجھنے کے لئے عقل وایمان کی ضرورت

marfat.com

Marfat.com

ہے تیسرے یہ کہ اگر مان بھی لو کہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خود اذان کی تردید کی تو کیا کسی عالم کے تردید کرنے سے کراہت تنزیہی بھی ثابت ہوتی ہے۔شامی بحث مستحباب الوضو میں ہے۔

ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلا بدله من دليل خاص۔

ترجمہ: مستحب کے ترک سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو جائے بغیر خاص ممانعت کے کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث مستحبات الوضوج اص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

آپ تو اذان قبر کو حرام فرماتے ہیں فقہاء بغیر خاص ممانعت کے کسی شئی کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں مانتے۔

اگر کہا جاوے کہ شامی نے اذان قبر کو قیل سے بیان کیا اور قیل ضعف کی علامت ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہ میں قیل ضعف کے لئے لازم نہیں شامی کتاب الصوم فصل کفارہ میں ہے۔ فتعبير المصنف بقيل ليس يلزم الضعف اسى (ردالمحتار علی درالمختار کتاب الصوم فصل کفارہ ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) طرح شامی بحث دفن میت میں ذکر مع الجنازہ کے لئے فرمایا قيل تحريما وقيل تنزيها (ردالمحتار علی درالمختار جاب صلوۃ الجنائز ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ ادارۃ الطبعۃ المصریہ مصر) دیکھو یہاں دو قول تھے اور دونوں قیل سے نقل کئے۔عالمگیری کتاب الوقف بحث مسجد میں ہے وقيل هو مسجد ابدا وهو الاصح یہاں صحیح قول قیل سے بیان کیا معلوم ہوا کہ قیل دلیل ضعف نہیں۔اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی اس اذان کو سنت کہنا ضعیف ہوگا نہ کہ جائز کہنا کیونکہ یہ سنت ہی کا قول ہے ہم بھی اذان قبر سنت نہیں کہتے صرف جائز و مستحب کہتے ہیں۔

اعتراض (۳)......فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر پر جا کر فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ کرے اور اذان قبر فاتحہ کے علاوہ ہے لہذا حرام ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے۔ ويكره عند القبر كل مالم يعهد من السنته والمهود منها ليس الا زيارتها والدعاء عندها قائما۔

شامی کتاب الجنائز میں ہے۔

لا يسن الاذان عند ادخال الميت فى قبره كما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر بانه بدعة وقال من ظن انه سنة فلم يصب۔

ترجمہ: یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔جیسا کہ آجکل مروج ہے اور ابن حجر نے تصریح فرمادی کہ یہ بدعت ہے اور جو کوئی اس کو سنت جانے وہ درست نہیں کہتا۔

درالبحار میں ہے۔

من البدع التى شاعت فى بلاد الهند الاذان على القبر بعد الدفن۔

ترجمہ: جو بدعتیں کہ ہندوستان میں شائع ہو گئیں۔ان میں سے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے۔

توشیح شرح تنقیح میں محمود بلخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں الاذان على القبر ليس بشئ قبر پر اذان دینا کچھ نہیں۔مولوی اسحاق صاحب ماۃ مسائل میں فرماتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں اور جو سنت سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔

جواب:۔ بحرالرائق کا یہ فرمانا کہ قبر پر جا کر بجز زیارت و دعا اور کچھ کرنا مکروہ ہے بالکل درست ہے وہ زیارت قبور کے وقت فرماتے ہیں۔یعنی جب وہاں زیارت کی نیت سے جاوے تو قبر کو چومنا یا سجدہ کرنا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے اور یہاں گفتگو ہے دفن کے وقت یہ زیارت کا وقت نہیں ہے اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے تو پھر لازم ہوگا کہ میت کو قبر میں اتارنا،تختہ دینا،مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا

marfat.com

Marfat.com

جس کو فتاویٰ رشیدیہ میں بھی جائز کہا ہے سب منع ہے۔ بس مردے کو جنگل میں رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بھاگ آنا چاہیے اور زیارت قبر کے وقت بھی ممنوع کام کرنا منع ہیں۔ وہ ہی عبارت بحرالرائق کا مقصود ہے ورنہ مردوں کو سلام کرنا یا ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالاتفاق جائز ہے۔ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور بحرالرائق میں فرمارہے ہیں کہ وہاں بجز زیارت اور کھڑے ہو کر دعا کرنے کے کچھ بھی نہ کرے، مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان میں ایک سوال ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ وبعدہ

هفت کرہ طواف کند ودراں تکبیر بخواند واغاز از راست کند وبعدہ طرف پایاں رخسار نهد۔

یعنی اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اس میں تکبیر کہے اور داہنی طرف سے شروع کرے اور قبر کے پاؤں کی طرف اپنا رخسارہ رکھے تو کیا قبر کا طواف اور سجدہ جائز ہے؟ اس کا جواب حفظ الایمان صفحہ ۶ پر دیتے ہیں یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو کہ تعظیم وتقرب کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے ارد گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت وحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے اس کی نظیر حضرت جابر کے قصے میں وارد ہوتی ہے۔ جبکہ ان کے والد مقروض ہو کر وفات پاگئے۔ اور قرض خواہوں نے حضرت جابر کو تنگ کیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کرا دیجئے حضور علیہ السلام باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھوہاروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ طاف احول اعظم ھا بیدارا یہ حضور کا یہ پھرنا کوئی طواف نہ تھا۔ بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کی چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف القبور کے عمل میں ہے۔ کہیے اگر اذان قبر اس لئے منع ہے کہ قبر پر بجز زیارت ودعا کوئی کام جائز نہیں تو یہ قبر کا طواف اور اس سے فیض لینا کیوں جائز ہے؟ لہٰذا بحرالرائق کی ظاہری عبارت آپ کے بھی موافق نہیں پر لطف بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے فیض ملتا ہے اور فیض لینے کے لئے وہاں جانا اور طواف کرنا، قبر پر رخسارہ رکھنا جائز ہے اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک کہا ہے۔
شامی وتوشیح وغیرہ کی عبارتوں کا جواب سوال نمبر ۱ کے ماتحت گزر گیا کہ اس میں سنت کا انکار ہے نہ کہ جواز کا توشیح کا فرمانا لیس بشئی اس کے معنی یہ نہیں کہ حرام ہے مراد یہ ہے کہ نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت محض جائز اور مستحب ہے اور اس کو سنت یا واجب سمجھنا محض غلط ہے جو فقہاء کہ اس کو بدعت فرماتے ہیں وہ بدعت جائزہ یا کہ بدعت مستحبہ فرماتے ہیں نہ کہ بدعت مکروہہ کیونکہ بلا دلیل کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی اسحاق صاحب دیوبندیوں کے پیشوا ہیں ان کا قول حجت نہیں۔ اور یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جو سنت سے ثابت نہیں۔ درمختار باب صلوٰۃ العیدین مطلب فی تکبیر التشریق میں ہے۔

ووقوف الناس يوم عرفة فى غيرها تشبيها بالواقفين ليس بشئى۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

وهو نكرة فى موضع النفى فتعم انواع العبادة من فرض وواجب و مستحب فبقيت الاباحة قيل يستحب۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۱۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہدایہ کے حاشیہ میں لیس بشئی کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اى ليس بشئى يتعلق به الثواب وهو يصدق على الاباحة۔

(حاشیہ ہدایہ اولین ص [illegible])

marfat.com
Marfat.com

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ لیس بشئی مباح کو بھی کہا جاتا ہے۔

اعتراض (۴)......:۔اذان تو نماز کی اطلاع کے لئے ہے دفن کے وقت کونسی نماز ہو رہی ہے۔جس کی اطلاع دینا منظور ہے چونکہ یہ اذان لغو ہے پس ناجائز ہے۔

جواب:۔ یہ خیال غلط ہے کہ اذان فقط نماز کی اطلاع کے لئے ہے ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ اذان کتنی جگہ کہنی چاہیے آخر بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے وہاں کونسی نماز کا وقت ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں رمضان کی شب دو اذانیں ہوتی تھیں ایک تو سحری کے لئے بیدار کرنے کو دوسری نماز فجر کے لئے۔

لطیفہ:۔ کاٹھیاواڑ میں رواج ہے کہ بعد نماز فجر مصافحہ کرتے ہیں اور یوپی میں رواج ہے کہ بعد نماز عید معانقہ (گلے ملنا) کرتے ہیں۔ایک صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ معانقہ یا مصافحہ اول ملاقات کے وقت چاہیے نماز کے بعد تو لوگ رخصت ہو رہے ہیں پھر اس وقت یہ کیوں ہوتا ہے۔یہ مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے لہٰذا حرام ہے ہم نے عرض کیا کہ معانقہ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الادب میں ایک باب ہی اس کا باندھا باب المصافحة والمعانقه اور وہاں لکھا کہ حضور علیہ السلام نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب المصافحہ والمعانقہ الفصل الثانی ص ۴۰۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث کی روش بتاتی ہے کہ معانقہ خوشی کا تھا اور عید کا دن بھی خوشی کا دن ہے اس لئے اظہار خوشی میں معانقہ کرتے ہیں۔نیز درمختار جلد پنجم باب الکراہیۃ باب الاستبراء میں ہے۔

حاشیہ.....☆

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوٰۃ العیدین میں ہے۔

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق اخر والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا تنكر كما فى البحر وكذا المصافحة بل هى سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقى ولنا فيها رسالة سميتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلاة والسلام۔

ترجمہ: عید کے دن عیدگاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا بھی مستحب ہے۔اور "اللہ عزوجل ہمارے اور تمہارے عمل قبول فرمائے" کے الفاظ سے مبارکباد پیش کرنے میں کوئی برائی نہیں جیسا کہ "بحرالرائق" میں ہے اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "نماز کے بعد مصافحہ وسلام میں" اہل اسلام کی خوش بختی" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔

(غنیۃ ذوی الاحکام علی حاشیۃ غرر الاحکام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كذا تطلب المصافحة فهى سنة عقب الصلوات كلها۔

ترجمہ: اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلاۃ باب العیدین ص ۵۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔

تستحب المصافحة بل هى سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقى ابو السعود عن الشرنبلالية۔

ترجمہ: مصافحہ مستحب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے ابوالسعود نے شرنبلالی سے نقل کیا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلاۃ باب العیدین ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

ای کما تجوز المصافحة ولو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره۔

ترجمہ: مصافحہ جائز ہے اگر چہ نماز عصر کے بعد ہو اور فقہاء کا فرمانا کے مصافحہ نماز عصر بدعت ہے یعنی بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔

(الدر المختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ ج۹ ص ۶۲۸-۶۲۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء و اما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا باس به وتقبیده بما بعد الصبح و العصر علی عادة کانت فی زمنه والا فعقب الصلوات کلها کذالك۔

ترجمہ: ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے اور فجر کے بعد مصافحہ کا جو رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس میں حرج بھی نہیں اور صبح یا عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بناء پر ہے ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے۔

(الدر المختار کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ ج۹ ص ۶۲۸-۶۲۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ بہر حال جائز ہے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی یہ ہی کہتا رہا کہ مصافحہ معانقہ ملاقات کے وقت چاہیے ہم نے کہا اچھا بتاؤ۔ اول ملاقات کسے کہتے ہیں؟ بولا غائب ہونے کے بعد جب ملیں۔ تو یہ اول ملاقات ہے ہم نے کہا۔ غائب ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جسما غائب ہوں۔ دوسرے یہ کہ دلی طور پر غائب ہوں نماز کی حالت میں اگر چہ بظاہر تمام مقتدی اور امام ایک جگہ ہی رہے مگر حکمی لحاظ سے سب ایک دوسرے سے غائب تھے کہ نہ کسی سے کلام کر سکیں نہ ایک دوسرے کی مدد۔ بلکہ یہ تمام لوگ دنیا ہی سے غائب ہیں کہ کھانا، پینا، چلنا پھرنا، تمام دنیاوی کام حرام ہیں اور الصلوۃ معراج المومنین کا نقشہ نظر آرہا ہے دنیا سے تعلق منقطع ہے اور واصل الی اللہ ہیں جب سلام پھیرا۔ اب دنیا میں آگئے تمام دنیاوی کام حلال ہو گئے۔ یہ وقت غائب ہونے کے بعد ملنے کا ہے۔ لہٰذا معانقہ سنت ہے وہ کہنے لگا کہ یہ منطق ہے سمجھا دیا اس کو شریعت نے تو ملاقات کا وقت نہیں مانا۔ ہم نے کہا اس وقت سلام کس کو کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں؟ امام کو چاہیے کو سلام میں مقتدیوں اور ملائکہ کو سلام کرنے کی کرے اور مقتدی لوگ امام کو اور ملائکہ کو اور تنہا نمازی صرف ملائکہ کی نیت کرے اور سلام یا تو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یا رخصت کے وقت۔ بتاؤ یہ سلام کیسا کیا یہ لوگ کہیں سے آرہے ہیں یا جارہے ہیں؟ جا تو نہیں رہے ہیں کہ ابھی دعا مانگیں کے وظیفہ پڑھیں گے بعض لوگ اشراق پڑھ کر اٹھیں گے۔ معلوم ہوا کہ عالم بالا کی سیر کر کے آرہے ہیں اور سلام کر رہے ہیں لہٰذا مصافحہ بھی کریں تو کیا حرج ہے؟ کہنے لگا کہ پھر تو ہر نماز کے بعد چاہیے۔ ہم نے کہا ہاں اگر ہر نماز کے بعد کرے تب بھی منع نہیں۔ الحمد للہ کہ اس کی تسکین ہو گئی۔ اسی طرح یہ مسئلہ اذان ہے۔

☆...........☆

marfat.com

Marfat.com

بحث عرس بزرگان

اس بحث کے دو باب ہیں۔ پہلا باب عرس کے ثبوت میں، دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

ثبوت عرس میں

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی۔ اسی لئے دولہا اور دلہن کو عروس کہتے ہیں بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لئے عرس کہتے ہیں کہ مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں **نم کنومة العروس التی لایو قظه الا احب اهله الیه۔**

(مشکوۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا۔ اس لئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہٰذا یہ دن عرس کہلایا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے۔

روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشهدآء باحد علی راس کل حول۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہدا احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۲)، (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور میں ہے۔

عن رسول الله علیه السلام انه کان یاتی قبور الشهدآء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفآء الاربعة هکذا کانوا یفعلون۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۴ ص ۶۴۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں۔

دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرینی وطعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں کنند ایں قسم معموم درزمانہ پیغمبر خدا وخلفائے راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کنند پاک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات راحاصل میشود۔ دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں

marfat.com

Marfat.com

مروج نہ تھی۔ لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی علیہما الرحمۃ والرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے تبرک بقبور وامداد ایشاں بایصال ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آں است کہ آں روز ذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات است۔

یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی وطعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھا ہے عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں۔ "اعراس پیراں بسماع وصفائی جاری دارند" پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔ مولوی رشید احمد واشرف علی صاحبان کے پیر وحاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں "فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر ومرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں چنانچہ فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں۔ بہت سی اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔ مجلس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔ غرضکہ دنیا بھر کے مسلمان علماء وصالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ چیز ہو اولاً تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دو سنتوں کا مجموعہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے؟ مشکوۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ الا فزوروھا اب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیارۃ کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔ دوم اس لئے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کلمہ طیبہ درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں بہت سی برکات جمع ہوتی ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلا تکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ چوتھے اس لئے کہ طالبان کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر کسی عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں علماء وصوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کر لے۔ آخر حج اور زیارت مدینہ منورہ بھی تاریخ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں اس میں بھی گزشتہ فوائد ملحوظ ہیں۔ ہم نے دیوبندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں نہ وہاں رونق، نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ ان کو ایصال ثواب، نہ کسی کو ان سے اور نہ کسی سے ان کو فیض، امور خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض (۱)......:۔ جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو اس کا عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلمان مرا یا بے دین۔ پھر کسی مردے کی ولایت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے؟ بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

جواب:۔ زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں اور زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ، کفن دفن، میراث کی تقسیم وغیرہ کی جاوے گی اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی، نہ گورکفن، نہ تقسیم میراث، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔ اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو شاید مسلمان ہو کر مرا ہو۔ اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلا دیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرا ہو۔ نیز مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ پھر فرمایا انتم شھدآء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے مسلمانوں کے منہ سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو اللہ کے یہاں ہوتی ہے اسی طرح جس کو مسلمان ثواب جانیں حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعث ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی۔ ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن قرآن فرماتا ہے۔

وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس۔

ترجمہ: ہم نے تم کو امت عادل بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام و دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی۔ کہ فرمایا وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ (پارہ ۲۶ سورہ ۴۶ آیت نمبر ۱۰) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا۔ جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جا سکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہو سکتا ہے تو کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا؟

نوٹ ضروری:۔ یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے کیا تھا۔ ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہ ہی جواب دیا تھا۔ جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لئے تھا کہ وہ جس کے متعلق جو گواہی دیں ویسا ہی ہو جائے کیونکہ وہاں فرمایا ہے۔ انتم ہم اس خطاب میں داخل نہیں۔ کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے کہا اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے وفی روایتہ المومنون شھدآء اللہ فی الارض (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں ۔اس میں انتم نہیں۔ و نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغہ سے آئے اقیموا الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ وغیرہ اور

marfat.com

Marfat.com

ہم قرآن کے نزول کے وقت نہ تھے لہٰذا ہم ان احکام سے بری ہیں۔ یہ سب امور صرف صحابہ کرام کے لئے تھے قرآن وحدیث کے خطابات قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ کہ امام صاحب کو اس جواب پر غصہ تو آ گیا مگر جواب نہ آیا۔

اعتراض (۲)......:۔ حدیث شریف میں ہے۔ لاتتخذوا قبری عیداً میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر لوگوں کا اجتماع کرنا۔ میلہ لگانا منع ہے کیونکہ عید سے مراد میلا ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہٰذا حرام ہے۔

جواب:۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا۔ اور حدیث کے معنی ہیں کہ میری قبر پر جمع نہ ہو تنہا آیا کرو۔ عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ مکانات کی زینت و آرائش ہوتی ہے۔ کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہی اس جگہ مراد ہے یعنی ہماری قبر انور پر حاضر ہو تو باادب آؤ۔ یہاں آ کر شور نہ مچاؤ۔ کھیل کود نہ کرو۔ اگر قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج مدینہ منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں اللھم ارزقنا بعد نماز پنجگانہ لوگ جمع ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں۔ لاتتخذوا قبری عیداً اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آرائش دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا وھذا باطل پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔

اعتراض (۳)......:۔ عام عرسوں میں عورتوں، مردوں کا اختلاط ہوتا ہے ناچ رنگ ہوتے ہیں، قوالی گائی جاتی ہے غرضکہ عرس بزرگان صدہا محرمات کا مجموعہ ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

جواب:۔ اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ کسی مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہو جاتا بلکہ حرام تو حرام رہتا ہے اور حلال حلال۔ شامی بحث زیارت قبور کتاب الجنائز میں ہے۔

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات و مفاسد كاختلاط الرجال بالنسآء وغيرها لان القربات لاتترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها وانكار البدع قلت ويوبده مامر من عدم ترك اتباع الجنازة وان كان معها نسآء نائحات۔

ترجمہ: زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارات قبور کرے اور بدعت کو روکے اس کی تائید وہ گزشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور ج ا مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا و مروہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ، ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا آج بازاروں میں ریل کے سفروں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف منٰی مز۔ لفہ میں اختلاط مرد و زن ہو جاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئی کو کوئی منع نہیں کرتا دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفس مدرسہ حرام نہیں۔ اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے ناچ رنگ حرام ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو۔ بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ دیکھو جب ابن قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوہ تبوک میں شریک نہ فرمائیے کہ روم و شام کی عورتیں خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں۔ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوں فرمائی کہ الا فی الفتنۃ سقطوا وان جھنم

marfat.com

Marfat.com

لمحیطة بالکفرین (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۹) اس عذر کو رب نے کفر اور ذریعہ جہنم بتایا۔ دیکھو تفسیر کبیر و روح البیان۔ یہ ہی عذر آج دیوبندی محض روکنے کے لئے کرتے ہیں۔

آج بیاہ شادی میں صدہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جس سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا۔

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔ جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے۔ یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔

بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نا اہل کو حرام۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی۔ عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اتم سے شیطان خوف کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے کیا معنی ہیں؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا۔ اسی لئے صوفیا کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہو گی۔ جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کردے تو شیطان بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ محبت غالب اس لئے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے۔

اله اللهو ليست بحرمته لعينها بل بقصد اللهو منها الا ترى ان ضرب تلك الالته بعينها احل تارة وحرم اخرى وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها اموراهم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كى لايحرم بركتهم فالهم السادة الاخيار۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان زیر آیت ۶ ومن الناس من يشترى لهو الحديث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے اور نا اہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں۔

وبه ناخذ لانا شهدنا اله شاء من قوم كالوا عارفين ومحبين لرسول الله و كانوا معذورين لغلبته الحال ويستكثرون السماع للغناء و كانوا يحسبون ذلك عبادة اعظم و جهاداً اكبر فيحل لهم خاصته انتهى ملخصاً۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہو جاویں تو جائز ہے ورنہ نا جائز۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاوی رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔ بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ کلام

marfat.com

Marfat.com

یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراہیہ میں چھ بیان فرمائی ہیں مجلس میں کوئی امرد، بے داڑھی کا لڑکا نہ ہو۔ اور ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نا اہل نہ ہو قوال کی نیت خالص ہو اجرت لینے کی نہ ہو۔ لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں۔ بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ اشعار خلاف شرع نہ ہوں۔ اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوار مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں بلکہ ہم نے بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیائے عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں اس لئے عرض کرنا پڑا کہ خود قوالی نہ سنو مگر اولیاء اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے جس کو درد ہو وہ پیئے جس کو نہ ہو وہ بچے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔ لہٰذا اس کے مقابل خواجہ اجمیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔ مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

اعتراض (۴)......:۔ اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال حرام نہیں بن جاتا تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے، کھیل تماشے، سینما تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہی ہے وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں جو جائز ہیں وہ حلال نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دستر خوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبول دعوت سنت مگر حرام کام ملنے سے حرام ہوگئی۔ اسی طرح عرس بھی ہے مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ ایک تو ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہونا۔ ایک ہے اس میں داخل ہونا جہاں فعل حرام اس کا جز بن جاوے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہو۔ اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کردے گا۔ اگر فعل حرام اس طرح ہو کر جز میں داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں جس کو خلط کہتے ہیں۔ تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کردے گا جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا۔ کپڑے کا جز نہ بنا۔ پانی کا جز بن گیا۔ تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا، نکاح سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کا جز نہیں سمجھتے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جاوے اور تعزیہ داری میں اسراف باجے ناجائز میلے اس طرح جز بن کر داخل ہوئے کہ کوئی تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے اگر کوئی شخص کربلا معلیٰ کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے۔ الحمد للہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا بہت سے عرس ان محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو عرس ہی کہا جاتا۔ سرہند شریف میں مجدد الف ثانی صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون، سیدنا عبد اللہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں۔ صرف مجلس وعظ اور تقسیم طعام شیرینی ہوتی ہے۔ نیز ہر دعوت قبول کرنا سنت نہیں، نابالغ بچہ کی دعوت۔ اہل میت کی مروجہ دعوت اغنیاء کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح جس ولیمہ میں ناچ ورنگ خاص دستر خوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔ بخلاف زیارت قبور کے وہ بہر حال سنت ہے لہٰذا حرام کام کے اختلاط سے دعوت تو سنت ہی نہ بنی اور زیارت قبور چونکہ مطلقاً سنت تھی وہ حرام نہ ہوئی۔ جیسے کہ شرکت دفن بہر حال سنت ہے تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنت حرام نہ ہوگی بہت باریک فرق ہے خیال رکھنا چاہیے۔

marfat.com

Marfat.com

بحث زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

عرس بزرگان اور زیارت قبور کے لئے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے دیوبندی وغیرہ اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

سفر عرس کے بارے میں

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام۔ جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت۔ فرض کے لئے فرض۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد وتجارت کے لئے سفر سنت ہے۔ کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات۔ شادی ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت۔ اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر کرنا جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں چوری ڈکیتی کے لئے سفر حرام۔ کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرضکہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا۔ قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں۔

ومن یخرج من بیته مهاجراً الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله۔

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ اور رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آ گئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۰)

سفر ہجرت ثابت ہوا لایلف قریش ایلافهم رحلة الشتآء والصیف (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۶ آیت نمبر ۲) اس لئے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں۔ سفر تجارت ثابت ہوا۔

واذ قال موسیٰ لفتٰه لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے۔ مشائخ کی ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

یبنی اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه ولا تیئسوا من روح الله۔

ترجمہ: اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۷)

یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش یوسف کے لئے حکم دیا۔ تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

اذهبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجه ابی یات بصیراً۔

ترجمہ: میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳)

علاج کے لئے سفر ثابت ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

ولما دخلوا علی یوسف اوی الیہ۔

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۹)

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔ فرزندان یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فارسل معنا اخانا نکتل وانا لہ لحفظون۔

ترجمہ: ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرور حفاظت کریں گے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۳)

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

اذھب الی فرعون انہ طغی۔

ترجمہ: فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۱۷)

تبلیغ کے لئے سفر ثابت ہوا۔ مشکوۃ کتاب العلم میں ہے۔

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث میں ہے۔

اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔

ترجمہ: علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

(جامع الصغیر ج ا ص ۴۷ رقم الحدیث ۱۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کریما میں ہے۔

طلب کردن علم شد بر تو فرض دگر واجب است ازپیش قطع ارض

علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے طلب علم کے لئے سفر ثابت ہوا۔ گلستان میں ہے۔

بردانند جہاں تفرج کن! پیش ازاں روز کز جہاں بردی

جاؤ دنیا کی سیر کرو مرنے سے پہلے۔ سیر کے لئے سفر ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں ہے۔

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

ترجمہ: کفار سے فرمادو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱)

جن ملکوں پر عذاب الٰہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طبیب روحانی ہیں اور ان کے فیوض مختلف۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں اس سے ذوق عبادت پیدا ہوتا ہے ان کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ شامی جلد اول بحث زیارت قبور میں ہے۔

وھل تندب الرحلۃ لھا کما اعتید من الرحلۃ الی زیارۃ خلیل الرحمن وزیارۃ السید البدوی لم ا

marfat.com

Marfat.com

من صرح به من ائمتنا ومنع منه بعض الائمة الشافعية قياسا على منع الرحلة بغير المساجد الثلث ورده الغزالي بوضوح الفرق۔

ترجمہ: اور آیا زیارت قبور کے لئے سفر کرنا مستحب ہے جیسے کہ آج کل خلیل الرحمٰن اور سید بدوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا رواج ہے میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی بعض شافعی علماء نے منع کیا ہے مسجدوں کے سفر پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی نے اس منع کی تردید کردی فرق واضح فرمادیا۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز مطلب فی زیارۃ القبور ج اص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

واما الاولیآء فانهم متفاوتون فی القرب الی الله و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم۔

ترجمہ: لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ وزائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معروف واسرار کے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز مطلب فی زیارۃ القبور ج اص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مقدور شامی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

انی لاتبرك بابی حنيفة واجیء الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وسالت الله عند قبره فتقضى سريعا۔

ترجمہ: میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار مقدمہ ج اص ۴۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے چند امور ثابت ہوئے زیارت قبور کے لئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے رضی اللہ عنہ صاحب قبر سے برکت لینا ان کی قبروں کے پاس جا کر دعا کرنا۔ صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔ نیز زیارات روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ زیارت بزرگان کے لئے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ رشید احمد عفی عنہ۔

اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ سفر عرس سے کسی کو منع کرے کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب تکرار کو منع فرماتے ہیں اور اس کا فیصلہ نہیں فرماسکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفر زیارت جائز ہو۔ اس لئے کہ ہم عرض کر چکے سفر کی حلت وحرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور سفر کا مقصد تو ہے زیارت قبر۔ اور یہ منع نہیں۔ کیونکہ زیارت قبر کی اجازت مطلقاً ہے۔ الا تزوروھا تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی ودنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا ہی جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں حرام ہو؟

دوسرا باب

سفر عرس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض (۱)...... مشکوۃ باب المساجد میں ہے۔

لاتشد الرجال الا الی ثلث مسجد مسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدی هذا۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: تین مسجدوں کے سواء اور کسی طرف کا سفر نہ کیا جاوے۔ مسجد بیت اللہ۔ مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد۔
(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ ج۱ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۱۱۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الحج باب لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد ج۲ ص ۱۰۱۴ رقم الحدیث ۱۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارت قبور بھی ان تینوں کے سواء ہے۔

جواب:۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے چنانچہ مسجد بیت الحرام میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔ بیت المقدس اور مدینہ پاک کی مسجد میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ لہٰذا ان مساجد میں یہ نیت کرکے دور سے آنا چونکہ فائدہ مند ہے جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے محض لغو ہے اور ناجائز کیونکہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب یکساں ہے جیسے بعض لوگ دہلی کی جامع مسجد میں جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے سفر کرکے جاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر وہاں ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ ناجائز ہے تو سفر کرنا کسی مسجد کی طرف اور پھر زیادتی ثواب کی نیت سے منع ہوا۔ اگر حدیث کی یہ توجیہ نہ کی جاوے تو ہم پہلے باب میں بہت سے سفر قرآن سے ثابت کرچکے ہیں وہ سب حرام ہوں گے۔ آج تجارت کے لئے علم دین کے لئے دنیاوی کاموں کے لئے صدہا قسم کے سفر کرتے ہیں۔ وہ سب حرام ٹھہریں گے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔

وبعضے از علماء گفتہ اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجدے دیگر جزایں مساجد سفر جائز نہ باشد واما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفہوم ایں کلام است

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر جائز نہیں مسجد کے علاوہ اور مقامات وہ اس کلام کے مفہوم سے خارج ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

مرقات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فی الشرح المسلم للنووی قال ابو محمد یحرم شد الرحال الی غیر الثلثۃ وھو غلط وفی الاحیاء ذھب بعض العلمآء الی الاستدلال علی المنع من الرحلۃ لزیارۃ المشاھد وقبور العلمآء و الصلحین وما تبین الی ان الامر لیس کذالک بل الزیارۃ مامور بھا الخبر الا فزوروھا انما وردنھیا عن الشد بغیر الثلثۃ من المسجد لتما ثلھا و اما المشاھد فلا تساوی بل برکۃ زیارتھا علی قدر درجاتھم عنداللہ ھل یمنع ذلک القائل عن شد الرجال بقبور الانبیآء کا براھیم وموسی ویحیی والمنع من ذلک فی غایۃ الاحالۃ والاولیآء فی معناھم فلا یبعد ان یکون ذلک من اغراض الرحلۃ کما ان زیارۃ العلمآء فی الحیوۃ۔

ترجمہ: نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سواء ان تین مساجد کے اور طرف سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق ہوئی وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ الا فزوروھا ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ تمام مسجدیں یکساں ہیں لیکن مقامات متبرکہ یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیائے کرام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم وموسیٰ ویحییٰ علیہم السلام اس سے منع کرنا سخت دشوار ہے اور اولیاء اللہ بھی انبیاء کے حکم میں ہیں پس کیا بعید ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض ہو۔ جیسا کہ علماء کی زندگی میں ان کی زیارت کرنا۔
(مرقاۃ المفاتیح ج۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی مشکوۃ کتاب الجہاد فی فضائلہ میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لا ترکب البحر الا حاجا او معتمرا او غازیا فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا۔

ترجمہ: دریا میں سوار نہ ہو مگر حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والا کہیئے کیا سوائے ان تینوں کے اوروں کو سفر دریا حرام ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد فی فضائلہ الفصل الثانی ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اعتراض (۲)......:۔ اللہ ہر جگہ ہے اس کی رحمت ہر جگہ پھر کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لئے اولیاء کے مزاروں پر سفر کرکے جاتے ہیں دینے والا رب ہے وہ ہر جگہ ہے۔

جواب:۔ اولیاء اللہ رحمت رب کے دروازے ہیں۔ رحمت دروازوں سے ہی ملتی ہے ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے مگر اس کو حاصل کرنے کے لئے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے اگر اور جگہ لائن پر کھڑے ہو گئے تو ریل گزریگی تو سہی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیاوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لئے سفر کیوں کرتے ہو۔ خدا رازق ہے وہ ہر جگہ دے گا۔ طبیب کے پاس بیمار سفر کرکے کیوں آتے ہیں خدا شافی الامراض ہے اور وہ تو ہر جگہ ہے آب وہوا بدلنے کے لئے پہاڑ اور کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو، وہاں کی آب وہوا تو تندرستی کو مفید ہو۔ لیکن اولیاء کے مقامات کی آب وہوا ایمان کو مفید نہ ہو۔ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ سب کچھ ان کو یہاں ہی دے سکتا تھا۔ قرآن کریم میں ہے ھنالك دعا زكريا ربه معلوم ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو کر بچے کے لئے دعا کی یعنی ولیہ کے پاس دعا کرنا باعث قبول ہے۔ معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ جس درخت کے نیچے بیت الرضوان ہوئی تھی لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنا لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے اس کو کٹوا دیا تو قبور اولیاء کو زیارت گاہ بنانا فعل عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔

جواب:۔ یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا بلکہ وہ اصل درخت قدرتی طور پر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے اس کے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت شروع کر دی تھی۔ اس غلطی سے بچانے کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے درخت کو کٹوایا۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تبرکات کی زیارت کے مخالف ہوتے تو حضور علیہ السلام کے بال مبارک تہبند شریف اور قبر انور سب ہی تو زیارت گاہ بنی ہوئی تھیں۔ ان کو کیوں باقی رہنے دیا۔ مسلم جلد دوم کتاب الامارت باب بیان بیعت الرضوان۔ بخاری جلد دوم باب غزوہ الحدیبیہ میں ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان ابی ممن بایع رسول اللہ ﷺ عند الشجرة قال فانطلقنا فی قابل حاجین فخفی علینا مکانها۔

ترجمہ: میرے والد بھی ان میں سے ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے درخت کے پاس بیعت کی تھی انہوں نے فرمایا کہ ہم سال آئندہ حج کے لئے گئے۔ تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہو گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان بیعت الرضون تحت الشجر ۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری میں ہے۔

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناها فلم نقدر علیها۔

ترجمہ: پس جبکہ ہم سال آئندہ گئے تو اس کو بھول گئے اور اس کو پا نہ سکے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ۵۹۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصل درخت کٹوایا۔

marfat.com
Marfat.com

بحث کفنی یا الفی لکھنے کا بیان

اس بحث میں دو مسئلے ہیں اولاً تو قبر میں شجرہ یا غلاف کعبہ یا عہد نامہ یا دیگر تبرکات کا رکھنا۔ دوم مردے کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ یہ دونوں کام جائز اور احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے ثابت ہیں۔ مخالفین اس کے منکر ہیں۔ لہٰذا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں

قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے قرآن فرماتا ہے **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳۵) یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا **اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیراً** (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳) میری قمیص لے جا کر والد ماجد کے منہ پر ڈال دو وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشتا ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی۔ تو امید ہے کہ بزرگوں کا نام مردے کی عقل کھول دے اور جوابات یاد آ جائیں۔

مشکوٰۃ باب غسل المیت میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم زینب بنت رسول علیہ السلام کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی۔ ہم کو حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف دیا اور فرمایا کہ اس کو تم کفن کے اندر جسم میت سے متصل رکھ دو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے ماتحت لمعات میں ہے۔

ھذا الحدیث اصل فی التبرک باٰثار الصلحین ولباسھم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس القمصھم فی القبر۔

ترجمہ: یہ حدیث صالحین کی چیزوں اور ان کے کپڑوں سے برکت لینے کی اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین قبر میں مشائخ کے کرتے پہنا دیتے ہیں۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب غسل المیت فصل اول ج ۴ ص ۳۱۸ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور)

اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات شریف میں ہے دریں جا استحباب تبرک است بلباس صالحین وآثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانچہ قبل از موت نیز ہمچنیں بودہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے تبرکات سے بعد موت قبر میں بھی برکت لینا مستحب ہے جیسا کہ موت سے پہلے تھا یہ ہی شیخ عبد الحق دہلوی اخبار الاخیار میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہ کے احوال میں فرماتے ہیں۔

چوں وقت رحلت قریب تر آمد فرمودند کہ بعض ابیات و کلمات کہ مناسب معنی عفو

marfat.com

Marfat.com

واشعار اور کلمات جو کہ عفو وبخشش کے مناسب ہوں کسی کاغذ پر لکھ کر میرے کفن میں ساتھ رکھ دینا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است لیکن ایں را دو طریق است اول اینکہ بر سینہ مردہ درون کفن یا بالا۔ کفن گذارند ایں طریق را فقہاء منع مے کنند وطریق دوم ایں است کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگزار مذدوران کاغذ شجرہ رانہند۔

قبر میں شجرہ رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے لیکن اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ مردے کے سینہ پر کفن کے اوپر یا نیچے رکھیں اس کو فقہاء منع کرتے ہیں۔دوسرے یہ کہ مردے کے سر کی طرف قبر میں طاقچہ بنا کر شجرہ کا کاغذ اس میں رکھیں۔مشکوٰۃ باب غسل المیت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام عبداللہ ابن ابی کی قبر پر تشریف لائے جبکہ وہ قبر میں رکھا جاچکا تھا۔اس کو نکلوایا۔اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی۔بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ میں ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام تہبند شریف پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔کسی نے وہ تہبند شریف حضور سے مانگ لیا۔صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رد کرنا عادت کریمہ نہیں تم نے کیوں مانگ لیا۔انہوں نے کہا۔

واللہ ماسئلتہ لالبسھا انما سئلتہ لتکون کفنی قال سھل فکانت کفنہ۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے پہننے کے لئے نہیں لیا ہے میں نے تو اس لئے لیا ہے کہ یہ میرا کفن ہو سہل فرماتے ہیں کہ وہی اس کا کفن ہوا۔

(صحیح البخاری باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ ج ۱ ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۱۲۱۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۷۷ رقم الحدیث ۳۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۲۲۸۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ سیدنا علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کو حضور علیہ السلام نے اپنی قمیص میں کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹے پھر ان کو دفن کیا۔لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

انی البستھا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا ضغطۃ القبر۔

ترجمہ: قمیص تو اس لئے پہنائی کہ ان کو جنت کا لباس ملے اور ان کی قبر میں آرام اس لئے فرمایا کہ ان سے تنگی قبر دور ہو۔

(معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۲۷۸۔۲۷۹ رقم الحدیث ۲۸۸ مطبوعہ مکتبۃ دار مدینہ منورۃ)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الرجل واللہ ما سالتہ الا لتکون کفنی یوم اموت قال سھل فکان کفنہ۔ قال قتیبۃ کان سعد بن ابی وقاص۔

ترجمہ: اس آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے حضور ﷺ سے اپنے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے تا کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعی وہی چادر اس شخص کا کفن بنی تھی۔

امام قتیبہ المعروف امام الدینوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

(طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۵۹۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۱۷۰ رقم الحدیث ۶۲۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت انتقال وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضور علیہ السلام نے اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ اس قمیص پاک کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعله في فمي وعلى عيني ومواضع السجود مني۔

ترجمہ: اوران مبارک بالوں اور ناخنوں کو لواوران کو میرے منہ میں اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجدہ پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی حاشیۃ الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاکم نے مستدرک میں حمید ابن عبدالرحمٰن رواسی سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مشک تھا وصیت فرمائی مجھ کو اس سے خوشبو دینا اور فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خوشبو کا بچا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اسی پر قناعت کرتا ہوں۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ ریاض سعودی عرب)

زیادہ تحقیقات منظور ہو تو الحرف الحسن مصنفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مطالعہ کریں۔

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ خواہ انگلی سے لکھا جاوے یا کسی اور چیز سے۔ امام ترمذی حکیم ابن علی نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من كتب هذا الدعاء وجعله بين صدر الميت وكفنه في رقعة لم ينله عذاب القبر ولا يرى منكراً ونكيراً۔

ترجمہ: جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔

(نوادر الاصول ص ۲۱۷ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

فتاویٰ کبریٰ للمکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا۔

ان هذا الدعآء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يامره به ثم افتى بجواز كتابته قياساً على كتابة الله في نعم الزكوة۔

ترجمہ: اس دعا کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجیل اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوۃ کے اونٹوں پر اللہ لکھا جاتا ہے۔

(فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی باب الجنائز ج ۲ ص ۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وہ دعا یہ ہے لا اله الا الله والله اكبر لا اله الا الله وحده لا شريك له لا اله الا الله له الملك وله الحمد لا اله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم الحرف الحسن میں ترمذی سے نقل کیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا۔ جب بندے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لا کر ندا کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو یہ عہد نامہ دیا جاوے گا امام ترمذی نے فرمایا کہ وعن طاوس انه امر بهذا الكلمت فكتب في كفنه (الحرف الحسن ص ۱۳ مطبوعہ بریلی شریف) حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے حکم دیا تو ان کے کفن میں یہ کلمات لکھے گئے۔ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة المیت او علی عمامة او کفن عهد نامه یرجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر۔

ترجمہ: امام صفار نے فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا تو امید ہے کہ خدا میت کی بخشش فرمادے اور عذاب قبر سے امن دے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان ج ۶ ص ۳۷۹ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

درمختار جلد اول باب الشہید سے کچھ قبل ہے۔

کتب علی جبهة المیت او عمامة او کفن عهد نامه یرجی ان یغفر الله للمیت۔

ترجمہ: میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے۔

(درمختار باب صلوۃ الجنائز ج ا ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

درمختار میں اسی جگہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ کسی نے وصیت کی تھی کہ اس کے سینہ یا پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گزری؟ اس نے کہا کہ بعد دفن ملائکہ عذاب آئے مگر جب انہوں نے بسم اللہ لکھی ہوئی دیکھی تو کہا کہ تو عذاب الٰہی سے بچ گیا۔ فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الجنایات سے کچھ قبل ہے۔

وذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة المیت او علی عمامة او کفن عهد نامه یرجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر قال نصیر هذه روایة فی تجویز ذلك وقد روی انه کان مکتوباً علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق حبس فی سبیل الله۔

ترجمہ: اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ اس کی بخشش کردے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ لکھنا جائز ہے۔ اور مروی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ حبس فی سبیل اللہ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات فقہیہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ زیادہ تحقیق کے لئے الحرف الحسن یا فتاویٰ رضویہ شریف کا مطالعہ کرو۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا قبر میں رکھنا جائز ہو چند وجوہ سے۔ اولاً تو یہ کہ جب قبر کے اوپر سبز گھاس و پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہے اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا؟ دوم اس لئے کہ قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ کا نام اس کے کان میں پہنچ جاوے تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہ ہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جواب نکیرین یاد آنے کی امید ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اور حدیث لقنو اموتکم میں تلقین مطلق ہے ہر طرح درست ہے لکھ کر یا کہہ کر۔ تیسرے اس لئے کہ اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت ٹلتی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ الا بذکر الله تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری وروح البیان سورہ کہف زیر آیت ما یعلم الا قلیل اور تفسیر صاوی شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اصحاب کہف کے نام اتنی جگہ کام آتے ہیں گمی ہوئی چیز تلاش کرنا۔ جنگ کے وقت بھاگتے وقت آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو۔ بچہ کے رونے کے وقت لکھ کر گہوارے میں بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیئے جاویں۔ اور کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر لکڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کردی جاوے۔ اور بخار، دردسر کے لئے حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر لکھ کر باندھے مال کی حفاظت کے لئے

marfat.com

Marfat.com

دریا میں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے۔ (از الحروف الحسن و تفسیر خزائن العرفان و جمل) عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں۔ یملیخا، مکشلینا، مشلینا، مرنوش، وبرنوش، شاذنوش، مرطوش (روح البیان سورہ کہف آیت مایعلم الا قلیل (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۲) محدثین بھی اسناد صحیح نقل کر کے فرمادیتے ہیں لو قرء ت ھذہ الاسناد علی مجنون لبرء من جنتہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھی جائے تو اس کو آرام ہو جاوے اسناد میں کیا ہے بزرگان دین، راویان حدیث کے نام ہی تو ہیں۔ اصحاب بدر کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ تو زندگی میں تو ان بزرگوں کے نام فائدہ مند ہوں۔ اور بعد موت بے کار ہوں یہ نہیں ہوسکتا ضرور ان سے فائدہ ہوگا۔ لہٰذا میت کے لئے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جائے۔

دوسرا باب

کفنی لکھنے پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر حسب ذیل اعتراضات ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ وہ ہی پرانا سبق کہ کفنی (الفی) لکھنا بدعت ہے لہٰذا حرام ہے۔

جواب:۔ ہماری گزشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا کہ یہ بدعت نہیں۔ اس کی اصل ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی تحقیق۔

اعتراض (۲)......:۔ کفنی کو تلقین سمجھنا غلط ہے کیونکہ اگر مردہ ان پڑھ ہے تو سوالات کے وقت لکھا ہوا کیسے پڑھے گا۔

جواب:۔ بعد موت ہر شخص تحریر پڑھ سکتا ہے۔ جہالت اس عالم میں ہوسکتی ہے وہاں نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے (دیکھو شامی کتاب الکراہیت) حالانکہ بہت سے جنتی دنیا میں عربی سے ناواقف ہیں اسی طرح ہر مردے سے عربی میں ملائکہ سوال کرتے ہیں اور وہ عربی سمجھ لیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن عربی ہی میں سب سے عہد و پیمان لیا تو کیا مرنے کے بعد میت کو کسی مدرسہ میں عربی پڑھائی جاتی ہے؟ نہیں بلکہ خود بخود آجاتی ہے۔ قیامت کے دن سب کو نامہ اعمال لکھے ہوئے دیئے جائیں گے۔ اور جاہل و عالم سب ہی پڑھیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص عربی سمجھتا ہے اور لکھا ہوا پڑھ لیتا ہے لہٰذا یہ تحریر اس کے لئے مفید ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ علامہ شامی نے شامی جلد اول میں باب التشہد کے کچھ عرصہ قبل کفن پر لکھنے کو منع فرمایا۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ میں اس کو منع فرمایا کیونکہ جب میت پھولے پھٹے گی تو اس کے پیپ وخون میں یہ حروف خراب ہوں گے۔ اور ان کی بے ادبی ہوگی۔ لہٰذا یہ ناجائز ہے (مخالفین عام طور پر یہ ہی سوال کرتے ہیں)۔

جواب:۔ اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ قبر میں کسی قسم کی تحریر رکھنا جائز نہیں مگر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ روشنائی یا مٹی سے لکھ کر کفن میں رکھنا منع ہے اور اگر انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا یا کہ عہد نامہ قبر میں طاقچہ میں رکھ دیا تو جائز۔ اس میں حرفوں کی بے ادبی کا اندیشہ نہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض آپ کے لئے کافی نہیں۔ دوم یہ کہ علامہ شامی نے مطلقاً تحریر کو منع نہ فرمایا۔ اسی مقام پر خود فرماتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

نعم نقل عن بعض المحشين عن فوائد الشرجي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين۔

ترجمہ: بعض محققین نے فوائد الشرجی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی لکھ دیا جاوے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سینے پر لکھ دیا جاوے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور یہ تحریر غسل کے بعد کفن دینے سے پہلے ہو۔

(درمختار باب صلوۃ الجنائز ج ا ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

معلوم ہوا کہ تحریر کو مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ تیسرے یہ کہ علامہ شامی نے فتاویٰ بزازیہ سے فتویٰ جواز نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکابر حنیفہ جواز کے قائل ہیں اور فتاویٰ ابن حجر نے فتویٰ حرمت نقل کیا ابن حجر شافعی ہیں۔ تو کیا احناف کے حکم کے مقابل شوافع کے فتوے پر عمل ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ نیز فتویٰ حرمت صرف شیخ ابن حجر کا اپنا قول ہے کسی سے نقل نہیں فرماتے چوتھے یہ کہ میت کے پھولنے پھٹنے کا یقین نہیں بہت سی میتیں نہیں پھولتی پھٹتیں۔ تو صرف بے ادبی کے وہم سے مردہ کو فائدہ سے محروم رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ پانچویں یہ کہ ہم نے پہلے باب میں صحابہ کرام کے افعال نقل کئے کہ انہوں نے اپنے کفنوں میں حضور علیہ السلام کے تبرکات رکھنے کی وصیت کی۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف اپنی لخت جگر زینب بنت رسول اللہ کے کفن میں رکھوایا۔ حضرت طاؤس نے اپنے کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کی وصیت کی۔ کہیے کیا یہاں خون و پیپ میں لتھڑنے کا اندیشہ نہ تھا؟ یا کہ یہ چیزیں معظم نہ تھیں چھٹے یہ کہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ متبرک چیزوں کا نجاست میں ڈالنا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اچھی نیت سے پاک جگہ ضرور رکھے تو صرف احتمال تلوث سے وہ ناجائز نہیں ہوگا۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں آب زمزم نہایت متبرک پانی ہے اس سے استنجا کرنا حرام ہے مگر اس کا پینا جائز۔ آیات قرآنیہ لکھ کر دھو کر پینا مباح۔ حضور اقدس ﷺ کا پس خوردہ مبارک کھانا پینا جائز حلال۔ حالانکہ یہ پیٹ میں پہنچ کر مثانہ میں جاتے ہیں اور وہاں سے پیشاب بن کر خارج ہوں گے۔ پہلے باب میں ہم نقل کر چکے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ حبس فی سبیل اللہ حالانکہ وہاں لکھنے میں پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا احتمال قوی ہے گھوڑے نجس زمین پر بھی لوٹتے ہیں مگر اس کا اعتبار نہ ہوا۔ اسی دلیل سے امام نصیر اور امام صفار جو کہ احناف کے جلیل القدر امام ہیں اس تحریر کو جائز فرماتے ہیں۔ رہا شیخ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ فاروق اعظم کے گھوڑوں کی یہ تحریر امتیاز کے لئے تھی لہٰذا اس کا حکم اور ہو گیا یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی مقصد کے لئے ہو حروف تو وہ ہی ہیں نیت کے فرق سے حروف کا حکم نہیں بدلتا۔ غرضکہ یہ اعتراض محض لغو ہے۔ حدیث اور عمل صحابہ اور اقوال آئمہ کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد شافعی المذہب کا محض قیاس معتبر نہیں۔ ہاں کسی امام حنفی کا قول یا کہ صریح حدیث ممانعت پیش کرو۔ اور وہ تو نہ ملے گی۔ ساتویں یہ کہ علماء کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہیت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے، جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ تو ان اقوال میں قول استحباب قابل قبول ہے نہ کہ یہ قول کراہت کیونکہ بلا دلیل ہے۔

اعتراض (۴)......: عہد نامہ یا شجرہ قبر میں رکھنا اسراف ہے کیونکہ وہاں رہ کر کسی کے کام تو آوے گا نہیں برباد ہو جاوے گا۔ اور اسراف حرام ہے۔

جواب: چونکہ اس سے میت کو بہت سے فائدے ہیں اور میت کے کام آتا ہے لہٰذا بے کار نہیں تو اسراف بھی نہیں۔

اعتراض (۵)......: حضور علیہ السلام نے عبد اللہ ابن ابی منافق کو اس کے مرنے کے بعد اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں

marfat.com

Marfat.com

اپنا لعاب دہن ڈالا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ کفنی بے کار ہے۔ نیز پتہ لگا کہ حضور کو علم غیب نہیں۔ ورنہ آپ اس کو اپنا لعاب دہن ولباس نہ دیتے۔ نیز معلوم ہوا کہ نبی کے اجزائے بدن دوزخ میں جاسکتے ہیں۔ کیونکہ عبداللہ ابن ابی منافق دوزخی ہے اور اس کے منہ میں حضور کا لعاب۔ لہذا لعاب بھی وہاں ہی پہنچا۔

جواب:۔ اس واقعہ سے تو کفنی دینے کا ثبوت ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام نے منافق کو اپنی قمیص بطور کفنی ہی پہنائی تھی۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر یہ تبرکات فائدہ مند نہیں۔ ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ مومن میت کو کفنی مفید ہے نہ کہ کافر کو۔ حضور علیہ السلام کو عبداللہ ابن ابی کا منافق ہونا معلوم تھا کہ آپ ہی کے بتائے جانے سے ہم نے جانا ہے۔ یہ بھی خبر تھی کہ ایمان کے بغیر تبرکات مفید نہیں۔ کیونکہ یہ عقائد کا مسئلہ ہے جس کا علم نبی کو ضروری ہے۔ جب کسان بنجر و قابل پیداوار زمین کو پہچانتا ہے تو نبی ایمان کی زمین یعنی انسانی دلوں کو کیوں نہ جانیں۔ تین وجہ سے آپ نے اسے تبرکات دیئے۔

ایک تو اس کا بیٹا مخلص مومن تھا جس کی دلجوئی منظور تھی۔

دوسرے اس نے ایک بار حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تھی۔ آپ نے چاہا کہ میرے چچا پر اس کا احسان نہ رہ جائے۔

تیسرے اپنے رحمت عالم ہونے کا اظہار کیا تھا کہ ہم تو ہر ایک پر کرم فرمانے کو تیار ہیں کوئی فیض لے یا نہ لے۔ بادل ہر زمین پر برستا ہے مگر نالی وغیرہ گندی زمین اس سے فائدہ نہیں لیتی۔ نبی کے اجزائے بدن اسی حالت میں رہ کر دوزخ میں نہیں جاسکتے۔ ملائکہ نے وہ لعاب اس کے منہ میں جذب نہ ہونے دیا بلکہ نکال دیا ہوگا۔ کنعان ابن نوح کا دوزخ میں جانا شکل انسانی میں ہے یعنی وہ نطفہ جب کچھ اور بن گیا تب جہنم میں گیا۔ ورنہ حضرت طلحہ نے حضور کے فصد کا خون پیا تو فرمایا کہ تم پر آتش دوزخ حرام ہے۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

بحث بلند آواز سے ذکر کرنا

پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر وعشاء بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر بدعت ہے اصول حنفیہ کے خلاف ہے۔ اس سے نمازی لوگ نماز میں بھول جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ حرام ہے ذکر بالجہر جائز بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے لہٰذا اس بحث کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں

ذکر بالجہر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے قرآن فرماتا ہے **فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکـــرا** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۰۰) اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰) کفار مکہ حج سے فارغ ہو کر مجمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بیان کیا کرتے تھے اس کو منع فرمایا۔ اور اس کی جگہ ذکر اللہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بالجہر ہی ہوگا۔ اسی لئے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے خاصکر جماعتوں کے ملنے کے وقت۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا قریء القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۴)

معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت جائز ہے۔ ذکر بالجہر ہی سنا جاسکتا ہے نہ کہ ذکر خفی (تفسیر کبیر یہ ہی آیت) مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوة یقول بصوته الاعلی لآ اله الا اللہ وحده لا شریك له۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے لآ اله الا اللہ وحده لا شریك له۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوة رسول اللہ ﷺ بالتکبیر۔

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بوجہ صغر سنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اسی قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ان ابن عباس کان لم یحضر الجماعة لانه کان صغیرا ممن لا یواظب علی ذلک۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلاۃ الفصل الاول ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ان ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی ﷺ۔

ترجمہ: یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔

(صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوٰۃ ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و ان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم۔

ترجمہ: جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ (یعنی مجمع ملائکہ میں)

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۶۱ رقم الحدیث ۲۶۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۴ ص ۴۱۲ رقم الحدیث ۷۷۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۹۳۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

جامع صغیر میں ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا فی الجنازة قول لا اله الا اللہ۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لاالہ الا اللہ زیادہ کہا کرو۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہر طرح جائز ہے بلند آواز سے ہو یا خفیہ رسالہ اذکار مطبوعہ دہلی مصنفہ شیخ محمد تھانوی مولوی رشید احمد صاحب کے استاد حدیث صفحہ ۷۹ میں ہے۔

ان النبی ﷺ کان یجهر مع الصحابة بالاذکار والتهلیل والتسبیح بعد الصلوة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح و تہلیل بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(رسالہ اذکار مصنفہ شیخ محمد تھانوی ص ۷۹ مطبوعہ دہلی)

حاشیہ......☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت بآواز بلند می خواند۔

ترجمہ: اور یہ حدیث ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ حضور ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۱۹ مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا دلیل لما قاله بعض السلف انه یستحب الجهر بالتکبیر والذکر عقب المکتوبة وممن استحبه من المتاخرین ابن حزم الظاهری۔

ترجمہ: یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں ابن حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

تفسیر روح البیان پارہ۴ زیرِ آیت ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحنك فقنا عذاب النار (پارہ۴ سورہ۳ آیت نمبر۱۹۱) ہے۔

الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظهار الدین و وصول برکة الذکر الی السامعین فی الدور و البیوت ویوافق الذکر من سمع صوته ویشهد له یوم القیامة کل رطب ویابس سمع صوته۔

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریاء سے نہ ہوتا کہ دین کا اظہار ہو۔ ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے۔

(تفسیر روح البیان ج۳ ص۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ تفسیر خازن وروح البیان پارہ ۶ میں زیرِ آیت واتینا داود زبوراً ایک روایت نقل کی کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری قرأت سنی تم کو تو داؤدی آواز دی گئی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔

فقلت اما واللّٰہ لو علمت انك تسمع لحبرته حبیراً التحبیر حسن الصوت۔

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحب قرآن سن رہے ہیں ﷺ تو میں اور بھی آواز بنا کر پڑھتا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ کہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کرتے تھے کہ باہر آواز آتی تھی دوسرے یہ کہ ذکر اللہ تلاوت قرآن عبادت الٰہی ہے اور عین عبادت میں حضور علیہ السلام کو خوش کرنا صحابہ کرام کی تمنا تھی۔

حملتہ جرعی حومتہ الجندل اسجعی ۔۔۔ فانت بمرای من سعاد و مسمعی

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اکثروا ذکر اللّٰہ تعالی حتی یقولوا مجنون۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

(مسند احمد ج۳ ص۶۸ رقم الحدیث ۱۱۶۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج۳ ص۹۹ رقم الحدیث ۸۱۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابو یعلی ج۲ ص۵۲۱ رقم الحدیث ۱۳۷۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مستدرک للحاکم ج۱ ص۶۷۷ رقم الحدیث ۱۸۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج۱ ص۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج۱ ص۲۷ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اذکروا اللّٰہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤن۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔

(طبرانی کبیر ج۱۲ ص۱۶۹ رقم الحدیث ۱۲۷۸۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (شعب الایمان ج۱ ص۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ج۱۰ ص۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام یوسف بن الزکی عبد الرحمن مزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عباد یعقوب الرواجنی رایت الحسین بن زید بن علی یجهر ببسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: ابن عباد یعقوب الرواجنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسین بن زید بن علی رحمہم اللہ کو بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(تھذیب الکمال ج۶ ص۳۷۷ برقم ۱۳۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل میں روایت ہے کہ ایک شب حضور علیہ السلام اپنے جانثار صحابہ کرام کا امتحان لینے کے لئے تشریف لے گئے کہ ان کے رات کے مشاغل کو ملاحظہ فرمائیں۔ ملاحظہ فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو پست آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوب بلند آواز سے صبح کو ان صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو صدیق نے عرض کیا کہ اسمعت من فاجیت منہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ جس کو سنانا منظور تھا اس کو میں نے سنا دیا یعنی رب کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطن سوتوں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ دونوں جواب مبارک ہیں کسی پر ناراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا صدیق تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور فاروق تم کچھ پست کرو۔ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص ۱۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب السماء اللہ تعالیٰ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ عشاء کے وقت مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ یہ ریاکار ہے فرمایا بل مومن منیب نہیں بلکہ توبہ کرنے والا مومن ہے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب السماء اللہ تعالیٰ الفصل الثالث ص ۲۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

عالمگیری کتاب الکراھیۃ باب چہارم فی الصلوٰۃ والتسبیح وقرءۃ القرآن میں ہے۔

قاض عندہ جمع عظیم یرفعون اصواتھم بالتسبیح والتھلیل جملۃ لاباس بہ۔

حاشیہ......☆

امام محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا بن احمد بن عبد الحمید ابو ثنا اسحاق بن منصور السلولی ثنا محمد بن مسلم الطائفی عن عمرو بن دینار عن جابر ثم ان رجلا کان یرفع صوتہ بالذکر فقال رجل لو ان ھذا خفض من صوتہ فقال رسول اللہ ﷺ فانہ اواہ قال فمات فرای رجل نارا فی قبرہ فاتاہ فاذا رسول اللہ ﷺ فیہ وھو یقول ھلموا الی صاحبکم فاذا ھو الرجل الذی کان یرفع صوتہ بالذکر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ایک آدمی نے کہا اگر یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر ہوتا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص انتقال کر گیا۔ پس ایک شخص اس کی قبر میں روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا۔ حضور ﷺ وہاں (پہلے سے) موجود تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کرتا تھا۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۱۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار للطحاوی باب الدفن باللیل ج ۱ ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۵۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

یقول ناولونی الی صاحبکم فاذا ھو الرجل الذی کان یرفع صوتہ بالذکر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنا ساتھی پکڑاؤ۔ جو بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتا تھا۔

(سنن ابوداؤد باب فی الدفن باللیل ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۷۴۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا خوش نصیب صحابی رسول حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مسند احمد ج ۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ جن کے الفاظ ہیں قال لرجل یقال لہ ذو البجادین انہ اواہ۔

marfat.com

Marfat.com

کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہو اور وہ سب مل کر بلند آواز سے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہیں تو اس میں حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری میں اسی جگہ ہے۔

الافضل فی قراءۃ القران خارج الصلوٰۃ الجهر۔

ترجمہ: نماز کے علاوہ بہتر ہے کہ قرآن بلند آواز سے پڑھے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری یہ ہی مقام اما التسبیح والتهلیل لاباس بذالك وان رفع صوته سبحان الله یا لا اله الا الله کہنے میں حرج نہیں۔ اگرچہ بلند آواز سے کہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے۔

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد الا ان تشوش جهرهم علی نائم اومصل او قاری۔

ترجمہ: متقدمین اور متاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔

(ردالمحتار ج ا ص ۴۴۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الغافلین فیجمع همه الی الذکر ویصرف سمعه الیه ویطرد النوم ویدیز النشاط۔

ترجمہ: بعض اہل علم نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ غافلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اور ان کے کانوں کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا ہے خوشی بڑھاتا ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۴۴۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

درمختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق میں ہے۔

ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ۔

ترجمہ: بقر عید کے دس دنوں میں عام مسلمانوں کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کہنے سے نہ روکو۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(الدر المختار علی حاشیہ کشف الاستار ص ۱۱۷ المطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

غالباً اس زمانہ میں عوام عید کے دنوں میں بازاروں میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوں گے۔ یہ اگرچہ بدعت ہے مگر فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو۔

اسی عبارت کے ماتحت شامی میں ہے۔

قیل لابی حنیفة ینبغی لاهل الکوفة وغیرها ان یکبروا ایام العشر فی الاسواق والمسجد قال نعم الفقیه ابو جعفر والذی عندی انه لاینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتهم فی الخیر وبه ناخذفا فادان فعله اولی۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوفہ وغیرہ کے لوگوں کو یہ مستحب ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں اور مسجدوں میں تکبیر کہیں فرمایا کہ ہاں امام ابوجعفر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عوام کو اس تکبیر سے نہ روکا جاوے کیونکہ وہ پہلے ہی کار خیر میں کم

marfat.com

Marfat.com

رغبت رکھتے ہیں اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق ج ۱ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بازاروں کی تکبیریں مستحب ہیں۔

کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے۔

یستحب لقاری الحدیث وغیرہ ممن فی معناہ اذا ذکر رسول اللہ ان یرفع صوتہ بالصلوٰۃ علیہ والتسلیم بہ وقد نص العلماء من اصحابنا وغیرھم علی انہ یستحب ان یرفع صوتہ بالصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ فی التلبیۃ۔

ترجمہ: یعنی حدیث شریف پڑھنے والوں وغیرہم کو چاہیے کہ جب حضور ﷺ کا ذکر ہو تو بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں حضور ﷺ پر بلند آواز سے درود پڑھے۔

(کتاب الاذکار للنووی باب صفۃ الصلاۃ علی رسول اللہ ص ۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ السیفیۃ پشاور)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث وفقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اس پر کفایت کی جاتی ہے بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی اس میں ہم سے متفق ہیں چنانچہ فتاوٰی رشیدیہ جلد سوم کتاب الحظر اباحت صفحہ ۱۰۴ میں ایک سوال وجواب ہے سوال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اور دعا بالجہر اور درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین ودیگر فقہاء محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے۔ والسلام ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ رشید احمد۔

مصرع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب تو کسی دیوبندی وہابی کو حق نہیں کہ کسی سنی مسلمان کو بلند آواز ذکر سے روکے۔ کیونکہ اس کے بلا کراہت جواز پر رجسٹری ہو چکی۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو اس لئے کہ قاعدہ شریعت ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ اسی لئے سردی میں وضو کرنا۔ اندھیری رات میں مسجدوں میں جماعت کے لئے آنا دور سے مسجد میں آنا زیادہ ثواب کا باعث ہے (دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ) اور ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہٰذا یہ افضل ہے۔ دوسرے اس لئے کہ مشکوٰۃ کتاب الاذان میں ہے کہ جہاں تک موذن کی آواز جاتی ہے۔ وہاں تک کے تمام درخت، پتے گھاس جن وانس قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی اس فائدے کی امید ہے۔ تیسرے اس لئے کہ خفی ذکر کا فائدہ صرف ذاکر کو ہے مگر ذکر بالجہر کا فائدہ ذاکر کو بھی کہ کلمہ وغیرہ کی ضرب سے دل بیدار ہوتا ہے اور سامعین کو بھی کہ ممکن ہے کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں تو بھی سننا ثواب ہے اور لازم سے متعدی اچھا۔ چوتھے اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ ابھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نقل کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا اطرد الشیطن جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر سے نیند اور کسل وسستی دور ہوتی ہے۔ ذکر خفی میں اکثر نیند بھی آجاتی ہے مگر یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے کہ جب ریاکاری کے لئے نہ ہو اگر ریا کے لئے ہے تو ریا کی نیت سے مراقبہ کرنا، نماز پڑھنا بھی گناہ کا موجب ہے۔ حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اس پر عامل ہیں۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاء ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ہیں ان کا اس پر عمل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں — انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

ہر دو حضرات خدا کے پیارے ہیں۔ نقشبندی حضرات تو خلوت میں جلوت کرتے ہیں اور باقی حضرات جلوت میں خلوت مگر کـــلا وعـد اللہ الـحـسـنـی (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۵) اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا مگر ان کا یہ اختلاف حلت وحرمت میں نہیں۔ اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔ نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں نہ جہر والے خفی والوں کو یہ ساری گفتگو ان دیو بندیوں وغیرہ سے ہے جو کہ جہر پر فتویٰ حرمت لگاتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس فرمان کے قربان کہ نہ ایں کا میکنم ونہ انکار میکنم ، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دوسرا باب

ذکر بالجہر پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر مخالفین دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں نقلی اور عقلی ہم اولاً نقلی اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔

واذ کر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ و ذون الجھر من القول بالغدو والاصال۔

ترجمہ: اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکلے صبح وشام۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی دل ہی میں چاہیے بلند آواز سے منع ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں ذکر بحالت نماز مراد ہے یعنی اخفا کی نمازوں میں قرأت یا مقتدی ہر نماز میں یا التحیات وغیرہ دل میں پڑھے یا امام قدر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فمن ام فی صلوۃ الجھر ینبغی لہ ان لایجھر جھراً شدیداً بل یقتصر علی قدر ما یسمعہ من خلفہ قال فی الکشف لا یجھر فوق حاجۃ الناس والا فھو مسئی۔

ترجمہ: جو شخص جہری نماز میں امامت کرے وہ بہت آواز سے قرأت نہ کرے بلکہ اس قدر پر کفایت کرے کہ پیچھے والے سن لیں۔ کشف میں فرمایا کہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ چیخے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

والمراد منہ ان یقع ذلک الذکر حیث یکون متوسطاً بین الجھر والمخافۃ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تجھر۔

یعنی مراد یہ ہے کہ جہر واخفاء کے درمیان ذکر اللہ چاہیے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس یعنی بالذکر القرآن فی الصلوٰۃ یرید اقرء سراً فی نفسک۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نماز میں تلاوت قرآن ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

مقصد یہ ہے کہ دل میں قرأت کرو خود قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کی یوں تفسیر فرمائی۔

ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا۔

ترجمہ: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ ڈھونڈو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۱۱۰)

اور ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالقرآن سب پر مقدم ہے دوسرے یہ کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ذکر محض قولی نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ قلب بھی شامل ہو کہ اس کے بغیر ذکر بے کار ہے خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل المراد بالذكر في النفس ان يستحضر في قلبه عظمة المذكور جل جلاله۔

ترجمہ: کہا گیا کہ دل میں ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ قلب میں خدائے قدوس کی عظمت موجود ہو۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی خازن میں ہے۔

واذا كان الذكر باللسان عاريا عن ذكر القلب كان عديم الفائدة لان فائدة الذكر حضور القلب واستشعاره عظمة المذكور جل جلاله۔

ترجمہ: یعنی جبکہ زبانی ذکر قلبی ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ذکر کا فائدہ تو دل کا حاضر کرنا اور خدائے تعالیٰ کی عظمت کا دل میں لانا ہے۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر قلبی ذکر بالجہر سے بہتر ہے یعنی یہ امر استحبابی ہے اور استحباب بھی ہر وقت اور ہر حیثیت سے نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے۔ اسی لئے یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ **واذا قرء القرآن فاستمعوا له** تو دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی کبھی بالجہر چاہیے اور کبھی آہستہ۔ جب بالجہر ہو تو خاموشی سے سنو۔ اور جب آہستہ ہو تو اس میں غور و فکر کرو۔ اگر جہر میں خوف ریا ہے تو سکوت بہتر اور اگر یہ مقصود ہو کہ شیطان دفع ہو قلب بیدار ہو۔ اور سونے والے جاگ جاویں اور تمام چیزیں قیامت کے دن ذاکر کے ایمان کی گواہی دیں تو جہر بہتر ہے۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واذكر ربك في نفسك وهو الذكر بالكلام الخفي فان الاخفآء ادخل في الاخلاص و اقرب من الاجابة وهذا الذكر يعم الاذكار كلها من القرءة والدعاء وغيرها۔

ترجمہ: اس سے مراد ہے ذکر خفی کیونکہ اخفا کو اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور یہ قبولیت سے زیادہ قریب ہے اور یہ ذکر تمام ذکروں اور قراءت اور دعاؤں کو شامل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تاذى المصلون او النائمون والجهر افضل في غير ذلك لان العمل فيه اكثر و لان فائدته تتعدى الى السامعين ولانه يوقظ قلب الذاكر ويجمع همه ويصرف سمعه اليه۔

ترجمہ: آہستہ ذکر وہاں افضل ہے جہاں کہ ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو ایذا ہو اور اس کے علاوہ دیگر مقام میں ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس لئے کہ یہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے

marfat.com

Marfat.com

خیالات کو جمع کرتا ہے اور ذاکر کی طرف کانوں کو متوجہ کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۲)......:۔

ادعو ربکم تضرعا و خفیة انه لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو بے شک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر خدا کو نا پسند ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ اس آیت میں دعا کا ذکر ہے نہ کہ ہر ذکر الٰہی کا اور واقعی دعا خفیہ ہی کرنا افضل ہے تا کہ اخلاص تام ہو۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای متضرعین متذللین مخفیین الدعاء لیکون اقرب الی الاجابة لکون الاخفاء دلیل الاخلاص والا حتراز عن الریاء۔

ترجمہ: یعنی زاری اور عاجزی کرتے ہوئے دعا کو خفیہ کرتے ہوئے دعا کرو تا کہ قبولیت سے قریب ہو کیونکہ چپکے سے دعا کرنا اخلاص کی اور ریا سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

وقیل المراد به حقیقة الدعاء وهو الصحیح لان الدعآء هو السوال و الطلب وهو نوع من العبادة۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حقیقتاً دعا ہے اور یہ ہی صحیح ہے کیونکہ دعا سوال اور طلب ہے اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والادب فی الدعآء ان یکون خفیا لهذه الایة قال الحسن دعوة السرو دعوة العلانیة سبعون ضعفاً۔

ترجمہ: دعا کا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ ہو۔ اسی آیت کی وجہ سے حسن نے فرمایا کہ خفیہ ایک دعا اور علانیہ ستر دعائیں برابر ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یا یہ مراد ہے کہ بعض حالات میں ذکر الٰہی خفیہ طور پر بہتر ہے یعنی ادعوا سے مراد ہر ذکر الٰہی ہے اور یہ امر استحبابی ہے اور وہ بھی بعض اوقات کے لحاظ سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فذهب بعضهم الی ان اخفاء الطاعات و العبادات افضل من اظهارها لهذا الایة ولکونها ابعد من الریاء وذهب بعضهم الی ان اظهارها افضل لیقتدی به الغیر فیعمل مثل عمله و ذهب بعضهم الی ان اظهار العبادات المفروضة افضل من اخفاء ها۔

ترجمہ: بعض مفسرین ادھر گئے ہیں کہ عبادتوں کو خفیہ کرنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے اسی آیت کی وجہ سے اور اس لئے کہ یہ ریا سے زیادہ دور ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اظہار افضل ہے تا کہ دوسرے بھی اس کی پیروی کر کے عبادت کریں اور بعض فرماتے ہیں کہ فرضی عبادات کا اظہار اخفاء سے بہتر ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اعتراض (۳)......:۔

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار جب مجھے پکارے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے دل کے خیالات اور آہستہ بات کو سنتا ہے پھر بلند آواز سے پکارنا بے کار ہے۔

جواب:۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خیال کو باطل فرمایا گیا جو ذکر بالجہر یہ سمجھ کر کریں کہ خدا ہم سے دور ہے بغیر بلند آواز کے وہ ہماری سنتا نہیں یہ خیال محض جہالت ہے ذکر بالجہر تو غافل قالب کو جگانے کے لئے ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وسبب نزوله ما روی ان اعرابیاً قال لرسول الله ﷺ اقریب ربنا فتناجیه ام بعید فتنادیه فقال تعالی۔

ترجمہ: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بدوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے تا کہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اس کو پکاریں اس پر رب نے فرمایا۔

(تفسیر روح البیان ج ا ص ۳۶۹۔۳۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو دور سمجھ کر پکارنا برا ہے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ غزوہ خیبر کے موقع پر اتری جبکہ لوگ نعرہ تکبیر لگانا چاہتے تھے اور حضور علیہ السلام کا منشاء تھا کہ ہم خفیہ طور پر وہاں پہنچ جاویں کہ کفار کو خبر نہ ہو چنانچہ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابو موسی الاشعری لما توجه رسول الله علیه السلام الی خیبر اشرف الناس علی وادفر فعوا اصواتهم بالتکبیر فقال علیه السلام اربعوا علی انفسکم لاتدعون اصم ولا غائبا۔

ترجمہ: جبکہ حضور علیہ السلام خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کسی اونچے جنگل پر چڑھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو۔

(تفسیر روح البیان ج ا ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت۔

هذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال الغفلات الجهر بقلع الخواطر۔

ترجمہ: یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہے اور غافل لوگوں کے حال کے لائق ذکر بالجہر ہے برے خیالات کو دفع کرنے کے لئے۔

(تفسیر روح البیان ج ا ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۴)......:۔

مشکوۃ کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید میں ہے۔

فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال رسول الله علیه السلام یایها الناس اربعوا علی انفسکم انکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا وهو معکم والذی تدعونه اقرب الی احدکم من عنق راحلته۔

ترجمہ: باآواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع و بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے بمقابلہ تمہاری سواریوں کی گردنوں

marfat.com
Marfat.com

کے زیادہ قریب ہے۔

(مشکوۃ المصابح کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر منع ہے۔اور حضور علیہ السلام کی ناخوشی کا باعث ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب ضمناً سوال نمبر ۲ کے ماتحت گزر چکا کہ یہ حدیث ایک سفر جہاد کے موقع کی ہے اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا لشکر بغیر اطلاع خیبر میں داخل ہو جاوے تاکہ کفار خیبر جنگ کی تیاری نہ کرسکیں۔بعض لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی چونکہ موقع کے خلاف تھا لہٰذا روک دیا گیا۔اسی حدیث کی ابتدا اس طرح ہے کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فجعل الناس یجھرون الخ ہم ایک سفر میں تھے کہ لوگ باواز بلند تکبیر کہنے لگے۔یا یہ کہ مسلمانوں پر آسانی کے لئے بطور مشورہ یہ فرمایا گیا کہ تم سفر کی مشقت میں ہو پھر چیخنے کی مشقت بھی اٹھاتے ہو۔اس کی کیا ضرورت ہے۔لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فیہ اشارۃ الی ان المنع من الجھر للتیسیر و الارفاق لالکون الجھر غیر مشروع۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہر سے ممانعت محض آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے۔

(لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوۃ المصابح کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے دریں اشارات است کہ منع از جہر برائے آسانی ونرمی است نہ از جہت نامشروعیت ذکر جہر وحق آنست ذکر جہر مشروع است بے شبہ مگر بعارض ایں را در رسالہ اوراد اثبات نمودیم۔اس حدیث میں ادھر اشارہ ہے کہ جہر سے ممانعت نرمی اور آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے اور حق یہ ہے کہ جہر بلاشبہ مشروع ہے لیکن کسی وجہ سے اور ہم نے اس کا ثبوت رسالہ اوراد میں دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۵).......:۔ہدایہ جلد اول فصل فی تکبیرات التشریق میں ہے۔

واخذ بقول ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجھر بالتکبیر بدعۃ۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول لیا کم کو لینے کے لئے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

اور بدعت میں کمی بہتر ہے ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نویں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک ہر نماز فرض کے تکبیر تشریق کہنا چاہیے۔اور صاحبین کے نزدیک نویں کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک امام صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبیر بالجہر بدعت ہے اور بدعت میں کمی بہتر۔اس لئے صرف دو دن تکبیر کہو۔جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔اسی ہدایہ میں اسی فصل تکبیرات التشریق میں ہے۔

ولان الجھر بالتکبیر خلاف السنۃ والشرع و ردبہ عند استجماع ھذہ الشرائط۔

ترجمہ: اور اس لئے کہ تکبیر بالجہر خلاف سنت ہے اور اس کا حکم ان شرائط کے جمع ہونے کی صورت میں ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

جواب:۔ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس تکبیر تشریق کے وجوب میں ہے نہ کہ جواز میں یعنی امام صاحب تو صرف دو دن ضروری کہتے ہیں اور صاحبین پانچ دن۔امام صاحب اس کو بدعت یا خلاف سنت کہہ کر وجوب کا انکار فرماتے ہیں ہم اسی بحث کے پہلے باب میں شامی سے نقل کر چکے ہیں کہ خود امام صاحب نے اہل کوفہ کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کی اجازت دی۔کہیے اس بدعت کی اجازت کیوں دی؟ شامی باب صلوٰۃ العیدین میں عید الفطر کی بحث میں فرماتے ہیں۔

والخلاف فی الافضلیۃ اما الکراھۃ فمنتفیۃ عن الطرفین۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: یعنی اختلاف محض افضلیت میں ہے۔ لیکن کراہت وہ کسی طرف نہیں ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی شامی میں اسی جگہ ہے۔

التکبیر بالجهر فی غیر ایام التشریق لایسن الا بازاء العدوا واللصوص وقاس علیه بعضهم الحریق و المخارف کلها زاد القهستانی او علا شرفا۔

ترجمہ: ایام تشریق کے علاوہ اور دنوں میں نعرہ تکبیر سنت نہیں۔ مگر دشمن یا چوروں کے مقابلہ میں اور اس پر بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے کہ آگ لگنے اور تمام خوفناک چیزوں اور قہستانی نے زیادہ کیا ہے کہ بلندی پر چڑھنے کے وقت۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار باب العیدین میں ہے۔

وهذ للخواص اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا۔

ترجمہ: یہ احکام خواص کے لئے ہیں عوام کو نہ تو تکبیر سے روکو نہ نفل سے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی بحث میں ہے لافی البیت ای لایسن والا فهو ذکر مشروع (ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) غرضکہ ثابت ہوا کہ ہدایہ کی یہ تمام گفتگو سنت ہونے میں۔ نیز تکبیر تشریق میں یہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ یہ ہی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔ اور اگر ان آیات و احادیث کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو مخالفین کے بھی یہ خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض ذکر اللہ وہ بھی بلند آواز سے کرتے ہیں۔ جیسے اذان۔ بقرعید کے موقع پر تکبیر تشریق حج میں تلبیہ جلسوں کے موقعوں پر نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد وغیرہ کیونکہ ان کے یہ دلائل تو ذکر بالجہر کو مطلقاً منع کر رہے ہیں اور حدیث احاد کی وجہ سے قرآنی آیات میں قید لگانا جائز نہیں لہٰذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ ان موقعوں پر ذکر بالجہر حدیث میں آ گیا لہٰذا جائز ہے کیونکہ قرآنی آیات میں حدیث سے پابندی لگانا کہاں جائز ہے۔

اعتراض (۶)......:۔ فتاویٰ بزازیہ صفحہ ۳۷۸ میں ہے۔

عن فتاوی القاضی انه حرام لما صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة عن المسجد یهللون ویصلون علی النبی ﷺ جهرا وقال لهم ما اراکم الا مبتدعین۔

ترجمہ: قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا کہ جہر سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اسی لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر)

دیکھو بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنا حرام ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان ذاکرین اور درود خوانوں کو بدعتی فرمایا بلکہ انہیں مسجد سے نکال دیا افسوس کہ آج ذکر بالجہر نہ کرنے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ہے انقلاب زمانہ ایمان کفر بن گیا اور کفر ایمان۔ (راہ سنت)۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی بدعتی ہوئے اور حرام کے مرتکب کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

تمہارے دینی سیاسی جلسے ہوتے ہیں تقریروں کے دوران نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد۔ دن رات مسجدوں میں ہوتے ہیں نہ تم ان بالجہر ذکروں پر فتوے لگاتے ہو نہ انہیں روکتے ہو کیا مسجد میں صرف درود شریف آواز سے پڑھنا حرام ہے۔ باقی تمہارے جلسے نعرے سب جائز۔ جواب تحقیق وہ ہے جو یہاں اسی جگہ فتاویٰ بزازیہ اور فتاویٰ شامی نے دیا ہے، جسے آپ نے نقل نہ فرمایا اگر آپ پوری عبارت نقل کر لیتے تو اسی کا جواب ان کتابوں سے مل جاتا۔ سنو اسی جگہ شامی میں ہے۔

واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبة والجمعة والحج وقد حررت المسئلة فی الخیریة وحمل ما فی فتاوی القاضی علی جهر المضر۔

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاویٰ خیریہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو فتاویٰ قاضی میں ہے اس سے مراد نقصان دہ جہر ہے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۰)

معلوم ہوا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بدعتی فرمایا جو جماعت اول کے وقت جبکہ لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے یہ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے لوگوں کی نماز میں حرج واقع ہوتا تھا یا کوئی اور دینی ضرر تھا۔ خلاصہ یہ کہ نقصان دہ جہر ممنوع ہے۔ اب ذرا فتاویٰ بزازیہ کو بھی دیکھ لو اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نقل فرما کر ایک اعتراض مع جواب فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ فتاویٰ میں تو یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی کو نہ روکو اگر چہ وہ مسجد ہی میں کرتے ہوں تا کہ اسی آیۃ کے خلاف نہ ہو جاوے۔ من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر الخ (پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تمہارے ان فتاویٰ کے خلاف ہے اس کے جواب میں عبارت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ بھی ہے۔

الاخراج عن المسجد یجوز ان یکون لاعتقاد هم العبادة فیه ولیعلم الناس بانه بدعة والفعل جائز والجائز یجوز ان یکون غیر جائز لعرض یلحقه۔

ترجمہ: آپ کا انہیں مسجد سے نکالنا ممکن ہے اس لئے ہو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جہر بھی عبادت ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہو کہ یہ عقیدہ بدعت ہے اور جائز کام کبھی کسی عارضی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی فتاویٰ میں اسی جگہ ہے۔

واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبة والحج۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۰)

مخالفین کے عقلی اعتراضات صرف تین ہیں اولاً یہ کہ خدا ہے پھر زور سے چیخنا کیوں؟ جواب گزر چکا کہ یہ آواز بلند کرنا خدا تعالیٰ کے سنانے کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے ہے۔ جیسے اذان وغیرہ زور سے دی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ درود صلی اللہ علیک وسلم یارسول اللہ حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا ناجائز ہے اس کا جواب اسی کتاب میں اور مقام پر گزر گیا کہ دعا میں نقل خاص کی ضرورت نہیں بلکہ جو ناجائز کی حد میں نہ آوے وہ جائز ہے اور اس کی پوری تحقیق کہ کون سا درود پاک افضل ہے ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ تیسرے یہ کہ بعد نماز بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہٰذا ناجائز ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ اعتراض دعویٰ کے مطابق نہیں کیونکہ تم کہتے ہو ذکر بالجہر بالکل منع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نمازی کو اس سے تکلیف ہو تو منع ورنہ جائز تو اگر کسی وقت کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ تب جائز ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ یہاں

marfat.com

Marfat.com

پنجاب میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد نماز فجر کچھ توقف کر کے اور عشاء کی سنتوں اور وتر سے فارغ ہو کر یہ درود پڑھا جاتا ہے اور اس وقت سب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں احادیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بعد نماز بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ نیز آج بھی بعض مسجدوں میں قرآن کے مدرسے ہیں جہاں کے طلباء بعد نماز ظہر وعشاء چیخ کر قرآن یاد کرتے ہیں۔ بعض مسجدوں میں بعد نماز عشاء دینی جلسے ہوتے ہیں جن میں نعرے بھی لگتے ہیں تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ بقر عید کے زمانہ میں جماعت فرض کے بعد فوراً ہی سب لوگ باواز بلند تین بار تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ کہیے ان ذکروں سے نمازی کا دھیان بٹتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جائز ہیں یا منع؟ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے۔ اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منع ہے نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر وتلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہٰذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنے والو! واعظو! تم سب خاموش ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ مساجد میں زیادہ اہتمام جماعت اول کا ہوتا ہے جس پر بہت سے شرعی مسئلے متفرع ہیں۔ مکہ معظمہ میں صرف جماعت اولیٰ کے لئے طواف بند ہوتا ہے۔ جہاں یہ جماعت ختم ہوئی طواف شروع ہوا۔ اور طواف دعاؤں کا اس قدر شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کہیے وہاں اس ذکر بالجہر کا کیا حکم ہے؟ کیا نماز میں خلل کی وجہ سے طواف بند کراؤ گے۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

بحث اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا

بعض لوگ جو کہ فاتحہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے مرغے وغیرہ پالتے ہیں۔اور ان کو فربہ کرتے ہیں۔تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔چونکہ وہ جانور اس کی نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں۔گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔جیسے کہ ولیمہ کا جانور مگر مخالفین اس کام کو حرام۔اس گوشت کو مردار۔اور فاعل کو مرتد و مشرک کہتے ہیں۔اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔پہلے باب میں اس کے جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

اس کے جواز کے ثبوت میں

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔اسی طرح اگر مسلمان دیدہ دانستہ بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے (مثلاً بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے کہہ دے یا غوث اور ذبحہ کر دے) تو حرام ہے خیال رہے کہ اس حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا مردار ہو گیا۔اگر مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کر دیا حلال ہے۔اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح اللہ کے نام پر ہوا ہے حلال ہے اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت اور نام لیا گیا وہ مردار اسی کو قرآن نے فرمایا **وما اهل به لغير الله** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳) وہ جانور بھی حرام ہے جو کہ غیر خدا کے نام پر پکارا گیا۔یہاں پکارنے سے مراد بوقت ذبح پکارنا ہے۔چنانچہ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت **وما اهل به لغير الله** کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

يعني ما اهل للطواغيت كلها۔

ترجمہ: اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۴۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

نیز یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

وما اهل به لغير الله ما ذبح لآلهتهم۔

ترجمہ: وما اهل به لغير الله کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام ذبح کیا کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰ رقم الحدیث ۵۶۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر میں ہے۔

وما اهل به لغير الله ما ذبح لغير اسم الله عمداً للاصنام۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(تنویر المقباس ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ای رفع الصوت لغیر اللہ بہ کقولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ۔

ترجمہ: یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کے وقت کہتے تھے۔ اللات والعزی۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ بان ذبح علی اسم غیرہ اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳)

یعنی ما ذکر علی ذبحہ غیر اسم اللہ وذلک ان العرب فی الجاھلیۃ کانوا یذکرون اسماء اصنامھم عند الذبح فحرم اللہ ذلک بھذہ الایۃ وبقولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے۔ جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت ولا تاکلوا سے حرام فرمایا۔

تفسیر کبیر یہ ہی آیت۔

الذبح باسم اللات والعزی فحرم اللہ تعالیٰ ذلک۔

ترجمہ: اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بسم اللہ اللات والعزی اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناہ ما ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل اللات والعزی واسماء الانبیآء۔

ترجمہ: آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور وہ وہ ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ ای رفع بہ الصوت للصنم وذلک قول اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزی۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ذبح کیا جاوے پس اس پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ یعنی اس پر بت کی آواز دی گئی ہو۔ اور یہ جاہلیت والوں کا یہ کہنا تھا کہ بسم اللہ اللات والعزی۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

تفسیر لباب التاویل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت واصل الابلال رفع الصوت وذلک انھم کانوا یرفعون اصواتھم بذکر الھتھم اذا ذبحوھا۔

(تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر علامہ ابو السعود میں ہے۔

ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔

(تفسیر ابو سعود ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ماتحت ہے وآنچہ آواز برآوردہ شود بغیر اللہ از برائے غیر خدا بداں در وقت ذبحہ آں یعنی بنام بتاں بکشند۔

marfat.com

Marfat.com

ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت ما اھل میں اھل سے مراد ہے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا۔لہٰذا جانور کی زندگی میں کسی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں۔اب ہم فقہاء کی عبارات بھی پیش کرتے ہیں۔تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت وما اھل بہ لغیر اللہ کے ماتحت ہے۔

ومن ھھنا علم ان البقرة المنذورة للاولیآء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح وان کانوا ینذ رونھا۔

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔

اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خاص فیصلہ فرمادیا نام لے کر اور اس کتاب کے مصنف مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب وعجم کے علماء کے استاذ ہیں اور تمام دیوبندی بھی ان کو مانتے ہیں۔شامی باب الذبح میں ہے۔

اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حلت وحرمت کا دارومدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صاف معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے کی نیت یا نام بالکل معتبر نہیں۔

عالمگیری باب الذبح میں ہے۔

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم اوبکافر لالھتم توکل لانہ سمی اللہ تعالی ویکرہ للمسلم کذا فی التتارخانیہ ناقلا عن جامع الفتاوی۔

مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جوان کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی ان بتوں کے لئے تھی۔ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔اسی طرح تتارخانیہ میں جامع الفتاوی سے نقل کیا۔دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرنا دونوں فاسد۔مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے۔لہٰذا جانور حلال ہے۔کہیئے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام۔الحمد للہ بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

اولیاء اللہ کے جانور کے متعلق اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......:۔اس آیت ما اھل بہ لغیر اللہ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳) میں کلمہ اھل ہلال سے مشتق ہے اور اہلال کے معنی لغت میں ذبح کے نہیں بلکہ مطلقاً پکارنے کے ہیں۔لہٰذا جس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا خواہ تو اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح وہ مرار ہے تو غوث پاک کا بکرا شیخ سدو کی گائے اگرچہ خدا کے نام پر ذبح ہو حرام ہے۔(نوٹ) یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے۔

marfat.com
Marfat.com

جواب: اہلال کے لغوی معنی ہیں مطلقاً پکارنا۔ مگر عرفی معنی میں بوقت ذبح پکارنا۔ اور یہ عرفی معنی ہی اس جگہ مراد ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا۔ مگر عرفی معنی ہیں نماز تو اقیموا الصلوۃ سے نماز فرض ہوگی نہ کہ عام دعا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت ما اہل کے ماتحت ہے۔

الاهلال رفع الصوت هذا معنى الاهلال في اللغة ثم قيل للمحرم۔

ترجمہ: الخ اہلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا (پکارنا) یہ معنی لغوی ہیں پھر محرم کو کہا گیا الخ۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

اسی طرح حاشیہ بیضاوی للشہاب میں اسی آیت ما اہل کے ماتحت ہے۔

اى رفع به الصوت الخ هذا اصله ثم جعل عبارة عماد ذبح لغير الله۔

ترجمہ: یعنی اس کو پکارا گیا ہو یہ اہلال کے لغوی معنی ہیں پھر اس اہل سے مراد لی گئی ہے کہ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔

اگر یہاں اہلال کے لغوی معنی مراد ہوں تو چند خرابیاں لازم ہونگی۔ اولاً تو یہ کہ یہ تفسیر اجماع مفسرین اور اقوال صحابہ کرام کے خلاف ہے۔ مفسرین کے اقوال تو ہم پہلے باب میں عرض کر چکے۔ اب صحابہ کرام وغیرہم کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ تفسیر در منثور میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اخرج ابن المنذر عن ابن عباس في قوله تعالىٰ و ما اهل الآيته قال ذبح واخرج ابن جرير عن ابن عباس وما اهل يعنى ما اهل للطواغيت واخرج ابن ابى حاتم عن ابى العاليته وما اهل يقول ما ذكر عليه اسم غير الله۔

تفسیر مظہری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الربيع ابن انس يعني ما ذكر عند ذبحه اسم غير الله۔

معلوم ہوا کہ اس قدر صحابہ کرام و تابعین کا یہی فیصلہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

جواب: دوم یہ کہ تمہارے بتائے ہوئے یہ معنی خود قرآن کریم کے بھی خلاف ہیں قرآن فرماتا ہے۔

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا صيلة ولاحام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب۔

ترجمہ: اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام نہیں مقرر کئے۔ لیکن کفار اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۳)

یہ چار جانور بحیرہ وغیرہ وہ تھے جن کو کفار عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس حرام سمجھنے کی تردید فرمادی۔ حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا۔ اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا۔

كلوا مما رزقكم الله ولاتتبعوا خطوت الشيطن۔

ترجمہ: کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۲)

تفسیر فتح البیان میں زیر آیت **ما جعل الله من بحيرة** اور نووی شرح مسلم **الجنته و نعيما باب الصفة اللتى يعرف بها فى الدنيا اهل الجنة** صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔

المراد انكار ما حرموا على انفسهم من السائبة والبحيرة والحام وانها لم تصر حراماً بتحريمه۔

ترجمہ: یعنی اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار کرنا مقصود ہے جن کو کفار حرام سمجھتے تھے بحیرہ وغیرہ کہ یہ جانور ان کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو سانڈ ہندو لوگ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں وہ حرام نہیں ہو جاتا اگر مسلمان بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لے تو حلال

marfat.com

Marfat.com

ہے ہاں غیر کی ملکیت کی وجہ سے ایسا کرنا منع ہے نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشآء بزعمھم (پارہ ۸ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۳۸) اور کفار بولے کہ یہ جانور اور کھیتی روکی ہوئی ہے نہ اس کو وہ ہی کھائے۔ جس کو ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال میں۔ نیز فرماتا ہے وقالوا ما فی بطون ھذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۳۹) کفار بولے جوان جانوروں کے شکم میں بچہ ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام۔ یہ ہی وہ کھیتیاں اور جانور تھے جو بتوں کے نام پر وقف تھے اور کفار ان کی حلت میں پابندیاں لگاتے تھے اس پابندی کی تردید فرمادی گئی۔ تو جب بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانور حرام نہ ہوئے تو اہل اللہ کی فاتحہ کی نیت سے پالے ہوئے جانور کیوں حرام ہو گئے؟ تیسرے یہ کہ اہل کے یہ معنی فقہاء کی تصریح کے بھی خلاف ہیں ہم اس بحث کے پہلے باب میں عالمگیری کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ مشرک یا آتش پرست نے بت یا آگ کے چڑھاوے کے لئے جانور مسلمان سے ذبح کرایا۔ مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کیا وہ حلال ہے اسی طرح تفسیرات احمدیہ کی عبارت بھی پیش کردی گئی کہ اولیاء اللہ کی نذر کا پالا ہوا جانور حلال ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ معنی عقل کے بھی خلاف ہیں اس لئے کہ جب اہل کے لغوی معنی مراد ہوئے یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے۔ ما اھل بہ لغیر اللہ اور ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام پر پکاری جاوے۔ ما میں جانور کی قید نہیں پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہر حال حرمت آنی چاہیے تو زید کا بکرا، عمر کی بھینس، زید کے آم، بکرے کے باغ کے پھل، فلاں کی بیوی، ام سعد کا کنواں، فلاں کی مسجد، میرا گھر، دیوبند کا مدرسہ، امام بخاری کی کتاب سب ہی نسبتیں ناجائز ہو گئیں اور ان کا استعمال حرام۔ اور بخاری ترمذی تو خاص شرک ہوا۔ کہ ان کی نسبت بخارا اور ترمذ کی طرف ہوئی جو کہ غیر اللہ ہیں۔ جناب جس وقت تک کہ عورت صرف اللہ ہی کی بندی کہلائی۔ سب کو حرام رہی، جب اس پر غیر خدا کا نام آیا، آباد میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستی لکھا ہوا قرآن شریف تھا انگریز اس کے دو لاکھ روپے دیتے تھے مگر نہ دیا گیا امیر عبدالرحمن خان کا استعمال شدہ قالین پچاس ہزار روپے میں امریکہ والوں نے خریدا۔ پرانے ٹکٹ بھی قیمتی ہوتے ہیں (سرکار علی پوری) غرضکہ اہل کے یہ معنی ایسے فاسد ہیں کہ عقل ونقل سب ہی کے خلاف۔ پانچویں یہ کہ اگر کسی نے جانور بت کے نام پر پالا بعد میں اس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے حالانکہ اھل میں تو یہ بھی داخل ہوا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اس پر بول دیا ما اھل کی حد میں آگیا۔ اب ماننا ہی پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے نہ کہ قبل کا۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے پھر گوشت میں اللہ کی نیت کرے بالکل غیر معتبر ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کا پکارنا معتبر ہوتا تو جو آدمی جانور کی زندگی میں غیر اللہ کا نام پکار کے پھر توبہ کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرتا۔ تو بھی حرام ہوتا۔ چھٹے یہ کہ اگر اھل کے معنی لغوی مراد لئے جاویں جب بھی بہ کی وجہ سے پکارنے میں تخصیص ہوگی۔ اس طرح کہ ب فی کے معنی میں ہوگا اور مضاف پوشیدہ یعنی فی ذبحہ ورنہ پھر ب سے کیا فائدہ۔ لغیر ب کے بھی یہ معنی حاصل تھے۔ جیسا کہ سلیمان جمل نے آیت اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے تو بھی مطلب وہ ہی بنا کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے بہر حال یہ ترجمہ محض فاسد ہے۔

اعتراض (۲)......: فقہی مسئلہ ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے مگر ذبح کی نیت غیر خدا سے تقرب حاصل کرنا ہو تو وہ حرام ہے۔ چونکہ گیارہویں کرنے والے کی نیت حضور غوث پاک کو راضی کرنا ہے لہٰذا اس ذبح میں غیر اللہ کی طرف تقرب ہوا۔ تو اگر چہ ذبح تو بسم اللہ سے ہوا۔ مگر اس قاعدے سے حرام ہو گیا۔ اس قاعدے کی تحقیق سوال نمبر ۳ میں آتی ہے۔

جواب:- ذبح کی چار قسمیں ہیں۔ اولاً یہ کہ ذبح سے مقصود محض خون بہانا ہو اور گوشت محض تابع ہو۔ اور یہ خون بہانا رب کو راضی

marfat.com

Marfat.com

کرنے کے لئے ہو۔ جیسے کہ قربانی، ہدی، عقیقہ اور نذر کا جانور یہ ذبح عبادت ہے مگر اس میں وقت یا جگہ کی قید ہے کہ قربانی خاص تاریخوں میں عبادت ہے آگے پیچھے نہیں۔ ہدی حرم میں عبادت ہے اور جگہ نہیں۔ دوسرے چھری کی دھار کی آزمائش کے لئے ذبح کرنا یہ نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ اگر بسم اللہ سے ہوا تو جانور حلال ورنہ حرام۔ تیسرے گوشت کھانے کے لئے ذبح کرنا جیسے کہ شادی ولیمہ کی دعوت یا گوشت کی تجارت کے لئے ذبح کرنا۔ اسی طرح فاتحہ بزرگان کے لئے ذبح کرنا کہ ان سب ذبح سے مقصود گوشت ہے ذبح گوشت کے لئے ہے یہ بھی اگر بسم اللہ سے ہو تو حلال ورنہ حرام۔ چوتھے غیر خدا کو راضی کرنے لئے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود ہے یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ ان فقہی عبارات سے یہ ہی مراد ہے قرآن فرماتا ہے۔ وما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے اس آیت کی تفسیر میں سلیمان جمل فرماتے ہیں۔

ای ما قصد بذبحه النصب ولم یذکر اسمها عند ذبحه بل قصد تعظیمها بذبحه فعلی بمعنی اللام فلیس هذا مکررا مع ما سبق اذ ذاك فیما ذکر عند ذبحه اسم الصنم وهذا فیما قصد بذبحه تعظیم الصنم من غیر ذکره۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جس کے ذبح سے بت مقصود ہوں اور ان کے ذبح کے وقت بت کا نام نہ لیا گیا ہو یا کہ بت کی تعظیم کے لئے کیا گیا ہو۔ پس اعلیٰ بمعنی لازم ہے لہٰذا یہ آیت گزشتہ سے مکرر نہیں کیونکہ وہاں ما اھل میں تو وہ مراد تھے جن پر بتوں کا نام لیا جاوے اور اس سے وہ جانور مراد ہیں جن کے ذبح سے بت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا نام نہ لیا گیا ہو۔

سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ کیا جو بت کے نام پر ذبح ہو وہ تو ما اھل میں داخل ہے اور جس ذبح سے تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ ما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) میں داخل۔ بعض فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ما اھل سے ثابت کیا ہے بمعنی ما ذبح لتعظیم غیر اللہ اسی پر درمختار کی عبارت ہے غرضکہ جانوروں کی حرمت میں دو چیزوں کو دخل ہے ایک تو بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا۔ دوسرے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے جانور کا خون بہانا بایں معنی کہ گوشت مقصود بالذات نہ ہو۔ تقرب بغیر اللہ ہے اسی کو فقہاء حرام فرماتے ہیں چونکہ گیارہویں اور فاتحہ کا جانور تیسری قسم میں داخل ہے نہ کہ چوتھی میں۔ اسی لئے حرام نہیں کیونکہ گیارہویں کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جانور کے گوشت کا کھانا پکا کر فاتحہ کر کے فقراء پر تقسیم کیا جاوے گا۔ لہٰذا اس سے گوشت مقصود ہوا یہ فرق ضرور خیال میں رہے بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ گیارہویں والے کا گوشت مقصود نہیں ہوتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اس کو اتنا زیادہ گوشت دیا جاوے یا دوسرا جانور کہ تو اس پر فاتحہ کر دے تو وہ اس سے راضی نہیں ہوتا اگر گوشت منظور ہوتا تو تبادلہ کر لیتا معلوم ہوا کہ غوث پاک کے نام پر خون بہانا منظور ہے۔ لیکن یہ قول بھی غلط ہے نیت کا حال تو نیت والا ہی جان سکتا ہے بلا دلیل مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے رہا جانور کا نہ بدلنا۔ اس کی وجہ محض اہتمام ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہم نے پرورش کر کے اس کو اچھا کیا ہے دوسرا گوشت ایسا نہ ملے گا۔ بعض لوگ ولیمہ کے لئے جانور پالتے ہیں وہ بھی دوسرے گوشت سے تبادلہ گوارا نہیں کرتے بعض کا خیال ہوتا ہے کہ جس جانور پر فاتحہ کا وعدہ ہو گیا اس کو بدلنا جائز نہیں جیسے کہ قربانی کا جانور۔ یہ خیال غلط ہے۔ مگر غلط خیال سے ذبیحہ کیوں حرام ہو گیا۔ غرضکہ اہتمام اور ہے بھینٹ اور خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نفس ذبح سے غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر ذبح دعوت یا فاتحہ کے لئے ہو اور فاتحہ یا دعوت کسی کو راضی کرنے کے لئے ہو تو حلال ہے کسی اللہ کے بندے کو راضی کرنا اس کی عبادت نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض (۳)......:۔ درمختار عالمگیری باب الذبح میں ہے اور نووی شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ:

ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر الله ولو ذکر اسم الله علیه۔

ترجمہ: بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگر چہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔ ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگر چہ بسم اللہ ہی سے ذبح ہو لہٰذا گیارہویں کا جانور بہر حال حرام ہے کہ حضور غوث پاک کی رضا کے لئے ہے اگر چہ ذبح بسم اللہ سے ہو۔

جواب:۔ اس کا مکمل جواب سوال نمبر۲ کے جواب میں گزر گیا کہ اگر سلطان یا کسی کی بھینٹ کی نیت سے ذبح ہو تو جانور حرام۔ بھینٹ کے معنی بیان کئے جا چکے کہ خون بہانے سے اس کو راضی کرنا مقصود ہو گوشت تابع ہو اور اگر سلطان وغیرہ کی دعوت کے لئے جانور ذبح ہو تو اگر چہ دعوت سے رضائے سلطان مقصود ہو مگر جانور حلال ہے۔ درمختار کتاب الذبائح میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

ولو للضیف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله والفارق انه ان قدمها لیا کل منها کان الذبح لله والمنفعة للضیف او للولیمة او للذبح وان لم یقد مها لیا کل منها بل یدفعها لغیره کان لتعظیم غیر الله فتحرم۔

ترجمہ: اور اگر ذبح مہمان کے لئے ہو تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیل اللہ کا طریقہ ہے اور مہمان کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس کا گوشت مہمان کے آگے رکھا تا کہ اس میں سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لئے ہوگا اور نفع مہمان کے لئے یا ولیمہ یا تجارت کے لئے اور اگر مہمان کے آگے نہ رکھا بلکہ یونہی کسی کو دیدیا تو یہ تعظیم غیر اللہ کے لئے ہے لہٰذا حرام ہے۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ گوشت کا مقصود ہونا عبادت و غیر عبادت میں فرق ہے۔ اسی جگہ درمختار میں ہے۔

وفی صید المنیة انه یکره ولا یکفر لانا لانسئی الظن بالسملم انه یتقرب الی الادمی بهذا النحر۔

ترجمہ: ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے ذابح کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کی عبادت کرتا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔ ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت وفی نسخہ ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۶ ص ۳۱۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا جرم ہے۔ اس کے حاشیہ ردالمحتار میں اس کو زیادہ واضح کر دیا گیا ہے مگر جس قدر بیان کر دیا گیا اس میں کفایت ہے۔ تفسیر روح البیان پارہ ۶ زیر آیت۔

وما اهل به لغیر الله هی ما یذبح عند استقبال السلطن تقربا الیه افتی اهل البخاری بتحریمه وقال الرفعی هذا غیر محرم لانهم انما یذبحونه استبشارا بقدومه فهو کذبح العقیقة لولادة المولود مثل هذا لایوجب التحریم کذا فی شرح المشارق۔

ترجمہ: یعنی جو جانور سلطان کے آنے پر ذبح کیا جائے اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے اہل بخاری نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا اور امام رافعی نے فرمایا کہ جانور حرام نہیں کیونکہ وہ لوگ سلطان کی آمد کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں جیسے کہ بچہ کا عقیقہ بچہ کی پیدائش کی خوشی میں اور اس جیسا کام جانور کو حرام نہیں کر دیتا اسی طرح شرح مشارق میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ رواج ہوگا کہ بادشاہ کی آمد پر گھر گھر جانور ذبح ہوتے ہوں گے آج کل یہ رسم نہیں تو جو بادشاہ کی عبادت کی نیت سے ذبح کرتے ہوں وہ حرام اور جو اظہار خوشی کے لئے لوگوں کی دعوت کرتے ہوں وہ حلال یہ فتاویٰ کا اختلاف رسوم کے

marfat.com
Marfat.com

اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہے۔ غرضکہ گیارہویں کے جانور کو ذبیحہ قدوم سلطان سے کوئی نسبت نہیں۔

اعتراض (۴)...... گیارہویں کی نیت سے بکرا پالنے والا مرتد ہے کیونکہ غیر خدا کی نذر ماننا کفر ہے اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حرام ہے لہٰذا گیارہویں ماننے والے کا ذبیحہ حرام ہے۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق۔

جواب:۔ اس کا مکمل جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ یہ نذر شرعی نہیں یہ نذر عرفی ہے بمعنی ہدیہ و نذرانہ یا یہ نذر اللہ کے لئے ہے اور اس کا تصرف یہ ہے اور ان میں سے کوئی بھی شرک نہیں۔ استاذ سے کہتے ہیں کہ رقم آپ کی نذر ہے یعنی نذرانہ و ہدیہ۔

بحث ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اسی طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے احادیث اور عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث کے بھی دو باب کرتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

بوسہ تبرکات کے ثبوت میں

تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطۃ (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۵۸) یعنی اے بنی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس جو انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے۔

وعن ذراع وکان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ ﷺ ورجلہ۔

ترجمہ: حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۰۰۴ مطبوعہ)، (سنن ابو داؤد ص ۷۸۶ رقم الحدیث ۵۲۲۵ مطبوعہ)، (شعب الایمان ج ۶ ص ۴۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۵ ص رقم الحدیث ۵۳۱۳ مطبوعہ)، (طبرانی الاوسط ج ا ص ۱۳۳)، (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۴۴۷)

مشکوٰۃ باب الکبائر و علامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے۔

فیقبل یدیہ ورجلہ۔

ترجمہ: پس انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

(سنن الترمذی ص ۷۷۰ رقم الحدیث ۲۷۳۸ مطبوعہ)، (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن النسائی ص ۵۹۴ رقم الحدیث ۴۰۸۰ مطبوعہ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۳۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ)، (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۲۶۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

مشکوۃ شریف باب ما یقال عند من حضرۃ الموت بروایت وابوداؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت قبل رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعون وهو ميت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۴۸۴۸)، (سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی تقبیل المیت رقم الحدیث ۱۴۵۶)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۳)، (سنن ابوداؤد باب فی تقبیل المیت ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شفا شریف میں ہے۔

كان ابن عمر يضع يده على الممبر الذى يجلس عليه رسول الله عليه السلام فى الخطبة ثم يضعها على وجهه استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق العظمة من ادمى وغيره نقل عن الامام احمد اله سئل عن تقبيل منبر النبى عليه السلام وتقبيل قبره قال فلم يربه باسا ونقل عن ابن ابى الصيف اليمانى احد علماء ملة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصلحين ملخصاً۔

ترجمہ: جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چومتے تھے) شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے۔ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصیف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے۔ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

توشیح میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصلحين۔

ترجمہ: حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

حاشیہ......☆

مزارات کو چومنا نہ شرک ہے نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ مزارات کو تبرک کی نیت سے چومنا جائز ہے۔ چند دلائل حاضر ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا عبدالملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داود بن ابى صالح قال ثم اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال الدرى ما تصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔

ترجمہ: حضرت داؤد بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نااہل ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۲ رقم الحدیث ۲۳۶۳۳ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته و فقال اتدرى ما تصنع قال نعم فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب رضى الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبرانور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نااہل ہو۔

(المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم ج ۴ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۸۵۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۴ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۹۹۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱۰ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۹۳۶۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اتدرى ما يصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبرانور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ولایۃ اھلھا ج ۵ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام سید نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواه احمد بسند حسن۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال عبدالله بن احمد رايت ابى ياخذ شعره من شعر النبى ﷺ فيضعها على فيه يقبلها واحسب انى رايته يضعها على عينه ويغمسها فى الماء ويشربه يستشفى به ورايته اخذ قصعة النبى ﷺ فغسلها فى حب الماء ثم شرب فيها ورايته يشرب من ماء زم زم يستشفى به ويمسح به يديه و وجهه۔

قلت اين المتنطع المنكر على احمد وقد ثبت ان عبدالله سال اباه عمن يلمس رمانة منبر النبى ﷺ ويمس الحجرة النبوية فقال لا ارى بذلك باسا اعاذنا الله واياكم من راى الخوارج ومن البدع۔

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سے ایک مو لیے اپنے منہ پر رکھتے ہیں اور اسے چومتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ میں نے موئے مبارک کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ موئے اقدس پانی میں ڈبوتے اور اسے پی لیتے۔ اور میں نے اپنے ابا جان کو دیکھا کہ آپ نے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

آقائے دوعالم ﷺ کے پیالہ مبارکہ کو پکڑا اور اسے پانی کے مٹکے کے اندر دھویا پھر اس میں پانی پیا اور میں نے اپنے والدگرامی کو شفاء حاصل کرنے کے لیے آب زم زم پیتے دیکھا اور آب زم زم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرہ کا مسح کرتے دیکھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کون امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا کلام کو منع کرنے والا ہے؟، حالانکہ ثابت ہو چکا ہے عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدگرامی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو منبر و حجرہ نبوی ﷺ کو چھوئے و مس کرے تو جواباً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خارجیوں کی سوچ سے پناہ میں رکھے اور بدعتوں سے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان بلالاً رأى النبی فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما آن لك ان تزورنی فانتبه حزینا ورکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمهما ویقبلهما......

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا اور دونوں کو بوسہ دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ص ۳۵۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص ۳۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن بھارت)، (نیل الاوطار ج ۵ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام سید نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی قبر انور پر آئے پھر روتے بھی جاتے تھے اور قبر انور پر چہرہ بھی ملتے تھے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بسند جید مروی ہے۔

(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم اردو ص ۱۰۴ مطبوعہ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

عبدالحکیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی مطالب المومنین ولا باس بتقبیل قبر والدیه کما فی کفایة الشعبی ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال یارسول الله ﷺ انی حلفت ان اقبل عتبة باب الجنة فامر النبی ﷺ ان یقبل رجل وجه الاب ویروی انه قال یارسول الله ﷺ ان لم یکن ابوان فقال قبل قبرهما قال فان لم اعرف قبرهما قال خط

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

خطین وانوبان احدهما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلها فلا تحنث فی یمینك كذا فی مغفرة الغفور فی زیارة القبور۔

ترجمہ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ میں نے آستانِ جنت چومنے کی قسم کھائی تھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تو فرمایا ان دونوں کی قبروں کو بوسہ دے عرض کیا کہ اگر قبریں معلوم نہ ہوں تو فرمایا دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک ان میں سے ماں کی قبر ہے اور دوسری باپ کی، ان دونوں کو بوسہ دے تیری قسم اتر جائے گی۔

(نور الایمان ص مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)، (حاشیہ شرح الیاس (فقہ حنفی کی ایک کتاب) ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ قصہ خوانی پشاور)

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی كتاب العلل والسؤالات لعبدالله بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل يمس منبر النبی ﷺ تبرك بمسه وتقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا باس به۔

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جوابا فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)، (کتاب العلل ج ۲ ص ۳۲ برقم ۲۵۰)، (معجم الشیوخ للذہبی ج ۱ ص ۳۵ حرف الالف)، (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واستحب بعضهم تقبيل الركن اليمانی ايضا فائدة اخرى استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق التعظيم من آدمی وغيره فاما تقبيل يد الآدمی فياتی فی كتاب الادب واما غيره فنقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبی ﷺ وتقبيل قبره فلم ير به باسا واستبعد بعض اتباعه صحة ذلك ونقل عن بن ابی الصيف اليمانی احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصالحين۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع حجازی مصر)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لا طیب یعدل تربا ضم اعظمہ
طوبیٰ لمنتشق منہ وملتثم

ترجمہ: کوئی خوشبو اس تراب اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے ملنے والی ہے، مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کے لئے اور اس کو بوسہ دینے والے کے لئے۔

(خرپوتی علی البردۃ ص ۱۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن حبان ابو حاتم تیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابرهيم بن عبدالرحمن بن عبدالقاری يروی عن بن عمر روی عنه حمزة بن ابی جعفر من حديث بن ابی ذويب قال رايت بن عمر وضع يده علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهه۔

ترجمہ: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے منبر نبوی کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے اسے اپنے ہاتھ سے چھوا اور پھر ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیا۔

(الثقات ج ۴ ص ۹ برقم ۱۶۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روی ابن عمر واضعا يده علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهه وعن ابن قسيط والعتبی كان اصحاب النبی ﷺ اذا خلا المسجد حسو رمانة المنبر التی تلی القبر بميامنهم ثم استقبلوا القبلة يدعون۔

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا اس حال میں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے منبر مبارک پر بیٹھنے کی جگہ پر رکھا پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھا (پھیرا) اور ابن قسیط اور عتبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب، جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو اس منبر کے رمانہ کو جو قبر شریف سے ملتا ہے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتے۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)،

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

وقال بعض العلماء لا باس بتقبيل قبر الوالدين۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا باس بتقبیل قبر والدیہ۔

ترجمہ: والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقراۃ القرآن فی التقابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام سلیمان بن عمر البجیرمی شافعی متوفی ۱۲۲۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتھم ای واعتابھم التبرک لم یکرہ۔

ترجمہ: اگر اولیاء کی قبور یا ان کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطور تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(حاشیہ البجیرمی علی شرح منہج الطلاب ج ا ص ۴۹۵۔۴۹۶ المکتبۃ الاسلامیہ ترکی)

علامہ عبدالحمید شروانی شافعی متوفی ۱۳۰۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتھم التبرک لم یکرہ۔

ترجمہ: اولیاء کی قبور کو حصول برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔

(حواشی الشروانی علی تحفۃ المنہاج بشرح المنہاج ج ۳ ص ۱۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر کشف قبور: جان کہ ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے، دوگانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے...... قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے...... بعدہ، قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے۔ بعدہ، سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف (قبر پر) رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے......"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم ص ۹۹۔۱۰۰ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ۱۳۳۲ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امروز در حدیث دیدم کہ ابو ایوب صحابی جلیل القدر بر قبر آں حضرت (ﷺ) رونہادہ می گریستند پس ازیں دلیل مارا از متقشفین فقہا کہ بنا بر بوسہ قبر مادر پدر وپیرو مرشد منع می کردند نجات شد الحمدللہ علی ذلک۔

(ملفوظات ص ۱۱۹ مطبوعہ در مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ)

مشارق الانوار میں ہے۔

ولا یقبل الاعتاب الا لقصد التبرک فلا باس بہ کما قال القطب الشعرانی۔

ترجمہ: اور چوکھٹ وغیرہ تبرک کے ارادہ پر چوم سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

(مشارق الانوار ص ۱۰۳ مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین و عن اسمعیل الیمنی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی ﷺ فعوتب فی ذلک فقال انہ

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

یستشفی بقبر النبی ﷺ۔

علاوہ ازیں ابن ابی الصیف اور محب طبری رحمہما اللہ تعالیٰ سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسماعیل الیمنی سے منقول ہے کہ محمد بن المنکدر تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آ کر نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا ﷺ کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفایابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام "جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیة الاخیار" رکھا ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاویٰ نقل کیے ہیں جن میں سے ایک فتویٰ یہ ہے کہ جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوبری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

استفتاء۔ کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں کیا ان کے تصرفات بعد از وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کرامات اولیاء بعد از وصال بھی ثابت ہیں اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل جائز ہے۔ اور انبیاء و مرسلین اور علماء و صالحین سے موت کے بعد بھی استغاثہ جائز ہے کیونکہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں اور بطور معجزہ اور فریادرسی پر قادر ہیں لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریادرسی تو یہ ان کی کرامت ہے اور شیخ شہاب رملی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مشاہدات کے قبیلہ سے ہے لہٰذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے ہم بہر حال یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حالت حیات میں اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

واما تقبیل توابیت الاولیاء واعتابهم فلا خلاف فی جوازه بل ولا کراهة فی تقبیل اعتابهم علی قصد التبرک کما افتی به شیخنا الرملی رحمه الله تعالیٰ۔

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے جیسے کہ شیخ رملی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے علامہ شوبری اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں یہ امر بالکل ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر یا معاند کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(شواہد الحق ص ۱۱۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نیز یہی امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نعم ان قصد بتقبیله التبرک لا یکره کما افتی به الوالد رحمه الله تعالیٰ فقد صرحوا بانه اذا عجز عن استلام الحجر سن له ان یشیر بعصا وان یقبلها۔

قال شیخنا العدوی بعد هذا ولا مرية حینئذ ان تقبیل القبر الشریف لم یکن للتبرک فهو اولیٰ من

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

جواز ذلك لقبور الاولياء عند قصد للتبرك۔

ترجمہ: البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک واستفاضہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے جیسے کہ والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کیونکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آ جائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کر لینے پر چھڑی کا بوسہ از راہ تبرک درست ہے تو اولیاء کاملین کے مزارات کا بطریق اولیٰ)

علامہ شیخ عدوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے قبر شریف کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کا بوسہ خواہ بطور تبرک نہ بھی ہو لامحالہ جائز ہوگا۔

(شواھد الحق ص ۱۱۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وفی دار الحدیث لطیف معنی الی بسط لھا اصبو واوی

عسی ادنی امس بحر وجھی مکانا مسہ قدم النواوی

ترجمہ: دار الحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام پر بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(تھذیب الاسماء للنووی ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں۔

تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ میں ان کے فضل وکمال اور علو شان کی تفصیل میں جانے کے بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۷۴۲ھ میں دار الحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھی اور وہ رات کو ایوان دار الحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دار الحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

وفی دار الحدیث لطیف معنی الی بسط لھا اصبو واوی

عسی ادنی امس بحر وجھی مکانا مسہ قدم النواوی

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دار الحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام پر بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(مقدمہ شرح اربعین نووی ص ۱۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

یہاں پر ذرا سوچئے جہاں پر صرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم آ گئے اس جگہ کا چومنا ایک بہت بڑی سعادت قرار پاتی ہے تو جہاں خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اس قبر مبارک کا چومنا کیسے حرام یا مکروہ تحریمی ہو سکتا ہے؟

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

قال بعض العلماء لاباس بتقبیل قبر الوالدین۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

طوالع الانوار حاشیہ میں ہے۔

وتقبیل بغیر اسلحف کقبور الانبیاء ومن یتبرك بهم فللعلماء فیه کلام کرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان اث فی اماجه۔

ترجمہ: مطلقاً مصحف کے علاوہ دوسری چیزوں کو جیسے انبیاء علیہم السلام کے مزارات کو چومنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے مکروہ کہا بعض نے مستحسن یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً مباح بتایا ہے۔

علمائے اربعہ کا فتوی عدم کراہت پر ہے۔

(فتاوی نظامیہ ج ۳ ص ۱۸۶)

عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۰۷ میں ہے۔

داما تقبیل الاما کن الشریفه علی قصد التبرك۔

ترجمہ: مبارک جگہوں کا بوسہ اچھا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار اور دیگر مزارات کے چومنے کا سوال ہوا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(خلاصۃ الوفا محبوب مدینہ ص ۴۶)

امام یحیی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو لکھا:

واذ رأی قبور الصالحین قبلها۔

ترجمہ: جب بزرگ کے مزارات دیکھے تو انہیں چومے۔

(مزارات کو چومنا ص ۷۔۸ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

صدر الافاضل فخر الاماثل محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ روایت مخالفین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا جائز۔ اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے۔

(فتاوی صدر الافاضل ص ۲۱۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر پورا ایک رسالہ بنام ''تنویر الابصار بتقبیل المزار'' لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

وتعزروه وتوقروه۔

اے اہل ایمان! تم میرے پیارے حبیب کی تعظیم کرو اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کا احترام کرو۔ (پ ۲۶۔ رکوع نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی تعظیم و توقیر کا مطلق حکم فرمایا۔ اصول کے مطابق تعزیر (تعظیم) جب کسی خاص رکن کے ساتھ مقید نہ ہو یا کسی خاص عمل کے ساتھ مختص نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے حکم کا اطلاق عموم پر ہوگا۔ اور تمام افراد پر محیط ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان سے جو بھی مراد لیا جائے وہ آپ کے در اقدس کو بوسہ دینے یا آپ ﷺ کی دہلیز مبارک کو چومنے کے منافی نہیں ہے۔ یہ چیز ہر ذی علم فہم اور ذی عقل پر اچھی طرح عیاں ہے کہ چومنے کے فعل کو سجدہ کی تعریف میں شامل نہیں کر سکتے۔ ورنہ ہر رکعت کے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

آخر میں حالت سجدہ میں زمین کو صرف دوبار چومنے سے ہی نماز جائز ہو جاتی اور پیشانی زمین پر رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ حجر اسود کو بوسہ دینا اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے پس اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ لے اور غافلوں میں سے مت بن۔

(تنویر الابصار بتکمیل الحز ارص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ قدس سرہ العزیز اس کتاب کے تقریظ میں لکھتے ہیں۔

وہ حدیث پاک جسے امام ہمام حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کے مزارات کو بوسہ دینے سے منع کرنے والوں کے خلاف ایک دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ یہ مستحسن فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہا ہے۔ پس اس گمراہ اور باطل فرقہ کی توحید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید سے ہرگز اعلیٰ وارفع نہیں ہوسکتی۔

(تنویر الابصار بتکمیل الحز ارص ۱۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

مفتی اعظم صوبہ سرحد مفتی شائستہ گل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز پر ایک پورا رسالہ بنام "تکمیل العبر والاعتاب للتبرک" لکھا ہے۔ جو کہ المقاصد السنیہ میں ص ۴۳۷ تا ۴۵۲ (مطبوعہ دار العلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی) میں موجود ہے۔

آخر میں ہم امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کا صحیح قول پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض نام کے سنی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مزارات کو چومنا مکروہ تحریمی ہے۔ حالانکہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ عوام نہ چومے یعنی بہتر یہ ہے نہ کہ حرام ومکروہ تحریمی۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حرام ومکروہ تحریمی ہے جو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عظیم بہتان ہے۔

فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

فقیر کے سامنے اس وقت ایک اشتہار ہے پیلی بھیت انڈیا سے شائع کیا گیا ہے مزارات چومنے کے بارے میں مفصل فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ مزارات اولیائے کرام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور مزارات بزرگان دین کے بوسے کو باتفاق واجماع فقہا ناجائز سمجھنا سنیوں کی نادانی ہے۔ ملاحظہ ہو فتویٰ مبارکہ کہ حضور پرنور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت رضی اللہ عنہ یہ عنوان دے کر لکھا گیا ہے کہ فتوائے تقبیل مزار ولی حضرت مولنا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دام ظلہ العالی۔

فائدہ آخر میں لفظ (مدظلہ العالی) کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ یہ اشتہار امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی زندگی مبارک میں شائع ہوا ہوگا۔ (یہ اشتہار فقیر کے پاس محفوظ ہے)

اب اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائرہ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہے احوط ہے ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارات اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل عالم مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار کے مس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل فرماتے ہیں:

وفی کتاب العلل والسئوالات لعبداللہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ تبرک بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذلک جاء ثواب اللہ تعالی فقال لا باس به۔

امام عبداللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواباً فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملک والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفا میں براویہ یحیٰی بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اقدس سید اطہر ﷺ سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ ﷺ۔

ہاں میں سنگدل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهله۔

دین پر نہ روؤ جب اس کا ولی اہل ہو ہاں دین پر روؤ جب نااہل اس کا ولی ہو سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد حسن امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی نیز فرماتے ہیں۔

روی ابن عساکر مسند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه ان بلالاً رای النبی فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما آن لک ان تزورنی فانتبه حزینا ورکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه۔

یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں۔

ابس الاعتماد فی السفر للزیارة علی مجرد منامه بل علی فعله ذلک والصحابة متوفرون ولم تحفه علیهم القله۔

یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے اور انہیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں۔

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالاً رضی اللہ عنه وضع خدیه علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یصنع یده الیمنی علیه ثم قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبة یعمل علی الازن فی

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ذلك والقصد به التعظيم والناس تختلف مراتبهم كما في الحيوة فمنهم من لا يملك نفسه بل يبادر اليه ومنهم من فيه اناة فيتا خراه وتقل عن ابن ابى الصيف والمحب الطبرى جواز تقبيل قبور الصالحين وعن اسماعيل التيمي قال كان ابن المكندر ويصيبه الصمات فكان يقوم فيصنع خده على قبر النبي ﷺ فعوتب في ذلك فقال اليه يستشفي بقبر النبي ﷺ۔

ترجمہ: یعنی خطیب بن حملہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیار نہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری رحمہما اللہ سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسمٰعیل تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ابن المنذر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام میں دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور ﷺ پر رکھتے کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں۔

تمريغ الوجه والخدو اللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها في زمن الخلوة المامون فيها توهم عامي مخدور اشرعيا بسببة امر محبوب حسن الطلابها وامره لاباس به فيما يظهر لكن لم كان له في ذلك قصد صالح وجمله عليه فرط الشوق والحب الطافح۔

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی جانب جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب در مستحق ثواب ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو پھر فرماتے ہیں۔

علاني الحفك بامر يلوح لك منه المعنى بان الشيخ لامام سبكي وضع خروجة على بساط دارالحديث التى مسها قدم النوری لينال بر كة قدمه وليوه بمزيد عظيمته كما اشار الى ذلك بقوله وفي دارالحديث لطيف معنى الى بسط له اصبو وادى لعلى ان اقال بحروجهي مكانا مسه قدم النواوی وبان شيخنا تاج العارفين امام السنته خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسماعيل۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔ بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجلہ آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کوئی وجہ نہیں اگر چہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے امام علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

المسئلة متى امكن ليخرجها على قول من الاقوال في مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

یحب انکار والنھی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمته والنھی عنه واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه

بمحمد المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب حضرت مولانا مفتی محمد اصغر علی صاحب حشمتی صدر مدرس دار العلوم حشمت الرضا پیلی بھیت شریف

جاری کردہ عطاء الحشمت حشمتی مدرس شعبہ تجوید دار العلوم حشمت الرضا حشمت نگر پیلی بھیت شریف یوپی۔

(نوٹ) حسب عادت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس فتویٰ پر بھی حاشیہ لگایا گیا ہے جو اس فتویٰ مبارکہ کا نشان احوط کے لفظ پر ہے اسی احوط کے تحت لکھا ہے: **احوط**

ما ھو خلاف الاحوط والاحتیاط لیس حراما ولا مکروہ تحریما کما مقابل الاصح والارجح بحرام بل ھو صحیح وراجح والعمل علیه جائز ولا یخفی علی اھل العلم فمن شاء التحقیق فلیرجع الی الشامی والقول انه من عادات النصاری فله اجوبة منها ان کل عادة لا تکون شعارك وما فعل سیدنا بلال رضی اللہ عنه وارضاہ عنا فی الدارین عنه الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیھم کیف یکون من عاداتھم بان یکون شعارا الیھم وھم اعلم منا بشعارھم وعاداتھم وما فعل المشایخ والعرفاء وامر واتباعھم کیف یکون حراما قطعا۔

وسیدنا اعلحضرۃ المجدد الاعظیم اذا رجع من المدینة المنورہ الی الاجمیر المقدسه حضر ثم خرج بعد الفاتحه ولم یقبل لتربته قدس سرہ فسمع ما سمع من قائل فرجع ودخل وقبل وقال ھذا صوت مجلس السلطان ھذہ الواقعة بین مخدومنا مولینا السید حسین علی الرضوی وکیل الجاؤرۃ۔

ترجمہ: وہ جو احوط کے خلاف ہو وہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ تحریمی جیسا کہ اصح وراجح کا مقابل حرام نہیں بلکہ وہ صحیح وراجح اور اس پر عمل جائز ہے اور یہ اہل علم پر مخفی نہیں جو اس کی تحقیق مزید چاہتا ہے اس شامی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ قول کہ یہ نصاریٰ کی عادات سے ہے تو اس کے کیا ہو وہ نصاریٰ کا شعار کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ صحابہ کرام نصاریٰ کے شعار کو ہم سے زیادہ جانتے وہ کیسے نصاریٰ کا شعار ہو جائے گا تو یہ فعل قطعاً حرام نہ ہوا۔ (بلکہ مباح ہوا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ سے واپس آئے تو اجمیر شریف حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار کی حاضری دی آپ نے فاتحہ شریف پڑھ کر مزار کو چومے بغیر باہر آگئے پس سنا جو کچھ سنا جو کہنے والا کہہ رہا تھا اسی لیے پھر لوٹ کر مزار شریف داخل ہو کر مزار شریف کو چوم کر فرمایا کہ یہ مجلس سلطان کی آواز تھی اسی لیے چوم رہا ہوں۔

یہ واقعہ سید حسن علی رضوی وکیل مجاورہ نے بیان فرمایا۔

(مزارات کو چومنا ص ۲۰ تا ۲۷ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

ان احادیث و محدثین وعلماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اوران کے لباس نعلین، بال غرضکہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے بلکہ بزرگان دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا ان سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

قال لهم نبيهم ان ايته ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقيته مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكة ان فى ذلك الأية لكم ان كنتم مومنين۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۲۴۸ ص ۴۹ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آوے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ھارون کے ترکہ کی کہ اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتہ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن وروح البیان وتفسیر مدارک اور جلالین وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اوران کا عمامہ وغیرہ تھا۔

بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے۔ جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔ بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لینا۔ ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔ تفسیر خازن ومدارک وروح البیان وکبیر سورہ یوسف پارہ ۱۲ از یر آیت فلما ذهبوا به (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تعویذ بنا کر ڈال دی تا کہ محفوظ رہیں۔

سارے پانی رب نے پیدا کئے ہیں۔ مگر آب زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔ مقام ابراہیم پتھر کو حضرت ابراہیم نے نسبت ہوئی تو اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) سب کے سر ادھر جھکا دیئے مکہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (پارہ ۳۰ سورہ ۹۰ آیت نمبر ۱۔۲) نیز فرمایا وهذا البلد الامين (پارہ ۳۰ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۳) ایوب علیہ السلام سے فرمایا۔ اركض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۴۲) ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوون عظمت والا اور شفاء ہے۔ مشکوٰۃ شروع کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ......☆

(وبقية مما ترك ال موسىٰ وال هرون) يعني موسىٰ وهارون نفسهما كان فيه لوحان من التوراة ورضاض الالواح التي تكسرت وكان فيه عصا موسىٰ ونعلاه وعمامة هارون وعصاه وقفيز من المن الذى كان ينزل على بني اسرائيل۔

marfat.com

Marfat.com

اسی مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب الاشربہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اسی مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو یہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد الفصل ثانی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور کرتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ السلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے۔ اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

ترجمہ: (وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ وال ھٰرون) آل سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے کوٹے ہوئے ٹکڑے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وعصا موسی وعمامۃ ھارون۔

(تفسیر السمرقندی ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ونعلا موسی وعمامۃ ھارون علیھما السلام۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

(تفسیر جلالین میں ہے) وھی نعلا موسیٰ وعصاہ وعمامۃ ھارون۔

(تفسیر جلالین ص ۵۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام عبداللہ محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وقد اتیتک بالقلنسوۃ المبارکۃ التی تنصر بھا علی اعدائک۔

ترجمہ: میں آپ کے پاس مبارک ٹوپی لایا جس کے وسیلے سے دشمن پر مدد طلب کی جاتی ہے۔

(فتوح الشام جلد ۱ بحارب خالد اج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فسبقتھم الی ناصیتہ فجعلتھا فی ھذہ قلنسوۃ فلم اھد قتالاً وھی معی الارزقت النصر۔

ترجمہ: یعنی میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کا ایک بال حاصل کر کے اپنی ٹوپی میں محفوظ کرلیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مشکوٰۃ باب السترۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے۔ جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی۔ اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب السترۃ الفصل الاول ص ۷۳۔۷۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کی استعمال چیزوں سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان قبل يد عالم او سلطن عادل بعلمه وعدله لاباس به۔

ترجمہ: اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے ان کے علم وعدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارۃ القبور میں ہے۔

لاباس بتقبيل قبر والديه كذا في الغرائب۔

ترجمہ: اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے میں حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقرأۃ القرآن فی المقابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان التقبيل على خمسة اوجه قبلة الرحمة كقبلة الوالد ولده وقبلة التحية كقبلة المومنين بعضهم لبعض وقبلة الشفقة كقبلة الولد بوالديه وقبلة المودة كقبلة الرجل اخاه وقبلة الشهوة كقبلة الرجل امراته وزاد بعضهم قبلة الديانة وهى قبلة الحجر الاسود۔

ترجمہ: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے دوستی کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک ج ۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیت آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

ولاباس بتقبيل يد العالم والسلطن العادل۔

ترجمہ: عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس جگہ شامی نے حاکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے۔

قال لم اذن له فقبل راسه ورجليه وقال لو كنت امرا احد يسجد لاحد لامرت المراة ان تسجد لزوجها وقال صحيح الاسناد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپ کے سر اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے تو عورت کو حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار نے اسی جگہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

قبلۃ الدیانہ للحجر الاسود وتقبیل عتبۃ الکعبۃ تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر انہ کان یاخذ المصحف کل غداوۃ ویقبلہ واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ و قیل حسنۃ ملخصاً۔

ترجمہ: ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجر اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی نے جائز فرمایا کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ بدعت حسنہ ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکانے لگے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور متبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے، یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر رہا۔ مخالفین کے سردار جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اس کے متعلق اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اس قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جواب میں

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے اور تبرکات کی تعظیم پر مخالفین کے پاس حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے سوا اور نہ مل سکیں گے۔

اعتراض (۱)......۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہو گیا۔ تعظیمی رکوع بھی حرام ہو گیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہو گیا لہٰذا یہ حرام ہے۔ درمختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

وتقبیل الارض بین یدی العلمآء والعظمآء فحرام لانہ یشبہ عبادۃ الوثن۔

ترجمہ: علماء اور بڑے بزرگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

الایماء فی الاسلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انہ یکرہ الانحناء للسلطن وغیرہ وظاہر کلامھم علی اطلاق السجود علی ھذا التقبیل۔

ترجمہ: سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا سجدہ کرنا شرک ہے لہٰذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا

marfat.com

Marfat.com

گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تا کہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں۔ مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاً دروازے میں پاؤں داخل کئے تا کہ جھکنا نہ لازم آجاوے (یہ اعتراض انتہائی ہے اور عام دیوبندی وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)۔

جواب:۔ ہم اولاً سجدہ کی تعریف کریں۔ پھر سجدے کے احکام۔ پھر یہ عرض کریں کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جاوے گا۔ شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں۔ دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ دیکھو عام کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ بعض لوگ بیماری یا سردی سے چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے سجدہ تحیۃ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیۃ تو کسی کی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی توحید لائے شرک کسی نے نہیں پھیلایا سجدہ تحیۃ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک تک جائز رہا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان پارہ ۱۲ سورہ ہود زیر آیت **وقیل بعدا للقوم الظالمین** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۴۴) میں حضرت ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر آدم کو سجدہ کر لے۔ اس نے کہا کہ آدم کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو اس کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔ پھر اسلام نے اس سجدہ تحیۃ کو حرام فرمایا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیۃ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں۔ معترض نے جو درمختار کی عبارت پیش کی اسی جگہ درمختار میں ہے۔

ان کان علی وجه العبادة والتعظیم کفرو ان کان علی وجه التحیة لا وصار الما مرتکبا للکبیرة۔

ترجمہ: اگر یہ زمین چومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیۃ کے لئے ہو تو کفر نہیں ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ رہا غیر کے سامنے جھکنا۔ اس کی دو نوعیت ہیں ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا۔ یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا یہ اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنا اس کے پاؤں چومنا کہ جھکنا اگرچہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھا کرنے یا پاؤں چومنے کے لئے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے یہ حلال ہے اگر یہ توجیہ کی نہ جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی ہاتھ پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

اعتراض (۲) ......:۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔

انی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر لو لا انی رء یت رسول اللہ ﷺ ما قبلتك۔

ترجمہ: پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۲۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آ گیا مجبوراً چوم لیا۔ اور چونکہ ان تبرکات کے چومنے کی نص نہیں آئی لہٰذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ مولوی عبدالحئی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مذیلۃ الہدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور معزبھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی۔ واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آویگا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہٰذا یہ اللہ کا امیر اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے علی رضی اللہ عنہ جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)، (شرح الموطا امام مالک ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر)

معلوم ہوا کہ سنگ اسود نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔ نیز حضرت فاروق کا سنگ اسود کو یہ خطاب اس لئے نہ تھا کہ آپ اس بوسہ حجر اسود سے ناراض تھے۔ سنت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لئے کہ اہل عرب پہلے بت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجہ کر دیا اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ لاتضر ولا تنفع کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرما دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر میں بالکل نفع و ضرر نہیں تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا اور حضرت علی مرتضیٰ کا بھی رضی اللہ عنہما ہماری تقریر سے روافض اور وہابیوں دونوں کے اعتراض اٹھ گئے۔

تعجب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلی بنا لیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

اعتراض (۳)......: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصل چونکہ ان کے اصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

جواب:۔ تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں کافی ہیں اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح نسب یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردیسی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن و شوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود۔ مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

اولم یسیروا فی الارض فینظر وکیف کان عاقبة الذین من قبلهم۔

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۰ آیت نمبر ۹)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گزشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا شفا شریف میں ہے۔

ومن اعظامه واكباره اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته وما لمسه عليه السلام او عرف به۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شرح شفا میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ان المراد جميع ما نسب اليه و يعرف به عليه السلام اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہ ہی عبارت شفا نقل فرما کر ویعرف بہ پر حاشیہ لکھا:

اى و لو كان على وجه الاشتهار من غير ثبوت اخبار فى الاثاره كذا قال على ن القارى۔

ترجمہ: اگر چہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک متقسط میں یہ ہی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت وحرمت کرتے ہوں۔

تعجب ہے کہ فقہاء کرام فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں۔ اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیث بخاری کا مطالبہ کریں۔

عاشقاں را چہ کار با تحقیق ہر کجا نام اوست قربانم!

حاشیہ......☆

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما يفعله بعض الناس من النزول بقرب من المدينة والمشى على القدامه الى ان يدخلها حسن وكل ما كان ادخل فى الادب والاجلال كان حسنا۔

ترجمہ: بعض لوگ مدینہ کے قریب سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس کا حضور ﷺ کے ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو اس کو کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما يفعله بعض الناس من النزول بقرب من المدينة والمشى الى ان يدخلها حسن وكل ما كان ادخل فى الادب والاجلال كان حسنا۔

ترجمہ: اور یہ جو بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ کے قریب اترتے ہیں اور وہاں سے پیادہ پا چلکر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہتر ہے اور جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کی محبت وعظمت کے بعد مومن کے پاس اصل جو سرمایہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت ہے اور جس قدر یہ محبت و

marfat.com

Marfat.com

لطیفہ:۔ ہم دھوراجی کاٹھیاواڑ کی نگینہ مسجد میں بارہویں ربیع الاول شریف کو وعظ کہنے گئے وہاں بال مبارک کی زیارت کی جارہی تھی۔ مسلمان زیارت کر رہے تھے درود پاک کا ورد کر رہے تھے کوئی روتا تھا۔ کوئی دعا مانگ رہا تھا۔ غرضکہ عجب پر کیف منظر تھا ایک صاحب ایک کونہ میں منہ بنائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ کو لقوے نے مارا ہے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ فرمانے لگے کہ مسجدوں میں شرک ہورہا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ بال حضور علیہ السلام کا ہے اور اگر ہو بھی تو اس تعظیم کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے ان کا جواب نہ دیا بلکہ ان سے پوچھا کو جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے عبدالرحمٰن۔ والد مہربان کا اسم گرامی کیا؟ فرمایا کہ عبدالرحیم۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں۔ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے تڑپ کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ ہم نے کہا جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ شرمندہ ہوگئے۔ کہنے لگے یہ اور بات ہے پوچھا کہ جناب کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں فرمایا دیوبند کے۔ ہم نے کہا کہ پھر کیا پوچھنا آپ رجسٹری شدہ ہیں۔ مولانا قطب الدین برہمچاری قدس سرہ سے ایک دیوبندی صاحب فرمانے لگے کہ حضور علیہ السلام کو حضور کہنا بدعت ہے نام لینا چاہیے کیونکہ حضور کہنا کہیں ثابت نہیں انہوں نے جواب دیا۔ چپ رہ الو۔ بولے یہ کیا؟ فرمایا کہ آپ کو جناب یا آپ کہنا بدعت ہے کہیں بھی ثابت نہیں میں یقین کرتا ہوں کہ دیوبندیوں کو بہت زیادہ تکلیف قیامت کے دن ہوگی۔ جبکہ حضور علیہ السلام مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور آپ کی شان تمام عالم پر ظاہر ہوگی اللھم ارزقنا شفاعتہ ﷺ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حاشیہ......☆

عظمت دل و دماغ میں راسخ ہوگی اسی قدر دیار رسول ﷺ کی زیارت کی اہمیت اور فوقیت نمایاں اور آشکارا ہوگی۔ اللہ رب العالمین کی محبت وعظمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت کے بعد ہر اس شے کی عظمت ومحبت ہوگی اور شوق واشتیاق ہوگا جسے رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنی انتساب اور وابستگی ہوگی۔

(تجلیات مدینہ ص ۷ا مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان تمام اشیاء اور مقامات اور آثار کا اعزاز واکرام ہو جو رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنی انتساب رکھتے ہیں۔ اور یہی شیوہ الفت وآشنائی ہے۔

(تجلیات مدینہ ص ۱۰۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان کل ما مال الی التعظیم رسول اللہ ﷺ لا ینبغی لاحد البحث فیه و لا المطالبة بدلیل خاص فیه فان ذلك سوء ادب فقل ما شئت فی رسول اللہ ﷺ علی سبیل المدح لا حرج۔

ترجمہ: پھر اس بات پر یقین رکھ کہ (ہر قول، فعل، تقریر، تحریر) وہ چیز جو حضور ﷺ کی تعظیم کی طرف مائل ہو کسی کو لائق نہیں کہ اس میں بحث کرے۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اس جزئیہ پر دلیل خاص کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ بلاشک وشبہ بے ادبی ہے۔ تو جو جی چاہے حضور ﷺ کے حق میں بطریق مدح بیان کر۔ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

(کشف الغمہ عن جمیع الامۃ ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جواہر البحار امام نبہانی ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اعتراض (۴)......۔ نقشہ نعلین اصل نعلین شریف نہیں یہ تمہاری روشنائی تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے۔ پھر اس کی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

جواب:۔ یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے حکایت کی بھی تعظیم چاہیے لاہور کا چھپا ہوا، قرآن شریف اس کا کاغذ روشنائی آسمان سے نہیں اتری ہماری بنائی ہوئی ہے مگر واجب التعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے۔ ہر ماہ ربیع الاول ہر دوشنبہ معظم ہے کہ اصل کی نقل ہے۔

حاشیہ......☆

امام تقی الدین السبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

(۱) میں لیلیٰ کے مکانات پر سے گزرتا ہوں تو اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔ (۲) مکانات کی محبت نے میرے دل کو نہیں گھیرا، لیکن اس کی محبت نے جو ان مکانات میں رہا۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام عربی اردو ص ۱۰۳ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور)

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

بحث عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا

عبدالنبی عبدالرسول عبدالمصطفیٰ عبدالعلی وغیرہ نام رکھنا جائز ہے۔ اسی طرح اپنے کو حضور علیہ السلام کا بندہ کہنا جائز ہے قرآن وحدیث واقوال فقہاء سے ثابت ہے مگر بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے بھی ہم دو باب کرتے ہیں۔ باب اول میں اس کا ثبوت دوسرے میں اس پر اعتراض وجواب۔

پہلا باب

اس کے ثبوت میں

قرآن کریم فرماتا ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم۔

ترجمہ: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)

اس عبارت میں عباد کو کم کی طرف مضاف کیا گیا۔ یعنی تمہارے بندے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۵۳)

اس یا عبادی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ رب فرماتا ہے کہ اے میرے بندو دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ فرمادو اے میرے بندو۔ اس دوسری صورت میں عباد رسول اللہ مراد ہوئے یعنی حضور علیہ السلام کے غلام اور امتی، دوسرے معنی کو بھی بہت سے بزرگان دین نے اختیار فرمایا۔ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد ــــــ جملہ را نجواں قل یا عباد

حضور علیہ السلام نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ قرآن میں پڑھ لو قل یا عباد۔ حاجی امداد اللہ صاحب رسالہ فتح مکیہ ترجمہ شمائم امدادیہ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں۔ عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین الآیۃ مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت ﷺ ہیں۔ ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قل یا عبادی الذین الآیۃ آپ کہہ دو کہ میرے بندو۔ ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ الریاض النضرۃ وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر خطبہ میں فرمایا۔

قد کنت مع رسول اللہ ﷺ فکنت عبدہ وخادمہ۔

ترجمہ: میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ پس میں آپ کا بندہ اور خادم تھا۔

مثنوی شریف میں وہ واقعہ نقل فرمایا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر حضرت بلال کو خرید کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں لائے (رضی اللہ عنہما) تو عرض کیا۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو ــــــ کردمش آزاد من بر روئے تو

marfat.com

Marfat.com

عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں۔ میں ان کو آپ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔
صاحب درمختار خطبہ درمختار میں اپنا شجرہ علمی بیان فرماتے ہیں۔
فانی ارویه عن شیخنا الشیخ عبدالنبی الخلیلی۔
ترجمہ: میں اس کو اپنے شیخ عبدالنبی خلیلی سے روایت کرتا ہوں۔

(درمختار علی حاشیہ کشف الاستار ص۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان)

معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کے استاد کا نام عبدالنبی تھا۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے لکھا ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں — عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

جس سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے بھی یوسف ثانی کہلاتے ہیں۔ غرضکہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف قرآن وحدیث واقوال فقہاء اور اقوال مخالفین سے ثابت ہے عرب والے عام طور پر کہتے ہیں۔ عبدی حر شاعر کہتا ہے الواهب الماء تته الهجان وعبده:ا۔

لطیفہ:۔ تقویۃ الایمان میں علی بخش، پیر بخش، غلام علی، مدار بخش، عبدالنبی نام رکھنے کو شرک کہا۔ مگر تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳ میں رشید احمد صاحب کا شجرہ نسب یوں ہے مولانا رشید احمد ابن مولانا ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش ابن غلام حسن ابن غلام علی۔ اور ماں کی طرف سے نسب نامہ یوں لکھا ہے۔ رشید احمد ابن کریم النساء بنت فرید بخش ابن غلام قادر ابن محمد صالح ابن غلام محمد۔ دیوبندی بتائیں کہ مولوی رشید احمد صاحب کے خاندانی بزرگ مشرک مرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر تھے تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض (۱)......:۔ عبد کے معنی ہیں عابد عبادت کرنے والا تو عبدالنبی کے معنی ہوں گے نبی کے عبادت کرنے والا اور یہ معنی صریح شرکیہ ہیں لہذا ایسے نام منع ہیں۔

جواب:۔ عبد کے معنی عابد بھی ہیں اور خادم بھی۔ جب عبد کو اللہ کی طرف نسبت کیا جاوے گا تو اس کے معنی عابد ہوں گے۔ اور جب غیر اللہ کی نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم غلام لہذا عبدالنبی کے معنی ہوئے نبی کا غلام۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب تسمیۃ الاولاد میں ہے۔

والتسمية باسم يوجد فی كتاب الله تعالى جائزة كالعلى والرشيد والبديع لانه من الاسمآء المشترکه ویراد فی حق العباد مالا یراد فی حق الله تعالى كذا فی السراجية۔

ترجمہ: جو نام قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں ان سے نام رکھنا جائز ہے جیسے کہ علی یا رشید اور بدیع کیونکہ یہ اسماء مشترکہ میں سے ہیں اور بندے کے لئے ان کے وہ معنی مراد ہوں گے جو کہ اللہ کے لئے مراد نہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب تسمیۃ الاولاد ج۵ ص۳۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی علی ہے۔ اسی طرح خدا کا نام بھی رشید بدیع وغیرہ ہیں اور بندوں کے بھی یہ نام ہو سکتے ہیں۔ مگر اللہ کے نام میں ان الفاظ کے معنے اور ہیں اور بندوں کے لئے دوسرے معنی اسی طرح عبداللہ کے معنی اللہ کا عابد، عبدالنبی کے معنی نبی کا غلام اگر یہ توجیہ نہ ہو تو قرآن کی اس آیت کے کیا معنی ہوں گے۔ من عبادکم

(پارہ۱۸ سورہ۲۴ آیت نمبر۳۲)۔

marfat.com
Marfat.com

اعتراض (۲).......: مشکوٰۃ باب الادب الاسامی اور مسلم جلد دوم کتاب الالفاظ من الادب وغیرہ میں ہے۔

لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبیداللہ وکل نسآء کم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی نہ کہے عبدی امتی (میرا بندہ وغیرہ) تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یہ کہے کہ غلامی وجاریتی۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا خلاف احادیث ہے لہٰذا حرام ہے اور عبد النبی میں بھی یہ بات موجود ہے لہٰذا منع ہے۔

جواب: یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے طور پر ہے کہ عبدی کہنا بہتر نہیں بلکہ غلامی کہنا اولیٰ ہے اسی حدیث کے ماتحت نووی شرح مسلم میں ہے۔

فان قیل قد قال النبی علیہ السلام فی اشراط الساعۃ ان تلد الامۃ ربتھا فالجواب من وجھین احدھما ان الحدیث الثانی لبیان الجواز وان النھی فی الاول للادب وکراھۃ التنزیہ لا للتحریم۔

ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ حضور علیہ السلام نے علامات قیامت میں فرمایا کہ لونڈی اپنے رب کو جنے گی (یعنی بندے کو رب فرمایا) اس کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ دوسری حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور پہلی حدیث میں ممانعت ادب کے لئے ہے اور کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(صحیح مسلم للنووی کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلم میں اسی جگہ ہے **لایقولن احدکم للعنب الکرم فان الکرم الرجل المسلم۔**

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی جگہ یہ بھی ہے **لا تسمو العنب الکرم فان الکرم المسلم** انگور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الادب باب الاسامی میں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی ص ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

لاتسمین غلامک یسارا ولا رباحاً ولا نجیحاً ولا افلح۔

ترجمہ: حکم تو اللہ ہے اسی کا حکم ہے تو تیرا نام ابو الحکم کیوں ہے۔ اپنے غلام کا نام یسار اور رباح اور نجیح اور افلح نہ رکھو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول ص ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان تمام احادیث میں ان ناموں سے جو ممانعت ہے کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے ورنہ قرآن اور حدیث بلکہ خود احادیث میں سخت تعارض ہوگا۔ دیکھو رب خدا کا بھی نام ہے اور قرآن کریم میں بندوں کو بھی رب فرماتا ہے **کما ربیانی صغیرا** (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۲۴) **قال ارجع الی ربک** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۰) اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مربی یا رب کہے تو مشرک نہ ہوگا۔ ہاں اس سے بچے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ نام رکھنا واجب نہیں۔ لیکن اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں وہابیوں کو چڑانے کے لئے یہ نام رکھے تو بہت باعث ثواب ہے۔ جیسے کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی۔ ہم اس کی تحقیق فاتحہ کی بحث میں کر چکے ہیں کہ جس مستحب کام کو اعدائے دین روکنے کی کوشش کریں اور اس ضرور کرنا چاہئیے۔

marfat.com

Marfat.com

بحث اسقاط کا بیان

اس بحث میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ اسقاط کے معنی۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ۔ اسقاط کا ثبوت مگر چونکہ بعض لوگ اسقاط کے بالکل منکر ہیں۔ وہ قسم قسم کے اعتراض کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں مذکورہ تین باتیں اور دوسرے باب میں اس پر سوال و جواب۔

پہلا باب

اسقاط کے طریقے اور اس کے ثبوت میں

اس باب میں چار باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ اسقاط کے کیا معنی ہیں۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اسقاط کرنے سے فائدہ کیا ہے اسقاط کا ثبوت کیا ہے (۱) اسقاط کے لغوی معنی ہیں گرادینا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ میت کے ذمہ جو احکام شرعیہ رہ گئے ہوں ان کو اس کے ذمہ سے دور کرنا۔ چنانچہ وجیز الصراط میں ہے اسقاط آں چیز است کہ دور کردہ شود از ذمہ میت بہ ایں کہ میسر شود۔ اسقاط کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان سے بہت سے شرعی احکام عمداً سہواً خطاً۔ رہ جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکا۔ اور بعد موت ان کی سزا میں گرفتار ہے اب نہ تو ادا کرنے کی طاقت ہے نہ اس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل۔ شریعت مطہرہ نے اس بیکسی کی حالت میں اس میت کی دستگیری کرنے کے لئے کچھ طریقے تجویز فرمادئے کہ اگر ولی میت وہ طریقہ میت کی طرف سے کردے تو بیچارہ مردہ چھوٹ جاوے اس طریقہ کا نام اسقاط ہے حقیقت میں یہ میت کی ایک طرح کی مدد ہے۔ وہابی دیوبندی جس طرح کہ زندہ مسلمان کے دشمن ہیں اسی طرح مردوں کے بھی دشمن کہ ان کو نفع پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی عمر معلوم کی جاوے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نابالغی کے نکال دو اب جتنے سال بچے اس میں حساب لگاؤ کتنی مدت تک وہ بے نمازی یا بے روزہ رہا۔ یا نمازی ہونے کے زمانہ میں کس قدر نمازیں اس کی باقی رہ گئیں ہیں کہ نہ وہ پڑھی اور نہ قضا کی اس لئے زیادہ سے زیادہ اندازہ لگالو۔ جتنی نمازیں حاصل ہوں فی نماز ۱۷۵ روپے اٹھنی بھر گیہوں خیرات کردو۔ یعنی جو فطرہ کی مقدار ہے وہ ہی ایک نماز کے فدیہ کی۔ وہ ہی ایک روزے کی۔ تو ایک دن کی چھ نمازیں، پانچ فرض اور ایک وتر واجب ان کا فدیہ تقریباً بارہ سیر گندم ہوئے اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من گندم تقریباً اور سال کی نمازوں کا ۱۰۸ من گندم ہوتا ہے۔ اب اگر کسی کے ذمہ دس بیس سال کی نمازیں ہیں تو صدہا من غلہ خیرات کرنا ہوگا۔ شاید کوئی بڑا دیندار مالدار ہو تو یہ کرسکے مگر غربا سے ناممکن۔ ان کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ولی میت بقدر طاقت گندم یا اس کی قیمت لے مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من تھا تو ۹ من گندم یا اس کی قیمت لے اور کسی مسکین کو اس کا مالک کردے وہ مسکین یا تو دوسرے مسکین کو یا خود مالک کو بطور ہبہ وہ پھر اس فقیر کو صدقہ دے ہر بار کے صدقہ میں ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔ بارہ بار صدقہ کیا۔ ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔ اسی طرح چند بار گھمانے میں پورا فدیہ ادا ہوجائے گا۔ نمازوں کے فدیہ سے فارغ ہوکر اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا فدیہ ادا کردیں رحمت الٰہی سے امید ہے کہ میت کی مغفرت فرمادے۔ اسقاط کا یہ طریقہ صحیح ہے۔ پنجاب میں جو عام طو[ر] پر مروج ہے کہ مسجد سے قرآن پاک کا نسخہ منگایا۔ اس [پر ا]یک روپیہ رکھا۔ [چ]ند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا پھر مسجد میں

marfat.com
Marfat.com

واپس کر دیا اس سے نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوگا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ لہٰذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات کر دیا سب نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اعتبار تو قرآن کے کاغذ لکھائی چھپائی کا ہے اگر دو روپیہ کا یہ نسخہ ہے تو دو روپیہ کی خیرات کا ثواب ملے گا۔ ورنہ پھر وہ مالدار جن پر ہزار روپیہ سالانہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں صرف ایک قرآن پاک کا نسخہ خیرات کر دیا کریں۔ غرضکہ یہ طریقہ صحیح نہیں طریقہ صحیح نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے اسقاط کا مقصد حاصل نہ ہوگا کہ حرام ہے بلا دلیل کسی شئے کو صرف اپنی رائے سے حرام کہنا تو فضلائے دیوبند ہی کا کام ہے بقدر خیرات ثواب مل جاوے گا۔

نوٹ:۔ ہم نے فدیہ کو جو وزن بیان کیا کہ چھ نمازوں کا بارہ سیر۔ یہ ہر جگہ کے لئے نہیں ہے ایک نماز کا فدیہ ۱۷۵ روپیہ اٹھنی پھر گندم ہوتے ہیں۔ ہر صوبہ کے لوگ اس سے اپنے یہاں کے سیر سے حساب لگائیں۔

اسقاط کے ثبوت میں تین بحثیں کرنا ہیں ایک تو یہ کہ حرام سے بچنے ثواب حاصل کرنے یا شرعی ضرورت پوری کرنے کے لئے شرعی حیلے جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ نمازوں کا فدیہ مال سے ہوسکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود اسقاط کا ثبوت کیا ہے۔

پہلی فصل......حیلہ شرعی کے جواز میں

شرعی حیلے کرنا ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ قرآن کریم احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے اس کا ثبوت ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا رب تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرمایا کہ تم ایک جھاڑو لے کر ان کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ قرآن مجید نے اسی قصہ کو نقل فرمایا وخذ بیدك ضغثاً فاضرب به ولا تحنث تم اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو۔

(پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴)

حاشیہ......☆

سیدنا ایوب علیہ السلام سے رب العزت نے فرمایا تھا کہ اے ایوب تم نے اپنی زوجہ کے بارے میں قسم کھائی تھی کہ اے بی بی میں تجھے سو ۱۰۰ لکڑی ماروں گا۔ اب تو ایک سو ۱۰۰ تنکے کا جھاڑو لے کر مار لے تاکہ تم اپنی قسم میں حانث نہ ہو۔ پھر سیدنا ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ تفصیلاً واقعہ کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن عمرو بن ابی عاصم الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابو المغیرۃ اخبرنا صفوان اخبرنا عبدالرحمن ابن جبیر قال لما ابتلی النبی بمالہ وولدہ وجسدہ طرح فی المزبلۃ جعلت امراتہ تخرج تکسب علیہ ما تطعمہ فحسدہ الشیطان ذلك وکان یاتی اصحاب الخبز والشواء الذین کانوا یتصدقون علیھا فیقول اطردوا ھذہ المراۃ التی تغشاکم فانھا تعالج صاحبھا کجراحات بیدھا فالناس یقتذرون طعامکم من اجلھا انھا تاتیکم وتغشاکم فجعلوا لا یدنونھا منھم ویقولون ونحن نطعمك ولا تقربینا فاخبرت ایوب بذلك فحمد اللہ عزوجل علی ذلك فکان یلقاھا اذا خرجت کالمتحزن بما لقی ایوب فیقول لج صاحبك وابی الا ما ابی فواللہ لو تکلم بکلمۃ واحدۃ لکشف عنہ کل ضر ولرجع الیہ مالہ وولدہ فتجئی فتخبر ایوب علیہ السلام بذلك فیقول لھا لقیك عدو اللہ وعصافیر ھذا الکلام لما اعطانا اللہ عزوجل المال والولد امنا بہ واذا قبض الذی ما نکفر بہ لئن اقامنی اللہ عزوجل من مرضی ھذا لاجلدنك مائی جلدۃ قال فلذلك قال اللہ عزوجل وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی بالضغث القبضۃ من المکانس۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے مال، اولاد اور جسم میں آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ آپ کی بیوی جاتی تو اتنا کماتی جتنا آپ کو کھلاتی۔ شیطان نے اس پر حسد کیا۔ وہ مالدار لوگوں کے پاس آتا جو اس عورت پر صدقہ کرتے اور کہتا اس عورت کو دور بھگا دو جو تمہارے پاس آتی ہے کیونکہ یہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ اب وہ آپ کی بیوی کو قریب نہ آنے دیتے اور کہتے ہم سے دور رہ۔ ہم تجھے کھانا دے دیں گے تو ایوب علیہ السلام سے بات کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جب آپ کی بیوی آپ کے پاس سے جاتی تو شیطان اس سے ملتا اور یہ ظاہر کرتا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو مصیبت پہنچی اس پر وہ بڑا دکھی ہے اور کہتا تیرے خاوند نے جھگڑا کیا اور انکار کیا مگر اللہ نے انکار نہیں کیا اگر وہ ایک بات کہہ دیتا تو اس سے ہر تکلیف دور ہو جاتی اس کا مال اور اولاد سب واپس آجاتے بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتی اور آپ کو بتاتی حضرت ایوب علیہ السلام اسے فرماتے تجھے اللہ کا دشمن ملا ہے اور اس نے یہ بات تجھے سکھائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری مرض سے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث۔ اس سے مراد کھجور کی شاخوں کا گٹھا ہے۔

(کتاب الزھد لابن ابی عاصم بلاء ایوب علیہ السلام ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الریان للتراث القاھرۃ)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الزھد لامام احمد ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج عبد بن حمید عن الضحاك رضی اللہ عنہ (وخذ بیدك ضغثاً) قال جماعة من الشجر وكانت لایوب علیه السلام خاصة وهی لنا عامة۔

ترجمہ: امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ضغثاً سے مراد درختوں کی ایک جماعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص اور ہمارے لئے عام ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

وهی رخصة باقیة فی الحدود۔

ترجمہ: یہ رخصت حدود میں باقی ہے۔

(انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی ج ۵ ص ۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

واختلف العلماء فی هذا الحكم هل هو عام او خاص بایوب فروی عن مجاهد انه عام للناس ذكره ابن عربی۔ وحكی عن القشیری ان ذالك خاص بایوب۔ وحكی المهدوی عن عطاء بن ابی رباح انه ذهب الی ان ذلك حكم باق۔ وانه اذا ضرب بمائه قضیب ونحوه ضربة واحدة بر۔ وروی نحوه الشافعی وروی نحوه عن النبی ﷺ فی المقعد الذی حملت منه الولیدة وامر ان یضرب بعثكول فیه مائة شمراخ ضربة واحدة۔

وقال القشیری وقیل لعطاء هل یعمل بهذا الیوم؟ فقال ما انزل القرآن الا لیعمل به ویتبع الخ۔

ترجمہ: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم عام ہے یا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ پس روایت ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ حکم عام ہے تمام لوگوں کے لئے اس قول کو امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا۔ ہے اور حکایت بیان کی گئی ہے امام قشیری

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ خاص ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ۔

اور مھدوی نے عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کا حکم باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سویا اس کی مثل بنڈل ایک دفعہ مارا جائے تو کفایت کرے گا اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اس معقد کے بارے میں جو بچے سے حاملہ ہو کہ آپ نے سوتنکے والے جھاڑو سے ایک دفعہ مارنے کا حکم فرمایا۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس حکم پر آج بھی عمل کیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن تو عمل کرنے کے لیے اور اتباع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك خاص له ام لا فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابی رباح و ابن ابی لیلیٰ والثانی انه خاص لايوب قاله مجاهد۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(زاد المسیر ج ۷ ص ۱۴۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية وعن النبی ﷺ انه اتی بمجذم خبث بامة فقال خذوا عثكالاً فيه مائة شمراخ فاضربوه به ضربة۔

ترجمہ: اور یہ رخصت باقی ہے حضور ﷺ سے روایت ہے کہ مجرم آپ کے پاس لایا گیا جس نے باندی سے زنا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوتنکوں والا جھاڑ و لواور اس کو ایک دفعہ مارو۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية۔

ترجمہ: یہ رخصت باقی ہے۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۴ ص مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك لايوب خاصة ام لا؟ فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابی رباح والثانی انه خاص بايوب۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ بنیامین کو اپنے پاس رکھیں اور راز ظاہر نہ ہو۔ اس کے لئے بھی ایک حیلہ ہی فرمایا جس کا مفصل ذکر سورہ یوسف میں ہے۔

(کنزالایمان سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۶ پارہ ۱۳)

ایک بار حضرت سارہ نے قسم کھائی تھی کہ میں قابو پاؤں گی تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کروں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان کی آپس میں صلح کرادو۔ حضرت سارہ نے فرمایا کہ میری قسم کیسے پوری ہو۔ تو ان کو تعلیم دی گئی کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھیددیں۔ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربوا میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عمدہ خرمے لائے۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے لائے۔ عرض کیا کہ میرے پاس کچھ ردی خرمے تھے میں نے دو صاع ردی خرمے دیئے اور ایک صاع عمدہ خرمے لے لئے فرمایا کہ یہ سود ہوگیا۔ آئندہ ایسا کرو کہ ردی خرمے پیسوں کے عوض فروخت کرو اور ان پیسوں کے اچھے خرمے لے لو۔

(صحیح مسلم باب الربوا ج ۲ ص ۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری ج ۴ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

دیکھو یہ سود سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

حاشیہ......☆

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر با بن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

واخبر تعالی عن نبیه یوسف علیه السلام انه جعل صواعه فی رحل اخیه یتوصل بذلك الی اخذه من اخوته ومدحه بذلك واخبر انه برضاه واذنه کما قال کذلك کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاه فی دین الملك الا ان یشاء الله نرفع درجات من نشاء وفوق کل ذی علم علیم [یوسف: ۷۶] فاخبر ان هذا کیده لنبیه وانه بمشیئته وانه یرفع درجة عبده بلطیف العلم ودقیقه الذی لا یهتدی الیه سواه وان ذلك من علمه وحکمته۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے اپنا برتن اپنے بھائی کی سواری میں رکھ دیا تا کہ اپنے سوتیلے بھائیوں میں سے اپنے سگے بھائی کو حاصل کرسکیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے مقام مدح میں بیان فرمایا اور خبر دی کہ یہ کام اللہ کی رضا اور اس کی اجازت سے ہوا۔ جیسے کہ اس نے فرمایا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا حیلہ تھا۔ اور یہ اس کی مشیت سے تھا اور وہ اپنے بندے کے درجہ و مرتبے کو بلند فرماتا ہے لطیف و باریک علم کے ساتھ اور علم کے دقائق کے ساتھ جس کو اس کے سوا کوئی نہیں پا سکتا اور یہ اس کے علم و حکمت میں سے ہے۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین فصل عن تج الذین جوز والحیل ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وهذا من الکید المحبوب المراد الذی یحبه الله ویرضاه لما فیه من الحکمة والمصلحة المطلوبة۔

ترجمہ: اور یہ پسندیدہ حیلہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے کیونکہ اس میں حکمت اور مصلحت ہے جو مطلوب ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۹۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

عالمگیری نے حیلوں کا مستقل باب لکھا جس کا نام ہے کتاب الحیل اسی طرح الاشباہ والنظائر میں کتاب الحیل وضع فرمائی۔ چنانچہ عالمگیری کتاب الحیل اور ذخیرہ میں ہے۔

کل حیلة یحتال بها الرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبهة فیه او لتمویه باطل فهی مکروهة وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها الی حلال فهی حسنة والاصل فی جواز هذا النوع (الخ)۔

ترجمہ: جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جاوے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جاوے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل ج ۶ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ ☆......

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وهی ما یتوصل به الی مقصود بطریق خفی وهی ثم العلماء علی اقسام بحسب الحامل علیها فان توصل بها بطریق مباح الی ابطال حق او اثبات باطل فهی حرام او الی اثبات حق او دفع باطل فهی واجبة او مستحبة وان توصل بها بطریق مباح الی بالاجماع من وقوع فی مکروه فهی مستحبة او مباحة او الی ترك مندوب فهی مکروهة۔

ترجمہ: کسی خفیہ طریقہ سے مقصود کے حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں، علماء کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

(۱) اگر جائز طریقہ سے کسی کا حق باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود، رشوت وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔

(۲) اگر جائز طریقہ سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی باطل یا ظلم کو دفع کیا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا واجب ہے۔

(۳) اگر جائز طریقہ سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا مباح ہے۔

(۴) اگر جائز طریقہ سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

امام ابوبکر احمد بن عمرو المعروف الخصاف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پوری ایک کتاب بنام ''کتاب الحیل'' لکھی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام الخصاف رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحنفیہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

العلامة شیخ الحنفیة ابوبکر احمد بن عمرو بن مهیر الشیبانی الفقیه الحنفی المحدث۔

اور ان کے کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

صنف کتاب الحیل وکتاب الشروط الکبیر ثم اختصره والرضاع و ادب القاضی والعصیر واحکامه واحکام الوقوف وذرع الکعبة والمسجد والقبر۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر الخصاف رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں۔

قال فی الملتقط قال ابو سلیمان کذبوا علی محمد لیس له کتاب الحیل و انما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال الله تعالی خذ بیدك ضغثا فاضرب به و لاتحنث۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ ابو سلیمان نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان تراشا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب الحیل نہیں لکھی

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اس سے مارو یہ حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی اور عام مشائخ اس پر ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں اور یہ ہی صحیح اور یہ ہی صحیح مذہب ہے حموی شرح اشباہ اور تتارخانیہ میں جواز حیلہ کی بہت نفیس تقریر فرمائی چنانچہ بحث کے دوران میں فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه قال وقعت وحشة بين هاجرة وسارة فحلفت سارة ان ظفرت بها قطعت عضوا منها فارسل الله جبريل الى ابراهيم عليه السلام ان يصلح بينهما فقالت سارة ماحيلة يميني فاوحى الله الى ابراهيم عليه السلام ان يامر سارة ان تثقب اذني هاجر فمن ثم ثقوب الاذن۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقع ملا تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹوں گی۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کرا دیں حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان چھید دیں۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے۔

(فن الحیل حموی علی الاشباہ والنظائر ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ان قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور فقہی عبارات سے حیلہ شرعی کا جواز معلوم ہوا۔

دوسری فصل......روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں

روزے کا فدیہ تو قرآن سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔

ترجمہ: اور جن کو اس روزے کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

(سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مجبور، بوڑھا یا مرض الموت کا مریض جب روزے کے قابل نہ رہے تو ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور نماز بمقابلہ روزے کے زیادہ مہتم بالشان ہے اس لئے نماز کو روزے کے حکم میں رکھا گیا۔ چنانچہ اسی آیت کے ماتحت تفسیرات احمدیہ شریف میں ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں۔

والصلوة نظير الصوم بل اهم فيه فامرناه بالفدية احتياطاً ورجونا القبول من الله تعالى فضلا۔

ترجمہ: نماز روزے کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہٰذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور رب تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ ص ۶۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

منار میں ہے۔

ووجوب الفدية في الصلوة للاحتياط۔

حاشیہ......☆

حالانکہ یہ حیلہ حرام سے اجتناب اور اس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے اور وہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں۔

(الاشباہ والنظائر الفن الخامس منہ وھو فن الحیل ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

وفدية كل صلوة كصوم يوم وهو الصحيح۔

ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور وہ ہی صحیح ہے۔

(شرح وقایہ کتاب الصوم باب موجب الافساد ج ا ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

شرح الیاس میں ہے۔

ويعتبر فدية كل صلوة فائت كصوم يوم اى كفدية يوم۔

ترجمہ: ہر فوت شدہ نماز کے فدیہ کا اعتبار ایک دن روزے پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

من مات وعليه قضاء رمضان فاوصى به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر اوصاعاً من تمر او شعير لانه عجز الاداء وكذالك اذا اوصى بالاطعام عن الصلوة۔

ترجمہ: جو شخص مرجائے اور اس پر رمضان کی قضاء ہے پس اس نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع خرمے یا جو دیدے کیونکہ میت اب ادا سے مجبور ہو گیا اور اسی طرح جبکہ اس نے نماز کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔

(فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

إعلم انه قدور دالنص فى الصوم باسقاطه بالفدية اتفقت كلمته المشائخ على ان الصلوة كالصوم استحساناً واذا علمت ذلك تعلم جهل من يقول ان اسقاط الصلوة لا اصل له ابطال للمتفق عليه من المذهب۔

(طحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز وروزے کا فدیہ دینا جائز ہے اور قبول کی امید ہے بلکہ احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ نسائی نے اپنے سنن کبریٰ اور عبد الرزاق نے کتاب الوصایا میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے نقل فرمایا۔

لايصلى احد عن احد ولايصوم احد عن احد ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدين من حنطة۔

ترجمہ: کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اس کی طرف سے ہر دن ہر دن کے عوض دو مد گندم (آدھا صاع) خیرات کردے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۸۰۰۴ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حاشیہ......☆

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی سن ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا محمد بن عبدالاعلى قال حدثنا يزيد وهو بن زريع قال حدثنا حجاج الاحول قال حدثنا ايوب بن موسىٰ عن عطاء بن ابى رباح عن بن عباس قال لم لايصلى احد عن احد ولا يصو م احد عن ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدا من حنطة صوم الولى عن الميت۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن ولی میت کی طرف سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۲۹۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

مشکوۃ باب الصوم باب القضاء میں ہے۔

قال مات وعليه صيام شهر رمضان فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين۔

ترجمہ: جو مرجائے اور اس کے ذمہ ماہ رمضان کے روزے ہوں تو چاہیئے کہ اس کی طرف سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیا جاوے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم باب القضاء ص ۱۷۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

غرضکہ نماز وروزے کا فدیہ سال سے دینا شریعت میں وارد ہے اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

تیسری فصل

مسئلہ اسقاط کے ثبوت میں

اسقاط کا طریقہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اس کا ثبوت تقریباً ہر فقہی کتاب میں ہے۔ چنانچہ نور الایضاح میں اسی مسئلہ اسقاط کے لئے ایک خاص فصل مقرر کی فصل فی اسقاط الصوم والصلوۃ یعنی یہ فصل نماز وروزے کے اسقاط میں ہے اس میں فرماتے ہیں

ولايصح ان يصوم ولا ان يصلى عنه وان لم يف ما اوصى به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير وهكذا حتى يسقط ما كان على الميت من صيام و صلوة ويجوز عطاء فدية صلوت لواحدا جملته بخلاف كفارة اليمين۔

ترجمہ: وہ ہی ہے جو ہم نے طریقہ اسقاط میں بیان کیا۔

(نور الایضاح فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم ص ۲۷ مطبوعہ دار الحکمۃ دمشق)

حاشیہ......☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

روى النسائي في الكبرى باسناد صحيح۔

ترجمہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الکبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(تلخیص الحبیر کتاب الصیام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال لايصلين احد عن احد ولا يصومن احد عن احد ولكن ان كنت فاعلاً تصدقت عنه۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اگر کرنا ہی ہے تو اس کی طرف سے صدقہ دو۔

(مصنف عبد الرزاق کتاب الوصایا ج ۹ ص ۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

قال حدثنا يوسف عن ابيه حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال لا يصوم احد عن احد ولا يصلي احد عن احد۔

marfat.com
Marfat.com

درمختار باب قضاء الفوائت میں ہے۔

ولو لم یترك مالاً یستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم۔

(الدر المختار باب القضاء الفوائت ص ۷۳ مطبوعہ مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور)، (منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمہ من کثیر وقلیل، الرسالۃ الشکریہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو طریقہ اسقاط میں بیان ہوا۔ اس کی شرح میں شامی میں اس اسقاط کی اور زیادہ وضاحت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں۔

والاقرب ان یحسب علی المیت ویستقرض بقدره بان یقدر عن کل شهر او سنة او یحسب مدة عمره بعد اسقاط اثنی عشر سنة للذکر وتسع سنین للانثی لانها اقل مدة بلوغهما فیجب عن کل شهر نصف عزارة فتح القدیر بالمدالذ مشقی مد زماننا ولکل سنة شمسیة ست عزائر فیستقرض قیمتها ویدفعها لفقیر ثم یستوهبها منه ویتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلك الفقیر او لفقیر اخر وهکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة بعد ذلك یعید الدور للکفارة الصیام ثم الاضحیة ثم الایمان لکن لا بد فی کفارة الایمان من عشرة مسکین بخلاف فدیة الصلوة فانه یجوز اعطاء فدیة صلوت للواحد۔

ترجمہ: یعنی اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حساب کر کے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں اور اس اندازے سے قرض لے اس طرح کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازے سے لے یا میت کی کل عمر کا اندازہ کرے اور پوری عمر میں سے بلوغ کی کم از کم مدت جو مرد کے لئے بارہ سال ہے اور عورت کے لئے نو سال وضع کر دے پھر حساب کر لے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف عزارہ ہوگا (فتح القدیر و مشقی مد سے) اور ہر شمسی سال کا کفارہ چھ عزارہ ہوا پس وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لئے دے پھر فقیر اس کو دیدے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کر لے۔ پھر وہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لئے پھر قسم کے لئے لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب قضاء الفوائت۔ مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت ج ۱ ص ۵۲۲۔۵۲۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

اراد الفدیته عن صوم ابیه او صلوته وهو فقیر یعطی منوین من الحنطته فقیراً ثم یستوهبه ثم یعطیه وهکذا الی ان یتم۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

فحیلته لا براء ذمته المیت عن جمیع ما علیه ان یدفع ذلك المقدار الیسیر بعد تقدیره بمشیئی

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔

(کتاب الآثار لامام ابو یوسف باب فی الصیام ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۷۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن عمر وعن ابراهیم النخعی انهما قالا لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔

(کتاب الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی کتاب الصوم ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

من صیام او صلوۃ او نحوہ ویعطیه للفقیر بقصد اسقاط ما یرد عن المیت ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه ثم یدفعه الموھوب له للفقیر کجهته الاسقاط متبرء به عن المیت ثم یهبه الفقیر للولی (الی ان قال) وھذا ھو المخلص ان شآء اللہ تعالی۔

ترجمہ وہی ہے جواوپر گزرا۔

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح فصل فی اسقاط الصلوۃ والصوم ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

عالمگیری میں ہے۔

وان لم یترك مالا یستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق مسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق حتی یتم الکل کذا فی الخلاصة۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الصلوۃ باب الحادی عشر فی قضاء الفوائت ج ا ص ۱۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح بحرالرائق۔ عینی کنزالدقائق۔ جامع الرموز۔ معتمد ظہیریہ النقایہ فتاوی قاضی خان۔ قرائد۔ جواہرالقول المختصر وغیرہ کتب فقہ میں ہے مگر طوالت کے خوف سے تمام کی عبارات نقل نہیں کیں۔ منصف کے لئے اسی قدر میں کفایت ہے اب مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتوی ملاحظہ ہو۔ فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۱۰۳ میں ہے "حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہوگیا ہے۔ حق تعالی نیت سے واقف ہے وہاں یہ حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دیہ کا ہے" فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اگرچہ اس میں بہت ہیر پھیر کی مگر جائز مان لیا۔ لہٰذا اب کسی دیوبندی کو تو حیلہ اسقاط پر اعتراض کا حق نہیں رہا۔ مفلس کی قید مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ ہم فقہی عبارات پیش کر چکے ہیں۔ جس میں مفلس کی قید نہیں ہے۔ مالدار آدمی بھی اگر پورا فدیہ ادا کرے تو تمام ترکہ اسی میں چلا جاویگا۔ ورثہ کو کیا بچے گا۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت وصیت بھی کر دی ہو کہ میرا فدیہ دیا جائے تو وصیت تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں۔ اگر تہائی مال سے تمام عمر کی نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوا۔ تو حیلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رہا حیلہ کا حیلہ کرنا یہ محض لغو ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مولویوں کا تنخواہ لینے کا حیلہ ہے لہٰذا لغو ہے۔

دوسرا باب

حیلہ اسقاط پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر قادیانی اور دیوبندی جماعتوں کے کچھ اعتراضات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو کوئی معقول اعتراض نہیں مل سکا۔ محض لفاظی سے کام لیتے ہیں چونکہ بعض سیدھے مسلمان شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جواب دیتے ہیں۔

اعتراض (۱) ......:۔ حیلہ کرنا خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ رب تعالی فرماتا ہے۔

یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون۔

ترجمہ: یہ منافقین اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور نہیں فریب دیتے مگر اپنی جانوں کو اور سمجھتے نہیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۹)

یہ کیونکر ممکن ہے کہ تھوڑے مال کے عوض تمام عمر کی نمازیں معاف ہوجاویں۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ حیلہ کو دھوکا کہنا جہالت ہے حیلہ سے مراد ہے ضرورت شرعیہ پورا کرنے کی شرعی تدبیر اردو میں بولتے ہیں۔''حیلہ رزق بہانہ موت'' اور شرعی حیلہ تو رب نے سکھایا اور حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمایا۔ جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے اور عالمگیری کا حوالہ گزر گیا کہ کسی کو فریب دینے کے لئے حیلہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن شرعی ضرورت کو پورا کرنے یا حرام سے بچنے کی تدبیر کرنا عین ثواب کسی جگہ مسجد بن رہی ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے زکوٰۃ کا پیسہ اس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوٰۃ دی اس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے اس پر خرچ کر دیا۔ اس میں کس کو فریب دیا۔ کس کا مال مارا محض ضرورت شرعی کو پورا کیا۔ لینے کا حیلہ کرنا برا اور دینے کا حیلہ کرنا اچھا ہوتا ہے۔ اس میں فقراء کو دینے کا حیلہ ہے خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی ہیں۔

رحمت حق بہانہ می طلبد رحمت حق بہانمی طلبد

خدا کی رحمت قیمت نہیں مانگتی۔ خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے یہ آیت یخدعون منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو کہ کلمہ ایمانی کو اپنے لئے آڑ بناتے تھے۔ اور دل میں کافر تھے۔ مسلمانوں کے عمدہ اور شرعی اعمال پر اس کو چسپاں کرنا سخت جرم ہے۔ اسقاط کے مال کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زمانہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا بدلہ میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے کیونکہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ **الصدقة يطفي غضب الرب** مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے کہ جس سے نماز جمعہ چھوٹ جاوے وہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے۔ یہ خیرات کیا ہے اس گناہ کا کفارہ ہے جس کا بدلہ ناممکن ہو گیا۔ اگر ہم یہ کہتے کہ انسان زندگی میں ہی آئندہ نمازوں کا فدیہ مال دے دیا کرے اور نماز نہ پڑھا کرے۔ تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ مال سے نمازیں معاف کرادیں۔

اعتراض (۲)......:۔ نماز وروزہ عبادت بدنی عبادت کا کفارہ کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ حیلہ محض باطل ہے۔

جواب:۔ یہ قیاس قرآنی آیت کے مقابل ہے کہ قرآن تو فرما رہا ہے **وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**۔ (سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۴) جو اس روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا اور حکم الٰہی کے مقابل اپنا قیاس کرنا شیطان کا کام ہے کہ اس کو حکم الٰہی ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر۔ اس نے اس حکم کے مقابل اپنا قیاس دوڑایا مردود ہوا۔ پھر بدنی محنت کے مقابل مال ہونا عقل کے مطابق ہے کہ ہم کسی سے کام کراتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں مال دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جان کا بدلہ بھی مال سے ہوتا ہے۔ اور شریعت میں بعض کفارے خلاف قیاس بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نمازی پہلی التحیات بھول گیا تو سجدہ سہو کرے کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لی تو اس کے کفارہ میں ۶۰ روزے رکھے۔ حاجی نے بحالت احرام شکار کر لیا۔ اگر پیسہ ہے تو اس شکار کی قیمت خیرات کرے ورنہ روزے رکھے۔ یہ تمام کفارے خلاف قیاس ہیں۔ مگر شریعت نے مقرر فرما دیا بسر وچشم منظور ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جاویں گے کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بعد ہماری نمازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے؟ اس لئے یہ بند ہونا چاہیے۔

جواب:۔ یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسے بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بے کاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جبکہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے اسی طرح یہ بھی جو شخص کہ

marfat.com
Marfat.com

فدیہ نماز پر دلیر ہو کر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی نیز مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بنا پر نماز سے بے پرواہ ہو گیا ہو۔

اعتراض (۴)......۔ کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کر کے مچھلی کا شکار کیا تھا۔ جس سے ان پر عذاب الٰہی آ گیا اور وہ بندر بنا دیئے گئے کونوا قردۃ خسئین (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۶۵) معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے اور عذاب الٰہی کا باعث۔

جواب:۔ حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیل پر عذاب تھا جیسے کہ بہت سے گوشت ان پر حرام تھے ایسے ہی یہ بھی اس امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا رب کی رحمت ہے نیز انہوں نے حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار ان پر حرام تھا۔ ایسے حیلے اب بھی منع ہیں۔

اعتراض (۵)......۔ قرآن فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کما لے (النجم:۳۹) اور فدیہ اسقاط میں یہ ہے کہ میت نماز نہ پڑھے اور اس کی اولاد مال خرچ کر کے اس کو اس جرم سے آزاد کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حیلہ خلاف قرآن ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب فاتحہ کی بحث میں گزر گیا کہ اس آیت کی چند توجیہیں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان اپنی کمائی ہی کا مالک ہے غیر کی بخشش قبضہ میں نہیں وہ کرے اس لئے غیر کی سخاوت پر پھول کر اپنی محنت کو بھول جانا خلاف عقل ہے۔

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے ۔۔۔ فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے!

یا یہ کہ یہ آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے بارے میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھ دے یا روزے رکھ دے تو اس کے ذمہ سے اس کے فرائض نماز روزہ ادا نہ ہوں گے وغیرہ۔ اگر یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث کی مخالفت لازم آ و یگی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنین اور اپنے ماں باپ کے لئے دعا کریں۔ نماز جنازہ بھی میت کے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہی ہے۔ احادیث نے میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے اس کی پوری تحقیق ہمارے فتویٰ میں دیکھو۔

حاشیہ......☆

اعتراض......: ۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وان لیس للانسان الا ماسعی۔

ترجمہ: نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کما لے۔

(النجم:۳۹)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کا عمل کسی بھی دوسرے شخص کو نفع نہیں دیتا۔

جواب:۔ اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں اور علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

نمبر......(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم آیت ''الحقنا بھم ذریتھم'' سے منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم۔

(الطور:۲۱)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (کنزالایمان)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وذكر عن ابن عباس انه قال هذه الآية منسوخة۔

حدثنا علي قال ثنا ابو صالح قال ثنى معاوية عن علي عن ابن عباس قوله وان ليس للانسان الا ما سعى قال فانزل الله بعد هذا والذين آمنوا واتبعناهم ذرياتهم بايمان الحقنابهم ذرياتهم فادخل الابناء بصلاح الآباء الجنة۔

(تفسیر طبری ج ۲۷ ص ۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قیامت کے دن فوت شدہ نابالغ بچے کو اس کے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بچہ کی سفارش کو اس کے باپ دادا کے حق میں قبول فرمائے گا۔اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اٰبآؤكم وابنآؤكم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعاً۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔(النساء:۱۱)

نمبر......(۲) یہ ہے کہ انسان سے مراد اس جگہ کافر ہے باقی رہا مسلمان تو اس کو اپنے عمل اور کوشش کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو دوسرا کوئی اس کے لیے کوشش کرتا ہے،اس کا بھی اسے نفع پہنچتا ہے۔چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة اشياء من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں منقطع نہیں ہوتی۔صدقہ جاریہ علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(سنن ابی داؤد باب ما جاء فی الصدقة عن المیت ج ۳ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۸۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(سنن الترمذی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۶۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۶ قال ابوعیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۵۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۸ رقم الحدیث ۲۳۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القاهرة)،(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب العلم باب فیمن علم علما ص ۴۹۔۵۰ رقم الحدیث ۸۴۔۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)،(سنن ابن ماجہ المقدمة باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۸۸۳۱ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)،(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الهمزة ج ۱ ص ۵۸ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)،(الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر للنبهانی ج ۱ ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۱۳۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(تحفة المحتاج ج ۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸۹۳ مطبوعہ دار حراء مکة المکرمة)،(التحقیق فی احادیث الخلاف لابن جوزی ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۹۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)،(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۶۴۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)،(کتاب الدعاء للطبرانی باب ما یلحق المیت من الدعاء بعد موته ص ۳۷۵۔۳۷۶۔۳۷۷ رقم الحدیث ۱۲۵۰۔۱۲۵۱۔۱۲۵۲۔۱۲۵۳۔۱۲۵۴۔۱۲۵۵۔۱۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت)،(الادب المفرد للبخاری ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۸ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیة بیروت)

حدیث نمبر (۲)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان مما يلحق المومن من عمله وحسناته بعد موته علماً علمه ونشره اوولداً صالحا تركه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بيتا لابن سبيل بناه او نهراً اكراه او

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ.....☆

صدقة اخراجها من ماله فی صحته و حیاته تلحقه من بعد موته۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی وفات کے بعد جن اعمال صالحہ اور نیکیوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ یہ ہیں! وہ علم جو اس نے سیکھا اور اس کو عام کیا یا اولاد صالح چھوڑ گیا یا میراث میں قرآن مجید چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ بنا گیا یا نہر جاری کر گیا یا صدقہ وخیرات جو اس نے اپنی زندگی اور حالت صحت میں کیا تو اس کو مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیر ج۱ ص۸۸ رقم الحدیث ۲۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ باب فضائل بناء السوق لابناء السابلۃ وحفر الانھار للشارب ج۴ ص۱۲۱ رقم الحدیث ۲۴۹۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماتبع المیت الی قبرہ وبعد موتہ وما یبقی معہ فیہ ج۱ ص۸۲ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (مصباح الزجاجہ للبوصیری ج۱ ص۳۵ مطبوعہ دار العربیۃ بیروت)

حدیث نمبر (۳)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن کثیر اخبرنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن رجل عن سعد بن عبادة انه قال ثم یارسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بئرا وقال هذه لام سعد۔

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہوگئی پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے۔

(سنن ابوداؤد باب فی فضل سقی الماء ج۲ ص۱۳۰ رقم الحدیث ۱۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ باب فضل سقی الماء ان صح الخبر ج۴ ص۱۲۳ رقم الحدیث ۲۴۹۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن نسائی باب ذکر الاختلاف علی سفیان ج۶ ص۲۵۵ رقم الحدیث ۳۶۶۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن ابن ماجہ باب فضل الصدقۃ الماء ج۲ ص۱۲۱۴ رقم الحدیث ۳۶۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج۵ ص۲۸۴ رقم الحدیث ۲۲۵۱۲ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن حبان ذکر البیان بان من افضل الصدقۃ للمرء المسلم سقی الماء ج۸ ص۱۳۵ رقم الحدیث ۳۳۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ ص۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج۴ ص۱۱۲ رقم الحدیث ۶۴۹۱۔۶۴۹۲۔۶۴۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج۶ ص۲۲ رقم الحدیث ۵۳۸۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبقات ابن سعد ج۳ ص۶۱۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مجمع الزوائد باب الصدقۃ علی المیت ج۳ ص۱۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج۱ ص۵۷۴ رقم الحدیث ۱۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر (٤)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال مرا النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحدة قالوا یارسول الله لم فعلت هذا قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا مجاهدا مثله۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا پھر ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر گاڑ دیا۔ صحابہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو شاید ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التنزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸-۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبری امام بیہقی باب التوقی عن البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲-۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲-۱۴۳ رقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک سبز ٹہنی کی تسبیحات کرنے سے میت کو فائدہ پہنچتا ہیں تو صدقات اور مسلمانوں کو دعاؤں سے اولیٰ میت کو فائدہ پہنچے گا۔

حدیث نمبر (۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عثمان بن عفان قال ثم كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم وسلوا له التثبيت فانه الآن يسئال۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میت کے دفن سے جب فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لیے کہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ج ۳ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۳۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم قال ھذا حدیث صحیح علی شرط الاسناد ولم یخرجاہ ج ۱ ص ۵۲۶ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للضیاء مقدسی وقال اسنادہ حسن ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۳۸۸ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکۃ مکرمۃ)، (تلخیص الحبیر کتاب الجنائز لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)، (شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۴۲۱۶۰ وج ۱۵ ص ۷۰۱ رقم الحدیث ۴۲۳۸۸)، (کتاب الزھد ابن احمد ص ۱۲۰)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۱۹ رقم الحدیث ۶۷۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی دعاؤں سے میت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

حدیث نمبر (۶)

امام علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن زيد بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ ثم اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما في السماء وكتب ثم الله تعالى برا۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے والدین کے لیے حج

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

کرے گا تو اس کی طرف سے اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور اس کے والدین کی ارواح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور ان کو اللہ کے نزدیک نیک لکھا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی کتاب الحج ج ۲ ص ۲۵۹ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یزید انا حماد بن سلمة عن عاصم عن ابی صالح عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لم ان اللہ عزوجل لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یا رب انی لی ھذہ فیقول باستغفار ولدك لك۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل جنت میں کسی نیک آدمی کے درجات بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کی ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۱۰۶۱۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (الادب المفرد ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۶ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)، (کتاب الدعاء للطبرانی باب ما یلحق المیت من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۲۲۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

نمبر......(۳) اس آیہ کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے۔ جیسا کہ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۷۸ھ لکھتے ہیں۔

قلت ویحتمل ان یکون قولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعی۔ خاصاً فی السیئة بدلیل ما فی صحیح مسلم عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال قال اللہ عزوجل اذا ہم عبدی بحسنة ولم یعملها کتبتها له حسنة فان عملها کتبتها له عشرا الی سبعمائة ضعف واذا ہم بسیئة ولم یعملها لم اکتبها علیه فان عملها کتبتها سیئة واحدة۔ والقرآن دال علی ھذا قال اللہ تعالی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (سورہ الانعام ۱۶۰) وقال اللہ تعالی مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة۔ (سورہ البقرہ ۲۶۱) وقال فی الآیة الاخری۔ کمثل جنة بربوة۔ [البقرة ۲۶۵] من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفه له اضعافا کثیرة۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نیکی "ھم" کرتا ہے اور اس پر ابھی عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک کی نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بندہ برائی کا "ھم" کرتا ہے اور ابھی اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس پر گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ برائی کرے تو اسے ایک ہی گناہ لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت واذا ھم بسیئۃ لم تکتب ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۷۱۹۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی باب ومن سورۃ الانعام قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۳۰۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے:

جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

(الانعام:۱۶۰)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے۔

(البقرۃ:۲۶۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اس باغ کی مثل ہے جو ٹیلے پر ہو۔

(البقرۃ:۲۶۵)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت گنا بڑھادے۔

(البقرۃ:۲۴۵)

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ ج۱ ص۹۷ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جوابات دیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۲۶۸۔۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وانما طولنا النفس فی هذا الباب لان الشیخ القاضی الامام مفتی الانام عبدالعزیز ابن عبدالسلام رحمه الله کان یفتی بانه لا یصل للمیت ثواب ما یقراء ویحتج بقوله تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی۔فلما توفی رحمه الله رآه بعض اصحابه ممن کان یجالسه وساله عن ذلک فقال له الی کنت اقول ذلک فی دار الدنیا والآن فقد رجعت عنه لما رایت من کرم الله تعالی فی ذلک وانه یصل الیه ذلک۔

ترجمہ: ایصال ثواب کے باب میں ہم نے بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ مفتی اعظم امام عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے شیخ فقیہ اور قاضی تھے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور اپنے موقف پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کمالے۔

(النجم:۳۹)

یعنی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بعض شاگردوں اور ساتھیوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصال ثواب اور ختم وغیرہ کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ثواب پہنچتا ہے اور اب میں نے رجوع کرلیا۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ ج۱ ص۸۰ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

مسئلہ حیلہ اسقاط کی تفصیل اور تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب ''حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت'' ملاحظہ فرمائیں۔ سعید اللہ خان غفرلہ۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

ضروری ہدایت:۔ بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو تو میت کے ورثا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں۔ بعض دیوبندی اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث ثواب ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے وتولی عنہ اصحبتہ اتاہ ملکان اور لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں تب منکر نکیر فرشتے سوالات کے لئے آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا اور پھر شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنائز میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا۔ شہید، جہاد کی تیاری کرنے والا، طاعون سے مرنے والا، زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا (بشرطیکہ یہ دونوں صابر ہوں) صدیق، نابالغ بچہ، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا، ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا یا مرض موت روزانہ سورہ اخلاص پڑھنے والا (بعض نے فرمایا کہ نبی بھی) اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کو مرے اس سے سوال قبر نہیں ہوتے تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا۔ اور جب جمعہ آ گیا۔ سوال قبر کا وقت نکل چکا۔ اب قیامت تک نہ ہوگا گویا عذاب الٰہی سے میت کو بچانیکی ایک تدبیر ہے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے۔ اب جبکہ آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا کیا کرے قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ جس سے میت کو بھی فائدہ اور قاری کو بھی۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مایقول بعد الدفن میں ہے کہ قال الشافعی یستحب ان یقروا عندہ شیئاً من القرآن قالوا من ختموا القرآن کلہ کان حسناً یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔

ہم اذان قبر کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر پر جو سبزہ اگ جاتا ہے اس کی تسبیح کی برکت سے میت کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو انسان کی تلاوت قرآن ضرور نافع ہوگی انشاء اللہ مگر چاہیئے یہ کہ کسی وقت بھی قبر آدمی سے خالی نہ رہے اگر چہ لوگ باری باری سے بیٹھیں۔

ضروری نوٹ:۔ بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعۃ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاء عمری پڑھتے ہیں بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو روکتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے ارء یت الذی ینھی عبداً اذا صلی بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ معلوم ہوا کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے قضاء عمری بھی نماز ہے اس لئے روکنا جائز نہیں قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ولتستبین سبیل المجرمین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۵) اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ ایک حدیث نقل کی۔

ایما عبد او امۃ ترک صلوتہ فی جھالتہ لو تاب وندم علی ترکھا فلیصل یوم الجمعۃ بین الظھر والعصر التی عشرۃ رکعۃ یقرء فی کل منھا الفاتحۃ وایۃ الکرسی والاخلاص والمعوذتین مرۃ لایحاسبہ اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ ذکرہ فی مختصر الاحیاء۔

ترجمہ: جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ اور فلق و سورہ ناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

صاحب روح البیان اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور نادم ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضاء پڑھ لے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں پھر قضاء کرنے کا جو گناہ ہوا تھا وہ اس نماز قضاء عمری کی وجہ سے معاف

marfat.com
Marfat.com

ہو جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیں قضاء نہ پڑھو۔ صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں تو روافض بھی نہیں کہتے کہ ان کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سال بھر تک نماز نہ پڑھو۔ پس جمعۃ الوداع کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو سب معاف ہو گئیں۔ مطلب وہی ہے جو صاحب روح البیان نے بیان فرمایا۔ اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشکوۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے عرفہ میں حاجیوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے حضور علیہ السلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی۔ تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرمادیئے گئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مارلو، کسی کو قتل کردو، کسی کی چوری کرلو اور حج کر آؤ۔ سب معاف ہو گیا۔ نہیں بلکہ ادائے قرض میں جو خلاف وعدہ تاخیر وغیرہ ہو گئی وہ معاف کردی گئی حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر مسلمان قضاء عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سمجھا دو۔ نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق خیر دے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان

اس بحث کے لکھنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا مگر ماہ رمضان میں ہم نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرمار ہے ہیں کہ اپنی کتاب میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی لکھ دو تا کہ کتاب مکمل ہو جاوے لہذا اس کو بھی داخل کتاب کرتے ہیں۔رب العالمین قبول فرمادے۔آمین۔

اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔پہلے باب میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت۔دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں

جب مؤذن کہے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے اس میں دنیاوی ودینی بہت فائدے ہیں۔اس کے متعلق احادیث وارد ہیں۔صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔عامۃ المسلمین ہر جگہ اس کو مستحب جان کر کرتے ہیں۔صلوۃ مسعودی جلد دوم باب بستم بانگ نماز میں ہے۔

روی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابهاميه علی عينيه فانا طالبه فی صفوف القيمة وقائدة الی الجنة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

(صلوۃ مسعودی ج ۲ باب بست وکیم دربیان بانگ نماز ص ۲۵۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفسیر روح البیان پارہ ۶ سورہ مائدہ زیر آیت واذا نادیتم الی الصلوٰة الآیة (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۸) ہے۔

وضعف تقبيل ظفری ابهاميه مع مسبحتيه والمسح علی عينيه عند قو محمد رسول الله لانه لم يثبت فی الحديث المرفوع لكن المحدثين اتفقوا علی ان الحديث الضعيف يجوز العمل به فی الترغيب والترهيب۔

ترجمہ: محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں لیکن محدثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رغبت دینے اور ڈرانے کے متعلق جائز ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شامی جلد اول باب الاذان میں ہے۔

يستحب ان يقال عند سماع الاولی من الشهادة ﷺ عليك يارسول الله وعند الثانية منها قرت عينی بك يارسول الله ثم يقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامين علی العينين فانه عليه السلام يكون قائدا له الی الجنة كذا فی كنز العباد قهستانی ونحوه فی الفتاوی الصوفية وفی كتب الفردوس من قبل ظفری ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی۔

ترجمہ: اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے قرۃ عینی بک

marfat.com

Marfat.com

یارسول اللہ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع و البصر تو حضور علیہ السلام اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر تو میں اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا۔ اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کرونگا۔ اس کی پوری بحث بحرالرائق کے حواشی رملی میں ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ا ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، قہستانی، بحرالرائق کا حاشیہ۔ ان تمام میں اس کو مستحب فرمایا۔

مقاصد حسنہ فی الاحادیث الادئرۃ علی السنہ میں امام سخاوی نے فرمایا۔

ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمد رسول اللہ قال ھذا و قبل باطن الا نا ملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد خلت لہ شفاعتی ولم یصح۔

ترجمہ: دیلمی نے فردوس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سرکار نے جب مؤذن کا قول اشھد ان محمداً رسول اللہ سنا تو یہ ہی فرمایا اور اپنی کلمے کی انگلی کے باطنی حصوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(المقاصد الحسنہ حرف المیم رقم الحدیث ۱۰۲۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہ حدیث پایہ صحت نہ پہنچی اسی مقاصد حسنہ میں موجبات رحمت مصنفہ ابوالعباس احمد مکرر دار سے نقل کیا۔

عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد ابن عبداللہ لم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یرمد ابداً۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشھد ان محمداً رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمداً ابن عبداللہ پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور اپنی آنکھوں سے لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ محمد ابن بابا نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار تیز ہوا چلی۔ جس سے آنکھ میں کنکری جا پڑی اور نکل نہ سکی۔ سخت درد تھا۔

وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ قال ذلک فخرجت الحصاۃ من نورہ۔

ترجمہ: جب انہوں نے مؤذن کو کہتے ہوئے سنا اشھد ان محمداً رسول اللہ تو یہ ہی کہہ لیا فوراً کنکری آنکھ سے نکل گئی۔

(المقاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی مقاصد حسنہ میں شمس محمد ابن صالح مدنی سے روایت کیا۔ انہوں نے امام امجد کو فرماتے ہوئے سنا (امام امجد متقدمین علمائے مصر میں سے ہیں) فرماتے تھے کہ جو شخص اذان میں حضور علیہ السلام کا نام پاک سنے تو اپنے کلمے کی انگلی اور انگوٹھا جمع کرے۔

وقبلھما ومسح بھما عینیہ لم یرمد ابداً۔

ترجمہ: اور دونوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو کبھی آنکھ نہ دکھیگی۔

(المقاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

پھر فرمایا کہ بعض مشائخ عراق وعجم نے فرمایا کہ جو یہ عمل کرے تو اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔

marfat.com

Marfat.com

اسی مقاصد حسنہ میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں۔

قال ابن صالح وانا منذ سمعته استعملته فلا لرمد عيني وارجوا ان عافيتهما تلوم واني اسلم من العمى انشاء الله۔

ترجمہ: ابن صالح نے فرمایا کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے اس پر عمل کیا میری آنکھیں نہ دکھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ آرام ہمیشہ رہے گا اور میں اندھا ہونے سے محفوظ رہونگا۔

(المقاصد حسنہ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

پھر فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اشهد ان محمد رسول الله سن کر یہ کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد ابن عبدالله ﷺ اور اپنے انگوٹھے چوم لے اور آنکھوں سے لگائے لم يعم ولم يرمد کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔ غرضکہ اسی مقاصد حسنہ میں بہت سے آئمہ دین سے یہ عمل ثابت کیا۔

علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی المقاصد حسنہ کی یہ تمام عبارتیں نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۶۹۔۲۷۰ رقم الحدیث ۲۲۹۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ......☆

حضرت محدث محمد طاہر بن علی ہندی پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں۔

وحكى عن البعض من صلى على النبي ﷺ اذا سمع ذكره في الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا وقال ابن صالح وسمعت بعض الشيوخ الله يقول عند ما يمسح عينيه صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني قال ومذ فعلته لم ترمد عيني وقد جرب كل منهم ذالك وروي الحسن مثل ما روى عن الخضر عليه السلام بعينه انتهى۔

ترجمہ: بعض علماء محدثین کرام سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت کا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں مسبحہ (شہادت والی) انگلیوں کو ملا کر انہیں چوم کر آنکھوں پر ملے اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی اور امام ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے کہ وہ انگوٹھے آنکھوں پر ملتے وقت یوں کہتے ہیں۔ صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويانوربصري ويا قرة عيني.

یہ عمل کرنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سے میں یہ کرنے لگا ہوں میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں اور سارے بزرگوں نے اس کا تجربہ کیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے (بھی اسی طرح مروی ہے اور) جیسے مروی ہے ایسے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی۔

(تذکرۃ الموضوعات ص ۳۴ مطبوعہ دمشق)

غیر مقلد محمد علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حديث: مسح العينين بباطن اعلى السبابتين عند قول المؤذن: اشهد ان محمدا رسول الله۔ الخ۔

رواه الديلمي في مسند الفردوس، عن ابي بكر مرفوعا۔

قال ابن طاهر في التذكرة: لايصح۔

حديث: من قال حين يسمع اشهد ان محمدا رسول الله: مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبد الله، ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم لم يرمد ابدا۔

قال في التذكرة: لايصح۔

ترجمہ: حدیث: جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشهد ان محمدا رسول الله تو کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبد الله ﷺ کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

(الفوائد المجموعہ ص ۱۹۔۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

شرح نقایہ میں ہے۔

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانية صلى الله عليك يارسول الله وعند الثانية منها قرة عيني بك يارسول الله بعد وضع ظفرى ابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون له قائدا الى الجنة كذا فى كنز العباد۔

ترجمه: جاننا چاہیئے کہ مستحب یہ ہے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ سن کر یہ کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے تو حضور علیہ السلام اس کو جنت میں اپنے پیچھے پیچھے لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے۔

(جامع الرموز ج اص ۱۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مولانا جمال ابن عبداللہ ابن عمر مکی قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

تقبيل الابهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمه عليه السلام فى الاذان جائز بل مستحب صرح به مشائخنا۔

ترجمه: اذان میں حضور علیہ السلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں سے لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس کی ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی ہے۔

(فتاویٰ جمال بن عبداللہ عمر مکی بحوالہ فتاویٰ رضویہ جدید ج ۵ ص ۴۳۶ مطبوعہ لاہور)

علامہ محمد طاہر علیہ الرحمۃ تکملہ مجمع بحار الانوار میں اسی حدیث کو لا یصح فرما کر فرماتے ہیں۔

وروى تجربة عن كثيرين۔

ترجمه: اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اسی پر قناعت کرتا ہوں حضرت صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام (انجیل برناباس) آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں اس کے اکثر احکام اسلام احکام سے ملتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ روح القدس کا ترجمہ ہم نے نور مصطفوی کیوں کیا اس کی وجہ ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو، جہاں بتایا گیا ہے کہ زمانہ عیسوی میں روح القدس ہی کے نام سے حضور علیہ السلام مشہور تھے۔

حاشیہ......☆

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ موضوع نہیں اگر غیر مقلد شوکانی کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ موضوع ہوتی تو صاف لکھ دیتے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ جس طرح کہ وہ حدیث موضوع کے نیچے لکھ دیتے ہیں کہ ھو موضوع۔

دوم رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس، عن ابی بکر مرفوعاً سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں لیکن دشمنانِ دین جس طرح کے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان ہو تو یہ دشمن اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مسند فردوس سے اس حدیث مبارکہ کو نکال لیا ہے آج کل بازار میں جو مسند فردوس موجود ہیں اس میں یہ حدیث مبارکہ نہیں ہیں لیکن وہابی یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ یہ حدیث مسند فردوس میں موجود نہیں اس لئے کہ ان کے امام شوکانی نے فی مسند فردوس کہہ کر بتا دیا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

انجیل برناباس میں ہے۔

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر تحریر درج کردی دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمد خدا کا رسول ہے۔ تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔

(انجیل برناباس باب ۳۹ ص ۳۹ بحوالہ انوار المحمدیہ)

حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در تفسیر بحر العلوم نسفی آورده که چون حق تعالی آدم صفی راعلیه السلام بوجود آورد نور محمدی را ﷺ که در پشت وی ودیعت نهاده بود هر گاه که آدم علیه السلام در طرق سموات وتنق ملکوتیات به آمدو شد مبادرت نمودی فرشتگان ملاء اعلی وکرو بیان عالم بالا همه در قفای او بتعظیم واکرام میر فتند حضرت آدم از سبب آن احترام سوال فرمود حق تعالی خطاب فرمود که ای آدم آن نور محمد یست ﷺ که از ظهر تو ظهور کرده ودرمتن متانت تو نور سرور افزوده ایشان تعظیم آن نور میکنند گفت خداوندا چه شود گر انتقال آن بعضوی از اعضای من کرم فرمائی تا من نیز مشاهدهٔ آن نور کنم وخاطر بآن مسرور گرد انم حق تعالی آن نور رابه مسابه دست راست اومنتقل گردایند چون مشاهدهٔ آن نور کرد همان انگشت رابر آوردو شهادتین ادا کرد واز آنجابانگشت شهادت موسوم شد واین سنت دروقت شهادت از آدم علیه السلام یادگار ماند بعد آن انگشت ببوسیدوبر دیده نهاد وصلوات بابرکات بروح سیدالسادات علیه الصلوة والسلام ارسال فرمودو گویند دروقت اذان درحین استماع اشهدان محمد رسول الله ﷺ بوسیدن وانگشت بر دیده نهادن نیز سنت آدم است علیه السلام واحادیث درفضل آن آورده اند۔

ترجمہ: تفسیر بحر العلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ ان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت واحترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال ومتابعت کے سلسلہ میں حضرت حق سے سوال کیا خطاب باری ہوا کہ اے آدم یہ استقبال واحترام اس نور مبارک کے لئے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الٰہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کردیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح وسرور حاصل کروں اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرمادیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہوگئی اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور بارگاہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ہدیہ درود وسلام پیش فرمایا کہا جاتا ہے کہ اذان میں اشهدان محمدا رسول الله سن کر انگشت شہادت چومنا

marfat.com
Marfat.com

علمائے احناف کے علاوہ علمائے شافعی وعلمائے مذہب مالکی نے بھی انگوٹھے چومنے کے استحباب پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ مذہب شافعی کی مشہور کتاب اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصر صفحہ ۲۴۷ میں ہے۔

لم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

ترجمہ: پھر انگوٹھوں کو چومے آنکھوں سے لگائے تو کبھی بھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

(اعانۃ الطالبین علی فتح المعین ج ا ص ۲۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذہب مالکی کی مشہور کتاب "کفایة الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیر انی" مصر جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں اس کے متعلق بہت کچھ تحریر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

ترجمہ: اندھا ہوا ور نہ کبھی آنکھیں دکھیں۔

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج ا ص ۱۶۹ مطبوعہ مصر بحوالہ نھج السلامہ)

اس کی شرح میں علامہ شیخ علی الصعیدی عدوی صفحہ ۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

لم یبین موضع التقبیل من الابهامین۔ الا انه نقل عن الشیخ العالم المفسر نورالدین الخراسانی قال بعضهم لقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشهدان محمدرسول الله قبل ابهامی نفسه ومسح

حاشیہ......☆

اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

(معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ رکن اول باب دوم فصل ہشتم دربرون آدم بجانب بہشت وپیدائش حوا ص ۴۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء میں ہے۔

کتاب احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ اسلام لقائے محبوب کے مشتاق ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی صورت کریمہ ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں کی صفا میں ظاہر فرمائی......

حضرت آدم علیہ اسلام نے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر ملا تو ان کی اولاد کے لئے یہ اصل ہوگئی۔ جب جبریل امین نے اس قصہ کی خبر حضور ﷺ کو دی تو فرمایا جس نے اذان میں میرا نام سنا پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں سے ملا تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

وقصص الانبیاء وغیرها ان ادم علیه السلام اشتاق الی لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالی الیه هو من صلبك ویظهر فی اخرالزمان فسئال لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالی الیه فجعل الله النور المحمدی فی اصبعه المسبحة من یده الیمنی فسبح ذلك النور فلذلك سمیت تلك الاصبع مسبحة کما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالی جمال حبیبه فی صفاء ظفری ابهامیه مثل المرآة فقبل ادم ظفری ابهامیه و مسح علی عینیه فصار اصلا گذریته فلما اخبرجبریل النبی ﷺ بهذاه القصة قال علیه السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهامیه ومسح علی عینیه لم یعم ابداً۔

ترجمہ: قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں حضرت محمد ﷺ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ

marfat.com
Marfat.com

بالظفرين اجفان عينيه من الماق الى ناحية الصدغ ثم فعل ذلك عند كل تشهد مرة فسالته عن ذلك فقال كنت افعله ثم تركته فمرضت عيناى فرء يته ا مناما فقال لما تركت مسح عينيك عند الاذان ان اردت ان تبرء عيناك فعد فى المسح فاستيقظت ومسحت فبرء ت ولم يعاود فى مرضها الى الان۔

ترجمہ: مصنف نے انگوٹھے چومنے کی جگہ نہ بیان کی لیکن شیخ علامہ مفسر نور الدین خراسانی سے منقول ہے کہ بعض لوگ ان کو اذان کے وقت ملے جب انہوں نے مؤذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی آنکھوں کی پلکوں پر آنکھوں کے کونے سے لگایا اور کنپٹی کے کونے تک پہنچایا۔ پھر ہر شہادت کے وقت ایک ایک بار کیا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ پس میری آنکھیں بیمار ہوگئیں۔ پس میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو پھر یہ انگوٹھے آنکھوں سے لگانا شروع کردو۔ پس بیدار ہوا اور یہ مسح شروع کیا مجھ کو آرام ہوگیا۔ اور پھر اب تک وہ مرض نہ لوٹا۔

(نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ ص ۳ مطبوعہ گنج شکر اکیڈمی لاہور)

اس تمام گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اذان وغیرہ میں انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور صدیق اکبر و امام حسن رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ فقہاء محدثین و مفسرین اس کے استحباب پر متفق ہیں آئمہ شافعیہ و مالکیہ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہر زمانہ اور ہر ایک مسلمان اس کو مستحب جانتے رہے اور جانتے ہیں اس میں حسب ذیل فائدے ہیں یہ عمل کرنے والا آنکھ دکھنے سے محفوظ رہے گا اور انشاء اللہ کبھی اندھا نہ ہوگا اگر آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو اس کے لئے یہ انگوٹھے چومنے کا عمل بہترین علاج ہے بارہا تجربہ ہے اس کے عامل کو حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کو حضور علیہ السلام قیامت کی صفوف میں تلاش فرما کر اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے اس کو منع نہیں کر سکتے استحباب کے لئے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم بدعت کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں۔

نوٹ: اذان کے متعلق تو صاف و صریح روایات اور احادیث موجود ہیں جو پیش کی جا چکیں تکبیر بھی مثل اذان کے ہے احادیث میں تکبیر کو اذان فرمایا گیا ہے۔

دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان و تکبیر کے درمیان۔ لہٰذا تکبیر میں اشهد ان محمداً رسول الله پر انگوٹھے چومنا نافع

حاشیہ......☆

تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی ﷺ چمکایا تو اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا۔ جیسا کہ روض الفائق میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمد ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ کے ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے۔ تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

وباعث برکت ہے۔اوراذان تکبیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریف سن کرانگوٹھے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے۔ بلادلیل ممانعت منع نہیں کرسکتے۔جس طرح بھی حضور علیہ السلام کی تعظیم کی جاوے باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

انگوٹھے چومنے پر اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......:۔انگوٹھے چومنے کے متعلق جس قدر روایات بیان کی گئیں۔وہ سب ضعیف ہیں اور حدیث ضعیف سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہوسکتا۔دیکھو مقاصد حسنہ میں فرمایا لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئی ان سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ ملاعلی قاری نے موضوعات کبیر میں ان احادیث کے متعلق فرمایا کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعه یعنی اس مسئلہ میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے کسی کا رفع صحیح نہیں۔خود علامہ شامی نے اسی بحث میں اسی جگہ فرمایا لم یصح من المرفوع من ھذا شیئی ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔صاحب روح البیان نے بھی ان احادیث کی صحت سے انکار کیا۔پھر ان احادیث کا پیش کرنا ہی بیکار ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ تمام حضرات مرفوع حدیث کی صحت کا انکار فرمارہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں حدیث موقوف صحیح ہے چنانچہ ملاعلی قاری موضوعات کبیر میں اسی عبارت منقولہ کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی اللہ تعالی عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفآء الرشدین۔

ترجمہ: یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔

(الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے اور حدیث موقوف کافی ہے۔دوسرے یہ کہ ان تمام علماء نے فرمایا لم یصح یعنی یہ تمام احادیث حضور تک مرفوع ہوکر صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں۔کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے لہذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔

حاشیہ......☆

اعتراض......:۔محمد سرفراز گکھڑوی دیوبندی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے (جاء الحق ص ۳۸۲) مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی محدث جب مطلق لایصح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔مطلق لا یصح سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

(راہ سنت ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

جواب:۔ گکھڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ دلائل کے ذریعہ ثابت کرتے کہ محدثین کے لایصح لم یثبت کہنے سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے حسن مراد نہیں ہوتا اور محدثین جب مطلق لایصح یا لم یثبت لکھتے ہیں تو اس سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے مگر گکھڑوی صاحب اس سے قاصر رہے۔

محدثین کے لایصح لم یثبت سے مراد حسن بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ لکھتے ہیں۔

لا یلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لا حتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتفی الحسن۔ وعلی التنزل لا یلزم من نفی الثبوت عن کل فرد (ای عن صحیح والحسن) نفیه عن المجموع (ای الصحیح والحسن والضعیف) انتهی کلامه۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

(رسالہ غنیۃ الالمعی مع طبرانی صغیر ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ الحدیث تقی الدین صاحب ندوی دیوبندی اپنی کتاب فن اسماء الرجال (مصدقہ سید علی ندوی) لکھتے ہیں۔

جب کسی حدیث کے بارے میں "لایصح" یا "لایثبت" کہا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدم ثبوت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کو "لایصح" کہنے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے وہ حدیث حسن یا حسن لغیرہ ہو۔

ان اصطلاحات کا علم اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل کے طالب علم کے لیے جاننا ضروری ہے۔ ورنہ اس فن کی کتابوں سے استفادہ میں بہت سی غلطیوں کا امکان ہے۔

(فن اسماء الرجال ص ۷۶ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد)

دوم اس کا جواب اسی گکھڑوی ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نتائج الافکار میں لکھتے ہیں کہ:

لا یلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لا حتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتفی الحسن۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر کے اس فنی نقطہ سے معلوم ہوا کہ نفی ثبوت سے ثبوت ضعف لازم نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ حدیث صحت کو تو نہ پہنچی ہو لیکن حسن کے درجہ کو پہنچ جائے اور اسی کو صالح سے تعبیر کرلیا گیا ہے اور حسن حدیث بھی جمہور کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

(ساع الموتی ص ۲۲۴۔۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

marfat.com

Marfat.com

تیسرے یہ کہ اصول حدیث واصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث چند اسناد سے مروی ہو جاوے تو حسن بن جاتی ہے چنانچہ درمختار جلد اول باب مستحبات الوضو میں اعضاء وضو کی دعاؤں کے متعلق فرماتے ہیں وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ السلام من طرق اس کو ابن حبان وغیرہ نے چند اسناد سے روایت کیا۔ اس کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں ای یقوی بعضھا بعضاً فارتقی الی مرتبۃ الحسن یعنی بعض اسناد بعض کو قوت دیتی ہیں لہٰذا یہ حدیث درجہ حسن کو پہنچ گئی۔ اور ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ یہ حدیث بہت طریق سے روایت ہے لہٰذا حسن ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے چنانچہ یہی علامہ شامی اسی ردالمحتار جلد اول باب اذان میں اذان کے موقع کے بحث میں فرماتے ہیں علی انہ فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحدیث الضعیف کما مر فی اول کتاب الطھارۃ (ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یہاں بھی واجب وحرام ہونے کے مسائل نہیں ہیں صرف یہ کہ انگوٹھے چومنے میں یہ فضیلت ہے لہٰذا اس میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہے نیز مسلمانوں کا عمل ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے چنانچہ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی تلقین میت کی بحث میں ہے۔

وقد روینا فیہ حدیثا من حدیث ابی امامۃ لیس بالقائم اسنادہ ولکن اعتضد بشواھد و بعمل اھل الشام۔

ترجمہ: یعنی تلقین میت کی حدیث قوی الاسناد نہیں مگر اہل شام کے عمل و دیگر شواہد سے قوی ہو گئی انگوٹھے چومنے پر بھی امت کا عمل ہے لہٰذا یہ حدیث قوی ہوئی۔

اس کی زیادہ تحقیق نورالانوار اور توضیح وغیرہ میں دیکھو۔ پانچویں یہ کہ اگر اس کے متعلق کوئی بھی حدیث نہ ملتی۔ تب بھی امت مصطفیٰ علیہ السلام کا مستحب ماننا ہی کافی تھا کہ حدیث میں آیا ہے ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

چھٹے یہ کہ انگوٹھے چومنا آنکھ کی بیماریوں سے بچنے کا عمل ہے اور عمل میں صرف صوفیائے کرام کا تجربہ کافی ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ہوامعہ میں ہوامعہ مقدمہ کے دسویں ہامعہ میں فرماتے ہیں اجتہاد در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخہا قرابادین را تصریفی اعمال میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ جیسے کہ طبیب لوگ حکمت کے نسخے ایجاد کرتے ہیں۔

حاشیہ......☆

الزاماً جواب گکھڑوی صاحب کی اپج

مگر گکھڑوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یصح لم یثبت کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب کا مطلق لا یصح یا لم یثبت سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

گکھڑوی صاحب نے دو اشعار لکھے ہیں جو اس پر فٹ آرہے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

marfat.com

Marfat.com

خود شاہ ولی صاحب نے اپنی کتاب القول الجمیل وغیرہ میں صدہا عمل تعویذ گنڈے جنات کو دفع کرنے جنات سے محفوظ رہنے۔ حمل محفوظ رکھنے کے تجویز فرمائے ہیں کہ فلاں دعا ہرن کی کھال پر لکھ کر عورت کے گلے میں مثل ہار ڈال دو اسقاط نہ ہوگا پشم کا رنگا ہوا ڈورا عورت کے جسم سے ناپ کر نو گرہ لگا کر عورت کی بائیں ران میں باندھا دردزہ کو مفید ہے وغیرہ وغیرہ بتاؤ کہ ان اعمال کے متعلق کون سی احادیث آئی ہیں؟ خود علامہ شامی نے جادو سے بچنے، گمی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کے لئے بہت سے طریقے شامی میں بیان فرمائے بتاؤ کہ ان کی احادیث کہاں ہیں؟ جبکہ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عمل درد چشم کے لئے مجرب ہے تو اس کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟ ساتویں یہ کہ ہم پہلے باب میں بیان کر چکے کہ شامی اور شرح نقایہ اور تفسیر روح البیان وغیرہ نے انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا۔ اس استحباب پر کوئی جرح وقدح نہ کی بلکہ حدیث مرفوع کی صحت کا انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حکم استحباب تو بالکل صحیح ہے۔ گفتگو ثبوت حدیث میں ہے۔ یہ استحباب حدیث کی صحت پر موقوف نہیں۔ آٹھویں یہ کہ اچھا اگر مان لیں کہ استحباب کا ثبوت حدیث ضعیف سے نہیں ہوسکتا۔ تو کراہت کے ثبوت کی کونسی حدیث ہے جس میں یہ ہو کہ انگوٹھے چومنا مکروہ ہے یا نہ چومو وغیرہ وغیرہ انشاء اللہ کراہت کے لئے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ ﷺ ہے۔

الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اڑ گئے اور حق واضح ہو گیا۔

اعتراض (۲)......:۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اگر نور مصطفیٰ علیہ السلام انگوٹھے کے ناخنوں میں دیکھ کر اس کو چوما تھا۔ تو تم کون سا نور دیکھتے ہو جو چومتے ہو۔ چومنے کی جو وجہ وہاں تھی وہ یہاں نہیں۔

جواب:۔ حضرت ہاجرہ جب اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ کے جنگل میں تشریف لائیں تو تلاش پانی کے لئے صفا و مروہ پہاڑ کے درمیان دوڑیں۔ آج تم حج میں وہاں کیوں دوڑتے ہو؟ آج کہاں پانی کی تلاش ہے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں تین جگہ شیطان کو کنکر مارے آج تم حج میں وہاں کیوں کنکر مارتے ہو؟ وہاں اب کونسا

حاشیہ......☆

سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شئے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی اور ایسے فروعی مسائل میں ادلہ قطعیہ کی حاجت بھی نہیں ہوتی، فی الجملہ دلائل درکار ہوتے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں وہ سب موجود ہیں۔

(ساع الورق ص ۲۴۲ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

ہم بھی دیوبندیوں سے یہی بات کہتے ہیں کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شئے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ اتنے کثیر علماء امت نے نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امام مکی از قوت القلوب، اسمٰعیل حقی، علامہ شامی، علامہ طحطاوی، ملا علی قاری، علامہ قہستانی، علامہ عبد القدوس، ملا طاہر محدث فتنی، امام سخاوی، امام جمال مکی، محمد بن صالح مدنی، ان کے علاوہ کثیر علماء امت (جن کے حوالہ جات پیچھے گزر چکے ہیں) نے نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے۔ ان کثیر علماء امت کا نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے کو مستحب کہنا ہمارے لئے کافی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

شیطان آپ کو دھوکا دے رہا ہے؟ حضور علیہ السلام نے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے کفار مکہ کو دکھانے کے لئے طواف میں رمل کرا کر اپنی طاقت دکھائی۔ بتاؤ کہ اب طواف قدوم میں رمل کیوں کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ جناب انبیائے کرام کے بعض عمل ایسے مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی یادگار باقی رکھی جاتی ہے اگرچہ وہ ضرورت باقی نہ رہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

اعتراض (۳) ......:۔ کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے نام پر انگوٹھے کے ناخن چومتے ہو۔ کوئی اور چیز کیوں نہیں چومتے ناخن میں کیا خصوصیت ہے؟ ہاتھ پاؤں کپڑے وغیرہ چومنا چاہیئے۔

جواب:۔ چونکہ روایت میں ناخن ہی کا ثبوت ہے۔ اس لئے اسی کو چومتے ہیں منصوصات میں وجہ تلاش کرنا ضروری نہیں۔ اگر اس کا نکتہ ہی معلوم کرنا ہے تو یہ ہے کہ تفسیر خازن و روح البیان وغیرہ نے پارہ ۸ سورہ اعراف زیر آیت بدت لھما سوا تھما (آیت نمبر ۲۲) میں بیان فرمایا کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن تھا یعنی تمام جسم شریف پر ناخن تھا جو کہ نہایت خوبصورت اور نرم تھا جب ان پر عتاب الٰہی ہوا وہ کپڑا اتار لیا گیا۔ مگر انگلیوں کے پوروں پر بطور یادگار باقی رکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ناخن جنتی لباس ہیں اور اب جنت تو ہم کو حضور علیہ السلام کے طفیل سے ملے گی لہٰذا ان کے نام پر جنتی لباس چوم لیتے ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ میں سنگ اسود جنتی پتھر ہے اس کو چومتے ہیں باقی کعبہ شریف کو نہیں چومتے۔ کیونکہ وہ اس جنتی گھر کی یادگار ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زمین پر آیا تھا اور طوفان نوحی میں اٹھا لیا گیا۔ اور یہ پتھر اس کی یادگار رہا۔ اسی طرح ناخن بھی اس جنتی لباس کی یادگار ہے۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاسم قال لنا الحسن قال ثنی حجاج عن حسام بن معبد عن قتادة وابی بکر قتادة قال کان لباس آدم فی الجنة ظفرا کله فلما وقع بالذنب کشط عنه وبدت سوأته۔

(تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

کان لباسهما من جنس الاظفار ای کالظفر بیاضاً فی غایة اللطف واللین فبقی عند الاظفار تذکیراً للنعم وتجدیداً للندم۔

ترجمہ: حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی جنس سے تھا یعنی ناخن کی طرح صاف وشفاف اور انتہائی لطیف وزم جواب ناخنوں کے مقام پر باقی رہ گیا نعمتوں کی یادگار اور ندامت کی تجدید کے لئے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۰۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الفریابی وابن شیبة وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه والبیهقی فی سننه وابن عساکر فی تاریخه عن ابن عباس قال: کان لباس آدم وحواء کالظفر، فلما اکلا من الشجرة لم یبق علیهما الا مثل الظفر۔

ترجمہ: امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام وحواء علیہ السلام کا لباس ناخن کی مانند تھا۔ جب انہوں نے اس شجرِ ممنوعہ سے کھایا تو جسم سے وہ لباس اتر گیا اور صرف ناخنوں پر باقی رہ گیا۔ (تاکہ نعمت کی یاد آتی رہے)

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

بحث جنازہ کے آگے بلند آواز سے کلمہ یا نعت پڑھنا

بعض جگہ رسم ہے کہ جب میت کو قبرستان لے جاتے ہیں تو اس کے آگے با آواز بلند کلمہ طیبہ سب مل کر پڑھتے جاتے ہیں یا نعت شریف پڑھتے ہیں مجھ کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی منع کرتا ہوگا مگر پنجاب میں آ کر معلوم ہوا کہ دیوبندی اس کو بھی بدعت وحرام کہتے ہیں۔اس قدر ظاہر مسئلہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر بعض احباب نے مجبور فرمایا۔تو کچھ بطور اختصار عرض کرنا پڑا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔پہلا باب اس کے ثبوت میں۔دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پہلا باب

جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا نعت خوانی کا ثبوت

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح وتہلیل یا درود شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت وحاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ واقوال فقہاء شاہد ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم۔

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے یا بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

اس کی شرح تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای یذکرون دائما علی الحالات کلھا قائمین و قائدین ومضطجعین فان الانسان لا یخلو عن ھذہ الھیئات غالبا۔

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر الٰہی کرتے ہیں کیونکہ انسان اکثر ان حالات سے خالی نہیں ہوتا۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابو السعود میں اسی کے ماتحت ہے۔(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

والمراد تعمیم الذکر للاوقات وتخصیص الاحوال المذکورة لیس لتخصیص الذکر بھا بل لانھا الاحوال المعھودة التی لا یخلوا عنھا الانسان۔

ترجمہ قریب وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المراد کون الانسان دائم الذکر لربہ فان الاحوال لیست الا ھذہ الثلثہ ثم لما وصفھم بکونھم ذکرین فیھا کان ذلک ولیلا علی کونھم مواظبین علی الزکر غیر فاترین عنہ۔

ترجمہ: اس کا ترجمہ بھی وہی ہے جو گزر چکا ہے۔ابن عدی نے کامل میں اور امام زیلعی نے نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے۔

عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول اللہ ﷺ وھو یمشی خلف الجنازة الا قول لا الہ الا اللہ مبدیا وراجعا۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الحدیث قاھرۃ مصر)

marfat.com
Marfat.com

اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ تحذیر المختار علی رد المختار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔
ولکن قد اعتاد الناس کثرۃ الصلوۃ علی النبی ﷺ ورفع اصواتھم بذلک وھم ان منعوا ابت نفو سھم عن السکوت والتفکر فیقعون فی کلام دنیوی وربما وقعوا الی عیبہ والکار المنکر اذا قضی الی ما ھو اعظم منکرا کان ترکہ احب لانہ ارتکاب باخف المضرتین کما ھو القاعدۃ الشرعتہ۔
(تحذیر المختار علی رد المختار ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

اس آیت اوران تفاسیر کی عبارات واحادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر حال میں ذکر الٰہی کرنے کی اجازت ہے اور ہر طرح بلند آواز سے ہو یا آہستہ کرنے کی اجازت ہے۔ اب کسی موقع پر کسی ذکر سے ممانعت کرنے کے لئے کم از کم حدیث مشہور کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث واحد اور قیاس مجتہد سے قرآنی عام کو خاص نہیں کیا جاسکتا۔ فقہاء تو بحالت جنابت وبحالت حیض بھی تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکروں کو جائز فرماتے ہیں اور اگر قرآنی آیت بھی بغیر قصد تلاوت پڑھے تو جائز ہے (دیکھو عام کتب فقہ) تو جبکہ میت کو قبرستان لے جارہے ہیں یہ بھی ایک حالت ہی ہے اس حالت میں بھی ہر طرح ذکر الٰہی جائز ہوا۔ قرآن فرماتا ہے۔
الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸)

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔
فالمومنون یستانسون بالقرآن وذکر اللہ الذی ھو الاسم الاعظم ویحبون استماعھا والکفار یفرحون بالدنیا ویستبشرون بذکر غیر اللہ۔

ترجمہ: پس قرآن سے اور اللہ کے ذکر سے (جو کہ اسم اعظم ہے) مسلمان انس لیتے ہیں اور اس کو سننا چاہتے ہیں اور کفار دنیا سے خوش ہوتے ہیں اور ذکر غیر اللہ سے سرور پاتے ہیں۔

اس آیت اور تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر مسلمان کی خوشی وفرحت کا باعث ہے مگر کفار اس سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ میت بھی مسلمان ہے اور سب حاضرین بھی۔ سب کو ہی اس سے خوشی ہوگی۔ نیز میت کو اس وقت اپنے اہل وعیال سے چھوٹنے کا غم ہے یہ ذکر اس غم کو دور کرے گا۔ خیال رہے کہ اس آیت میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے لہٰذا ہر طرح جائز ہوا محض اپنی رائے سے اس میں قید نہیں لگا سکتے منتخب کنز العمال جلد ہشتم صفحہ ۹۹ میں بروایت حضرت انس ہے اکثروا فی الجنازۃ قول لاالہ الا اللہ مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللہ میں ہے۔
ان اللہ ملئکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم قال فیحفو لھم باجنحتھم۔

ترجمہ: اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں پس جبکہ کسی قوم کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آ ؤ اپنے مقصد کی طرف پھر ان ذاکرین کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں الخ۔
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الاول ص ۱۹۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

لہٰذا اگر میت کے ساتھ لوگ ذکر اللہ کرتے ہوئے جائیں گے تو ملائکہ راستے ہی میں ملیں گے۔ اور ان سب کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیں گے میت بھی ملائکہ کے پروں کے سایہ میں قبرستان تک جاویگا۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو

marfat.com
Marfat.com

یا بلند آواز سے۔ مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھالیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثانی ۱۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ساتھ ذکر الٰہی ہوتا ہوا جاوے تو میت جنت کے باغ میں قبرستان تک جاوے گا۔ خیال رہے کہ یہاں بھی ذکر مطلق ہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے اسی مشکوٰۃ میں اسی باب میں ہے کہ:

الشیطن جالم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس۔

ترجمہ: شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ہٹ جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثالث ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اگر میت کو لے جاتے وقت ذکر اللہ کیا جاوے گا تو شیطان سے میت کو امن رہے گی یہاں بھی ذکر میں آہستہ یا بلند آواز کی کوئی قید نہیں۔ یہاں تک تو جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو دلالۃ ثابت کیا گیا۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں جس میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے وہ کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے یا کراہت تحریمی کی بناء پر فرماتے ہیں۔

لکن بعض المشائخ جوزو الذکر الجهری و رفع الصوف بالتعظیم قدام الجنازة وخلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلة والظلمة وازالة صداء القلوب وقسوتها بحب الدنیا وریاستها۔

ترجمہ: یعنی بعض مشائخ عظام نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تاکہ اس سے اس میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غافلوں کے دلوں سے غفلت اور سختی دنیا کی محبت دور ہو۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ میں قطب ربانی امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنه یقول اذا علم من الماشین مع الجنازة انهم لایترکون اللغو فی الجنازة ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان تامرهم بقول لآ اله الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذلک افضل من ترکه ولا ینبغی للفقیه ان ینکر ذلک الا بنص او اجماع فان للمسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء وا واللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا۔

ترجمہ: حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے بیہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں۔ اور سخت تعجب ہے اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۴۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام شعرانی اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرماتے ہیں۔

ولا تمکن احداً من اخواننا ینکر شیئاً ابتدعها المسلمون علی جهة القربة وراه حسناً لاسیما

marfat.com
Marfat.com

ما کان متعلقا باللہ ورسولہ کقول الناس امام الجنازة لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ او قرءة احد القرآن امامہا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فہو قاصر عن فہم الشریعۃ۔

ترجمہ: ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں گے کہ کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کو مسلمانوں نے ثواب سمجھ کر نکالا ہو اور اس کو اچھا سمجھا ہو خصوصا وہ جو اللہ تعالیٰ ورسول علیہ السلام سے متعلق ہو جیسے کہ لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت سمجھنے سے قاصر ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث ج ۲ ص ۴۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

پھر فرماتے ہیں۔

وکلمة لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منہا و تامل احوال غالب الخلق الان فی الجنازة تجدہم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبہم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رء یت منہم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عہد رسول اللہ ﷺ قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغو اولی من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازة فلو صاح کل من فی الجنازة لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلا اعتراض۔

ترجمہ: یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام نیکیوں میں بہتر نیکی ہے پس اس سے کیوں منع کیا جا سکتا ہے اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل ہیں بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور جب لوگوں کا اس زمانہ میں ایسا حال ہے تو ہم کو اس پر عمل کر کے کہ یہ کلمہ پہلے زمانہ میں میت کے ساتھ پکار کر نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیے بلکہ دنیاداروں کی باتوں سے ہر بات جنازے میں بہتر ہے پس اگر تمام لوگ بلند آواز سے جنازے کے ہمراہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۴۴۔۱۴۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر کیا جاوے تو جائز ہے خصوصا اس زمانہ میں جبکہ عوام میت کے ساتھ ہنستے ہوئے دنیاوی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں اب تو بہت ہی بہتر ہے کہ ان سب کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا جاوے کہ ذکر الٰہی دنیاوی باتوں سے افضل ہے۔

دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات میں

اس پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس سے زیادہ نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱)......۔ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو فقہاء منع فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری جلد اول کتاب الجنائز فصل فی حمل الجنازة میں ہے۔

وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکرہ لہم رفع الصوت بالذکر وقرءة القرآن فان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ کذا فی فتاوی قاضی خان۔

ترجمہ: جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اگر اللہ کا ذکر

marfat.com

Marfat.com

کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔

فتاویٰ سراجیہ باب حمل الجنازہ میں ہے۔

ویکرہ النیاح والصوت خلف الجنازة وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقرء ة القرآن وقولهم کل حتی یموت ونحو ذلك خلف الجنازة بدعة۔

ترجمہ: جنازے کے پیچھے اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا آواز نکالنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جانا کہ ہر زندہ مرے گا بدعت ہے۔

درمختار جلد اول کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت میں ہے کما کرہ فیها رفع صوت بذکر او قرء ة جیسے کہ جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا مکروہ ہے۔ اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

قلت واذا کان هذا فی الدعاء فما ظنك بالغناء الحادث فی هذا الزمان۔

جبکہ دعا میں اس قدر سختی ہے تو اب اس گانے کا کیا حال ہے۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہوگیا ہے۔ ابن منذر نے اشراف میں نقل کیا کہ

قال قیس ابن عبادة کان اصحب رسول الله ﷺ یکرهون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفی الجنازة وفی الذکر۔

ترجمہ: یعنی صحابہ کرام جہاد، جنازہ، ذکر میں بلند آواز ناپسند کرتے تھے۔ ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے خصوصاً دہ گانا جس کو آج کل نعت خوانی کہتے ہیں وہ تو بہت ہی برا ہے۔ (مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے)

جواب:۔ فقہاء کی ان عبارات میں چند طرح گفتگو ہے اولاً یہ کہ انہوں نے جو میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ لکھا اس سے کراہت تنزیہی جائز میں داخل ہے یعنی اس کا کرنا تو جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر دوسرے یہ کہ یہ حکم اس زمانے کے لئے تھا یا کہ ہر زمانہ کے لئے تیسرے یہ کہ مطلقاً بولنا منع ہے۔ یا کہ خاص ذکر بالجہر یا کہ نوحہ وغیرہ۔ چوتھے یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا ہر شخص کو منع ہے یا کہ خاص اشخاص کو۔ جب یہ چار باتیں ہو جاویں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاویگا۔ حق یہ ہے کہ جن فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا۔ ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ شامی نے اسی منقولہ عبارت کے ساتھ ساتھ فرمایا۔

قیل تحریما وقیل تنزیها کما فی البحر عن الغایت وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی جیسا کہ بحر الرائق میں غایت سے نقل کیا اسی بحر میں بروایت غایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاوے اس کو بہتر ہے کہ خاموش رہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا بہتر اور خاموش نہ رہنا بلکہ ذکر بالجہر کرنا بہتر نہیں جائز ہے۔ نیز کراہت تنزیہی اور تحریمی کی پہچان خود علامہ شامی نے مکروہات کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ شامی جلد اول کتاب الطہارت مطلب تعریف المکروہ۔

فحینئذ اذا ذکروا مکروها فلا بد من النظر فی دلیله فان کان نهیا ظنیا یحکم بکراهة التحریم الا بصارف النهی عن التحریم الی الندب فان لم یکن الدلیل نهیا بل کان مفید الترك الغیر الجازم فهی تنزیهیة۔

ترجمہ: جب فقہاء مکروہ فرمادیں تو ضروری ہے کہ کراہت کی دلیل میں نظر کی جاوے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو تو مکروہ تحریمی ہے سوائے کسی مانع کے اور اگر دلیل ممانعت نہ ہو بلکہ غیر ضروری ترک کا فائدہ دے تو کراہت تنزیہی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطہارۃ ج اص ۹۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہاء کراہت کی دلیل میں کوئی شرعی ممانعت پیش فرمادیں تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی۔ اور جن فقہاء نے بھی اس ذکر بالجہر کو منع کیا ہے کوئی ممانعت کی حدیث یا آیت پیش نہیں کی۔ صرف شامی نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے انه لا یحب المعتدین اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ جس کا ترجمہ فرمایا ای المجاھرین بالدعاء یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ اس کی ممانعت کی کوئی صاف حدیث نہیں ملی۔ لہٰذا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ نیز امام شعرانی نے عہود مشائخ میں اسی ذکر مع الجنازہ کے لئے فرمایا وقد رجح النووی ان الکلام خلاف اولیٰ امام نووی نے اس کو ترجیح دی کہ جنازے کے ساتھ کلام کرنا بہتر نہیں۔ شرح محمدیہ نے بیان فرمایا وھو یکرہ علی معنی انه تارك الاولیٰ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے بایں معنی کہ خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے دوسرے یہ کہ یہ ممانعت اس زمانے کے لئے تھی اب اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے حالات بدل گئے یہ حکم کراہت بھی بدل گیا۔ کیوں کہ اس زمانہ میں جو بھی جنازے کے ساتھ جاتا تھا وہ خاموش رہتا تھا اس سے عبرت پکڑتا تھا اہل میت کے ساتھ رنج وغم میں شرکت کرتا تھا اور شرعی مدعیٰ بھی یہ ہے کہ میت کے جلوس میں لوگ عبرت حاصل کریں۔ سید علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃ   فاسلم بانك بعدھا محمول

جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے جاؤ تو خیال رکھو کہ ایک دن تم کو بھی اسی طرح لے جایا جائے گا اس حالت میں کچھ بھی بات کرنا خلاف حکمت تھا کہ بات کرنے میں دھیان بٹے گا۔ اور دل اور طرف متوجہ ہو جاوے گا۔ لہٰذا فقہاء نے فرمایا کہ اس حالت میں سکوت کرو۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مایقول الماشی مع الجنازہ میں ہے۔

والحکمة فیه ظاهرة وهی انه اسکن لخاطره واجمع لفکره فیما یتعلق بالجنازة وهو المطلوب فی هذا الحال۔

مشکوٰۃ باب دفن المیت میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان میں میت دفن کرنے لے گئے وجلسنا معه کان علی رؤسنا الطیر (مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیت الفصل الثانی ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) تیاری قبر میں دیر تھی تو ہم اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (پرندوں کا شکاری جب جال لگا کر بیٹھتا ہے تو بالکل خاموش رہتا ہے تا کہ آواز سے پرندے نہ اڑ جاویں) اب وہ زمانہ ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والے دنیاوی باتیں ہنسی مذاق مسلمانوں کی غیبتیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنا پڑے تو خوش گپیاں اڑاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کھیل کا مشغلہ کر کے دل بہلاتے ہیں تو ان کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دینا ان بیہودہ باتوں سے بہتر ہے لہٰذا اب یہ بھی مستحب ہے کہ میت کے ساتھ سب لوگ کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے جاویں۔ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور جو مفتی اپنے اہل زمانہ کی حالت سے بے خبر ہے وہ جاہل ہے۔

امام شعرانی اپنی کتاب عہود مشائخ میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یکن الکلام والقراءة والذکر امام الجنازة فی عهد السلف لانهم کانوا اذا مات لهم میت اشترکوا کلهم فی الحزن علیه حتی کان لا یعرف قرابة المیت من غیره فکانوا لا یقدرون علی النطق الکثیر لما هم علیه من ذکر الموت بل خرست السنتهم عن کل کلام فاذا وجدنا جماعة بهذا الصفة فلك یا اخی علینا لا نامرهم بقرءة ولا ذکر۔

ترجمہ: گزشتہ زمانہ میں جنازہ کے آگے بات کرنا قرآن پڑھنا ذکر کرنا اس لئے نہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو سارے

marfat.com

Marfat.com

شرکاء رنج وغم میں شریک ہوجاتے تھے یہاں تک کہ میت کے اہل قرابت اور غیروں میں فرق نہ رہتا تھا اور اس قدر موت کا دھیان کرتے تھے کہ بولنے پر ان کو قدرت نہ رہتی تھی اور ان کی زبانیں گونگی ہوجاتی تھیں اگر ہم آج اس صفت کے لوگ پالیں تو ہم ان کو قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے کا حکم نہ دیں گے۔

سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ فرمایا۔ کہیئے کیا آج کل لوگوں کا یہ حال ہے۔ حضرت شیخ عثمان بجیری شرح اقناع کے حاشیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں

(قوله و كره لغط فى الجنازة) قوله لغط اى رفع صوت ولو بقرآن او ذكر او صلوة على النبى عليه السلام۔

وهذا باعتبار ما كان فى الصدر الاول والا فالان لاباس بذلك لانه شعار الميت لان تركه مزدرية به ولو قيل بوجوبه لم يبعد كما نقله المدابغى۔

ترجمہ: یعنی جنازے کے ساتھ شور کرنا مکروہ ہے خواہ یہ شور قرآن خوانی سے ہو یا ذکر اللہ سے یا درود خوانی سے۔ یہ حکم اس حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی تھی۔

(شرح اقناع کے حاشیہ جلد دوم)

امام شعرانی نے عہود مشائخ میں فرمایا۔

فمما احدثه المسلمون واستحسنوه قولهم امام الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله او وسيلتنا يوم العرض على الله لا اله الا الله محمد رسول الله۔

ونحوه ذلك فمثل هذا لا يجب انكاره فى هذا الزمان لانهم ان لم اشتغلوا بذالك اشتغلوا بحديث الدنيا وذالك لان قلبهم فارغ من ذكر الموت بل رء يت بعضهم يضحك امام الجنازة ويمزح۔

ترجمہ: ورنہ اس زمانہ میں اب اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ذکر بالجہر میت کی علامت ہے اس کے چھوڑنے میں میت کی توہین لہٰذا اس کو اگر ضروری بھی کیا جاوے تو بھی بعید نہیں۔ جیسا کہ مدابغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

مسلمانوں نے جس کام کو اچھا سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنازے کے آگے کہتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہمارا وسیلہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا اسی طرح اور ذکر۔ اس زمانہ میں اس سے منع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر وہ لوگ اس ذکر میں مشغول نہ ہوئے تو دنیاوی باتیں کریں گے کیونکہ ان کے دل موت کی یاد سے خالی ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث ج ۲ ص ۴۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

بلکہ ہم نے تو بعض لوگوں کو جنازے کے آگے ہنستے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمایا اس سے بدتر حال آج ہے۔ میں نے بعض جگہ دیکھا کہ قبر میں دیر تھی۔ لوگ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن کر بیٹھ گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچ کر کنکروں سے کھیلنا چاہتے تھے اس حالت کو دیکھ کر میں نے سب کو جمع کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو تجہیز وتکفین کے احکام بتائے۔ اس سے یہی بہتر تھا۔

لطیفہ:۔ مخالفین جنازے کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کو تو بدعت اور حرام کہتے ہیں۔ مگر باتیں کرنا، کبھی مسائل بیان کرنا، کبھی شرک بدعت کے فتوے سنانا، لوگوں کے آپس میں ہنسی مذاق کرنے کو نہ منع کرتے ہیں نہ اس کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء بالکل خاموش رہنے کا

marfat.com
Marfat.com

حکم دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس اعتراض میں نقل کی ہوئی عبارات سے معلوم ہوا۔ یہ الٹی گنگا کیوں بہ رہی ہے کہ کلام، سلام، ہنسی، مذاق، وعظ وفتاویٰ تو سب جائز۔ حرام ہے تو ذکر اللہ۔ خدا سمجھ دے۔

نوٹ ضروری:۔ شاید کوئی کہے کہ اسلامی احکام تو کبھی بدلتے نہیں پھر یہ تبدیلی کیسی؟ اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جو احکام کسی علت کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔ جیسے کہ اول زمانہ میں نماز پڑھانے، تعلیم قرآن دینے وغیرہ پر اجرت لینا حرام تھی۔ اب جائز ہے۔ اسی طرح مقابر اولیاء اللہ پر چادریں ڈالنا اب ضرورتاً زمانہ کے لحاظ سے جائز ہیں اسی طرح ماہ رمضان میں ختم قرآن پر دعائیں مانگنا جائز قرار دی گئیں۔ قرآن پاک میں آیات اور رکوع اور سورتوں کے نام لکھنا سلف زمانہ میں نہ تھا لیکن اب عوام کے فائدے کا لحاظ کر کے جائز قرار دیا گیا۔

عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصحف میں ہے۔

لاباس لکتابة اسامی السور وعد الآی وهو و ان کان احداثاً فهو بدعة حسنة وکم من شئی کان احداثاً وهو حسن وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمہ: سورتوں کے نام آیتوں کی تعداد لکھنے میں حرج نہیں۔ یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں بدعت ہیں لیکن اچھی ہیں اور بہت سی چیزیں زمانہ اور ملک کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصحف ج ۵ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی بہت تفصیل ہم پہلی بحثوں میں کر چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کاٹھیاواڑ وغیرہ میں میت کے آگے اس طرح نعت شریف پڑھتے ہیں کہ سننے والے جان لیتے ہیں کہ کسی کا جنازہ جارہا ہے لہٰذا گھروں میں جو ہوتے ہیں وہ بھی جنازے کے لئے نکل آتے ہیں۔ تو یہ نعت خوانی میت کا اعلان بھی ہوا اور جنازے کا اعلان کرنا اس نیت سے لوگ نماز جنازے یا دفن میں شرکت کرلیں جائز ہے۔ چنانچہ درمختار دفن میت کی بحث میں ہے۔

ولاباس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته و بارثه بشعر او غیره۔

ترجمہ: یعنی میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کو نقل کرنا اس کے جنازے کا اعلان کرنا میت کا مرثیہ پڑھنا خواہ اشعار میں ہو یا اس کے سوا جائز ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی شرح شامی میں ہے۔

ای اعلام بعضهم بعضاً لیقضوا حقه وکره بعضهم ان ینادی علیه فی الازقة والا سواق والاصح انه لا یکره اذا لم یکن معه تنویه بذکره۔

ترجمہ: یعنی جائز ہے کہ بعض لوگ بعض کو خبر دیں تا کہ لوگ اس میت کے حق کو ادا کریں اور بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اعلان مکروہ نہیں ہے جبکہ اس اعلان میں میت کی زیادہ تعریف نہ ہو۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جبکہ اعلان جنازہ کے لئے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز ہے تو اعلان جنازہ کی نیت سے نعت شریف یا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا کیوں حرام ہے؟ کہ اس میں جنازے کا اعلان بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعت بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جہر کو فقہاء منع فرماتے ہیں وہ ذکر بلا فائدہ ہے جبکہ اس سے کوئی فائدہ خاص ہو تو جائز ہے اسی لئے علامہ شامی نے اسی بحث میں تتارخانیہ سے نقل کیا۔

marfat.com

Marfat.com

واما رفع الصوت عند الجنائز فیحتمل ان المراد منه النوح او الدعاء للمیت بعد ما افتتح الناس الصلوة او الافراط فی مدحه کعادة الجاهلیة بما هو یشبه المحال واما اصل الثناء علیه فغیر مکروه۔

ترجمہ: لیکن جنازوں کے پاس بلند آواز کرنا اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا یا میت کے لئے نماز شروع ہو چکنے کے بعد دعا کرنا اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہے جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی لیکن میت کی تعریف کرنا یہ مکروہ نہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ا ص مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاصل یہ کہ بے فائدہ بلند آواز کرنا منع ہے اور با فائدہ ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے فی زمانہ اس میں بہت سے وہ فائدے ہیں جو کہ عرض کر دیئے گئے۔ چوتھے یہ کہ اس ذکر سے ممانعت خاص اہل علم کو ہے۔ اگر عوام مسلمین ذکر کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عوام کو ذکر الٰہی سے نہ روکو کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر الٰہی سے بے رغبت ہیں۔ اب جس قدر ذکر کریں کرنے دو۔ درمختار باب صلوٰۃ العیدین میں ہے۔

ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقاً وکذا لا یتنفل بعدها فی مصلاها فانه مکروه عند العامة۔

ترجمہ: عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر نہ کہے اور نہ عید سے پہلے نفل پڑھے اور نماز عید کے بعد بھی عیدگاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ عام فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔

(درالمختار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

پھر فرماتے ہیں۔

هذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً لقلة رغبتهم فی الخیرات۔

ترجمہ: یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے لیکن عوام کو اس سے منع نہ کیا جاوے نہ تکبیر کہنے سے اور نہ نفل پڑھنے سے کیونکہ ان کی رغبت کار خیر میں کم ہے۔

(درالمختار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

اس کے ماتحت شامی میں ہے۔ ای لا سراً ولا جهراً فی التکبیر (ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلوٰۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) یعنی انہیں آہستہ اور بلند آواز سے تکبیر کہنے سے نہ روکا جاوے۔ نیز ہم ذکر بالجہر کی بحث میں بحوالہ شامی باب العیدین ذکر کر چکے ہیں کہ کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہیں کیا ان کو منع کیا جاوے فرمایا کہ نہیں۔ ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض موقعوں پر خواص کو کسی خاص ذکر سے منع کیا جاتا ہے لیکن عوام کو روکنے کا حکم نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے یہ تو فرمادیا کہ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر نہ کرو لیکن یہ نہ فرمایا کہ ذکر کرنے والوں کو اس سے روک بھی دو۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے دوم یہ کہ پہلے زمانہ کے لئے تھی اب یہ حکم بدل گیا۔ کیونکہ علت حکم بدل گئی۔ تیسرے یہ کہ چونکہ اس ذکر سے جنازہ کا اعلان ہے لہٰذا فائدے مند ہے جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے عامۃ المسلمین اگر ذکر الٰہی کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔

اعتراض (۲)......: جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ چیختے جاتے ہیں رام رام ست ہے۔ اور تم بھی شور مچاتے ہوئے جاتے ہو۔ اور کفار سے مشابہت ناجائز ہے لہٰذا یہ منع ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ کفار بتوں کا نام پکارتے ہیں۔ اور ہم خدائے قدوس کا ذکر کرتے ہیں پھر مشابہت کہاں رہی۔ کفار بت کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ہم خدا کے نام پر۔ کفار گنگا سے گنگا کا پانی لے کر آتے ہیں۔ ہم مکہ معظمہ سے آب زمزم لاتے ہیں۔ یہ مشابہت نہ ہوئی نیز جو کام کہ کفار کے قومی یا مذہبی نشان بن گئے ہوں۔ ان میں مشابہت کرنا منع ہے نہ کہ ہر کام میں اگر کافر بھی اپنے جنازوں کے آگے کلمہ پڑھنے لگیں۔ تو شوق سے پڑھیں یہ اچھا کام ہے۔ اور اچھے کام میں مشابہت بری نہیں ہوتی۔

اعتراض (۳)......:۔ راستہ میں کلمہ طیبہ پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں گندگی وغیرہ ہوتی ہے لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض محض لغو ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ راستوں میں چلتے ہوئے ذکر جائز ہے۔ ہاں جو جگہ نجاست ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہو وہاں ذکر بالجہر منع ہے جیسے کہ پاخانہ یا گھورا (روڑی) شامی ج ا بحث قراءت عند المیت مطبعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے وفی القنیتہ لاباس بالقرۃ راکباً او ماشیا اذا لم یکن ذلک الموضع معداً للنجاسۃ سوار یا پیدل چلتے ہوئے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ قرآن بغل میں لے کر راستہ سے گزرنا جائز ہے اور پاخانہ میں لے جانا منع ہے۔ نیز بقر عید کے دن حکم ہے کہ عید گاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہتا ہوا جاوے۔ درمختار باب صلوٰۃ العیدین میں ہے ویکبر جھراً اتفاقاً فی الطریق راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔ حالانکہ راستے میں نجاست وغیرہ ہوتی ہے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ حمام میں تسبیح و تہلیل بلند آواز سے جائز ہے۔ حالانکہ وہاں اکثر گندگی ہوتی ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب الصلوٰۃ والتسبیح ج ۵ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں اور عمدۃ الابرار مجموع النوازل، خانیہ، سراجیہ، ملتقط تجنیس وغیرہ میں ہے واما التسبیح والتھلیل لاباس بذلک وان رفع صوتہ یعنی حمام میں تسبیح بلند آواز سے بھی جائز ہے۔

اعتراض (۴)......:۔ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے میں گھر کی عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو موت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں لہٰذا بقاعدہ طبی بھی یہ منع ہونا چاہئیے۔

جواب:۔ قرآن فرماتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں مسلمانوں کو تو اس سے چین اور راحت ہوتی ہے۔ ہاں کفار ڈرتے ہوں گے۔ ان کو ڈرنے دو کفار تو اذان سے بھی ڈرتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے اذان بند کی جاوے گی۔ ہاں اگر کسی حاذق طبیب نے لکھا ہو کہ کلمہ طیبہ کی آواز وبا کے اسباب میں ہے تو پیش کیا جاوے لیکن وہ طبیب مسلمان اور حاذق ہو۔ کوئی دیوبندی یا کہ وہمی طبیب نہ ہو وہمی باتوں کا اعتبار نہیں۔ ثابت ہوا کہ میت کے آگے بلند آواز سے ذکر بہت بہتر اور باعث برکت ہے۔ مخالفین کے پاس بجز غلط فہمی کے اور کوئی اعتراض قوی نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

خاتمہ کتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تک جس قدر مسائل میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق کردی گئی۔لیکن ان مسائل مذکورہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن پر ایمان کا دارومدار نہیں صرف کراہت اور استحباب میں ہی اختلاف ہے جن مسائل کی بنا پر عرب وعجم کے علماء نے دیوبندیوں کو کافر کہا وہ ان کے خلاف اسلامی عقائد ہیں۔ہم مسلمانوں کی واقفیت کے لئے ان عقائد کی فہرست پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اسلامی عقیدہ بھی بیان کرتے ہیں۔اور ہم نے اس فہرست میں ان کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ ان کی کتابوں میں چھپا ہوا موجود ہے اگر کوئی صاحب غلط ثابت کریں تو وہ انعام کے مستحق ہیں بعض صاحبوں کا اصرار تھا کہ ان عقائد باطلہ کی تردید بھی کردی جاوے مگر اس وقت کاغذ دستیاب نہیں ہوتا۔لہٰذا ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جس میں ان عقائد سے ہی بحث ہوگی۔فی الحال صرف فہرست پیش کرتے ہیں۔

دیوبندی عقائد

﴿1﴾......خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (مسئلہ امکان کذب) براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی جہد المقل مصنفہ محمود حسن صاحب۔

﴿2﴾......اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے۔کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی۔(تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)۔

﴿3﴾......خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔ایضاح الحق مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔

﴿4﴾......خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔جب بندے اچھے یا برے کام کرلیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے بلغۃ الحیران صفحہ ۱۵۷ زیر آیت الا علی اللہ رزقہا کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) مصنفہ مولوی حسین علی صاحب بھچرانوالہ شاگرد مولوی رشید احمد صاحب۔

﴿5﴾......خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصلی نبی ہیں باقی عارضی لہذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہ آویگا۔(تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔(تحذیر الناس ص ۴۔۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿6﴾......اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔(تحذیر الناس مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔

﴿7﴾......حضور علیہ السلام کا مثل ونظیر ممکن ہے۔(یکروزی مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۱۴۴)

﴿8﴾......حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں۔(براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب وتقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)

marfat.com

Marfat.com

﴿9﴾...... شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب)۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿10﴾...... حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے۔ (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب)۔ (حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿11﴾...... حضور علیہ السلام کو اردو بولنا مدرسہ دیو بند سے آگیا۔ (براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مولوی خلیل احمد صاحب)

﴿12﴾...... ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب)

﴿13﴾...... نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم مطبوعہ ادارہ نشریات الاسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)۔

﴿14﴾...... میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے آپ پل صراط پر لے گئے اور کچھ آگے جا کر دیکھا کہ حضور علیہ السلام گرے جا رہے ہیں تو میں نے حضور کو گرنے سے روکا۔ (بلغۃ الحیر ان، مبشرات مصنفہ مولوی حسین علی صاحب شاگرد مولوی رشید احمد صاحب)۔

﴿15﴾...... مولوی اشرف علی صاحب نے بڑھاپے میں ایک کمسن شاگردنی سے نکاح کیا۔ اس سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں جس کی تعبیر مولوی اشرف علی صاحب نے یہ کی کہ کوئی کمسن عورت میرے ہاتھ آوے گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب حضور علیہ السلام سے ہوا۔ تو آپ کی عمر سات سال تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڈھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے۔ (رسالہ الامداد) مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب ماہ صفر ۱۳۳۵ھ۔

اسلامی عقائد

جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا کرنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے و من اصدق من اللہ حدیثا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۷)۔ (قرآن کریم) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہٰذا خدا کے لئے سکتا کہنا بے دینی ہے۔ خدائے پاک ہر وقت عالم الغیب ہے اس کا علم اس کی صفت ہے اور واجب ہے جب چاہے تب معلوم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ نہ چاہے تو جاہل رہے یہ کفر ہے خدا کے صفات خدا کے اختیار میں نہیں وہ واجب ہیں نیز رب نے اپنے محبوبوں کو بھی علوم غیبیہ عطا کئے (قرآن کریم)

خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے نہ وہ کسی جگہ رہتا ہے نہ اس کی عمر ہے نہ وہ اجزاء سے بنا ہے اس کو دیو بندیوں نے بھی بے خبری میں کفر لکھ دیا۔ (کتب علم کلام)

خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا علم واجب اور قدیم ہے جو ایک آن کے لئے کسی چیز سے اس کو بے علم مانے بے دین ہے۔ (عام کتب عقائد) دیو بندی خدا کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے۔

خاتم النبیین کے یہ ہی معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ ظہور یا بعد میں کسی اصلی، بروزی، مراقی،

marfat.com

Marfat.com

مذاتی کا نبی بنا محال بالذات ہے۔ اسی معنی پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہی معنی حدیث نے بیان فرمائے جو اس کا انکار کرے وہ مرتد ہے۔ (جیسے کہ قادیانی اور دیوبندی)

کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کسی کمال علمی و عملی میں نبی کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صدہا من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ (حدیث)

رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے۔ (دیکھو رسالہ امتناع النظیر مصنفہ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی)۔

حضور علیہ السلام کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے۔ (قرآن کریم) یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا ضروری ہے۔

نسبت خود بہ سگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی است

جو شخص کسی مخلوق کو حضور علیہ السلام سے زیادہ علم والا مانے وہ کافر ہے۔ (دیکھو شفا شریف) حضور علیہ السلام تمام مخلوق الٰہی میں بڑے عالم ہیں۔

حضور علیہ السلام کے کسی وصف پاک کو ادنیٰ چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

رب تعالیٰ نے ساری زبانیں حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائیں اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ زبان فلاں مدرسہ سے آئی وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے وکان عند اللہ وجیھا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۹) پھر فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۸) جو نبی کو خدا کے سامنے ذلیل جانے وہ خود چمار سے ذلیل ہے۔

جس نماز میں حضور علیہ السلام کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نا مقبول ہے اسی لئے التحیات میں حضور علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز ہو (دیکھو بحث حاضر و ناظر)۔

حضور علیہ السلام کے بعض غلام پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اور پل صراط پر پھسلنے والے لوگ حضور علیہ السلام کی مدد سے سنبھل سکیں گے آپ دعا فرمائیں گے رب سلم (حدیث) جو کہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو صراط پر گرنے سے بچایا وہ بے ایمان ہے۔

حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (قرآن کریم) خصوصاً صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وہ شان ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان ہوں کوئی کمین آدمی بھی ماں کو خواب میں دیکھ کر جورو سے تعبیر نہ دے گا۔ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے اس سے زیادہ اور کیا بے ایمانی اور بے غیرتی ہو سکتی ہے کہ ماں کو جورو سے تعبیر دی جاوے۔

عقائد دیوبندیہ کا یہ ایک نمونہ ہے اگر تمام عقائد بیان کئے جاویں تو اس کے لئے دفتر چاہیے حق یہ ہے کہ رافضیوں اور خارجیوں نے تو صحابہ کرام یا اہل بیت عظام ہی پر تبرا کیا۔ مگر دیوبندیوں کے قلم سے نہ خدا کی ذات بچی نہ رسول علیہ السلام اور نہ صحابہ کرام کی نہ ازواج مطہرات سب کی اہانت کی گئی اگر کوئی شخص کسی شریف آدمی سے کہے کہ میں نے تمہاری والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس کو بیوی سے تعبیر کیا

marfat.com
Marfat.com

تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا ہم ان کے غلامان غلام اپنی صدیقہ ماں کے لئے یہ باتیں کس طرح برداشت کریں۔ صرف قلم ہاتھ میں ہے اس لئے مسلمانوں کو مطلع کر دیتے ہیں تا کہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں یا وہ لوگ ان عقائد سے توبہ کریں۔

میرے شاگرد صاحبزادہ بلند اقبال عزیزی مولوی سید محمود شاہ صاحب سلمہ کا اصرار تھا کہ امکان کذب، امکان نظیر، دیوبندیوں کی عبارات کی توضیحوں پر بھی ہم کچھ گفتگو کریں مگر چونکہ اب کاغذ بالکل نہیں ملتا۔ اس لئے دیوبندیوں کے صرف عقائد پیش کر دیئے اور انشاء اللہ اسی کتاب کی دوسری جلد میں ان مذکورہ مسائل کی معرکۃ الآرا تحقیق کریں گے جس سے علمائے دیوبند کی منطق دانی کا بھی انشاء اللہ پتہ چل جائے گا۔ اور مولوی حسین احمد صاحب و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے جو کچھ توجیہات عبارات کی ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی انشاء اللہ ہم اہل سنت پر الزام ہے کہ ہم لوگ پیر پرست ہیں۔ نبی علیہ السلام کو اور اپنے پیروں کو خدا سے ملا دیتے ہیں۔ لہٰذا مشرک ہیں ہم دکھاتے ہیں کہ خود دیوبندی کس درجہ کے پیر پرست ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے پیروں کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ شعر

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

مولوی رشید احمد صاحب کی قبر تو طور ہوئی اور مولوی محمود حسن صاحب ارنی فرمانے والے موسیٰ ہوئے تو مولوی رشید احمد صاحب رب ہی ہوں گے؟ اس میں تو اپنے شیخ کو رب بتایا۔ اسی مرثیہ میں فرماتے ہیں۔ شعر

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اٹھا دنیا سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

اس میں مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کا ثانی کہا گیا پھر فرماتے ہیں۔

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

اس میں ان کو صدیق اور فاروق بھی بنایا۔ پھر فرماتے ہیں۔

شعر قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے ماشاء اللہ ایسے حسین ہیں کہ ان کو یوسف ثانی کا لقب دیا گیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ از خدا تا فاروق کونسا درجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد صاحب کو نہ دیا گیا۔ تمام مرثیہ ہی قابل دید ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ نے تو ایک کام ہی کیا یعنی مردوں کو زندہ کرنا۔ مگر میرے رشید احمد نے دو کام کئے مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا۔ یعنی اس میں رشید احمد صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا۔

marfat.com
Marfat.com

مولوی اشرف علی صاحب ایک مرید نے مولوی صاحب موصوف کو لکھا کہ میں نے خواب کی حالت میں اس طرح کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چاہتا تھا کہ کلمہ صحیح پڑھوں مگر یہی منہ سے نکلتا تھا پھر بیدار ہو گیا۔ تو درود شریف پڑھا۔ تو یوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولنا اشرف علی بیدار ہوں مگر دل بے اختیار ہے۔

اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ ماخوذ از رسالہ الامداد باب ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ غور کرنا چاہئے کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کلمہ پڑھ لو اور ان پر درود پڑھو مگر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دو۔ سب جائز ہے۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ بہانا کافی مانا نہ گیا۔ اور اس کو پیر کے متبع سنت ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ میں ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھاوج اپنے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکا دے۔ اس کے مہمان علماء (یہی دیوبندی) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (چشم بددور)

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی صراط مستقیم کے آخر میں اپنے مرشد سید احمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑا کر امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا سید احمد صاحب کو حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگر چہ وہ لکھو کھہا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ اسی طرح صراط مستقیم میں اولیاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے کیونکہ ان کے درمیان میں من وجہ نبوت کا علاقہ ہے۔ اور من وجہ اخوت کا یعنی اولیاء اللہ میں نبوت موجود ہے معاذ اللہ کہیئے آج تک کسی مرید نے اپنے پیر و مرشد کے لئے ایسی تعلیاں نہ کی ہوں گی۔ مگر ان حضرات پر فتویٰ شرک ہے نہ حکم کفر نہ یہ قبر پرست کہلائیں گے۔ جو کچھ عرض کیا گیا۔ نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے نہ اپنی قابلیت دکھانا مقصود۔ میں کیا اور میری لیاقت کیا اور قابلیت کیا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مرشدی و استاذی قبلہ عالم حامی دین، ناصر مسلمین مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم الاقدس کے در کا صدقہ ہے مقصود صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے دوست و دشمن کو پہچانیں دولت ایمان کو دینی راہزنوں سے محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاویں اور جو بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس فقیر بے نوا کے لئے دعائے حسن خاتمہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرماوے۔ مسلمانوں کو راہ مستقیم پر قائم رکھے اور اس فقیر حقیر کے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو قبول فرماوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک الروف الرحیم الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علی و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتہ و ھو ارحم الرحمین۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی اوجھانوی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

۶ ذیقعدہ روز ایمان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۶۱ھ۔

marfat.com

Marfat.com

اس کتاب کو لکھ چکنے کے بعد حضور امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم کا گرامی نامہ تشریف لا کر باعث عزت افزائی ہوا۔ جس میں ایک ایمان افروز نہایت باریک علمی نکتہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور مجھے حکم ملا کہ وہ کتاب لکھ دوں۔ میں نہایت فخر سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں وہ نور ایمانی سے بے بہرہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی شان تو بیان سے بالاتر ہے۔ جس چیز کو اس ذات گرامی سے نسبت ہو جاوے اس کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا وہ بے مثل ہے۔ قرآن فرماتا ہے یٰنسآء النبی لستن کاحد من النسآء (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۲) اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل امت ہے۔ مدینہ منورہ بے مثل شہر۔ قبر انور کی زمین بے مثل زمین۔ جو پانی سرکار علیہ السلام کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا وہ بے مثل پانی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک بے مثل پسینہ غرضکہ جس کو اس ذات کریم سے نسبت ہوگئی۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے تو کیا وجہ ہے کہ منسوب الیہ ﷺ جن کی یہ ساری بہار ہے وہ بے مثل نہ ہوں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمۃ للعلمین — آں امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدار ھل اتی — مرتضی مشکل کشا شیر خدا

مادر آں مرکز پرکار عشق — مادر آں قافلہ سالار عشق!

رشتہ آئین حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفی است

ورنہ گرد تربتش گردید مے — سجدہا بر خاک او پاشید مے

فاطمہ زہرا اس لئے افضل ہیں کہ نبی کی لاڈلی ولی کی بیوی شہیدوں کی ماں ہیں رضی اللہ عنہا سبحان اللہ کیا طرز استدلال ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن بتاتا ہے کہ ایمان ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

احمد یار خاں اوجھانوی عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء

دیوبندیوں کی دریدہ ذہنی اور توہین انبیاء نے لوگوں کو بارگاہ انبیاء بے ادبی کرنے پر دلیر کر دیا۔ ہندوستان میں ایک فرقہ وہ بھی پیدا ہو گیا۔ جو انبیائے کرام کو معاذ اللہ گنہگار بلکہ مشرک کافر بھی کہتا ہے کہ وہ سب حضرات خاکش بدہن پہلے مشرک وکفار تھے۔ اور گناہ کبائر کے مرتکب بھی۔ پھر توبہ کر کے نبی ہوئے میرے پاس صرف چوب قلم ہے اور کچھ اوراق جس سے ان عقائد باطلہ کی تردید کرتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ میری عزت وآبرو زبان وقلم عظمت انبیاء کے لئے ڈھال ہے سیدنا حسان نے کیا خوب فرمایا۔

فان ابی ووالدہ وعرضی لعرض محمد منکم وقاء

یہ رسالہ بہت دن ہوئے الفقیہ میں قسط وار شائع ہوا۔ مسلمانوں کے اصرار پر جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلائق بنائے اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ:۔ گناہ چند طرح کے ہیں۔ شرک کفر کبائر صغائر پھر صغائر دو قسم کے بعض وہ جو دنائت اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں جیسے چوری کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دو نوعیتیں ہیں عمداً اور سہواً نیز انبیائے کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے نبوت کے بعد، انبیائے کرام شرک کفر بدعقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً سہواً ایک آن کے لئے بھی بدعقیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں مدارج اور مواہب میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور بغیر استاذ پڑھا لکھا ہونا بھی کہ پیدا ہوتے ہی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا۔

انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیا۔

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں کہ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۰)

نیز فرمایا۔

واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا و برا بوالدتی۔

ترجمہ: یعنی مجھے تاحین حیات، نماز، زکوٰۃ کا حکم دیا اور میں اپنی والدہ سے سلوک کرنے والا بھی ہوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب مسیح بوقت پیدائش ہی حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو بھی جانتے تھے اور حکمت عملی، تہذیب اخلاق وتدبیر منزل سے بھی باخبر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن شریف میں ہی اپنی کافر قوم پر توحید کی ایسی قوی حجت قائم فرمائی کہ سبحان اللہ آفتاب وچاند تاروں کے ڈوبنے اور ان کے حالات بدلنے کو ان کی مخلوقیت کی دلیل بنایا کہ تاروں کو دیکھ کر فرمایا ھذا ربی اے کافر کیا رب میرا یہ ہو سکتا ہے؟ اور ڈوبتا دیکھ کر فرمایا لا احب الافلین کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا بچپن شریف کی اس ساری گفتگو پاک پر بوعلی سینا اور فارابی کی ساری منطق قربان۔ اسی کو منطقی لوگ یوں بیان کرتے ہیں۔ العالم

marfat.com
Marfat.com

متغیر و کل متغیر حادث لہٰذا العالم حادث پھر یوں کہتے ہیں کہ العالم حادث و لا شئی من الحادث بمعبود فالعالم لیس بمعبود اس طرز استدلال کو رب نے پسندیدگی کی سند بخش کر فرمایا وتلك حجتنا اتیناها ابراهیم علی قومه حضور سید الانبیاء ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرما کرامت کی شفاعت فرمائی (مدارج ومواہب) معلوم ہوا کہ رب کو اپنے کو اپنے مراتب کو اور اپنے درجات کو نیز امت مرحومہ کو جانتے پہچانتے پیدا ہوئے ہیں۔ بچپن میں بچوں نے کھیل کی رغبت دی۔ تو انہیں وہ جواب دیا کہ جس پر ارسطو و افلاطون کی ساری حکمتیں قربان۔ وہ ہی ایک جواب انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے فرمایا۔ ما خلقنا لهذا () ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے رب نے اس کی تائید یوں فرمائی کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (پارہ ۲۷ سورہ ۵۱ آیت نمبر ۵۶) خود فرماتے ہیں ﷺ کنت نبیا وادم بین المآء والطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔ تفسیرات احمدیہ میں لاینال عهدی الظلمین (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۴) کی تفسیر فرماتے ہیں۔ انهم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعده باجماع انبیاء کرام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد کفر سے معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہوسکتا ہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادتاً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطاً صادر ہوسکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف سے انہیں متوجہ کردیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہوجاتے ہیں گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دناءت اور چھچھورے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہوسکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں ہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی بیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطاء یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیائے کرام کے لئے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہوسکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔ چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیت لاینال عهدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

لاخلاف لاحد فی ان نبینا علیه السلام لم یرتکب صغیرة ولا کبیرة طرفته عین قبل الوحی وبعده کما ذکره ابو حنیفة فی الفقه اکبر۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

تفسیر روح البیان آیت ما کنت تدری ماالکتب کی تفسیر میں ہے۔

یدل علیه انه علیه السلام قیل له هل عبدت وثنا قط قال لا قیل هل شربت خمراً قط قال لا فما زلت اعرف ان الذی هم علیه کفر۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی بت پرستی کی تھی؟ فرمایا نہیں کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ فرمایا نہیں ہم تو ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اہل عرب کے یہ عقیدے کفر ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

پہلا باب

عصمت انبیاء کا ثبوت

عصمت انبیاء قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اجماع امت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اس کا انکار وہ ہی کرے گا۔ جس کے پاس دل و دماغ کی آنکھیں نہ ہوں۔

قرآنی آیات (۱):۔ رب تعالٰی نے شیطان سے فرمایا۔

ان عبادی لیس لك علیهم سلطن۔

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۴۲)

(۲) شیطان نے خود بھی اقرار کیا تھا کہ

لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔

ترجمہ: کہ اے مولی میں ان سب کو گمراہ کرونگا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹۔۴۰)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تک شیطان کی پہنچ نہیں اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کر سکے اور نہ بے راہ چلا سکے پھر ان سے گناہ کیونکر سرزد ہوں تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاء کو معصوم مان کر ان کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانہ کے بے دین ان حضرات کو مجرم مانیں۔ یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔ (۳) یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

ما کان لنا ان نشرك بالله من شیئی۔

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء کے لئے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شرک کریں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔

وما ارید ان اخالفکم الی ما انهکم عنه۔

ترجمہ: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کردوں خود کرنے لگوں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام شرک اور گناہ کرنے کا بھی ارادہ نہیں فرماتے یہ ہی عصمت کی حقیقت ہے (۵) یوسف علیہ السلام نے فرمایا وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا ما رحم ربی (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۳) یہاں یہ نہ کہا کہ میرا نفس برائی کا حکم کرتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں سوا ان نفوس کے جن پر رب رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نفوس انہیں فریب دیتے ہی نہیں (۶) رب تعالٰی فرماتا ہے ان الله اصطفی ادم ونوحاً وال ابراهیم وال عمران علی العلمین (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سارے جہان سے افضل ہیں اور جہاں میں تو ملائکہ معصومین بھی داخل ہیں۔ ملائکہ کی صفت یہ ہے کہ لایعصون الله ما امرهم (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۶) وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔ اگر انبیاء گنہگار ہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ جائیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۷) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔
لاینال عھدی الظلمین۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۴)

ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ فسق و نبوت جمع ہو سکتے ہی نہیں۔ قرآن کریم نے انبیاء کرام کے اقوال کو نقل فرمایا۔

لیس بی ضللة ولکنی رسول من رب العلمین۔

ترجمہ: اے میری قوم! مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العلمین کا رسول ہوں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۶۱)

لکنی سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور نبوت کا اجتماع نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت نور ہے اور گمراہی تاریکی نور وظلمت کا اجتماع ناممکن ہے۔

احادیث (۱):۔ مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہا جاتا ہے۔ مگر میرا قرین مسلمان ہوگیا لہذا اب وہ مجھے نیک مشورہ ہی دیتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲):۔ اسی مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر بچے کو بوقت ولادت شیطان مارتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش میں چھو بھی نہ سکا معلوم ہوا کہ یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے محفوظ ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) مشکوۃ کتاب الغسل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا کہ اس میں شیطانی اثر ہے بلکہ ان کی بیبیاں بھی احتلام سے پاک ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الغسل ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) انبیائے کرام کو جمائی نہیں آتی کیونکہ یہ بھی شیطانی اثر ہے۔ اسی لئے اس وقت لاحول پڑھتے ہیں۔

(۵) مشکوۃ شریف باب علامات نبوت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کر کے اس میں سے ایک پارہ گوشت نکال دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ شیطانی حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا نفس قدسیہ شیطانی اثر سے پاک ہے اور پھر اسے ماء زمزم سے دھویا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب علامات نبوت الفصل الاول ص ۵۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۶) مشکوۃ شریف باب مناقب عمر میں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب مناقب عمر بن الخطاب ج ۳ ص ۱۳۴۷ رقم الحدیث ۳۴۸۰ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل عمر ج ۴ ص ۱۸۶۳ رقم الحدیث ۲۳۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۵ ص ۴۱ رقم الحدیث ۸۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا جن پر پیغمبر کی نظر کرم ہو جائے وہ بھی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں پھر خود ان حضرات کا کیا پوچھنا۔

اقوال علماء امت: ہمیشہ سے امت مصطفیٰ ﷺ کا عصمت انبیاء پر اجماع رہا سوا فرقہ ملعونہ حشویہ کے کوئی اس کا منکر نہ ہوا چنانچہ شرح عقائد نسفی شرح فقہ اکبر تفسیرات احمدیہ تفسیر روح البیان مدارج النبوۃ مواہب لدنیہ شفا شریف نسیم الریاض وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

تفسیر روح البیان آیت ما کنت تدری ما الکتب الآیۃ (پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲) کی تفسیر میں ہے فان اھل الوصول اجتمعوا علی ان الرسل علیھم السلام۔

marfat.com

Marfat.com

كانوا مومنين قبل الوحی معصومين من الكبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعثت وبعدها فضلاً عن الكفر۔

ترجمہ: یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں نبوت سے پہلے معصوم تھے اور بعد بھی چہ جائیکہ کفر۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

انهم معصومون عن الكفر قبل الوحی وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور۔

ترجمہ: انبیاء کرام کفر سے قبل وحی اور بعدہ بالاتفاق معصوم ہیں ایسے ہی عام علماء کے نزدیک دیدہ ودانستہ گناہ کبیرہ کرنے سے بھی معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

غرضکہ امت مرحومہ کا اجماع انبیائے کرام کی عصمت پر ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے لئے زیادہ عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلائل:۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ انبیائے کرام کفر وفسق سے ہمیشہ معصوم ہوں چند وجوہ سے۔(۱) کفر یا تو عقائد کی بے خبری سے ہوتا ہے یا نفس کی سرکشی سے یا شیطان کے اغواء سے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں نیز ان کے نفوس پاک ہیں اور وہ شیطانی اثر سے محفوظ ہیں۔ جب یہ تینوں وجہیں نہیں تو اب ان سے کفر اور فسق کیونکر سرزد ہو۔

(۲) فسق بھی نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہے اور وہ حضرات ان دونوں سے محفوظ ہیں۔

(۳) فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت فرض کہ بہر حال ان کی فرمانبرداری کی جائے اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی اطاعت بھی ضروری ہو اور مخالفت بھی اور یہ اجماع ضدین ہے۔

(۴) فاسق کی بات بلاتحقیق نہ مانی چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان جآء كم فاسق بنباء فتبينوا (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۶) اور نبی کی ہر بات ماننی فرض ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ماكان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۶) اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی بات بلاتحقیق ماننا بھی ضروری اور نہ ماننا بھی۔ اور یہ اجماع نقیضین ہے۔

(۵) گنہگار سے شیطان راضی ہے اسی لئے وہ حزب الشیطان میں داخل ہے اور نیک کار سے رحمان خوش اسی لئے وہ حزب اللہ میں سے ہے اگر پیغمبر ایک آن کے لئے بھی گنہگار رہوں تو معاذ اللہ وہ شیطانی گروہ میں سے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے۔

(۶) فاسق سے متقی افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ امـا نجعل المتقين كالفجار (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۸) اگر نبی کسی وقت گناہ کریں اور اس وقت ان کا امتی نیکی کر رہا ہو تو لازم آوے گا کہ امتی اس گھڑی نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے کہ کوئی امتی ایک آن کے لئے بھی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(۷) بدعقیدہ کی تعظیم حرام ہے حدیث میں ہے۔

من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جس نے بدعقیدہ کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

اور نبی کی تعظیم واجب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وتعزروہ وتوقروہ** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۹) اگر نبی ایک آن کے لئے بے دین ہوں تو ان کی تعظیم واجب بھی ہو اور حرام بھی۔

(۸) گنہگاروں کی بخشش حضور کے وسیلہ سے ہے رب فرماتا ہے **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وك الآية** (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس آیت میں عام مجرمین کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے کی دعوت دی گئی۔ اگر خاکش بدہن آپ کا دامن عفت گناہوں سے آلودہ ہو تو بتاؤ پھر آپ کا وسیلہ کون ہوگا؟ اور کس کے ذریعے آپ کی معافی ہوگی۔ جو سب مجرموں کا وسیلہ مغفرت ہو ضروری ہے کہ وہ جرموں سے پاک ہو اگر وہ بھی گنہگار ہو تو پھر ترجیح بلا مرجح کا سوال پیدا ہوگا اور دور یا تسلسل لازم ہوگا۔

(۹) قیمتی چیز قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے موتی کا ڈبہ بھی قیمتی ہوتا ہے سنہری زیورات کا بکس بھی قیمتی دودھ کا برتن بھی ہر گندگی و ترشی سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دودھ خراب نہ ہو جائے کارخانہ قدرت میں نبوت بڑی ہی انوکھی اور بے بہا نعمت ہے تو چاہیے کہ اس کا ظرف یعنی انبیاء کے دل کفر و فسق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف ہوں اسی لئے رب نے فرمایا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) اللہ ہی ان نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔

(۱۰) فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی قابل اعتماد نہیں۔ اگر انبیائے کرام بھی فاسق ہوتے تو انہیں اپنی ہر خبر پر گواہی پیش کرنا ہوتی حالانکہ ان کا ہر قول صدہا گواہیوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو خزیمہ انصاری نے اونٹ کے متعلق یہ ہی تو کہا تھا کہ یا حبیب اللہ اونٹ کی تجارت جنت و دوزخ حشر و نشر سے بڑھ کر نہیں۔ جب ہم آپ سے سن کر ان پر ایمان لے آئے تو اس زبان سے سن کر یہ کیوں نہ مان لیں کہ واقعی آپ نے اونٹ لیا ہے۔ جس کے انعام میں حضور نے ان ایک کی گواہی دو کے برابر کردی۔

دوسرا باب

عصمت انبیاء پر اعتراضات و جوابات

آئندہ اعتراضات کے تفصیلی جوابات سے پہلے بطور مقدمہ اجمالی جواب عرض کئے دیتا ہوں جس سے بہت سے اعتراضات خود بخود اٹھ جائیں گے وہ یہ کہ عصمت انبیاء قطعی و اجماعی مسئلہ ہے اور احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر متواتر اور قطعی نہیں بلکہ مشہور احاد ہیں وہ سب مردود کوئی بھی قابل اعتبار نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔ تفسیر کبیر سورہ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف انبیاء ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبر کو گنہگار ماننے سے آسان ہے اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو سب واجب التاویل ہیں۔ کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطائے نبوت سے پہلے کے تھے۔ تفسیرات احمدیہ آیت **لاینال عھدی الظلمین** کی تفسیر میں ہے

واذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء مما يشعر بكذب او معصيته فما كان منقولا بطريق الاحاد فمردود وما كان منقولا بطريق التواتر فمصرف عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعثت۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

marfat.com
Marfat.com

بلکہ مدارج النبوۃ شریف جلد اول باب چہارم میں تو فرمایا کہ اس قسم کی آیتیں متشابہات کی مثل ہیں۔ جن میں خاموشی لازم دیکھو رب تعالیٰ کا قدوس، غنی، علیم، قادر مطلق بلکہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونا قطعی اجماعی ہے مگر بعض آیتیں ظاہری معنی کے لحاظ سے اس کے بالکل خلاف ہیں رب فرماتا ہے یخدعون اللہ وھو خادعھم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۴۲) وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں رب انہیں اور فرماتا ہے مکروا ومکر اللہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے اور فرماتا ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۵) جدھر تم منہ کرو ادھر ہی رب کا منہ ہے فرماتا ہے ید اللہ فوق ایدیھم (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے فرماتا ہے ثم استویٰ علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوگیا۔ رب تعالیٰ چہرہ، ہاتھ، برابری مکر اور دھوکہ سے پاک اور منزہ ہے اور ان آیتوں میں بظاہر یہ ہی ثابت ہو رہا ہے لہٰذا واجب ہے کہ ان میں تاویل کی جائے بلکہ ان کے حقیقی معنی خدا کے سپرد کئے جائیں جو کوئی ان آیتوں کی وجہ سے رب کو عیب دار مانے وہ بے ایمان ہے ایسے ہی جو کوئی بعض آیتوں کے ظاہری معنی کر کے انبیائے کرام کو فاسق یا مشرک جانے وہ بے دین ہے یہ ایک جواب ہی انشاء اللہ تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دے گا مگر پھر بھی ہم کچھ تفصیلی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔

اعتراض (۱)......۔ ابلیس نے بھی سجدہ نہ کر کے خدا کی نافرمانی کی اور آدم علیہ السلام نے بھی گندم کھا کر یہ ہی جرم کیا۔ دونوں کو سزا بھی یکساں دی گئی کہ اسے فرشتوں کی جماعت سے اور انہیں جنت سے خارج کر دیا گیا جرم و سزا میں دونوں برابر ہوئے بعد میں آدم علیہ السلام نے توبہ کر کے معافی حاصل کر لی۔ ابلیس نے یہ نہ کیا معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہ تھے۔ (ملحد شحنہ شریعت کانپور)

جواب:۔ شیطان سجدہ نہ کرنے میں مجرم بھی تھا اور سزا یاب بھی ہوا۔ آدم علیہ السلام گندم کھانے میں نہ گنہگار تھے اور نہ انہیں کوئی سزا دی گئی کیونکہ شیطان نے دیدہ دانستہ سجدہ سے انکار ہی نہ کیا بلکہ حکم رب کو غلط سمجھ کر اس کے بالمقابل گفتگو کرنے کی ہمت کی کہ بولا خلقتنی من نار خلقتہ من طین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۶) جس کی سزا میں فرمایا گیا کہ فاخرج منھا فانک رجیم وان علیک لعنتی الی یوم الدین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۷۔ ۷۸) گویا یہ زمین اس کے لئے کالے پانی کی طرح سزا کی جگہ تجویز کی گئی کہ وہ قیامت تک یہاں ذلیل وخوار اور حلال کے کوڑے کھاتا پھرے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے بار بار اعلان فرمایا کہ وہ بھول گئے انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا فنسی ولم نجد لہ عزما (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) کہیں فرمایا فازلھما الشیطن (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) کہیں فرماتا فوسوس لھما الشیطن (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰) غرضکہ اس واقعہ کا ذمہ دار تو شیطان کو بنایا اور ان کے متعلق فرمایا کہ دھوکہ کھا گئے ان سے خطا ہوگئی دھوکہ یہ ہوا کہ ان سے رب نے فرمایا تھا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے کہا کہ آپ کو کھانے کی ممانعت نہیں۔ وہاں جانے سے روکا گیا ہے۔ آپ وہاں نہ جائیں میں لا دیتا ہوں آپ کھا لیجئے گا۔ جھوٹی قسم کھا گیا کہ یہ پھل فائدہ مند ہے اور میں آپ کا خیر خواہ ہوں آپ سمجھے کہ کوئی بھی رب کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا یا لاتقربا ممانعت تنزیہی سمجھے اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر کے پہلے پارہ میں اسی آیت کے ماتحت دیکھو۔ یہ تو عملوں میں فرق ہوا۔ اب رہا زمین پر آنا۔ رب تعالیٰ نے انہیں زمین ہی کی خلافت کے لئے پیدا کیا تھا کہ فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفۃ (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جنت میں تو کچھ روز اس لئے رکھا گیا تھا کہ وہاں کے مکانات اور باغات وغیرہ دیکھ کر اسی طرح زمین کو آباد کریں گویا وہ جگہ ان کی ٹریننگ کی تھی کسی کو ٹریننگ سکول میں ہمیشہ نہیں رکھا جاتا۔ ان کو رلا کر اس لئے بھیجا گیا کہ تمام فرشتوں نے سوائے گریہ وزاری ساری عبادتیں کی تھیں درد دل ہی تو وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان ملائکہ سے افضل ہوا جنت کا بہانہ تھا درحقیقت

marfat.com
Marfat.com

اپنے عشق میں رلاتا تھا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر دبیاں
اے خیال یار کیا کرنا تھا اور کیا کردیا
تو تو پردہ میں رہا اور مجھ کو رسوا کردیا

یہ راز وہ سمجھے جو لذت عشق سے واقف ہو۔ رب نے شیطان سے کہا تھا اخرج منھا اور یہاں فرمایا گیا اھبطوا منھا جمیعاً (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۳۸) جس میں بتایا گیا کہ تم کچھ عرصہ کے لئے زمین میں بھیجے جارہے ہو۔ پھر اپنی کروڑہا اولاد کے ساتھ واپس یہیں آؤ گے یعنی دو جارہے ہو اور کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکلا۔ بلکہ ہم نے انہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ ان کی پشت شریف میں کفار فساق سب ہی کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم نیچے جا کر ان خبثا کو چھوڑ آؤ۔ پھر آپ کی جگہ یہ ہی ہے (مرقات باب الایمان بالقدر وروح البیان ج ا ص ۱۴۶۔۱۴۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت آیت فازلھما الشیطن (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) (۲) شیطان کا زمین پر آنا پردیس میں آنا ہے مگر آدم علیہ السلام کا یہاں آنا پردیس میں آنا نہیں کیونکہ آدم جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے اور ان کا جسم چونکہ زمین پر اور مٹی سے بنا لہٰذا زمین ان کا وطن جسم ہوئے اور عالم ارواح گویا وطن روح وطن روح سے وطن جسم کی طرف آئے جو انسان مرکر جنت میں گیا۔ وہ پردیس میں نہیں بلکہ وطن جسم سے وطن روح میں گیا۔ مگر شیطان کی پیدائش آگ سے ہے لہٰذا زمین اس کے لئے پردیس ہوا۔ (۳) اگر آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا عذاب ہوتا تو یہاں انہیں خلیفہ نہ بنایا جاتا۔ ان کے سر پر تاج نبوت نہ رکھا جاتا ان کی اولاد میں انبیاء و اولیاء خصوصاً سید الانبیاء ﷺ پیدا نہ فرمائے جاتے ملزم کو معافی دیکر قید سے نکالتے ہیں۔ شاہی محل میں لاکر پھر اس پر انعامات کی بارش کرتے ہیں نہ کہ جیل خانہ میں ہی رکھ کر حقیقت یہ ہے کہ بڑوں کی ظاہری خطا چھوٹوں کے لئے عطا ہوتی ہے دنیا اور یہاں کی ساری نعمتیں اس خطائے اول کا ہی صدقہ ہیں لطف یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے دانہ گندم خطا قرار دیا گیا۔ اور ان کی اولاد کے لئے وہ ہی غذا تجویز ہوئی۔

اعتراض (۲)......: ۔ حضرت آدم وحوا نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ حارث شیطان کا نام ہے اس کو قرآن کریم نے فرمایا فلما اتاھما صلحاً جعلالہ شرکاء (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) جس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا یہ کام بھی شرک تھا۔ ثابت ہوا کہ پیغمبر شرک بھی کر لیتے ہیں۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم وحوا مراد ہیں۔

جواب:۔ آدم علیہ السلام اس قسم کے عیب سے پاک ہیں معترض نے اس آیت میں دھوکا دیا ہے بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ جعلا کا فاعل قصی اور اس کی بیوی ہے کیونکہ خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۹) کے معنی ہیں کہ اے قریش رب نے تمہیں ایک جان یعنی قصی سے پیدا فرمایا۔ اور اس قصی کی بیوی اس کی جنس سے بنائی۔ قصی نے یہ غضب کیا کہ اپنے رب سے دعائیں کر کے بیٹا مانگا تھا۔ اور اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا (تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) اس صورت میں کوئی اعتراض نہیں اور بعض نے فرمایا جعلا میں مضاف پوشیدہ ہے اور اس کا فاعل اولاد آدم وحوا ہی ہیں یعنی آدم وحوا نے شرک کی بعض اولاد نے شرک شروع کردیا (دیکھو روح البیان ومدارک وغیرہ) اسی لئے آگے جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔ فتعالی اللہ عما یشرکون (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) اگر یہ فعل حضرت آدم وحوا کا ہوتا تو یشرکان تثنیہ کا صیغہ ارشاد ہوتا۔ نیز ایک معمولی سی خطا گندم کھا لینے پر عتاب ہو گیا تھا تو چاہیے تھا کہ شرک

marfat.com

Marfat.com

کرنے پر بڑا سخت عذاب ہوتا لیکن بالکل نہ ہوا۔ حاکم کی یہ روایت بالکل معتبر نہیں کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور عصمت پیغمبر یقینی وقطعی۔

اعتراض (۳)......:۔رب تعالیٰ فرماتا ہے فعصی ادم ربہ فغوی (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گئے اس سے آدم علیہ السلام کا گناہ اور گمراہی دونوں معلوم ہوئے۔

جواب:۔ یہاں مجازاً خطا کو عصیان فرمایا گیا اور غویٰ کے معنی گمراہی نہیں بلکہ مقصود نہ پانا ہیں یعنی حیات دائمی کے لئے گندم کھایا تھا وہ ان کو حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ گندم سے بجائے نفع کے نقصان ہوا یعنی اپنے مقصد کی طرف راہ نہ پائی۔ دیکھو روح البیان یہی آیت۔ جب رب نے ان کے بھول جانے کا بار بار اعلان فرمایا تو عصیٰ سے گناہ ثابت کرنا کلام اللہ میں تعارض پیدا کرنا ہے۔

اعتراض (۴)......:۔ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج بلکہ تاروں کو اپنا خدا مانا کہ فرمایا ھذا ربی اور یہ صریحی شرک ہے معلوم ہوا کہ آپ نے پہلے شرک کیا پھر توبہ کی۔

جواب:۔ اس کا جواب مقدمہ میں گزرا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے بطریق سوال فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے پھر خود ہی اس کا جواب مع دلیل بھی ارشاد کیا کہ لاحب الافلین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہوا و کذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵) پھر ستارے دیکھنے کا واقعہ بیان ہوا اور بعد میں فرمایا وتلک حجتنا اتینھا ابراھیم علی قومہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۸۳) اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ملکوت عالم دیکھنے کے بعد ستاروں کا واقعہ ہوا اور رب نے اس کلام کی تعریف فرمائی۔ اگر یہ بات شرک تھی تو تعریف فرمانا کیسا؟ پھر تو سخت عتاب ہونا چاہئے تھا۔

اعتراض (۵)......:۔ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا کہ آپ تندرست تھے مگر قوم سے فرمایا انی سقیم (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۹) میں بیمار ہوں خود بتوں کو توڑا مگر قوم کے پوچھنے پر فرمایا بل فعلہ کبیرھم ھذا (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۶۳) اس سے بڑے بت نے یہ کام کیا اپنی بیوی سارہ کو فرمایا ھذہ اختی یہ میری بہن ہیں اور یقیناً جھوٹ بولنا گناہ ہے معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہیں۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بحالت مجبوری جبکہ جان کا خطرہ ہو تو جھوٹ گناہ نہیں حتیٰ کہ ایسی مجبوری میں منہ سے کفر بھی نکال دینے کی اجازت ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۱۰۶) جن موقعوں پر آپ نے یہ کلام فرمائے وہاں یا تو خطرہ جان تھا یا خطرہ عصمت تھا وہ ظالم بادشاہ آپ سے حضرت سارہ کو جبراً چھیننا چاہتا تھا اور دوسرے موقعوں پر آپ کو خطرہ جان تھا اس لئے یہ فرمایا (روح البیان آیت بل فعلہ کبیرھم) لہٰذا یہ فعل گناہ نہ ہوا دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی کلام جھوٹ نہیں بلکہ اس میں بعید معنی مراد لئے گئے ہیں جسے توریہ کہتے ہیں توریہ ضرورتاً جائز ہے نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی دیکھو ایک شخص نے اونٹ مانگا تو فرمایا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ ایک صحابی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وغیرہ (مشکوۃ باب المزاح) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن فرمانے سے دینی بہن مراد تھی نہ کہ نسبی۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے بشکل مدعی مدعی علیہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۳) یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں یہاں بھائی اور بکریوں کے مجازی معنی مراد ہیں ایسے ہی آپ کا یہ فرمانا کہ انی سقیم اس کے معنی ہیں میں بیمار ہونے والا ہوں نہ کہ فی الحال بیمار جیسے انک میت و انھم میتون (پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۳۰) یا سقیم سے دلی بیماری یعنی ناراضی و رنج مراد ہے یعنی میرا دل تم سے ناراض ہے اسی طرح بل فعلہ کبیرھم میں کبیر سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور ھذا سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کفار رب تعالیٰ کو بڑا خدا اور بتوں کو چھوٹے معبود سمجھتے تھے یعنی یہ کام اس رب کا ہے جسے تم ان سب

marfat.com

Marfat.com

سے بڑا سمجھتے ہو نبی کا کام رب کا ہی کام ہے وہ سمجھے کہ اس بڑے سے بڑا بت مراد ہے یالعلہ شک کے طریقہ پر فرمایا یعنی بڑے بت نے کیا ہوگا اور شک انشاء ہے جس میں جھوٹ سچ کا احتمال نہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب نے یہ واقعات بیان فرماتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام پر کوئی عتاب نہ فرمایا بلکہ انہیں پسندیدگی کی سند عطا فرمائی۔ چنانچہ بت شکنی کے بیان سے پہلے فرمایا۔ ولقد اتینا ابراھیم رشدہ الآیۃ (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۵۱) معلوم ہوا کہ آپ کا یہ فعل رشد و ہدایت تھا اور ظاہر ہے کہ جھوٹ رشد نہیں۔ بیماری کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اذ جاء ربہ بقلب سلیم اذ قال لابیہ الآیۃ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۴۔۸۵) جس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام سلامت طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور جھوٹ بیماری ہے نہ کہ سلامتی۔

اعتراض (۶)...... : داؤد علیہ السلام نے پرائی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورہ ص میں ہے اور یہ فعل یقیناً جرم ہے۔

جواب: ۔ مورخین نے داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کچھ زیادتی کردی ہے اور جو کچھ احادیث احاد میں ہے وہ بھی نامقبول۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ قصے کہانیوں کی طرح بیان کریگا میں اسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کو دوگنے لگیں گے (روح البیان سورہ ص قصہ داؤد) واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اوریا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ داؤد علیہ السلام نے بھی اسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اس نے آپ کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور یہ شخص نکاح نہ کرسکا چنانچہ تفسیرات احمدیہ آیت لاینال عہدی الظالمین کی تفسیر میں ہے وعن داؤد بکونہ اقداماً علی الفعل المشروع وھو نکاح المخطوبۃ لادریا لانظرہ منکوحۃ۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور انہوں نے اپنی طرف نسبت کرکے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اور انبیاء کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے انہیں معاملہ سمجھایا گیا۔ رب تو ان کی عظمت فرمائے اور یہ بے دین ان حضرات پر نظر بد کا اتہام لگائیں خدا کی پناہ۔

اعتراض (۷)...... : یوسف علیہ السلام نے عزیز کی بیوی زلیخا سے گناہ کا ارادہ کیا جسے رب فرما رہا ہے ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رابرھان ربہ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ارادہ کرلیا اگر اپنے رب کی برھان نہ دیکھتے تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ دیکھو کتنا بڑا گناہ تھا جو یوسف علیہ السلام سے صادر ہوا؟

جواب: ۔ یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تو کیا اس خیال سے بھی محفوظ رہے جو کہے کہ انہوں نے اس کا ارادہ کرلیا تھا وہ کافر ہے روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے فمن نسب الی الانبیآء الفواحش کالعزم علی الزناء ونحوہ الذی یقولہ الحشویۃ کفر لانہ شتم لھم کذ فی القنیۃ (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۳۰۹۔۳۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) رہا تمہارا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ ولقد ھمت بہ پر وقف کرو اور ھم بھا سے علیحدہ آیت شروع ہو۔ معنیٰ ہوئے کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کرلیا اور وہ بھی قصد کرلیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔ اب کوئی اعتراض نہ رہا یہ معنیٰ نقلاً و عقلاً ہر طرح صحیح ہیں خازن نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ ہے ولولا ان رء برھان ربہ لھم بھا۔ مدارک شریف میں ہے کہ

marfat.com

Marfat.com

ومن حق القاری اذا قدر خروجه من حکم القسم وجعله کلاماً براسه ان یقف علی به ویبتدی بقوله وهم بها۔

(تفسیر مدارک ج ا ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

قاری کو چاہیے کہ بہ پر وقف کرے اور ھم بھا سے آیت شروع کرے اور یہ ہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس مقام پر زلیخا کی تو تیاریاں بیان فرمائیں و غلقت الا بواب وقالت هیت لك (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳) کہ اس نے آپ کو ہر طرح راغب کرنے کی کوشش بھی کی اور بلایا بھی دروازہ بھی بند کر لیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی بیزاری نفرت وعصمت کا ہی ذکر فرمایا۔

قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای انه لا یفلح الظلمون۔

ترجمہ: خدا کی پناہ وہ میرا مربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے اور ظالم کامیاب نہیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

اور پھر فرمایا کذلك لنصرف عنه السوء والفحشآء (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) فحشاء سے زنا اور سوء سے ارادہ زنا مراد ہے معلوم ہوا کہ رب نے ارادہ زنا سے بھی ان کو محفوظ رکھا۔ آخر کار زلیخا نے بھی یہ ہی کہا کہ۔

الان حصحص الحق انا راودته عن نفسه و انه لمن الصدقین۔

ترجمہ: کہ میں نے ہی انہیں رغبت دینے کی کوشش کی تھی۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱)

وہ تو سچے ہیں بلکہ شیر خوار بچے سے بھی ان کی پاکدامنی اور زلیخا کی خطا کاری کی گواہی دلوادی کہ وشهد شاهد من اهلها (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) عزیز مصر نے بھی یہ ہی کہا یوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبك انك كنت من الخطئین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۹) اے زلیخا تم اپنے گناہ سے توبہ کرو تم ہی خطا کار ہو دیکھو شیر خوار بچے عزیز مصر خود زلیخا بلکہ خود رب تعالیٰ نے ان کے بے گناہ ہونے پر گواہیاں دیں۔ اگر زلیخا کی طرح وہ بھی ارادہ گناہ کر لیتے تو آپ بھی ملزم ہوتے اور یہ گواہیاں غلط ہو جاتیں اور وہاں صرف یہ ہوتا کہ زلیخا نے جرم کی ابتداء کی مگر بعد میں آپ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ نیز اگر یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کیا ہوتا تو ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر ضرور آتا۔ تفسیر مدارک میں ہے۔

ولانه لو وجد منه ذلك لذكرت توبته واستغفاره۔

(تفسیر مدارک ج ا ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

غرضکہ اس آیت کے یہ معنی کرنا بہت بہتر ہیں کہ وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر رب کی برہان نہ دیکھتے تفسیر کبیر نے فرمایا لولا کا جواب اس پر مقدم بھی ہو سکتا ہے جیسے آیت میں ہے ان كادت لتبدی به لولا ان ربطنا علی قلبها (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) (تفسیر کبیر آیت ولقد همت به پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ پر وقف نہ کرو بلکہ بھا تک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ھم کر لیا لیکن اب ان دونوں ھموں میں فرق کرنا ضروری ہے ھمت بہ میں ھم کے معنی ارادہ زنا ہیں اور ھم بھا میں اس کے معنی ہیں قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو نہ گناہ ہے نہ جرم جیسے کہ روزہ میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس طرف دل راغب تو ہوتا ہے مگر اس کے پی لینے کا ارادہ تو کیا خیال تک نہیں ہوتا صرف ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اگر دونوں ھموں کے ایک ہی معنی ہوتے تو دو جگہ یہ لفظ نہ بولا جاتا۔ بلکہ ولقد ھما تثنیہ سے کہہ دینا کافی تھا یعنی ان دونوں نے قصد کر لیا دیکھو مکروا و مکر الله (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۴) کہ یہاں پہلے مکر کے معنی ہی اور ہیں اور دوسرے مکر کا مقصد ہی کچھ اور تفسیر خازن میں ہے قال الامام فخر الدین ان

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کان بریئاً من العمل الباطل والھم المحرم خیال رہے کہ زلیخا نے دروازہ پر عزیز مصر کو دیکھ کر یوسف کو زنا کی تہمت نہ لگائی بلکہ ارادہ زنا کی کہ کہا قالت ما جزاء من اراد باھلك سوء الا ان یسجن (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۵) جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرکے اس کی سزا جیل کے سوا اور کیا ہے۔ اسی کی تردید یوسف علیہ السلام نے فرمائی کہ ھی راودتنی عن نفسی (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) بدکاری کا ارادہ اسی نے کیا تھا۔ اس کی تردید شیرخوار بچہ نے بھی کی اور اس کی تردید خود عزیز مصر نے قمیص مبارک پھٹی ہوئی دیکھ کر کی کہا انہ من کیدکن اور اس کی تردید مصری عورتوں نے بھی کی اور اس کی تردید آخر کار خود زلیخا نے بھی کر کے اپنا جرم قبول کر لیا اب اگر ھم بھا کے یہ معنی ہوں کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کر لیا تھا تو لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ نے زلیخا کی تائید کی اور ان سب حضرات کی تردید اور یہ کلام کے مقصد کے خلاف ہے یہ تقریر بہت خیال رہے انشاء اللہ کام آئے گی۔

اعتراض (۸)......:۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو جان سے مار دیا اور فرمایا ھذا من عمل الشیطن (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۵) کہ یہ شیطانی کام ہے معلوم ہوا کہ آپ نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم ہے۔

جواب:۔ آپ کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قبطی ظالم سے مظلوم اسرائیلی کو چھڑانا تھا جب قبطی نے نہ چھوڑا آپ نے ہٹانے کے لئے چپت لگا دی۔ وہ طاقت نبی کی نہ برداشت کر سکا مر گیا تو یہ قتل خطا ہوا اور انبیاء سے خطا ہو سکتی ہے نیز یہ واقعہ عطائے نبوت سے پہلے کا ہے روح البیان میں ہے کان ھذا قبل النبوۃ نیز وہ قبطی کافر حربی تھا جس کا قتل جرم نہیں آپ نے تو ایک ہی قبطی کو مارا۔ کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قبطی غرق کر دیئے گئے۔ رہا اس فعل کو عمل شیطان فرمانا۔ یہ آپ کی انتہائی کسر نفسی اور عاجزی کا اظہار ہے کہ خلاف اولیٰ کام کو بھی اپنی خطا سمجھا یعنی یہ کام وقت سے پہلے ہو گیا جب قبطیوں کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا فغفر لہ اور ظلمت نفسی سے دھوکا نہ کھاؤ کہ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ہذا سے قبطی کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلم شیطانی کام ہے۔

اعتراض (۹)......:۔ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے فرمایا و وجدك ضالا فھدی (پارہ ۳۰ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۷) معلوم ہوا کہ آپ بھی پہلے گمراہ تھے بعد کو ہدایت ملی۔

جواب:۔ یہاں جو کوئی بھی ضال کے معنی گمراہ کرے وہ خود گمراہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما ضل صاحبکم و ما غوی۔

ترجمہ: تمہارے محبوب ﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے نہ بہکے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲)

یہاں ضال کے معنی وارفتہ محبت الٰہی ہیں اور ہدایت سے مراد درجہ سلوک ہے یعنی رب نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار اور وارفتہ پایا تو آپ کو سلوک عطا فرمایا۔ برادران یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا انك لفی ضلالك القدیم (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۵) یا انك لفی ضلال مبین یہاں ضلال بمعنی وارفتگی محبت ہیں۔ شیخ عبدالحق نے مدارج النبوت جلد اول باب پنجم میں فرمایا کہ عربی میں ضال وہ اونچا درخت ہے جس سے گمے ہوئے لوگ ہدایت پائیں یعنی اے محبوب ہدایت دینے والا بلند و بالا درخت رب نے تمہیں کو پایا کہ جو عرش فرش ہر جگہ سے نظر آئے لہٰذا تمہارے ذریعہ خلقت کو ہدایت دے دی یعنی ھدی کا مفعول عام لوگ ہیں نہ کہ نبی ﷺ اور بھی اس کے بہت سے معنی کیے گئے ہیں۔

اعتراض (۱۰)......:۔ رب فرماتا ہے لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك و ما تاخر (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۲) یعنی

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ گنہگار تھے۔ حضور علیہ السلام بھی ہمیشہ اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی؟

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ مغفرت سے مراد عصمت اور حفاظت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔ روح البیان المراد بالمغفرة الحفظ والعصمته ازلاً وابداً فیکون المعنی یتحفظك ویعصمك من الذنب المتقدم والمتاخر دوسرے یہ کہ ذنب سے نبوت سے پہلے کی خطائیں مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ ذنب میں ایک مضاف پوشیدہ ہے یعنی آپ کی امت کے گناہ جیسے کہ لک فرمانے سے معلوم ہوا۔ یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کرے اگر آپ کے گناہ مراد ہوتے تو لک سے کیا فائدہ ہوتا (روح البیان وخازن) اس آیت کی تفسیر دوسری آیت ہے ولو انهم اذ ظلموا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) کبھی گناہ کی نسبت گنہگار کی طرف ہوتی ہے اور کبھی بخشش کے ذمہ دار کی طرف جیسے مقدمہ کبھی مجرم کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی وکیل کی طرف کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے جس کا میں ذمہ دار ہوں یہاں نسبت دوسری طرح کی ہے یعنی آپ کے ذمہ والے گناہ جن کی شفاعت کے آپ ذمہ دار ہیں۔

اعتراض (۱۱)......: حضور علیہ السلام سے رب نے فرمایا ولو لا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئاً قليلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۴) اگر ہم آپ کو نہ ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کفار کی طرف مائل ہو چلے تھے مگر رب نے روکا۔ اور کفر کی طرف میلان بھی گناہ ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس میں شرط و جزا ہے یعنی یہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دونوں مقدموں کا ہونا تو کیا امکان بھی ضروری نہیں رب فرماتا ہے قل لو كان للرحمن ولد فانا اول العبدين (پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۸۱) اگر رب کے بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا پجاری میں ہوتا۔ نہ خدا کا بیٹا ہونا ممکن اور نہ نبی علیہ السلام کا اس کی پوجا کرنا ایسے ہی یہاں نہ تو رب تعالیٰ کا حضور علیہ السلام کو محفوظ نہ رکھنا ممکن اور نہ آپ کا ان کی طرف مائل ہونا ممکن۔ دوسرے یہ کہ یہاں فرمایا گیا کہ اگر ہم آپ کو پہلے ہی سے معصوم اور ثابت قدم نہ فرما چکے ہوتے تو آپ ان کی طرف کسی قدر جھکنے کے قریب ہو جاتے کیونکہ ان کے مکر و فریب بہت سخت خطرناک تھے یعنی چونکہ آپ معصوم ہیں لہٰذا آپ کفار کی طرف نہ جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے۔ اس سے تو آپ کی عصمت ثابت ہوئی دیکھو خازن، مدارک، روح البیان، تیسرے یہ کہ ایک تو حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ہے دوسرے آپ کی نبوت اور عصمت الٰہی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت و عصمت سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی آپ کی فطرت پاک عیب اور گناہوں سے ایسی پاک ہے جس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ کی روحانیت بشریت پر غالب ہے۔ یعنی اگر ہم آپ کو معصوم نہ بھی بناتے تب بھی آپ کفار سے ملتے نہیں ان کی طرف جھکتے نہیں بلکہ کچھ جھکنے کے قریب ہو جاتے اب جبکہ فطرت سلیمہ پر رب کا یہ کرم ہوا کہ آپ کو معصوم بھی بنایا سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی رکھا۔ اب تو سبحان اللہ کیا ہی کہنا۔ کسی قصور کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کی تفسیر میں روح البیان میں ہے

انما سماه قليلا لان روحانيته النبي كانت في اصل الخلقت غالباً على البشريته اذ لم يكن حينئذ لروحه شئي يحجبته عن الله تعالى فالمعنى لولا التثبت وقوة النبوة ونور الهدايته والر نظر العنايته لقد كدت تركن۔

اعتراض (۱۲)......: رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما كنت تدرى ماالكتب ولا الايمان۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲)

marfat.com

Marfat.com

اے نبی علیہ السلام آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پیدائشی عارف باللہ نہیں آپ کو تو ایمان کی خبر بھی نہ تھی۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت یعنی اٹکل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے۔ پوری آیت یہ ہے وکذلك اوحینا الیك روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتب (الآیہ) (پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲) یعنی ہم نے آپ پر اپنے فضل سے قرآن وحی کیا۔ آپ خود بخود نہ جانتے تھے یعنی اس علم کا ذریعہ وحی الٰہی ہے نہ کہ محض اٹکل وقیاس۔ دوسرے یہ کہ اس سے پیدائش مبارک کا حال نہیں بیان ہو رہا بلکہ نور محمدی کی پیدائش کا حال ہے۔ یعنی ہم نے آپ کو عالم ارواح میں سفید اور سادہ پیدا فرمایا تھا پھر اس پر علوم کے نقش ونگار فرما کر نبوت کا تاج سر پر رکھ کر دنیا میں بھیجا۔ آپ عالم ارواح میں ہی نبی تھے خود فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و ادم بین الماء والطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ اس سے ایمان اور قرآن کے تفصیلی احکام مراد ہیں۔ یعنی آپ وحی سے پہلے احکام اسلامی تفصیل وار نہ جانتے تھے۔ اس کی تفسیر میں روح البیان ج ۸ ص ۴۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے ای الایمان بتفاصیل ما فی تضاعیف الکتب پھر فرماتے ہیں لانه علیه السلام افضل من یحییٰ وعیسیٰ وقد اوتی کل الحکمة والعلم صبیا یعنی نبی علیہ السلام یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے افضل ہیں اور انہیں تو علم وحکمت بچپن ہی میں عطاء ہو گئی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ بچپن شریف میں علم سے خالی رہے ہوں۔

اعتراض (۱۳)......:۔ رب فرماتا ہے فازلهما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) آدم وحوا علیہم السلام کو شیطان نے پھسلا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کا داؤ انبیاء پر چل جاتا ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ شیطان ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

جواب:۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ان سے عمداً گناہ کبیرہ کرا سکتا ہے اس نے خود کہا تھا لاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹۔۴۰) اور یہاں ہے فازلهما الشیطن گمراہی اور چیز ہے اور پھسلانا اور چیز ہے۔

اعتراض (۱۴)......:۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بہت سے لوگوں نے پیغمبر مانا ہے حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے بے قصور بھائی کو ستانا آزاد بھائی کو بیچ کر اس کی قیمت کھانا اپنے والد سے جھوٹ بول کر انہیں چالیس سال تک رلانا غرضکہ جرموں کی انتہا کر دی اور پھر بھی نبی ہوئے معلوم ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا شرط نہیں۔

جواب:۔ جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہ مانا۔ ہاں ایک جماعت نے کچھ ضعیف دلائل سے ان کی نبوت کا وہم کیا ہے اسی لئے ہم نے مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیائے کرام کا نبوت سے پہلے بدعقیدگی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر بھی اجماع ہے ان حضرات کی نبوت کسی صریحی آیت یا حدیث یا قول صحابی سے ثابت نہیں۔ رب نے یہ فرمایا ہے ویتم نعمته علیك وعلی ال یعقوب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶) یہاں نعمت سے نبوت مراد نہیں اور نہ آل یعقوب سے ان کی صلبی ساری اولاد مراد ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا اتممت علیکم نعمتی (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) بعضوں نے کہا کہ رب فرماتا ہے وما انزل الی ابراهیم و اسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۶) یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی سب صاحب وحی تھے مگر یہ بھی کمزور سی بات ہے کیونکہ نہ تو انزل میں بلا واسطہ وحی آنے کا بیان ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے کہ اسباط ان کے بیٹوں ہی کا لقب ہے رب فرماتا ہے قل امنا بالله وما

marfat.com
Marfat.com

انزل علینا وما انزل علی ابراھیم (پارہ۳ سورہ۳ آیت نمبر۸۴) یہاں انزل علینا کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب پر وحی آئی اور ہم سب پیغمبر ہیں اور اسباط بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا لقب ہے اور واقعی ان میں انبیاء آتے رہے رب فرماتا ہے وقطعنا ھم اثنتی عشرۃ اسباطاً امما تفسیر روح المعانی میں ان الشیطن للانسان عدو مبین (پارہ۱۲ سورہ۱۲ آیت نمبر۵) کی تفسیر میں ہے فالذی علیہ الاکثرون سلفاً وخلفاً انھم لم یکونوا انبیاء اصلاً فلم ینقل من الصحابۃ انہ قال بنبوتھم اسی طرح تفسیر روح البیان وغیرہ نے بھی ان کی نبوت کی بہت تردید کی ہے۔ہاں وہ سب حضرات توبہ کے بعد اولیاء اللہ بلکہ پیغمبر کے صحابی ہوئے انہیں یوسف علیہ السلام نے خواب میں تاروں کی شکل میں دیکھا کیونکہ وہ صحابی نبی تھے حضور فرماتے ہیں اصحابی کالنجوم نیز ان کے یہ سارے گناہ یعقوب علیہ السلام کی محبت حاصل کرنے کے لئے تھے۔پھر انہوں نے ان سے بھی اور یوسف علیہ السلام سے بھی معافی حاصل کرلی اور ان دونوں حضرات نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی لہٰذا یہ مغفور ہوئے۔ان کی شان میں گستاخی سخت محرومی کی علامت ہے قابیل نے ایک عورت کی محبت میں گناہ کیا اور پھر آدم علیہ السلام سے معافی بھی حاصل نہ کرسکا لہٰذا وہ بے ایمان رہا اور یہ ایماندار ہوئے۔

اعتراض (۱۵)......۔قرآن کریم سے ثابت ہے کہ زلیخا نے ارادہ زنا کیا جو کہ سخت جرم ہے اور تم کہہ چکے ہو کہ نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی کیونکر ہوسکتی ہے۔وہ فاحشہ بدکار تھی لہٰذا یا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا یہ قاعدہ غلط ہے۔

نوٹ:۔گجرات کے بعض جاہل دیوبندیوں نے حضرت زلیخا کے زوجہ یوسف علیہ السلام ہونے کا انکار کیا اور ان کی شان میں سخت گندے الفاظ بکے۔انہیں کا یہ اعتراض ہے۔

جواب:۔ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قابل احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا مسلم و بخاری کی حدیث اور عام تفاسیر سے ثابت ہے انہیں سے یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے۔افرائیم اور میشا تفسیر خازن، تفسیر کبیر، مدارک، معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ حضور ﷺ نے جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دوسری ازواج پاک سے فرمایا الکن لانتن کصواحب تم تو یوسف علیہ السلام کی بیوی کی طرح ہوگئیں یعنی زلیخا کی۔صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے ولم تکن لہ صاحبۃ (پارہ۷ سورہ۶ آیت نمبر۱۰۱) آپ نہ تو فاحشہ تھیں نہ آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔بیوی زلیخا سے ارادہ جماع بیخودی عشق کی حالت میں ہوگیا جمال یوسف نے انہیں وارفتہ و دیوانہ بنادیا۔اس والہانہ حالت میں یہ ارادہ کر بیٹھیں جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بیخود ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حسن پر فریفتہ ہوکر دامن صبر چاک کردیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام خطاؤں سے توبہ کرلی یہ بھی خیال رہے کہ زلیخا نے صرف یوسف علیہ السلام سے ہی رغبت کی نہ کسی دوسرے سے رب نے انہیں ہر طرح محفوظ رکھا۔ہم نے انبیاء کی بیویوں کو زنا اور فحش سے محفوظ مانا ہے نہ کہ معصوم۔حضرت زلیخا نے یہ گناہ کرکے توبہ کرلی کہ عرض کیا الآن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ (پارہ۱۲ سورہ۱۲ آیت نمبر۵۱) زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور اقرار جرم توبہ ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے زلیخا کی خطا کا ذکر تو فرمادیا مگر ان پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا۔تاکہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہوچکی۔اب ان کی خطاؤں کا بے ادبی کے طور پر ذکر کرنا سخت برا ہے ان سے زنا یا فحش کبھی صادر نہیں ہوا۔نہ معلوم دیوبندیوں کی کس شیطان نے عقل ماردی کہ ان کا حملہ ہمیشہ انبیائے کرام کی عزت و آبرو پر ہوتا ہے۔حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی اہل بیت ہیں ان کی توہین اس باکمال پیغمبر کی توہین ہے رب تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

marfat.com

Marfat.com

خاتمہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ انبیائے کرام کا رب ہے اور وہ حضرات اس کے پیارے بندے رب جس طرح چاہے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کا ذکر فرمائے اور یہ حضرات جیسے چاہیں اپنے رب سے اپنی نیاز مندی اور بندگی کا اظہار کریں ہمیں کسی طرح حق نہیں کہ ان کی لغزشوں کو بیان کرتے پھریں یا گستاخیاں کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرلیں۔ رب تعالیٰ نے ہم کو ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام چونکہ مصر میں بظاہر فروخت ہوئے تھے اہل مصر سمجھتے تھے کہ یہ عزیز مصر کے زرخرید ہیں۔ رب تعالیٰ نے اسی داغ کو ان کے دامن سے مٹانے کے لئے سات سال کی عام قحط سالی بھیجی پہلے سال میں سب نے آپ کو روپیہ پیسہ دے کر غلہ خریدا دوسرے سال زیور وجواہرات دے کر تیسرے سال جانور اور چوپائے دے کر چوتھے سال اپنے غلام باندیاں دیکر پانچویں سال اپنے مکانات وزمین دیکر چھٹے سال اپنی اولاد دے کر ساتویں سال مصر والوں نے اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر دیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے لونڈی غلام بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ دو۔ تب آپ نے ان پر احسان فرمایا (مدارک وروح البیان وغیرہ) یہ کیوں ہوا۔ صرف اس لئے کہ جب سارے مصر والے آپ کے غلام بن گئے تو اب انہیں غلام کون کہے۔ پتہ چلا کہ ایک پیغمبر کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے سارے جہان کو مصیبت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہمیشہ نماز میں سورہ عبس پڑھتا تھا۔ آپ کو پتہ لگا تو اسے قتل کرا دیا دیکھو روح البیان تفسیر سورہ عبس اس سورۃ کی نہایت عمدہ تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حضور کی نعت ہے رب تعالیٰ دیوبندیوں کو ہدایت دے۔ انہوں نے انبیاء کرام پر بکواس بکنے کی جرأت پیدا کردی۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولنا محمد واله واصحابه اجمعین۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

لمعات المصابیح علی رکعات التراویح

پہلا باب

بیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت

تراویح بیس رکعت پڑھنا سنت اور آٹھ رکعت پڑھنا خلاف سنت ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ثبوت قرآن پاک کی ترتیب واحادیث صحیحہ واقوال علماء اور عقلی دلائل سے دیتے ہیں (۱) قرآن پاک میں سورتیں بھی ہیں آیتیں بھی ہیں اور رکوع بھی۔ وہ مضمون جس کا کوئی نام رکھ دیا گیا ہو وہ سورت کہلاتا ہے اور قرآن کا وہ جملہ جس کا علیحدہ نام نہ ہو آیت کہلاتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں کیونکہ سورت کے معنی احاطہ کرنے والی چیز ہے اور آیت کے معنی ہیں نشانی۔ سورہ چونکہ ایک مضمون کو گھیرے ہوتی ہے جیسے شہر پناہ (سورہ البلد) اور آیت قدرت الٰہی کی نشانی ہے اس لئے ان کے یہ نام ہوئے۔ مگر رکوع معنی ہیں جھکنا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں۔ کتب قراۃ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ۵۴۰ رکوع ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ۵۵۷ رکوع ہوئے۔ اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو رکوع ۲۱۶ ہونے چاہیئے تھے قرآنی رکوعات کی تعداد بتارہی ہے کہ تراویح بیس رکعت چاہئیں کیا وہابی آٹھ رکعت تراویح مان کر رکوعات قرآنی کی وجہ بتاسکیں گے؟ (۲) تراویح جمع ترویحہ کی ہے جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا۔ چونکہ ان میں ہر چار رکعت پر کسی قدر راحت کے لئے بیٹھتے ہیں اس بیٹھنے کا نام ترویحہ ہے اسی لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے یعنی راحتوں کا مجموعہ اور تراویح جمع ہے۔ جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو اس کے درمیان میں ایک ترویحہ آتا پھر اس کا نام تراویح نہ ہوتا تین ترویحوں کے لئے کم از کم سولہ رکعت تراویح چاہئیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہو اور وتر سے پہلے کوئی ترویحہ نہیں ہوتا۔ تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی تردید کرتا ہے (۳) ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے۔ سترہ فرض اور تین وتر، دو فرض فجر میں چار ظہر میں چار عصر میں تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان شریف میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرمادیں جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے غیر مقلد شاید نماز پنجگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہوں گے۔ ورنہ آٹھ تراویح کو ان بیس رکعت سے کیا نسبت (۴) خیال رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہ فرمائی۔ صرف دو دن ادا کیں اور بعد میں فرمادیا کہ اگر اس پر پابندی کی گئی تو فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس سے میری امت کو دشواری ہوگی۔ لہٰذا تم لوگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نماز تہجد ہی تھی جو ماہ رمضان میں اہتمام سے ادا کرائی گئی اس لئے صحابہ کرام سحری کے آخری وقت اس سے فارغ ہوتے زمانہ صدیقی میں بھی اس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ فرمایا گیا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھ لیتے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام فرمایا اور بیس رکعت تراویح مقرر فرمائیں اور باقاعدہ جماعت کا انتظام کیا لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس کی پابندی جماعت بیس رکعت

marfat.com
Marfat.com

سنت فاروقی ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحتاً کہیں ثابت ہی نہیں ہوا لہٰذا صحابہ کرام کا بیس پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الرشدین۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ کرمیہ پشاور)

لہٰذا اب ہم صحابہ کرام کا عمل پیش کرتے ہیں غیر مقلدوں کو چاہیے کہ کوئی حدیث مرفوع صحیح ایسی پیش کریں جس سے تراویح کی آٹھ رکعت صراحتاً ثابت ہوں۔ انشاء اللہ نہ کرسکیں گے ہماری احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کی باقاعدہ جماعت کا انتظام فرمایا اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ موطا امام مالک میں حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال کنا نقوم فی عهد عمر بعشرين ركعة رواه البيهقي في الفرقته باسناد صحيح۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ابن منیع نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی فصلى بهم عشرين ركعة بیہقی میں ہے عن ابی الحسنات ان علی ابن ابی طالب امر رجلاً يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة۔

(۳) ابن ابی شیبہ اور طبرانی کبیر میں اور بیہقی و عبداللہ ابن حمید و بغوی نے روایت کی عن ابن عباس ان النبی ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۵) بیہقی میں ہے وعن شکل وکان من اصحاب علی انه كان يومهم في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

(۶) اسی بیہقی میں ہے وعن ابی عبدالرحمن السلمی ان علياً دعى القراء في رمضان فامر رجلاً يصلي الناس عشرين ركعة وكان علي يوتربهم۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۷) اسی بیہقی نے باسناد صحیح نقل فرمایا عن السائب ابن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر في شهر رمضان بعشرين ركعة۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس کی تحقیق کے لئے صحیح البہاری باب لم يقرا لي التراويح دیکھوان روایات سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس تراویح پڑھتے تھے اور عہد فاروقی میں تو اس بیس رکعات پر عمل جاری ہوگیا تھا۔ حضرت ابن عباس علی ابی بن کعب وعمر سائب ابن یزید وغیرھم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔

اقوال علماء امت: (۱) ترمذی شریف ابواب الصوم باب ماجاء فی قیام شہر رمضان میں ہے۔

واكثر اهل العلم على ما روى عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي ﷺ عشرين ركعة

marfat.com
Marfat.com

وهو قول سفيان الثوری وابن المبارك والشافعي هكذا ادركت ببلد مكته يصلون عشرين ركعة۔
(سنن الترمذی باب ما جاء فی قیام شہر رمضان ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت علی وعمر و دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے یعنی بیس رکعت یہ ہی فرمان سفیان ثوری ابن مبارک اور امام شافعی نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں یہ ہی عمل پایا کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (۲) فتح الملہم شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں ہے روی محمد ابن نصر من طريق عطاء قال ادركتهم يصلون عشرين ركعة وثلث ركعات الوتر وفي الباب الار كثيرة اخرجها ابن ابی شيبه وغيره وقال ابن قدامته وهذا كالاجماع اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت پر گویا مسلمانوں کا اجماع ہوگیا (۳) عمدۃ القاری شرح بخاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ میں ہے وروی الحارث ابن عبدالرحمٰن ابن ابی زباب عن السائب ابن يزيد قال كان القيام على عهد عمر بثلث وعشرين ركعة قال ابن عبدالله هذا محمول على ان الثلث للوتر اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر عمل تھا (۴) اسی عمدۃ القاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ اسی جگہ ہے كان عبدالله ابن مسعود يصلے بنا فی شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلے عشرين ركعة۔ (۵) اسی عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔

قال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن كعب من غير خلاف من الصحابه۔

یعنی ابن عبدالبر نے فرمایا کہ بیس رکعت تراویح عام علماء کا قول ہے اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہ ہی حضرت ابی ابن کعب سے مروی ہے اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہیں (۶) ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا

فصارا اجماعا لما روی البيهقی باسناد صحيح انهم كانوا يصلون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلی۔

صحابہ کرام حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس تراویح پڑھتے تھے لہٰذا اس پر اجماع ہوگیا۔ (۷) مولوی عبدالحئی صاحب نے اپنے فتاوی جلد اول صفحہ ۱۸۲ میں علامہ ابن حجر کی ہیتمی کا قول نقل فرمایا اجماع الصحبة على ان التراويح عشرون ركعة یعنی صحابہ کرام کا بیس تراویح پر اجماع ہے (۸) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۲۵۷ میں ہے

وامام القائلون به من التابعين فشبر ابن شكل وابن ابی مليكته والحارث الهمدانی وعطاء ابن ابی رباح وابو البختری وسعيد ابن ابی الحسن البصری اخو الحسن وعبدالرحمن ابن ابی بكر وعمر ان العبدی۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین و فقہاء محدثین کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہے۔ ان میں سے نہ کسی نے آٹھ تراویح پڑھیں نہ اس کا حکم دیا۔

لطیفہ:۔ غیر مقلد دراصل اپنی خواہش نفس کے مقلد ہیں اس لئے انہیں اہل ہوا یعنی ہوا پرست کہا جاتا ہے جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی ان کا مذہب۔ ہم ان کے آرام دہ مسائل دکھاتے ہیں مسلمان دیکھیں اور عبرت پکڑیں (۱) دو مٹکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا لہٰذا کنواں کتنا ہی پلید ہو جائے اس کا پانی پئے جاؤ (۲) سفر میں چند نمازیں ایک وقت میں پڑھ لو۔ روافض کی طرح کون بار بار اترے اور پڑھے ریل میں بہت بھیڑ ہوتی ہے (۳) عورتوں کے زیورات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہاں جناب کیوں ہو اس میں خرچ جو ہوتا ہے (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر آرام کرو۔ ہاں صاحب نماز نفس پر گراں ہے (۵) وتر صرف ایک رکعت پڑھ کر سو رہو کیوں نہ ہو جلد نماز سے چھٹکارا اچھا (۶) ایک بار تین طلاق دے دو۔ صرف ایک ہی واقع ہوگی۔ دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے کیوں نہ ہو اس میں آسانی ہے

marfat.com
Marfat.com

غرضکہ جس میں آرام ہو یاروں کا دین ایمان۔

لطیفہ:۔ مسلم شریف کتاب الطلاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاق ایک ہی ہوتی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اس میں جلدی پیدا کردی لہٰذا اب اس سے تین طلاق ہی واقع ہونی چاہئیں۔ آرام طلب غیر مقلدین لے اڑے کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے ان اللہ کے بندوں نے یہ نہ سوچا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ خلاف سنت حکم کرسکتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ نے یہ قانون بنادیا اور کسی صحابی نے مخالفت نہ کی۔ بات صرف یہ تھی کہ زمانہ نبوی میں بعض لوگ یوں کہہ دیتے تھے تجھے طلاق ہے طلاق طلاق اور آخر میں دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کرتے تھے جیسے کوئی کہے میں کل جاؤں گا کل کل۔ میں روٹی کھاؤں گا روٹی روٹی۔ اب بھی اگر کوئی اس نیت سے یہ الفاظ بولے تو عنداللہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ زمانہ فاروقی میں لوگ تین طلاقیں ہی دینے لگے۔ چونکہ عمل بدل گیا حکم بھی بدل گیا تب آپ نے یہ حکم نافذ فرمایا۔ اس مسئلہ کی نہایت ہی نفیس تحقیق ہماری تفسیر جلد دوم آیت الطلاق مرتان (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۲۹) کی تفسیر میں دیکھو جہاں بہت سی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

دوسرا باب

بیس تراویح پر اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......:۔ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح ہے باقی وتر۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں اولاً یہ کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں موطا میں تو ان سے گیارہ کی روایت ہے اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں محمد ابن یوسف سے بطریق محمد اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی اور محدث عبدالرزاق نے انہیں محمد ابن یوسف سے دوسری اسناد سے اکیس رکعت نقل کیں۔ اس کی تحقیق کے لئے دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر۔ ایک ہی راوی کے بیانات میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہے اس کو اضطراب کہتے ہیں لہٰذا یہ تمام روایات غیر معتبر ہیں اس سے استدلال غلط ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہے تو اس سے تراویح آٹھ رکعت ثابت ہوئیں مگر وتر تین رکعت کہے آپ وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ کے قول پر تو ۹ رکعتیں ہونی چاہئیں کیا ایک ہی حدیث کا آدھا حصہ مقبول اور آدھا غیر مقبول۔ تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً آٹھ تراویح کا حکم دیا گیا۔ پھر بارہ کا پھر آخر میں بیس پر قرار رہا۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں اسی حدیث کے بعد ہے وکان القاری یقراء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات واذا قام بھا فی ثنتی عشرۃ رکعۃ رای الناس انہ قد خفف یعنی قاری آٹھ رکعت میں سورۃ بقر پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت میں یہ سورۃ پڑھتا تو لوگوں کو ہلکا پن محسوس ہوتا۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

نعم ثبت العشرون فی زمن عمر و فی الموطا روایتہ باحدی عشرۃ وجمع بینھما انہ وقع اولا ثم

marfat.com
Marfat.com

استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آ جاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہٰذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

اعتراض (۲)......:۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان وفي غيره على احدى عشر ركعات۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ا ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب ماجاء في وصف صلوة النبي ﷺ بالليل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۴۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو تو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھروسہ ہے۔ جسے بھروسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوۃ آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یازدہ رکعت کہ دائم در تہجد مے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ ہمیشگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی ہمیشگی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے متبع حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

بتاؤ یہ سارے لوگ بدعتی اور فاسق ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو ان سے حدیث لینا کیسا؟ فاسق کی روایت معتبر نہیں نیز بتاؤ کہ کیا کسی ملک میں مسلمانوں نے آٹھ رکعات تراویح پڑھیں۔ تیسرے یہ کہ اسی حدیث سے اگر آٹھ رکعت تراویح ثابت ہوئی۔ تو تین رکعت وتر بھی ثابت ہوئے تب ہی تو گیارہ رکعت ثابت ہوں گی۔ پھر وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہو؟ آرام کے لئے حق یہ ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کی تصریح کہیں نہیں ملتی کیونکہ جہاں قیام رمضان کا ذکر ہے وہاں تعداد رکعت سے خاموشی ہے اور جس حدیث میں گیارہ کا ذکر ہے وہاں تراویح کی تصریح نہیں بلکہ اس سے تہجد مراد ہے ایسی روایت پیش کرو جس میں آٹھ تراویح کی تصریح ہو۔ ایسی انشاء اللہ نہ ملے گی۔ چونکہ سلطنت مصطفیٰ ﷺ کا ہم نے مستقل رسالہ لکھ دیا۔ اس لئے ضمیمہ میں یہ مضمون شامل نہ کیا گیا۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا محمد و علی الہ و اصحبہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الرحمین۔

حاشیہ ......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نماز تراویح کی تعداد رکعات بیس ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انہ ﷺ صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقوھا۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے لوگوں کو دو راتیں ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھائی جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ ان کی طرف (حجرہ مبارک سے باہر) تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کردی جائے گی لیکن تم اس کی طاقت نہ رکھو گے۔

(تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ (بشمول وتر) ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔
(مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وھذا کالاجماع۔

(المغنی ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واکثر اھل العلم علی ما روی عن عمر وعلی رضی اللہ عنھما وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ وھو قول الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

یصلون عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاهرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن یحییٰ الحلوانی قال حدثنا علی بن الجعد قال حدثنا ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان عن الحکم بن عتیبۃ عن مقسم عن بن عباس ثم ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاهرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنہ وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنہ ثلاثۃ وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) تئیس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ المکتب الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شهر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرأون بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۷)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام جعفر بن محمد الفریابی متوفی ۳۰۱ھ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں۔
اسناده رجاله ثقات۔

(کتاب الصیام ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۱۷۶ الدار السلفیۃ بمبئی بھارت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔
عن ابی الخصیب قال کان یومنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة۔
ترجمہ: حضرت ابوخصیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت سوید بن غفلہ ماہ رمضان میں نماز تراویح پانچ ترویحوں (بیس رکعت) میں پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بهم۔
ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اوران میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔
عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انه کان یومهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث۔
ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة۔
ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ انہیں (مسلمانوں کو) بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة۔
ترجمہ: حضرت نافع بن عمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن عبدالعزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث۔
ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی واحب الی اذا کانوا جماعة ان یصلوا عشرین رکعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۵)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بهم عشرین رکعة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلفاء راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن سارية...... فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ و ایاکم والامور المحدثات فان کل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے...... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المہدین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ رقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۴۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۴۷۴۔۶۴۷۵۔۶۴۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑا زور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعة۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے اور تین وتر۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیرہ رمضان یکساں بود۔ غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد۔ دلیل بریں حمل آں است کہ راوی این حدیث ابو سلمہ است وتتمہ ایں روایت می گوید قالت عائشہ اتنام قبل آں توتر الخ (ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور می شود نہ در غیر آں۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت نماز تہجد پر محمول ہے اس لئے کہ نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابو سلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔

(فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۱۱۹ مطبوعہ مجتبائی)

مذکورہ بالا حدیث جس سے غیر مقلد وہابی آٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر اس سے بالفرض آٹھ رکعت تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ دوسری بات کا انکار۔

والله تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الثلثہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگر چہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہونگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

مقدمہ:۔ بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگر چہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور اس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑ جائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں۔ (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق طلاق۔ اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقوں کی تب بھی دیانۃ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھالو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہونگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ وشافعی ومالک واحمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صاوی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الآیہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے۔

والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا فى مرة او مرات فلا تحل (الايه) كما اذا قال لها انت طالق ثلثاً او البته وهذا هو المجمع عليه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔

(تفسیر صاوی ج ا ص ۱۰۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔

وقد اختلف العلمآء فى من قال لامراء ته انت طالق ثلثاً فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر يقول لايقع بذلك الا واحدة۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

یعنی جو کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو چاروں امام اور سلف وخلف کے عام علماء فرماتے ہیں کہ تین ہی واقع ہوں گی۔ہاں بعض اہل ظاہر نے کہا ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی۔بلکہ حجاج ابن ارطات اور ابن مقاتل اور محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق بھی نہ پڑیگی۔دیکھو نووی یہ ہی مقام۔چونکہ موجودہ زمانہ کے غیر مقلد ہر جگہ نفس کا آرام ڈھونڈتے ہیں جس چیز میں نفس امارہ کو راحت ملے خواہ وہ باطل سے باطل اور ضعیف قول ہو وہ ہی ان کا دین ایمان ہے اس لئے انہوں نے ابن تیمیہ کی اتباع کرتے ہوئے یہ ہی عقیدہ رکھا ہے کہ ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہوگی۔

تفسیر صاوی پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الآیہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے۔

واما القول بان الطلاق الثلث فی مرة واحدة لايقع الا طلقته لايعرف الا لابن تيميه ورد عليه ائمته مذهبه حتى قال العلماء انه الضال المضل ونسبتها الى الامام اشهب من الائمته المالكيته باطلته.

(تفسیر صاوی ج اص ۱۷۷ مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

یعنی یہ کہنا کہ ایک دم دی ہوئی تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہوتی ہے یہ سوا ابن تیمیہ حنبلی کے اور کسی نے بھی نہیں کہا ہے اور ابن تیمیہ کی خود اس کے مذہب کے اماموں نے تردید کردی علماء کرام تو فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے اور اس مسئلہ کی نسبت امام اشہب مالکی کی طرف غلط ہے بہر حال پتہ یہ لگا کہ موجودہ غیر مقلد محض نفسانی آسانی کے لئے یہ باطل عقیدہ لئے بیٹھے ہیں۔ہم نے اس مسئلہ کی نفیس تحقیق اپنی تفسیر نعیمی جلد دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له الآیہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں کردی ہے مگر چونکہ آج کل اس مسئلہ کے متعلق بہت شور مچا ہوا ہے اور ہمارے پاس اس قسم کے سوالات بہت کثرت سے آرہے ہیں اس لئے ہم رب کے بھروسہ پر اس مسئلہ کا فیصلہ کئے دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے امید قبول ہے اور ناظرین سے امید انصاف بیان کا یہ ہی طریقہ ہوگا کہ مسئلہ دو بابوں میں بیان کیا جائے گا۔پہلے باب میں اپنے دلائل اور دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

پہلا باب

اس کے ثبوت میں

بہتر تو یہ ہے کہ طلاق ایک ہی دے زیادہ دے ہی نہیں اور اگر تین طلاق ہی دینا ہے تو ہر طہر میں ایک طلاق دے تین طہر میں تین۔ ایک دم چند طلاقیں دینا سخت برا ہے لیکن اگر کسی نے ایک دم چند طلاقیں دے دیں تو اگرچہ برا کیا مگر تینوں واقع ہو جائیں گی جیسے طلاق بحالت حیض کہ اگرچہ برا ہے مگر !!! ق واقع ہو جاتی ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) رب تعالیٰ فرماتا ہے الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (پارہ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۲۹) پھر فرماتا ہے فان طلقها فلا تحل له (الآیہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو طلاقوں تک رجوع کا حق ہے تین میں نہیں اور مرتان کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ الگ الگ دینا شرط نہیں جس کے بغیر طلاقیں واقع ہی نہ ہوں خواہ ایک دم دے یا الگ الگ حکم یہ ہی ہوگا۔چنانچہ تفسیر صاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فان طلقها الی طلقته ثالثه سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلثا فی مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

کما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البته وهذا هو الجمع علیه۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دینے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقع ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں ہے۔

واحتج الجمهور بقوله تعالی ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد یحدث له ندم فلا یمکنه تدارکه لوقوع البینونته فلو کانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعیا فلا یندم۔

ترجمه: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ج ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراء ته ثلثا عند الاقراء اوثلثا مبهمته لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره۔

(سنن کبری للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۴۷۴۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

اسی سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جاء رجل الی علی رضی الله عنه فقال طلقت امراء تی الفاً قال ثلث تحرمها علیك واقسم سائر هن بین نساء ك۔

(سنن کبری للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل طلق امراته مائۃ اوالفا فی قول واحد ج ۴ ص ۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

یعنی ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں ہیں۔ فرمایا کہ تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کر دیا۔ باقی طلاقیں اپنی اور بیویوں کو بانٹ دے یعنی وہ لغو ہیں ظاہر ہے کہ اس سائل نے یہ ہزار طلاقیں ہزار مہینوں میں تو نہ دی ہوں گی ورنہ ۸۲ سال ۲ مہینے اسی میں صرف ہو جاتے۔ ایک دم ہی دی تھیں اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے تینوں جائز رکھیں۔

(۵) بیہقی میں ہے۔

عن جعفر ابن محمد عن ابیه عن علی رضی الله تعالی عنه قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیره۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۷۳۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

یعنی امام جعفر صادق اپنے جد امجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دے تو بیوی بغیر حلالہ حلال نہیں۔ اس کی تائید بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو اس مقام پر ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ

عن علی رضی الله عنه فیمن طلق امرء ته ثلثاً قبل ان یدخل بها قال لاتحل له حتی تنکح زوجاً غیره۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۴ رقم الحدیث ۱۴۷۳۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۶) بیہقی نے محمد ابن ایاز ابن کبیر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے ایک دم تین طلاقیں دیدیں پھر اس کا خیال ہوا کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ تو وہ ابو ہریرہ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا ان دونوں صحابیوں نے فرمایا کہ ہم اس نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں دیکھتے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے وہ بولا حضرت میں نے ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے قبضہ میں بچا کھچا تھا تو نے اکٹھا ہی دے دیا۔ حدیث کے آخری الفاظ ہیں۔

فسئل ابا هريرة وعبدالله ابن عباس فقال لانری ان تنکحها حتی تنکح زوجاً غیرك قال انما کان طلاقی ایاها واحدة فقال ابن عباس انك ارسلت من یدك ما کان لك من فضل۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۷۴۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۷) اسی بیہقی میں عبدالحمید ابن رافع سے بروایت عطا ہے کہ کسی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا تین لے لو اور ستانوے چھوڑ دو عبارت یہ ہے۔

ان رجلاً قال لابن عباس طلقت امراتی مائته قال تاخذ ثلثاً و دع سبعاً وتسعین۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۴ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۸) بیہقی میں سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ ابن عباس سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین لے لو۔ اور نو سو ستانوے چھوڑ دو۔ عبارت یہ ہے۔

ان رجلاً جآء الی ابن عباس وقال طلقت امراتی الفاً فقال تاخذ ثلثاً و دع تسع مائته وسبعته وتسعین۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وما ورد فی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۱۰) بیہقی میں بروایت عمر ابن دینار ہے کہ کسی شخص نے عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ستاروں کے برابر طلاقیں دے اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اس سے کہدو کہ تجھے برج جوزہ کا سر ہی کافی ہے۔ خیال رہے کہ برج جوزہ کے سر پر تین ستارے ہیں۔ عبارت یہ ہے۔

عن عمر ابن دینار ان ابن عباس سئل عن رجل طلق امرائته عدد النجوم فقال انما یکفیك راس

marfat.com

Marfat.com

الجوزاء۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۷ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلثا فی مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق من طلاق ثلاثا فی مجلس واحد ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارقطنی کتاب الطلاق ج ۲ جز ۴ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی المطلقۃ ثلاثا لها السکنی والنفقۃ ام لا؟ ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرمادیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبدالله ابن علی ابن یزید ابن رکانته عن ابیه عن جده انه طلق امراته البتة فاتی رسول الله ﷺ فسئله فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردها الیه۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع المسانید لابن کثیر ج ۳۲ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ ما اشرف هذا الحدیث یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے هذا اصح من حدیث ابن جریج یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (۱۳) امام مالک وشافعی وابوداؤد وبیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عباس ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کردیگی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبداللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن ایاس ان ابن عباس وابا هریرة وعبدالله ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البکر وطلقها زوجها ثلثا قال لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره وروی ملك عن یحی ابن سعید عن بکیر ابن اشج عن معاویته ابن ابی عیاش انه شهد هذه القصته۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیق الثلث ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۱۲۲،۱۱۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ جز ۳ ص ۵۷ رقم الحدیث ۴۴۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صیرفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دیدے وہ عورت اس پر حرام ہوجائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۵) اسی بیہقی نے مسلمہ ابن جعفر احمد سے روایت کی کہ میں نے امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ یہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایک دم تین طلاقیں دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ فرمایا معاذ اللہ ہم نے یہ کبھی نہ کہا اس کی طلاقیں تین ہی ہوں گی۔

(تفسیر روح المعانی پارہ دوم ج ۱ جز ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱۶) مسلم شریف کتاب الطلاق باب الطلاق الثلث میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ ایکدم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی عبارت یہ ہے۔

فقال عمر ابن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو مضیناه علیهم فامضاه علیهم۔

(مسلم شریف کتاب الطلاق باب الطلاق الثلث ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۷) اس حدیث کی شرح نووی میں ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع اس پر ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کبھی غلط پر اجماع نہیں کر سکتے۔ (شرح مسلم نووی کتاب الطلاق باب الطلاق الثلث ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) (۱۸) جب شوہر کو تین طلاقیں دینے کا حق ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ دے تین اور پڑے ایک مالک کا تصرف معتبر ہونا چاہیے (۱۹) فعل حرام ہونے سے قانون نہیں بدل جاتا۔ ایکدم تین طلاقیں دینا بے شک سخت منع ہے لیکن جب شوہر تین طلاقیں منہ سے بول رہا ہے تو واقع کیوں نہ ہوں دیکھو چوری کی چھری سے جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی ذبح کرے تو ذبیحہ بے شک حلال ہے۔ بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے لیکن اگر کوئی دیدے تو واقع ہو جائے گی (۲۰) اسقاط میں مسبب سبب سے وابستہ ہوتا ہے کہ سبب کے ہوتے ہی مسبب کا ہونا ضروری ہے۔ ہدایہ کتاب الوکالت میں ہے۔

لان الحکم فیها لا یقبل الفصل عن السبب لانه اسقاط فیتلاشی۔

(ہدایہ آخرین کتاب الوکالۃ ص ۱۸۰ مطبوعہ بک لینڈ اردو بازار لاہور)

یعنی اسقاط میں حکم اپنے سبب سے علیحدہ نہیں ہو سکتا طلاق بولنا سبب ہے اور طلاق واقع ہونا اس کا حکم اور طلاق زوج کی ملکیت کا محض ساقط کرنا ہے لہٰذا ناممکن ہے کہ سبب پایا جائے اور حکم نہ پایا جائے کہ وہ بولے تین اور پڑے ایک (۲۱) جمہور علماء خصوصاً چاروں امام امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب ہے کہ ایکدم طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہونگی اس کی مخالفت امت مسلمہ کی مخالفت ہے جو گمراہی ہے، غرضکہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث اجماع صحابہ اقوال علماء محدثین و مفسرین دلائل عقلیہ ہی سے ثابت ہے اس کی مخالفت عقل و نقل کی مخالفت ہے۔

دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

غیر مقلدین اس مسئلہ پر اب تک حسب ذیل اعتراضات کر سکتے ہیں انشاء اللہ اس سے زیادہ انہیں نہ ملیں گے بلکہ عام غیر مقلدوں کو تو اتنے بھی نہیں معلوم جو ہم ان کی وکالت میں بیان کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الطلاق مرتن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹، ۲۳۱) کچھ آگے چل کر ارشاد فرماتا ہے فان طلقها فلا تحل له مرتن اور فان کی ف سے معلوم ہوا کہ طلاقیں الگ الگ

marfat.com
Marfat.com

چاہئیں۔ ایکدم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتارہا ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایکدم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی وصاوی وجلالین میں ہے الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتن دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقوں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقوں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عددی علیحدگی کے بعد کیسے عدد بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کرتین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایکدم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہونگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

اعتراض (۲)......:۔ مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وسنتین من خلافت عمر طلاق الثلاث واحدۃ۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان اباالصحباء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلث تجعل واحدۃ علی عهد النبی ﷺ وابی بکر وثلثاً من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:۔ غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنا دینا کہ ایکدم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا باآواز بلند خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا مؤول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایکدم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور اخیر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

marfat.com

Marfat.com

دیتا تو ایک ہی مانی جاتی تھیں۔ فرمایا ہاں جو غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا۔ اس کی طلاق ایک پڑتی تھی۔ عبارت یہ ہے۔
قال ابن عباس بلی کان الرجل اذا طلق امراته ثلثاً قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة الخ۔
(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث ج ۲ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۹ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)
اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ مسلم کی روایت کا یہ ہی مطلب ہے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے تیسرے یہ کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں لوگ تین طلاقیں اس طرح دیتے تھے کہ تجھے طلاق ہے طلاق طلاق۔ گویا پچھلی دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کرتے تھے۔ اور زمانہ فاروقی میں لوگوں کا یہ حال بدل گیا کہ وہ تین طلاقیں ہی دینے لگے لہٰذا صورت مسئلہ بدلنے سے حکم بدل گیا۔ نووی شریف میں ہے۔
فالاصح ان معناه انه كان فی الامر الاول اذا قال لها انت طالق انت طالق انت طالق ولم ینو تاکیداً ولا استینافا یحکم بوقوع طلقته لقلته ارادتهم الاستیناف بذلك محمول علی الغالب الذی هو ارادة التاكيد فلما كان فی زمان عمر رضی الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصیغته وغلب منهم ارادة الاستیناف بها حملت عنه الاطلاق علی الثلث عملاً بالغالب السابق الفهم منها فی ذلك العصر۔
(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص جز ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص الارقم الحدیث ۳۶۷۲ ۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
یعنی چونکہ زمانہ نبوی میں عام طور پر لوگ تین طلاقوں میں اول طلاق سے طلاق کی نیت کرتے اور پچھلی دو سے تاکید کرتے تھے اس لئے جو کوئی بغیر نیت کے بھی ایکدم تین طلاقیں دیتا تو ایک ہی مانی جاتی تھی کہ اس وقت غالب حال یہ ہی تھا مگر زمانہ فاروقی میں لوگ عام طور پر تین طلاقوں سے تین ہی کی نیت کرنے لگے اس لئے تین جاری کردی گئیں صورت مسئلہ بدلنے سے حکم مسئلہ بدل گیا دیکھو قرآن شریف میں زکوٰۃ کے مصرف آٹھ بیان ہوئے۔ مولفتہ القلوب (کفار مائل باسلام) کو بھی زکوٰۃ دینے کی اجازت دی گئی۔ مگر زمانہ فاروقی میں صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا کہ مصرف زکوٰۃ صرف سات ہیں مولفتہ القلوب خارج کیونکہ نزول قرآن کے وقت مسلمانوں کی جماعت تھوڑی اور کمزور تھی اس لئے ایسے کافروں کو زکوٰۃ دے کر مائل کیا جاتا تھا۔ عہد فاروقی میں نہ مسلمانوں کی قلت رہی نہ کمزوری لہٰذا ان کو زکوٰۃ دینا بند کر دیا گیا۔ وجہ بدلنے سے حکم بدلا نسخ نہیں کیا گیا۔ اب تک زید فقیر تھا اسے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا گیا۔ اب غنی ہوگیا تو زکوٰۃ دینے کا حکم ہوگیا۔ کپڑا ناپاک تھا اس سے نماز ناجائز قرار دی اب پاک ہوگیا اس سے نماز جائز ہوگئی۔ ہندوستان میں آج کل کوئی طلاق کی تاکید جانتا بھی نہیں تین ہی کی نیت سے طلاقیں دیتے ہیں تو عجیب بات ہے کہ صورت مسئلہ کچھ اور حکم کچھ اور دیا جائے اللہ غیر مقلدوں کو عقل دے جس سے حدیث کا مقصد صحیح سمجھا کریں۔

اعتراض (۳)......: ابوداؤد جلد اول اور در منثور جلد اول ص ۲۷۹ و عبد الرزاق و بیہقی نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ عبد یزید ابو رکانہ نے اپنی بیوی ام رکانہ کو طلاق دی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلاق سے رجوع کرلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تین طلاقیں دی ہیں فرمایا ہاں ہم جانتے ہیں مگر رجوع کرو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔
یآیها النبی اذا طلقتم النساء فطلقو هن لعد تهن۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۵ آیت نمبر ۱)

ابوداؤد وغیرہ کی عبارت یہ ہے۔
طلق عبد یزید ابو رکانه ام رکانه فقال النبی ﷺ ارجع بامرالك فقال انی طلقتها ثلثا قال قد علمت ارجعها وتلایا ایها النبی (الآیة)۔
(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن ابوداؤد باب نسخ المراجعۃ ج ۲ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

marfat.com
Marfat.com

اگر اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رکھی گئی اور دو کو رد کر دیا گیا حالانکہ خود ابو رکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

جواب:۔ افسوس کہ معترض نے ابوداؤد اور بیہقی کی آدھی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت نفیس جواب وہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابوداؤد و بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجیر اور عبداللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہٰذا حضور نے ان کی بیوی کو ان کی طرف واپس کر دیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لامحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحديث نافع ابن عجير وعبدالله ابن علي ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده ان ركانه طلق امراء ته البته فردها النبي ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان ركانته انما طلق امراء ته البته وجعلها النبي ﷺ واحدة۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن ابوداؤد باب نسخ المراجعۃ ج ۲ ص ۳۴۸ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دارابن حزم بیروت)

خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روایتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاقوں والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نو روایتیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لاتقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فافتاه بخلف ذلك ومع روايت اولاد ركانه ان طلاق ركانه كان واحدة وبالله التوفيق۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابو رکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابو رکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجائے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الرواية التي رواها المخالفون ان ركانه طلقها ثلثا فجعلها واحدة فروايته ضعيفته عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتته ولفظ البتته محتمل للواحدة وللثلث ولعل صاحب هذا الروايته الضعيفته اعتقد ان لفظ البتته ثلاث فرواه بالمعنى الذي فهمه وغلط في ذالك۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص ج ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۳۶۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴)......:۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوتیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

جواب:۔ یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبدالله انه طلق امراء ة له وهي حائض تطليقة واحدة فامره رسول الله ﷺ ان يراجع

marfat.com

Marfat.com

ثم یمسکھا حتی تطھر۔

(صحیح مسلم باب تحریم الطلاق الحائض ج ۲ ص ۱۰۹۳ رقم الحدیث ۱۴۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شریف شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں فرمایا۔

واما حدیث ابن عمر فروایات الصحیحة التی ذکرھا مسلم وغیرہ انه طلقھا واحدة۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص جز ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان کے متعلق تین کی روایات بالکل ضعیف ہیں۔

اعتراض (۵) ......: تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۱۴۷ الطلاق مرتن کی تفسیر میں ہے۔

معناہ ان تطلیق الشرعیة یجب ان یکون تطلیقة علی التفریق دون الجمع والارسال وھذا التفسیر ھو قول من قال الجمع بین الثلث حرام۔

ترجمہ: یعنی طلاق شرعی الگ الگ بغیر جمع کے دینا واجب ہے یہ ہی ان لوگوں کی تفسیر ہے جنہوں نے کہا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں شرعی طلاق نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصر)

جواب:۔ اس کا کون منکر ہے بے شک طلاقیں الگ الگ ہی دینا ضروری ہیں گفتگو اس میں ہے کہ اگر کوئی اپنی حماقت سے تین طلاقیں اکٹھی دیدے تو واقع بھی ہونگی یا نہیں تفسیر کبیر کی اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ تین واقع نہ ہوں گی صرف یہ ہے کہ یہ کام جائز ہے۔ کسی چیز کا حرام ہونا اور چیز ہے اور اس پر شرعی احکام کا مرتب ہونا کچھ اور۔ رمضان شریف میں دن میں کھانا پینا حرام ہے لیکن اگر کوئی کھا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ زنا حرام ہے لیکن اگر کوئی کرے تو اس پر غسل ضرور واجب ہو جائے گا۔ حرمت کا اثر اسباب کی سببیت پر نہیں پڑتا۔

اعتراض (۶) ......: تفسیر کبیر مصری جلد دوم صفحہ ۲۴۷ میں ہے۔

وھو اختیار کثیر من علمآء الدین انه لو طلقھا اثنتین او ثلثاً لا یقع الا الواحدة۔

یعنی بہت علماء دین نے یہ بھی اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی اکٹھی دو یا تین طلاقیں دیدے تو اس سے ایک ہی واقع ہوگی۔ معلوم ہوا کہ عام علماء اسلام کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصر)

جواب:۔ معترض نے یہ نہ بتایا کہ وہ کون سے علماء ہیں جن کا یہ مذہب ہے اور ہم بتائیں وہ علماء ابن تیمیہ اور اس کے وہابی پیروکار ہیں۔ انہیں کا یہ مذہب ہے جیسا کہ ہم پہلے باب میں تفسیر صاوی کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں اور ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کو علماء کرام نے گمراہ اور گمراہ کر لکھا ہے۔ نیز معترض نے تفسیر کبیر کی پوری عبارت نقل نہ کی۔ اس عبارت کے آگے یہ ہے۔

والقول الثانی وھو قول ابی حنیفه رضی اللہ عنه انه وان کان محرماً الا انه یقع۔

یعنی دوسرا قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا اگرچہ منع ہیں۔ لیکن واقع ہو جائیں گی۔ کچھ آگے جا کر تفسیر کبیر نے فرمایا کہ آئمہ مجتہدین کا یہی مذہب ہے کہ جسے تین طلاقیں دی جائیں وہ شوہر کے لئے حلال نہیں۔ دیکھو۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ مصر)

اعتراض (۷) ......: عقل بھی چاہتی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی مانی جائے کیونکہ جن جن چیزوں کی علیحدگی کا حکم ہے ان کو اکٹھا کر دینا ایک کے حکم میں ہوتا ہے۔ مثلاً لعان میں الگ الگ چار قسمیں کھانا واجب ہے، اور حج میں جمروں پر الگ الگ سات کنکر مارنا واجب ہیں اگر کوئی چاروں میں سے ایک لفظ سے کھائے تو یہ ایک قسم مانی جائے گی کہ تین قسمیں اور کھانی پڑیں گی۔ اگر کوئی

marfat.com
Marfat.com

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرة تو اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہٰذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہو نہ کہ تین۔

جواب:۔ الحمدللہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جمروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی منت اتنی محنت کی منت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرة کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہٰذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کونسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بنا تن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہٰذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحبہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین۔

احمد یار خاں غفرلہ ولابیہ ومرشدہ بدایونی

مقیم گجرات پاکستان

marfat.com

Marfat.com

عوام اہل سنت و خواص اہل سنت کے لئے بہترین تحفہ

عمامہ شریف کا شرعی حکم

(بہترین تحقیق کے ساتھ)

ملفوظات اعلیٰ حضرت

تحقیق و تخریج کے ساتھ

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

چاروں سلاسل حق مگر قادریوں کی شان الگ

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

قوالی مع مزامیر کی شرعی حیثیت

(بہترین تحقیق کے ساتھ)

مصنف علامہ سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

marfat.com

Marfat.com

مولاي صلّ وسلم دآئماً ابداً
على حبيبك خير الخلق كلّهم
محمد سيد الكونين والثقلين
والفريقين من عرب ومن عجم

marfat.com
Marfat.com

اذان سے قبل درود وسلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود وسلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق وعام ہے اس میں کسی قسم کی قید وتخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ تعالی لم یوقت ذلک لیشمل سائر الاوقات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح شفا للقاری ج ۳ ص ۴۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فی صلوتکم ومساجدکم وفی کل موطن۔

ترجمہ: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہٰذا مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروۃ بن الزبیر عن امراۃ من بنی النجار قالت لم کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن الیہ الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت لم ینظر الی الفجر فاذا رآہ تمطی لم قال اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک قالت لم یؤذن قالت واللہ ما علمتہ کان ترکھا لیلۃ واحدۃ ھذہ الکلمات۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ردگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

marfat.com
Marfat.com

مولاي صلّ وسلم دآئماً ابداً
على حبيبك خير الخلق كلّهم
محمد سيد الكونين والثقلين
والفريقين من عرب ومن عجم

marfat.com
Marfat.com

اذان سے قبل درود وسلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود وسلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق وعام ہے اس میں کسی قسم کی قید وتخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تاکہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه تعالیٰ لم یوقت ذلك لیشمل سائر الاوقات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تاکہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح شفا للقاری ج ۳ ص ۴۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فی صلوتکم ومساجدکم وفی کل موطن۔

ترجمہ: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہٰذا مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروۃ بن الزبیر عن امراۃ من بنی النجار قالت لم کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن الیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت لم ینظر الی الفجر فاذا رآه تمطی ثم قال اللهم انی احمدك واستعینك علی قریش ان یقیموا دینك قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمته کان ترکها لیلة واحدة هذه الکلمات۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ردگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

marfat.com

Marfat.com

تیرے دین کو قائم کریں پھر اذان کہتے تھے فرماتی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتی کہ انہوں نے ان کلمات کو کسی رات چھوڑا ہو۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی الاذان فی المنارۃ ج اص ۴۲۵ رقم الحدیث ۱۸۴۶ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن ابوداؤد باب الاذان فوق المنارۃ ج اص ۷۷ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور)

اس حدیث مبارکہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان سے پہلے دعا مانگنا ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا ثابت ہوا تو درود شریف بھی تو بہترین دعا ہے لہٰذا اس کی کون سی ممانعت ہے۔ روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔

غیر مقلدوں کے امام ابن قیم لکھتے ہیں۔

الموطن السادس من مواطن الصلوة على النبى ﷺ بعد اجابته المؤذن وعند الاقامة۔

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مواقع میں چھٹا موقع ہے مؤذن کی اذان سننے کے بعد اور اقامت سے پہلے۔
(جلاء الافہام ص ۳۰۸)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن مواطن الصلوة عليه عند ذكره و سماع اسمه او كتابه او عند الاذان۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کے نام مبارک کے سننے کے وقت یا آپ ﷺ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا اذان کے وقت۔
(شفا شریف فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس میں عند الاذان یعنی اذان کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور کلمہ ''عند'' اذان کے اول وآخر دونوں کو عام ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عند الاذان اى الاعلام الشامل للاقامة۔

ترجمہ: اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی واقامت دونوں کو شامل ہے۔
(شرح شفا ج ۲ ص ۱۱۴)

عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں۔

يستفاد منه بظاهره استحبابه عند شروع الاقامة كما هو متعارف فى بعض البلاد۔
(السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ باب الاذان ج ۲ ص ۴۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

امام سید ابی بکر المشہور بالسید البکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اى الصلوة والسلام على النبى ﷺ قبل الاذان والاقامة۔

ترجمہ: اذان اور اقامت سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے۔
(اعانۃ الطالبین علی فتح المعین ج اص ۲۳۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس کے علاوہ اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتفصیل فقیر کی تصنیف ''اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کا مدلل ثبوت'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

marfat.com
Marfat.com

بحث مسئلہ ضاد وظاد کی تحقیق

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

ضاد کو ظاء یا مشابہ ظاء کر کے پڑھنا غلط ہے اور اس طرح پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ایسا شخص امامت کا اہل نہیں ہے اور ایسے امام کے پیچھے جو نماز پڑھی ہیں اس کا اعادہ واجب ہے۔ قرآن کریم کے حروف کے ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے اور تمام حروف کے مخارج جدا جدا معین ہیں۔

عن حذیفة قال رسول اللہ ﷺ اقرؤوا القرآن بلحون العرب......

(الکامل ابن عدی ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک حرف کو دوسرے حرف کی طرح پڑھنا ناجائز ہے۔ ض اور ظاء دونوں حرف جدا جدا ہیں۔ ان کے مخارج بھی جدا ہیں۔ لہٰذا جو شخص قصداً یہ جان کر ض کو ظاء پڑھتا ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ یہ حرف اس طرح ہے کافر ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون...... من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك او بدله بحرف آخر مكانه او زاد فيه حرفاً مما لم يشتمل عليه المصحف الذی وقع الاجماع عليه و اجمع علی انه ليس من القرآن عامداً لكل هذا انه كافر۔

ترجمہ: بے شک اہل اسلام کا اجماع ہے...... کہ جس نے قرآن کا کوئی حرف عمداً گھٹایا یا اس کے عوض دوسرا بڑھایا یا کوئی ایسا حرف زائد کیا جو مصحف شریف کا نہیں اور عمداً ایسے کیا تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔

(الشفاء بحریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی المحيط سئل الامام الفضلی ممن يقراء الظآء المعجمة او يقرء اصحاب الجنة مكان اصحاب النار او علی العكس فقال لا تجوز امامة ولو تعمد يكفر۔

ترجمہ: اور محیط میں ہے کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جامع الفصولین میں ہے۔

يقراء الظآء الضاد و يقراء كيف شاء اصحاب الجنة مكان اصحاب النار لم تجز امامته ولو تعمد يكفر۔

ترجمہ: جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجنۃ کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔

(جامع الفصولین کلمات کفریہ ص ۳۱۶)

منیۃ المصلی میں ہے۔

اما اذا قرأ مكان الذال ظاء او مكان الضاد ظاء او علی القلب تفسد الصلوة وعليه اكثر الائمة۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: بہرحال جب ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔

(منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولو قال ولا الضآلین بالظاء بطلت صلاته ارجع الوجهين الا ان يعجز عن الضاد بعد التعليم فيعذره۔

ترجمہ: جو ولا الضآلین کو ظاء کے ساتھ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی زیادہ راجح کی وجہ پر، مگر اس صورت میں کہ تعلیم کے باوجود ضاد کو صحیح ادا کرنے سے عاجز ہے تو پھر معذور سمجھا جائے گا۔

(الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار ص ۳۶ مطبوعہ بیروت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ولو قرء والعديت ظبحاً بالظاء تفسد صلاته۔

ترجمہ: اور اگر کوئی والعدیت ضبحاً کی بجائے ظبحا ظاء سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۳۱)، (کبیری ص ۴۴۹)

نیز اسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وكذا لو قرء غير المغظوب بالظاء او بالذال تفسد صلاته۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر غیر المغضوب کی بجائے غیر المغظوب ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۳۲)، (کبیری ص ۴۴۹)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال القاضي الامام ابو الحسن والقاضي الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت۔

ترجمہ: قاضی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)، (فتاویٰ عالمگیری مترجم امیر علی دیوبندی ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (فتاویٰ بزازیہ ج ۱ ص ۴۲)

مولوی قطب الدین اپنی تفسیر میں تحت آیت وما هو على الغيب بضنين میں لکھتے ہیں۔

کہ حرمین شریفین غیرہما اکثر ممالک میں تو سب (ضاد کو) دال مفخم کی طرح پڑھتے ہیں اور دہلی وغیرہ یا اکثر ہند کے ممالک میں بھی پہلے اسی طرح پڑھتے تھے مگر اب ان ایام میں بعض دنیا سازوں نے ظاء کے طور پڑھنے کا فتویٰ دیا جو کہ سراسر غلط ہے ایک مجلس بھی اس کی تحقیق کے لئے منعقد ہوئی اکثر وکل قراء کی رائے بطور سابق کے ضاد پڑھنے پر غالب رہی۔

(جامع التفاسیر ص ۳۶۱)

یہ وہی مولوی ہیں جنھوں نے مظاہر حق لکھی ہے اس پر دیوبندیوں کو اعتماد ہے کیونکہ مولوی محمد اسحاق کے شاگرد ہیں ان سے یہ پتہ چلا کہ اکابر دیوبند بھی ظاء نہیں پڑھتے تھے۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

سوال: خدمت میں علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کوہ لنڈھورہ پرگنہ ضلع بجنور کا رہنا والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بمخرج ظاء پڑھو ورنہ

marfat.com
Marfat.com

نماز باطل ہو جائے گی جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرما کر ارسال کریں کہ اس شخص کو جواب دیا جائے۔

جواب: جناب من جیسے بے کے بجائے ت اور دال کی جگہ ذال اور حا کے بدلے خا اور شین کے عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مقام میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر کوئی اسی کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلاف عقل ونقل ہے یہ بات عقل ونقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہدیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتووں کی مہروں کو دیکھ کر مچل جاتے ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتووں کا لکھنا ہر کسی کو نہیں آتا۔

(تصفیۃ العقائد ص ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

سوال ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہیئے اور اکثر فقہا کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات میں اس ذکر میں کیا لکھتے ہیں؟

جواب:...... فی الجزریۃ والضاد من حافتہ اذا لی الا صنداس من اسیر ولیناھا۔ جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جاوے اب اس نکالنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی نکلے عفو ہے اور اگر قصداً دال یا ظاء پڑھے وہ جائز نہیں جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کر لی ہے اور بعض نے فقہا کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکت فی بعض الصفات ہے اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحاد ذات لازم نہیں آتا رہا قاضی خان کی اس جزئی سے لو قرأ الضالین لا تفسد صلواۃ ظاء پڑھنے کی اجازت سمجھ لینا اس کو دوسری جزئیات قاضی خان کی رد کرتی ہے۔

وھی ھذا ولو قرأ والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلواتہ اہ وکذا لوقرا غیر المغضوب علیھم بالظاء اور بالذال تفسد صلواتہ وامثال ذلک من الفروع المتعددۃ۔ واللہ اعلم۔

(فتاوی امدادیہ ج ا ص ۱۲۷ ربیع الاول باب تجوید ۱۳۲۲ھ)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہو گی اور اگر باوجود کوشش سعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہو گی فقط۔

(فتاوی رشیدیہ ص ۵۷)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح عزیز الرحمٰن۔ خلیل احمد، عنایت الٰہی محمود، اشرف علی، غلام رسول۔

(فتاوی رشیدیہ ص ۵۱)

عوام جو مخارج اور صفات سے واقف نہیں بوجہ ناواقفیت کے حرف ضاد کے بجائے ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں یہ الگ مسئلہ

marfat.com

Marfat.com

ہے مگر جان بوجھ کر باوجود قادر بالفعل ہونے کے ایسا کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ ہمارے زمانہ میں اکثر دیوبندی خصوصاً پنجپیری قصداً ضاد کے بجائے ظاء پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ ان پنجپیری دیوبندیوں کو اپنے مستند عالم مفتی زرولی خان کے اس قول پر عمل کرنا چاہیے۔ مفتی زرولی خان دیوبندی سی ڈی کیسٹ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں کہتے ہیں۔

اے قاریوں (جو نماز میں ظاد پڑھتے ہیں) دوسروں کی نمازیں خراب نہ کرو (یعنی اپنی نماز تو ہے ہی خراب مگر دوسری کی نمازیں تو خراب نہ کرو) عرب ظاد کو جانتے تک نہیں۔ اس کے بعد محیط برہانی والی عبارت بیان فرمائی ہے اور ظاد کو بالکل غلط ثابت کیا ہے۔

(M-p-3 سی ڈی آپ کے مسائل اور ان کا حل جمعۃ المبارک کے موقع پر سوال وجواب کی صورت میں شائع کردہ شاپ نمبر ۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی)

ہم بھی ان ضاد کے بجائے ظاد پڑھنے والوں کو یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فساد نہ پھیلاؤ اور مسلمانوں کی نمازیں خراب نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر تم کیوں وضوء، ضرورت، فضل الرحمٰن، ضیاء الدین، حضور وغیرہ الفاظ کہتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عجمی لفظ ہیں اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

یہ عجمی الفاظ ہیں اور اردو زبان میں اس کو ظاء پڑھا جاتا ہے جب کہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے لہٰذا اس کو عجمی طریقہ اور تلفظ کے ساتھ نہیں بلکہ عربی تلفظ اور عربی مخارج کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

marfat.com

Marfat.com

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک، تابعین کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اور اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہیں۔ ترتیب وار دلائل حاضر ہیں۔

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک ہے

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت عن علقمة عن امه عن ام حبیبة ان رسول اللہ ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوۃ نهض رسول اللہ ﷺ الی الصلوۃ۔

ترجمہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۸۱ رقم الحدیث ۱۸۵۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا اسحاق بن ابراهیم الدبری عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت یعنی ابن دینار عن علقمه عن امه عن ام حبیبة ان رسول اللہ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوۃ نهض رسول اللہ ﷺ الی الصلوۃ۔

ترجمہ: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۳ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۴۸۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (کنز العمال ج ۸ ص ۶۲ ۳ رقم الحدیث ۲۳۲۷۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فتح الرحمن فی اثبات مذہب النعمان ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ بک لینڈ اردو بازار لاہور)

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال اخبرنا الحجاج بن فروخ عن العوام بن حوشب عن عبد اللہ بن ابی اوفی ﷺ قال کان بلال اذا قال قد قامت الصلوۃ نهض رسول اللہ ﷺ بالتکبیر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال ﷺ "قد قامت الصلوۃ" کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوتے۔

(البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۳۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۶۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۲۵ رقم الحدیث ۲۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

دیوبند مسلک کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

۶......عن عبداللہ ابن ابی اوفی قال کان بلال اذا قال قدقامت الصلوۃ نھض رسول اللہ ﷺ (ذکرہ فی مجمع الزوائد عن مسند عبدالرزاق)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ جب قدقامت الصلوۃ کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔

(جواہر الفقہ ج ا ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

نیز محمد شفیع دیوبندی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

''چھٹی حدیث سے ایک خاص صورت یہ بھی معلوم ہوئی کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے ہی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ پر پہنچتا تھا اس سے ظاہر یہ ہے کہ عام صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔

(جواہر الفقہ ج ا ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

ظفر احمد عثانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال اذا قال بلال قد قامت الصلوۃ نھض رسول اللہ ﷺ بالتکبیر (ای متلبسا بہ ۱۲ منہ) رواہ البزار و فیہ الحجاج بن فروخ و ھو ضعیف (مجمع الزوائد) قلت ذکرہ ابن حبان فی الثقات کما فی اللسان (۱۷۹:۲) فھو حسن الحدیث۔

ترجمہ: نعیم احمد دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں''عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب بلالؓ قد قامت الصلوۃ کہتے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوجاتے (یعنی مصلی پر کھڑے ہو کر تکبیر کہتے)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے پس حدیث حسن ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)، (احیاء السنن ترجمہ اعلاء السنن ج ا ص ۶۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وروینا عن انس بن مالک انہ اذا قیل قدقامت الصلوۃ وثب فقام وعن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھما انہ کان یفعل ذلک وھو قول عطاء والحسن۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب قدقامت الصلوۃ کہا جاتا تو وہ جلدی سے کھڑے ہوجاتے اور حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہی عطاء اور حسن بصری کا قول ہے۔

(السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا ابن المبارك عن ابی یعلی قال رأیت انس بن مالك اذا قیل قدقامت الصلوة قام فوثب۔

ترجمہ: حضرت ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب قدقامت الصلوۃ کہا گیا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے۔

(التمہید ابن عبدالبر ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اکمال المعلم بفوائد مسلم شرح مسلم قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۷ مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

تابعین رحمهم الله کا فرمان مبارک

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عبد الرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء انه یقال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة فلیقم الناس حینئذ؟ قال نعم۔

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو لوگ اس وقت کھڑے ہو جائیں؟ تو فرمایا ہاں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)

عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن علیة عن خالد عن ابی معشر عن ابراهیم قال: کان اذا قال المؤذن حی علی الصلوة قام فاذا قال قد قامت الصلوة کبر۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الصلوۃ کہتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور مؤذن جب قدقامت الصلوۃ کہتا تو تکبیر کہتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۴ رقم الحدیث ۴۰۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا عبداللہ، حدثنا عبدالحمید، حدثنا الخضر، حدثنا ابوبکر قال حدثنا سفیان بن عیینة عن ابن عجلان عن ابی عبید قال سمعته یقول سمعت عمر بن عبد العزیز بخناصرة یقول حین یقول المؤذن قد قامت الصلوة قوموا قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: ابوعبید سے ابن عجلان بیان کرتے ہیں کہ ابوعبید نے کہا میں نے عمر بن عبدالعزیز کو مقام خناصرۃ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو اس وقت کھڑے ہوا کرو۔

(التمہید ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تمام فقہاء احناف رحمهم الله کا فرمان مبارک

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہو اور مؤذن حی علی الفلاح کہے تو سب لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ اور اسی پر تمام فقہاء احناف کا فتویٰ ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

marfat.com
Marfat.com

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

عن ابیہ عن ابی حنیفة عن طلحة عن ابراهیم النخعی انه قال اذا قال المؤذن حی علی الفلاح قام القوم فی الصف۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو قوم صف میں کھڑی ہو۔

(کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۱۹ مطبوعہ المعارف النعمانیہ قاہرہ)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا طلحة بن مصرف عن ابراهیم قال اذا قال المؤذن "حی علی الفلاح" فانه ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا فاذا قال المؤذن "قد قامت الصلوٰة" کبر الامام قال محمد رحمة الله تعالی علیه و به نأخذ و هو قول ابی حنیفة رحمة الله تعالی علیه۔

(کتاب الآثار امام محمد ص ۲۱ برقم ۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ابو الفتح محمد صغیر الدین دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

طلحہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو لائق ہے کہ اٹھ کھڑے ہوں اور صفیں باندھیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو اس وقت امام تکبیر تحریمہ کہے امام محمد نے کہا کہ اس کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۳۵۔۳۶ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

استاذ الفقہاء الشیخ ابو الوفا افغانی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

قلت و الحدیث اخرجه الامام ابو یوسف فی آثار ص (۱۹) و فی کتاب الاصل للامام محمد قلت فمتی یجب علی القوم ان یقوموا فی الصف قال اذا کان الامام معهم فی المسجد فانی احب لهم ان یقوموا فی الصف اذا قال المؤذن حی علی الفلاح فاذا قال قد قامت الصلوة کبر الامام و کبر القوم معه۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کو امام ابو یوسف نے آثار ص (۱۹) میں اور امام محمد نے کتاب الاصل میں روایت کی میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو امام اور قوم تکبیر کہیں۔

(حاشیہ کتاب الآثار ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المعارف الشرقیہ جمتہ بازار حیدر آباد دکن ہند)

یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قلت فمتی یجب علی القوم ان یقوموا فی الصف؟ قال اذا کان الامام معهم فی المسجد فانی احب لهم ان یقوموا فی الصف اذا قال المؤذن حی علی الفلاح۔

ترجمہ: میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔

(کتاب الاصل المعروف بالمبسوط ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

یہی امام محمد ﷫ اپنی تیسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوۃ فیصفوا و یسووا الصفوف و یحاذوا بین المناکب۔

(مؤطا امام محمد ص ۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیوبندیوں کے استاد حدیث محمد حسن صدیقی اس کے ترجے میں لکھتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اپنی صفیں سیدھی کریں اور اپنے کندھوں کو کندھوں سے ملائیں۔

(مؤطا امام محمد مترجم ص ۷۴ مطبوعہ مکتبہ حسان کراچی)

علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں۔

قال محمد رحمہ اللہ فی "الاصل" اذا کان الامام مع القوم فی المسجد فانہ یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ۔

ترجمہ: فرمایا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کہ امام جب مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو کھڑے ہوں امام اور قوم حی علی الفلاح کے وقت۔ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک۔

(فتاوی تاتارخانیہ ج ۱ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں۔

(والقیام) امام و مؤتم (حین قیل حی علی الفلاح)

(الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

احسن نانوتوی دیوبندی اس کے ترجے میں لکھتے ہیں۔

اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قولہ حین قیل حی علی الفلاح کذا فی الکنز و نور الایضاح و الاصلاح و الظھیریۃ و البدائع و غیرھا و الذی فی الدرر فی متنا و شرحا عند الحیعلہ الاولی یعنی حین یقال حی علی الصلوۃ و عزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الی عیون المذاھب و الفیض و الوقایہ و النقایہ و الحاوی و المختار اہ قلت و اعتمدہ فی متن الملتقی و حکی الاول بقیل لکن نقل ابن الکمال تصحیح الاول و نص عبارتہ قال فی الذخیرہ یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ۔

ترجمہ: امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس کو کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور درر کی متن اور شرح میں ہے کہ حی علی الصلوۃ پر قیام کریں۔ شیخ اسماعیل نے اپنی شرح عیون المذاہب اور فیض اور وقایہ اور نقایہ اور حاوی اور مختار میں نقل کیا میں کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک۔

(فتاوی شامی ج ۲ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

ان کان المؤذن غیر الامام و کان القوم مع الامام فی المسجد فانه یقوم الامام و القوم اذا قال حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة و هو الصحیح۔

(فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۶۳۔۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سید امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جاویں۔ یہی صحیح ہے۔

(فتاوی عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اس لئے اس کے بعد کسی حنفی کو اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ فقیہ اعظم مفتی امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"یہ مسئلہ حاضرہ ایسا ہے کہ خود امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی کے اقوال اس کے متعلق موجود ہیں۔ ائمہ ثلاثہ بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے۔ شروع سے کھڑے ہو جانا نہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول۔ پس حنفی کو چون و چرا کی اصلاً گنجائش نہیں۔

(فتاوی امجدیہ ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اب رہا اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کا مسئلہ تو اس کو بھی تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ بھی اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبد الرزاق عن التیمی، عن ابی عامر، عن معاية ابن قرة قالوا: کانوا یکرهون ان ینهض الرجل الی الصلوة حین یاخذ المؤذن فی اقامته۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ (تابعی) ؓ سے روایت ہے کہ (صحابہ و تابعین) اس کو مکروہ جانتے تھے کہ نماز میں مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی اٹھ کھڑا ہو۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۴۸۱۔۴۸۲ رقم الحدیث ۱۸۵۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عطية قال کنا جلوسا عند ابن عمر فلما اخذ المؤذن فی الاقامة قمنا فقال ابن عمر اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوة فقوموا۔

ترجمہ: عطیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی تو ہم کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب وہ قد قامت الصلوۃ کہے تو کھڑے ہونا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۰۶ رقم الحدیث ۱۹۴۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲۰ ص ۳۹۱ رقم الحدیث ۱۷۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک

عن الحسن انه كره ان يقوم الامام حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مؤذن کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے کھڑا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۴۴۳ رقم الحدیث ۴۰۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

و كان عمر ﷺ يقول لا تقوموا للصلوة حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت عمر ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مؤذن جب تک قد قامت الصلوة نہ کہے نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔

(کشف الغمہ امام شعرانی ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

كره هشام يعنى ابن عروة ان يقوم حتى يقول المؤذن قدقامت الصلوة۔

ترجمہ: حضرت ہشام ابن عروہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ جانا کہ کوئی شخص کھڑا ہو یہاں تک کہ مؤذن قدقامت الصلوة کہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام شمس الدین بخاری متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں۔

و فى الكلام ايماء الى انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة يقعد لكراهة القيام و الانتظار كما فى المضمرات۔

ترجمہ: اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر کے دوران مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اس لئے کہ کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

و يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حى على الفلاح۔

ترجمہ: آدمی کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو جائے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذ بلغ المؤذن قوله حى على الفلاح كذا فى المضمرات۔

(فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مولوی امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

جب کوئی شخص اقامت کے وقت (مسجد میں) داخل ہو جائے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مؤذن حی علی الفلاح تک پہنچے تو پھر کھڑا ہو جائے۔

(فتاوی عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

marfat.com

Marfat.com

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

و اذا اخذ المؤذن فی الاقامة و دخل رجل المسجد فانه یقعد و لا ینتظر قائما فانه مکروہ کما فی المضمرات قهستانی و یفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة و الناس عنه غافلون۔

ترجمه: جب مؤذن اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہونے کا مکروہ ہونا ثابت ہوا حالانکہ لوگ اس (مسئلے) سے غافل ہیں۔

(طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان دلائل سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ کسی چیز سے منع کریں اور فقہاء احناف رحمہم اللہ بھی اس سے منع کریں اور اس کو مطلق مکروہ کہیں تو اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف ''اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم'' مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فقیر کی زندگی کی پہلی تصنیف ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

عوام اہل سنت و خواص اہل سنت کے لئے بہترین تحفہ

دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت

(بہترین تحقیق کے ساتھ)

مدلل فقہ حنفی اور احادیث و آثار صحابہ (حنفیوں کے لئے نایاب تحفہ) مکمل ۱۰ جلدیں

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

غیب کی خبریں دینے والا نبی

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

مصنف علامہ سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

عوام اہل سنت و خواص اہل سنت کے لئے بہترین تحفہ

دیدار الٰہی

(بہترین تحقیق کے ساتھ)

اقامت میں حی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل ثبوت

(بہترین تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے ساتھ)

مصنف علامہ سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

سعید الحق فی تخریج جاء الحق
حصہ دوم

marfat.com
Marfat.com

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ)

خدا خود میر مجلس بود اندلا مکان خسرو
محمد ﷺ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم
حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد ن المصطفی وعلی الہ واصحابہ اولی الصدق والصفا۔

جاننا چاہیئے کہ موجودہ دور بہت فتنہ وفساد کا زمانہ ہے۔ کفر والحاد بے دینی کی ہوس ربا آندھیاں چل رہی ہیں بد بذہبی لادینی نئی نئی صورتوں میں نمودار ہورہی ہے۔ مسلمان کو ایمان سنبھالنا مشکل ہوگیا ہے وہ ہی اس وقت ایمان سنبھال سکتا ہے جو کسی مقبول بارگاہ بندے کے دامن سے وابستہ ہے۔ ان فتنوں میں سے ایک خطرناک فتنہ غیر مقلدیت کا ہے جو اتباع سنت کے پردہ میں نمودار ہوا ہے یہ لوگ اہل حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں۔ تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ جسے یہ بھی پتہ نہیں کہ حدیث کیا ہے اور سنت کیا ہے۔ بلکہ جنہیں عربی عبارت پڑھنا نہیں آتی وہ آمین بالجہر ورفع یدین کی چار حدیثیں یاد کر کے اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ فقیر نے اپنی کتاب جاء الحق جلد اول میں مسئلہ تقلید اور ضمیمہ جاء الحق میں بیس رکعت تراویح اور تین طلاق پر معرکتہ الآرا بحث کی جاء الحق حصہ اول میں وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم اس کا حصہ دوم بھی تحریر کریں گے۔ بہت عرصہ تک یہ وعدہ پورا کرنے کا موقع نہ ملا۔ پھر بعض احباب کا اصرار ہوا کہ دوسرے حصہ میں غیر مقلدوں وہابیوں کی پرزور تردید کی جاوے اور احناف کے دلائل غیر مقلدوں کے دندان شکن جواب دیئے جاویں۔ مگر اس حکم کی تعمیل میں دیر ہی ہوتی چلی گئی۔ نیز ہم نے ان مسائل پر اپنے "فتاویٰ نعیمیہ" اور حاشیہ بخاری نعیم الباری عربی میں مفصل گفتگو کی خیال تھا کہ اب علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر بزرگوں کا اصرار ہوا کہ ان مسائل پر مستقل کتاب اردو زبان میں لکھی جاوے۔ توکلا علی اللہ ادھر توجہ کی اس حصہ کا طریقہ وہ ہی ہوگا۔ جو جاء الحق حصہ اول کا ہے۔ کہ ہر مسئلہ علیحدہ علیحدہ باب میں بیان ہوگا۔ اور ہر باب میں دو فصلیں ہوں گی۔ پہلی فصل میں حنفیوں کے دلائل دوسری فصل میں غیر مقلدوں کے سوالات وجوابات، غیر مقلدوں کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مخالف ہر حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں اور کسی نہ کسی نامعقول حوالہ کی آڑ لیتے ہیں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک جرح مبہم معتبر نہیں نیز اگر جرح وتعدیل میں مقابلہ ہو تو تعدیل مقدم ہے۔ نیز کسی استاد کے ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ نیز بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔ یہ تمام بحثیں ان شاء اللہ مقدمہ میں کی جائیں گی۔ مگر انہیں ان سے کیا غرض۔ انہیں صرف ضعیف کا سبق یاد ہے ان کے اس ضعیف ضعیف کے رٹ لگانے نے آج مسلمانوں میں منکرین حدیث پیدا کردیئے۔ جو کہنے لگے کہ کسی حدیث کا اعتبار نہیں۔ سب ضعیف ہی ہیں۔ صرف قرآن کو مانو۔

نیز مقام تعجب ہے کہ غیر مقلد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کی تقلید کو شرک کہتے ہیں مگر ابن جوزی وغیرہ ناقدین حدیث کے ایسے مقلد ہیں کہ جس حدیث کو وہ ضعیف کہہ دیں۔ اسے بغیر سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں چونکہ اس وقت یہ فتنہ بڑھ رہا ہے اس لئے فقیر نے ان کے جواب میں قلم اٹھایا۔ قلم تو اٹھا دیا۔ مگر مجھے اپنی بضاعتی وکم علمی کا اعتراف واقرار ہے۔ اپنے رب کریم کے کرم اور اس کے حبیب رؤف ورحیم ﷺ کے فضل پر بھروسہ ہے۔ رب تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرمائے۔ میرے لئے اسے کفارہ سیئات وصدقہ جاریہ بنائے اس کا نام جاء الحق حصہ

marfat.com
Marfat.com

دوم رکھتا ہوں۔ جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ فقیر بے نوا کے حسن خاتمہ کی دعا کرے اللہ سے جزائے خیر دے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی

خطیب جامع مسجد غوثیہ چوک پاکستان گجرات

یکم ماہ رمضان ۱۳۷۶ھ دوم اپریل ۵۷۔ دوشنبہ مبارکہ

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

مقدمہ

اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے حسب ذیل قواعد اچھی طرح مطالعہ فرما کر یاد فرمالیں۔ یہ قواعد بہت ہی کارآمد ہیں۔

قاعدہ نمبر 1:۔ اسناد کے لحاظ سے حدیث کی بہت قسمیں ہیں مگر ہم صرف تین قسموں کا ذکر کرتے ہیں

حدیث صحیح۔ حدیث حسن۔ حدیث ضعیف۔

صحیح:۔ وہ حدیث ہے۔ جس میں چار خوبیاں ہوں۔

﴿1﴾......اس کی اسناد متصل ہو کہ حضور ﷺ سے لے کر مولف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ چھوٹا نہ ہو۔

﴿2﴾......اس کے سارے راوی اول درجہ کے متقی پرہیزگار ہوں۔ کوئی فاسق یا مستور الحال نہ ہو۔

﴿3﴾......تمام راوی نہایت قوی الحافظہ ہوں کہ کسی کا حافظہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کمزور نہ ہو۔

﴿4﴾......وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حسن:۔ وہ حدیث ہے جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ یعنی کسی کا تقویٰ یا قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ضعیف:۔ وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی متقی پرہیزگار یا قوی الحافظہ نہ ہوں۔ یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۲:۔ پہلی دو قسمیں یعنی صحیح اور حسن احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں معتبر ہے۔ احکام میں معتبر نہیں یعنی اس سے حلال وحرام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عظمت وفضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

نتیجہ:۔ ضعیف حدیث جھوٹی یا غلط یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے۔ جیسا کہ غیر مقلدوں نے عوام کو ذہن نشین کرا دیا ہے کہ لوگوں نے اسے کھا جانے والا ہوا سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو سے کچھ کم رکھا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳:۔ اگر حدیث ضعیف کسی وجہ سے حسن بن جاوے تو وہ بھی مطلقاً معتبر ہے۔ اس سے احکام وفضائل سب کچھ ثابت ہو سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴:۔ حسب ذیل چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ دو یا زیادہ سندوں سے روایت ہو جانا اگر چہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں۔ یعنی اگر ایک حدیث چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جاوے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔

(مرقات۔ موضوعات کبیر۔ شامی۔ مقدمہ مشکوۃ شریف مولانا عبدالحق۔ رسالہ اصول حدیث للجرجانی اول ترمذی شریف وغیرہ)

علماء کاملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یعنی اگر حدیث ضعیف پر علماء دین عمل شروع کر دیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جاوے گی اس ہی لئے امام ترمذی فرما دیتے ہیں۔

هذا الحديث غريب ضعيف والعمل عليه عند اهل العلم۔

ترجمہ: یہ حدیث ہے تو غریب یا ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف نا قابل عمل مگر علماء امت نے بیوقوفی سے عمل کر لیا اور سب گمراہ ہو گئے۔ بلکہ مطلب یہی ہے کہ حدیث روایۃ کے لحاظ سے ضعیف تھی۔ مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہو گئی۔

علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے شیخ محی الدین بن عربی نے ایک حدیث سنی تھی کہ جو ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک جوان نے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ شیخ

marfat.com
Marfat.com

نے ستر ہزار بار کلمہ پڑھا ہوا تھا۔ اپنے دل میں اس کی ماں کو بخش دیا دیکھا کہ جوان ہنس پڑا اور بولا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی (صحیح ابصاری)۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

تحذیر الناس مصنفہ محمد قاسم میں یہ ہی واقعہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا۔

قاعدہ نمبر ۵:۔ اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ لہٰذا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو تیسری میں صحیح اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرما دیتے ہیں۔

هذا الحديث حسن صحيح غريب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۱۳۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ ہی ہوتا ہے کہ یہ حدیث چند سندوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب۔

قاعدہ نمبر ۶:۔ بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے معتبر نہیں۔ لہٰذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی ہو۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہی حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔ آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا۔ لہٰذا کسی وہابی کو یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہو کر ملی۔

لطیفہ:۔ ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قراۃ خلف الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی ہم نے یہ حدیث پیش کی۔

قراة الامام له قراءة۔

ترجمہ: امام کی قرات مقتدی کی قرأت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج اص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابی جی بولے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی اسناد میں جابر جعفی ہے۔ جو ضعیف ہے ہم نے پوچھا کہ جابر جعفی کب پیدا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ تڑپ کر بولے ۳۲۵ھ میں ہم نے کہا جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا تب جابر اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے۔ کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہے اور وفات ۱۵۰ھ میں لہٰذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی۔ بعد کے محدثین کو ضعیف ہو کر ملی وہابی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ بغیر جواب دیئے فوت ہو گئے۔

لہٰذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہیے کہ وہابی کو ضعیف ضعیف کہنے سے روکیں۔ وجہ ضعیف پوچھیں پھر یہ تحقیق کریں کہ ضعف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا انشاء اللہ وہابی جی پانی مانگ جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سبق بھول جائیں گے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے۔ اس وقت حدیثیں بہت کم ضعیف تھیں۔ امام صاحب تابعی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷:۔ جرح مبہم قابل قبول نہیں یعنی کسی ناقد حدیث خصوصا ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں حدیث یا راوی ضعیف ہے غیر معتبر ہے۔ جب تک یہ نہ بتائے کہ کیوں ضعیف ہے۔ اور اس راوی میں کیا ضعف ہے۔ کیونکہ وجہ ضعف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں۔ دیکھو تدلیس۔ ارسال۔ گھوڑے دوڑانا۔ مذاق۔ نو عمری۔ فقہ میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے۔ مگر حنفیوں کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں۔ (نور الانوار بحث طعن علی الحدیث)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الجرح فانه لا يقبل الا مفسرا مبين السبب...... فلا بد من بيان سببه لينظر فيما هو جرح ام لا۔

ترجمہ: کوئی جرح اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے کیونکہ بسا اوقات جارح ایسی جرح کرتا ہے جو موجب جرح نہیں کرتی۔

(مقدمۃ ابن الصلاح ص ۱۴۰ نوع ۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقد ذكر ان الشافعي انما اوجب الكشف عن ذلك لانه بلغه ان انساناً جرح رجلا فسئل عما جرحه به فقال رايته يبول قائما فقيل له و ما في ذلك ما يوجب جرحه؟ فقال لانه يقع الرشيش عليه وعلى ثوبه ثم يصلي فقيل له رايته يصلي كذالك؟ فقال لا فهذا ونحوه جرح بالتاويل والجهل والعالم لا يجرح احدا بهذا وامثاله۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسباب جرح کو بیان کرنا ضروری ہے اس لئے کہ بسا اوقات جرح کرنے والا ایسی چیز کو جرح کا سبب قرار دیتا ہے جو موجب جرح نہیں ہوتی۔ مجھے ایک شخص پر جرح کی خبر پہنچی تو میں نے ناقد سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اب اس کے کپڑے ناپاک ہوئے ہوں گے اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھی ہوگی تو صدوق کہاں رہا؟ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اسے ان کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اس طرح کی جرح فن مصطلح الحدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کوئی عالم کسی کو اسی طرح کی جرح سے مجروح قرار نہیں دیتا۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں۔

لا يقبل الجرح الا مفسرا۔

(رسالۃ فی الجرح والتعدیل ص ۴۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الاقصیٰ الکویت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

(ولا يقبل الجرح الا مبين السبب) لانه يحصل بامر واحد ولا يشق ذكره ولان الناس مختلفون في اسباب الجرح فيطلق احدهم الجرح بناء على ما اعتقده جرحا وليس بجرح في نفس الامر فلا بد من بيان سببه لينظر هل هو قادح ام لا؟ قال ابن الصلاح وهذا ظاهر مقرر في الفقه واصوله وذكر الخطيب انه مذهب الائمة من حفاظ الحديث كالشيخين وغيرهما ولذالك احتج البخاري بجماعة سبق من غيره الجرح لهم كعكرمة وعمرو بن مرزوق واحتج مسلم بسويد بن سعيد وجماعة اشتهر الطعن فيهم۔

ترجمہ: جرح وہ قبول کی جاتی ہے جس کا سبب بیان کیا جائے اس لئے کہ جرح کسی ایک بات کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا ذکر کرنا مشکل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اسباب جرح میں علماء مختلف ہیں بعض علماء اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کا اطلاق کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت جرح نہیں ہوتی لہذا جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دیکھا جا سکے کہ جرح قابل قدح ہے بھی یا نہیں؟

marfat.com

Marfat.com

قاعدہ نمبر۸:۔ اگر جرح وتعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل قبول ہے نہ کہ جرح یعنی ایک راوی کو محدث نے ضعیف کہا کسی نے اسے قوی فرمایا۔ بعض تواریخ سے اس کا فسق ثابت ہوا بعض نے فرمایا کہ وہ متقی صالح تھا تو اسے متقی مانا جاوے گا۔ اور اس کی روایت ضعیف نہ ہوگی۔ کیونکہ مومن میں تقویٰ اصل ہے☆۔

قاعدہ نمبر۹:۔ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا ضعیف ہونا لازم نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی محدث کسی حدیث کے متعلق یہ فرمادیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے معنی یہ نہیں کہ ضعیف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو۔ صحیح وضعیف کے درمیان بہت درجے ہیں۔

قاعدہ نمبر۱۰:۔ صحیح حدیث کا دارومدار مسلم بخاری یا صحاح ستہ پر نہیں کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ ہمارا ایمان حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔ نہ کہ محض بخاری ومسلم وغیرہ پر حضور کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے بخاری میں ہو نہ ہو تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔ مگر مسلم بخاری پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

قاعدہ نمبر۱۱:۔ کسی عالم فقیہ کا کسی حدیث کو بغیر اعتراض قبول کرلینا اس حدیث کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی فقیہ عالم مجتہد ضعیف حدیث کو قبول فرمائے تو اس سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاوے گی۔ ولی الدین محمد ابن عبداللہ خطیب تبریزی صاحب مشکوٰۃ خطبہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

وانی اذا اسندت الحدیث الیھم کانی اسندت الی النبی ﷺ۔

ترجمہ: میں نے جب حدیث کو ان محدثین کی طرف منسوب کردیا تو گویا حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب کردیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان قواعد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ان میں کوئی ضعیف نہیں ہوسکتی کہ ان پر امت کا عمل ہے۔ ان کو علماء فقہاء نے قبول فرمالیا ہے ان میں سے ہر حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ فقیر حقیر ان شاء اللہ ہر مسئلہ پر اتنی حدیثیں پیش کرے گا۔ جن سے کوئی حدیث ضعیف نہ کہی جاسکے کیوں کہ اسنادوں کی کثرت ضعیف کو حسن بنا دیتی ہے۔ احمد یار خاں۔

قاعدہ نمبر۱۲:۔ اگر حدیث وقرآن میں تعارض نظر آئے تو حدیث کے معنی ایسے کرنے چاہئیں جس سے دونوں میں موافقت ہو جاوے تعارض جاتا رہے ایسے ہی اگر حدیثیں آپس میں مخالف معلوم ہوں تو ان کے ایسے معنے کرنے لازم ہیں کہ مخالف نہ رہے اور سب پر عمل ہو جاوے اس کی مثال یہ ہے رب فرماتا ہے۔

فاقرء وا ما تیسر من القرآن۔

ترجمہ: جس قدر قرآن مجید آسان ہو نماز میں پڑھ لو۔

(سورہ المزمل آیت نمبر۲۰)

حاشیہ......☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے اور فقہ واصول فقہ میں مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی جماعت سے احتجاج کیا جن کے حق میں اوروں سے جرح ثابت تھی جیسے عکرمہ عمرو بن مرزوق اور امام مسلم نے سوید بن سعید اور ایک جماعت سے احتجاج کیا جن میں طعن مشہور تھا۔

(تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

لیکن حدیث شریف میں ہے۔

لاصلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب۔

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ حدیث اس آیت کی مخالف معلوم ہوتی ہے لہٰذا حدیث کے معنی یہ کرو کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ مطلقا قرأت نماز میں فرض ہے اور سورہ فاتحہ پڑھنا واجب تعارض اٹھ گیا اور قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہو گیا۔ نیز رب فرماتا ہے۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴)

لیکن حدیث شریف میں ہے۔

لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔

ترجمہ: جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ حدیث اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے قرآن مطلقا خاموشی کا حکم دیتا ہے اور حدیث شریف مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتی ہے۔ لہٰذا یہ مانو کہ قرآن کا حکم مطلق ہے اور حدیث شریف کا حکم اکیلے نمازی یا امام کے لئے ہے۔ مقتدی کے لئے امام کا پڑھ لینا کافی ہے کہ یہ اس کی حکمی قرأت ہے۔ غرضیکہ یہ قاعدہ نہایت اہم ہے اور اگر کوئی حدیث آیت قرآنی کے یا اپنی سے اوپر والی حدیث کے ایسے مخالف ملے کہ کسی طرح مطابقت ہو ہی نہ سکے تو پھر قرآن کریم یا اس سے اوپر والی حدیث کو ترجیح ہوگی اور یہ حدیث قابل عمل نہ ہوگی۔ یہ حدیث منسوخ مانی جاوے گی۔ یا حضور کی خصوصیت میں سے شمار ہوگی۔ اس کی بہت مثالیں ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۳:۔ حدیث کا ضعیف ہو جانا غیر مقلدوں کے لئے قیامت ہے۔ کیونکہ ان کے مذہب کا دارومدار ان روایتوں پر ہی ہے۔ روایت ضعیف ہوئی تو ان کا مسئلہ بھی فنا ہو۔ مگر حنفیوں کے لئے کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ حنفیوں کے دلائل یہ روایتیں نہیں ان کی دلیل صرف قول امام ہے۔ قول امام کی تائید یہ روایتیں ہیں۔ ہاں امام کی دلیل قرآن وحدیث ہیں۔ مگر امام صاحب کو جب حدیثیں ملیں تو صحیح تھیں کہ ان کی اسنادیں یہ نہ تھیں جو مسلم بخاری کی ہیں اگر پولیس ملزم کو جیل میں دیدے تو پولیس کی دلیل حاکم کا فیصلہ ہے نہ کہ تعزیرات ہند کے دفعات ہاں حاکم کی دلیل یہ دفعات ہیں یہ بات یاد رکھو۔ تقلید اللہ کی رحمت ہے غیر مقلدین رب کا عذاب۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

کانوں تک ہاتھ اٹھانا

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ مگر وہابی غیر مقلد عورتوں کی طرح کندھوں تک انگوٹھے چھوکر ہاتھ باندھ لیتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس باب کی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اپنے حنفیوں کے دلائل۔ دوسری فصل میں غیر مقلدوں کے اعتراضات و جوابات۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

پہلی فصل

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی بہت سی احادیث ہیں جن میں سے ہم چند پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳:۔ بخاری۔ مسلم۔ طحاوی نے مالک ابن حویرث سے روایت کی۔

کان النبی ﷺ اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی اذنیه وفی لفظ حتی یحاذی بهما فروع اذنیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کانوں تک اٹھاتے دیگر الفاظ یہ ہیں کہ کانوں کی لو تک اٹھاتے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت وفی نسخہ ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۹ رقم الحدیث ۸۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۲۴۲۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۴۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۴:۔ ابوداؤد شریف میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رایت رسول اللہ ﷺ اذ افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لایعود۔

ترجمہ: میں نے حضور کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کان کے قریب تک اٹھاتے۔ پھر رفع یدین نہ فرماتے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۷۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۵:۔ مسلم شریف نے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه رای النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوة کبر قال احد الرواة حیال اذنیه ثم التحف بثوبه۔

ترجمہ: انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے۔ ایک راوی نے فرمایا کہ اپنے کانوں کے مقابل پھر کپڑے میں ہاتھ چھپالیتے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۱ رقم الحدیث ۴۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت وفی نسخہ ج ۱ ص ۱۷۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۶ تا ۸:۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی نے حضرت ابوقلابہ سے روایت کی۔

ان مالک ابن حویرث رای النبی ﷺ یرفع یدیه اذا کبروا اذا رفع راسه من الرکوع حتی یبلغ فروع اذنیه۔

ترجمہ: مالک ابن حویرث نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہاتھ شریف اٹھاتے تھے جب تکبیر تحریمہ فرماتے اور جب رکوع سے سر شریف اٹھاتے یہاں تک کہ ہاتھ کانوں کی لو تک پہنچ جاتے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۷۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب رفع الیدین حیال الاذنین ج ۲ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۸۸۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۹ تا ۱۲:۔ امام احمد۔ اسحاق ابن راہویہ۔ دار قطنی۔ طحاوی نے براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

كان رسول الله ﷺ اذا صلى رفع يديه حتى تكون ابهاماه حذاء اذنيه۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تو یہاں تک ہاتھ شریف اٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو جاتے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۵:۔ حاکم نے مستدرک میں دار قطنی اور بیہقی نے نہایت صحیح اسناد سے جو بشرط مسلم و بخاری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

رايت رسول الله ﷺ كبر حتى حاذى بابهاميه اذنيه۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی اور اپنے انگوٹھے اپنے کانوں کے مقابل کر دیئے۔

(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۲۶ مطبوعہ مصر)، (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۳۰۰ رقم الحدیث ۱۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۹ رقم الحدیث ۲۴۶۴ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۶ تا ۱۷:۔ عبد الرزاق اور طحاوی نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

كان النبي ﷺ اذا كبر لافتتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريباً من شحمة اذنيه۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نماز شروع فرمانے کے لئے تکبیر فرماتے تو یہاں تک ہاتھ شریف اٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی گدیہ کے مقابل ہو جاتے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۰ رقم الحدیث ۲۵۳۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۸:۔ ابو داؤد نے حضرت وائل ابن حجر سے روایت کی۔

ان النبي ﷺ رفع يديه حتى كانت بحيال منكبيه وحاذى بابهاميه اذنيه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ ہاتھ شریف تو کندھوں کے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو گئے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۹۲ رقم الحدیث ۷۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶۔۳۱۷ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (سنن النسائی باب رفع الیدین حیال الاذنین ج ۲ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۸۷۹ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۴۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۹:۔ دار قطنی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه راى النبي ﷺ حين افتتح رفع يديه حتى حاذى بهما اذنيه ثم لم يعد الى شئى من ذلك حتى فرغ من صلوته۔

ترجمہ: انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے یہاں تک کہ انہیں کانوں کے مقابل فرما دیا۔ پھر نماز سے فراغت تک ہاتھ نہ اٹھائے۔

(سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۲۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰:۔ طحاوی شریف نے ابو حمید ساعدی سے روایت کی۔

انه كان يقول لاصحاب رسول الله ﷺ انا اعلمكم بصلوة رسول الله ﷺ كان اذا قام الى الصلوة كبر ورفع يديه حذاء وجهه۔

ترجمہ: وہ حضور ﷺ کے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز کو میں جانتا ہوں آپ جب کھڑے ہوتے نماز میں تو تکبیر فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک چہرے شریف کے مقابل تک اٹھاتے۔

(شرح معانی الآثار باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ الی این یبلغ بہما ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی اور بہت سی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔صرف بیس حدیثوں پر کفایت کرتا ہوں۔اگر زیادہ مطلوب ہوں تو کتب احادیث خصوصاً صحیح البہاری شریف کا مطالعہ کرو کہ اس جیسی کتاب حنفی مذہب کی تائید میں احادیث کی جامع آج تک نہ دیکھی گئی۔

عقلی دلائل:۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں کیونکہ نمازی نماز شروع کرتے وقت عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔اور دنیاوی جھگڑوں سے بیزار و بے تعلق ہوتا ہے کھانا پینا بولنا ادھر ادھر دیکھنا سب کو اپنے اوپر حرام کرلیتا ہے۔ گویا دنیا سے نکل کر عالم بالا کی سیر کرتا ہے۔اور عرف میں جب کسی چیز سے توبہ یا بیزاری کراتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھ کر دنیا سے بیزار ہوتا ہے۔ایسے موقع پر کندھے پکڑنا بالکل ہی خلاف عقل ہے۔جیسے سجدے میں مسلمان زبان سے تو رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتا ہے اور سر زمین پر رکھ کر اپنے عجز و نیاز کا اظہار ایسے ہی شروع نماز کے وقت ایک جز کا اقرار زبان سے ہے۔دوسری جز کا اظہار عمل ہے۔

حاشیہ......☆

امام حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

عن حمید بن هلال قال حدثنی من سمع الاعرابی قال رایت النبی ﷺ یصلی قال فرفع راسه من الرکوع ورفع کفیه حتی حاذتا اوبلغتا فروع اذنیه۔ رواه احمد۔

ترجمہ: حمید بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے ایک اعرابی سے سنا انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب رفع الیدین فی الصلاۃ ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

عن الحکم بن عمیر قال کان رسول الله ﷺ یعلمنا اذا قمتم الی الصلوة فارفعوا ایدیکم ولاتخالفوا آذانکم...... رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه یحیی بن یعلی الاسلمی وهو ضعیف۔

ترجمہ: حضرت حکم بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ۔اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب رفع الیدین فی الصلاۃ ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة فقلت لانظرن الی صلاة النبی ﷺ قال فکبر ورفع یدیه حتی رایت ابهامیه قریبا من الیسری۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی کریم ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا آپ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۲۴۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهیم قال لایجاوز اذنیه بیدیه فی الافتتاح۔

ترجمہ: ابراہیم کہتے ہیں کہ تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۲۴۱۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

دوسری فصل

اس مسئلہ پر اعتراض وجواب میں

غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ پر دو اعتراض ہیں جو ہر جگہ پیش کرتے ہیں۔

اعتراض ...... مسلم وبخاری نے حضرت ابوحمید ساعدی سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں الفاظ یہ ہیں۔

اذا کبر جعل یدیه حذاء منکبیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

انہی مسلم وبخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کئے۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه۔

حاشیہ......☆

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن داؤد بن ابراهیم قال رایت وهب بن منبه اذا کبر فی الصلوة رفع یدیه حتی تکونا حذو اذنیه۔

ترجمہ: داؤد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا وہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۶۹ رقم الحدیث ۲۵۲۴ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وکیع عن اسرائیل عن جابر عن ابی جعفر قال یجاوز اذنیه بیدیه فی الافتتاح۔

ترجمہ: ابوجعفر کہتے ہیں کہ رفع یدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۲۴۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا اسحاق بن منصور وعبیداللہ عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی میسرة قال کان اصحابنا اذا افتتحوا الصلوة رفعوا ایدیهم الی آذانهم۔

ترجمہ: ابومیسرہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب رفع یدین کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۱ رقم الحدیث ۲۴۱۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابیه عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال اذا کبر الرجل فی افتتاح الصلوة رفع یدیه ولم یجاوز بهما اذنیه۔

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کہ نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

(کتاب الآثار ص ۲۱ رقم الحدیث ۱۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: نبی ﷺ اپنے ہاتھ مبارک اپنے کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔
(صحیح البخاری باب رفع الیدین فی التکبیر ۃ الاولی مع الافتتاح سواءج اص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی وفی نسخہ ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۷۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے معلوم ہوا کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانا خلاف سنت۔

جواب: یہ احادیث حنفیوں کے بالکل خلاف نہیں کیونکہ کانوں سے انگوٹھے لگنے میں ہاتھ کندھوں تک ہو جاویں گے۔ اور دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاوے گا۔ لیکن کندھوں تک انگوٹھے لگانے میں ان احادیث پر عمل نہ ہو سکے گا۔ جن میں کانوں تک کا ذکر ہے۔ حنفی مذہب دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کرتا ہے۔ وہابی مذہب ایک قسم کی حدیثیں چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا حنفی جامع ہیں۔

بلکہ حدیث نمبر ۱۸ میں اس کی تصریح گزر گئی۔ کہ حضور انور ﷺ ہاتھ مبارک ایسے اٹھاتے تھے کہ ہاتھ تو کاندھوں تک ہوتے تھے اور انگوٹھے کانوں تک لہذا نہ احادیث متعارض ہیں نہ ان دونوں حدیثوں کا جمع کرنا مشکل صرف تمہاری سمجھ میں پھیر ہے۔

سارے غیر مقلدوں کو عام اعلان ہے کہ کوئی مرفوع حدیث ایسی دکھاؤ جس میں یہ ہو کہ حضور ﷺ اپنے انگوٹھے کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔ جہاں کاندھوں کا ذکر ہے وہاں ہاتھ ارشاد ہوا اور جہاں کانوں کا ذکر ہے وہاں انگوٹھا فرمایا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کاندھوں تک ہاتھ اسی طرح اٹھتے تھے کہ انگوٹھے کانوں تک پہنچ جاتے تھے۔

اعتراض

...... کانوں کی جتنی احادیث آپ نے پیش کیں۔ وہ سب ضعیف ہیں۔ لہذا قابل عمل نہیں۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ وہابی غیر مقلد اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ اپنے مخالف حدیثوں کو بلاوجہ ضعیف کہہ دیتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ ہم نے اسی سلسلہ میں مسلم و بخاری کی احادیث بھی پیش کی ہیں۔ جن پر تمہارا پختہ ایمان ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ ضعیف حدیث جب کئی اسنادوں سے منقول ہو تو قوی اور حسن بن جاتی ہے۔ کمزور تنکے مل کر مضبوط رسی بن جاتے ہیں۔ تو کمزور اسنادیں متن حدیث کو قوی کیسے نہ کریں گی۔ دیکھو اسی کتاب کا مقدمہ۔

(۴) چوتھے یہ کہ ان احادیث پر امت کے علماء اولیاء صالحین نے عمل کیا ہے۔ امت کے عمل سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ اگر یہ احادیث ضعیف بھی ہوں تب بھی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کا اسے قبول کرنا ہی قوی بنا دے گا۔ کیونکہ عالم صالح کا قبول کر لینا ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے۔

(۶) چھٹے یہ کہ آپ کا ان احادیث کو ضعیف کہہ دینا جرح مجہول ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں کیونکہ اس میں وجہ ضعف نہ بتائی گئی کہ کیوں ضعیف ہے۔

(۷) ساتویں یہ کہ اگر محدثین کو یہ احادیث ضعیف ہو کر ملیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس کا اثر نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے وقت میں ضعیف راوی اسنادوں میں شامل ہی نہیں ہوئے تھے۔ بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں وہابیوں کے اس مایہ ناز اعتراض کے ٹکڑے اڑ گئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

دوسرا باب

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے

غیر مقلدین وہابی نماز میں سینے پر یعنی ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اپنے دلائل۔ دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات وجوابات۔

پہلی فصل

نماز میں مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ سینے پر ہاتھ باندھنا سنت کے خلاف ہے۔ اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں ہم صرف چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

حدیث نمبر (۱):۔

عن وائل ابن حجر قال راء یت رسول اللہ ﷺ وضع یمینه علی شماله تحت السرة۔ رواه ابن ابی شیبة بسند صحیح ورجاله ثقات۔

ترجمہ: حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ناف کے نیچے یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد سے نقل کی۔ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۴۳ رقم الحدیث ۳۹۴۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر (۲):۔ ابن شاہین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ثلث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الکف علی الکف تحت السرة۔

ترجمہ: تین چیزیں نبوت کی عادات سے ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا۔ سحری میں دیر کرنا۔ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

(الجوہر النقی عن انس ج۲ ص۳۲ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حدیث نمبر (۳):۔ ابوداؤد شریف نسخہ ابن اعرابی میں حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال ابو وائل اخذ الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة۔

ترجمہ: ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۰۱ رقم الحدیث ۷۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر (۴ تا ۵):۔ دار قطنی اور عبد اللہ ابن احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان من السنة فی الصلوة وضع الکف وفی روایة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة۔

ترجمہ: نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور ایک روایت میں ہے داہنا ہاتھ بائیں پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے۔

(سنن الدار قطنی ج۱ ص۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص۳۱ رقم الحدیث ۲۱۷۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر (۶ تا ۹):۔ ابوداؤد شریف نسخہ ابن اعرابی۔ احمد۔ دار قطنی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان قال السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۷۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۱۶۸ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر (۱۰): ۔رزین نے حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان علیاً قال السنة وضع الكف في الصلوة ويضعهما تحت السرة۔

ترجمہ: نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے۔اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۱۷۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر (۱۱): ۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار شریف میں امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

انه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السرة۔

ترجمہ: آپ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری ج ۲ ص ۳۸۵ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر (۱۲): ۔امام ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال يضع يمينه على شماله تحت السرة۔

ترجمہ: آپ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر (۱۳): ۔ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه قال من اخلاق النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نبوت کے اخلاق میں سے ہے۔

(المحلی لابن حزم ج ۲ ص ۳۰)، (خلافیات للبیہقی ص ۳۷ مطبوعہ مکتبہ ظاہریہ دمشق شام)

حدیث نمبر (۱۴): ۔ابوبکر ابن ابی شیبہ نے حجاج ابن حسان سے روایت کی۔

قال سمعت ابا مجلز وسالته قلت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما اسفل من السرة۔ اسناد جيد ورواته كلهم ثقات۔

ترجمہ: میں نے ابومجلز سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیسے رکھے آپ نے فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے ناف کے نیچے۔اس کی اسناد بہت قوی ہے اور سارے راوی ثقہ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۳۹۴۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس کے متعلق اور بہت حدیثیں پیش کی جا سکتی ہیں۔صرف چودہ پر قناعت کرتا ہوں۔اس کی تحقیق دیکھو۔صحیح البہاری اور فتح القدیر میں۔
عقل بھی چاہتی ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھے۔کیونکہ غلام آقا کے سامنے ایسے ہی کھڑے ہوتے ہیں۔اس میں انتہائی ادب ہے۔نماز میں چونکہ بندہ رب کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے۔لہٰذا ادب سے کھڑا ہونا چاہیئے۔غیر مقلد جب نماز میں کھڑے ہوتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ مسجد میں کھڑے ہیں یا اکھاڑے میں۔ نیاز مندی کے لئے کھڑے ہیں یا کشتی لڑنے خم ٹھونک کر۔

اللہ کے بندو جب رکوع میں ادب کا اظہار سجدہ میں ادب۔ التحیات میں ادب اور نیاز مندی کا لحاظ ہے تو قیام میں اکڑ کر خم ٹھونک کر بے ادبی سے پہلوانوں کی طرح کیوں کھڑے ہوتے ہو۔ یہاں بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر غلاموں کی طرح کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے غیر مقلدوں کے پاس ایک مرفوع صحیح حدیث مسلم بخاری کی نہیں۔ جس میں مردوں کو سینے پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

دوسری فصل ......اس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض نمبر ۱:۔ ابوداؤد شریف میں ابن جریر ضبی نے اپنے والد سے روایت کی۔

قال راء یت علیا یمسك شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة۔

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے کلائی پر پکڑا ناف کے اوپر۔

(سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۱ رقم الحدیث ۷۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ آپ نے ابوداؤد شریف کی یہ حدیث پوری نہیں لکھی۔ اس کے بعد مفصل یہ ہے۔ (نسخہ ابن اعرابی)۔

قال ابو داؤد روی عنه سعید ابن جبیر فوق السرة وقال ابو جلاد تحت السرة وروی عن ابی هریرة ولیس بالقوی۔

ترجمہ: ابوداؤد نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر سے ناف کے اوپر کی روایت ہے۔ ابوجلاد نے ناف کے نیچے کی روایت کی۔ ابو ہریرہ سے بھی یہ روایت ہے مگر یہ کچھ قوی نہیں۔

(سنن ابوداؤد ج اص ۲۰۱ رقم الحدیث ۷۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

نوٹ ضروری:۔ زیر ناف یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی احادیث مروجہ ابوداؤد کی نسخوں میں نہیں ابن اعرابی والے ابوداؤد کے نسخوں میں موجود ہیں۔ جیسا کہ حاشیہ ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے اسی نسخے سے فتح القدیر اور صحیح البہاری نے روایات دیں۔

بہر حال آپ کی پیش کردہ ابوداؤد کی حدیث میں تعارض واقع ہو گیا اور ان تمام متعارضہ روایتوں کو خود ابوداؤد نے ضعیف فرمایا تعجب ہے کہ آپ ابوداؤد کی ضعیف حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب حدیث میں تعارض ہو تو قیاس سے ترجیح ہوتی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ زیر ناف والی احادیث قابل عمل ہوں۔ کیونکہ سجدہ۔ رکوع۔ التحیات کی نشست سب میں ادب ملحوظ ہے تو چاہیے کہ قیام میں بھی ادب ہی کا لحاظ رہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ادب ہے سینے پر ہاتھ رکھنا بے ادبی گویا کسی کو کشتی کی دعوت دینا ہے رب کو زور نہ دکھاؤ وہاں زاری کرو۔

اعتراض نمبر ۲:۔ آپ کی پیش کردہ احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

جواب:۔ ضعیف ضعیف کی رٹ لگانا آپ بزرگوں کی پرانی عادت ہے۔ اس کے سات جواب ہم باب اول کی دوسری فصل میں دے چکے ہیں۔ کہ جو روایت چند اسنادوں سے مروی ہو جاوے وہ ضعیف نہیں رہتی۔ ہم نے دس اسنادیں پیش کی ہیں۔ نیز امت کے عمل سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ نیز امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر امام کے قبول فرمالینے سے ان کا ضعف جاتا رہا۔ نیز ان میں اگر ضعف ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد پیدا ہوا بعد کا ضعف امام اعظم رضی اللہ عنہ کو مضر کیوں ہوگا۔ وغیرہ۔

لطیفہ:۔ ہم نے چھ رمضان المبارک دوشنبہ کو حافظ الٰہی بخش صاحب ساکنہ جلال پور گجرات کو فخر اہل حدیث مولانا حافظ عنایت اللہ

marfat.com

Marfat.com

صاحب مقیم گجرات کی خدمت عریضہ دے کر بھیجا۔ جس میں ان سے درخواست کی کہ براہ مہربانی سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث مع حوالہ تحریر فرما کر ارسال فرمائیے۔ ہمارا خیال تھا کہ چونکہ حافظ مولانا عنایت اللہ صاحب اہل حدیث کے چوٹی کے مایہ ناز عالم ہیں وہ ضرور مسلم و بخاری یا صحاح ستہ سے اس کے متعلق بے شمار احادیث نقل فرما کر بھیجیں گے۔ جو آج تک ہم نے دیکھی بھی نہ ہوں گی۔ مگر مولانا موصوف کی طرف سے جو جواب آیا وہ سینے اور سر دھنیے۔ ایک انچ پرچہ پر ایک سطر لکھی تھی۔ جس میں یہ تھا۔

بلوغ المرام صفحہ ۲۱۔

عن وائل ابن حجر انه قال صليت مع النبي ﷺ فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره۔

ترجمہ: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ نے اپنا داہنا ہاتھ مبارک بائیں ہاتھ مبارک پر اپنے سینہ پر رکھا۔☆

اور مولانا موصوف نے زبانی یہ ارشاد کہلا کر بھیجا کہ تفسیر قادری اردو میں بھی لکھا ہے کہ فصل لربك وانحر (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۸ آیت نمبر ۲) کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور نحر یعنی سینے پر نماز میں ہاتھ رکھیں۔

یہ جواب دیکھ کر اور سن کر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی ہمیں صرف یہ افسوس ہے کہ یہ اکابر جو ہم سے ہر مسئلہ میں مسلم بخاری کی حدیث مطالبہ فرماتے ہیں اور صحاح ستہ سے باہر نہیں نکلنے دیتے اور جب اپنی باری آتی ہے تو ایسی روایت پر قناعت فرماتے ہیں جس کا سر نہ پاؤں نہ کوئی اس کی سند نہ کسی مستند کتاب کا حوالہ حافظ الٰہی بخش نے ہمیں بتایا کہ بلوغ المرام کوئی تیس چالیس ورق کا رسالہ ہے۔ جس میں سے یہ حدیث مولوی صاحب نے نقل فرما دی۔ اگر کسی مسئلہ پر ہم ایسے رسالہ سے کوئی حدیث نقل کرتے تو قیامت آجاتی بخاری مسلم کا مطالبہ ہوتا۔

اول تو پتہ نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ضعیف ہے یا کیسی ہے۔ اگر مان لو کہ حدیث صحیح ہے تو حدیث میں یہ بھی ذکر نہیں کہ حضور نے نماز میں سینے پر ہاتھ رکھا بلکہ فوضع کی ت عاطفہ تعقیبیہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کسی حاجت سے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھے رب فرماتا ہے۔

فاذا طعمتم فانتشروا۔

ترجمہ: جب تم کھانا کھاؤ تو چلے جاؤ۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۳)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کھانے کے دوران میں روٹی ہاتھ میں لے چلے جاؤ۔ اس صورت میں یہ حدیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف نہ ہوگی۔ پھر اس حدیث میں اس کا طریقہ مذکور نہ ہوا کہ آیا عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ رکھے یا پہلوانوں کی طرح لہٰذا حدیث مجمل ہے۔ قابل عمل نہیں۔

حاشیہ......☆

☆ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواه الجماعة عن الثوری لم يذكر واحد منهم على صدره غير مومل بن اسماعيل۔

ترجمہ: یعنی ایک جماعت نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی "علی صدرہ" کے لفظ سوائے مومل بن اسماعیل کے ذکر نہیں کیے۔

marfat.com
Marfat.com

آیت کریمہ کے متعلق صرف یہ گزارش ہے کہ انحر کے یہ چھوٹے معنی نہ کسی مرفوع صحیح حدیث میں آئے نہ جمہور مفسرین نے بیان فرمائے۔ سب یہ ہی معنی کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو اور حوالہ کیسی بڑی معتبر تفسیر کا دیا۔ تفسیر قادری اردو جل جلالہ، اگر بفرض محال مان لو تو تمام اہل حدیث حضرات کو چاہئے کہ اب سے نماز میں بجائے سینے کے گلے پر ہاتھ رکھا کریں کیونکہ نحر گلے کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔ جو سینے سے متصل اوپر کی جانب ہے قربانی کو نحر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ذبح کے وقت جانور کا گلا چیرا جاتا ہے۔ نہ کہ سینہ۔ لہٰذا اب ان بزرگوں کو ترقی کر کے سینے سے اوپر گلا پکڑنا چاہئے۔

بہر حال ہم کو مولانا موصوف کے اس جواب پر سخت افسوس ہوا۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان بزرگوں کے پاس سینے پر ہاتھ رکھنے کی کوئی حدیث مسلم بخاری یا صحاح ستہ کی موجود نہیں ان بچاروں کو صحاح ستہ کی حدیث صحیحہ کیا ملتی۔ اس کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف یہ فرمایا۔

و رای بعضهم ان یضعهما فوق السرة ورای بعضهم ان یضعهما تحت السرة و کل ذالك واسع عندهم۔

ترجمہ: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے اوپر رکھے بعض کی رائے یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے ان میں سے ہر ایک جائز ہے ان کے نزدیک۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث ملتی تو ضرور نقل فرماتے۔ صرف علماء کی رائے کا ذکر نہ فرماتے۔

حاشیہ......☆

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مومل بن اسماعیل صدوق وقال البخاری منکر الحدیث۔

ترجمہ: مومل بن اسماعیل سچا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ منکر الحدیث ہے۔

(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

غیر مقلد عبد الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں۔

قلت سلمنا ان مومل بن اسماعیل ضعیف وروایۃ البیھقی ھذہ ضعیفۃ۔

ترجمہ: یعنی میں کہتا ہوں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مومل بن اسماعیل ضعیف ہے اور امام بیہقی کی یہ روایت جس میں یہ راوی ہے ضعیف ہے۔

(ابکار المنن ص ۱۰۹ الجامعہ سلفیہ لائلپور)

امام حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابو حاتم صدوق شدید فی السنة کثیر الخطاء وقال البخاری منکر الحدیث۔

(تہذیب الکمال ج ۲۹ ص ۱۷۸ برقم ۶۳۱۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۳۹ برقم ۶۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

تیسرا باب

نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا

سنت یہ ہے کہ نماز سورہ فاتحہ کے اول بسم اللہ شریف آہستہ پڑھے۔ الحمد للہ سے قرأت شروع کرے۔ مگر غیر مقلد وہابی بسم اللہ بھی اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔ جو بالکل خلاف سنت ہے۔ بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے متعلق بہت احادیث شریفہ ہیں جن میں سے یہاں چند پیش کی جاتی ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳:۔ مسلم و بخاری و امام احمد نے حضرت انس سے روایت کی۔

قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وخلف ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منهم یقراء بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۴۹۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۱۲۸۳۳ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

حدیث نمبر ۴:۔ مسلم شریف نے حضرت انس سے روایت کی۔

وعن انس ان النبی ﷺ وابا بکر وعمر کانوا یفتحون الصلوة بالحمد للہ رب العلمین۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴ رقم الحدیث ۱۲۱۵۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۵ تا ۷:۔ نسائی۔ ابن حبان۔ طحاوی شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احداً منهم یجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ ابوبکر و عمر و عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے نہ سنا رضی اللہ عنہم۔

(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۹۰۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۹۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۱۷۹۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۴۹۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۸ تا ۱۱:۔ طبرانی نے معجم کبیر میں ابونعیم نے حلیہ میں ابن خذیمہ اور طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ وابابکر وعمر وعثمان کانوا یستفتحون القراءة بالحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق باب قراءة بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ج ۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۵۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۴:۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ وابابکر و عمر و عثمان کانوا یستفتحون القراءة بالحمد للہ رب العالمین۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع فرماتے تھے۔

(سنن ابوداؤد باب من لم یر الجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم ج اص ۲۰۷ رقم الحدیث ۷۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شرح معانی الآثار ج اص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارمی ج اص ۳۱۱ رقم الحدیث ۱۲۴۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۵: مسلم شریف نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ وابابکر وعمر وعثمان کانوا یستفتحون القراءة بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول القراءة ولا فی اخرھا۔

ترجمہ: یقیناً نبی کریم ﷺ وابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ سے قرأت شروع فرماتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قراۃ کے شروع میں ذکر کرتے تھے نہ قرأت کے آخر میں۔

(صحیح مسلم ج اص ۱۷۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۵۰ رقم الحدیث ۲۲۴۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۶: ابن ابی شیبہ نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ابن مسعود انہ کان یخفی بسم اللہ الرحمن الرحیم والاستعاذة وربنا لک الحمد۔

ترجمہ: عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ اور ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(جامع الرضوی المعروف صحیح البہاری ج ۲ ص ۳۷۸ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۷: امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال اربع یخفیھن الامام بسم اللہ الرحمن الرحیم وسبحانک اللھم والتعوذ وامین۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سبحانک اللھم۔ اعوذ باللہ۔ اور آمین۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷ رقم الحدیث ۲۵۹۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۲۲۸۹۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ۱۸ تا ۱۹: مسلم ابوداؤد شریف نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوة بالتکبیر والقراۃ بالحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز تکبیر سے شروع فرماتے تھے۔ اور قرأت الحمد للہ سے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ج ۲ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۵۰۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ۲۰: عبدالرزاق نے ابوفاختہ سے روایت کی۔

ان علیاً کان لا یجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم و کان یجھر بالحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھتے تھے الحمد للہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق باب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ج ۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۵۰۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس کے متعلق اور بہت سی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر ہم یہاں صرف بیس حدیثوں پر کفایت کرتے ہیں۔ اگر شوق ہو تو طحاوی اور صحیح البہاری شریف کا مطالعہ فرماویں۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جاوے۔ کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ ان سورتوں کا جز نہیں۔ فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی۔ اور حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ جو اچھا کام بسم اللہ سے شروع نہ ہو تو ناقص ہے تو جیسے برکت کے لئے نمازی قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں۔ مگر آہستہ کیونکہ اعوذ سورۃ کا جز نہیں۔ ایسے ہی برکت کے لئے بسم اللہ پڑھے۔ مگر آہستہ کیونکہ یہ بھی ہر سورۃ کا جز نہیں۔ ہاں سورہ نمل شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ کا جز ہے۔ امام وہاں بلند آواز سے پڑھتا ہے۔ کیونکہ وہ وہاں کی آیت ہے۔ غرضیکہ امام صرف قرآن کریم کو آواز سے پڑھے جو بسم اللہ سورۃ کے اول میں ہے۔ وہ سورۃ کا جز

marfat.com

Marfat.com

نہیں۔لہٰذا آہستہ پڑھنی چاہیئے۔

دوسری فصل ......اس پر اعتراضات وجوابات

اعتراض نمبر ۱:۔ چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورۃ کا جز ہے۔اگر جز نہ ہوتی تو قرآن میں لکھی نہ جاتی۔قرآن کریم میں صرف آیات قرآنیہ لکھی گئیں۔غیر قرآن نہ لکھا گیا۔لہٰذا جیسے اور آیتیں بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔ویسے ہی بسم اللہ بھی اونچی آواز سے پڑھنی چاہیئے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ بسم اللہ ہر سورۃ کا جز نہیں کیونکہ ہر سورۃ کے ساتھ نازل نہیں ہوئی۔چنانچہ شروع بخاری شریف باب کیف کان بدء الوحی میں سب سے پہلی وحی کے متعلق روایت کی ہے۔کہ جبریل آمین نے حضور کی خدمت میں عرض کیا اقرأ پڑھو حضور ﷺ نے فرمایا۔ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں پھر عرض کیا اقرأ حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔آخر میں عرض کیا۔اقرأ باسم ربک الذی خلق الخ غرضیکہ پہلی وحی یہ ہے۔جس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں معلوم ہوا کہ سورتوں کے اول میں بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی دوسرے یہ کہ اگر بسم اللہ ہر سورۃ کا جز وہوتی تو سورۃ کے اوپر علیحدہ کر کے لمبے حروف سے نہ لکھی جاتی بلکہ جیسے اور آیتیں ملی ہوئی لکھی گئی ہیں۔ایسے ہی بسم اللہ تمام آیتوں کے ساتھ لکھی جاتی۔دیکھو سورۃ نمل شریف میں بسم اللہ سورۃ کا جز ہے تو وہاں علیحدہ امتیازی شکل میں نہ لکھی گئی بلکہ تمام آیات کے ساتھ تحریر ہوئی۔معلوم ہوا کہ سورتوں کے اول میں بسم اللہ کا امتیازی شکل میں علیحدہ لکھنا فاصلہ کے لئے ہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ طحاوی شریف میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ کان یصلی فی بیتها فیقرأ بسم الله الرحمن الرحیم الحمدلله۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ میرے گھر میں نماز پڑھتے تھے۔تو پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ۔

(شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نماز میں بسم اللہ آواز سے پڑھتے تھے۔ورنہ ام سلمہ کیسے سن لیتیں۔

جواب:۔ اس حدیث میں آواز کا ذکر نہیں۔صرف بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ہم بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھے۔مگر آہستہ پڑھے ظاہر یہی ہے کہ حضور ﷺ اس موقع پر آہستہ ہی پڑھتے تھے۔یہ نماز جو حضور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پڑھتے تھے۔فرض نماز نہ تھی۔نفل تھی۔فرض تو مسجد میں جماعت سے پڑھتے تھے نفل میں قرأت قرآن آہستہ ہوتی ہے۔لہٰذا یہاں بسم اللہ بھی آہستہ تھی اور الحمدللہ بھی آہستہ۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حضور ﷺ کے قریب ہوتی تھیں۔اس لئے حضور ﷺ کی آہستہ آواز شریف سن لیتی تھیں آہستہ قرأت میں بھی اتنی آواز چاہیئے کہ برابر والا سن لے ورنہ وہ قراۃ نہ ہوگی تفکر ہوگا لہٰذا اس حدیث سے آپ کا مدعی ہونا ثابت نہیں۔

اعتراض نمبر ۳:۔ ترمذی شریف میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

کان النبی ﷺ یفتتح صلوته ببسم الله الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: حضور ﷺ اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرماتے تھے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ افسوس ہے کہ آپ نے ترمذی کا یہ مقام آگے نہ دیکھا فرماتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

من الحدیث لیس اسنادہ بذاک۔

ترجمہ: یہ ایسی حدیث ہے جس کی اسناد کچھ بھی نہیں۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

افسوس ہے کہ ہماری پیش کردہ حدیثوں کو بلاوجہ ضعیف کر کے رد کرتے ہو اور خود ایسی حدیث پیش کر رہے ہو۔ جس کا سرانہ پتہ دوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لو تو بھی اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر نہیں۔ صرف یہ کہ نماز بسم اللہ سے شروع فرماتے تھے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ مگر آہستہ تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہوں کیونکہ صلوۃ فرمایا نہ کہ قرأت۔

اعتراض نمبر ۴:۔ طحاوی شریف نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی سے روایت کی۔

صلیت خلف عمر فجهر بسم الله الرحمن الرحیم و کان یجهر ابی ببسم الله الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھی میرے والد بھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ حدیث تمام ان مشہور احادیث کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں بخاری مسلم وغیرہ کی احادیث ہیں۔ جن سے بہت قوت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت خلفاء راشدین الحمد للہ سے قرأت شروع کرتے تھے۔ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث مشہورہ کے مقابل حدیث شاذ قابل عمل نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے اندر سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد الحمد سے پہلے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز ختم فرما کر دعا سے پہلے برکت کے لئے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے۔ پھر دعا فرماتے تھے اس صورت میں یہ حدیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف نہیں جہاں تک ہو سکے احادیث میں مطابقت کرنی چاہیے۔ تیسرے یہ کہ سورۃ سے پہلے بسم اللہ کا اونچی آواز سے پڑھنا اس لئے ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے اور سورۃ کا جز ہونا قطعی یقینی حدیث سے ہو سکتا ہے نہ کہ حدیث واحد سے۔ آپ کی پیش کردہ حدیث خبر واحد ہے جو یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں افسوس یہ ہے کہ ہم آہستہ بسم اللہ کے لئے بخاری و مسلم کی روایات پیش کریں۔ اور آپ اس کے مقابل طحاوی شریف کی آڑ لیں۔ حالانکہ طحاوی شریف پر آپ کا اعتماد نہیں۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

چوتھا باب

امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے

امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن شریف پڑھنا سخت منع ہے مگر غیر مقلد وہابی مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض جانتے ہیں۔اس ممانعت پر قرآن کریم احادیث شریفہ۔اقوال صحابہ کبار عقلی دلائل بے شمار ہیں۔لہٰذا ہم اس باب کی دو فصلیں کرتے ہیں۔پہلی فصل میں اس ممانعت کا ثبوت اور دوسری فصل میں اسی پر سوالات مع جوابات رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل

امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن کی تلاوت کرنا منع ہے۔خاموش رہنا ضروری ہے دلائل ملاحظہ ہوں قرآن شریف فرماتا ہے۔

واذا قری ء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

ترجمہ: اور جب قرآن شریف پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ رحم کیے جاؤ۔

(سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴)

خیال رہے کہ شروع میں اسلام میں نماز میں دنیاوی بات چیت بھی جائز تھی اور مقتدی قرأت بھی کرتے تھے۔بات چیت تو اس آیت سے منسوخ ہوئی۔

وقوموا لله قنتين۔

ترجمہ: اور کھڑے ہو اللہ کے لئے اطاعت کرتے ہوئے (خاموش)

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۸)

چنانچہ مسلم نے باب تحريم الكلام في الصلوة اور بخاری نے باب ماينهى من الكلام في الصلوة میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال كنا نتكلم في الصلوة يكلم الرجل صاحبه وهو الى جنبه في الصلوة حتى نزلت وقوموا لله قنتين فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام۔ (لفظ للمسلم)

ترجمہ: ہم لوگ نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے ہر ایک اپنے ساتھی سے نماز کی حالت میں گفتگو کر لیتا تھا۔یہاں تک کہ یہ آیت اتری وقوموا للہ الخ۔پس ہم کو حکم دیا گیا خاموش رہنے کا اور کلام سے منع فرما دیا گیا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر نماز میں کلام تو منع ہو گیا۔مگر تلاوت قرآن مقتدی کرتے تھے۔جب یہ آیت اتری تو مقتدی کو تلاوت بھی ممنوع ہو گئی۔

و اذا قری القرآن فاستمعوا الخ۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو غور سے سنو اور چپ رہو۔

(سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴)

چنانچہ تفسیر مدارک شریف میں اسی آیت واذا قری ء کی تفسیر میں ہے۔

وجمهور الصحابة على انه في استماع المؤتم۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: عام صحابہ کرام کا فرمان یہ ہے کہ یہ آیت مقتدی کے قرأت امام سننے کے متعلق ہے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

تفسیر خازن میں اسی آیت واذا قری ء کی تفسیر میں ایک روایت یہ نقل فرمائی۔

وعن ابن مسعود انہ سمع ناسا یقرء ون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقھوا واذا قری ء القرآن۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا ابھی تک یہ وقت نہ آیا کہ تم اس آیت کو سمجھو واذا قری ء القرآن الخ۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس شریف میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

واذا قری ء القرآن فی الصلوۃ المکتوبۃ فاستمعوا لہ الی قراء تہ والصتو القراء تہ۔

ترجمہ: جب فرض نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس کی قرأت کو کان لگا کر سنو اور قرآن پڑھے جاتے وقت خاموش رہو۔

(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۸۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اول اسلام میں امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرتے تھے اس آیت مذکورہ کے نزول کے بعد امام کے پیچھے قرأت منسوخ ہوگئی اب احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱:۔ مسلم شریف باب سجود التلاوۃ میں عطاء ابن یسار سے مروی ہے۔

انہ سال زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شئی۔

ترجمہ: انہوں نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ بالکل قرأت جائز نہیں۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۴۰۶ رقم الحدیث ۵۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الافتتاح باب ترک السجود فی النجم ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۹۶۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۱۰۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۱۹۵۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۲۷۳۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۲:۔ مسلم شریف باب التشہد میں ہے۔

فقال لہ ابوبکر فحدیث ابی ھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی واذا قری ء فانصتوا۔

ترجمہ: ابوبکر نے سلمان سے پوچھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کیسی ہے تو آپ نے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے یعنی یہ حدیث کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو بالکل صحیح ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ ج ۱ ص ۳۰۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۲۷۰۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۳:۔ ترمذی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: جو کوئی نماز پڑھے اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو (یعنی تب نہ پڑھے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جھر الامام بالقراءۃ ج ۱ ص ۳۴۶-۳۴۷ رقم الحدیث ۳۱۲-۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی القرآن ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۱۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۲۷۴۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۷ رقم الحدیث ۳۶۲۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۷۴۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۴:۔ نسائی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا......۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن نسائی باب تاویل قول عزوجل واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ج ۲ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۹۲۱ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

ہم حدیث نمبر ۲ میں مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ ج ۱ ص ۳۰۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۲۷۰۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۵:۔ طحاوی شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ۔

ترجمہ: جس کا کوئی امام ہو تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۶ تا ۱۰:۔ امام محمد نے موطا شریف میں امام ابو حنیفہ عن موسیٰ ابن ابی عائشہ عن عبد اللہ ابن شداد عن جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے۔

ان النبی ﷺ قال من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ قال محمد ابن منیع وابن الهمام هذا الاسناد صحیح علی شرط الشیخین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کا امام ہو تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے محمد ابن منیع اور امام ابن ہمام نے فرمایا کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ اور مسلم اور بخاری کی شرط پر ہے۔

(موطا امام محمد باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ص ۹۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (جامع المسانید لابی حنیفہ للخوارزمی ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۰۵۰ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (طبرانی الاوسط ج ۸ ص ۴۳ رقم الحدیث ۷۹۰۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

یہ حدیث امام احمد۔ ابن ماجہ۔ دار قطنی۔ بیہقی نے بھی روایت کی۔ (صحیح البہاری)

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹ رقم الحدیث ۱۴۶۸۴ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۷۲۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۱:۔ طحاوی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صلی رسول اللہ ﷺ ثم اقبل بوجهه فقال اتقرء ون والامام یقرء فسکتوا فسالهم ثلثاً فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر صحابہ پر متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ کیا امام کی قرأت کی حالت میں تم تلاوت کرتے ہو۔ صحابہ خاموش رہے حضور ﷺ نے تین بار یہ سوال فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا ہاں فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۲:۔ طحاوی شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

من قرء خلف الامام فلیس علی فطرۃ۔

ترجمہ: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ دین فطرت پر نہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۲۸۰۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۷۸۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۱۳:۔ دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہ قال قال رجل للنبی ﷺ اقرء خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیك۔

ترجمہ: ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میں امام کے پیچھے تلاوت کروں یا خاموش رہوں فرمایا خاموش رہو۔ امام تیرے لئے کافی ہے۔

(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۴:۔ دار قطنی نے حضرت شعبی سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال لاقراء ۃ خلف الامام۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تلاوت جائز نہیں۔

(سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۵:۔ بیہقی نے قرأت کی بحث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال کل صلوۃ لم یقرء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام۔

ترجمہ: انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جاوے وہ ناقص ہے ماسوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۵ مطبوعہ دہلی)

حدیث نمبر ۱۶:۔ امام محمد موطاء میں عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الامام حجر۔

ترجمہ: جو امام کے پیچھے تلاوت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(موطاء امام محمد باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۲۸۰۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ۱۸ تا ۲۴:۔ امام طحاوی نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود۔ زید ابن ثابت۔ عبد اللہ ابن عمر۔ عبد اللہ ابن عباس۔ جابر ابن عبد اللہ۔ حضرت علقمہ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت عمر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مکمل اسنادوں سے روایات پیش کیں کہ یہ تمام حضرات امام کے پیچھے قرأت کے سخت خلاف تھے ان میں سے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں آگ ہو۔ کوئی فرماتے ہیں اس کے منہ میں پتھر ہو کوئی فرماتے ہیں وہ فطرت کے خلاف ہے اگر ہمیں اس رسالہ کے بڑھ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ تمام روایات یہاں نقل کرتے ان کے علاوہ قرأت خلف الامام کے خلاف بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں سے ہم نے صرف ۲۴ پر کفایت کی اگر کسی کو ان کے مطالعہ کا شوق ہو تو طحاوی شریف۔ موطاء امام محمد۔ صحیح البہاری۔ ہمارا حاشیہ بخاری نعیم الباری وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے۔

حاشیہ......☆

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ کے مرض وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وہاں سے قراءت شروع کی جہاں تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محمد بن یزید ابوعبداللہ ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

واخذ رسول اللہ ﷺ من القراءۃ من حیث کان بلغ ابوبکر۔

ترجمہ: وہیں سے آپ ﷺ نے قراءت شروع کی جہاں تک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قراءت فرما چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۹۱ رقم الحدیث ۱۲۳۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقراء من المکان الذی بلغ ابوبکر من السورۃ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے سورت کے اس مقام سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۷۸۵ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فاستفتح النبی ﷺ من حیث انتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ من القرآن۔

ترجمہ: اور حضور ﷺ نے قرآن کے اس حصہ سے قراءت شروع کی جس تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۸۱ رقم الحدیث ۴۸۵۷ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

یہ حدیث مبارکہ بالکل صحیح ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ کی پوری سورہ فاتحہ رہ گئی تھی یا اس سے اکثر حصہ رہ گیا تھا اس لیے کہ حضور ﷺ شدید بیمار تھے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز شروع فرما چکے تھے جہاں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی وہیں سے حضور ﷺ نے قراءت کی ابتدا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پوری سورہ فاتحہ کسی نے نہیں پڑھی۔ اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ فرض ہوتی تو حضور ﷺ کی یہ نماز نہ ہوتی آپ ﷺ اسے باطل قرار دے کر اس کا اعادہ فرماتے۔

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ باب قائم کرتے ہیں۔

باب من ادرک الامام قبل اقامۃ صلبہ فقد ادرک الصلاۃ۔

......عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے امام کو پشت سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا۔

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۴۶ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی بکرۃ انہ دخل المسجد والنبی ﷺ راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال النبی ﷺ زادک اللہ حرصا ولا تعد۔

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ رکوع میں چلے گئے تھے چنانچہ صف میں ملنے سے

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

پہلے ہی وہ رکوع میں چلے گئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ صف میں مل گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۴۱۵ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح البخاری کتاب صفۃ الصلاۃ باب جہر الماموم بالتامین ج ۱ ص ۲۷۱ رقم الحدیث ۷۵۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن بن عمر انه كان يقول من ادرك الامام راكعا فركع قبل ان يرفع الامام راسه فقد ادرك تلك الركعة۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۴۱۳ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا اس کے رکوع میں شریک ہونے سے پہلے امام فاتحہ پڑھ چکا ہوگا کیونکہ امام فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع میں جاتا ہے۔ لیکن باوجودیکہ اس نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی یہ رکعت ہوگئی۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تھی اور رکوع میں شامل ہو گئے لیکن حضور ﷺ نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ تم نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔ ورنہ اس شخص کی یہ رکعت نہ ہوتی۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابي هريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معي احد منكم آنفا؟ فقال رجل نعم يارسول الله قال انى اقول مالى انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه رسول الله ﷺ من الصلوات بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ۔ قال وفى الباب عن بن مسعود وعمران بن حصين وجابر بن عبدالله قال ابوعيسى هذا حديث حسن۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قرأت کی تھی؟ ایک شخص نے عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے تھے۔
(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر الامام بالقراءۃ ج ۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹ رقم الحدیث ۳۱۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب من کرہ القراءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جہر الامام ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۸۲۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الافتتاح باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جہر بہ ج ۲ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۹۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا باب اذا قراء الامام فانصتوا ج ۱ ص ۲۷۶ رقم الحدیث ۸۴۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (موطاء امام مالک کتاب الصلاۃ باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ ج ۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۱۹۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال صلى النبى ﷺ الظهر فقرأ رجل خلفه (سبح اسم ربك الاعلى) فلما صلى قال من قرأ (سبح اسم ربك الاعلى) قال رجل انا قال قد علمت ان بعضكم قد خالجنيها۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے (سبح اسم ربك الاعلى) پڑھا۔ جب آپ ﷺ نماز ادا فرما چکے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا اس سورہ کو کس شخص نے پڑھا ایک

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

شخص نے عرض کیا میں نے! آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الافتتاح باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جہر بہ ج ۲ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۹۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۷۷۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض) (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۲۸۰۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام محمد بن یزید ابو عبداللہ ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا باب اذا قراء الامام فانصتوا ج ۱ ص ۲۷۶ رقم الحدیث ۸۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن نافع رضی اللہ عنہ ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کان اذا سئل ھل یقرا احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرا۔ قال و کان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لا یقرأ خلف الامام۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قراءت کرے گا تو انہوں نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو خود قراءت کرے۔ نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(موطا امام مالک کتاب النداء بالصلاۃ باب القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ ج ۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۱۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال علمنا رسول اللہ ﷺ قال اذا قمتم الی الصلاۃ فلیومکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے۔ اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن القراءۃ خلف الامام قال واخبرنی اشیاخنا ان علیا رضی اللہ عنہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ۔ قال واخبرنی موسی بن عقبۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ وابابکر وعمر وعثمان کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الامام۔

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور ہمارے مشائخ نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کی نماز ہی نہیں جو امام کی اقتداء میں قراءت کرے اور

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۱۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر قال حدثنا ابن عیینة عن الزهری عن ابی اکیمة قال سمعت ابا هریرة یقول صلی رسول الله ﷺ صلاة یظن انها الصبح فلما قضاها قال قرأ منکم احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع فی القرآن۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی آپ نے فرمایا پڑھانے کے بعد فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا جی! میں نے پڑھا ہے آپ نے فرمایا میں (دل میں) کہہ رہا تھا کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھینچ رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۷۷۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۲۷۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن عبدالله بن مسعود قال کانوا یقرؤون خلف النبی ﷺ فقال خلطتم علی القرآن۔ رواه احمد ابویعلی والبزار ورجال احمد رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۷۷۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۰۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وکیع عن قتادة عن قیس عن ابی نجاد عن سعد قال وددت ان الذی یقراء خلف الامام فی فیه جمرة۔

ترجمہ: ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۷۸۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یزید بن هارون عن اشعث عن مالک بن عمارة قال سالت لا ادری کم رجل من اصحاب عبدالله کلهم یقولون لا یقرا خلف امام منهم عمرو بن میمون۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۳۷۹۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراء ة خلف الامام من السنة۔

ترجمہ: امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۳۷۹۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

عقل بھی چاہتی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے تلاوت نہ کرے چند وجوہ سے۔(۱) نماز میں جیسے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ایسے ہی سورۃ ملانی بھی ضروری ہے مسلم شریف میں ہے۔

لاصلوۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعداً

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ اور کچھ اور نہ پڑھے۔

(سنن نسائی باب ایجاب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلاۃ ج ۲ ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۹۱۱ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ نہ پڑھے تو چاہیئے کہ سورہ فاتحہ بھی نہ پڑھے کہ جیسے سورۃ میں امام کی قرأت کافی ہے۔ایسے ہی سورہ فاتحہ میں بھی کافی ہے۔

(۲) جو کوئی رکوع میں امام کے ساتھ مل جاوے اسے رکعت مل جاتی ہے۔اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنی لازم ہوتی تو اسے رکعت نہ ملنی چاہیئے تھی۔دیکھو اگر یہ شخص تکبیر تحریمہ نہ کہے یا تکبیر تحریمہ کے ساتھ ایک تسبیح کے بقدر قیام نہ کرے بلکہ سیدھا رکوع میں چلا جاوے تو اسے رکعت نہ ملے گی کیونکہ تکبیر تحریمہ اور قیام مقتدی پر فرض ہے تو ایسے ہی اگر اس پر سورۃ فاتحہ فرض ہوتی تو اس کے بغیر رکعت نہ ملتی۔معلوم ہوا کہ امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔جب اس مقتدی کے لئے قرأت ساقط ہوگئی تو چاہیئے کہ دوسرے مقتدیوں سے بھی ساقط ہو۔

(۳) اگر مقتدی پر قرأت فاتحہ بھی ہو اور آمین بھی تو بتاؤ کہ اگر امام مقتدی سے پہلے سورہ فاتحہ سے فارغ ہو جاوے تو یہ مقتدی جو ابھی فاتحہ کے بیچ میں ہے آمین کہے یا نہ کہے تو اپنی فاتحہ ختم کر کے بھی آمین کہے یا نہ کہے جو بھی جواب دو حدیث دکھا دو۔نہ دو آمین جائز ہیں۔نہ فاتحہ کے بیچ میں آمین درست ہے۔

(۴) اگر مقتدی فاتحہ کے بیچ میں ہو اور امام رکوع میں چلا جاوے تو بتاؤ یہ مقتدی آدھی فاتحہ چھوڑ دے یا رکوع چھوڑ دے۔جو بھی جواب دو حدیث دکھاؤ اپنی عقل و قیاس سے جواب نہ دینا۔مشرق و مغرب کے علماء اہلحدیث کو اعلان عام ہے کہ ان سوالات نمبر ۲۔۳۔۴ کے جوابات تمام حضرات مل کر مشورہ کر کے دیں۔مگر شرط یہ ہے کہ حدیث صریح سے دیں محض اپنی رائے شریف سے نہ دیں۔انشاءاللہ نہ دے سکیں گے تو چاہیئے کہ ضد چھوڑیں اور احناف کی طرح حکم قرآن و حدیث پر عمل کریں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کریں۔

(۵) شاہی دربار میں جب کوئی وفد جاتا ہے تو دربار کے آداب سب بجالاتے ہیں۔مگر عرض و معروض سب نہ کریں گے جو نمائندہ ہوگا وہ ہی کرے گا۔ایسے ہی باجماعت نمازی رب کی بارگاہ میں وفد کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں تو تکبیر۔تسبیح۔تشہد وغیرہ سب پڑھیں کہ یہ اس دربار کا سلامی مجرا ہے سب ادا کریں۔مگر تلاوت قرآن جو عرض و معروض ہے۔صرف قوم کا نمائندہ کرے یعنی امام۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر سوالات و جوابات

اس مسئلہ پر غیر مقلدین اب تک جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں ہم بفضلہ تعالیٰ ہر ایک نقل کر کے سب کے جوابات علیحدہ علیحدہ دیتے ہیں اور جس سلیقے سے ان کے سوالات ہم نقل کر رہے ہیں۔انشاءاللہ اس طریقہ سے وہ بھی نہ کر سکیں گے۔رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

اعتراض نمبر۱:۔ آیۃ کریمہ واذا قری ء القرآن (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴) میں قرآن سے مراد جمعہ کا خطبہ ہے۔نہ کہ مقتدی کی نماز جیسا کہ بعض مفسرین نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا۔لہٰذا خطبہ جمعہ کے وقت خاموشی ضروری ہے مگر مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا منع نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

جواب: یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکیہ ہے۔سورہ اعراف کی آیت ہے اور جمعہ کی نماز و خطبہ مدینہ منورہ میں بعد ہجرت شروع ہوئے پھر اس آیت میں خطبہ مراد کیسے ہو سکتا ہے۔دوسرے یہ کہ اگر بفرض محال مان لو تب بھی چونکہ آیت میں خطبہ کی قید نہیں صرف قرأت قرآن کا ذکر ہے لہٰذا یہ حکم سب کو شامل ہے۔کیونکہ آیت کے عموم کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ شان نزول کی خصوصیت کا۔تیسرے یہ کہ جب خطبہ میں لوگوں کو بولنا حرام ہے حالانکہ سارا خطبہ قرآن نہیں بلکہ اس میں ایک دو آیات قرآن کی پڑھی جاتی ہیں۔تو امام کے پیچھے جبکہ سارا قرآن ہی بڑھا جارہا ہے۔خاموشی کیوں ضروری نہ ہوگی۔تعجب ہے کہ آپ خطبہ جمعہ میں تو خاموشی ضروری کہتے ہیں۔اور امام کے پیچھے نہیں۔

اعتراض نمبر۱: آیت کریمہ واذا قری میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے جو حضور ﷺ کی تلاوت کے وقت شور مچاتے تھے اور آیت کا منشا یہ ہے کہ قرآن پڑھتے وقت دنیاوی باتیں کر کے شور نہ کیا کرو لہٰذا سورہ فاتحہ پڑھنا اس میں داخل نہیں۔

جواب: یہ بھی غلط ہے۔آیت میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے۔کیونکہ کفار پر کوئی عبادت واجب نہیں۔جب تک ایمان نہ لائیں۔قرآن سننا بھی عبادت ہے۔یہ ان پر بغیر ایمان لائے کیسے واجب ہوگی۔دوسرے یہ کہ آیت کریمہ کے آخر میں ہے۔لعلکم ترحمون (پارہ۹ سورہ۷ آیت نمبر۲۰۴) تا کہ تم پر رحمت کی جاوے۔قرآن سننے سے رحمت صرف مسلمانوں پر آتی ہے۔کافر ایمان کے بغیر کوئی بھی نیکی کرے۔رحمت کا مستحق نہیں رب فرماتا ہے۔

منهم من يستمع اليك وجعلنا على قلوبهم اكنة۔

ترجمہ: یعنی بعض کفار آپ کی طرف کان لگاتے ہیں ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے۔

(پارہ۷ سورہ۶ آیت نمبر۲۵)

دیکھو کفار کا کان لگانا مفید نہ ہوا۔اور فرماتا ہے۔

وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلنه هباء منثوراً۔

ترجمہ: اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے۔ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک غبار کے ریزوں کی طرح بنا دیا۔

(پارہ۱۹ سورہ۲۵ آیت نمبر۲۳)

اگر کافر سارا قرآن حفظ بھی کرے اور روزانہ تلاوت بھی کیا کرے۔تب بھی ثواب کا مستحق نہیں بغیر وضو نماز درست نہیں۔بغیر ایمان کوئی عبادت قبول نہیں دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ وانصتوا خاموش رہو۔خاموشی کے معنی یہ ہیں کہ نہ بات کرو نہ کچھ پڑھو اگر سورہ فاتحہ پڑھتے رہے تو خاموشی کہاں ہوئی غرضیکہ یہ آیت نہ تو کفار کے حق میں نازل ہوئی نہ خطبہ جمعہ کے لئے، نمازیوں کو امام کے پیچھے قرأت سے روکنے کے لئے نازل ہوئی چنانچہ بیہقی شریف میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔

قال كان رسول الله ﷺ يقرء في الصلوة فسمع قراءة فتى من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن۔ (بہاری)

ترجمہ: حضور ﷺ نماز میں قرأت فرمارہے تھے کہ آپ نے ایک انصاری جوان کی قرأت سنی۔تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی واذا قری۔

(سنن الکبری للبیہقی ج۲ ص۱۵۵ رقم الحدیث ۲۷۰۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (تفسیر ابن جریر ج۹ ص۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اسناد کے ساتھ معاویہ ابن قرہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مغفل صحابی رسول سے اس آیت کے نزول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

قال انما نزلت هذه الآية واذا قرئ القرآن الخ في القراءة خلف الامام اذا قرء الامام فاستمع له وانصت۔ (بہاری)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: یہ آیت واذا قری ال‌خ امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق نازل ہوئی لہٰذا جب امام قرأت کرے تو تم کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(الدر المنثور فی تفسیر الماثور ج ۳ ص ۶۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعتراض نمبر ۳:۔ اگر تلاوت قرآن کے وقت سب کو خاموش رہنے کا حکم ہو تو مصیبت آجاوے گی۔ آج ریڈیو پر تلاوت قرآن ہوتی ہے جو تمام ملک میں سنی جاتی ہے۔ تو سب کو کاروبار کلام سلام حرام ہو جاوے گا۔ امام تراویح پڑھا رہا ہے ایک آدمی آیا جس نے ابھی فرض نہیں پڑھے وہ اس ہی مسجد میں فرض عشاء پڑھتا ہے۔ جہاں قرأت کی آواز آرہی ہے۔ یہ بھی حرام ہوگا۔ غرضیکہ یہ معنی امت کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہیں (موجودہ وہابی)۔

جواب:۔ ساری امت کا اجماع ہے کہ تلاوت قرآن سننا فرض کفایہ ہے نہ کہ فرض عین اگر قاری کی قرأت ایک مسلمان بھی سن رہا ہے تو کافی ہے جیسے نماز جنازہ کہ اگرچہ سب پر فرض ہے مگر ایک کے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہو گئے امام کے پیچھے سب مقتدی ایک شخص کے حکم میں ہیں۔ جیسے نماز جنازہ کی جماعت لہٰذا مقتدیوں میں سے تو کوئی کلام سلام۔ تلاوت نہیں کر سکتا۔ غیر مقتدی کے لئے ان مقتدیوں کا سن لینا کافی ہے۔ ہاں اگر سب لوگ کاروبار میں لگے ہوں کوئی نہ سن رہا ہو تو بلند آواز سے تلاوت منع ہے ایسے ہی ایک مجلس میں چند لوگوں کا بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا منع ہے یا تو ایک تلاوت کرے باقی سنیں یا سب خاموشی سے پڑھیں۔ اس کی تحقیق شامی وغیرہ کتب فقہ میں دیکھو۔ لہٰذا نہ کوئی آفت ہے نہ مصیبت۔

اعتراض نمبر ۴:۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مکتب میں چند بچے ایک ساتھ قرآن شریف بلند آواز سے یاد نہیں کر سکتے پھر بھی مصیبت ہی رہی۔

جواب:۔ وہاں تعلیم قرآن ہے۔ تلاوت قرآن نہیں۔ تلاوت کا سننا فرض ہے نہ کہ تعلیم قرآن کا اس لئے رب نے اذا قری فرمایا اذا تعلم نہ فرمایا دیکھو رب فرماتا ہے۔

فاذا قراء ت القرآن فاستعذ باللہ۔

ترجمہ: جب تم قرآن پڑھو تو اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۹۸)

تلاوت قرآن پر اعوذ پڑھنا چاہیے۔ مگر جب شاگرد استاد کو قرآن سنائے تو اعوذ نہ پڑھے کہ یہ تلاوت قرآن نہیں تعلیم قرآن ہے (شامی وغیرہ) ایسے ہی قرآن کریم خلاف ترتیب چھاپنا منع ہے۔ ترتیل و ترتیب چاہیے۔ مگر بچوں کی تعلیم کے لئے آخری پارہ الٹا چھاپتے بھی ہیں اور انہیں الٹا پڑھاتے بھی ہیں تعلیم و قرأت کے احکام میں فرق ہوتا ہے قرآن نے بھی تلاوت و تعلیم میں فرق کیا رب فرماتا ہے۔

یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴)

وہ نبی مسلمانوں پر آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں۔ اور انہیں قرآن و حکمت سکھاتے ہیں۔ اگر تلاوت اور تعلیم میں فرق نہیں تو یہاں ان دونوں کا ذکر علیحدہ کیوں ہوا۔

اعتراض نمبر ۵:۔ آپ کی پیش کردہ حدیث قراء ۃ الامام لہ قراء ۃ اور حدیث واذا قراء فانصتوا میں لفظ قراء ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا تو ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب امام پڑھے تم خاموش رہو یا پڑھے قرآن یا کچھ اور تو چاہیے کہ امام کے پیچھے سبحان۔ التحیات۔ درود وغیرہ کچھ نہ پڑھا جاوے کیونکہ امام جو پڑھ رہا ہے (موجود غیر مقلد وہابی)۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر ایسے ہی لفظوں کے معنوی معنی کیے گئے تو آپ کو مصیبت پڑ جاوے گی۔ آپ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ حدیث کے معنی ہیں۔ بات چیت یا قصہ کہانی۔ رب فرماتا ہے۔

فبای حدیث بعدہ یومنون۔

ترجمہ: اس کے بعد اب کس بات پر ایمان لاؤ گے۔

(پارہ۲۹سورہ۷۷آیت نمبر۵۰)

اور فرماتا ہے:

فجعلنھم احادیث۔

ترجمہ: ہم نے ان قوموں کو قصے کہانیاں بنادیا۔

تو اہل حدیث کے معنی یا تو ہوئے باتیں بنانے والا یکی یا قصے کہانیاں ناول پڑھنے سنانے والا جناب یہاں حدیث کے اصطلاحی معنی مراد ہیں۔ فرمان رسول اللہ ﷺ۔ وحی کے لغوی معنی ہیں۔ اشارہ اسلام کے معنی ہیں فرماں برداری کلمے کے معنی ہیں لفظ ان تمام معنی میں یہ الفاظ قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ کہواب کہاں جاؤ گے سارا اسلام ہی ختم اور قرآن مراد ہوتی ہے ہم کہتے ہیں نماز کے چھ رکن ہیں۔ تکبیر تحریمہ۔ قیام۔ قرأت۔ رکوع۔ سجدہ۔ التحیات میں بیٹھنا تو یہاں قیام کے معنی ناچنے کے لئے کھڑا ہونا۔ اور قرأت کے معنی ناول پڑھنا نہیں ذرا سمجھ سے بات کیا کرو کیا اتنی سمجھ پر حدیث رسول سمجھنے کا دعویٰ ہے۔

گر ہمیں مکتب ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

اعتراض نمبر۶:۔ مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لاصلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب۔

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

(صحیح البخاری ج۱ص۲۶۳رقم الحدیث۷۲۳مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز بالکل صحیح نہیں ہوتی۔ جیسے قیام و رکوع وغیرہ دوسرے یہ کہ سب پر فرض ہے۔ نمازی اکیلا ہو۔ یا امام یا مقتدی حدیث میں کوئی قید نہیں۔

جواب:۔ اس کے تین جواب ہیں۔ دو الزامی ایک تحقیقی پہلا جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ حدیث امام مسلم نے اس طرح نقل فرمائی۔

لا صلوۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدا۔

ترجمہ: اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

اور موطاء امام مالک میں یہ ہی حدیث اس طرح ہے۔

لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب والسورۃ۔

ترجمہ: نماز نہیں ہوتی مگر سورہ فاتحہ سے اور ایک اور سورۃ سے۔

آپ کو چاہئے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ بھی فرض جانو اور سورۃ ملانا بھی کیا۔ بعض حدیثوں پر ایمان ہے بعض کا انکار ہے۔

دوسرا جواب الزامی یہ ہے۔ تمہاری پیش کردہ حدیث قرآن کے بھی خلاف ہے اور ان حدیثوں کے بھی جو ہم نے پہلی فصل میں پیش

marfat.com
Marfat.com

کیں بلکہ تمہارے بھی مخالف ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

فاقرء وا ما تیسر من القرآن۔

ترجمہ: جس قدر قرآن آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۳ آیت نمبر ۲۰)

پھر سورہ فاتحہ پڑھنا کیسے فرض ہو سکتا ہے۔ نیز فرماتا ہے۔

واذا قری ء القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآیة۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۴)

پھر مقتدی امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس حکم ربانی کی مخالفت کیسے کرے ہم بہت احادیث بیان کر چکے ہیں۔ جن میں ارشاد ہوا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو وغیرہ۔

تم بھی کہتے ہو کہ جو رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا اسے رکعت مل گئی اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض تھی تو اس کے بغیر رکعت کیسے مل گئی۔ اس پر وضو و طہارت تکبیر تحریمہ۔ قیام فرض رہا کہ اگر ان میں سے کچھ بھی چھوڑ کر رکوع میں شامل ہو جاوے تو نماز نہ پائے گا۔ سورۃ فاتحہ کیسے معاف ہو گئی وہ فرض تھی۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس حدیث کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جس سے قرآن و حدیث میں مخالفت نہ رہے احادیث آپس میں ٹکرا نہ جائیں کوئی اعتراض بھی نہ پڑے وہ یہ کہ لاصلوۃ میں لانفی جنس ہے جس کا اسم تو ہے۔ صلوۃ خبر پوشیدہ ہے یعنی ''کامل'' مطلب یہ ہوا کہ نماز بغیر سورہ فاتحہ کامل نہیں ہوتی مطلق قرأت بحکم قرآن فرض ہے اور سورۃ فاتحہ بحکم حدیث واجب جیسے۔

لاصلوۃ الا بحضور القلب۔

ترجمہ: نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب سے جو مسجد کے قریب رہتا اس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں۔

ان دونوں حدیثوں میں لاصلوۃ سے کمال نماز کی نفی ہے نہ کہ اصل نماز کی ایسے ہی یہاں پھر لم یقرا قراۃ حکمی و حقیقی دونوں کو شامل ہے کہ امام اور اکیلے نمازی پر حقیقۃً فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر حکماً کہ امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔ ہماری پیش کردہ احادیث اس حدیث کی تفسیریں ہیں۔ یا یہ حدیث عام ہے۔ اور ہماری پیش کردہ احادیث اس کی تخصیص کرتی ہیں جنہوں نے مقتدی کو اس حکم سے خاص کر دیا۔

اعتراض نمبر ۷: ۔ ترمذی شریف میں حضرت عبادہ ابن صامت سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

قال الی اراکم تقرء ون وراء امامکم قال قلنا بلی قال لا تقرء و الا بام القرآن۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے خیال میں تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا۔ سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۱۶۔۱۱۷ رقم الحدیث ۳۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث میں صراحۃً ارشاد ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے اور دوسری سورت نہ پڑھے یہ ہی ہم کہتے ہیں۔ عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ابو داؤد۔ نسائی۔ بیہقی میں بھی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے کیوں جناب جب مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے تو اس مقتدی کو یہ رکعت بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کیسے مل گئی۔ اس کا جواب سوچو جو تم جواب دو گے وہ ہی ہمارا جواب ہوگا۔

دوسرے یہ کہ صرف عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع نقل ہے۔ جس میں حضور ﷺ نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا حکم دیا لیکن اس کے خلاف حضرت جابر۔ علقمہ۔ عبداللہ ابن مسعود۔ زید ابن ثابت۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمر۔ حضرت علی وعمر سے بکثرت روایات منقول ہیں۔ جن میں سے کچھ روایتیں ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے اور طحاوی شریف صحیح البہاری شریف میں بہت زیادہ منقول ہیں تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حدیث واحد ہے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ روایات حدیث مشاہیر ہیں لہٰذا انہیں ترجیح ہے۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث عبادہ قرآن کے خلاف ہے قرآن نے تلاوت قرآن کے وقت خاموشی کا حکم دیا۔ ہماری پیش کردہ احادیث کی چونکہ قرآن تائید کر رہا ہے۔ لہٰذا انہیں ترجیح ہے۔ چوتھے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے اور ان احادیث میں جو ہم نے پیش کیں۔ اس کی ممانعت ہے نصوص میں مقابلہ ہو تو ممانعت کی نص کو ترجیح ہوتی ہے۔ دیکھو غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ فرشتوں کو اس کا حکم دیا گیا۔ بلکہ شیطان اس غیر اللہ کے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود کر دیا گیا۔ مگر دوسری نصوص میں اس سجدے کی ممانعت کی گئی۔ اب اس ممانعت پر ہی عمل ہے۔

پانچویں یہ کہ عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہ تو بخاری نے نقل کی نہ مسلم نے۔ ممانعت کی حدیث مسلم شریف میں موجود۔ نیز امام ترمذی نے اسے نقل کر کے اسے صحیح نہ فرمایا۔ بلکہ حسن کہا اور فرمایا کہ زیادہ صحیح کچھ اور ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔ ترمذی میں اسی تمہاری حدیث کے ساتھ ہے۔

قال ابو عیسی حدیث عبادة حدیث حسن و روی هذا الحدیث الزهری عن محمود ابن الربیع عن عبادة ابن الصامت قال لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب و هذا اصح۔

ترجمہ: ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے (صحیح نہیں) یہ ہی حدیث زہری نے محمود ابن ربیع سے انہوں نے عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی یہ ہی روایت زیادہ صحیح ہے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۱۶۔۱۱۷ رقم الحدیث ۳۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پتہ لگا کہ زیادہ صحیح وہ الفاظ ہیں۔ جن میں مقتدی کے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا ذکر نہیں۔ تعجب ہے کہ آپ صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں ایک ایسی حدیث پیش کر رہے ہیں۔ جو قرآن کے خلاف مشہور حدیثوں کے بھی خلاف اور امام ترمذی کے نزدیک صحیح بھی نہیں۔ بلکہ حسن ہے۔ اور اس کے خلاف زیادہ صحیح ہے۔ جو الزام حنفیوں پر دیا کرتے ہو۔ وہ خود بھی کر رہے ہو۔

اعتراض نمبر ۸:۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عمل یہ ہی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے امام ترمذی اس حدیث عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا الحدیث فی القراء خلف الامام عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین۔

ترجمہ: امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق اکثر صحابہ وتابعین کا اس حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ پر عمل ہے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۱۱۶۔۱۱۷ رقم الحدیث ۳۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com
Marfat.com

جب اکثر صحابہ کا عمل اس پر ہے تو فاتحہ ضرور پڑھنی چاہیے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ امام ترمذی کا یہاں اکثر فرمانا اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔اس کے معنی یہ نہیں کہ زیادہ صحابہ تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے اور کم صحابہ نہ پڑھتے تھے بلکہ اکثر بمعنی چند اور متعدد ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے۔

وکثیر من الناس و کثیر حق علیه العذاب۔

ترجمہ: اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا۔

(پارہ۱۷سورہ حج آیت نمبر۱۸)

حق یہ ہے کہ زیادہ صحابہ قرأت خلف الامام کے سخت خلاف ہیں۔حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے۔اس کی نماز نہیں ہوتی۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۳۳۱رقم الحدیث۳۷۸۸مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کا منہ آگ سے بھر جاوے۔(ابن حبان) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں بدبو بھر جاوے۔(ابن حبان) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراۃ کرے اس کے منہ میں خاک۔(شرح معانی الآثار ج۱ص۲۱۹مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ فطرت پر نہیں۔(شرح معانی الآثار ج۱ص۲۱۹مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔(العلل المتناهیہ للجوزی ج۱ص۴۲۹رقم الحدیث۷۶۹مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جو امام کے پیچھے تلاوت کرے۔کاش اس کے منہ میں پتھر۔(مؤطاء امام محمد باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ص۱۰۲مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(مصنف عبدالرزاق ج۲ص۱۳۸رقم الحدیث۲۸۰۶مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو امام کے پیچھے تلاوت نہ کرتے تھے۔اور سختی سے منع بھی فرماتے تھے۔کہتے تھے کہ امام کی قرأت کافی ہے۔(مؤطاء امام محمد باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام ص ۱۰۱۔۱۰۲مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، یہ تمام روایات طحاوی شریف اور صحیح البہاری میں موجود ہیں یہ تو بطور نمونہ عرض کیا گیا۔ورنہ اسی صحابہ سے منقول ہے کہ وہ حضرات امام کے پیچھے قرأت سے سخت منع فرماتے تھے۔دیکھو شامی۔فتح القدیر وغیرہ اگر بعض روایات میں آجاوے کہ ان میں سے بعض حضرات فاتحہ پڑھتے تھے تو یا تو ان کا پہلا فعل ہوگا جو بعد کو منسوخ ہو گیا۔یا وہ روایات قابل ترک ہوں گی کیونکہ قرآن کے خلاف ہیں۔

اعتراض نمبر۹:۔ یہ تمام روایات ضعیف ہیں(وہ ہی پرانا سبق)۔

جواب:۔ جی ہاں۔اس لئے ضعیف ہیں کہ آپ کے خلاف ہیں۔آپ کو ان کے ضعف کا الہام ہوا ہوگا۔ہم ضعیف کے متعلق اس سے پہلے بہت کچھ عرض کر چکے ہیں کہ جرح مبہم معتبر نہیں۔نیز امام صاحب نے جب یہ احادیث لیں۔اس وقت کوئی ضعیف نہ تھی بعد میں ضعف آیا۔بعد کا ضعف امام صاحب کو مضر نہیں نیز چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو حسن بنا دیتی ہیں وغیرہ۔

اعتراض نمبر۱۰:۔ اگر امام آہستہ تلاوت کر رہا ہو۔جیسے ظہر وعصر میں یا مقتدی بہت دور ہو کہ وہاں تک امام کی تلاوت کی آواز نہ پہنچتی ہو تو چاہیے کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ لے۔کیونکہ اب فاتحہ پڑھنا قرآن سننے میں خارج نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ یہ اعتراض جب درست ہوتا۔ جبکہ خاموشی قرآن سننے کے لئے ہوتی حالانکہ خاموشی کا علیحدہ حکم ہے اور سننے کا علیحدہ حکم رب فرماتا ہے فاستمعوا له وانصتوا یہ ایسا ہی ہے جیسے ارشاد باری ہے۔ اقیموا الصلوة و آتوا الزكوة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۴۳) جیسے زکوۃ کی فرضیت نماز کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نماز سے علیحدہ مستقل فرض ہے ایسے ہی خاموشی مستقل ضروری چیز ہے۔ خفیہ نمازوں میں خاموشی ہے سننا نہیں۔ جہری نمازوں میں خاموشی بھی ہے اور سننا بھی۔

اعتراض نمبر ۱۱:۔ جب مقتدی نماز کے سارے ارکان ادا کرتا ہے۔ جیسے تکبیر تحریمہ۔ قیام رکوع وغیرہ تو تلاوت بھی نماز کا ایک رکن ہے۔ وہ بھی ادا کرے یہ کیا کہ سب ارکان ادا کرے ایک چھوڑ دے۔

جواب:۔ اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جماعت کی نماز میں مسلمان وفد بن کر دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ جن کا نمائندہ امام ہوتا ہے۔ آداب شاہی۔ قیام۔ رکوع۔ سجدہ اور تحیہ وثنا سب عرض کریں گے مگر عرض معروض یعنی تلاوت قرآن صرف ان کا نمائندہ ان سب کی طرف سے کرے گا۔ مقتدی پر اسی لئے تلاوت فرض نہیں۔ بلکہ منع ہے۔ اس پر ادب سے خاموش رہنا بحکم قرآن کریم فرض ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:۔ رکوع میں ملنے والے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا معاف ہے۔ جیسا کہ مسافر پر چار رکعت والی نماز میں دو رکعت معاف ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

جواب:۔ الحمدللہ آپ قریباً حنفی ہوگئے بس یہی ہم کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا معاف ہے۔ جیسے مسافر پر دو رکعتیں فرض کی معاف ہیں۔ کیونکہ امام کی قرأت ہے آپ نے مان لیا کہ لا صلوة لمن لم یقراء والی حدیث اپنے ظاہری عموم پر نہیں۔ بعض نمازی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ بس ہم یہ ہی سننا چاہتے تھے۔ آپ کے نزدیک خاص مقتدی مستثنیٰ ہیں۔ ہمارے نزدیک عام مقتدی۔ حدیث میں استثناء ماننے میں ہم اور آپ برابر ہوئے۔ صرف مقدار استثناء میں تھوڑی بحث رہ گئی۔ انشاء اللہ وہ بھی آپ مان جائیں گے۔ یہ جواب الزامی تھا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ شریعت میں نماز بعض صورتوں میں آدھی رہ جاتی ہے۔ جیسے سفر اور کبھی بالکل معاف جیسے دائمی جنون اور عورت کی پلیدگی کی حالت۔ لیکن نماز کی شرائط وارکان کسی صورت میں معاف نہیں ہوتے۔ البتہ بعض مجبوریوں میں ان کا بدل کر دیا جاتا ہے۔ بالکل معاف کبھی نہیں ہوتی وضو کا بدل تیمم اور قیام کا بدل قعود کر دیا گیا۔ مگر بغیر وضو کسی مجبوری سے بھی جائز نہ ہوئی۔ اگر مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا نماز کا رکن ہوتا تو اس کے چھوٹ جانے سے رکعت نہ ملتی۔ معلوم ہوا کہ اس کے لئے امام کی قرأت بدل ہے۔ بس یہی ہم کہتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ کو سفر کی نماز پر قیاس کرنا بالکل بے عقلی ہے دیکھو اگر نماز عید میں کوئی شخص رکوع میں شامل ہو تو واجب ہے کہ رکوع میں ہی عید کی تکبیریں کہے نماز جنازہ میں جو کوئی آخری تکبیر میں ملے تو اس پر واجب ہے کہ پہلی تکبیریں کہہ لے جب رکوع میں شامل ہونے والے پر تکبیرات عیدین معاف نہ ہوئیں اور آخر میں شامل ہونے والے پر نماز جنازہ کی تکبیریں معاف نہیں ہوتیں۔ تو اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنی فرض تھی تو رکوع میں شامل ہونے پر کیوں معاف ہوگئی۔

اعتراض نمبر ۱۳:۔ رکوع پانے والے پر اسی رکعت کا قیام معاف ہوگیا۔ جو فرض تھا۔ تو اگر سورہ فاتحہ معاف ہو جاوے تو کیا حرج ہے۔

جواب:۔ یہ غلط ہے اس پر قیام معاف نہیں ہوا ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر بقدر ایک تسبیح قیام کرے پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع کرے ورنہ نماز نہ ملے گی۔

اعتراض نمبر ۱۴:۔ آیت کریمہ واذا قرئ القرآن الخ مکی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور سورہ فاتحہ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تو سورہ فاتحہ پڑھنا اس آیت سے کیسے منسوخ ہو سکتا ہے۔ کیا مقدم آیت مؤخر آیت کی ناسخ ہو سکتی ہے۔ (بعض نئے وہابی)۔

جواب:۔ یہ محض آپ کی رائے ہے آپ نے کوئی حوالہ نہ دیا۔ جب سورہ فاتحہ مکی ہے۔ اور نماز بھی مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ تو کیا وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ معظمہ میں فرض نہ ہو۔ کیا فرضیت طہارت وضو بھی مدنی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

پانچواں باب

آمین آہستہ کہنی چاہئیے

احناف کے نزدیک ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو یا سری آمین آہستہ کہے۔ مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک جہری نماز میں امام ومقتدی بلند آواز سے چیخ کر آمین کہیں۔ اس لئے اس باب کی بھی دو فصلیں کی جاتی ہیں۔ پہلی فصل میں ہمارے دلائل، دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات۔

پہلی فصل

آمین آہستہ کہنا حکم خدا ورسول کے موافق ہے۔ چیخ کر آمین کہنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث وسنت کے بھی مخالف۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ۔

ترجمہ: اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے اور آہستہ۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۵۵)

آمین بھی دعا ہے۔ لہٰذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہئیے۔ رب فرماتا ہے۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔

ترجمہ اے محبوب جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

معلوم ہوا کہ چیخ کر دعا اس سے کی جاوے جو ہم سے دور ہو۔ رب تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر آمین میں چیخ کر کہنا عبث بلکہ خلاف تعلیم قرآنی ہے۔ اس لئے کہ آمین دعا ہے۔

حدیث نمبر ۱ تا ۸:۔ بخاری۔ مسلم۔ احمد۔ مالک۔ ابوداود۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا امن الامام فامنوا فانہ وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی۔ اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب صفۃ الصلاۃ باب جہر الماموم بالتامین ج ۱ ص ۲۷۱ رقم الحدیث ۷۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتامین ج ۱ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۴۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداود کتاب الصلاۃ باب التامین وراء الامام ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۹۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جہر الامام بآمین وباب الامر بالتامین خلف الامام ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۹۲۷۔ ۹۲۹ مطبوعہ)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۸۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۷۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی فضل التامین رقم الحدیث ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹ رقم الحدیث ۹۹۲۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (موطا امام مالک باب ماجاء فی التامین خلف الامام ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۷ رقم الحدیث ۱۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (الام للشافعی باب التامین من قراءۃ القرآن ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لئے ہے۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں۔ ہم نے ان کی آمین آج تک نہ سنی تو چاہئیے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہو تا کہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہ کی معافی ہو۔ جو وہابی چیخ کر آمین کہتے ہیں۔ وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں۔ ویسے ہی جاتے ہیں ان کے گناہ کی معافی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۲:۔ بخاری۔ شافعی۔ مالک۔ ابوداؤد۔ نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم و لا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب امام کہے غیر المغضوب علیهم و لا الضالین تو تم کہو۔ آمین کیونکہ جس کا یہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے مطابق ہوگا۔ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب صفۃ الصلاۃ باب جہر الماموم بالتامین ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۷۴۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جہر الامام بآمین ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۹۲۷ مطبوعہ)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۱۲۴۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۸۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (موطاء امام مالک باب ماجاء فی التامین خلف الامام ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الام للشافعی باب التامین من قراءۃ القرآن ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے۔ ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔ رب فرماتا ہے۔

اذا جآء کم المومنات فامتحنوهن۔

ترجمہ: جب تمہارے پاس عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۰ آیت نمبر ۱۰)

دیکھو امتحان لینا صرف مومنوں کا کام ہے نہ کہ مومنہ عورتوں کا کسی حدیث میں نہیں آیا کہ **اذا قلتم و لا الضالین فقولوا آمین** جب تم و لا الضالین کہو تو آمین کہہ لو۔ معلوم ہوا کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں فرشتوں کی آمین کی موافقت سے مراد وقت میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے۔ فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہ ہی ہے۔ جب امام سورہ فاتحہ ختم کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴ تا ۱۸:۔ امام احمد۔ ابوداؤد طیالسی۔ ابویعلی موصلی۔ طبرانی۔ دار قطنی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی حاکم نے فرمایا کہ اس کی اسناد نہایت صحیح ہے۔

عن وائل ابن حجر انه صلی مع النبی ﷺ فلما غیر المغضوب علیهم و لا الضالین قال آمین واخفی بها صوته۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور ﷺ ولا الضالین پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا آمین۔ اور آمین میں آہستہ آواز رکھی۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۲۹۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۱ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۱۰۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۹ رقم الحدیث ۳۸)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۵۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول ہے۔ بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۹ تا ۲۱:۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال سمعت رسول اللہ ﷺ قرء غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقال آمین و خفض به صوته۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تو فرمایا آمین۔ اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی التامین ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۲۴۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۲۲ تا ۲۳:۔ طبرانی تہذیب الآثار میں اور طحاوی نے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال لم یکن عمر و علی رضی اللہ عنھما یجھر ان ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بامین۔

ترجمہ: حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔

(جامع الرضوی بصحیح البخاری ج ۲ ص ۳۹۱ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

معلوم ہوا کہ آہستہ آمین کہنی سنت صحابہ بھی ہے۔

حدیث نمبر ۲۴:۔ عینی شرح ہدایہ نے حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنه قال یخفی الامام اربعاً التعوذ وبسم اللہ وآمین وربنا لك الحمد۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ۔ بسم اللہ۔ آمین اور ربنا لک الحمد۔

(عینی شرح ہدایہ ج ۱ ص ۶۲۰)

حدیث نمبر ۲۵:۔ بیہقی نے حضرت ابووائل سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

عن عبداللہ قال یخفی الامام اربعاً بسم اللہ واللھم ربنا لك الحمد والتعوذ والتشھد۔

ترجمہ: امام چار چیزیں آہستہ کہے بسم اللہ۔ ربنا لک الحمد۔ اعوذ اور التحیات۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۹۳۰۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

حدیث نمبر ۲۶:۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ وسبحانك اللھم وآمین رواہ محمد فی الاثار وعبدالرزاق فی مصنفه۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے اعوذ و بسم اللہ۔ سبحانک اللھم اور آمین۔ یہ حدیث امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں اور عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں بیان کی۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷ رقم الحدیث ۲۵۹۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

عقل بھی چاہتی ہے کہ آمین آہستہ کہی جاوے۔ کیونکہ آمین قرآن کی آیت یا کلمہ قرآن نہیں اسی لئے نہ جبریل امین اسے لائے۔ نہ قرآن کریم میں لکھی گئی۔ بلکہ دعا اور ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء التحیات درود ابراہیمی۔ دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ ایسے ہی آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ پڑے یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے بھی صحابہ کرام کے عمل کے بھی اور عقل سلیم کے بھی رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا بھی فرض ہو اور اسے آمین کہنے کا بھی حکم ہو تو مقتدی سورہ فاتحہ کے درمیان میں ہو اور امام ولا الضالین کہہ دے اب اگر یہ مقتدی آمین نہ کہے تو اس سنت کے خلاف ہو اور اگر آمین کہے اور چیخے تو آمین درمیان میں آوے گی۔ قرآن میں غیر قرآن آوے گا۔ اور درمیان سورہ فاتحہ میں شور مچے گا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

اب تک ہم نے غیر مقلدین کے جس قدر اعتراضات سنے ہیں۔ تفصیل وار مع جوابات عرض کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱ ......: آمین دعا نہیں ہے۔ لہٰذا اگر یہ بلند آواز سے کہی جاوے تو کیا حرج ہے۔ رب تعالیٰ نے دعا آہستہ مانگنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگراذکار کا۔

جواب:۔ آمین دعا ہے۔ اس کا دعا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔

ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم۔

ترجمہ: اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۸۸)

رب نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما۔

ترجمہ: رب نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو۔

(سورہ یونس آیت نمبر ۸۹)

فرمائیے دعا تو صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی۔ مگر رب نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ یعنی تمہاری اور حضرت ہارون علیہ السلام کی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کب مانگی تھی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہا تھا۔ رب نے آمین کو دعا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے۔ اور دعا آہستہ ہونی چاہیے۔ یہ مسائل قرآنیہ میں سے ہے۔

اعتراض نمبر ۲ ......: ترمذی شریف میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال سمعت النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیھم ولا الضالین وقال آمین و مدبھا صوتہ۔

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا اور آمین فرمایا اپنی آواز کو اس پر بلند کیا۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی التامین ج ۲ ص ۲۷ رقم الحدیث ۲۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب:۔ آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ اس میں مدار شاد ہوا مد سے بنا۔ اس کے معنے بلند کرنا نہیں۔ بلکہ آواز کھینچنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی۔ بلکہ بروزن قالین الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی۔ لہٰذا اس میں آپ کی کوئی دلیل نہیں۔ ترجمہ کی غلطی ہے۔ خیال رہے کہ مد کا مقابل قصر ہے۔ خفاء کا مقابل ہے جہر۔ رفع کا مقابل خفض۔ اگر یہاں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی۔ جہر کسی روایت میں نہیں۔ رب فرماتا ہے۔

انہ یعلم الجھر وما یخفی۔

ترجمہ: بے شک رب تعالیٰ جانتا ہے بلند اور پست آواز کو۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۸۷ آیت نمبر ۷)

دیکھو رب نے یہاں خفاء کا مقابل جہر فرمایا نہ کہ مد۔

اعتراض نمبر ۳ ......: ابوداؤد شریف میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

marfat.com
Marfat.com

قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قرء ولا الضالین قال امین ورفع بهما صوته۔

ترجمہ: نبی ﷺ جب فرماتے ولا الضالین تو فرماتے تھے آمین اور اس میں آواز شریف بلند فرماتے تھے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۹۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کیا۔ بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اصل روایت میں مد ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا۔ جس کے معنے کھینچنے کے ہیں۔ نہ کہ بلند کرنا۔ یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بالمعنی کی مذکور رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی کا عام دستور تھا۔ دوسرے یہ کہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں۔ صرف حضور ﷺ کی قراءت کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قراۃ کا ذکر فرمایا ہو۔ مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں۔ ان میں نماز کا صراحۃً ذکر ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں۔ تیسرے یہ کہ آمین بالجہر اور آمین خفی کی احادیث میں تعارض ہے۔ مگر جہر والی روایتیں قرآن کریم کے خلاف ہیں۔ لہٰذا چھوڑنے کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں۔ لہٰذا واجب العمل ہیں۔ چوتھے یہ کہ آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔ اس کے خلاف قابل ترک۔ قرآنی آیتوں اور قیاس شرعی کا ذکر ہم پہلی فصل میں کر چکے ہیں۔ پانچویں یہ کہ آمین جہری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں۔ منسوخ ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے۔ اور زور سے آمین کہنے سے منع کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلی فصل میں ذکر کیا گیا اگر جہر کی حدیثیں منسوخ نہیں تھیں۔ تو صحابہ نے عمل کیوں چھوڑ دیا۔

اعتراض نمبر ٤ ......:۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعها اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرماتے تو آمین فرماتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۸۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے۔ گونج بغیر شور نہیں پیدا ہوتی۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری پیش نہیں کی۔ اول عبارت چھوڑ دی۔ وہ یہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابی هریرة قال ترك الناس التامین و کان رسول اللہ ﷺ الخ۔

ترجمہ: لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دی۔ حالانکہ حضور ﷺ الخ۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۸۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی۔ جس پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے۔ یہ حدیث تو ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جاوے تو عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے۔ اور جو حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جبکہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہو۔

کیونکہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے۔ حالانکہ گنبد والی مسجد گونج پیدا ہوتی ہے۔ نہ کہ چھپر والی مسجد میں حضور انور ﷺ کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی۔ وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ آج کوئی غیر مقلد صاحب کسی چھپر وا۔

marfat.com

Marfat.com

گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھادیں انشاءاللہ چیختے چیختے مرجاویں گے مگر گونج نہ پیدا ہوگی۔اس اعتراض کے باقی وہ جواب ہیں۔جواعتراض نمبر ۳ کے ماتحت عرض کیے گئے۔تیسرے یہ کہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔رب فرماتا ہے لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر۲) اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کے مسجد گونج گئی تو ان کی سب کی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی ہوگئی۔قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث مخالف قرآن ہو قابل عمل نہیں۔

اعتراض نمبر ۵ ......: ۔بخاری شریف میں ہے۔

فقال عطاء امین دعاء امن ابن الزبیر ومن وراءہ حتی ان المسجد لجۃ۔

ترجمہ: حضرت عطا فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر اور ان کے پیچھے والوں نے آمین کہی۔یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہوگئی۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۱۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمین اتنی چیخ کر کہنا چاہیے کہ مسجد گونج جاوے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ اس کا پہلا جملہ ہمارے مطابق ہے۔کہ آمین دعا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ دعا آہستہ مانگو دیکھو فصل اول۔دوسرے یہ کہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم خارج نماز یہ تلاوت ہوئی یا نماز میں ظاہر یہ ہے کہ خارج نماز ہوگی۔تاکہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کیں۔تیسرے یہ کہ حدیث عقل ومشاہدے کے خلاف ہے۔کیونکہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہوسکتی۔لہٰذا واجب التاویل ہے۔جناب اگر قرآن کی آیت بھی عقل شرعی اور مشاہدے کے خلاف ہو تو وہاں تاویل واجب ہوتی ہے۔ورنہ کفر لازم آجاتا ہے۔آیات صفات کو متشابہ مان کر صرف ایمان لاتے ہیں اس کے ظاہری معنی نہیں کرتے کیونکہ ظاہری معنی عقل شرعی کے خلاف ہیں۔جیسے:

یداللہ فوق ایدیھم۔

ترجمہ: ان کے ہاتھوں اللہ کا ہاتھ۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۰)

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔

ترجمہ: تم جدھر پھروگے ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔

(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۵)

خدا کے لئے ہاتھ منہ ہونا عقل کے خلاف ہے۔لہٰذا یہ آیات واجب التاویل ہیں رب فرماتا ہے۔

فوجدھا تغرب فی عین حمئۃ۔

ترجمہ: ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتے دیکھا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۸۶)

سورج کا ڈوبتے وقت آسمان سے اترنا اور کیچڑ میں ڈوبنا خلاف عقل تھا۔لہٰذا اس کی تاویل کی جاتی ہے۔یہ تاویل ہمارے حاشیۃ القرآن میں ملاحظہ کرو۔جناب حدیث پڑھنا اور ہے۔حدیث سمجھنا کچھ اور خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع موجود نہیں جس میں نماز میں آمین بالجہر کی تصریح ہو ایسی صحیح حدیث نہ ملی ہے نہ ملے گی وہابیوں کو چاہیے کہ ضد چھوڑیں اور صدق دل سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑیں کہ یہ ہی حضور ﷺ کا راستہ ہے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ہمارے حاشیہ بخاری عربی میں ملاحظہ فرماؤ۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض نمبر ٦ ......:۔ آہستہ آمین کے متعلق آپ نے جس قدر حدیثیں پیش کی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال نہیں کر سکتے (وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق) دیکھو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ترمذی والی روایت جو تم نے پیش کی۔ اس کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حدیث سفیان اصح من حدیث شعبة فی هذا الی ان وقال وخفض بها صوته وانما هو مدبها صوته۔

ترجمہ: آمین کے بارے میں سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے شعبہ یہاں کہتے ہیں۔ خفض یعنی حضور ﷺ نے پست آواز سے کہا حالانکہ یہاں مدہے یعنی آواز کھینچ کر آمین فرمائی۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی التامین ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۲۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ مقلد تو ہوئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نہ سہی امام ترمذی کے سہی کہ ہر جرح آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں جناب اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے حق میں ہوتی تو آنکھ بند کر کے مان لیتے آپ کے اس سوال کے چند جواب ہیں۔

ایک یہ کہ ہم نے آہستہ آمین کی چھبیس سندیں پیش کیں کیا سب سندیں ضعیف ہیں اور سب میں شعبہ راوی آرہے ہیں۔ اور شعبہ ہر جگہ غلطی کر رہے ہوں یہ ناممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ چھبیس اسنادیں ساری کی ساری ضعیف بھی ہوں۔ جب بھی سب مل کر قوی ہوگئیں۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ شعبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسناد میں شامل ہوئے جن سے یہ حدیث ضعیف ہوئی۔ امام صاحب کو یہ ہی حدیث بالکل صحیح ملی تھی۔ بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔ چوتھے یہ کہ اگر پہلے سے ہی یہ حدیث ضعیف تھی۔ جب بھی امام اعظم سراج امت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قبول فرما لینے سے قوی ہوگئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے۔ پانچویں یہ کہ چونکہ اس حدیث پر عام امت مسلمہ نے عمل کر لیا ہے۔ لہذا حدیث کا ضعف جاتا رہا اور حدیث قوی ہوگئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔ چھٹے یہ کہ اس حدیث کی قرآن کریم تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قرآن کے خلاف ہے لہذا آہستہ آمین کی حدیث قرآن کی تائید کی وجہ سے قوی ہوگئی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں ساتویں یہ کہ اس حدیث کی قیاس شرعی تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قیاس شرعی کے اور عقل شرعی کے خلاف ہے لہذا آہستہ آمین کی حدیث قوی ہے اور بلند آواز کی حدیث ناقابل عمل غرضکہ آہستہ آمین کی حدیث بہت قوی ہے۔ اس پر عمل چاہیے۔

اعتراض نمبر ٧ ......:۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سورۃ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو۔

قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول۔

ترجمہ: اس طرح آمین کہتے ہیں کہ صف اول میں جو آپ سے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۹۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی آپ کی روایتوں میں تھا کہ مسجد گونج جاتی تھی اور اس میں یہ آیا کہ صرف پیچھے والے ایک دو آدمی ہی سنتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث کی اسناد میں بشر ابن رافع آرہا ہے۔ اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں حافظ ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف فرمایا احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ابن معین نے اس کی روایۃ کو موضوع قرار دیا۔ امام نسائی نے اسے قوی نہیں مانا (دیکھو آفتاب محمدی لہذا یہ حدیث سخت ضعیف ہے قابل عمل نہیں)۔

marfat.com
Marfat.com

چھٹا باب

رفع یدین کرنا منع ہے

احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت اور ممنوع ہے مگر وہابی غیر مقلدان دونوں وقت میں رفع یدین کرتے ہیں۔ اور اس پر بہت زور دیتے ہیں۔

لہٰذا ہم اس مسئلہ کو بھی دو فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اپنے مسئلہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات مع جواب رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل

نماز میں رکوع جاتے آتے رفع یدین کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے جس پر بے شمار احادیث اور قیاس مجتہدین وارد ہیں ہم ان میں سے کچھ عرض کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ٤:۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ مع تکبیر الافتتاح وقال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین۔

ترجمہ: ایک دفعہ ہم سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور ﷺ کی نماز نہ پڑھوں پس آپ نے نماز پڑھی۔ اس میں سوا تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء صحابہ وعلماء تابعین کا عمل ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ ج ۲ ص ۴۰ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۷۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن نسائی کتاب الافتتاح باب ترک ذلک ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۰۲۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۶۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۹۲۹۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

خیال رہے کہ یہ حدیث چند وجہ سے بہت قوی ہے۔ ایک یہ کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو صحابہ میں بڑے فقیہ عالم ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ جماعت صحابہ کے سامنے حضور ﷺ کی نماز پیش کرتے ہیں اور کوئی صحابی اس کا انکار نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا کہ سب نے اس کی تائید کی۔ اگر رفع یدین سنت ہوتا تو صحابہ اس پر ضرور اعتراض کرتے کیونکہ ان سب نے حضور ﷺ کی نماز دیکھی تھی۔ تیسرے یہ کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف نہ فرمایا۔ بلکہ حسن فرمایا۔ چوتھے یہ کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ بہت علماء صحابہ وتابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔ ان کے عمل سے اس حدیث کی تائید ہوئی۔ پانچویں یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر عظیم الشان مجتہد وقت نے اس کو قبول فرمایا اور اس پر عمل کیا۔ چھٹے یہ کہ عام امت رسول ﷺ کا اس پر عمل ہے۔ ساتویں یہ کہ یہ حدیث قیاس وعقل کے بالکل مطابق ہے۔ جیسا کہ ہم آئندہ عرض کرینگے۔ انشاء اللہ ان وجوہ سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے چہ جائیکہ یہ حدیث تو خود بھی حسن ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر۵:۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال کان النبی ﷺ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ ثم لا یرفعھا حتی یفرغ۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خیال رہے کہ حدیث براء ابن عازب کو ترمذی نے اس طرح نقل فرمایا کہ فی الباب عن البراء۔

حدیث نمبر ۶:۔ ابوداؤد نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوۃ ثم لم یرفعھما حتی انصرف۔

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اٹھائے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۷۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۷:۔ طحاوی شریف نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

ترجمہ: وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۸ تا ۱۴:۔ حاکم و بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ ترفع الایدی فی سبع مواطن عند افتتاح الصلوۃ و استقبال البیت والصفا والمروۃ والموقفین والجمرتین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں نماز شروع کرتے وقت کعبہ شریف کے سامنے منہ کرتے وقت صفاء مروہ پہاڑ پر اور دو موقف منا و مزدلفہ میں اور دونوں جمروں کے سامنے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۲۲۷۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۲۱ رقم الحدیث ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ حدیث ۱۰ بزار (کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ ۱۱ ابن ابی شیبہ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۵۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض) نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیہقی ۱۲ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ۱۳ طبرانی (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۸۵ رقم الحدیث ۱۲۰۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل) نے اور ۱۴ بخاری نے کتاب المفرد میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کچھ فرق سے بیان کی بعض روایات میں نماز عیدین کا بھی ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۱۵:۔ امام طحاوی نے حضرت مغیرہ سے روایت کی کہ میں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ شروع نماز میں اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے تو آپ نے جواب دیا۔

ان کان وائل راہ یفعل ذلک فقد راہ عبد اللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک۔

ترجمہ: اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو پچاس دفعہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۲۳۶۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

marfat.com

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت قوی ہے۔ کیونکہ وہ صحابہ میں فقیہ عالم ہیں۔ حضور ﷺ کی صحبت میں اکثر رہنے والے نماز میں حضور ﷺ سے قریب تر کھڑے ہونے والے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے قریب وہ کھڑے ہوتے تھے جو عالم وعاقل ہوتے تھے جیسا کہ روایات میں وارد ہے۔

حدیث نمبر ١٦ تا ١٧:- طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوة۔

ترجمہ: کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نماز میں پہلی تکبیر کے سوا کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج اص ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حاشیہ......☆

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا الحميدى قال ثنا سفيان ثنا الزهرى قال اخبرنى سالم بن عبدالله عن ابيه قال رايت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۶۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا وكيع عن ابى بكر بن عبدالله بن قطاف النهشلى عن عاصم بن كليب عن ابيه ان عليا كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لا يعود۔

ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوران نماز میں نہیں اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا يحيى بن سعيد عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل فى الصلوة ثم لا يرفعهما۔

ترجمہ: حضرت اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام قیس رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین کرتے جب نماز شروع کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا وكيع واسامة عن شعبة عن ابى اسحاق قال كان اصحاب عبدالله واصحاب على لا يرفعون ايديهم الا فى افتتاح الصلوة۔

ترجمہ: امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۴۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن مبارك عن اشعث عن الشعبی انه كان یرفع یدیه فی اول التكبیر ثم لا یرفعهما۔

ترجمہ: اشعث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ آپ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا یحیی بن آدم عن حسن بن عیاش عن عبدالملك بن ابجر عن الزبیر بن عدی عن ابراهیم عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شئی من صلاته الا حین افتتح الصلاة قال عبدالملك ورایت الشعبی و ابراهیم وابا اسحاق لایرفعون ایدیهم الا حین یفتتحون الصلاة۔

ترجمہ: اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا اور عبدالملک نے کہا میں نے شعبی ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا وكیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبدالله انه كان یرفع یدیه فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۲۴۴۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا وكیع عن شریك عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما كانا یرفعان ایدیهما اذا افتتحا ثم لا یعودان۔

ترجمہ: اسود اور علقمہ رحمہما اللہ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۴ رقم الحدیث ۲۴۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنی ابن ابی داود قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابوبكر بن عیاش قال ما رایت فقیها قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التكبیرة الاولی۔

ترجمہ: امام احمد بن یونس نے کہا ہم سے ابوبکر بن عیاش نے کہا میں نے کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا جو کہ رفع یدین کرتا ہو سوائے تکبیر افتتاح۔

امام عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال مالك لااعرف رفع الیدین فی شئی من تكبیر الصلاة لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلاة۔

ترجمہ: کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں کسی رفع یدین کو نہیں پہچانتا نماز تکبیر میں نہ جھکتے وقت اور نہ ہی اٹھتے ہوئے سوائے تکبیر افتتاح کے۔

(مدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ مصر)

مزید فرماتے ہیں۔

كان رفع الیدین عند مالك ضعیفا الا فی تكبیرة الاحرام۔

ترجمہ: یعنی امام ابن القاسم نے فرمایا کہ تکبیر افتتاح کے بغیر باقی رفع یدین امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک ضعیف ہے۔

(مدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ مصر)

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۱۸:۔ عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی۔
انه رای رجلا یرفع یدیه فی الصلوة عند الرکوع وعند رفع راسه من الرکوع فقال له لاتفعل فانه شئی فعله رسول ا ثم ترکه۔

ترجمہ: کہ آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ کام ہے جو حضور ﷺ نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب رفع الیدین فی التکبیر الاولی مع الافتتاح تحت رقم الحدیث ۷۳۵ ج ۵ ص ۴۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے آگے پیچھے رفع یدین منسوخ ہے۔ جن صحابہ سے یا حضور ﷺ سے رفع یدین ثابت ہے وہ پہلا فعل ہے بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۹۔۲۰:۔ بیہقی وطحاوی شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔
انه کان یرفع یدیه فی التکبیرة الاولی من الصلوة ثم لا یرفع فی شیئی منها۔

ترجمہ: کہ آپ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کسی حالت میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۱:۔ طحاوی شریف نے حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔
قال راء یت عمر ابن الخطاب رفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لایعود وقال حدیث صحیح۔

ترجمہ: میں نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ۱ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۲:۔ ابوداؤد شریف نے حضرت سفیان سے روایت کی۔
حدثنا سفیان اسناده بهذا۔ قال فرفع یدیه فی اول مرة وقال بعضهم مرة واحدة۔

ترجمہ: حضرت سفیان اسی اسناد سے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلی بار ہی ہاتھ اٹھائے بعض راویوں نے فرمایا کہ ایک ہی دفعہ ہاتھ اٹھائے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۷۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۲۳:۔ دار قطنی نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔
انه رای النبی ﷺ حین افتتح الصلوة رفع یدیه حتی حاذی بهما اذنیه ثم لم یعد الی شئی من ذالك حتی فرغ من صلوته۔

ترجمہ: کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب کہ حضور ﷺ نے نماز شروع کی تو ہاتھ اتنے اٹھائے کہ کانوں کے مقابل کر دیئے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے۔

(سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۴:۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کی۔
انه قال لا ترفع الایدی فی شیئی من صلوتك بعد المرة الاولی۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ پہلی بار کے سوا نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ج ۲ ص ۳۹۸ طبع سن ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۲۵:۔ ابوداؤد نے براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لایعود۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر عود نہ کرتے۔

(سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۷۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رفع یدین کی ممانعت کی اور بہت سی احادیث ہیں۔ ہم نے یہاں بطور اختصار صرف پچیس روایتیں پیش کردیں اگر شوق ہو تو مؤطا امام محمد۔ طحاوی شریف۔ صحیح البہاری شریف کا مطالعہ فرماؤ۔

آخر میں ہم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ مناظرہ پیش کرتے ہیں۔ جو رفع یدین کے متعلق مکہ معظمہ میں امام اوزاعی سے ہوا۔ ناظرین دیکھیں کہ امام اعظم کس پایہ کے محدث ہیں اور کتنی قوی صحیح الاسناد حدیث پیش فرماتے ہیں۔

امام ابو محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ابن عیینہ سے روایت کی کہ ایک دفعہ حضرت امام اعظم اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما کی مکہ معظمہ کے دار الحناطین میں ملاقات ہوگئی۔ تو ان بزرگوں کی آپس میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ سنیے اور ایمان تازہ کیجئے۔ یہ مناظرہ فتح القدیر اور مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

امام اوزاعی:۔ آپ لوگ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔

امام ابوحنیفہ:۔ اس لئے کہ رفع یدین ان موقعوں پر حضور سے ثابت نہیں۔

امام اوزاعی: آپ نے یہ کیا فرمایا میں آپ کو رفع یدین کی صحیح حدیث سناتا ہوں۔

حدثنی الزهری عن سالم عن ابیه عن رسول اللہ ﷺ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ وعند الرکوع وعند الرفع منه۔

ترجمہ: مجھے زہری نے حدیث بیان کی انہوں نے سالم سے سالم نے اپنے والد سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز شروع فرماتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

امام اعظم:۔ میرے پاس اس سے قوی تر حدیث اس کے خلاف موجود ہے۔

امام اوزاعی: اچھا فوراً پیش فرمائیے۔

امام اعظم: لیجئے سنیے۔

حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمه والاسود عن عبداللہ ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ کان لایرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لایعود لشئی من ذالک۔

ترجمہ: ہم سے حضرت حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے حضرت علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا نبی کریم ﷺ صرف شروع نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کسی وقت نہ اٹھاتے تھے۔

امام اوزاعی: آپ کی پیش کردہ حدیث کو میری پیش کردہ حدیث پر کیا فوقیت ہے جس کی وجہ سے آپ نے اسے قبول فرمایا اور میری حدیث کو چھوڑ دیا۔

marfat.com

Marfat.com

امام اعظم:- اس لئے کہ حماد۔ زہری سے زیادہ عالم فقیہ ہیں۔ اور ابراہیم نخعی سالم سے بڑھ کر عالم و فقیہ ہیں۔ علقمہ سالم کے والد عبداللہ ابن عمر سے علم میں کم نہیں اسود بہت ہی بڑے متقی فقیہ و افضل ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ میں۔ قرأت میں حضور ﷺ کی صحبت میں حضرت ابن عمر سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں کہ بچپن سے حضور کے ساتھ رہے۔

چونکہ ہماری حدیث کے راوی تمہاری حدیث کے راویوں سے علم و فضل میں زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہماری پیش کردہ حدیث بہت قوی اور قابل قبول ہے۔

امام اوزاعی: خاموش۔

(مسند امام اعظم کتاب الصلوۃ ص ۵۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (جامع الرضوی بصحیح البھاری ج ۲ ص ۳۹۸ طبع سن ۱۹۹۲ء)

غیر مقلد وہابی صاحبان امام صاحب کی یہ اسناد دیکھیں اور اس میں کوئی نقص نکالیں امام اوزاعی کو بجز خاموشی کے چارہ کار نہ ہوا یہ ہے۔ امام اعظم کی حدیث دانی اور یہ ہے ان کی حدیث کی اسناد۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمانے کی توفیق دے۔ ضد کا کوئی علاج نہیں۔ یہ لمبی لمبی اسنادیں اور ان میں ضعیف راویوں کی شرکت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد کی پیداوار ہیں۔ امام صاحب نے جو حدیث قبول فرمائی وہ نہایت صحیح ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ رکوع میں رفع یدین نہ ہو کیونکہ تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہو۔ اور تمام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سجدہ اور قعدہ کی تکبیروں میں رفع یدین نہ ہو۔ رکوع کی تکبیر میں اختلاف ہے دیکھنا چاہیئے کہ رکوع کی تکبیر تحریمہ کی طرح ہے یا سجدہ اور التحیات کی تکبیروں کی طرح غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع کی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کی طرح نہیں۔ بلکہ سجدہ اور التحیات کی تکبیروں کی طرح ہے۔ کیونکہ تکبیر تحریمہ فرض ہے جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور رکوع وسجدے کی تکبیریں سنت کہ ان کے بغیر بھی نماز ہو جاوے گی۔ تکبیر تحریمہ نماز میں صرف ایک دفعہ ہوتی ہے رکوع سجدے کی تکبیریں بار بار ہوتی ہیں۔ تکبیر تحریمہ سے اصل نماز شروع ہوتی ہے۔ رکوع سجدے کی تکبیروں سے رکن نماز شروع ہوتا ہے نہ کہ اصل نماز۔ تکبیر تحریمہ نمازی پر دنیاوی کام کھانا پینا وغیرہ حرام کرتی ہے رکوع سجدہ کی تکبیروں کا یہ حال نہیں ان سے پہلے ہی یہ حرمت آچکی ہے تو جو رکوع کی تکبیر سجدہ کی تکبیر کی طرح ہوئی نہ کہ تکبیر تحریمہ کی طرح تو چاہیئے کہ رکوع کی تکبیر کا بھی وہ ہی حال ہو۔ جو سجدہ کی تکبیر کا حال ہے۔ یعنی ہاتھ نہ اٹھانا۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ رکوع میں رفع یدین ہرگز نہ کرے۔

(از طحاوی۔ شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا ج ا ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خلاصہ:- یہ ہے کہ رفع یدین بوقت رکوع حضور ﷺ کی سنت اور حضرات صحابہ خصوصاً خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف ہے عقل شرعی کے بھی مخالف جن روایات میں رفع یدین آیا ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۸ میں صراحتہً مذکور ہے یا وہ سب مرجوع اور نا قابل عمل ہیں۔ ورنہ احادیث میں سخت تعارض واقع ہوگا۔

یہ بھی خیال رہے کہ نماز میں سکون واطمینان چاہیئے۔ بلا وجہ حرکت وجنبش مکروہ اور سنت کے خلاف ہے۔ اس ہی لئے نماز میں بلا ضرورت پاؤں ہلانا۔ انگلیوں کو جنبش دینا ممنوع ہے۔

رفع یدین میں بلا ضرورت جنبش ہے۔ تو رفع یدین کی حدیثیں سکون نماز کے خلاف ہیں اور ترک رفع کی حدیثیں سکون نماز کے موافق۔ لہٰذا عقل کا بھی تقاضا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی حدیثوں پر عمل ہو۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

غیر مقلد وہابیوں کی طرف سے اب تک مسئلہ رفع یدین پر جو اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم نہایت متانت سے تفصیل وار مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱ ......: رفع یدین نہ کرنے کے متعلق جس قدر روایات پیش کی گئیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔ (وہی پرانا سبق)

جواب:۔ جی ہاں۔ صرف اس لئے ضعیف ہیں کہ آپ کے خلاف ہیں اگر آپ کے حق میں ہوتیں تو اگرچہ من گھڑت موضوع بھی ہوتیں۔ آپ کے سر وآنکھوں پر ہوتیں جناب آپ کی ضعیف ضعیف کی رٹ نے لوگوں کو حدیث کا منکر بنا دیا واسطہ رب کا یہ عادت چھوڑو۔ ہم ضعیف کے بہت جوابات پچھلے بابوں میں عرض کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲ ......: ابوداؤد کی براء ابن عازب رضی اللہ عنہ والی حدیث کے متعلق خود ابوداؤد نے فرمایا:

هذا الحديث ليس بصحيح۔

ترجمہ: یہ حدیث صحیح نہیں۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۵۲ ۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر آپ نے اسے پیش کیوں فرمایا۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضعیف ہو صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن بنفسہ حسن لغیرہ کا درجہ بھی ہے۔ ابوداؤد نے صحت کا انکار کیا ہے نہ کہ ضعف کا دعویٰ۔ دوسرے یہ کہ ابوداؤد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں جرح مبہم ہے انہوں نے صحیح نہ ہونے کی وجہ بتائی کہ کون سا راوی ضعیف ہے اور کیوں ضعیف ہے جرح مبہم معتبر نہیں۔ ہم ابوداؤد کے مقلد نہیں کہ ان کی ہر جرح آنکھ میچ کر مان لیں۔

اعتراض نمبر ۳ ......: ابوداؤد آپ کی پیش کردہ حدیث نمبر ۲۵ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یزید ابن ابی زیاد ہیں۔ جن کو آخر عمر میں بھول کی بیماری ہو گئی تھی۔ انہوں نے بڑھاپے میں فرمایا۔ ثم لا یعود ورنہ اصل حدیث میں یہ الفاظ موجود نہیں لیجئے جرح مفصل حاضر ہے۔ اب یہ حدیث یقیناً ضعیف ہے۔ جو قابل عمل نہیں۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یزید ابن ابی زیاد ابوداؤد کی اس روایت میں ہیں مگر امام صاحب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اسناد میں نہیں تو یہ اسناد ابوداؤد کو ضعیف ہو کر ملی مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو صحیح ہو کر ملی تھی۔ ابوداؤد کا ضعف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے مضر کیوں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ رفع یدین نہ کرنے کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے سب میں یزید ابن زیاد موجود نہیں۔ اگر یہ اسناد ضعیف ہے تو باقی اسنادیں کیوں ضعیف ہوں گی۔ تیسرے یہ کہ امام ترمذی نے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو حسن فرمایا۔ اور بہت صحابہ کا اس پر عمل بیان کیا۔ آپ کی نظر ابوداؤد کے ضعف کہنے پر تو گئی مگر امام ترمذی کے حسن فرمانے پر نہ گئی اور صحابہ کے عمل پر نہ گئی یہ کیوں چوتھے کہ یہ اگر اس حدیث کی ساری اسنادیں بھی ضعیف ہوں تب بھی سب ضعیف اسنادیں مل کر قوی ہو جائیں گی۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں۔ پانچویں یہ کہ عام علماء اولیاء، جمہور ملت اسلامیہ کا رفع یدین نہ کرنے پر عمل رہا اور ہے اس سے بھی یہ حدیث قوی ہو جاتی

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ سوا مٹھی بھر وہابیوں کے سب ہی اس پر عامل ہیں تعجب ہے کہ آپ کی ڈیڑھ آدمیوں کی جماعت تو حق پر ہو مگر عام امت رسول اللہ گمراہی پر۔ خیال رہے کہ دنیا میں پچانوے فی صدی مسلمان حنفی المذہب ہیں اور پانچ فی صدق دیگر مذاہب اس اندازہ کی صحت حرمین طیبین جا کر معلوم ہوتی ہے۔ جہاں ہر ملک کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ بچارے وہابی تو کسی شمار میں نہیں۔ یہ شاید ہزار میں ایک ہوں گے۔ سرکار فرماتے ہیں۔

ماراہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

ترجمہ: جسے عامۃ المومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(امام حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳۔۸۴ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۲۱۲۔۲۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۳۵۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۷۵ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (اعلام الموقعین ابن جوزی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کتاب الاثار امام محمد حاشیہ ابوالوفاء افغانی ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷ رقم الحدیث ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۲۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المقاصد حسنہ امام سخاوی ص ۳۶۱ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اور فرماتے ہیں ﷺ۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذشذ فی النار۔

ترجمہ: میری امت کے بڑے گروہ کی پیروی کرو جو بڑی جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ جائے گا۔

(حاکم للمستدرک کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

خیال رہے کہ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ حنفی سب ایک گروہ ہے کہ عقائد سب کے ایک ہیں سب مقلد ہیں۔ غیر مقلد مٹھی بھر جماعت مسلمانوں سے عقائد میں بھی علیحدہ ہیں۔ اعمال میں بھی جداگانہ لہذا حنفیوں کی کوئی حدیث ضعیف ہوسکتی ہی نہیں۔ امت کے عمل سے قوی ہے۔ دیکھو مقدمہ۔

اعتراض نمبر ۴ ......: تمہاری پیش کردہ حدیث نمبر ا جو ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی وہ مجمل ہے کیونکہ اس میں نماز کا سارا طریقہ بیان نہ کیا گیا۔ صرف فرمایا گیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک دفعہ ہاتھ اٹھایا آگے کیا کیا یہ مذکور نہیں اور مجمل حدیث ناقابل عمل ہوتی ہے (ڈیرہ غازی خاں کے ایم لائق وہابی)۔

جواب: جناب یہ حدیث مجمل نہیں۔ مطلق نہیں۔ عام نہیں۔ مشترک لفظی۔ یا معنوی نہیں بلکہ حدیث مختصر ہے۔ مختصر پر عمل کو کس نے منع کیا اور مجمل بھی بعد بیان متکلم قابل عمل بلکہ واجب العمل ہو جاتی ہے کیونکہ مجمل بیان متکلم کے بعد محکم ہو جاتی ہے۔

ہمارا اعلان۔ دنیا بھر کے وہابی غیر مقلدوں کو اعلان ہے کہ مطلق۔ عام۔ مشترک معنوی۔ مشترک لفظی میں فرق بتائیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کی جامع مانع تعریف کریں۔ کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اصول فقہ، منطق کو ہاتھ نہ لگائیں۔

وہابیو! تم حدیث کے غلط ترجمے کیے جاؤ۔ تمہیں ان علمی چیزوں سے کیا تعلق کسی حنفی عالم سے مجمل کا لفظ سن لیا ہوگا۔ تو دھونس جمانے کے لئے یہاں اعتراض جڑ دیا اور اس میں یہ سنا ہوا لفظ استعمال کر دیا۔ اللہ تعالی نے علوم کے دریا تو مقلدین کے سینوں میں بہائے ہیں۔

اعتراض نمبر ۵ ......: ابوداؤد۔ ترمذی۔ دارمی ابن ماجہ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل کی۔ جس میں رفع یدین کے متعلق عبارت یہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ثم یکبر ویرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم یرکع ویضع راحتیه علی رکبتیه ثم یرفع راسه فیقول سمع الله لمن حمده ثم یرفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه الخ۔

ترجمہ: پھر آپ تکبیر کہتے تھے اور اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ کندھوں کے مقابل ہوجاتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے پھر اپنا سر اٹھاتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر اپنے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل ہوجاتے۔

(سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ ج ا ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۷۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے جماعت صحابہ میں یہ حدیث پیش کی۔ جس میں بوقت رکوع رفع یدین کا ذکر ہے اور سب نے ان کی تصدیق کی معلوم ہوا کہ رفع یدین حضور کا فعل ہے اور صحابہ کی تصدیق وعمل لہٰذا اس پر عمل ہم کو بھی چاہیے۔ (نوٹ یہ حدیث وہابی غیر مقلد کی انتہائی دلیل ہے جس پر انہیں بہت ناز ہے)۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں غور سے ملاحظہ کرو۔ ایک یہ کہ یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے قابل عمل نہیں کیونکہ اس حدیث کی اسناد ابوداؤد وغیرہ میں یہ ہے۔

حدثنا مسدد قال حدثنا یحییٰ۔ وهذا حدیث احمد قال حدثنا عبدالحمید یعنی ابن جعفر اخبرنی محمد ابن عمر وابن عطاء قال سمعت ابا حمید الساعدی فی عشرة الخ۔

ترجمہ: ہم سے مسدد نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں ہمیں یحییٰ نے حدیث سنائی۔ احمد نے فرمایا کہ ہمیں عبدالحمید ابن جعفر نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد ابن عمرو ابن عطاء نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے دس صحابہ کی جماعت میں سنا۔

(سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ ج ا ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۷۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ان میں سے عبدالحمید ابن جعفر سخت مجروح وضعیف ہیں۔ دیکھو طحاوی۔ دوسرے محمد ابن عمرو ابن عطاء نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہی نہیں کی۔ اور کہہ دیا میں نے ان سے سنا ہے لہٰذا یہ غلط ہے۔ درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا۔ جو مجہول ہے (شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلک رفع ام لا ج ا ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) ان دو نقصوں کی وجہ سے یہ حدیث ہی ناقابل عمل ہے مگر چونکہ آپ کے موافق ہے۔ اس لئے آپ کو مقبول ہے۔ کچھ تو شرم کرو۔

دوسرے یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں یہ بھی ہے۔

ثم اذا قام من الرکعتین کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه کما کبر عند افتتاح الصلوة۔

ترجمہ: پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو تکبیر فرماتے اور اپنے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل ہوجاتے جیسے کہ نماز کے شروع پر کیا تھا۔

(سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ ج ا ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۷۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فرماؤ آپ دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔

تیسرے یہ کہ جب ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث صحابہ کے مجمع میں پیش کی تو ان بزرگوں نے فرمایا جو ابوداؤد میں ہے۔

قالوا فلما فوالله ما کنت باکثرنا له تبعة ولا اقدمنا له صحبة قال بلیٰ۔

ترجمہ: انہوں نے فرمایا کہ تم ہم سے زیادہ حضور کی نماز کے کیسے واقف ہوگئے نہ تو تم ہم سے زیادہ حضور کے ساتھ رہے نہ ہم سے پہلے تم صحابی بنے تو ابوحمید بولے بے شک ایسا ہی ہے۔

(سنن ابوداؤد باب افتتاح الصلوۃ ج ا ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۷۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ ابوحمید نہ تو صحابہ میں فقیہہ وعالم ہیں نہ انہیں حضور کی زیادہ محبت میسر ہوئی اور سیدنا عبداللہ ابن مسعود عالم فقیہہ صحابی ہیں۔ جو حضور ﷺ کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ وہ رفع یدین کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ تو یقیناً ابوحمید کی روایت کے مقابل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت زیادہ معتبر ہے۔ جیسا کہ تعارض احادیث کا حکم لہٰذا تمہاری یہ حدیث بالکل ناقابل عمل ہے۔

چوتھے یہ کہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور نے آخر حیات شریف تک رفع یدین کیا۔ صرف یہ فرمایا کہ حضور ایسا کرتے تھے۔ مگر کب تک اس سے خاموشی ہے۔ ہم پہلی فصل میں حدیث پیش کر چکے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثیں منسوخ ہیں۔ لہٰذا یہ اس منسوخ حدیث کا بیان ہے کہ ایک زمانہ میں حضور ایسا کرتے تھے۔ اب لائق عمل نہیں۔

پانچویں یہ کہ یہ حدیث قیاس شرعی کے خلاف ہے اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت قیاس کے مطابق لہٰذا وہ حدیث واجب العمل ہے اور تمہاری یہ روایت واجب الترک کیونکہ جب احادیث میں تعارض ہو تو قیاس شرعی سے ایک کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ دیکھو ایک حدیث میں ہے۔

الوضوء مما مسته النار۔

ترجمہ: آگ کی پکی چیز کے استعمال سے وضو کرنا واجب ہے۔

(سنن ابوداؤد باب فی ترک الوضوء مما مست النار ج۱ ص۵۰ رقم الحدیث ۱۹۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دوسری حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حضور انور ﷺ نے کھانا ملاحظہ فرما کر بغیر وضو کیے نماز پڑھی۔ یہاں حدیثوں میں تعارض ہوا تو پہلی حدیث چھوڑ دی گئی کہ قیاس کے خلاف ہے دن رات گرم پانی سے وضو کیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث واجب العمل ہوئی کہ قیاس کے مطابق ہے ایسے ہی یہاں ہے۔

چھٹے یہ کہ عام صحابہ کرام کا عمل تمہاری پیش کردہ حدیث کے خلاف رہا جیسا کہ ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے معلوم ہوا کہ صحابہ کی نظر میں رفع یدین کی حدیث منسوخ ہے۔

ساتویں یہ کہ ابوحمید ساعدی کی اس روایت میں عبدالحمید ابن جعفر اور محمد ابن عمرو ابن عطاء ایسے غیر معتبر راوی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ چنانچہ امام ماردی نے جوہر نقی میں فرمایا کہ عبدالحمید منکر الحدیث ہے۔ یہ امام ماروی وہ ہیں۔ جنہیں یحییٰ ابن سعید فرماتے ہیں۔ ھو امام الناس فی ھذا الباب حدیث کے فن میں وہ امام ہیں۔ محمد ابن عمر ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے ان سے سنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول درجہ کی مدلس ہے۔ نیز اس حدیث کی اسناد میں سخت اضطراب ہے اسناد بھی مضطرب ہے اور متن بھی۔ چنانچہ عطاف ابن خالد نے جب یہ روایت کی تو محمد ابن عمرو اور ابوحمید ساعدی کے درمیان ایک مجہول الحال راوی بیان کیا لہٰذا یہ حدیث مجہول بھی ہے غرضیکہ اس حدیث میں ایک نہیں بہت خرابیاں ہیں۔ یہ منکر بھی ہے۔ مضطرب بھی مدلس یا موضوع بھی ہے۔ مجہول بھی ہے۔ دیکھو حاشیہ ابوداؤد یہ ہی مقام ایسی روایت تو نام لینے کے قابل بھی نہیں۔ چہ جائیکہ اس سے دلیل پکڑی جاوے۔

آٹھویں یہ کہ بخاری نے بھی ابوحمید ساعدی کی یہ روایت لی ہے۔ مگر نہ اس میں ایسے راوی ہیں نہ وہاں رفع یدین کا ذکر ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ اگر ان کی روایت میں رفع یدین کا ذکر درست ہوتا تو امام بخاری ہرگز نہ چھوڑتے۔ بہر حال تمہاری یہ حدیث کسی لحاظ سے بھی توجہ کے قابل نہیں۔

حنفی بھائیو! رفع یدین غیر مقلد وہابیوں کا چوٹی کا مسئلہ ہے اور یہ حدیث ابوحمید ساعدی مایہ ناز دلیل ہے جو وہابیوں کے بچہ بچہ کو حفظ

marfat.com

Marfat.com

ہوتی ہے عام حنفی لوگ ان کی لن ترانیاں دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ان کے دلائل بڑے خوب قوی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس دلیل کے پرخچے اڑ گئے اب وہابی یہ حدیث پیش کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔

خیال رہے کہ وہابیوں کی کسی اسناد کا مجروح ہو جانا وہابیوں کے لئے قیامت ہے کیونکہ ان کے مذہب کی بنیاد صرف انہیں اسنادوں پر ہی ہے اگر ایک اسناد غلط ہوگئی تو سمجھو کہ ان کے مذہب کی آنکھ پھوٹ گئی کیونکہ ان بیچاروں کا سواء ان اسنادوں کے کوئی سہارا نہیں یہ بے پیرے۔ بے مرشدے بے نورے اس آیت کے مصداق ہیں۔ رب فرماتا ہے۔

ومن یضلل فلن تجدله ولیا مرشدا۔

ترجمہ: جسے اللہ گمراہ کرے اسے نہ کوئی ولی ملے نہ پیر مرشد۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۱۷)

نیز رب فرماتا ہے۔

ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیراً۔

ترجمہ: جس پر خدا لعنت کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۲)

لیکن احناف کی حدیث کی کسی اسناد کے مجروح ہونے سے احناف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہمارے مسائل فقہیہ کا دارومدار ان اسنادوں پر نہیں۔ بلکہ حضرت امام الآئمہ کاشف الغمہ سراج امہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمان پاک پر ہے۔ وہ امام اعظم جوامت کا چراغ ہے امام بخاری وعام محدثین کے استادوں کا استاد ہے۔ جس کے زیر دامن ہزار ہا اولیاء اور علماء ہیں جس کا مذہب ہر اس جگہ موجود ہے جہاں دین رسول اللہ موجود ہے۔ ان کے قول ہمارے مسائل کی دلیل ہیں۔ امام اعظم کی دلیلیں آیات قرآنیہ اور وہ صحیح احادیث ہیں۔ جن پر نہ کوئی خدشہ ہے نہ غبار کیونکہ امام اعظم حضور ﷺ سے بہت قریب زمانہ میں ہیں۔

مثال:۔ دیکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ فرمائی حالانکہ قرآن کریم میں تقسیم میراث کا حکم ہے۔ جب ان کی خدمت میں یہ سوال ہوا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ انبیاء کرام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود براہ راست یہ حدیث سنی تھی بیدھڑک اس پر عمل کیا اگر اس حدیث سے ہم استدلال کرتے تو ہم کو ہزار ہا مصیبتیں پیش آجائیں۔ اسناد پر ہزار ہا قسم کی جرح ہو جاتی مگر صدیق اکبر کی آنکھوں نے خاموش قرآن میں تقسیم میراث کا حکم دیکھا تھا۔ لیکن ان کے کانوں نے بولتے ہوئے قرآن ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں۔ جیسے صدیق اکبر کی حدیث جرح وقدح سے پاک ہے۔ ایسے ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایات جرح وقدح سے پاک کہ ان کا زمانہ حضور ﷺ سے متصل ہے لہٰذا وہابیوں کے لئے یہ اسنادیں آفت ہیں ہم مقلدوں پر جن جرحوں کا کوئی اثر نہیں۔ دیکھو ہم نے پہلی فصل میں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اسناد پیش کی سبحان اللہ کیسی پاکیزہ اسناد ہے کیا کسی وہابی میں ہمت ہے کہ اسناد پر جرح کر سکے۔

اعتراض نمبر ٦ ......:۔ بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصلوۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما کذلک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد وکان لا یفعل ذالک فی السجود۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ ہاتھ شریف کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔ جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر

marfat.com
Marfat.com

فرماتے۔اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔تب بھی ایسے ہی ہاتھ اٹھاتے تھے اور فرماتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔نہایت صحیح الاسناد ہے۔جس سے رفع یدین رکوع کے وقت بھی ثابت ہے۔اور بعد رکوع بھی۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ اس حدیث میں یہ تو ذکر ہے کہ حضور ﷺ رفع یدین کرتے تھے۔مگر یہ ذکر نہیں کہ آخر وقت تک حضور کا یہ فعل شریف رہا۔ہم بھی کہتے ہیں کہ واقعی رفع یدین اسلام میں پہلے تھا بعد کو منسوخ ہو گیا۔اس حدیث میں اس منسوخ فعل شریف کا ذکر ہے۔اس کا منسوخ ہونا ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے۔

دوسرے یہ کہ صحابہ کرام نے رفع یدین کرنا چھوڑ دیا۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کی نظر میں رفع یدین منسوخ ہے۔چنانچہ دار قطنی میں صفحہ ۱۱۱ پر سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صليت مع النبي ﷺ ومع ابي بكر ومع عمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلوة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں ان حضرات نے شروع نماز تکبیر اولیٰ کے سوا اور کسی وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔

(سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (مسند ابو یعلیٰ ج ۸ ص ۴۵۳ رقم الحدیث ۵۰۳۹ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

فرماؤ جناب اگر رفع یدین سنت باقیہ ہے تو ان بزرگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ دیا۔تیسرے یہ کہ اس حدیث کے راوی سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور ان کا خود اپنا عمل اس کے خلاف کہ آپ رفع یدین نہ کرتے تھے۔جیسا کہ ہم پہلی فصل میں نقل کر چکے اور جب راوی کا اپنا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث خود راوی کے نزدیک منسوخ ہے ہم پہلی فصل میں یہ بھی دکھا چکے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ان صحابہ کے عمل نے اس حدیث کا نسخ ثابت کیا۔چوتھے یہ کہ رسالہ آفتاب محمدی میں ہے کہ یہ حدیث ابن عمر سے چند اسنادوں سے مروی ہے اور وہ سخت ضعیف ہیں کیونکہ ایک روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے۔اس کی دوسری اسناد میں ابو قلابہ ہے جو خارجی المذہب ہے یعنی ناجی دیکھو تہذیب تیسری اسناد میں عبد اللہ ہے یہ پکا رافضی تھا۔چوتھی اسناد میں شعیف ابن اسحاق ہے یہ بھی مرجیہ مذہب کا تھا۔غرضیکہ رفع یدین کی حدیثوں کے راوی روافض بھی ہیں کیونکہ یہ روافض کا عمل ہے وہ رفع یدین کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۷ ......:۔بخاری شریف نے حضرت نافع سے روایت کی۔

ان ابن عمر كان اذا اخل في الصلوة كبر رفع يديه واذا قال سمع الله لمن حمده رفع يديه و اذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذالك ابن عمر الى النبي ﷺ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع لمن حمدہ کہتے جب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس فعل کو آپ نبی کریم ﷺ کی طرف مرفوع کرتے تھے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

دیکھو سیدنا عبداللہ ابن عمر بوقت رکوع رفع یدین کرتے تھے۔رفع یدین سنت صحابہ بھی ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کہ اس میں دو رکعتوں سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین ثابت ہے۔تم لوگ صرف رکوع پر کرتے ہو۔دو رکعتوں سے اٹھتے وقت نہیں کرتے۔دوسرے یہ کہ ہم پہلی فصل میں حدیث بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔اب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دو فعل نقل ہوئے بوقت رکوع ہاتھ اٹھانا۔اور نہ اٹھانا ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ نسخ کی خبر سے پہلے آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نسخ کی خبر کے بعد نہ اٹھاتے تھے کیونکہ اس حدیث میں وقت کا ذکر نہیں کہ کب اور کس زمانہ میں اٹھاتے تھے لہٰذا دونوں حدیثیں جمع ہوگئیں۔چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

فقد یجوز ان یکون ابن عمر فعل ما راہ طاوس قبل ان تقوم الحجة عندہ بنسخہ ثم قامت الحجة عندہ بنسخہ وترکہ وفعل ماذکرہ عنہ مجاھد۔

ترجمہ: جائز ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رفع یدین جو طاؤس نے دیکھا ثبوت نسخ سے پہلے کیا۔پھر جب سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کے نسخ کی تحقیق ہوگئی تو چھوڑ دیا اور وہ کیا۔جو مجاہد نے دیکھا۔(رفع یدین نہ کرنا)

(شرح معانی الآثار باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع الامام ج اص ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بہر حال ہمارے نزدیک دونوں حدیثیں درست ہیں مختلف وقتوں میں مختلف عمل ہیں۔مگر وہابیوں کو ایک حدیث چھوڑنے سے دونوں کو جمع کرنا بہتر ہے۔

اعتراض نمبر ۸......:۔ مسلم شریف نے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

فلما قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ فلما سجد سجد بین کفیہ۔

ترجمہ: جب حضور ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور جب سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کے بیچ میں کیا۔

اس سے بھی رفع یدین ثابت ہے۔

جواب:۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مقابلہ میں معتبر نہیں۔حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ صرف ایک بار ہاتھ اٹھانے کی روایت کرتے ہیں۔کیونکہ ابن حجر رضی اللہ عنہ دیہات کے رہنے والے تھے۔جنہوں نے ایک آدھ بار حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی انہیں نسخ احکام کی خبر بمشکل ہوتی تھی۔مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔بڑے عالم وفقیہہ صحابی تھے۔نیز حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے آخری صف میں کھڑے ہوئے ہوں گے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صف اول میں خاص حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہونے والے صحابی ہیں کیونکہ حضور ﷺ کے پیچھے علماء فقہاء صحابہ کھڑے ہوتے تھے خود سرکار ﷺ نے حکم دیا تھا کہ۔

لیلنی منکم اولو الاحکام والنھی۔

ترجمہ: تم میں سے مجھ سے قریب وہ رہے جو علم وعقل والا ہو۔

چنانچہ مسند امام اعظم میں ہے کہ کسی نے ابراہیم نخعی سے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی متعلق دریافت کیا۔جس میں انہوں نے رفع یدین کا ذکر کیا ہے تو حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے نفیس جواب دیا۔

فقال اعرابی لایعرف شرائع الاسلام ولم یصل مع النبی ﷺ الا صلوۃ واحدۃ وقد حدثنی من لا احصی

marfat.com
Marfat.com

عن عبداللہ ابن مسعود انہ کان یرفع یدیہ فی بدء الصلوۃ فقط وحکاہ عن النبی ﷺ وعبداللہ عالم بشرائع الاسلام وحدودہ متفقد احوال النبی ﷺ ملازم لہ فی اقامتہ واسفارہ وقد صلی مع النبی ﷺ مالا یحصی۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ دیہات کے رہنے والے تھے اسلام کے احکام سے پورے واقف نہ تھے حضور ﷺ کے ساتھ ایک آدھ ہی نماز پڑھ سکے اور مجھ سے بے شمار شخصوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ صرف ابتداء نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ حضور ﷺ سے نقل فرماتے تھے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ احکام اسلام سے خبردار حضور ﷺ کے حالات کی تحقیقی خبر رکھنے والے۔ حضور ﷺ کے سفر و حضر کے ساتھی تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں پڑھیں۔

(مسند امام اعظم کتاب الصلوۃ ص ۲۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۲۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

خلاصہ یہ کہ عالم وفقیہ اور حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے صحابی کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت قابل عمل ہے۔ اور اس روایت کے مقابل سیدنا وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ناقابل عمل انہوں نے رفع یدین کے نسخ سے پہلے کا فعل ملاحظہ کیا اور وہ ہی نقل فرمادیا۔

اعتراض نمبر ۹ ......: اگر تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا چاہیے تو آپ لوگ نماز عید اور نماز وتر میں رکوع کے وقت رفع یدین کیوں کرتے ہو کیا وہ دونوں نمازیں نماز نہیں۔ (بعض ڈیرہ غازی خانی وہابی)۔

جواب:۔ اس سوال سے آپ کی بے بسی ظاہر ہو رہی ہے۔ احادیث میں تو آپ رہ گئے اب لگے۔ اٹکل پچو بہانہ بنانے۔ جناب یہاں گفتگو اس رفع یدین میں ہے۔ جسے آپ سنت نماز یا سنت رکوع سمجھ بیٹھے ہیں۔ عیدین اور وتر کے رفع یدین سنت رکوع نہیں بلکہ نماز عید اور دعا قنوت کی سنتیں ہیں۔ اسی لئے عید میں ایک رکعت میں تین بار رفع یدین ہوتا ہے اور وتر میں رکوع سے پہلے نہیں بلکہ دعا قنوت سے پہلے ہوتا ہے جیسے نماز عید میں خطبہ جماعت وغیرہ اور نماز وتر میں دعا قنوت تین رکعت وغیرہ خصوصی صفات ہیں۔ ایسے ہی چھ تکبیریں اور چھ دفعہ رفع یدین نماز عید کی خصوصیت ہے اگر نماز پنجگانہ کو نماز عید یا نماز وتر پر قیاس کرتے ہو تو اے وہابیو ہر رکوع پر تین دفعہ رفع یدین کیا کرو اور ہر نماز میں دعا قنوت پڑھا کرو۔

اعتراض نمبر ۱۰ ......: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ کوثر شریف نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرئیل علیہ السلام نحر کیا چیز ہے جس کا مجھے نماز کے ساتھ حکم دیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اس نحر سے مراد قربانی نہیں بلکہ۔

اذا تحرمت للصلوۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت راسک من الرکوع فانہا صلوتنا وصلوۃ الملئکۃ الذین فی السموت السبع۔

ترجمہ: جب آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہیں تو اپنے ہاتھ اٹھائیں اور جب رکوع کریں اور جب اپنا سر اٹھائیں کیونکہ یہ ہی ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو سات آسمانوں میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے جیسے نماز کا حکم دیا ہے۔ ویسے ہی رفع یدین کا بھی حکم دیا لہٰذا رفع یدین ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے نماز ضروری کہ رب نے فرمایا فصل لربک وانحر۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں تو جو لوگ رفع یدین نہ کریں وہ حضور ﷺ کے بھی مخالف ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی اور فرشتوں کے بھی۔ فرش وعرش پر رفع یدین ہوتا ہے تم لوگ ایک امام ابوحنیفہ کی پیروی میں ان تمام مقدسین کی مخالفت نہ کرو۔

marfat.com

Marfat.com

نوٹ ضروری:۔ ڈیرہ غازی خاں کے وہابی غیر مقلدوں کی طرف سے رفع یدین کے متعلق ایک ٹریکٹ مفت تقسیم ہوا مجھے بھی بھیجا گیا اس میں یہ اعتراض بہت جوش کے لب ولہجہ میں مذکور ہے اب تک پرانے وہابیوں کو نہ سوجھا تھا۔

جواب:۔ وہابی جی تم نے تمہارے کسی ہم نوانے جھوٹی حدیث گھڑ تو لی۔ مگر گھڑ نا نہ آئی جھوٹ بولنے کے لئے بھی سلیقہ درکار ہے۔ تمہاری اس گھڑی ہوئی حدیث نے ہی تمہارے مذہب کا بیڑا غرق کر دیا۔ چونکہ تم نے اس کی اسناد بیان نہ کی اس لئے اسناد پر بحث نہیں کی جاسکتی اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا گھڑنے والا کون ہے۔ البتہ متن حدیث پر چند طرح گفتگو ہے۔

ایک یہ کہ آپ نے نحر کے معنی کئے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد ہاتھ اٹھانا یہ لغت کی کون سی کتاب سے ثابت ہیں۔ نحر کے معنی ہاتھ اٹھانا۔ رکوع سے پہلے اور بعد اتنے معنی کی پوٹلی ایک لفظ نحر میں کس نے بھر دی۔ کیا حضرت جبریل علیہ السلام کو لغت عرب کی بھی خبر نہ تھی جو نحر کے معنے یہ بتا گئے پھر نبی کریم ﷺ اور اہل بیت اطہار نے بھی نہ پوچھا کہ اے جبریل علیہ السلام نحر کے یہ انوکھے معنی کہاں سے لئے گئے۔ اور کیسے لئے گئے لغت کا حوالہ پیش کرو۔ اگر قرآن وحدیث کے معنی ایسے ہونے شروع ہو گئے تو دین کا رب ہی حافظ ہے۔ صلوۃ کے معنی روٹی کھانا۔ زکوۃ کے معنی پانی پینا حج کے معنی کپڑے پہننا۔ صوم کے معنی چارپائی پر سونا۔ جہاد کے معنی دوکانداری کرنا کرلو۔ چلو اسلام کے پانچوں ارکان ختم۔ ذرا شرم کرو اپنے نامہذب مذہب کو بنانے کے لئے کیوں ایسی حدیثیں گھڑتے ہو۔

دوسرے یہ کہ یہاں نحر۔ صلوۃ پر معطوف ہے۔ اور معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ تو چاہئے کہ نحر سے مراد رفع یدین نہ ہو کہ یہ نماز کا جز ہے۔ نہ کہ نماز کا غیر۔

تیسرے یہ کہ جب وانحر کے معنی ہوئے رفع یدین کرو اور یہ امر قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ مذکور ہوا تو چاہئے نماز فرض قطعی ہے کہ اس کا منکر دین سے خارج ہو جاتا ہے ایسے ہی رفع یدین فرض قطعی ہو کہ اس کے سارے منکر کافر ہوں تو تم اور تمہاری ساری جماعت اسے فرض کیوں نہیں کہتے۔ صرف سنت کیوں کہتے ہو اور جب غیر مقلد حنفیوں میں پھنسیں تو رفع یدین چھوڑ کیوں دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر رفع یدین کرنا بھی سنت ہے نہ کرنا بھی جس پر چاہو عمل کرلو بتاؤ اس کی فرضیت کے منکر ہو کر تمام وہابی کون ہوئے۔

چوتھے یہ کہ کسی محدث نے رفع یدین کو فرض قطعی نہ کیا۔ امام ترمذی نے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو حسن فرما کر فرمایا کہ اس پر بہت علماء صحابہ وتابعین کا عمل ہے۔ فرماؤ امام ترمذی اور سارے محدثین رفع یدین کی فرضیت کی انکار کر کے تمہارے نزدیک اسلام کے دائرہ میں رہے یا نہیں اور اب ان کی کتب سے حدیث لینا شرعاً جائز ہے یا نا جائز۔

پانچویں یہ کہ ہم پہلی فصل میں دلائل سے ثابت کر چکے کہ حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ علی مرتضی۔ عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمر۔ عبداللہ ابن مسعود۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ بلکہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے سخت منع فرماتے تھے تو اتنا بڑا فریضہ قرآنی جو نماز کی طرح فرض ہو ان صحابہ پر مخفی رہا اور آج چودہ سو برس کے بعد ڈیرہ غازی خاں کے ایک مولوی کو معلوم ہوا۔ حیرت در حیرت کا باعث ہے یا نہیں۔

چھٹے کہ تم نے یہ گھڑی ہوئی حدیث حضرت امیر المومنین مولیٰ کائنات علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی تو حیرت ہے کہ حضرت علی خود یہ روایت بیان فرماتے ہیں اور خود ہی اس کے خلاف کرتے ہیں کہ رفع یدین نہیں فرماتے آخر خود کیوں عمل چھوڑ دیا۔

ساتویں یہ کہ خود حضور انور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے وانحر کے معنی پوچھے اور پھر خود اس پر عمل نہ فرمایا۔ جیسا کہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے چاہئے تو یہ تھا کہ رفع یدین کی ایسی ہی تبلیغ فرمائی جاتی۔ جیسے نماز کی فرضیت کی تبلیغ کی گئی اور رفع یدین نہ کرنے

marfat.com
Marfat.com

والوں پر ایسے ہی جہاد کیا جاتا۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منکروں پر فرمایا۔ ملائی حدیث گھڑنے سے پہلے تمام اونچ نیچ سوچ سمجھ لینی چاہیے۔

مسلمانو! غور کرو یہ ہے ان لوگوں کی اتباع حدیث جو ہم سے ہر مسئلہ پر بخاری و مسلم کی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور اپنے لئے ایسی بے تکی حدیثیں گھڑ لینے میں خوف خدا نہیں کرتے۔ شاید اہل حدیث کے معنی ہیں۔ حدیث بنانے والے۔ حدیث ڈھالنے والے۔

اعتراض نمبر ۱۱ ......: ۔حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اذا ثبت حدیث فھو مذھبی۔

ترجمہ: جب کوئی حدیث ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔

چونکہ رفع یدین قرأت خلف الامام کے متعلق ہم کو ثابت ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول حدیث کے خلاف ہے۔ اس لئے ہم نے ان کا قول دیوار سے مار دیا اور حدیث رسول پر عمل کیا خود تحقیق کر کے حدیث پر عمل کرنا یہ ہی حنفیت ہے (عام وہابی)

جواب: ۔جی ہاں اور خاص کر جبکہ حدیث کے محقق آپ جیسے محققین (حقہ پینے والے) ہوں جنہیں استنجا کرنے کی تمیز نہیں جو بخاری کو بکھاری۔ مسلم کو مسلم حدیث کو حدیث فرمائیں۔ جناب حضرت امام نے آپ جیسے بزرگوں کو یہ کھلی اجازت نہیں دی۔ امام کے فرمان کا ترجمہ یہ ہے۔

اذا ثبت حدیث فھو مذھبی۔

ترجمہ: جب کوئی حدیث ثابت ہوگئی تو وہ میرا مذہب ہوئی ہے۔

یعنی اے مسلمانو ہم نے ہر مسئلہ پر حدیث رسول تلاش کی۔ اور اس کے ہر پہلو پر ہر طرح غور و خوض و بحث تحیص کی۔ اسناد اور متن پر خوب گرما گرم جرح و قدح کی جب ہر طرح ثابت ہوئی تو اسے اپنا مذہب بنایا گیا۔ یہ مذہب بہت پختہ اور تحقیقی ہے۔ لہٰذا تم خود حدیث کے سمندر میں نہ کودنا ایمان کھو بیٹھو گے۔ ہمارے نکالے ہوئے موتی استعمال کرنا۔ سمندر سے موتی نکالنا ہر ایک کا کام نہیں۔ صرف غواص کا کام ہے۔ اگر پنساری کی دکان کی دوائیں بیمار اپنی رائے سے استعمال کرے گا تو وہ ہلاک ہو جاوے گا۔ حکیم کی تجویز سے استعمال کرو۔ قرآن حدیث روحانی دواؤں کا دواخانہ ہے۔ امام اعظم طبیب اعظم ہیں۔ قرآن و حدیث کی دوائیں ہوں۔ امام برحق مجتہد کی تجویز ہو۔ دیکھو پھر فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔

حضرت امام کے فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے شریعت کے سارے قوانین و مسائل بغیر سوچے سمجھے الکل پچو بیان کر دیئے ہیں۔ اے ناسمجھ نادانو تم حدیث کے غلط سلط ترجمے کرتے جانا اور مذہب میں فتنے پھیلاتے جانا جب ایک قابل طبیب بغیر تحقیق اور بغیر سوچے سمجھے ایک بیمار کے لئے نسخہ نہیں لکھتا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے حکیم ملت سراج امت نے آنکھیں بند کر کے بغیر قرآن و حدیث دیکھے روحانی نسخے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے کیسے لکھ دیئے۔ رب تعالیٰ سمجھ دے۔

☆..........☆

marfat.com

Marfat.com

ساتواں باب

وتر واجب ہیں اور تین رکعت ہیں

وتر کے معنی ہیں طاق عدد یعنی جس کے برابر دو حصے نہ ہو سکیں۔ جیسے تین پانچ سات وغیرہ اس کا مقابل ہے۔ شفع یعنی جفت عدد جو دو برابر حصوں پر تقسیم ہو جاوے اصلاح شریعت میں وتر اس طاق نماز کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد نماز عشاء خواہ تہجد میں یا عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وتر واجب ہے کہ اس کا چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔ اس کی قضاء لازم۔ اور وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ وتر واجب نہیں سنت غیر موکدہ یعنی نفل ہے اور وتر ایک رکعت ہے۔ مذہب حنفی حق ہے اور وہابیوں کا قول باطل محض ہم یہاں اصل بحث تو وتر کی تین رکعتوں پر کرنا ہے اس سے پہلے ضمنی طور پر وتر کے وجوب پر چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔☆

وتر واجب ھیں

حدیث نمبر ۱ تا ۳:۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الوتر حق علی کل مسلم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ہر مسلمان پر وتر لازم ہیں۔

(سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۴۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن نسائی ج ۳ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۱۷۱۰ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۷۶ رقم الحدیث ۱۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

وتر پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی ترک نہ فرمایا اور اس کے چھوڑنے پر وعید بھی سنائی ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر۔

ترجمہ: وتر حق ہے اور جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے اور جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۴۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کل لیل اوتر رسول اللہ ﷺ وانتھی وترہ الی السحر۔

حضور ﷺ نے ہر رات نماز وتر ادا کی ہے اور آپ ﷺ کی نماز وتر کا وقت سحری تک رہتا۔

(سنن ابوداؤد باب فی وقت الوتر ج ۲ ص ۶۶ رقم الحدیث ۱۴۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان کے ترک کرنے پر وعید سنائی ہے اور اپنی زندگی میں ان کو کبھی ترک نہیں کیا اور واجب کا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وکیع عن خلیل بن مرۃ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یوتر فلیس منا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲ رقم الحدیث ۶۸۶۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۴:۔ بزار نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول الله ﷺ الوتر واجب علی کل مسلم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر واجب ہیں۔

حدیث نمبر ۵۔۶:۔ ابوداؤد و حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا۔

قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وتر لازم ضروری ہیں۔ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج ۱ ص ۴۴۸ رقم الحدیث ۱۱۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۴۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۷ رقم الحدیث ۲۳۰۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۲ رقم الحدیث ۶۸۶۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر ۷:۔ عبداللہ ابن احمد نے عبدالرحمٰن ابن رافع تنوخی سے روایت کی کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ شام کے لوگ وتر میں سستی کرتے ہیں۔ تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی کہ شامی لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے۔

فقال معاویة اواجب ذلك علیهم قال نعم سمعت رسول الله ﷺ یقول زادنی ربی عزوجل صلوة هی الوتر فیما بین العشاء الی طلوع الفجر۔

ترجمہ: تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا مسلمانوں پر وتر واجب ہیں معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رب نے ایک نماز زیادہ دی ہے جو وتر ہے عشاء اور فجر کے طلوع کے درمیان۔

(جامع الرضوی صحیح البحاری ج ۲ ص ۵۵۴ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۸:۔ ترمذی نے حضرت زید ابن اسلم سے مرسلا روایت کی۔

قال رسول الله ﷺ من نام عن وتره فلیصل اذا اصبح۔

ترجمہ: جو وتر چھوڑ کر سو جائے وہ صبح کے وقت اس کی قضاء پڑھ لے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۴۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج ۱ ص ۴۴۳ رقم الحدیث ۱۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۹ تا ۱۴:۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ احمد۔ ابن حبان۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ شرط شیخین پر ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ الوتر حق واجب علی کل مسلم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ وتر لازم ہے۔ واجب ہے ہر مسلمان پر۔

(سنن ابوداؤد باب فیمن لم یوتر ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۴۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن نسائی ج ۳ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۱۷۱۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۷۶ رقم الحدیث ۱۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۱۶۷ رقم الحدیث ۲۴۰۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ان احادیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ وتر نفل نہیں۔ بلکہ واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ وتر کی قضا واجب ہے اور ظاہر ہے کہ قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے نفل کی قضا نہیں وجوب وتر کی بہت احادیث ہیں ہم نے صرف ۱۴ روایتیں پیش کیں۔

marfat.com

Marfat.com

وتر تین رکعت ہیں

حدیث نمبر ۱ تا ۴:۔ نسائی شریف۔طحاوی۔طبرانی نے صغیر میں۔حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے مسلم و بخاری کی۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرھن۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے نہ سلام پھیرتے تھے مگر آخر میں۔

(مستدرک للحاکم کتاب الوتر ج ۱ص ۴۴۷ رقم الحدیث ۱۱۴۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(سنن نسائی ج ۳ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۱۷۱۷ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)،(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۵۔۶:۔ دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ وتر اللیل ثلث کوتر النھار صلوۃ المغرب۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ رات کے وتر تین رکعت ہیں۔جیسے دن کے وتر نماز مغرب۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ص ۳۰ رقم الحدیث ۴۵۹۰ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)،(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد قال الامام الہیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(سنن الدار قطنی ج ۲ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۷:۔ طحاوی شریف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۲۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۱۲۷۳۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

حدیث نمبر ۸:۔ نسائی شریف نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ رات کو بیدار ہوئے اور وضو فرمایا۔مسواک کی۔اور یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرماتے تھے۔ان فی خلق السموت الخ پھر دو رکعتیں نفل پڑھیں۔

ثم عاد فنام حتی سمعت نفخہ ثم قام فتوضاء واستاك ثم صلی رکعتین ثم قام فتوضا و استاك وصلی رکعتین واوتر بثلث۔

ترجمہ: پھر آپ دوبارہ سو گئے یہاں تک کہ میں نے حضور ﷺ کے خراٹے سنے پھر اٹھے تو وضو فرمایا اور مسواک کی پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر اٹھے اور وضو مع مسواک کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔

(سنن نسائی ج ۳ص ۲۳۷ رقم الحدیث ۱۷۰۵ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

حدیث نمبر ۹۔۱۳:۔ ترمذی۔نسائی۔دارمی۔ابن ماجہ۔ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال کان النبی ﷺ یقرء فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلی وقل یایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد فی رکعتہ رکعتہ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ۔اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورت۔

(سنن الترمذی ج ۲ص ۳۲۵ رقم الحدیث ۴۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن نسائی ج ۳ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۱۷۰۲ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)،(سنن ابن ماجہ ج ۱ص ۳۷۰ رقم الحدیث ۱۱۷۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ص ۱۷۰ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۹۴ رقم الحدیث ۶۸۸۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۱۴ تا ۱۸:۔ ترمذی شریف۔ابوداؤد۔ابن ماجہ۔نسائی۔امام احمد بن حنبل نے حضرت عبدالعزیز بن ابن جریج۔ عبدالرحمٰن ابن ابزی سے روایت کی۔

قال سالنا عائشة بای شیئی کان یوتر رسول الله ﷺ فقالت کان یقرء فی الاولی بسبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیة بقل یا یها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتین۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ وتر میں کیا پڑھا کرتے تھے۔تو آپ نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل ایہا الکافرون تیسری میں قل ہو اللہ اور فلق وناس۔

(سنن نسائی ج ۳ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۱۷۳۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۲۶ رقم الحدیث ۴۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۷۰ رقم الحدیث ۱۱۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۱۴۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۳ رقم الحدیث ۶۸۷۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۴۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

حدیث نمبر ۱۹:۔ نسائی شریف نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ان رسول الله ﷺ یقرء فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلی وفی الرکعة الثانیة قل یایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد ولا یسلم الا فی آخرهن۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ وتر میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ پڑھا کرتے تھے۔اور سلام نہ پھیرتے تھے۔مگر ان تینوں رکعتوں کے آخر میں۔

(سنن نسائی ج ۳ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۱۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳ رقم الحدیث ۱۴۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۷۰ رقم الحدیث ۱۱۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۵ رقم الحدیث ۶۸۸۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۴۶۳۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۲۰:۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال اجمع المسلمون علی الوتر ثلث لا یسلم الا فی آخرهن۔

ترجمہ: اس پر سارے مسلمان متفق ہیں کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے۔مگر ان کے آخر میں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۹ رقم الحدیث ۶۸۱۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر ۲۱:۔ طحاوی شریف نے حضرت ابو خالد سے روایت کی۔

قال سالت ابا العالیة عن الوتر فقال علمنا اصحاب رسول الله ﷺ ان الوتر مثل صلوة المغرب هذا وتر اللیل وهذا وتر النهار۔

ترجمہ: میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب صحابہ رسول اللہ ﷺ تو یہی جانتے ہیں کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔یہ رات کے وتر ہیں مغرب کے دن وتر۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو معاویة عن ابن جریر عن اسماعیل بن محمد بن سعید عن ابن السباق ان ابن عمر دفن ابا بکر لیلا ثم دخل المسجد فاوتر بثلاث۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا۔ پھر تین رکعت وتر پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۹ رقم الحدیث ۶۸۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هشيم عن حميد عن انس انه كان يوتر بثلاث ركعات۔

ترجمہ: حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۹ رقم الحدیث ۶۸۲۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هشيم قال اخبرنا عبدالملك بن ابى سليمان عن ابى عبدالرحيم عن زاذان ابى عمر ان عليا كان يفعل ذلك۔

ترجمہ: زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۲۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن مهدى عن سليمان بن حيان عن ابى غالب قال كان ابو امامة يوتر بثلاث ركعات۔

ترجمہ: ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۲۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا زيد بن حباب عن ابى الزبير عن مكحول عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلاث ركعات لم يفصل بينهن بسلام۔

ترجمہ: مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وكيع عن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس انه اوتر بثلاث لم يسلم الا فى اخرهن۔

ترجمہ: ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۸۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۶ رقم الحدیث ۴۶۶۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا اسود بن عامر اخبرنا ابوبكر عن ابى اسحاق عن الحرث عن على رضى الله عنه ان النبى ﷺ كان يوتر بثلاث۔

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸۹ رقم الحدیث ۶۸۵ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا سلام بن سليم الحنفى عن ابى حمزة عن ابراهيم النخعى عن علقمة قال قال عبدالله بن

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

مسعود اھون ما یکون ثلاث رکعات۔

ترجمہ: حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر کم از کم تین رکعت ہیں۔

(الحجۃ للشیبانی ج ا ص ۱۹۷۔۱۹۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

امام محمد بن حسن الشیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب انی ترکت الوتر بثلاث وان لی حمر النعم۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تین رکعت وتر چھوڑوں اگرچہ ان کے بدلے مجھے سرخ اونٹوں کا خزانہ مل جائے۔

(الحجۃ للشیبانی ج ا ص ۱۹۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبداللہ بن محمد بن یوسف اخبرنا احمد بن محمد بن اسماعیل بن الفرج قال حدثنا ابی قال حدثنا الحسن بن سلیمان قبیطة حدثنا عثمان بن ربیعة بن ابی عبدالرحمان حدثنا عبدالعزیز بن محمد الداروردی عن عمرو بن یحیی عن ابیه عن ابی سعید ان رسول اللہ ﷺ نهی عن البتیراء ان یصلی الرجل رکعة واحدة یوتر بها۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بتیراء (دم کٹا) سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ کہ آدمی ایک رکعت پڑھے اور اسے وتر قرار دے۔

(تمہید ابن عبدالبر ج ۱۳ ص ۲۵۴ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا حفص عن عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرهن۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر بن عیاش عن طلق بن معاویة عن علقمة قال الوتر ثلاث۔

ترجمہ: علقمہ نے کہا وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا زید بن حباب عن اسماعیل بن عبدالملك عن سعید بن جبیر انه کان یوتر بثلاث ویقنت فی الوتر قبل الرکوع۔

ترجمہ: سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وکیع عن هشام بن الغاز عن مکحول انه کان یوتر بثلاث لایسلم فی رکعتین۔

marfat.com

Marfat.com

یہ اکیس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ وتر کی تین رکعتوں پر بہت زیادہ حدیثیں موجود ہیں۔ اگر تفصیل ملاحظہ کرنا ہو تو طحاوی شریف اور صحیح البہاری ملاحظہ فرمائیں ان احادیث سے یہ پتہ لگا کہ حضور انور ﷺ کا عمل شریف تین رکعت وتر پر تھا۔ تمام صحابہ کا یہ ہی عمل رہا اور اس تین رکعت پر سارے مسلمان متفق رہے۔ حنفی کہتے ہیں کہ تینوں رکعتیں ایک سلام سے پڑھے۔ مگر نفس امارہ پر چونکہ نماز گراں ہے اس تلے ہوائے نفس والوں نے صرف ایک رکعت وتر پڑھ کر سو رہنے کی عادت ڈالی۔ ناظرین نے ان مذکورہ احادیث میں دیکھ لیا کہ حضور وتر کی پہلی رکعت میں فلاں سورت پڑھتے تھے۔ دوسری میں فلاں سورت تیسری میں فلاں وہابی حضرات بتائیں کہ اگر وتر ایک رکعت ہے تو یہ سورتیں کیسے پڑھی جاوینگی۔

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ وتر ایک رکعت نہ ہو کیونکہ وتر نماز نہ تو فرض ہے نہ نفل۔ بلکہ واجب ہے اس کا پڑھنا ضروری ہے نہ پڑھنے والا فاسق ہے۔ لیکن اس کے وجوب کا انکار کفر نہیں واجب کا یہ ہی حکم ہے اور ہر غیر فرض عبادت کی مثال فرض عبادت میں ضرور ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی غیر فرض عبادت بالکل جداگانہ ہو کہ اس کی مثال فرض میں نہ ہو۔ یہ شریعت کا عام قاعدہ ہے جو زکوۃ حج وغیرہ میں جاری ہے اگر وتر ایک رکعت ہوتی تو چاہیئے تھا کہ کوئی فرض نماز بھی ایک رکعت ہوتی۔ حالانکہ کوئی فرض نماز ایک رکعت نہیں۔ فرض تو کیا کوئی نفل وسنت موکدہ وسنت غیر موکدہ بھی ایک رکعت نہیں۔ نماز فرض یا تو دو رکعت ہے۔ جیسے فجر یا چار رکعت جیسے ظہر۔ عصر۔ عشاء یا تین رکعت جیسے مغرب وتر نہ تو چار رکعت ہوسکتی ہیں۔ نہ دو کہ یہ عدد شفع ہیں۔ وتر نہیں تو لامحالہ تین ہی رکعت چاہیئے۔ ایک رکعت نماز اسلامی قانون کے خلاف ہے جس کی مثال کسی نماز میں نہیں ملتی۔ ایک رکعت ناکمل ہے ناقص ہے۔ بیترا ہے۔ غرضیکہ ایک رکعت وتر عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی امت کا اجماع صحابہ کرام کا عمل۔ حضور ﷺ کا فرمان سب ہی اس کے خلاف ہے۔

دوسری فصل ......اس پر اعتراضات وجوابات

مسئلہ وتر پر اب تک جس قدر دلائل غیر مقلد وہابیوں کی طرف سے ہم کو ملے ہم سب نمبر وار مع جواب عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

اعتراض نمبر ۱ ......۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بواحدۃ ثم رکعتین الخ۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پھر بعد وتر دو نفل پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ وتر ایک رکعت چاہیئے۔ حضور ﷺ نے یہ ہی پڑھی ہے۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وکیع عن زیاد بن مسلم قال سالت ابا العالیۃ وخلاسا عن الوتر فقالا اصنع فیہ کما یصنع فی المغرب۔

ترجمہ: زیاد بن مسلم کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۰ رقم الحدیث ۶۸۳۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث تمام ان احادیث کے خلاف ہوگئی۔ جن میں تین رکعتوں کا ذکر ہے اور احادیث آپس میں متعارض ہوگئیں۔ حدیث کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیے۔ جس سے احادیث متفق ہو جاویں۔ اس حدیث شریف میں ب استعانۃ کی ہے جیسے کتبت بالقلم میں نے قلم سے لکھا کیونکہ اوتر باب افعال متعدی بنفسہ ہے تو حدیث کے معنے یہ ہوئے کہ حضور ﷺ نے نماز تہجد کو وتر یعنی طاق بنایا ایک رکعت کے ذریعہ سے اس طرح کہ دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملائی جس سے نماز تہجد کا عدد جفت سے طاق بن گیا۔ مثلاً آٹھ رکعت تہجد ادا فرمائی یہ عدد جفت تھا پھر تین رکعت وتر پڑھی تو وتر کی تیسری رکعت کے سبب کل رکعتیں گیارہ ہوگئیں۔ جو طاق ہیں اس تمام نماز کو طاق بنانے والے وتر کی یہ ایک رکعت ہے۔ جو دو سے مل کر ادا ہوئی۔ اس صورت میں یہ حدیث گزشتہ تمام احادیث کے موافق ہوگئی۔ میں غیر مقلدوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے معنی کئے جاویں تو ان احادیث کا کیا جواب دوگے جن میں صراحۃً تین کا عدد مذکور ہے۔ یا جن میں وارد ہوا کہ حضور ﷺ پہلی رکعت میں فلاں سورت پڑھتے تھے دوسری رکعت میں فلاں اور تیسری رکعت میں فلاں سورت جو پہلے فصل میں مذکور ہوئیں۔

اعتراض نمبر ۲

......:۔ مسلم شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ماقد صلی۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تہجد کی نماز دو دو رکعت ہیں جب تم میں سے کوئی صبح ہو جانے کا خوف کرے تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ رکعت گزشتہ نماز کو وتر بنا دے گی۔

(صحیح مسلم باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل ج اص ۵۱۶ رقم الحدیث ۷۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے چار مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ نماز تہجد میں دو دو رکعت نفل ادا کرنی چاہیے دوسرے یہ کہ نماز تہجد رات میں ہو۔ صبح سے پہلے۔ تیسرے یہ کہ وتر تہجد کی نماز کے بعد افضل ہے چوتھے یہ کہ وتر ایک رکعت ہے۔ حنفی لوگ پہلے تین مسئلے تو مانتے ہیں۔ چوتھے کے انکاری ہیں۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو چاروں مسئلے مانیں اگر صحیح نہیں۔ تو چاروں نہ مانیں۔

جواب:۔ غیر مقلد وہابی تو اس حدیث کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ کہ جب صبح کا خوف ہو تو اکیلی ایک رکعت علیحدہ طور پر پڑھ لے۔ اس ترجمہ سے یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہوگئی جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ناممکن ہوگیا۔ حنفی اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جب صبح کا خوف ہو تو دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھ لے۔ جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ یعنی رکعۃ واحدۃ کے بعد مع الرکعتین پوشیدہ ہے۔ کیونکہ پہلے مثنی کا ذکر ہو چکا ہے اس صورت میں احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہوگیا۔ جیسے کہ رب فرماتا ہے۔

ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا۔

ترجمہ: اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے تو نو بڑھا لیئے۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۵)

اس آیۃ میں یہ نو سال تین سو سال سے علیحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ہیں مطلب یہ ہے کہ تین سو نو سال قیام کیا۔ چونکہ تین سو سال شمسی تھے اور تین سو نو سال قمری اس لئے رب تعالٰی نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ ایسے وتر کی یہ رکعت علیحدہ ان دو دو سے نہیں۔ بلکہ ان میں اس آخری مثنی یعنی دو کے ساتھ ہے لیکن چونکہ وہ دو ۲ دو ۲ رکعتیں تہجد کی تھیں اور نفل تھیں یہ تین رکعتیں وتر کی ہیں اور واجب ہیں اسی لئے اس اعلم الاولین والآخرین افصح الخلق ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ کہو وہابی جی حدیثوں کو لڑانا اچھا۔ یا احادیث میں موافقت پیدا کر کے سب پر عمل کرنا بہتر۔ کاش کہ آپ نے کسی مقلد سے حدیث پڑھی ہوتی۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳ ......: ۔ مسلم شریف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

الوتر رکعة من اخر اللیل۔

ترجمہ: وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔

(صحیح مسلم باب صلاۃ اللیل مثنی مثنی والوتر رکعۃ من آخر اللیل ج ۱ ص ۵۱۸ رقم الحدیث ۷۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ وتر صرف ایک رکعت ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب بھی دوسرے اعتراض کے جواب سے معلوم ہوگیا۔ کہ وہابی اس کے معنی کرتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے۔ ایک سب رکعتوں سے علیحدہ اس صورت میں یہ حدیث بہت احادیث کے مخالف ہوگی، اور احادیث کا جمع ناممکن ہوگا۔ حنفی اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے۔ دو کے ساتھ۔ جس کی تفسیر دوسری وہ حدیثیں ہیں۔ جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں۔ یا اس حدیث میں وتر بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی تہجد کی نماز کو طاق بنانے والی ایک رکعت ہے کہ یہ دو سے مل کر ساری نماز کو طاق بنا دیتی ہے کہ نمازی نے آٹھ رکعت تہجد پڑھی۔ پھر جب وتروں کی نیت باندھی جب تک دو رکعتیں پڑھیں تو نماز جفت ہی رہی۔ جب ان دو رکعتوں سے ایک رکعت اور ملا دی تو طاق یعنی گیارہ رکعتیں بن گئیں۔ اس صورت میں یہ حدیث تمام دوسری حدیثوں سے موافق ہوگی۔ احادیث کا تعارض دور کرنا ضروری ہے۔

اعتراض نمبر ٤ ......: ۔ ابوداؤد و نسائی شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ اللہ وتر یحب الوتر فاوتر یا اھل القرآن۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ وتر (بے جوڑ) ہے وتر کو پسند فرماتا ہے۔ پس وتر پڑھا کرو اے قرآن ماننے والو۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۴۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حنفی بتائیں اللہ ایک ہے یا تین، جب وہ ایک ہے تو وتر بھی ایک ہی رکعت چاہیئے نہ کہ تین حضور ﷺ نے نماز وتر کو رب تعالٰی کے وتر ہونے سے مثال دی ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر وہابیوں کو چاہیئے کہ مغرب کے فرض بھی ایک رکعت پڑھا کریں۔ نہ کہ تین۔ کیونکہ مغرب کے فرض دن کے وتر ہیں۔ اور یہ وتر رات کے وتر۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور ہم پہلی فصل میں حدیث پیش کر چکے ہیں۔ اگر وہابی کہیں کہ دوسری روایتوں میں آگیا کہ حضور ﷺ مغرب کے فرض تین پڑھتے تھے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی روایتوں میں آگیا۔ کہ حضور ﷺ نماز وتر بھی تین رکعت پڑھتے تھے۔ دیکھو پہلی فصل، تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے رب تعالٰی کی محض وتریت یعنی طاق بے جوڑ ہونے میں مثال دی ہے نہ کہ ایک ہونے میں تین بھی وتر ہے ایک بھی وتر تمثیل میں ادنٰی مناسبت کافی ہوتی ہے ہر طرح مثل ہونا ضروری نہیں اس لئے حضور ﷺ نے وتر فرمایا واحد نہ فرمایا یعنی یہ نہ فرمایا کہ اللہ تعالٰی ایک ہے ایک رکعت کو پسند فرماتا ہے دیکھو رب فرماتا ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔

ترجمہ: اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جسمیں چراغ ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

یہاں رب تعالٰی نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی مطلقاً نورانیت میں اب اگر کوئی کہے کہ چراغ میں تیل بتی ہوتی ہے تو چاہیئے کہ اللہ تعالٰی کے نور میں بھی روغن و بتی ہو تو اس کی حماقت ہے ہم کہتے ہیں۔ فلاں شخص شیر ہے مطلب ہوتا ہے کہ صرف طاقت میں شیر کی طرح

marfat.com
Marfat.com

ہے یہ نہیں کہ اس کے دم اور پنجہ بھی ہے۔

اعتراض نمبر ۵ ...... :۔ بخاری شریف میں حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اوتر معاویة بعد العشاء بركعة وعنده مولى لابن عباس فاتى ابن عباس فاخبره فقال دعه فانه قد صحب النبی ﷺ

ترجمہ: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ اس وقت ان کے پاس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام حاضر تھے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر فرمایا تو آپ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو وہ صحابی رسول ہیں۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے یہ فعل صحابی ہے۔

جواب:۔ یہ حدیث تو احناف کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں کیونکہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کو حیرت ہوئی۔ جس کی شکایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی۔ حیرت و تعجب اس کام پر ہوتا ہے۔ جو نرالا اور عجیب ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا۔ کو کوئی صحابی ایک رکعت وتر نہ پڑھتے تھے۔ ورنہ نہ انہیں تعجب ہوتا نہ شکایت کرتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اعتراض کرنے سے منع فرمایا کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد فقیہہ صحابی ہیں۔ فقیہہ مجتہد کی غلطی و خطا پر اعتراض جائز نہیں۔ اس کا ذکر اس بخاری کی دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

عن ابن عباس قيل له هل لك فى امير المومنين معاوية ما اوتر الا بواحدة قال اصاب انه فقيه۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ کو حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض ہے وہ تو وتر ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا ٹھیک کرتے ہیں وہ مجتہد عالم فقیہہ ہیں۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

صاف معلوم ہوا کہ وتر تمام صحابہ اور خود سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس ہی لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت پڑھنے کی شکایت کی گئی مگر چونکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ عالم ہیں مجتہد ہیں اور مجتہد فقیہہ کی خطا بھی درست ہوتی ہے۔ ان پر اعتراض نہ کرو۔ مہربان میں یہ حدیث تو حنفیوں کی دلیل ہے آپ دھوکے سے اپنی دلیل سمجھ بیٹھے یہ تو آپ کے خلاف ہے۔

اعتراض نمبر ۶ ...... :۔ حنفیوں کی عجیب حالت ہے ہم ایک رکعت وتر پڑھیں۔ تو اعتراض کرتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھیں۔ تو ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہم رفع یدین یا اونچی آمین کہیں تو ہم پر ملامت ہے۔ امام شافعی ہماری سی نماز پڑھیں۔ تو نہ انہیں وہابی کہا جاوے نہ ان پر کوئی اعتراض ہو یہ دورخی پالیسی کیسی اور یہ فرق کیوں ہے۔ (عالم وہابی)۔

جواب:۔ جی ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ عالم فقیہہ مجتہد کی خطا پر بھی ثواب ہے۔ مگر جاہل جب دیدہ دانستہ عالموں سے منہ موڑ کر غلطی کرے تو سزا کا مستحق ہے اگر سول سرجن سند یافتہ ملازم سرکاری کسی بیمار کو غلط دوا دے دے تو اس پر کوئی عتاب نہیں لیکن اگر کوئی جاہل آدمی یوں ہی اٹکل بچو کسی کو غلط دوا کھلا دے تو شرعاً و قانوناً مجرم ہے۔ جج، حاکم کسی ملزم کو سزا دے حق ہے اگر چہ غلطی کرے مگر جوایرے غیرے قانون ہاتھ میں لے کر خود ہی لوگوں کو سزا دینے لگے مجرم ہے جیل کا مستحق ہے۔

دیکھو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں یقیناً علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ برحق تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر لیکن ان میں سے گنہگار کوئی نہیں۔ جس کو بھی برا کہا جاوے تو برا کہنے والا بے ایمان ہو جاوے گا۔ قرآن کریم نے حضرت داؤد سلیمان علیہما السلام کے ایک مقدمے میں مختلف فیصلوں کا ذکر فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم و کنا لحکمھم شاھدین ففھمنا نا سلیمان و کلا اتینا حکما و علما۔

ترجمہ: جب وہ دونوں حضرات ایک کھیت کے متعلق فیصلہ فرماتے تھے جب اس میں قوم کی بکریاں پھیل گئیں۔ہم انکا فیصلہ مشاہدہ فرمارہے تھے پس ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ سمجھادیا۔اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو حکمت وعلم بخشا۔

دیکھو کھیت کے اس مقدمہ میں داؤدسلیمان علیہما السلام دونوں بزرگوں نے علیحدہ علیحدہ فیصلہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ برحق تھا۔جس کی رب تعالیٰ نے تائید فرمائی۔حضرت داؤدعلیہ السلام کا فیصلہ خطا اجتہادی تھی۔لیکن ان پر کسی قسم کا عتاب ہوا ہرگز نہیں۔ کیوں اس لئے کہ آپ مجتہد مطلق تھے اور مجتہد کی خطا پر عتاب نہیں۔وہابیو اگر تم بھی رفع یدین یا اونچی آمین۔شافعی بن کر کرو تو تمہیں وہابی نہ کیا جاوے گا۔نہ تم سے یہ شکایت ہو تو خود بے علم ہوتے ہوئے قانون ہاتھ میں لے لیتے ہو اور اپنی ذمہ داری پر یہ حرکتیں کر کے دین میں فتنہ واقع کرتے ہو اس پر تمہاری یہ درگت بنتی ہے۔

اعتراض نمبر ۷ ......: تین رکعت وتر کی جتنی حدیثیں ہیں۔وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف حدیثیں حجت نہیں۔

جواب:۔ جی ہاں اس لئے ضعیف ہیں کہ آپ کے خلاف ہیں۔یا اس لئے کہ ساری حدیثیں ساڑھے تیرہ سو برس کی پرانی ہو چکیں آدمی تو ساٹھ برس میں بوڑھا ضعیف ہو جاتا ہے تو تقریباً چودہ سو برس کی حدیثیں ضعیف کیوں نہ ہوں۔آپ کی اس ضعیف ضعیف کی رٹ لگانے نے لوگوں کو حدیث کا منکر کر دیا۔آپ کے اس اعتراض کے جوابات ہم اس کتاب میں بارہا دے چکے ہیں۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

آٹھواں باب

قنوت نازلہ پڑھنا منع ہے

نماز وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت ہمیشہ سنت ہے اور فجر کے فرض کی دوسری رکعت میں بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھنا سخت مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ مگر غیر مقلد وہابیوں کا عمل اس کے برعکس ہے وہ وتر میں دعا قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے بلکہ رمضان کی بعض تاریخوں میں لیکن فجر میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھتے ہیں۔ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد بعض دیوبندی وہابی بھی جو دراصل در پردہ غیر مقلد ہیں۔ بہانہ بنا کر فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس لئے اس باب کی بھی دو فصلیں کی جاتی ہیں۔ پہلی فصل میں اس مسئلہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر سوالات مع جوابات۔

پہلی فصل

قنوت نازلہ کے معنی ہیں آفت و مصیبت کے وقت کے دعاء حضور سید عالم ﷺ نے ایک بار ایک خاص مصیبت پر چند روز یہ دعا قنوت فجر کی رکعت دوم میں بعد رکوع پڑھی پھر آیۂ قرآنی نے یہ دعا منسوخ فرمادی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے پھر کبھی نہ پڑھی دلائل حسب ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱۔۲:۔ بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عاصم احول کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

انما قنت رسول اللہ ﷺ شهراً انه بعث اناسا يقال لهم القراء سبعون رجلاً فاصيبوا فقنت رسول الله ﷺ بعد الركوع شهرا يدعوا عليهم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ پڑھی آپ نے ستر صحابہ کو جو قاری تھے ایک جگہ تبلیغ کے لئے بھیجا وہ شہید کر دیئے گئے تو حضور ﷺ نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کفار پر بددعا فرماتے ہوئے قنوت نازلہ پڑھی۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۴۰ رقم الحدیث ۹۵۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

ایک ماہ کی قید سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ فعل شریف ہمیشہ نہ تھا۔ عذر کی وجہ سے صرف ایک ماہ رہا پھر منسوخ ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳:۔ طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قنت رسول الله ﷺ شهراً يدعوا على رعل وذكوان فلما ظهر عليهم ترك القنوت۔

ترجمہ: حضور انور ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی قبیلہ رعل وذکوان پر بددعا فرمائی جب حضور ﷺ ان پر غالب آ گئے تو چھوڑ دی۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں چھوڑ دینے کا صراحۃً ذکر آ گیا۔

حدیث نمبر ۴۔۷:۔ ابو یعلی موصلی۔ ابو بکر بزار طبرانی نے کبیر میں بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قنت رسول الله ﷺ شهراً يدعوا على عصية وذكوان شهراً فلما ظهر عليهم ترك القنوت وقال البزار فی روايته لم يقنت النبی ﷺ الا شهراً واحداً لم يقنت قبله ولا بعده۔

ترجمہ: حضور انور ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی۔ جس میں قبیلہ عصیہ وذکوان ان پر دعا فرمائی جب ان پر غالب آ گئے

marfat.com

Marfat.com

تو چھوڑ دی بزار نے اپنی روایت میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی۔اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہ پڑھی۔
(جامع الرضوی صحیح البہاری ج ۲ ص ۵۶۳۔۵۶۴ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۸۔۹:۔ ابوداؤد و نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قنت شهرا ثم ترکه۔

ترجمہ: یقیناً نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی پھر چھوڑ دی۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۴۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۳ رقم الحدیث ۱۰۷۹ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۹۲۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۰۔۱۲:۔ ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ نے حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قلت لابی یابت انك قد صلیت خلف رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان وعلی ههنا بالکوفه نحوا من خمس سنین کانوا یقنتون قال یا بنی محدث۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ابا جان آپ نے حضور ﷺ اور ابوبکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے کوفہ میں تقریباً پانچ سال نماز پڑھی۔کیا یہ حضرات قنوت نازلہ پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اے بچے یہ بدعت ہے۔

(سنن الترمذی باب ما جاء فی ترک القنوت ج ۲ ص ۲۵۲ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ۳ ص ۴۷۲ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۱۰۸۰ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یعنی ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنا بالکل سنت کے خلاف ہے اور بدعت سیئہ ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۔۱۴:۔ مسلم و بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دراز حدیث نقل کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وکان یقول فی بعض صلوته اللهم العن فلانا و فلانا لاحیاء من العرب حتی انزل الله لیس لك من الامر شیئی۔

ترجمہ: حضور انور ﷺ اپنی بعض نمازوں میں فرمایا کرتے تھے کہ خدایا فلاں فلاں (عرب کے بعض قبیلے) پر لعنت کر یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "لیس لک" الخ۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۵۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دعا قنوت نازلہ فجر کی نماز میں پڑھنا منسوخ ہے۔دوسرے یہ کہ حدیث شریف آیۃ قرآنی سے منسوخ ہوسکتی ہے کہ قنوت نازلہ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور اس کا نسخ قرآن کریم سے ثابت۔تیسرے یہ کہ دین کے دشمنوں پر بددعا یا لعنت کرنا جائز ہے۔جن لوگوں پر حضور ﷺ نے بددعا فرمائی وہ حضور ﷺ کی ذات شریف کے دشمن نہ تھے۔بلکہ دین اسلام کے دشمن تھے۔جب ان پر جہاد کر سکتے ہیں۔تو بددعا بھی کر سکتے ہیں۔ہاں حضور ﷺ نے اپنے ذاتی دشمنوں کو معافیاں دی ہیں۔لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

حدیث نمبر ۱۵:۔ حافظ طلحہ ابن محمد محدث نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اسناد سے روایت کی۔

عن الامام الاعظم عن ابان ابن عیاش عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله بن مسعود قال لم یقنت رسول الله ﷺ فی الفجر الا شهرا واحدا لانه حارب المشرکین فقنت یدعوا علیهم۔

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے نماز فجر میں قنوت نازلہ کبھی نہ پڑھی سوا ایک مہینہ کے کیونکہ حضور ﷺ نے

marfat.com

Marfat.com

مشرکین سے جنگ کی تھی تب ان پر ایک ماہ بددعا فرمائی تھی۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب قنوت النوازل ج ۲ ص ۵۶۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۶۔۱۷:۔ حافظ ابن خسرو نے اپنی مسند میں اور قاضی عمر ابن اشنانی نے حضرت امام ابوحنیفہ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

قال ما قنت ابوبکر وعمر ولا عثمان ولا علي حتى حارب اهل الشام فکان يقنت۔

ترجمہ: نہ حضرت ابوبکر وعمر نے نہ حضرت عثمان نے نہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم نے قنوت نازلہ پڑھی۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے جنگ کی تو قنوت نازلہ پڑھی۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب قنوت النوازل ج ۲ ص ۵۶۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۸:۔ ابومحمد بخاری نے امام اعظم ابوحنیفہ سے انہوں نے عطیہ عوفی سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ يقنت الا اربعين يوماً يدعوا على عصية وذكوان ثم لم يقنت الى ان مات۔

ترجمہ: انہوں نے حضور ﷺ سے روایت کی۔ کہ حضور ﷺ نے چالیس دن کے سوا قنوت نازلہ نہ پڑھی۔ ان چالیس دن میں آپ نے عصیہ ذکوان پر بددعا فرمائی پھر وفات تک کبھی نہ پڑھی۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب قنوت النوازل ج ۲ ص ۵۶۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

یہ اٹھارہ احادیث بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قنوت نازلہ نہ پڑھنے کے متعلق بہت زیادہ احادیث شریفہ موجود ہیں۔ اگر شوق ہو تو طحاوی شریف۔ صحیح البخاری وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ قنوت نازلہ نماز میں نہ پڑھی جاوے چند وجہ سے ایک یہ کہ پنجگانہ فرائض کی رکعتیں مختلف ہیں۔ فجر کی دو۔ ظہر۔ عصر۔ عشاء کی چار۔ مغرب کی تین۔ مگر کوئی فرض نماز ارکان نماز یا دعا وغیرہ میں دوسری نماز سے مختلف نہیں۔ سب کے ارکان و دعائیں وغیرہ یکساں ہیں۔ تو جب چاروں نمازوں میں قنوت نازلہ نہیں چاہیے کہ فجر کے فرضوں میں بھی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ باجماعت فرائض میں دعائیں اور ذکر مختصر ہیں نوافل میں ان کی آزادی ہے۔ دیکھو رکوع سے اٹھتے وقت اکیلا نمازی سمع اللہ لمن حمدہ بھی کہتا ہے اور ربنا لک الحمد بھی۔ مگر جب جماعت پڑھتا ہے۔ تو امام ربنا لک الحمد نہیں کہتا صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے اور مقتدی اس کے برعکس کہ ربنا لک الحمد تو کہتا ہے مگر سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کہتا۔ جب ان نمازوں میں اس قدر اختصار مطلوب ہے تو فجر کے رکوع کے بعد اتنی دراز یعنی دعاء قنوت نازلہ پڑھنا مقصد شرح کے بالکل خلاف ہے تیسرے یہ کہ نماز خصوصاً فرائض پنجگانہ کے ارکان ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے چاہئیں۔ قیام کے بعد فوراً سجدہ اور سجدہ کے بعد فوراً قیام یا جلسہ ان میں فاصلہ کرنا مقصد شرح کے خلاف ہے رکوع فجر کے بعد جو قومہ ہے۔ اس میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بقدر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر اس میں قنوت نازلہ پڑھی گئی تو سجدہ میں جو نماز کا اعلیٰ رکن ہے۔ دیر لگے گی۔ تاخیر فرض اگر بھول کر ہو تو سجدہ سہو واجب کرتی ہے اور اگر عمداً ہو تو نماز فاسد کر دیتی ہے لہٰذا اندرون نماز قنوت نازلہ نہ پڑھنا چاہیے تاکہ نماز کے ارکان میں اتصال رہے۔

مسئلہ فقہی:۔ مذہب حنفی یہ ہے کہ جنگ یا دوسری آفات عامہ کے موقع پر بہتر یہی ہے کہ قنوت نازلہ خارج نماز پڑھے تاکہ

marfat.com
Marfat.com

صحابہ کرام کے اختلاف سے بچا رہے کیونکہ بعض صحابہ آفات وجنگوں کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھتے تھے بعض اسے بالکل منسوخ مانتے تھے لیکن اگر فجر کے فرضوں کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھے تو اگرچہ اچھا نہ کیا۔ مگر جائز ہے۔ ضرورت کی وجہ سے ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں۔ لیکن آہستہ پڑھے بلند آواز سے نہ پڑھے۔ فجر کے سواء کسی اور نماز میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جاوے گی۔ کیونکہ اس نے بلاوجہ عمداً سجدہ میں تاخیر کر دی تاخیر فرض مفسد نماز ہے۔

ایک شبہ:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آفت عامہ یا جہاد کے موقع پر ہر جہری نماز یعنی فجر مغرب عشاء میں قنوت نازلہ پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ شرح نقایہ اور غایۃ الاوطار میں ہے۔

قنت الامام فی صلوۃ الجهر وهو قول الثوری و احمد۔

ترجمہ: اس موقع پر امام جہری نماز میں قنوت نازلہ پڑھے امام ثوری واحمد کا یہی قول ہے۔

پنجاب میں بہت روز تک بعض جاہل اماموں نے اسی دلیل سے مغرب وعشاء فجر بلکہ نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کر لوگوں کی نمازیں برباد کیں۔

شبہ کا ازالہ:۔ شرح نقایہ اور غایۃ الاوطار میں یہاں کاتب نے غلطی سے بجائے فجر کے جہر لکھ دیا ہے یعنی ف کو جیم بنا دیا۔ چنانچہ اشباہ والنظائر میں اس جگہ بجائے صلوۃ الجہر کے صلوۃ الفجر ہے اور طحاوی علی ردالمختار اور علامہ ابن عابدین شامی نے منحۃ الخالق علی بحرالرائق میں فرمایا۔

قنت الامام فی صلوۃ الجهر وهو قوی الثوری و احمد۔

ترجمہ: شاید کہ لفظ جہر فجر سے بگڑ کر بن گیا ہے۔

(طحاوی علی ردالمختار ج اص مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

طحاوی کی عبارت یوں ہے۔

والذی یظهر لی ان قوله فی البحر وان نزل علی المسلمین نازلة قنت الامام فی صلوة الجهر تحریف من النساخ وصوابه الفجر۔

ترجمہ: بحرالرائق نے جو فرمایا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت پڑے تو امام جہری نماز میں قنوت نازلہ پڑھے میرا خیال ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں فجر ہے۔

(طحاوی علی ردالمختار ج اص مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

ہم نے بہت اختصار سے اس کے متعلق کچھ لکھ دیا ہے اگر قنوت نازلہ کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو ہماری کتاب فتاویٰ نعیمیہ ملاحظہ فرماویں۔ چونکہ اب دیوبندی بھی بعض جگہ قنوت نازلہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس لئے وہاں اس مسئلہ پر کچھ جم کر بحث کر دی گئی ہے۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

غیر مقلدوں وہابیوں کی طرف سے اب تک جس قدر اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں وہ ہم نہایت دیانتداری سے مع جوابات پیش کرتے ہیں۔ اگر آئندہ کوئی نیا شبہ نظر سے گزرا تو انشاء اللہ اس کا جواب بھی عرض کر دیا جاوے گا۔

اعتراض نمبر ۱ ......: تم نے قنوت نازلہ نہ پڑھنے کی جس قدر احادیث پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ اور

marfat.com
Marfat.com

ضعیف حدیثوں سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ (پرانا سبق)

جواب:۔ اس کے جوابات ہم بارہا دے چکے ہیں۔ اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت واحادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔ ان کی احادیث کی یہ اسنادیں نہیں۔ ان کی اسناد نہایت مختصر اور کھری ٹکسالی ہوتی ہے۔ جس میں دو تین راوی ہوتے ہیں۔ وہ بھی نہایت ثقہ اس باب کی پہلی فصل میں آپ حدیث نمبر ۱۸ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام صاحب کی اسناد صرف دو راوی ہیں۔ عطیہ عوفی ابوسعید خدری اور حدیث نمبر ۱۵ میں صرف چار راوی ہیں۔ ابان ابن عیاش۔ ابراہیم نخعی۔ علقمہ ابن مسعود۔ بتاؤ ان میں کون ضعیف ہے۔ چونکہ امام صاحب کا زمانہ خیر القرون میں سے ہے۔ ان کی احادیث کی اسنادوں میں بہت کم راوی ہیں۔ لہٰذا وہاں ضعیف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ضعف تدلیس وغیرہ بیماریاں بعد میں لگیں۔ ہاں تمہاری کسی روایت کا ضعیف ہونا تمہارے لئے قیامت ہے کہ یہی روایتیں تمہاری دلیلیں ہیں۔ جن پر تمہارے مذہب کا دارومدار ہے۔ اور تمہارا زمانہ حضور سے بہت دور تمہاری روایتوں کی اسنادیں بہت لمبی جن میں ہر طرح کی بیماریاں موجود ہیں۔ لہٰذا ضعیف ضعیف کی رٹ سے کسی غیر مقلد ڈراؤ۔ حنفی کے لئے اس سے کچھ خطرہ نہیں۔ باقی جوابات وہ ہیں۔ جو ہم پہلے بابوں میں عرض کر چکے ہیں۔ ہم نے ہر حدیث کی بفضلہ تعالیٰ اتنی اسنادیں پیش کی ہیں کہ وہ احادیث حسن ہو گئیں۔ ضعف جاتا رہا۔

اعتراض نمبر ۲ ......:۔ ابن ماجہ نے روایت کی کہ کسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ نے کب قنوت پڑھی تو جواب دیا۔

قنت رسول الله ﷺ بعد الركوع وفي رواية قبل الركوع وبعده۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی اور ایک روایت میں ہے کہ رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھی اور بعد بھی۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس حدیث میں قنوت نازلہ کا ذکر نہیں اور صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث دعاء قنوت کے بحث میں لائے ہیں جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دعاء قنوت مراد ہے۔ لہٰذا آپ کا استدلال غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر قنوت نازلہ ہی مراد ہو تو یہاں یہ ذکر نہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ پڑھی۔ اور ہم پہلی فصل میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے قنوت نازلہ صرف ایک یا سوا ماہ پڑھی۔ پھر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی۔ لہٰذا یہ حدیث منسوخ ہے اور منسوخ سے دلیل پکڑنا سخت جرم۔ تیسرے یہ کہ اگر اس حدیث میں قنوت نازلہ ہی مراد ہو تو اس میں یہ فیصلہ نہ فرمایا گیا کہ رکوع سے پہلے پڑھی یا بعد میں۔ تو تم نے بعد رکوع کا فیصلہ کیسے کر لیا۔ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے اس کی اسناد مجروح ہے۔ اسی لئے اسے مسلم و بخاری نے نہ لیا۔ مسلم و بخاری کی روایتیں اس کے خلاف ہیں۔ جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے۔ لہٰذا یہ حدیث مجروح ہے غرضیکہ یہ حدیث تمہارے لئے کسی طرح حجت نہیں۔

اعتراض نمبر ۳ ......:۔ طحاوی شریف نے بہت سی اسنادوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اتنی اسنادوں والی روایت ضعیف نہیں ہو سکتی۔

marfat.com

Marfat.com

قال کان رسول اللہ ﷺ یقول حین یفرغ من صلوۃ الفجر من القراءۃ ویکبرو یرفع راسہ ویقول سمع اللہ لمن حمدہ یقول و ھو قائم اللھم انج الولید ابن الولید۔ الخ۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب نماز فجر کی قرأت سے فارغ ہوتے اور تکبیر کہہ کر رکوع فرماتے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو کھڑے ہوئے۔ یہ دعا پڑھتے اے اللہ ولید ابن ولید کو نجات دے الخ۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

طحاوی شریف حنفیوں کی کتاب ہے۔ اس سے قنوت نازلہ کا ثبوت ہے۔

جواب:۔ شاید آپ نے طحاوی شریف کے اس ہی صفحہ پر حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کی یہ روایت نہ دیکھی۔ اور دیکھتے بھی کیسے یہ آپ کے خلاف جو تھی۔ ملاحظہ ہو۔ آخری الفاظ۔

فانزل اللہ عزوجل لیس لک من الامر شیئی فما دعا رسول اللہ ﷺ بدعاء علی احد۔

ترجمہ: حضور ﷺ فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ پس یہ آیت اتری لیس لک الخ اس کے بعد حضور ﷺ نے کبھی کسی پر نماز میں بددعا نہ فرمائی۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لہٰذا آپ کی پیش کردہ تمام احادیث اس آیت کریمہ سے منسوخ ہیں۔ اور منسوخ احادیث اپنی دلیل میں پیش کرنا آپ جیسے بزرگوں کا ہی کام ہے۔

اعتراض نمبر ۴ ......: ۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے زمانہ میں فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت نازلہ پڑھنا منقول ہے۔ ایسے جلیل القدر صحابہ کا قنوت نازلہ پڑھنا اس کے سنت ہونے کی روشن دلیل ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں الزامی اور تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ یہ روایات تمہارے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں بحالت جنگ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ کفار کے زمانہ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خوارج یا بغاۃ کی جنگ میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ امن کے زمانہ میں نہیں پڑھتے تھے مگر تم ہمیشہ پڑھتے ہو۔ تم نے آج تک کفار سے کتنی جنگیں کیں۔ تم نے مسلمانوں کو مشرک بنانے اور مسلمانوں سے لڑنے کے سوا کون سے جہاد کیے۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ قنوت نازلہ کے متعلق صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔ بعض صحابہ کرام اسے بالکل منسوخ مانتے اور بدعت فرماتے ہیں۔ جیسے حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم بحوالہ نسائی و ابن ماجہ پہلی فصل میں عرض کر چکے اور بعض صحابہ کرام بحالت جنگ قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ جیسے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما اس لیے ہمارے فقہاء فرماتے ہیں۔ کہ اب بھی بحالت جنگ قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔ اگرچہ بہتر نہیں۔ لیکن ہمیشہ پڑھنا کسی صحابی کا قول نہیں ہماری ساری گفتگو ہمیشہ پڑھنے کے متعلق ہے۔ آپ کا دعویٰ کچھ اور ہے۔ دلیل کچھ اور تمام وہابیوں کو اعلان عام ہے۔ کہ ایک حدیث مرفوع صحیح ایسی دکھاؤ جس میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھنے کا حکم یا ذکر ہو انشاء اللہ قیامت تک نہ ملے گی۔ لہٰذا کیوں ضد کرتے ہیں مقلد بن کر صحیح نماز پڑھا کرو۔

marfat.com

Marfat.com

تتمہ

وتر میں دعاء قنوت ہمیشہ پڑھو

چونکہ غیر مقلد وہابی وتروں میں ہمیشہ دعاء قنوت پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ صرف آخری پندرہ رمضان میں دعا قنوت پڑھتے ہیں۔ ہم حنفی سال بھر تک پڑھتے ہیں۔ اس لئے بطور اختصار کچھ اس کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں۔ ہمیشہ دعاء قنوت وتر کے آخر رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے پڑھنا سنت ہے۔ اس کے خلاف کرنا سخت برا ہے۔ احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱ و ۲:۔ امام محمد نے آثار میں اور حافظ ابن خسرو محدث نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔

انہ کان یقنت اںابکر وعمر وعثمان وعلیا یقولون قنت رسول اللہ ﷺ فی اخر الوتر وکانوا یفعلون ذالک۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی علی مرتضی رضی اللہ عنہم سے سنا کہ وہ سب حضرات فرماتے تھے کہ حضور ﷺ وتر کی آخری رکعت میں دعا قنوت پڑھتے تھے اور تمام صحابہ بھی یہ ہی کرتے تھے۔

(جامع الرضوی صحیح البھاری باب متی یقنت ج ۲ ص ۵۶۰ طبع سن ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۵ تا ۸:۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یقول فی اخر وترہ اللھم انی اعوذ بلک الخ۔

ترجمہ: یقیناً حضور ﷺ اپنی آخری وتر میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک۔ الخ۔

(سنن ابوداؤد باب القنوت فی الوتر ج ۲ ص ۶۴ رقم الحدیث ۱۴۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ احادیث بطور نمونہ عرض کر دیں۔ ورنہ اس بارے میں احادیث بہت ہیں۔ ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضور ﷺ نے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف آخری نصف رمضان میں دعا قنوت پڑھی آگے پیچھے نہ پڑھی۔ بلکہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صراحۃً منقول ہوا کہ آپ سارا سال دعا قنوت پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سارا سال وتروں میں رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھنا حضور ﷺ کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی۔

خیال رہے:۔ کہ غیر مقلد وہابیوں کے پاس صرف آخری نصف رمضان میں دعاء قنوت پڑھنے کی صرف ایک حدیث ہے۔ جو ابوداؤد نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی الفاظ یہ ہیں۔

ان عمر ابن الخطاب جمع الناس علی ابی ابن کعب فکان یصلی بھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم الا فی النصف الباقی۔

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا وہ انہیں بیس رات تراویح پڑھاتے تھے۔ اور قنوت نہ پڑھتے تھے مگر باقی آدھے رمضان میں۔

(سنن ابوداؤد باب القنوت فی الوتر ج ۲ ص ۶۵ رقم الحدیث ۱۴۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

غیر مقلد کہتے ہیں کہ آخری نصف رمضان میں دعا قنوت پڑھنا سنت صحابہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اے وہابیو تمہارا پورا حدیث پر ایمان ہے یا آدھی پر۔ اگر آدھی پر ہے تو کیوں۔ اور اگر پوری پر ہے۔ تو اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کو بیس رات تراویح پڑھاتے تھے۔ تم آٹھ تراویح ہمیشہ کیوں پڑھتے ہو۔ صرف بیس رات کیوں نہیں پڑھتے اس قسم کی حرکات کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔

ترجمہ: کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۸۵)

اگر اس حدیث سے پندرہ دن دعاء قنوت ثابت ہوتی ہے۔ تو بیس رکعت تراویح صرف بیس رات بھی ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دعا قنوت کا ذکر نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا کوئی اور ہوگی جس میں کفار کی ہلاکت کی دعا کی گئی ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں کفار سے جہاد بہت زیادہ ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آخر رمضان میں جسمیں شب قدر بھی ہے۔ اعتکاف کی راتیں بھی کفار کی ہلاکت اور اسلام کی فتح کی دعائیں کرتے ہوں گے۔ اگر اس سے دعاء قنوت مراد ہو تو یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہوگی۔ جو ہم پیش کر چکے جن میں فرمایا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارا سال دعاء قنوت پڑھتے تھے۔ جہاں تک ہو سکے احادیث میں تعارض پیدا نہ ہونے دیا جاوے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی پندرہ دن دعاء قنوت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رات تراویح پڑھائیں۔ جن میں سے آخری نصف میں دعاء قنوت پڑھی تو حساب سے کل دس دن یعنی دسویں رمضان سے بیس رمضان تک دعاء قنوت ہوئی تم پندرھویں سے تیس تک کیوں پڑھتے ہو۔

ھمارا اعلان:۔ ہم تمام دنیا کے وہابیوں کو اعلان کرتے ہیں کہ کوئی حدیث مرفوع صحیح مسلم بخاری کی ایسی پیش کرو۔ جس میں پندرہ دن دعاء قنوت کا حکم ہو۔ آگے پیچھے پڑھنے کی ممانعت ہو۔ قیامت تک نہ لا سکو گے۔ لہذا اپنے موجودہ عمل سے توبہ کرو اور ہمیشہ دعاء قنوت پڑھا کرو ہمیشہ رب سے دعا مانگنے سے شرم نہ کرو۔

............................☆☆☆☆☆............................

marfat.com

Marfat.com

نواں باب

التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت

مرد کے لئے سنت یہ ہے دونوں التحیات میں داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے۔عورت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے اور زمین پر بیٹھے وہابی غیر مقلد پہلی التحیات میں تو مردوں کی طرح بیٹھتے ہیں۔مگر دوسری میں عورتوں کی طرح یہ سنت کے خلاف ہے اور بہت برا اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔پہلی فصل میں اس کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات مع جوابات۔

پہلی فصل

التحیات میں خواہ پہلی ہو یا دوسری مرد داہنا پاؤں کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا سرا کعبہ کی طرف بایاں پاؤں بچھائے اس پر بیٹھے اس پر بہت سی احادیث وارد ہیں۔بطور نمونہ کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱:۔ مسلم شریف نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وکان یفترش رجله الیسری وینصب رجله الیمنی۔

ترجمہ: آپ اپنا بایاں پاؤں شریف بچھاتے تھے اور داہنا پاؤں کھڑا فرماتے تھے۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)،(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۴ مطبوعہ مکتبہ الرشد الریاض)

حدیث نمبر ۲۔۳:۔ بخاری ونسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال انما السنة فی الصلوة ان تنصب رجلك الیمنی وتثنی الیسری زادا لنسائی واستقباله باصابعها القبلة۔

ترجمہ: سنت یہ ہے کہ تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھائے نسائی میں یہ زائد ہے کہ داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد وکانت ام الدرداء تجلس فی صلوتھا جلسۃ الرجل وکانت فقیھۃ ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۱۱۵۸ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

حدیث نمبر ۴۔۷:۔ بخاری شریف۔مالک۔ابوداود۔نسائی نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی۔

انه کان یری عبدالله ابن عمر یتربع فی الصلوة اذا جلس قال فعلته وانا یومئذ حدیث السن فنهانی عبدالله ابن عمر وقال سنة الصلوة ان تنصب رجلك الیمنی وتثنی رجلك الیسری فقلت له انك تفعل ذالك فقال ان رجلی لاتحملانی۔

ترجمہ: کہ وہ اپنے والد عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھتے تھے کہ آپ نماز میں چہار زانو بیٹھتے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بھی ایسے ہی بیٹھا۔اس وقت میں نو عمر تھا تو مجھے حضرت عبداللہ نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ تم داہنا پاؤں کھڑا کرو اور بایاں پاؤں بچھاؤ میں نے کہا کہ آپ تو یہ کرتے ہیں۔یعنی چہار زانو بیٹھتے ہیں تو فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے (یعنی معذوری ہے)۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد وکانت ام الدرداء تجلس فی صلوتھا جلسۃ الرجل وکانت فقیھۃ ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(سنن النسائی ج ۲ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۱۱۵۷ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)،(سنن ابوداود ج ۱ ص ۲۵۲ رقم الحدیث ۹۵۸۔۹۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(موطاء امام مالک ج ۱ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۸۔۹:۔ ترمذی شریف اور طبرانی نے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس يعني للتشهد افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں آیا تو میں نے دل میں کہا کہ میں حضور ﷺ کی نماز دیکھوں گا۔ جب آپ نماز میں بیٹھے یعنی التحیات میں تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کر دیا۔

(سنن الترمذی باب ماجاء کیف الجلوس فی التشہد ج ۲ ص ۸۵ رقم الحدیث ۲۹۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۷۲۶۔۷۲۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر ۱۰۔۱۳:۔ امام احمد۔ ابن حبان۔ طبرانی نے کبیر میں حضرت رفاعہ ابن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال فاذا جلست فاجلس على فخذك اليسرى۔

ترجمہ: پھر جب تم بیٹھو تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو۔

(طبرانی کبیر ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۴۵۳۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۷۰۔ رقم الحدیث ۱۹۴۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ۱۴:۔ طحاوی شریف نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه كان يستحب اذا جلس الرجل في الصلوة ان يفترش قدمه اليسرى على الارض ثم يجلس عليها۔

ترجمہ: آپ مستحب جانتے تھے کہ مرد نماز میں اپنا بایاں پاؤں بچھائے زمین پر اور اس پر بیٹھے۔

(شرح معانی الآثار باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۵:۔ ابوداؤد شریف نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

قال كان النبي ﷺ اذا جلس في الصلوة افترش رجله اليسرى حتى اسود ظهر قدمه۔

ترجمہ: وہ فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے یہاں تک کہ اس قدم کی پشت سیاہ ہو گئی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حاشیہ......☆

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا وكيع عن هشام بن سعد عن يزيد بن عبدالله بن قسيط قال كان النبي ﷺ يفترش رجله اليسرى وينصب اليمنى۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا ابن فضيل وابو اسامة عن يحيى بن سعيد عن القاسم عن عبدالله بن عبدالله عن ابن عمرو قال ان من سنة الصلاة ان يفترش اليسرى وان ينصب اليمنى۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدثنا وكيع والفضل بن دكين عن اسرائيل عن ابى اسحاق عن الحارث عن على انه كان ينصب اليمنى ويفرش اليسرى۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

وكان محمد اذا جلس نصب اليمنى واضجع اليسرى۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۳۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۶:۔ بیہقی شریف نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک دراز حدیث نقل کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فاذا جلس فلينصب رجله اليمنى وليخفض رجله اليسرى۔

ترجمہ: جب نماز میں بیٹھے تو اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور بایاں پاؤں بچھائے۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص رقم الحدیث مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۷:۔ طحاوی شریف نے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صليت خلف رسول الله ﷺ فقلت لا حفظن صلوة رسول الله ﷺ قال فلما قعد للتشهد فرش رجله اليسرى ثم قعد عليها۔

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو دل میں کہا کہ میں حضور ﷺ کی نماز یاد کروں گا فرماتے ہیں۔ کہ جب حضور ﷺ التحیات کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا۔ پھر اسی پر بیٹھ گئے۔

(شرح معانی الآثار باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو ج ۱ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۸:۔ طحاوی شریف نے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فاذا قعد للتشهد اضجع رجله اليسرى ونصب اليمنى على صدرها ويتشهد۔

ترجمہ: جب حضور ﷺ التحیات کے لئے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور داہنا پاؤں اس کے سینے پر کھڑا کیا اور التحیات پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ اٹھارہ حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ اس بارے میں بہت حدیثیں ہیں۔ ان تمام حدیثوں میں مطلق التحیات کا ذکر ہے۔ اول آخری کی قید نہیں معلوم ہوا کہ مرد التحیات میں بائیں پاؤں پر بیٹھے عورتوں کی طرح دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر زمین پر نہ بیٹھے۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ دوسری التحیات میں بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پہلی التحیات میں مرد بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ اور دو سجدوں کے درمیان میں اسی طرح بیٹھے آخری التحیات میں وہابیوں کا اختلاف ہے۔ پہلی التحیات میں بیٹھنا واجب ہے۔ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے۔ اور دوسری التحیات کے درمیان بیٹھنا فرض۔ دوسری التحیات میں بیٹھنے کو اگر فرض مانتے ہو تو اسے سجدوں کی درمیانی نشست کی طرح ہونا چاہیے۔ یعنی بائیں پاؤں پر اور اگر اس نشست کو واجب مانا جاوے تو اس سے پہلے التحیات کی نشست کی طرح ہونا چاہیے۔ یعنی بائیں پاؤں پر یہ کیا کہ وہ دونوں نشستیں بائیں پاؤں پر ہوں۔ اور یہ آخری نشست زمین پر دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر اس نشست کی مثال نماز میں نہیں ملتی غرضیکہ بائیں پاؤں پر بیٹھنا قرین قیاس ہے اور زمین پر سرین رکھ کر بیٹھنا عقل و نقل سب کے ہی خلاف ہے۔ اس لئے بچنا چاہیے۔ خیال رہے کہ عورت زمین پر سرین رکھ کر دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر ضرور بیٹھتی ہے مگر وہ پہلی التحیات میں بھی ایسے ہی بیٹھتی ہے اور دو سجدوں کے بیچ میں بھی اسی طرح لہٰذا اس کا اس طرح بیٹھنا قرین قیاس ہے کہ اس کی ہر نشست اسی طرح ہے۔ غرضیکہ عورتوں کی ہر نشست زمین پر ہے۔ مردوں کی ہر نشست بائیں پاؤں پر نہ معلوم وہابیوں کی یہ دورنگی ابلقی نشست کس میں شامل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری فصل

اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

اب تک اس مسئلہ کے متعلق وہابیوں غیر مقلدوں کے جس قدر دلائل ہم کو مل سکے ہیں۔ ہم انہیں مع جوابات پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرماوے۔ آمین۔

اعتراض ......۔ طحاوی شریف نے حضرت یحییٰ ابن سعید سے روایت کی۔

ان القاسم ابن محمد اراهم الجلوس فنصب رجله اليمنى وثنى رجله اليسرى وجلس على وركه اليسرى ولم يجلس على قدميه ثم قال ارانى هذا عبدالله ابن عبدالله ابن عمر و حدثنى ان اباه عبدالله ابن عمر كان يفعل ذالك۔

ترجمہ: کہ قاسم ابن محمد نے ان لوگوں کو نماز میں بیٹھنا دکھایا تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کیا۔ اور بایاں پاؤں بچھایا اور اپنے بائیں سرین پر بیٹھے آپ دونوں قدموں پر نہ بیٹھے۔ پھر قاسم نے فرمایا کہ یہ ہی مجھے عبداللہ ابن عبداللہ ابن عمر نے دکھایا اور مجھے خبر دی کہ ان کے والد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا ہی کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو ج اص ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر زمین پر بیٹھنا سنت صحابہ ہے اور صحابہ نے یہ عمل اسی لئے کیا کہ حضور کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہوگا۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں ہر التحیات میں اس ہی طرح بیٹھتے تھے۔ مگر تم کہتے ہو کہ پہلی التحیات میں بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ دوسرے میں اس طرح بیٹھے۔ لہٰذا یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں التحیات میں بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے وہ حدیث نہایت قوی تھی۔

یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے۔ قیاس شرعی کے بھی خلاف اور جب حدیثوں میں تعارض ہو تو جو حدیث قیاس شرعی کے موافق ہوگی اسے ترجیح ہوگی۔

تیسرے یہ کہ اس حدیث سے تمہارا قول ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں تصریح نہیں کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زمین پر سرین رکھ کر بیٹھتے تھے یہ ہے کہ دونوں قدموں پر نہ بیٹھتے تھے واقعی نمازی دونوں قدموں پر نہیں بیٹھتا۔ بلکہ صرف ایک قدم یعنی بائیں پر بیٹھتا ہے۔ لہٰذا اس میں تمہاری کوئی دلیل نہیں۔

اعتراض ......۔ طحاوی شریف اور ابوداؤد نے محمد ابن عمر ابن عطاء سے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا ملخص یہ ہے۔

سمعت ابا حميد الساعدى فى عشرة من اصحاب النبى ﷺ انا اعلمكم بصلوة رسول الله ﷺ فذكر انه كان فى الجلسة الاولى يثنى رجله اليسرى فيقعد عليها حتى اذا كانت السجدة التى يكون فى اخره التسليم اخر رجله اليسرى وقعد متور كاعلى شقه الا يسر فقالوا لسبعا صدقت۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: میں نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کو دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سب میں حضور ﷺ کی نماز کو زیادہ جانتا ہوں۔ فرمایا کہ حضور ﷺ پہلی التحیات میں اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور اس پر بیٹھتے تھے۔ جب وہ سجدہ فرمالیتے۔ جس کے آخر میں سلام ہے تو اپنا بایاں پاؤں ایک جانب نکال دیتے اور اپنے بائیں سرین پر زمین پر بیٹھتے تو صحابہ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔

(شرح معانی الآثار باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ کیف ھو ج ا ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ پہلی التحیات میں پاؤں پر اور دوسری التحیات میں زمین پر بیٹھنا سنت ہے اور ابوحمید ساعدی نے یہ حدیث دس صحابہ کی جماعت میں ذکر کی اور ان سب نے اس کی تصدیق فرمائی معلوم ہوا کہ عام صحابہ کا وہ ہی طریقہ تھا جس پر ہم عامل ہیں۔ (یہ غیر مقلد وہابیوں کی مایہ ناز حدیث ہے)۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہی نہیں۔ بلکہ محض گڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کا راوی محمد ابن عمرو ابن عطاء ہے۔ جو بہت جھوٹا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ سمعت اباحمید وابا قتادۃ میں نے ابوحمید اور ابوقتادہ سے سنا۔ حالانکہ حضرت ابوقتادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہی کے زمانہ میں شہید ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی ابوقتادہ کی نماز جنازہ پڑھی اور محمد ابن عمرو خلافت حیدری کے بعد پیدا ہوا۔ پھر ابوقتادہ سے کیسے ملا۔ ایسا جھوٹا آدمی ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ نہ اس کی حدیث قابل عمل ہے دیکھو طحاوی شریف اسی باب کا آخر۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث وہ ہے۔ جو طحاوی شریف نے اسی بات میں بروایت عباس ابن سہیل روایت کی جو ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے جس میں فرمایا کہ حضور ﷺ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور التحیات پڑھتے تھے۔ افسوس ہے کہ آپ ایسی واہی اور ضعیف بلکہ جھوٹے راویوں کی روایتوں پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں۔ اور جب حنفی اپنی تائید میں صحیح حدیث پیش کریں تو اس پر حیلوں بہانوں سے ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتے ہیں اور اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جاوے تب بھی گزشتہ ان احادیث کے خلاف ہوگی جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ ہماری تمام احادیث چونکہ قیاس شرعی کی تائید سے قوت حاصل کر چکیں۔ لہٰذا وہ ہی قابل عمل ہیں۔ یہ حدیث بالکل ناقابل عمل۔

اعتراض ......: ترمذی شریف نے عباس ابن سہیل ساعدی سے روایت کی۔

قال اجتمع ابوحمید وابو اسید وسهل ابن سعد ومحمد ابن مسلمة فذكروا صلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حميد انا اعلمكم بصلوة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ جلس يعني للتشهد فافترش رجله اليسرى واقبل بصدر اليمنى على قبلته ووضع كفه اليمنى على ركبته اليمنى وكفه اليسرى على ركبته اليسرى واشار باصبعه يعني سبابة۔

ترجمہ: ایک بار ابوحمید ابواسید۔ سہیل ابن سعد اور محمد ابن مسلمہ جمع ہوئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابوحمید فرمانے لگے کہ تم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز کو میں جانتا ہوں حضور ﷺ التحیات کے لئے بیٹھے تو آپ نے اپنا بایاں پاؤں بچھا دیا اور داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف کر دیا اور اپنی داہنی ہتھیلی داہنے گھٹنے پر رکھی بائیں ہتھیلی بائیں گھٹنے پر رکھی اور اپنی انگلی (کلمے کی انگلی) سے اشارہ فرمایا۔

(سنن الترمذی باب ماجاء کیف الجلوس فی التشہد ج ۲ ص ۸۶ رقم الحدیث ۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایسے ہی التحیات میں بیٹھتے تھے جیسے ہم بیٹھتے ہیں۔ ورنہ آپ کے داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف نہ ہوتا۔ بلکہ یہ پاؤں کھڑا ہوتا۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے حضور ﷺ ہر التحیات میں زمین

marfat.com

Marfat.com

پر بیٹھتے تھے۔تم پہلی التحیات میں تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے ہو۔دوسری میں زمین پر۔یہ کیوں جو تم جواب دو گے۔وہ ہی ہمارا جواب ہوگا اپنی فکر کرو۔

دوسرے یہ کہ تمہاری دوسری التحیات میں تین کام ہوتے ہیں۔بائیں پاؤں کا داہنی طرف نکلنا۔داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا۔سرین کا زمین پر لگنا عورتوں کی طرح اس حدیث میں ان تینوں باتوں میں سے ایک بھی ثابت نہیں نہ تو بائیں پاؤں کا داہنی طرف نکلنا۔نہ سرین کا زمین پر رکھنا۔نہ داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا۔تعجب ہے کہ اسے آپ نے اپنی تائید میں کیسے سمجھ لیا یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔داہنے پاؤں کے سینے کا قبلہ کی طرف ہونا تمہارے بھی خلاف ہے۔

تیسرے یہ کہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہے۔جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے نیز خود انہی ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف بھی منقول ہے وہ تمام احادیث اس حدیث سے بھی زیادہ قوی ہیں۔جیسا کہ ہم پہلی فصل اور خود اس فصل میں عرض کر چکے۔لہٰذا وہ احادیث قابل عامل ہیں اور یہ نا قابل عمل۔

چوتھے یہ کہ اس ہی ترمذی میں اس ہی جگہ حضرت ابووائل کی وہ حدیث بھی موجود ہے جس میں حنفیوں کی طرح بیٹھنا مذکور ہے۔اس کے متعلق امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور فرمایا کہ اکثر علماء کا اس پر عمل ہے۔آپ نے ایسی صحیح وصاف حدیث کو کیوں چھوڑا اور مجمل حدیث پر کیوں عمل کیا جو آپ کے بھی موافق نہیں۔معلوم ہوا کہ آپ حدیث کے متبع نہیں۔اپنی رائے اتباع کرتے ہیں آپ اپنا نام اہل حدیث نہیں۔بلکہ اہل رائے یا اہل ضد رکھیں۔

اعتراض ......:۔بائیں پاؤں پر بیٹھنے کے متعلق آپ نے جس قدر احادیث پیش کی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔قابل حجت نہیں۔(پرانا سبق)۔

جواب:۔ کسی حنفی کو آپ اس منتر سے نہ ڈرایا کریں۔حنفی پر روایت کے ضعیف ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔حنفی بحمدہ تعالیٰ اتنی حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ اگر بفرض محال وہ سب ضعیف بھی ہوں۔تو بھی قوی ہو جاویں۔نیز امام اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر مجتہد سراج امت کا قبول فرمالینا ہی اس کو قوی کرنے کے لئے کافی ہے۔حنفی مذہب کے دلائل یہ روایات نہیں۔تو یہ تائیدیں ہیں۔حنفیوں کی دلیل قول امام ہے ہمارا ایمان کتاب پر بھی ہے۔سنت پر بھی اور اجماع امت وقیاس مجتہد پر بھی ہمارے سامنے یہ آیت کریمہ ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی (مجتہدین امت) کی۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۹)

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

دسواں باب

بیس رکعت تراویح

ہم بیس رکعت تراویح کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھ چکے ہیں جس کا نام ہے۔ لمعات المصابیح علی رکعات التراویح جس میں بہت تفصیل سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس کتاب کو مکمل کرنے کے لئے کچھ بطور اختصار یہاں عرض کیا جاتا ہے۔ جس کو تفصیل دیکھنی ہو وہ ہمارا مذکورہ رسالہ ملاحظہ کرے۔ خیال رہے کہ ساری امت رسول اللہ ﷺ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح آٹھ رکعت نہیں۔ ہاں اکثر مسلمان بیس پڑھتے ہیں اور بعض مسلمان چالیس البتہ غیر مقلد وہابی وہ فرقہ ہے۔ جسے نماز گراں ہے محض نفس پر بوجھ سمجھ کر تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر سو رہتے ہیں اور کچھ روایتوں کا بہانہ بناتے ہیں۔ اس لئے ہم اس مسئلہ کو دو فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں بیس رکعت تراویح کے دلائل دوسری فصل میں وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات رب تعالیٰ قبول فرماوے۔ آمین۔

پہلی فصل ...... بیس رکعت تراویح کا ثبوت

بیس رکعت تراویح سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ سنت عامۃ المسلمین ہے آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر ۱۔۵:۔ ابن ابی شیبہ طبرانی نے کبیر میں۔ بیہقی۔ عبد ابن حمید اور امام بغوی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر وزاد البیهقی فی غیر جماعة۔

ترجمہ: ...... بے شک نبی کریم ﷺ ماہ رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھتے تھے وتر کے علاوہ بیہقی نے یہ زیادہ فرمایا کہ بغیر جماعت تراویح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)، (طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خود حضور انور ﷺ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے جن روایات میں آیا ہے کہ آپ نے صرف تین دن تراویح پڑھی وہاں با جماعت پڑھنا مراد ہے یعنی بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ جماعت سے صرف تین دن پڑھیں۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح سنت موکدہ علی العین ہے کہ حضور نے ہمیشہ پڑھیں اور لوگوں کو رغبت بھی دی۔

حدیث نمبر ۶:۔ امام مالک نے حضرت یزید ابن رومان سے روایت کی۔

کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعة۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں لوگ تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ دوسرے یہ کہ وتر تین رکعت ہیں۔ اسی لئے کل تیئس رکعتیں ہوئیں۔

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۷:۔ بیہقی نے معرفہ میں صحیح اسناد سے حضرت سائب ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال كنا نقوم في عهد عمر بعشرين ركعة والوتر۔

ترجمہ: ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(معرفۃ السنن والآثار ج ۲ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۸:۔ ابن منیع نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان عمر ابن الخطاب امره ان تصلي بالليل في رمضان قال ان الناس يصومون النهار ولا يحسنون ان يقرء والفلو قرات عليهم بالليل قال يا امير المومنين هذا شئي لم يكن فقال فقد علمت ولكنه حسن فصلي بهم عشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونہیں حکم دیا کہ تم لوگوں کو رات میں تراویح نماز پڑھاؤ کیونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر یہ ہے کہ تم ان پر قرآن پڑھا کرو رات میں حضرت ابی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ وہ کام ہے جو اس سے پہلے نہ تھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں۔ لیکن یہ اچھا کام ہے تو حضرت ابی نے ان کو بیس رکعتیں پڑھائیں۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ابواب صلاۃ التراویح باب رکعات التراویح ج ۲ص ۵۹۸ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عہد فاروقی سے پہلے مسلمانوں میں تراویح جاری ہی تھی۔ مگر باجماعت اہتمام سے ہمیشہ تراویح کا رواج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوا اصل تراویح سنت رسول اللہ ہے اور جماعت۔ اہتمام ہمیشگی سنت فاروقی ہے۔

دوسرے یہ کہ بیس رکعت تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا۔ کیونکہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کو بیس رکعت پڑھائیں۔ صحابہ کرام نے پڑھیں۔ کسی نے اعتراض نہ کیا۔

تیسرے یہ کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جماعت تراویح کی باقاعدہ جماعت اہتمام سے بدعت ہے۔ اس سے پہلے نہ ہوئی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے واقعی یہ بدعت ہے مگر اچھی ہے۔

چوتھے یہ کہ جو کام حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے اگرچہ عہد صحابہ میں رائج ہو کہ تراویح کی جماعت اگرچہ زمانہ فاروقی میں ہوئی۔ مگر اسے بدعت حسنہ فرمایا گیا۔

حدیث نمبر ۹:۔ بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی سے روایت کی۔

ان علي ابن ابي طالب دعا القراء في رمضان و امر رجلا يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة وكان علي يوتر بهم۔

ترجمہ: کہ علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کہ بیس رکعت پڑھاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۰:۔ بیہقی شریف نے حضرت ابوالحسناء سے روایت کی۔

ان علي ابن ابي طالب امر رجلا يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھائیں۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حاشیہ......☆

نماز تراویح کی تعداد رکعات بیس ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انہ ﷺ صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقوھا۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے لوگوں کو دو راتیں ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھائی جب تیسری رات لوگ پھر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ ان کی طرف (حجرہ مبارک سے باہر) تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ (نماز تراویح) تم پر فرض کر دی جائے گی لیکن تم اس کی طاقت نہ رکھو گے۔

(تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۲۱ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ (بشمول وتر) ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔
(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔
وھذا کالاجماع۔

(المغنی ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واکثر اھل العلم علی ما روی عن عمر وعلی رضی اللہ عنھما وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ وھو قول الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۱ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن یحییٰ الحلوانی قال حدثنا علی بن الجعد قال حدثنا ابو شیبۃ ابراهیم بن عثمان عن الحکم بن عتیبۃ عن مقسم عن بن عباس ثم ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنہ وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنہ ثلاثۃ وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) تئیس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ المکتب الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شهر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقراون بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۷)

امام جعفر بن محمد الفریابی متوفی ۳۰۱ھ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں۔

اسنادہ رجالہ ثقات۔

(کتاب الصیام ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۱۷۶ الدار السلفیۃ بمبئی بھارت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی الخصیب قال کان یومنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت ابوخصیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت سوید بن غفلہ ماہ رمضان میں نماز تراویح پانچ ترویحوں (بیس رکعت) میں پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۴۹۶رقم الحدیث ۴۳۹۵مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنه قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا يصلی بالناس عشرين ركعة قال و كان علی رضی اللہ عنه يوتر بهم۔

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۴۹۶رقم الحدیث ۴۳۹۶مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن شتير بن شكل و كان من اصحاب علی رضی اللہ عنه انه كان يومهم فی شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر بثلاث۔

ترجمہ: حضرت شتیر بن شکل سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۶۳رقم الحدیث ۷۶۸۰مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه امر رجلا يصلی بهم عشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ انہیں (مسلمانوں کو) بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۶۳رقم الحدیث ۷۶۸۲مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن نافع بن عمر قال كان ابن ابی مليكة يصلی بنا فی رمضان عشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت نافع بن عمر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۶۳رقم الحدیث ۷۶۸۳مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

عن عبدالعزيز بن رفيع قال كان ابی بن كعب يصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۶۳رقم الحدیث ۷۶۸۴مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی واحب الی اذا كانوا جماعة ان يصلوا عشرين ركعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ص ۴۰۵مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه جمع الناس علی ابی بن كعب فی قيام رمضان فكان يصلی بهم عشرين ركعة۔

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ص ۴۰۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلفاء راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن سارية...... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے...... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المھدیین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ کرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئ)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴۔۶۲۷۵۔۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے زور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما كان رسول الله ﷺ يزيد في ولا في غيره على احدى عشره ركعة۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے اور تین وتر۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روایت محمول بر نماز تہجد است کے در رمضان وغیرہ رمضان یکساں بود۔ غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد۔ دلیل بریں حمل آں است کہ راوی این حدیث ابو سلمہ است وتتمہ ایں روایت می گوید قالت عائشہ انتام قبل آں توتر الخ (ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور می شود نہ در غیر آں۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت نماز تہجد پر محمول ہے اس لئے کہ تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابو سلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے

marfat.com

Marfat.com

بطور نمونہ چند حدیثیں پیش کی گئیں ورنہ بیس رکعت کی احادیث بہت ہیں۔ اگر شوق ہو تو ہماری لمعات المصابیح اور صحیح البہاری ملاحظہ کریں۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہوں نہ کہ آٹھ چند وجہ سے ایک یہ کہ دن رات میں بیس رکعت فرض وواجب ہیں۔ ۱۷ رکعت فرض تین رکعت واجب ماہ رمضان میں بیس تراویح پڑھی جاویں۔ ان رکعات کی تکمیل اور مدارج بڑھانے کے لئے لہٰذا آٹھ رکعت تراویح بالکل خلاف قیاس ہیں۔

دوسرے یہ کہ صحابہ کرام تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھتے تھے بلکہ قرآن کریم کے رکوع کو رکوع اس لئے کہتے ہیں کہ اتنی آیات پر حضرت عمر و عثمان وصحابہ کرام رکوع کرتے تھے۔ اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن ہوتا تھا۔ آٹھ رکعت ہوتیں تو چاہیئے تھا کہ قرآن کریم کے رکوع کل دوسو سولہ ۲۱۶ ہوتے۔ حالانکہ قرآن کریم کے کل رکوع ۵۵۷ ہیں بیس رکعت کے حساب سے ۵۴۰ رکوع ہوتے ہیں۔ کوئی وہابی صاحب آٹھ رکعت تراویح مان کر قرآن کریم کے رکوع کی تعداد کی وجہ بیان فرماویں۔

تیسرے یہ کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر راحت کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو بیچ میں ایک ترویحہ ہوتا۔ اس صورت میں اس کا نام تراویح جمع نہ ہوتا جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے۔

علماء امت کا عمل: ہمیشہ سے قریباً ساری امت کا عمل بیس رکعت تراویح پر رہا اور آج بھی ہے۔ حرمین شریف اور ساری دنیا کے مسلمان بیس رکعت تراویح ہی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف باب قیام شہر رمضان میں اس طرح فرماتے ہیں۔

واكثر اهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبى ﷺ عشرين ركعة وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعى هكذا ادركت ببلد مكة يصلون عشرين ركعة۔

ترجمہ:...... اور اکثر علماء کا عمل اسی پر ہے جو حضرت علی و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یعنی بیس رکعت تراویح اور یہ ہی سفیان ثوری ابن مبارک اور امام شافعی کا فرمان ہے امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ارشاد فرمایا۔

قال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعى واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن كعب من غير خلاف من الصحابه۔

حاشیہ......☆

سو جاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوۃ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ مجتبائی)

مذکورہ بالا حدیث جس سے غیر مقلد وہابی آٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر اس سے بالفرض آٹھ رکعت تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ دوسری بات کا انکار۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح ہی جمہور علماء کا قول ہے یہی کوفی حضرات اور امام شافعی اور اکثر علماء فقہاء فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے حضرت ابی ابن کعب سے منقول ہے اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۵۵)

ملا علی قاری شرح نقایہ میں بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فصار اجماعاً لما روی البیھقی باسناد صحیح انھم کانوا یصلون علی عھد عمر بعشرین رکعۃ و علی عھد عثمان وعلی عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: بیس رکعت تراویح پر مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ بیہقی نے صحیح اسناد سے روایت کی صحابہ کرام اور سارے مسلمان حضرت عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(شرح نقایہ)

علامہ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں۔

اجماع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ۔

ترجمہ: تمام صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے۔ بیس رکعت تراویح پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔ بیس رکعت تراویح حرمین شریفین میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیس رکعت تراویح عقل کے مطابق ہیں۔ بیس رکعت تراویح قرآنی رکوعات کی تعداد کے مناسب ہیں۔ بلکہ آج حرمین طیبین میں نجدیوں کی سلطنت ہے مگر اب بھی وہاں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں۔ جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے۔ نہ معلوم ہمارے ہاں کے وہابی غیر مقلد کس کی تقلید کرتے ہیں۔ جو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح سنت رسول کے خلاف سنت صحابہ کے خلاف سنت مسلمین کے خلاف سنت علماء مجتہدین کے خلاف سنت حرمین طیبین کے خلاف ہے۔ ہاں ہوا نفس کے مطابق ہے کہ نماز نفس امارہ پر بوجھ ہے رب تعالیٰ نفس امارہ کے پھندوں سے نکالے اور سنت رسول پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دوسری فصل ...... بیس رکعت تراویح پر اعتراضات وجوابات

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدوں کے پاس آٹھ رکعت تراویح کی کوئی قوی دلیل نہیں کچھ اوہام رکیکہ اور کچھ شبہات فاسدہ ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا کہ ہم ان کا ذکر کریں مگر بحث مکمل کرنے کے لئے ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب کرے۔

اعتراض ......: امام مالک نے سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انہ قال امر عمر ابن الخطاب ابی ابن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الخ۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آٹھ تراویح کا حکم دیا تھا۔ اگر تراویح بیس رکعت ہوتیں تو کل رکعات ۲۳ بنتیں مع وتر کے۔

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی سخت خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے جہاں آٹھ تراویح کا ثبوت ہوا۔ وہاں ہی تین وتر کا بھی ثبوت ہوا تب ہی تو کل رکعتیں گیارہ ہوں گی۔ آٹھ تراویح تین وتر۔ اگر وتر ایک رکعت ہوتی تو کل نو رکعتیں ہوتیں نہ کہ گیارہ۔ بتاؤ تم ایک رکعت وتر کیوں پڑھتے ہو کیا ایک ہی حدیث کے بعض حصہ کا اقرار ہے بعض کا انکار۔ لہٰذا اس روایت کا جو تم جواب دو گے وہ ہی جواب مارا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث کے راوی محمد ابن یوسف ہیں۔ ان کی روایات میں سخت اضطراب ہے۔ موطاء امام مالک کی اس روایت میں تو ان سے گیارہ رکعتیں منقول ہوئیں۔ اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں سے تیرہ رکعات نقل کیں۔ محدث عبدالرزاق نے انہی سے اکیس رکعتیں نقل فرمائیں دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر۔ لہٰذا ان کی کوئی روایت معتبر نہیں۔ تعجب ہے کہ آپ نفس امارہ کی خواہش پوری فرمانے کے لئے ایسی واہیات روایتوں کی آڑ پکڑتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ عہد فاروقی میں اولاً آٹھ رکعت تراویح کا حکم ہوا۔ پھر بارہ رکعت کا پھر آخر میں بیس رکعت پر ہمیشہ کے لئے عمل ہوا۔ چنانچہ اسی موطا مالک میں حضرت اعرج سے ایک طویل حدیث نقل فرمائی جس کے آخر الفاظ یہ ہیں۔

وکان القاری یقراء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات واذا قام بھا فی ثنتی عشرۃ رکعتہ رای الناس انہ قد خفف۔

ترجمہ: قاری آٹھ رکعت تراویح میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے پھر جب بارہ رکعتوں میں پڑھنے لگے تو لوگوں نے محسوس کیا کہ ان پر آسانی ہوگئی۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج اص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

ثبت العشرون فی زمن عمر و فی الموطا روایتہ باحدی عشرۃ وجمع بینھما انہ وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث۔

ترجمہ: ہاں بیس کا حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ثابت ہوا موطا شریف میں گیارہ رکعت کا ذکر ہے ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ عہد فاروقی میں پہلے تو آٹھ رکعت کا حکم تھا۔ پھر بیس رکعت پر تراویح کا قرار ہوا یہ ہی مسلمانوں میں رائج ہے۔

معلوم ہوا آٹھ رکعت تراویح پر عمل متروک ہے۔ بیس رکعت تراویح صحابہ کرام اور تمام مسلمانوں میں معمول۔

اعتراض ......:۔ تمہاری پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ بیس تراویح پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے آٹھ رکعت کا حکم ہی کیوں دیا خلاف سنت حکم صحابہ کی شان سے بعید ہے۔

جواب:۔ حضور ﷺ نے خود تو بیس رکعات تراویح پڑھیں۔ مگر صحابہ کو اس تعداد کا صریح حکم نہ دیا تھا۔ صرف رمضان کی راتوں میں نماز خصوصی کی رغبت دی تھی۔ بلکہ خود جماعت بھی باقاعدہ ہمیشہ نہ کرائی۔ وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ تراویح فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تراویح کی رکعات کی تعداد ظاہر نہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولاً اپنے اجتہاد سے آٹھ پھر بارہ مقرر فرمائیں۔ بیس کی سند مل جانے پر بیس ہی کا دائمی حکم دے دیا۔ اس زمانہ میں آج کی طرح حدیث کتابوں میں جمع نہ تھی۔ ایک ایک حدیث بہت کوشش و محنت سے حاصل کی جاتی تھی۔

اعتراض ......:۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابو سلمہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ ام المومنین نے ارشاد فرمایا۔

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعات۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔
(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج اص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تراویح آٹھ رکعت پڑھتے تھے۔ اگر بیس پڑھتے تو کل رکعات ۲۳ ہوتیں۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اگر اس سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہوتی ہے تو تین رکعت وتر بھی ثابت ہوئے۔ تب ہی تو کل گیارہ ہوئیں۔ بتاؤ تم وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہو۔ جواب دو کیا بعض حدیث پر ایمان ہے۔ بعض کا انکار۔

دوسرے یہ کہ حضرت ام المومنین یہاں تہجد کا ذکر فرما رہی ہیں نہ کہ نماز تراویح کا اس ہی لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان و دیگر مہینوں میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کب پڑھی جاتی ہے۔ اگر آپ اس پر غور کر لیتے تو ایسی جرأت نہ کرتے۔ اس ہی لئے ترمذی شریف نے اس حدیث کو باب صلوۃ الیل یعنی تہجد کے باب میں ذکر فرمایا۔ نیز اس ہی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں۔ دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز سرکار آخر رات میں سو کر اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتیں تہجد پڑھی جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر اس نماز سے مراد تراویح ہے اور آٹھ تراویح حضور نے پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا اور تمام صحابہ نے یہ حکم کیوں قبول کیا اور خود ام المومنین نے یہ سب کچھ دیکھ کر کیوں نہ اعلان فرمایا کہ میں نے حضور کو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے۔ تم بیس رکعت پڑھتے ہو۔ یہ خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے آپ کیوں خاموش رہیں۔ ذرا ہوش کرو حدیث کو صحیح سمجھنے کی کوشش کرو۔

وھابیوں سے سوالات

تمام دنیا کے وہابیوں سے حسب ذیل سوالات ہیں سارے مل کر ان کے جوابات دیں بتاؤ۔

(۱) کہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت کا حکم کیوں دیا۔ کیا اس سنت کی انہیں خبر نہ تھی۔ آج تقریباً چودہ سو برس بعد تم کو پتہ لگا۔

(۲) اگر نعوذ باللہ خلفاء راشدین نے بدعت سیئہ کا حکم دے دیا تھا تو تمام صحابہ نے بے چون و چرا قبول کیوں کر لیا کیا ان میں کوئی بھی حق گو اور متبع سنت نہ تھا آج اتنے عرصہ کے بعد تم حق گو بھی پیدا ہوئے اور متبع سنت بھی۔

(۳) اگر تمام صحابہ بھی خاموش رہے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک سنت رسول کے خلاف بدعت سیئہ کا رواج دیکھا تو وہ کیوں خاموش رہیں۔ ان پر تبلیغ حق فرض تھی یا نہیں جیسے کہ آج تم آٹھ رکعت تراویح کے لئے ایڑی چوٹی کا زبانی قلبی بدنی و مالی زور لگا رہے ہو۔ انہوں نے یہ کیوں نہ کیا۔ پھر تو ام المومنین سے تم افضل ہوئے۔

(۴) وہ تمام خلفاء راشدین اور سارے صحابہ بلکہ خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیس رکعت تراویح پڑھ کر پڑھوا کر یا جاری ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہ کر ہدایت پر تھے یا نعوذ باللہ گمراہ۔ اگر آج حنفی بیس رکعت تراویح پڑھنے کی بناء پر گمراہ اور بدعتی ہیں تو ان حضرات پر تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ جواب دو۔ جواب دو۔ جواب دو۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے اور آٹھ رکعت تراویح سنت اور تم بہادروں نے چودہ سو برس بعد یہ سنت جاری کی۔ تو بتاؤ حرمین طیبین کے تمام مسلمان بدعتی اور گمراہ ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں۔ اور اگر ہیں تو تم آج نجدی وہابیوں کو اس کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ تمہارے فتوے صرف ہندو پاکستان میں فساد پھیلانے ہی کے لئے ہیں۔

(۶) حضرات آئمہ مجتہدین اور ان کے سارے متبعین جن میں لاکھوں اولیاء علماء محدث فقہاء مفسرین داخل ہیں۔ جو سب بیس تراویح پڑھتے تھے۔ وہ سب بدعتی اور گمراہ تھے یا نہیں۔

(۷) اگر یہ سارے حضرات گمراہ تھے اور ہدایت پر تمہاری مٹھی بھر جماعت ہے تو ان گمراہوں کی کتابوں سے حدیث لینا حدیث پڑھنا جائز ہے یا حرام اور ان کی روایت صحیح ہے یا نہیں جب بدعمل کی روایت صحیح نہیں۔ تو بدعقیدہ کی روایت صحیح کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۸) تمام دنیا کے مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں۔ تمہارے نزدیک گمراہ اور بدعتی ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم۔

ترجمہ مسلمانوں کے بڑے گروہ کی اتباع کرو۔

(حاکم للمستدرک کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور قرآن کریم نے عامۃ المسلمین کو خیر امت اور شہداء علی الناس کیوں فرمایا؟

امید ہے کہ حضرات وہابیہ نجد تک کے علماء سے مل کر ان سوالات کے جواب دیں۔ ہم منتظر ہیں۔

ہمارا مطالبہ:۔ ہم ساری دنیا کے وہابیوں نجدیوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک صحیح مرفوع حدیث مسلم بخاری یا کم از کم صحاح ستہ کی ایسی پیش کریں۔ جس میں صراحۃً مذکور ہو کہ حضور ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے یا اس کا حکم فرماتے تھے۔ مگر تراویح کا لفظ ہو۔ یا صحابہ کرام نے آٹھ تراویح دائمی طور پر قائم فرمائیں۔

اور ہم کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک نہ دکھا سکو گے۔ صرف ضد پر ہو۔ رب تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔ بیس ۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت الحمد للہ حضور کے فعل شریف صحابہ کرام کے فرمان وعمل عامۃ المسلمین کے طریقہ شرعی اور عقل سے ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

لطیفہ:۔ غیر مقلد وہابی جو کبھی حنفیوں میں پھنس جاتے ہیں۔ تو تراویح بیس رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ جس کا بارہا مشاہدہ ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ انہیں خود بھی اپنے مذہب پر اعتماد نہیں۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

گیارھواں باب

ختم قرآن پر روشنی کرنا

عامۃ المسلمین کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ ثواب اور روشنی قبر حاصل کرنے کے لئے یوں تو ہمیشہ ہی مگر رمضان یا شب قدر اور ختم قرآن کے دن خصوصیت سے مسجدوں میں چراغاں یعنی دھوم دھام سے روشنی کرتے ہیں۔ مسجدوں کو خوب آراستہ کرتے ہیں۔ وہابیوں کی مسجدیں بے رونق بے نور رہتی ہیں۔ انہیں مسجدوں میں چراغاں کرنے وہاں زینت دینے کی توفیق نہیں ملتی وہابی مسلمانوں کے اس کار ثواب کو بدعت حرام بلکہ شرک تک کہتے ہیں۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں ان مسائل کا ثبوت دوسرے فصل میں ان مسائل پر اعتراضات مع جوابات۔ ناظرین سے توقع انصاف اور اپنے رب سے امید قبول ہے۔

پہلی فصل ......روشنی مسجد کا ثبوت

مسجدوں میں ہمیشہ روشنی کرنا۔ خصوصاً ماہ رمضان خصوصاً شب قدر یا ختم قرآن شریف کے دن وہاں چراغاں کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جس کا بہت ثبوت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر۔

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جماعات نماز قائم کرنا۔ وہاں صفائی رکھنا۔ عمدہ چٹائیاں فرش وغیرہ بچھانا۔ وہاں روشنی و چراغاں کرنا وغیرہ سب مسجد کی آبادی میں داخل ہیں۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد بیت المقدس میں کبریت احمر کی روشنی فرماتے تھے۔ جس کی روشنی میں میلوں تک عورتیں چرغہ کات لیتی تھیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں رونق چراغاں کرنا ایمان کی علامت ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مسجدوں کو بے نور بے آباد رکھنا کفار کی نشانی ہے۔

(۲) ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال اول من اسرج فی المساجد تمیم الداری۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلے مسجدوں میں چراغ جلائے وہ تمیم داری صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

(سنن ابن ماجہ باب تطہیر المساجد وتطییبہا ج اص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں روشنی کرنا سنت صحابی ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کے زمانہ میں چراغ کا عام رواج نہ تھا۔ بوقت جماعت کھجور کی لکڑیاں جلا کر روشنی کر لی جاتی تھی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے وہاں چراغاں کیا۔

(۳) ابو داؤد شریف نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت یا رسول اللہ ﷺ افتنا فی بیت المقدس فقال رسول اللہ ﷺ ایتوہ فصلوا فیہ و کانت البلاد فی ذلک حربا فان لم تاتوہ فصلوا فیہ فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں مسجد بیت المقدس شریف کے متعلق حکم دیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں جاؤ اور وہاں نماز پڑھو اس زمانہ میں شہروں میں جنگ تھی تو فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پہنچ سکو اور نہ نماز پڑھ سکو تو وہاں تیل بھیج دو۔ کہ وہاں کی قندیلوں میں جلایا جاوے۔

(سنن ابوداؤد باب فی السرج فی المساجد ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۴۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کر کے جانا سنت ہے۔ ہمارے حضور ﷺ نے معراج میں وہاں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی۔ خود حضور انور ﷺ اور سارے پیغمبر سفر کر کے وہاں نماز پڑھنے پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بیت المقدس کی مسجد میں بہت قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔ جیسا قنادیل جمع فرمانے سے معلوم ہوا۔ تیسرے یہ کہ مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب وہاں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ یعنی اعلیٰ درجہ کی عبادت اور باعث ثواب ہے چوتھے یہ کہ مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے دور سے تیل بھیجنا سنت صحابہ ہے۔

(۴) حدیث امام رافعی محدث نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول الله ﷺ من بنی لله مسجداً بنی الله له بیتاً فی الجنة و من علق فیه قندیلاً صلی علیه سبعون الف ملك حتی ینطفی ذالك القندیل۔

ترجمہ: کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور جو مسجد میں قندیل جلائے گا اس پر ستر ہزار فرشتے دعاء رحمت کریں گے جب تک کہ یہ چراغ بجھ نہ جائے۔

(صحیح البخاری باب تعلیق القنادیل فی المساجد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

معلوم ہوا کہ مسجد کی روشنی ستر ہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ ہے۔

(۵) حدیث ابن نجار نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول الله ﷺ من علق فی مسجد قندیلاً صلی علیه سبعون الف ملك حتی ینطفی ذالك القندیل رواه ابن النجار۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جو مسجد میں کوئی قندیل لٹکائے تو اس پر ستر ہزار فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ قندیل گل ہو۔

(صحیح البخاری باب تعلیق القنادیل فی المساجد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

معلوم ہوا کہ جیسے مسجد میں چراغ جلانا ثواب ہے۔ ایسے ہی مسجد میں چراغ یا تیل یا بتی دینا بھی ثواب ہے۔ خواہ ایک چراغ ہو یا بہت۔

(۶) حدیث ابن شاہین محدث نے حضرت ابی اسحاق ہمدانی سے روایت کی۔

قال خرج علی ابن ابی طالب فی اول لیلة من رمضان و القنادیل تزهر و کتاب الله تتلی فقال نور الله لك یا ابن الخطاب فی قبرك کما نورت مساجد الله تعالیٰ بالقرآن۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی شب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے مسجد نبوی میں قندیلیں جگمگا رہی تھیں اور قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا اے عمر ابن خطاب اللہ تعالیٰ تمہاری قبر روشن کرے جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن کے وقت روشن کر دیا۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری باب تنویر القنادیل ج ۲ ص ۵۹۸۔۵۹۹ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

(۷) حدیث صحیح البخاری شریف نے بعض محدثین سے روایت کی کہ انہیں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی۔

الله قال نور الله قبر عمر کما نور علینا مساجدنا۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر روشن کرے جیسے انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔
(جامع الرضوی صحیح البخاری باب تنویر القنادیل ج ۲ ص ۵۹۹ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

ان آخری روایتوں سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں مسجدوں میں چراغاں کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مروج ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دعائیں دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ روشنی مسجد سے انشاء اللہ قبر منور ہوگی۔ لہٰذا اب جو اس روشنی مسجد کو روکتا ہے۔ وہ درپردہ سنت صحابہ پر اعتراض کرتا ہے۔ اس چراغاں کے روکنے والے اپنی قبریں تاریک کر رہے ہیں۔

(۸) قرآن رب تعالیٰ ان بند کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بے آبادی میں کوشش کرے۔
(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۴)

اس آیت میں ان لوگوں پر بھی عتاب ہے جو مسجدوں میں نماز۔ ذکر الٰہی۔ تلاوت قرآن نعت خوانی سے منع کریں اور ان لوگوں پر بھی عتاب ہے۔ جو مسجدوں میں چٹائیاں ڈالنے فرش بچھانے روشنی کرنے چراغاں وغیرہ سے روکیں کہ آبادی میں یہ سب چیزیں داخل ہیں۔

عقل کا تقاضا بھی ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسجدوں کو آراستہ کرنا وہاں ہمیشہ یا بعض خصوصی موقع پر چراغاں کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ آج ہم اپنے مکانوں میں زیب وزینت کرتے ہیں۔ بیاہ شادی وغیرہ پر خوب دل کھول کر روشنی چراغاں کرتے ہیں۔ عمارتیں سجاتے ہیں۔ جب ہمارے گھر آراستگی روشنی چراغاں کے مستحق ہیں تو اللہ کا گھر جو تمام گھروں سے افضل ہے اسے عام گھروں سے زیادہ آراستہ کیا جاوے تاکہ مسجدوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو۔ یہ کام احترام مسجد اور تبلیغ دین کا ذریعہ ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

غیر مقلد وہابیوں کے جس قدر اعتراضات اب تک ہم نے سنے ہیں۔ وہ نہایت دیانت داری سے مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

اعتراض ...... مسجدوں میں چراغاں کرنا فضول خرچی کرنا غلط ہے۔ فضول خرچی واسراف ہے اور اسراف سے قرآن کریم میں منع فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین۔

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں فرماتا۔
(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۱)

جواب: مسجد کے چراغاں کو فضول خرچی کہنا غلط ہے۔ فضول خرچی اس خرچ کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی دینی یا دنیاوی نفع نہ ہو۔ مسجد کے چراغاں میں مسجد کی زینت ہے جو عبادت اور باعث ثواب ہے۔

اعتراض ...... جب ایک چراغ سے روشنی حاصل ہو سکتی ہے تو باقی چراغاں بے کار ہیں اور بے کار خرچ فضول خرچی میں داخل ہے۔

جواب: جب ایک قمیص و پائجامہ سے ستر حاصل ہو جاتا ہے تو چاہئے کہ اچکن واسکٹ پہننا فضول خرچی اور حرام ہو۔ جب چھ آنہ گز کے گاڑھے سے ستر چھپ جاتا ہے تو چاہئے کہ دو روپے گز کے ململ۔ لٹھا۔ چکن۔ وائل پہننا حرام ہو۔ جب گھر میں دو آنہ کے چراغ

marfat.com
Marfat.com

سے روشنی حاصل ہو سکتی ہے تو وہاں صدہا روپیہ خرچ کر کے بجلی کی فٹنگ کرانا اور گیس کی روشنی کرنا اسراف وحرام ہونا چاہیے جب تھرڈ کلاس سے بھی راستہ طے ہو جاتا ہے تو انٹر بلکہ سیکنڈ۔ فسٹ میں روپیہ خرچ کرنا حرام ہونا چاہیے۔ جناب ایک دیئے سے تو روشنی حاصل ہوتی ہے اور زیادہ چراغوں سے مسجد کی زینت ورونق مسجد کی روشنی بھی عبادت ہے اور وہاں کی زینت بھی عبادت۔

اعتراض ......:۔ اگر مسجد میں چراغاں کرنا اچھی چیز ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانہ شریف میں مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیوں نہ کیا۔ کیا تم حضور ﷺ سے افضل ہو یا دین کے زیادہ ہمدرد ہو۔ جو کام حضور ﷺ نہ کریں تمہیں کرنے کا کیا حق ہے۔

جواب:۔ اگر واسکٹ اچکن اعلیٰ درجہ کی ململیں پہننا اچھا کام ہے تو حضور انور ﷺ نے کیوں نہ استعمال فرمائیں جو کام حضور ﷺ نے نہ کیا وہ اے وہابیو تم کیوں کرتے ہو۔ تم اپنے گھروں میں بجلی فٹنگ کیوں کرتے ہو تم اپنے گھر میں بجلی گیس کیوں جلاتے ہو۔ جناب حضور ﷺ کے زمانہ شریف میں لوگوں کے گھر بھی سارے معمولی تھے۔ جہادوں کا زمانہ تھا اس طرف توجہ فرمانے کا موقع ہی نہ تھا جب صحابہ کرام کے زمانہ میں لوگوں نے اپنے گھر اچھے بنائے۔ تو فقہاء صحابہ نے سوچا کہ دین تو دنیا سے اعلیٰ ہے۔ اور اللہ کا گھر یعنی مسجد نبوی شریف ہمارے گھروں سے افضل۔ جب ہمارے گھر شاندار ہیں تو اللہ کا گھر بہت شاندار ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر حضرت عثمان نے مسجد نبوی شریف بہت عالی شان بنائی اور وہاں بہت زیب و زینت کی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

ترجمہ: تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبہ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۴۰۵ تا ۲۴۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴۔۶۲۷۵۔۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایہ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جیسے حضور کی سنت قابل عمل ہے۔ ایسے ہی حضور کے صحابہ کرام کی سنت لائق عمل حضور کے صحابہ نے مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا۔ بلکہ خود حضور انور ﷺ نے بیت المقدس کی مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے تیل بھیجنے کا حکم دیا۔

اعتراض ......:۔ ابوداؤد شریف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ ما امرت بتشبید المساجد قال ابن عباس لتز خرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ مجھے مسجدیں سجانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم یہود ونصاریٰ کی طرح آراستہ کرو گے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۲ رقم الحدیث ۴۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدیں سجانے کا حکم نہیں۔ یہ بھی پتہ لگا کہ عبادت خانے سجانا۔ یہود ونصاریٰ کی سنت ہے نہ کہ مسلمانوں کا طریقہ اور ظاہر ہے کہ مسجد میں چراغاں کرنا بھی سجاوٹ ہی ہے لہٰذا یہ بھی منع ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کی زینت اور وہاں چراغاں کرنا منع ہے تو انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کو مسجدوں کی زینت دیتے وہاں چراغاں کرتے دیکھا اور منع نہ فرمایا۔ کیا خود ہی

marfat.com

Marfat.com

اپنی روایت کی مخالفت کی نیز کیا تمام صحابہ کرام اس حدیث کا وہ مطلب نہ سمجھے جو تم سمجھے نیز اس صورت میں یہ حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی کہ رب تعالیٰ نے مسجد کی زینت وآبادی کو ایمان کی علامت قرار دیا کہ فرمایا۔ **انما یعمر مساجد الله الخ** پتہ لگا کہ تم نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا۔

دوسرے یہ کہ یہاں ہر زینت کی ممانعت نہیں بلکہ ناجائز ٹیپ ٹاپ پر عتاب ہے۔ جیسے فوٹو تصویروں سے سجانا اس ہی لئے یہود ونصاریٰ سے تشبیہ دی گئی۔ ان کے عبادت خانے تصاویر فوٹو سے سجائے جاتے ہیں۔ یا وہ زینت مراد ہے جو اللہ کے لئے نہ ہو دکھلاوے اور نام ونمود ریا کاری کے لئے ہو جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ مگر جو زینت وچراغاں صرف مسجد کے احترام اور رب تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو وہ بہتر ہے۔ رب تعالیٰ اپنے اور اپنے محبوب کے کلام کی صحیح فہم نصیب فرمائے۔

اعتراض ......: ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول الله ﷺ ان من اشراط الساعة ان یتباھی الناس فی المساجد۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کہا یقیناً علامات قیامت سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کریں گے۔

(سنن ابوداؤد باب فی بناء المساجد ج ا ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۴۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی زینت علامت قیامت ہے۔ اس سے اللہ بچائے۔

جواب:۔ اس حدیث کے وہ ہی معنی ہیں۔ جو ہم اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں عرض کر چکے یعنی فخریہ مسجدیں بنانا اور شیخی کے طور پر مسجدیں سجانا علامت قیامت ہے کہ ایک محلے والے دوسرے محلہ والوں کے مقابلہ میں مسجد کو زینت دے کر انہیں طعنہ دیں کہ ہماری مسجد تمہاری مسجد سے زیادہ آراستہ ہے جناب فخر وریا کے لئے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ اخلاص کی نماز بھی منع ہو جاوے۔

یا حدیث کے معنی یہ ہیں کہ قریب قیامت لوگ مسجدوں میں جا کر بجائے ذکر اللہ کرنے کے دنیاوی باتیں ایک دوسرے کے مقابل شیخی مارا کریں گے۔ یہ سخت گناہ ہے اور اگر حدیث کے وہ ہی معنے ہوں جو تم سمجھے یعنی مسجدوں کی زینت علامات قیامت ہے تو بھی اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی قیامت کی ہر علامت بری نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ امام مہدی کا ظہور بھی علامت قیامت ہے۔ مگر برا نہیں بلکہ بہت بابرکت ہے۔

اعتراض ......: مسجدوں میں چراغاں کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔

جواب:۔ یہ غلط ہے۔ یہ تو سنت صحابہ ہے جیسا کہ ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے ہیں اور اگر یہ بدعت بھی ہو تو ہر بدعت نہ حرام ہے نہ گمراہی۔ بخاری شریف چھاپنا بدعت ہے مگر حرام نہیں بلکہ ثواب ہے حدیث کا فن اس کی قسمیں بدعت ہیں مگر حرام نہیں بدعت کی نفیس تحقیق اسی جاء الحق کے پہلے حصہ میں دیکھو۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ آج کلمہ ونماز بلکہ ساری عبادتوں میں بہت بدعتیں شامل ہیں ان بدعتوں پر ثواب ہے۔

☆......///......☆

marfat.com

Marfat.com

بارھواں باب

شبینہ پڑھنا ثواب ہے

ہمیشہ سے صالح مسلمانوں کا دستور ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں شبینہ کرتے ہیں کبھی ایک رات میں۔ کبھی دو میں۔ کبھی تین راتوں میں پورا قرآن شریف تراویح میں ختم کرتے ہیں۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ رمضان کے علاوہ بھی روزانہ ایک قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ یہ سب کچھ جائز اور ثواب ہے۔ بشرطیکہ اتنی جلدی نہ پڑھے کہ حروف قرآن درست ادا نہ ہوں۔ نہ سستی اور کسل سے پڑھے۔ مگر غیر مقلد وہابی اسے بھی حرام کہتے ہیں۔ رات بھر سینما دیکھنے والوں کو برا نہیں کہتے۔ مگر تمام رات قرآن پڑھنے والوں پر لعن طعن کرتے ہیں۔ اون پر شرک وبدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں شبینہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلی فصل ...... شبینہ کا ثبوت

ایک شب میں قرآن ختم کرنا باعث ثواب ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث عقل بلکہ خود وہابیوں کی کتابوں سے ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) قرآن کریم اپنے محبوب ﷺ سے فرماتا ہے۔

یا یھا المزمل قم الیل الا قلیلاً نصفه او انقص منه اوزد علیه ورتل القرآن ترتیلاً۔

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے محبوب رات بھر قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۳ آیت نمبر ۱تا۴)

اس آیت کریمہ میں حضور کو قریباً تمام رات نماز پڑھنے کا حکم دیا اور شروع اسلام میں رات بھر عبادت کرنا فرض تھا۔ کچھ تھوڑا حصہ آرام کے لئے رکھا گیا تھا۔ پھر ایک سال کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہوگئی۔ مگر استحباب اب بھی باقی ہے۔ اب جو شخص شبینہ میں تمام رات جاگے۔ بہت کم سوئے وہ اس آیت پر عامل ہے۔ مگر چاہیئے یہ کہ شبینہ وہ پڑھے۔ جو قرآن صحیح پڑھ سکے۔ جیسا کہ ترتیل کے حکم سے معلوم ہو رہا ہے۔

(۲) حدیث مسلم وبخاری نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی جس میں نماز خسوف کا ذکر ہے۔ اس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

فقام قیاما طویلا نحوا من قراء ة سورة البقرة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے گرہن کی نماز میں بہت دراز قیام فرمایا قریباً سورہ بقرہ کی بقدر۔

(صحیح البخاری باب صلوة الکسوف جماعة وصلی لھم الخ ج اص ۳۵۷ رقم الحدیث ۱۰۰۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلوة الکسوف من امر الجنة والنار ج ۲ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۹۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ حضور نے گرہن کی نماز میں سورہ بقرہ یعنی ڈھائی پارہ کی برابر قرات کی شبینہ میں فی رکعت ڈیڑھ پارہ آتا ہے۔ جب ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھنا ثابت ہے۔ تو ڈیڑھ پارہ پڑھنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

(۳) حدیث ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی نماز تہجد کے متعلق ایک بہت دراز حدیث نقل فرمائی۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

فصلی اربع رکعات قرء فیهن البقرۃ وال عمران والنساء والمائدۃ والانعام۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے نماز تہجد میں چار رکعت پڑھیں۔ جن میں سورۃ بقرہ اور آل عمران اور سورہ نساء اور مائدہ وسورہ انعام پڑھیں۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ج ۲ ص ۶۵۵ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

دیکھو نبی کریم ﷺ نے تہجد کی چار رکعتوں میں قریبا آٹھ پارے پڑھے یعنی فی رکعت قریبا دو پارے۔ شبینہ میں ہر رکعت میں اتنی قرأت نہیں ہوتی۔ ڈیڑھ پارہ فی رکعت ہوتا ہے تو یہ کیوں حرام ہوگا۔

(۴) حدیث مسلم و بخاری نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قام النبی ﷺ حتی تورمت قدماہ فقیل له لما تصنع هذا و قد غفرلك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے نماز شب میں اتنا قیام فرمایا کہ قدم مبارک پر ورم آگیا تو عرض کیا گیا کہ آپ ایسی مشقت کیوں کرتے ہیں۔ آپ کی بدولت آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے تو فرمایا کہ کیا میں بندہ شکر گزار نہ ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی ﷺ اللیل حتی ترم قدماہ ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں مشقت اٹھانا سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اگر کسی شبینہ میں کسی مومن کے پاؤں پر ورم آجاوے تو اس خوش نصیب کو یہ سنت نصیب ہوگئی۔ وہابیوں کو خود تو عبادت کی توفیق نہیں ملتی دوسروں کو بھی عبادت سے روکتے ہیں۔

(۵) حدیث طحاوی شریف نے حضرت ابن سیرین سے روایت کی۔

قال کان تمیم الداری یحیی اللیل کله بالقرآن کله فی رکعة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ تمام رات جاگتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب جمع السور فی رکعۃ ج ۱ ص ۳۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۲۱۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شبینہ میں تو بیس رکعت تراویح میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ صحابی رسول تو ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

(۶) حدیث طحاوی شریف نے حضرت اسحاق ابن سعید سے روایت کی۔

عن ابیه عن عبداللہ ابن الزبیر انه قرء القرآن فی رکعة۔

ترجمہ: وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا۔

(شرح معانی الآثار باب جمع السور فی رکعۃ ج ۱ ص ۳۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۷) حدیث ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عثمان ابن عبدالرحمٰن تیمی سے روایت کی۔

قال لی ابی اغلبن اللیلة علی المقام فلما صلیت العتمة تخلصت الی المقام حتی قمت فیه فبینا انا قائم اذا رجل وضع یدہ بین کتفی فاذا هو عثمان ابن عفان فبدا ابام القرآن فقراء حتی ختم القرآن فرکع وسجد ثم اخذ نعلیه فلا ادری اصلی قبل ذالك شیئا ام لا۔

ترجمہ: مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ آج تمام رات مقام ابراہیم پر جاگوں گا۔ جب میں نماز عشاء پڑھ چکا۔ تو مقام ابراہیم پر پہنچا میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ اچانک ایک صاحب نے میری پشت پر ہاتھ رکھا۔ وہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ تھے آپ نے سورہ فاتحہ سے قرآن شروع کیا۔ بس پڑھتے رہے یہاں تک کہ قرآن ختم کرلیا۔ پھر رکوع کیا اور سجدہ کیا اور اپنے نعلین شریف اٹھائے یہ مجھے خبر نہیں کہ اس سے پہلے نماز پڑھی یا نہیں۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری باب ختم القرآن کلہ فی لیلۃ ج ۲ ص ۵۹۹ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۲۱۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۸) حدیث ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

کان اسود یختم القرآن فی رمضان فی کل لیلتین و کان ینام بین المغرب و العشآء۔

ترجمہ: کہ حضرت اسود رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہر دو رات میں ایک قرآن ختم فرماتے تھے اور مغرب وعشاء کے درمیان سوتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۲۱۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۹) حدیث طحاوی شریف نے حضرت حماد سے روایت کی۔

عن سعید ابن جبیر انه قرء القرآن فی رکعة فی البیت۔

ترجمہ: حضرت سعید ابن جبیر صحابی نے بیت اللہ شریف میں ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا۔

(شرح معانی الآثار باب جمع السورتی رکعۃ ج ۱ ص ۳۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اکثر رات جاگنا نماز پڑھنا۔ روزانہ قیام فرمانا حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آجاوے۔ ایک رکعت میں ڈھائی پارے پڑھنا سنت رسول ﷺ ہے اور ایک رات دو رات بلکہ ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ جو شبینہ کو حرام یا شرک یا فسق کہے وہ نرا جاہل ہے۔

(۱۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب تلاوت القرآن میں صفحہ ۶۱۵ پر صحابہ کرام کا دستور اس طرح بیان فرمایا۔

فختمه جماعة فی یوم ولیلة مرة وآخرون مرتین واخرون ثلث مرات وختمه فی رکعة من لا یحصون کثرة۔

ترجمہ: ایک جماعت نے دن رات میں ایک ختم کیا ایک نے دو بار بعضوں نے تین بار اور رکعت میں قرآن پڑھنے والے تو بے شمار ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب فضائل القرآن ج ۴ ص ۷۰۱ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

لنا شعبة قال کان سعد بن ابراهیم یصوم الدهر ویقراء القرآن فی کل یوم ولیلة۔

ترجمہ: شعبہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ابراہیم سال بھر روزے رکھتے تھے اور ہر رات اور دن میں قرآن ختم کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۲۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسین بن الفضل انا عبد الله بن جعفر لنا یعقوب بن سفیان لنا محمد بن ابی زکیر انا ابن وهب قال قیل لمالك الرجل المحصی یختم القرآن فی لیلة قال ما اجود ذلك ان القرآن امام لکل خیر قال مالك ولقد اخبرلی اخبرنی من کل یصلی الی جنب عمر بن حسین فی رمضان قال کنت اسمعه یستفتح القرآن فی کل لیلة۔

ترجمہ: ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ مالک محصی سے کہا گیا تھا کہ قرآن ایک رات میں پورا کیا جائے۔ فرمایا کہ یہ کتنی ہی اچھی بات ہے۔ بے شک قرآن مجید امام ہے ہر خیر کے لئے البتہ تحقیق مجھے خبر دی تھی اس آدمی نے جو حضرت بن حسین کے برابر میں رمضان میں نماز پڑھتے تھے کہ میں اس سے سنتا تھا کہ ہر رات قرآن کا نیا ختم شروع کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۲۱۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال علی بن المدینی کان یحیی یختم القرآن فی کل یوم ولیلة بین المغرب و العشاء۔

ترجمہ: امام علی بن مدینی بیان کرتے ہیں کہ یحیٰی ہر دن اور رات میں مغرب وعشاء کے درمیان قرآن مجید کا ختم کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۲۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

عقل کا تقاضا۔ بھی یہی ہے کہ شبینہ عبادت ہو نہ کہ حرام کیونکہ عبادات کا ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ گرمیوں کے روزے۔ تلوار کا جہاد۔ مشقت کے حج پر ثواب ملے گا۔ عذاب نہ ہوگا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان رب کی رضا کے لئے تمام رات نماز بھی پڑھے۔ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرے اور بجائے ثواب کے عذاب پائے۔ قرآن کے ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ہیں تو تعجب ہے کہ سارے قرآن پڑھنے پر بجائے نیکیوں کے الٹا عذاب ہو حضرت داؤد علیہ السلام بطور معجزہ تھوڑی دیر میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے تو اگر ایک شب میں قرآن پڑھنے پر عذاب ہوتا ہو تو پھر نعوذ باللہ حضرت داؤد علیہ السلام بقول وہابیہ پوری زبور پڑھنے پر گنہگار ہوتے ہوں گے۔ رب تعالیٰ سمجھ دے۔

لطیفہ:۔ وہابیوں نے اپنی کتاب ارواح ثلثہ میں اپنے بانی مذہب مولوی اسمٰعیل صاحب کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مولوی اسماعیل صاحب عصر سے مغرب تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے لوگوں نے خود ان سے اتنی دیر میں سارا قرآن سنا۔ اب میں وہابیوں سے پوچھتا ہوں کہ تم ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس لئے لعن طعن کرتے اور ان کی جناب میں گالیاں بکتے ہو کہ وہ جناب ماہ رمضان میں روزانہ دن کو ایک قرآن شریف اور شب کو ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ بولو تمہارے اسمٰعیل تو عصر سے مغرب تک ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ وہ بھی اسی لعن طعن کے مستحق ہیں یا نہیں۔ وہ بھی فاسق وفاجر ہیں یا نہیں یا تمہارا امام جو کرے وہ مباح ہے جواب دو۔

دوسری فصل ...... شبینہ پر اعتراضات وجوابات

شبینہ کے متعلق ہم وہ اعتراضات بھی نقل کرتے ہیں جو غیر مقلد وہابی کرتے ہیں۔ اور وہ اعتراضات بھی بیان کرتے ہیں جو آج تک ان کو سوجھے نہیں۔ ہم ان کی وکالت میں عرض کرتے ہیں مع جوابات کے رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

ورتل القرآن ترتیلا۔

ترجمہ: قرآن شریف کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرو۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۳ آیت نمبر ۴)

اور ظاہر ہے کہ جب ہر رکعات میں ڈیڑھ پارہ پڑھ کر سارا قرآن ایک رات میں ختم کیا جاوے گا تو حافظ کو بہت تیز پڑھنا پڑے گا۔ جس میں سواء یعلمون تعلمون سمجھ میں نہ آوے گا۔ لہٰذا شبینہ پڑھنا حکم قرآن کے خلاف ہے۔

حاشیہ ...... ☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن هشام بن حسان قال صليت الى جنب منصور بن زاذان فيما بن المغرب والعشاء فختم القرآن وبلغ الى النمل زادني يحيى بن معين عن يحيى بن ابى بكير في رمضان۔

ترجمہ: ہشام بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے منصور ابن زاذان کے پہلو میں نماز پڑھی مغرب اور عشاء کے درمیان اس نے قرآن کا ختم کیا اور سورۂ نمل تک پہنچے اور یحییٰ بن معین نے مجھے اور زیادہ بتایا یحییٰ بن ابو بکیر سے رمضان میں۔

(شعب الایمان ج ۲ ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۲۱۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com
Marfat.com

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ایک یہ کہ تمہارے بانی مذہب مولوی اسماعیل دہلوی عصر سے مغرب تک پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔بتاؤ وہ وہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے یا یعلمون تعلمون وہ حرام کے مرتکب تھے یا نہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام بہت جلد ساری زبور پڑھ لیتے تھے۔حضرت عثمان غنی۔تمیم داری۔عبداللہ ابن زبیر وغیرہم اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھا ہے خود حضور انور ﷺ تہجد کی ایک رکعت میں دو پارے اور نماز خسوف میں ایک رکعت میں ڈھائی پارے تلاوت فرماتے تھے۔جن کے حوالے پہلی فصل میں گزر گئے۔کیا آپ کا یہ اعتراض ان ہستیوں پر بھی جاری ہوگا۔اگر نہیں تو کیوں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بعض کو قوت لسانی ایسی بخشی ہے کہ وہ بہت تیز پڑھ کر بھی صاف اور واضح پڑھ سکتے ہیں۔بعض میں یہ قوت نہیں۔وہ اگر تیز پڑھیں تو صرف یعلمون تعلمون ہی سمجھ میں آوے گا۔شبینہ صرف پہلی قسم کے حفاظ پڑھیں دوسری قسم کے حفاظ ہرگز نہ پڑھیں اس آیت کریمہ کا یہ ہی منشا ہے۔آیت کریمہ اپنی جگہ حق ہے اور حضور ﷺ اور ان بزرگ صحابہ کرام کا عمل شریف جنہوں نے ایک رکعت میں بہت دراز تلاوت کی اپنی جگہ حق ہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ حدیث ترمذی۔ابوداؤد۔دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ یفقہ من قرء القرآن فی اقل من ثلث۔

ترجمہ: بے شک فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو تین دن سے کم میں قرآن پڑھے۔وہ قرآن نہ سمجھے گا۔

(مشکوۃ المصابیح آداب التلاوۃ ودروس الفصل الثانی ص ۱۹۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین دن سے کم میں پورا قرآن ہرگز نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ پھر سمجھ میں نہ آوے گا۔لہٰذا شبینہ بالکل منع ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے تم تو تین شب کا شبینہ بھی حرام کہتے ہو اور اس حدیث میں اس کی اجازت آگئی۔دوسرے یہ کہ تمہارے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی عصر سے مغرب تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔وہ بھی اس زد میں آجاتے ہیں۔ان کی صفائی پیش کرو جو تمہارا جواب ہے وہ ہی ہمارا۔

تیسرے یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس حدیث میں عام لوگوں کی حالت بیان فرمائی۔کہ علے العموم حفاظ اگر ایک یا دو دن میں ختم قرآن کریں۔تو سمجھ نہ سکیں گے۔بعض بندے جو اس پر قادر ہیں وہ اس حکم سے علیحدہ ہیں۔جیسے حضرت عثمان وغیرہم صحابہ کرام ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔اس ہی لئے اس حدیث کی شرح میں مرقات ولمعات شریف میں ہے کہ بعض بزرگ ایک دن ورات میں تین ختم کرتے تھے۔بعض حضرات آٹھ ختم فرما لیتے تھے اور شیخ ابو مدین مغربی ایک دن ورات میں ستر ہزار قرآن پڑھ لیتے تھے۔انہوں نے ایک دفعہ حجر اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر آتے آتے ختم قرآن کر لیا۔اور لوگوں نے حرف وحرف سنا۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب فضائل القرآن آداب التلاوۃ ودروس الفصل الثالث ج ۴ ص ۷۰۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

والحق ان ذالك تختلف باشخاص۔

ترجمہ: حق یہ ہے کہ یہ حکم مختلف لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب فضائل القرآن آداب التلاوۃ ودروس الفصل الثالث ج ۴ ص ۷۰۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعتراض نمبر ۳:۔ حدیث مسلم و بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

واقرء فی کل سبع لیال ولا تزد علی ذالك۔

ترجمہ: ہر ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرو۔اس پر زیادہ نہ کرو۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب فضائل القرآن آداب التلاوۃ ودروس الفصل الثالث ج ۴ ص ۷۰۱ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

marfat.com

Marfat.com

دیکھو حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے جلد ختم کرنے کی اجازت مانگی حضور ﷺ نے اولاً تو حکم دیا کہ ایک ماہ میں ایک ختم کرو۔ اصرار کرنے پر ارشاد ہوا کہ ایک ہفتہ سے کم میں قرآن ختم نہ کرنا چاہیے لہٰذا شبینہ منع ہے۔

جواب:۔ سرکار ﷺ کا یہ جواب سیدنا عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی حالت کے لحاظ سے ہے۔ وہ ایک دورات میں ختم کرنے پر صاف نہ پڑھ سکتے ہوں گے۔ یا یہاں دائمی تلاوت کا ذکر ہے کہ اگر روزانہ ہر انسان ایک ختم کیا کرے تو دنیاوی کاروبار معطل ہو جاویں گے اگر سال میں ایک آدھ دن میں قرآن ختم کیا جاوے تو کوئی حرج نہیں۔ جن صحابہ نے ایک ایک رکعت میں ایک ایک قرآن پڑھا ہے انہیں یہ حدیث معلوم تھی۔ پھر بھی ایک رکعت میں ختم کرتے تھے۔

اعتراض نمبر ۴:۔ حضور ﷺ نے کبھی ایک دورات میں پورا قرآن نہ پڑھا لہٰذا شبینہ بدعت ہے اور بدعت سے بچنا چاہیے۔

جواب:۔ حضور انور ﷺ کا ایک شب میں پورا قرآن نہ پڑھنا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ آپ کی اول حیات شریف میں پورا قرآن اترا ہی نہ تھا۔ وفات سے کچھ پہلے قرآن کی تکمیل ہوئی لہٰذا وہاں ختم قرآن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اپنی امت پر رحم فرمایا تاکہ شبینہ پڑھنا ان پر ضروری سنت نہ ہو جائے۔ پھر صحابہ نے شبینہ پڑھا، جیسے حضور ﷺ نے تراویح ہمیشہ نہ پڑھی۔ پھر صحابہ نے باقاعدہ جماعت سے پڑھی۔ (شبینہ سنت صحابہ ہے) جس پر عمل کرنے سے انشاء اللہ وہ ہی ثواب ملے گا۔ جو سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے سے ملتا ہے۔ سنت صحابہ کو بدعت کہہ کر منع کرنا وہابیوں کو ہی بجتا ہے ہم اہل سنت یہ نہیں کہہ سکتے۔

اعتراض نمبر ۵:۔ آج کل شبینہ کا یہ حال ہے کہ حافظ تلاوت کر رہا ہے مقتدیوں میں کوئی سو رہا ہے کوئی اونگھ رہا ہے کوئی ست بیٹھا ہے اس میں قرآن کریم کی بے ادبی ہے اس لئے شبینہ بند ہو جانا چاہیے۔

جواب:۔ یہ محض جھوٹا الزام ہے شبینہ میں بعض لوگ باقاعدہ شبینہ سننے آتے ہیں وہ کھڑے ہو کر خوب شوق سے سنتے ہیں۔ بعض محض شبینہ دیکھنے آتے ہیں وہ لیٹے بیٹھے رہتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں قرآن سننا فرض کفایہ ہے بعض کا سننا کافی ہے اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ سارے مسلمان سستی سے سنتے ہیں تو کوشش کر کے سستی دور کرو، شبینہ بند نہ کرو آج کل شادی بیاہ میں بہت گناہ کئے جاتے ہیں ناچ تماشے باجے آتشبازی سب ہی کچھ ہوتی ہے۔ براہ مہربانی نکاح بند نہ کرو بلکہ ان چیزوں کو روکنے کی کوشش کرو، حضور ﷺ کے زمانہ میں کعبہ شریف میں بت تھے تو حضور ﷺ نے کعبہ نہ ڈھایا بلکہ جب رب نے قوت دی تب بتوں کو نکال دیا اگر مسجد میں کتا گھس جاوے۔ تو مسجد کو نہ گراؤ۔ کتے کو نکالو اگر چارپائی میں کھٹمل کپڑوں یا سر کے بالوں میں جوئیں ہو جاویں تو یہ کیڑے مار دو، چارپائی یا کپڑے یا بالوں کو آگ نہ لگا دو، وہابیوں کا یہ عجیب قاعدہ ہے کہ عبادتوں سے خرابیاں دور کرنے کی بجائے خود عبادت کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ اسی قسم کے بہانوں سے سارے امور خیر کو روکتے ہیں۔ جیسے میلاد شریف ختم بزرگاں وغیرہ اگر سنی بھائیوں نے ہمارا یہ جواب یاد رکھا تو انشاء اللہ وہابیوں کے فتنوں سے بچے رہینگے ہم نے شبینہ کے مسئلہ پر قدرے تفصیل سے گفتگو اس لئے کر دی کہ آج کل عام طور پر وہابی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جہاں رمضان شریف میں کسی جگہ شبینہ کا اہتمام ہوا جھٹ دیو بندی اور غیر مقلد وہابیوں نے حرام وشرک کے فتوے جڑے۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

تیرھواں باب

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا

فقہی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فجر کے وقت مسجد میں جب آئے جبکہ جماعت ہورہی ہو اور ابھی اس نے سنت فجر نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہیے کہ جماعت سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوکر سنت فجر پڑھ لے بشرطیکہ جماعت مل جانے کی قوی امید ہو اگر التحیات بھی مل سکے تب بھی سنت فجر پڑھ لے مگر وہابی غیر مقلد اس کے سخت خلاف ہیں اور اسی مسئلہ کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے موقع پر سنت فجر چھوڑ دے اور جماعت میں شرکت کرے ہم نہایت دیانتداری سے اس باب کی دو فصلیں کرتے ہیں، پہلی فصل میں مذہب حنفی کے دلائل دوسری فصل میں غیر مقلد وہابیوں کے سوالات مع جوابات رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

(۱) طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ ابن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ابیہ حین دعاھم سعید ابن العاص دعا ابا موسی وحذیفۃ وعبداللہ ابن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوۃ فجلس عبداللہ الی اسطوانۃ من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوۃ۔

ترجمہ: وہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب انہیں سعید ابن عاص رضی اللہ عنہ نے بلایا اس نے حضرت ابوموسیٰ حضرت حذیفہ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو بلایا نماز فجر پڑھنے سے پہلے یہ حضرات سعید ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس ہوئے حالانکہ فجر کی تکبیر ہو چکی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شامل ہوئے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ا ص ۴۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو فقیہ صحابی ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں جماعت فجر ہوتے ہوئے سنت فجر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے اور اس پر نہ تو ان دونوں صحابیوں نے کچھ اعتراض کیا نہ کسی اور نمازی نے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا عام طریقہ یہ ہی تھا کہ بوقت جماعت سنت فجر پڑھتے پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔ اور صحابہ کرام بغیر حضور کے حکم کے ایسا نہ کرسکتے تھے۔ غرضیکہ یہ فعل سنت صحابہ ہے۔

(۲) اسی طحاوی نے حضرت ابومجلز سے روایت کی۔

قال دخلت المسجد فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فرکع رکعتین۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجد میں گیا۔ حالانکہ امام نماز پڑھا رہا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہوگئے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اولاً دو سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں ہی بیٹھے رہے جب سورج نکل آیا تو دو رکعت نفل پڑھیں۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ا ص ۴۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو بڑے فقیہہ صحابی اور حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار میں سے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وتمام صحابہ کی موجودگی میں جماعت فجر کے وقت دوسنتیں پڑھ کر جماعت میں شرکت فرمائی اور کسی نے آپ پر اعتراض نہ کیا۔

(۳) اس طحاوی نے حضرات ابوعثمان انصاری سے روایت کی۔

قال جاء عبداللہ ابن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین فصلی ابن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معھم۔

ترجمہ: کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد میں اس حال میں آئے کہ امام فجر کی نماز میں تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابھی سنت فجر نہ پڑھی تھیں۔ تو آپ نے امام کے پیچھے (دور) دو رکعتیں پڑھیں پھر ان سب کے ساتھ شامل ہوئے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) طحاوی شریف نے حضرت محمد ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال خرج ابن عمر من بیتہ فاقیمت صلوۃ الصبح فرکع رکعتین قبل ان یدخل المسجد وھو فی الطریق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نکلے ادھر نماز صبح کی تکبیر ہوئی تو آپ نے مسجد میں آنے سے پہلے ہی دوسنتیں پڑھیں حالانکہ آپ راستہ میں تھے پھر مسجد میں آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) طحاوی شریف نے حضرت ابی عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد و الناس صفوف فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوۃ۔

ترجمہ: کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لاتے تھے حالانکہ لوگ نماز فجر میں صف بستہ ہوتے تھے تو آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعتیں پڑھ لیتے تھے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) طحاوی شریف نے حضرت ابوعثمان ہندی سے روایت کی۔

قال کنا ناتی عمر ابن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وھو فی الصلوۃ فنصلی رکعتین فی اخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوتھم۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سنت فجر پڑھنے سے پہلے آتے تھے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ہوتے تھے تو ہم مسجد کے کنارے پر سنت فجر پڑھ لیتے تھے، پھر قوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۷) طحاوی شریف نے حضرت یونس سے روایت کی۔

قال کان الحسن یقول یصلیھما فی ناحیتہ المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوتھم۔

ترجمہ: کہ امام حسن فرماتے تھے کہ سنت فجر مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ لے پھر قوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جاوے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۸) طحاوی شریف نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

یقول ایقظت ابن عمر لصلوۃ الفجر وقد اقیمت الصلوۃ فقام فصلی الرکعتین۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز فجر کے لئے بیدار کیا۔ حالانکہ فجر کی تکبیر ہورہی تھی تو آپ نے پہلے سنت فجر پڑھیں۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ام یرکع اولا یرکع ج ا ص ۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۹) طحاوی شریف نے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

کان مسروق یجئی الی القوم وهم فی الصلوۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلوتهم۔

ترجمہ: حضرت مسروق قوم کے پاس آتے تھے جب کہ وہ نماز فجر میں مشغول ہوتے اور مسروق نے سنت فجر نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں پہلے دو سنتیں پڑھ لیتے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ام یرکع اولا یرکع ج ا ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۰) طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ ابن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه دخل المسجد والامام فی الصلوۃ فصلی رکعتی الفجر۔

ترجمہ: کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے حالانکہ امام نماز میں تھا آپ نے پہلے دو سنت فجر پڑھیں۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ام یرکع اولا یرکع ج ا ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ دس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ اس کے متعلق بہت روایات ہیں اگر شوق ہو تو طحاوی شریف کا مطالعہ فرماویں۔

عقل کا تقاضا:۔ بھی یہی ہے کہ ایسی حالت میں سنت فجر پہلے پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو کیونکہ تمام موکدہ سنتوں میں سنت فجر کی زیادہ تاکید ہے، حتیٰ کہ مسلم و بخاری ابوداؤد ترمذی اور نسائی شریف نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

(۱۱تا۱۵) **لم یکن النبی ﷺ علی شیئی من النوافل اشد تعاهداً منه علی رکعتی الفجر۔**

ترجمہ: حضور ﷺ جتنی نگہبانی و پابندی سنت فجر کی فرماتے تھے اتنی کسی سنت کی نہ فرماتے تھے۔

(صحیح مسلم باب استحباب رکعتی ج ا ص ۵۰۱ رقم الحدیث ۷۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی ج ۳ ص ۲۵۲ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹ رقم الحدیث ۱۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

احمد، طحاوی، ابوداؤد شریف نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ لاتدعوا رکعتی الفجر وان طردتکم الخیل۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ سنت فجر نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں دشمن کا لشکر بھگا رہا ہو۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۱۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

غرضیکہ سنت فجر کی بہت تاکید ہے اور اگر سنت فجر رہ جائیں فرض پڑھ لئے جاویں تو ان کی قضا نہیں ہوتی سنت ظہر تو فرض ظہر کے بعد بھی پڑھ لئے جاتے ہیں ادھر جماعت بھی واجب ہے اگر یہ شخص سنت فجر کی وجہ سے جماعت چھوڑ دے تو واجب کا تارک ہوا اور اگر جماعت کی وجہ سے سنت فجر چھوڑ دے تو اتنی اہم سنت موکدہ کا تارک ہوا۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو نہ چھوڑے اگر جماعت مل سکے تو پہلے سنت فجر پڑھ لے۔ پھر جماعت میں شامل ہو جاوے دو عبادتیں کرنا بہتر ہے ایک کو چھوڑنا بہتر نہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ جہاں جماعت ہورہی ہو وہاں ہی سنت فجر پڑھنا منع ہے کہ اس میں جماعت کی مخالفت اور اس سے منہ پھیرنا ہے۔ لہٰذا ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں جماعت میں شامل نہ معلوم ہو مسجد کے گوشہ یا دوسرے حصہ میں۔

ظہر کی پہلی سنتیں موکدہ ہیں مگر بعد فرض پڑھی جاسکتی ہیں اور سنت عصر و عشاء موکدہ نہیں غیر موکدہ ہیں، اس لئے انہیں بوقت جماعت

marfat.com
Marfat.com

نہیں پڑھ سکتے سنت فجر موکدہ بھی ہیں اور بعد فرض پڑھی بھی نہیں جاتیں اس لئے اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو پڑھ لے لیکن اگر جماعت نہ مل سکے تو پھر سنت فجر چھوڑ دے کہ جماعت واجب ہے۔ واجب سنت سے زیادہ اہم ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

اب تک اس مسئلہ پر ہم جس قدر اعتراضات معلوم کر سکے ہیں وہ مع جوابات نہایت دیانتداری سے عرض کیے دیتے ہیں۔ اگر آئندہ کوئی اور اعتراض ہمارے علم میں آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں اس کا بھی جواب عرض کر دیں گے۔

اعتراض نمبر 1:۔ طحاوی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ قال اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ۔

ترجمہ: آپ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جاوے تو فرض کے سوا کوئی نماز نہیں۔
(صحیح مسلم ج اص ۴۹۳ رقم الحدیث ۷۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی تکبیر ہو جانے پر سنتیں پڑھنا، اس حدیث کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ تکبیر ہو چکنے کے بعد صرف فرض نماز ہی پڑھی جانی چاہیے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ فجر کی تکبیر ہو جانے پر اپنے گھر میں یا مسجد کے علاوہ دوسری جگہ سنتیں پڑھ لے اگر وہ جگہ مسجد کے بالکل متصل ہو جہاں تک امام کی قرأت کی آواز جاری ہو اور جماعت وہاں سے نظر آ رہی ہو تو جو تم جواب دو گے۔ وہی ہمارا جواب ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی نے سنت فجر یا دوسرے فرض جماعت سے پہلے شروع کر دیئے ہوں اور درمیان میں فجر کی جماعت کھڑی ہو جاوے۔ تو تم بھی اس نماز کا توڑنا واجب نہیں کہتے۔ بلکہ جائز ہے کہ یہ نماز پوری کر کے جماعت میں شریک ہو، حالانکہ اس حدیث میں کچھ تفصیل نہیں، لہٰذا یہ حدیث گویا مجمل ہے۔ جس پر بغیر تفصیل عمل ناممکن ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے جیسا کہ اسی جگہ طحاوی شریف نے بہت تحقیق سے بیان فرمایا۔ اور ہم پہلی فصل میں ثابت کر چکے ہیں کہ فقہاء صحابہ جماعت فجر کے وقت سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ لہٰذا ان کا عمل و قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر ترجیح پاوے گا۔

چوتھے یہ کہ اس حدیث پر ہر شخص عمل نہیں کر سکتا کیونکہ صاحب ترتیب جس پر ترتیب نماز فرض ہے اگر اس کی عشاء قضاء ہو گئی اور جماعت فجر قائم ہو جاوے تو وہ اولاً عشاء قضاء کرے، پھر جماعت میں شرکت کرے ورنہ ترتیب کے خلاف ہو گا۔

پانچویں یہ کہ اگر یہ حدیث مرفوع درست ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ تکبیر فجر کے وقت جماعت کی جگہ یعنی صف سے متصل سنت فجر نہ پڑھے بلکہ مسجد کے گوشہ میں جماعت سے علیحدہ پڑھے تا کہ مذکورہ بالا خرابیاں لازم نہ آویں حنفی یہ ہی کہتے ہیں کہ جماعت سے متصل سنت فجر ہرگز نہ پڑھے۔

چھٹے یہ کہ بیہقی شریف میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر۔

marfat.com
Marfat.com

ترجمہ: جب نماز کی تکبیر کہی جاوے تو سوائے فرض کوئی نماز جائز نہیں۔ بجز سنت فجر کے۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۸۳ رقم الحدیث ۴۲۲۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس صورت میں آپ کا اعتراض جڑ سے کٹ گیا، بیہقی کی یہ روایت اگر ضعیف بھی ہو تو بھی عمل صحابہ کی وجہ سے قوی ہو جاوے گی۔ عمل صحابہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے وہاں ملاحظہ فرماؤ۔

ساتویں یہ کہ آپ کی پیش کردہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ تکبیر نماز کے بعد کوئی نفل جائز نہیں یعنی یہ درست نہیں کہ جماعت ہو رہی ہو اور دوسرا آدمی اس جگہ نفلیں پڑھے جاوے۔ سنت فجر نفل نہیں۔ بلکہ موکدہ سنت ہے یہ تاویل اس لئے ہے تاکہ احادیث میں تعارض نہ رہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ طحاوی شریف نے حضرت مالک ابن بحینہ سے روایت کی۔

قال اقیمت صلوۃ الفجر فاتی رسول اللہ ﷺ علی رجل یصلی رکعتی الفجر فقام علیہ ولاث بہ الناس فقال اتصلیھا اربعا ثلث مرات۔

ترجمہ: کہ ایک دن فجر کی تکبیر کہی گئی پس حضور ﷺ ایک شخص پر گزرے جو سنت فجر پڑھ رہا تھا اس پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے بھی اسے گھیر لیا فرمایا کہ کیا تو فجر کے فرض چار پڑھتا ہے یہ تین بار فرمایا۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں سنت فجر کا صراحۃً ذکر ہو گیا جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی معلوم ہوا کہ تکبیر فجر کے وقت سنت فجر سخت منع ہے۔

جواب:۔ یہ صاحب مالک ابن بحینہ کے صاحبزادے عبداللہ تھے اور وہاں ہی سنت فجر پڑھ رہے تھے۔ جہاں جماعت ہو رہی تھی، یعنی صف سے متصل یہ واقعی مکروہ ہے اسی پر حضور ﷺ نے عتاب فرمایا چنانچہ اسی طحاوی شریف میں اسی حدیث سے کچھ آگے یہ حدیث مفصل طور پر اس طرح مذکور ہے۔

عن محمد ابن عبدالرحمن ان رسول اللہ ﷺ مر بعبد اللہ ابن مالک ابن بحینۃ وھو منتصب لمہ بین یدی نداء الصبح فقال لا تجعلوا ھذہ الصلوۃ کصلوۃ قبل الظھر و بعدھا واجعلوا بینھما فصلاً۔

ترجمہ: محمد ابن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ پر گزرے حالانکہ وہ وہاں ہی کھڑے ہوئے تھے تکبیر فجر کے بالکل سامنے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سنت فجر کو ظہر کی پہلی پچھلی سنتوں کی طرح نہ بناؤ سنت فجر اور فرض فجر میں فاصلہ کرو۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع ایرکع اولا یرکع ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث نے آپ کی پیش کردہ حدیث کو بالکل واضح کر دیا کہ اگر سنت فجر جماعت سے دور پڑھی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے جماعت سے متصل پڑھنا منع ہے یہ ہی ہم کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا اعتراض اصل سے ہی غلط ہے۔

اعتراض نمبر ۳:۔ جماعت فجر کے وقت چونکہ امام کی تلاوت کی آواز اس شخص کے کان میں بھی آوے گی۔ اس لئے اس وقت سنت فجر نہ پڑھنا چاہیے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو لہٰذا سنت فجر جماعت کے وقت پڑھنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ ہم کو سخت تعجب ہے کہ یہاں تو آپ سنت فجر اس لئے منع فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنا فرض ہے اور خود آپ ہی امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض کہتے ہیں کیا قرأت خلف الامام میں آپ کو یہ آیت

marfat.com
Marfat.com

یاد نہ رہی۔

دوسرے یہ کہ یہ اعتراض خودتم پر بھی پڑتا ہے تم کہتے ہو کہ مسجد کے باہر سنت فجر پڑھ سکتے ہیں اگر چہ وہ جگہ مسجد سے بالکل متصل ہو۔ جہاں قرآن شریف پڑھنے کی آواز پہنچ رہی ہو۔

تیسرے یہ ہے قرآن پاک کا سننا اور تلاوت کے وقت خاموش رہنا فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں۔ مقتدیوں کا سننا اور خاموش رہنا کافی ہے، اگر فرض عین ہوتا تو بہت مشکل در پیش آتی۔ ایک شخص کی تلاوت پر جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہو وہاں تک طعام کلام اور دنیاوی کاروبار بند ہو جاتے آج سائنس کا زور ہے ریڈیو پر تلاوت قرآن ہوتی ہے جس کی آواز ساری دنیا میں پہنچتی ہے۔ اگر سننا خاموش رہنا فرض عین ہو تو مصیبت آ جاوے بہر حال یہ اعتراض محض لغو ہے۔

اعتراض نمبر ۴:۔ جماعت فجر کے وقت سنت فجر پڑھنے میں جماعت کی مخالفت ہے کہ لوگ قیام میں ہیں یہ رکوع یا سجدہ میں، لوگ سجدہ میں ہیں یہ التحیات میں اور مخالفت جماعت سخت بری چیز ہے۔

جواب:۔ یہ مخالفت جب ہوگی جبکہ جماعت سے متصل سنت فجر پڑھی جاویں اسے ہم بھی سخت مکروہ کہتے ہیں۔ اگر جماعت سے دور مسجد کے گوشہ یا دوسرے حصہ میں پڑھے تو مخالفت بالکل نہیں بلکہ بوقت ضرورت یہ مخالفت بھی جائز ہوتی ہے دیکھو جس مقتدی کا وضو ٹوٹ جاوے اور وہ وضو کر کے واپس آئے۔ اسی اثناء میں دو ایک رکعت ہو چکیں تو اپنی جگہ پہنچ کر یہ شخص پہلے اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھے گا۔ پھر جماعت کے ساتھ شامل ہوگا۔ ان رکعتوں کے ادا کرنے میں ظاہر ہے کہ جماعت کی مخالفت ہوگی مگر ضرورتاً جائز ہے۔ سنت فجر بھی ضروری ہیں کہ اگر جماعت سے دور رہ کر ادا کر لی جاویں تو کوئی حرج نہیں۔

☆..........☆

marfat.com

Marfat.com

چودھواں باب

نمازیں جمع کرنا منع ہیں

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرے مقیم ہو یا مسافر بیمار ہو یا تندرست مگر غیر مقلد وہابی بحالت سفر ظہر وعصر ایسے ہی مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں یعنی عصر کے وقت میں ظہر وعصر ملا کر اور عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء ادا کرتے ہیں ان کا یہ عمل قرآن شریف کے بھی خلاف ہے۔ اور احادیث صحیحہ کے بھی مخالف ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں مذہب حنفی کے دلائل دوسری فصل میں غیر مقلد وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات۔

پہلی فصل ...... نمازیں جمع کرنا منع ہے

ہر نماز اپنے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور عمداً کسی نماز کو اپنے وقت کے بعد پڑھنا بلا عذر سخت گناہ اور منع ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱:۔ رب تعالیٰ نماز کے اوقات کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

ان الصلوة كانت على المومنين كتاباً موقوتاً۔

ترجمہ: مسلمانوں پر نماز فرض ہے اپنے وقت میں۔

(سورہ نساء آیت نمبر ۱۰۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز فرض ہے ویسے ہی ہر نماز کا اپنے وقت میں پڑھنا بھی فرض ہے جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے۔ ایسے ہی بلا عذر نماز کو بے وقت پڑھنے والا بھی مجرم ہے اس آیت میں مقیم و مسافر کا کوئی فرق نہیں ہر مومن کو یہ حکم ہے کوئی ہو۔

نمبر ۲:۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فويل للمصلين الذين هم عن صلوتهم ساهون۔

ترجمہ: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۷ آیت نمبر ۵-۴)

اس آیت میں نماز سستی سے پڑھنے والوں پر عتاب ہے بلا عذر وقت گزار کر نماز پڑھنا بھی سستی میں داخل ہے بلکہ اول درجہ کی سستی ہے۔

نمبر ۳:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين۔

ترجمہ: نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۴۳)

قرآن کریم نے کہیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھے صحیح پڑھے صحیح وقت پر پڑھے۔ نماز کا وقت گزار کر پڑھنا نماز قائم کرنے کے خلاف ہے۔

نمبر ۴:۔ رب تعالیٰ متقیوں کی تعریف اس طرح فرماتا ہے۔

هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: قرآن ان متقی لوگوں کے لئے ہادی ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔
(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۔۳)

معلوم ہوا کہ متقی و پرہیزگار وہ مومن ہے جو نماز قائم کرے یعنی ہر نماز اس کے وقت پر پڑھے اور ہمیشہ پڑھے خواہ مقیم ہو یا مسافر سفر میں ظہر یا عصر کا وقت نکال کر نماز پڑھنا ان آیات کریمہ کے صریح خلاف ہے۔

نمبر ۵ و ۶:۔ حدیث مسلم و بخاری نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال سالت النبی ﷺ ای الاعمال احب الی اللہ قال الصلوۃ لوقتہا قلت ثم ای قال الجہاد فی سبیل اللہ قال حدثنی بھن ولو استزدتہ لزادنی۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کونسا عمل سب سے اچھا ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے کہا پھر کونسا عمل فرمایا۔ ماں باپ کی خدمت میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے یہ باتیں فرمائیں اگر زیادہ پوچھتا تو زیادہ بتاتے۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب فضل الصلوۃ لوقتھا ج ۱ ص ۱۹۷ رقم الحدیث ۵۰۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۰ رقم الحدیث ۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۱۰ ص ۳۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۳۲۵۔۳۲۶ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند حمیدی ص ۵۷ رقم الحدیث ۱۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۰ ص ۱۹ رقم الحدیث ۹۸۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۳ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۳۹۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۱۴۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نمبر ۷ تا ۱۰:۔ احمد۔ ابوداؤد۔ مالک۔ نسائی نے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ خمس صلوات افترضھن اللہ تعالیٰ من احسن وضوء ھن و صلاھن لوقتھن واتم رکوعھن وخشوعھن کانہ لہ علی اللہ عھد ان یغفرلہ۔ الخ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ رب نے پانچ نمازیں فرض کیں جو مسلمان ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں ان کے وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع اور حضور قلبی پورا کرے تو اس کے متعلق اللہ کے کرم پر وعدہ ہے کہ اسے بخش دے۔
(سنن ابوداؤد باب فی المحافظۃ علی وقت الصلوات ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۴۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نمبر ۱۱:۔ ترمذی شریف نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال یا علی ثلث لاتؤخرھا الصلوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفواً۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تین چیزوں میں دیر مت لگاؤ نماز جب آجاوے اور جنازہ جب موجود ہو لڑکی جب تم اس کا کفو پاؤ۔
(سنن الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل ج ۱ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نمبر ۱۲ تا ۱۴:۔ احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد نے حضرت ام فروہ سے روایت کی۔

قالت سئل النبی ﷺ ای الاعمال افضل قال الصلوۃ لاول وقتھا۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے فرمایا نماز پڑھنا اس کے اول وقت مستحب ہیں۔
(سنن الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل ج ۱ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب فی المحافظۃ علی وقت الصلوات ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۴۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نمبر ۱۵:۔ مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ تلک صلوۃ المنافق یجلس و یرقب الشمس حتی اذا اصفرت و کانت بین

marfat.com

Marfat.com

قرنی الشیطن قام فنقر اربعا لایذکر اللہ الا قلیلا۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب زرد ہو جاوے اور سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاوے تو چار چونچ مارے جن میں رب کا ذکر تھوڑا کرے۔

(صحیح مسلم ج اص ۲۳۴ رقم الحدیث ۶۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی ج اص ۳۰۱ رقم الحدیث ۱۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی باب التشدید فی تاخیر العصر ج اص ۲۵۴ رقم الحدیث ۵۱۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابوداؤد ج اص ۱۱۲ رقم الحدیث ۴۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس قسم کی احادیث بے شمار ہیں۔ جن میں نماز کو وقت پر ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دیر سے یا وقت مکروہ میں نماز پڑھنے پر سخت عتاب فرمایا اسے منافقوں کا عمل قرار دیا گیا یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی گئیں افسوس ہے ان وہابی غیر مقلدوں پر جو گھروں سے دو میل جا کر سفر کا بہانہ بنا کر وقت نکال کر نماز پڑھتے ہیں نہ کوئی مجبوری ہوتی ہے نہ کوئی عذر، صرف نفس امارہ کا دھوکا ہے۔ کھانا وقت پر کھائیں دنیاوی تمام کام خوب سنبھال کر کریں مگر نمازیں بگاڑیں جو اسلام کا پہلا فریضہ اور اعلیٰ رکن ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہابیوں کی صحبت سے بچیں اور سفر وحضر میں ہر نماز اپنے وقت پر پڑھیں۔

عقل کا تقاضا:۔ بھی یہ ہے کہ سفر میں ہر نماز اپنے وقت پر پڑھی جاوے ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں نہ پڑھے کیوں کہ شریعت نے پانچوں نمازیں اور نماز جمعہ نماز عیدین نماز تہجد نماز اشراق نماز چاشت سب کے اوقات علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے کہ ان میں سے کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا نہیں کیا جاتا مسافر بحالت سفر نماز فجر عصر نماز عشاء کو اپنے وقت میں ہی پڑھتا ہے۔ ایسے ہی اگر مسافر نماز تہجد نماز اشراق نماز چاشت نماز جمعہ پڑھے تو ان کے مقررہ وقتوں ہی میں پڑھے گا۔ یہ نہیں کر سکتا کہ نماز تہجد سورج نکلنے کے بعد یا نماز جمعہ عصر کے وقت میں یا نماز فجر آفتاب نکلنے یا نماز عشاء صبح صادق ہو جانے پر پڑھے۔ تو ظہر اور مغرب نے کیا قصور کیا ہے کہ مسافر صاحب ظہر تو عصر کے وقت میں پڑھیں اور مغرب عشاء کے وقت میں حالانکہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے وہ ہی وقت ہیں۔ جو حضر میں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہابی صاحبان بتائیں کہ جب وہ سفر میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھتے ہیں تو یہ ظہر اور مغرب ادا ہوتی ہے یا قضاء اگر قضاء ہوتی ہے تو دیدہ و دانستہ نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے۔ اور اگر ادا ہوتی ہے تو کیوں حضرت جبریل امین علیہ السلام نے جو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں نمازوں کے اوقات عرض کیے تو یہ نہ فرمایا کہ مسافر کے لئے ظہر کا وقت آفتاب ڈوبنے تک اور مغرب کا وقت صبح صادق تک ہوگا بلکہ ہر مسلمان کے لئے وقت ظہر عصر سے پہلے ختم ہونے اور وقت مغرب عشاء سے پہلے ختم ہونے کا حکم دیا تھا پھر تم نے مسافر کے لئے ان دو نمازوں کے اوقات کیوں مختلف نمازوں کے اوقات کر لیے مسافر و مقیم ہر ایک کے لئے یکساں ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کہ ہر حال میں ہر نماز اس کے وقت میں پڑھے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

غیر مقلد وہابی اب تک اس مسئلے کے متعلق جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں ہم وہ تمام نقل کر کے ہر ایک کے جوابات عرض کرتے ہیں آئندہ اگر کوئی اور اعتراض ہمارے علم میں آیا تو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کا جواب بھی عرض کر دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۱:۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال کان رسول اللہ ﷺ یجمع بین صلوۃ الظھر والعصر اذا کان علی ظھر سیر ویجمع بین المغرب والعشآء۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے تو نماز ظہر و عصر جمع فرما لیتے تھے اور مغرب و عشاء بھی جمع فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب تاخیر الظھر الی العصر ج اص ۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، موطاء امام مالک، موطاء امام محمد، طحاوی شریف وغیرہ بہت محدثین نے مختلف راویوں سے کچھ فرق سے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہی حدیث وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے جسے وہ بہت قوی دلیل سمجھتے ہیں۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں بغور ملاحظہ فرماؤ۔

ایک یہ کہ ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف وغیرہم نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی روایت کی کہ حضور ﷺ بغیر سفر خوف کے مدینہ منورہ میں بھی ظہر و عصر ایسے ہی مغرب و عشاء جمع فرمالیتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

قال جمع رسول اللہ ﷺ بین الظهر والعصر والمغرب والعشآء بالمدینة من غیر خوف ولا مطر۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ظہر و عصر مغرب و عشاء مدینہ منورہ میں بغیر بارش اور بغیر خوف کے جمع فرمالیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷ رقم الحدیث ۱۲۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بلکہ اسی ابوداؤد و طحاوی شریف نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں سات بلکہ آٹھ نمازوں کو جمع فرمالیتے تھے۔

چنانچہ ابوداؤد شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ بالمدینة ثمانیا وسبعاً۔ الظهر والعصر والمغرب والعشاء۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں سات نمازیں یا آٹھ نمازیں جمع کر کے ہم کو پڑھائیں ظہر و عصر، مغرب و عشاء۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷ رقم الحدیث ۱۲۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تو اے وہابیو! تم صرف سفر میں صرف ظہر و عصر یا مغرب و عشاء پر ہی مہربانی کیوں کرتے ہو؟ تمہیں چاہئے کہ روافض کی طرح سات سات آٹھ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ کر آرام کیا کرو سفر میں بھی اور گھر میں بھی کیا بعض احادیث کو مانتے ہو بعض کے انکاری ہو؟

دوسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ بخاری کی روایت میں یہ تو مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر و عصر جمع فرمائی مگر یہ تفصیل نہیں کہ کیسے جمع فرمائیں آیا عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھا یا ظہر کو عصر کے وقت میں ایسے ہی مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی یا عشاء مغرب کے وقت میں لہٰذا یہ حدیث مجمل ہے۔ اور مجمل حدیث بغیر تفصیل کے قابل عمل نہیں ہوتی۔

تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کا سفر میں ان نمازوں کو جمع فرمانا عذر سفر کی وجہ سے تھا ضرورت پر بہت سی ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور جمع میں بھی صرف صورتاً تھا حقیقتاً نہ تھا یعنی حضور ﷺ نے ظہر عصر کے وقت میں نہ پڑھی۔ بلکہ سفر کرتے کرتے ظہر کے آخر وقت میں قیام فرمایا ظہر آخر وقت میں ادا فرمائی اور عصر اول وقت میں بظاہر معلوم یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے دو نمازیں ایک وقت میں ادا فرمائیں لیکن حقیقتاً ہر نماز اپنے وقت میں ہوئی ظہر یا مغرب آپ نے آخر وقت میں پڑھی عصر یا عشاء اول وقت میں۔ اس صورت میں یہ حدیث نہ قرآن کے خلاف ہوئی نہ دوسری ان احادیث کے جو ہم نے پہلی فصل میں پیش کیں۔ یہ جمع بالکل جائز ہے یہ ہی ہمارا مذہب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جو طحاوی و ابوداؤد نے روایت کی۔ جس میں فرمایا گیا۔ کہ حضور علیہ السلام مدینہ منورہ میں بغیر خوف بغیر بارش سات آٹھ نمازیں جمع فرمالیتے تھے وہاں سات آٹھ نمازیں مراد نہیں بلکہ سات آٹھ رکعتیں مراد ہیں کہ اگر مغرب و عشاء صورتاً جمع فرمائیں تو فرض کی سات رکعتیں جمع ہو گئیں تین مغرب کی چار عشاء کی اور اگر ظہر و عصر جمع فرمائیں۔ تو آٹھ رکعت جمع ہو گئیں چار ظہر کی چار عصر کی چونکہ یہ جمع صورتاً تھی نہ کہ حقیقتاً لہٰذا سفر میں بھی جائز تھی اور حضر میں بھی بیان جواز کے لئے حدیث سمجھنے کے لئے شرعی عقل اور حدیث والے محبوب ﷺ سے رشتہ غلامی چاہئے جس سے وہابی بے بہرہ ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اس معنے کی تائید

نمازیں جمع کرنے کے جو معنی ہم نے بیان کئے اس معنے کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ سنو اور عبرت پکڑو۔

حدیث نمبر 1:۔ طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ کان یجمع المغرب والعشاء یوخر ھذہ فی اخر وقتھا و یعجل ھذہ فی اول وقتھا۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ مغرب وعشاء اس طرح جمع فرماتے تھے کہ مغرب اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے اور عشاء اس کے اول وقت میں۔

(جامع الرضوی صحیح البھاری ابواب صلاۃ المسافر باب جمع الصوری بین الصلاتین فی السفر ج ۲ ص ۱۰۷ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۲:۔ بخاری شریف میں حضرت سالم سے ایک طویل حدیث روایت کی۔ جس کے کچھ الفاظ یہ ہیں۔

وکان عبداللہ ابن عمر یفعله اذا اعجله السیر یقیم المغرب فیصلیھا ثلثا لم یسلم فلما یلبث حتی یقیم العشآء فیصلیھا رکعتین۔

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی حضور علیہ السلام کا سا عمل کرتے تھے کہ جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب کی تکبیر کہتے اور تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی تکبیر فرماتے اور دو رکعت عشاء پڑھتے۔

(صحیح البخاری ابواب تقصیر الصلوۃ باب یصلی المغرب ثلاثا فی السفر ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۳:۔ نسائی شریف نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال اقبلنا مع ابن عمر من مکة فلما کان تلک اللیلة سار بنا حتی امسینا فظننا انه نسی الصلوة فقلنا له الصلوة فسکت وسار حتی کاد الشفق ان یغیب ثم نزل فصلی وغاب الشفق فصلی العشآء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ ﷺ اذا جدبه السیر۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم مکہ معظمہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ آئے جب رات ہوئی تو آپ چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی ہم سمجھے کہ حضرت عبداللہ نماز بھول گئے ہم نے ان سے کہا کہ نماز پڑھ لیجئے مگر آپ چلتے ہی رہے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے قریب ہوگئی تو اترے اور مغرب پڑھی پھر شفق غائب ہوگئی تو نماز عشاء پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم حضور کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے تھے جب سفر میں جلدی ہوتی۔

(سنن النسائی کتاب المواقیت باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۵۹۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہیں جن میں صراحتاً ارشاد ہوا ہے کہ سفر میں عصر وظہر یا مغرب وعشاء صرف صورتاً جمع کی جاویں گی کہ مغرب اپنے آخر وقت میں پڑھی جاوے عشاء اپنے اول وقت میں نہ تو ظہر عصر کے وقت میں پڑھی جاوے نہ مغرب عشاء کے وقت میں اگر ان احادیث کی تفصیل دیکھنی ہو تو طحاوی شریف اور صحیح البھاری وغیرہ کا مطالعہ فرماؤ ہم نے صرف تین حدیثوں پر اکتفا کی لہٰذا حنفیوں کی توجیہ بالکل درست ہے اس کی تائید قرآن کریم بھی کررہا ہے۔ اور دیگر احادیث بھی وہابیوں کی توجیہ بالکل باطل ہے قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور احادیث کے بھی۔

اے وہابیو! اگر تم ان احادیث کی وجہ سے سفر میں جمع حقیقی مانتے ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے بحالت اقامت سات بلکہ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ لیا کرو یہ حدیث ہم پہلی فصل میں بیان کرچکے ہیں جب تم اس حدیث میں جمع صوری مراد لیتے

marfat.com

Marfat.com

ہو۔ تو یہاں جمع حقیقی کیوں مراد لیتے ہو؟ کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے۔ بعض کا انکار۔

اعتراض نمبر ۲:۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

قال کان النبی ﷺ اذا رتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر الی وقت العصر ثم نزل فجمع بینھما۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ سورج ڈھلنے سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کرتے پھر دونوں نمازیوں جمع فرماتے۔

(صحیح البخاری ابواب تقصیر الصلوۃ باب یوخر الظھر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس فیہ ابن عباس عن النبی ﷺ ج ا ص ۱۴۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ظہر عصر کے وقت میں پڑھتے تھے جیسا کہ الی العصر سے ظاہر ہے۔

جواب:۔ آپ نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا الی سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے وقت سے پہلے نزول فرماتے تھے غایت مغیا سے خارج ہے۔ نہ کہ داخل عصر تک مؤخر فرمانے کے معنے یہ ہیں کہ عصر کے قریب تک مؤخر فرماتے تھے۔ جیسا کہ اعتراض نمبر ا کے جواب کی حدیث سے معلوم ہوا۔ لہٰذا جمع صوری مراد ہے نہ کہ جمع تحقیقی۔

اعتراض نمبر ۳:۔ طحاوی شریف نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

حتی اذا کان عند غیبوبة الشفق نزل فجمع بینھما وقال رایت رسول اللہ ﷺ ھکذا اذا جدبه السیر۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہونے کا وقت آ گیا تو اترے پس مغرب وعشاء جمع فرمائیں اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جب سفر میں جلدی ہوتی۔

(شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین کیف ھو ج ا ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شفق غائب ہونے کے وقت اترے یقیناً آپ نے مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی۔

جواب:۔ یہ بھی آپ کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس کے معنے یہ کب ہیں کہ شفق غائب ہونے کے بعد اترے معنے بالکل ظاہر ہیں کہ جب شفق غائب ہونے لگی یعنی غائب ہونے کے قریب ہوئی تب اترے۔ نماز مغرب پڑھتے ہی شفق غائب ہوگئی اور وقت عشاء آ گیا۔ عشاء پڑھ لی۔ ہم پہلے اعتراض کے جواب میں ان ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل شریف بیان کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ آپ نے مغرب آخر وقت میں پڑھی اور عشاء اول وقت میں وہ حدیث تمہاری اس حدیث کی تفسیر ہے۔

اعتراض نمبر ٤:۔ اگر ہر نماز اپنے وقت میں ہی پڑھنی چاہیے اور سفر وغیرہ عذر کی حالت میں بھی ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا گناہ ہے تو حاجی لوگ عرفات نویں ذی الحجہ کو ظہر وعصر ملا کر کیوں پڑھتے ہیں۔ ظہر کے وقت میں عصر اور دسویں ذی الحجہ کی شب کو مزدلفہ میں مغرب وعشاء ملا کر عشاء کے وقت میں کیوں پڑھتے ہیں۔ حنفی بھی وہاں نمازوں کا جمع کرنا جائز کہتے ہیں۔ جب حج کے موقع پر نماز ظہر وعصر ایسے ہی مغرب وعشاء حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں جمع ہوگئیں۔ تو اگر سفر میں جمع ہو جاویں۔ تو کیا حرج ہے۔ اے حنفیو! تم قرآنی آیت اور یہ احادیث حج میں کیوں بھول جاتے ہو؟ (یہ وہابیوں کا انتہائی اعتراض ہے)۔

جواب:۔ جناب نہ تو عرفہ میں عصر ظہر کے وقت میں ادا ہوتی ہے نہ مزدلفہ میں مغرب عشاء کے وقت ہیں۔ بلکہ وہاں حجاج کے لئے عصر کا وقت ظہر کی طرف اور مغرب کا وقت عشاء کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ یعنی وہاں مغرب کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور عصر کا وقت ظہر پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے وتر کا وقت عشاء کے فرض پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہاں نمازیں

marfat.com
Marfat.com

اپنے وقت سے نہ ہٹیں۔ بلکہ نمازوں کے اوقات ہٹ گئے نمازیں اپنے وقت ہی میں ہوئیں اور تم سفر میں نمازوں کو اپنے وقت سے ہٹاتے ہو۔ وقت ہٹ جانے اور نماز ہٹ جانے میں بڑا فرق ہے۔

اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ اگر امام عرفہ میں ظہر اپنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھے اور عصر ہمیشہ کے وقت تو سخت گنہگار ہوگا۔ گویا اس نے عصر قضا کر دی اور اگر اس دن مغرب کی نماز اپنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھی اور عشاء اپنے معمولی وقت میں تو نماز مغرب ہو گی ہی نہیں اور ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوگا۔ گویا اس نے مغرب کی نماز وقت سے پہلے پڑھ لی۔ معلوم ہوا کہ آج ان نمازوں کے وقت ہی بدل دیئے گئے ہیں۔

لیکن اگر مسافر ظہر و عصر جمع نہ کرے بلکہ ظہر اپنے وقت میں پڑھے۔ اور عصر اپنے وقت میں ایسے ہی مغرب اپنے وقت میں پڑھے اور عشاء اپنے وقت میں تو تم بھی اسے گنہگار نہیں مانتے بلا کراہت جائز کہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمہارے نزدیک بھی سفر میں وقت نماز نہیں بدلتا۔ بلکہ نماز دوسرے وقت میں ادا کی جاتی ہے لہٰذا حاجیوں کی عرفہ مزدلفہ والی نمازیں۔ نہ قرآنی آیات کے خلاف ہیں نہ احادیث کے مخالف۔ وہاں ہر نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی ہے اور مسافر کا حقیقی طور پر نمازوں کا جمع کرنا قرآن کریم کے بھی خلاف ہے احادیث کے بھی۔ حج میں اوقات نماز میں تبدیلی۔ حدیث مشہور بلکہ حدیث صحیح متواتر معنوی سے ثابت ہے۔ اس پر اسی طرح عمل واجب ہے۔ جیسے آیت قرآنیہ پر عمل ضروری ہے۔ ہم نے یہاں جمع نماز کا مسئلہ مختصر طور سے عرض کر دیا ہے اگر اس کی پوری تحقیق دیکھنا ہو تو ہمارا حاشیہ نعیم البہاری میں یہ ہی بحث ملاحظہ کرو۔ ان شاء اللہ وہاں لطف آ جاوے گا۔

ناظرین کو ان بحثوں سے پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ مذہب حنفی بفضلہٖ تعالیٰ نہایت مضبوط مدلل اور بہت ہی قوی اور قرآن مجید و احادیث کے بالکل مطابق ہے۔

وہابی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان کے مذہب کی بنیاد محض غلطی پر قائم ہے۔ رب تعالیٰ ہم کو اسی مذہب حنفی پر قائم رکھے۔

ہمارا دین حنفی ہے۔ مذہب حنفی یعنی ملت ابراہیمی اور مذہب نعمانی۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

پندرھواں باب

سفر کا فاصلہ تین دن کی راہ ہے

شریعت اسلامیہ نے مسافر کو یہ سہولت دی ہے کہ اس پر چار رکعت فرض بجائے چار کے دو واجب فرمائی ہیں۔ لیکن وہابیوں غیر مقلدوں نے محض نفسانی خواہش سے نماز میں کمی کرنے کے لئے سفر کو ایسا عام کر دیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ گھر سے کھیت دیکھنے گئے مسافر بن گئے۔ ایک آدھ میل سیر و تفریح کرنے شہر سے باہر نکلے مسافر بن بیٹھے۔ اور نماز میں کمی کر دی۔ شرعاً سفر کی مسافت تین دن کی راہ ہے کہ جب انسان اپنے وطن سے تین دن کی مسافت کا ارادہ کر کے نکلے تو وہ مسافر ہے اس پر صرف چار رکعت والی فرضوں میں قصر واجب ہے۔ یعنی بجائے چار کے دو پڑھے۔ یہ تین دن کی مسافت عام اچھے راستوں پر تقریباً ستاون میل انگریزی بنتے ہیں۔ ہر منزل ۱۹ میل کی کل تین منزلیں ۵۷ میل اور ریتلے یا پہاڑی راستہ اس سے کم بنے گا۔ غرضیکہ تین دن کے راہ کا اعتبار ہے۔

حاجیوں کو ضروری ہدایت

آج کل حرمین طیبین میں نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی امام حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ سے منیٰ و عرفات میں آ کر قصر نماز ادا کرتا ہے۔ حالانکہ منیٰ کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے صرف تین میل ہے۔ اور عرفات کا فاصلہ نو میل۔ حنفی مذہب کی رو سے وہ امام قصر نہیں کر سکتا۔ اس لئے حنفی لوگ اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ ورنہ نماز ہی نہ ہوگی۔

شافعی یا حنبلی امام کو ایسے موقع پر چاہیے کہ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو مکہ معظمہ سے ۵۷ میل دور نکل جاوے۔ پھر واپس ہوتے ہوئے منیٰ و عرفات میں قصر پڑھے تاکہ حنفیوں کی نمازیں بھی اس کے پیچھے درست ہوں حاجیوں کو بہت احتیاط چاہیے۔ اس باب کی بھی ہم دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں سفر کی اس مسافت کا ثبوت۔ دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات مع جوابات۔

پہلی فصل ...... مسافت سفر تین دن کا ثبوت

سفر کی مسافت کم از کم تین دن کی راہ ہے۔ اس سے کم فاصلہ شرعاً سفر نہیں۔ نہ ایسے شخص پر سفر کے احکام جاری ہوں۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱:۔ بخاری شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال لاتسافر المراۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی رحم۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت کا سفر بغیر قریبی رشتہ دار کے نہ کرے۔

(صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۴۳۲۔۴۳۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو اکیلے سفر کرنا حرام ہے۔ ذی رحم قرابت دار کے ساتھ سفر کر سکتی ہے۔ اسی سفر کی مدت حضور ﷺ نے تین دن فرمائی معلوم ہوا کہ سفر کی مسافت تین دن ہے۔

حدیث نمبر ۲:۔ مسلم شریف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

marfat.com
Marfat.com

قال جعل رسول اللہ ﷺ ثلثة ایام ولیا لیھن للمسافر ویوماً ولیلة للمقیم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن تین راتیں مقرر فرمائی اور مقیم کے لئے ایک دن رات۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب التوقیت فی المسح علی الخفین ج ۱ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۲۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۴ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۱۳۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ج ۱ص ۱۸۳ رقم الحدیث ۵۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم ج ۱ص ۸۴ رقم الحدیث ۱۲۸ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (مشکوۃ المصابیح باب المسح علی الخفین الفصل الاول ص ۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۳ تا ۹: ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، طحاوی، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، ترمذی نے خزیمہ ابن ثابت انصاری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔

عن رسول اللہ ﷺ انه قال فی المسح علی الخفین للمقیم یوم ولیلة وللمسافر ثلثة ایا ولیالیھن۔

ترجمہ: وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین راتیں ہیں۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ص ۴۰ رقم الحدیث ۱۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۴ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۱۳۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الترمذی باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ج ۱ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۰ تا ۱۲: اثرم نے اپنی سنن میں۔ ابن خذیمہ دارقطنی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ انه رخص للمسافر ثلثة ایام ولیا لیھن وللمقیم یوماً ولیلة اذا تطھر فلبس خفیه ان یمسح علیھا وقال الخطابی وھو صحیح الاسناد۔ (مشکوۃ)۔

ترجمہ: وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے کہ حضور ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن تین رات تک مسح کی اجازت دی اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات جبکہ وضو کر کے موزے پہنے ہوں خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب المسح علی الخفین الفصل الثانی ص ۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۹۶ رقم الحدیث ۱۹۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۵: ترمذی، نسائی نے حضرت صفوان ابن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال کان رسول اللہ ﷺ یامرنا اذا کنا سفراً ان لاننزع خفافنا ثلثة ایام ولیا لیھن الخ۔ (مشکوٰۃ)۔

ترجمہ: حضور ﷺ ہم کو حکم دیتے تھے کہ جب ہم مسافر ہوں اپنے موزے تین دن تین رات تک نہ اتاریں۔ الخ۔

(سنن النسائی باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ج ۱ص ۸۳ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الترمذی باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ج ۱ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوۃ المصابیح باب المسح علی الخفین الفصل الثانی ص ۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ ہر مسافر کو تین دن موزے پر مسح کرنے کی اجازت ہے کوئی مسافر اس اجازت سے علیحدہ نہیں۔ اگر تین دن سے کم سفر بھی مسافر بن جاوے تو اس اجازت سے بہت سے مسافر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ مثلاً اگر وہابی صاحب اپنے کھیت پر سیر کرنے ایک میل کے فاصلہ پر جا کر مسافر بن جاویں۔ تو تین دن مسح کر کے دکھاویں۔ ایسے ہی جو آدمی ایک دن چل کر گھر پہنچ جاوے۔ وہ اس اجازت سے کیسے فائدہ اٹھائے۔ لہٰذا تین دن سے کم سفر بن سکتا ہی نہیں ورنہ موزوں پر مسح کی یہ احادیث عمومی طور پر قابل عمل نہ رہیں گی۔ اس دلیل پر اچھی طرح غور کر لیا جاوے۔

حدیث نمبر ۱۶: امام محمد نے آثار میں حضرت علی ابن ربیعہ والبی سے روایت کی۔

قال سالت عبداللہ ابن عمر الی کم تقصر الصلوۃ فقال اتعرف السویداء قلت لا ولکنی قد سمعت بھا قال ھی ثلث لیال قواصل فاذا اخرجنا الیھا قصرنا الصلوۃ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کتنی مسافت پر نماز کا قصر ہو سکتا ہے تو آپ نے فرمایا

marfat.com
Marfat.com

کہ کیا تم نے مقام سویداء دیکھا ہے میں نے کہا دیکھا تو نہیں سنا ہے۔ فرمایا وہ یہاں سے تین رات کے (قاصد کی رفتار سے) فاصلہ پر ہے ہم جب وہاں جائیں تو قصر کر سکتے ہیں۔

(کتاب الآثار ص ۳۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

حدیث نمبر۱۷:۔ دارقطنی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ قال یا اهل مکة لا تقصروا الصلوة فی ادنی من اربعة برد من مکة الی عسفان۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکہ والو چار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ معظمہ سے عسفان کا ہے۔☆

(سنن الدارقطنی باب قدر المسافة التی تقصر فی مثلها صلاۃ وقدر المدۃ ج ا ص ۳۸۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۲ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر۱۸:۔ موطاء امام مالک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

انه کان یقصر الصلوة فی مثل ما بین مکة و عسفان وفی مثل ما بین مکة وجدة قال یحیی قال مالك وذالك اربعة برد۔

ترجمہ: کہ آپ نماز قصر کرتے تھے مکہ اور طائف اور مکہ اور عسفان اور مکہ اور جدہ کی برابر فاصلہ میں یحیٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ فاصلہ چار برید ہے۔

(موطا امام مالک ج ا ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر۱۹:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد صحیح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

انه سئل اتقصر الصلوة الی عرفة قال لا ولکن الی عسفان والی جدة والی الطائف رواه الامام الشافعی وقال اسناده صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ عرفات تک (۹ میل) جانے میں نماز قصر کی جاوے گی فرمایا نہیں۔ لیکن قصر کی جاوے گی عسفان یا جدہ یا طائف تک اسے امام شافعی نے نقل فرمایا اور فرمایا کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

(الام للشافعی ج ا ص ۱۸۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حدیث نمبر۲۰:۔ امام محمد نے موطا شریف میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه کان یسافر مع ابن عمر البرید فلا یقصر الصلوة۔

ترجمہ: کہ آپ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک برید سفر کرتے تھے تو قصر نہ فرماتے تھے۔

(موطا امام محمد باب قصر الصلوۃ فی السفر ص ۱۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

خیال رہے کہ ۴ برید انگریزی میل کے حساب سے قریباً ۵۷ میل ہوتا ہے۔ یعنی ۳۶ کوس تین منزلیں۔ یہ چند حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ اس کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں۔ جس کو شوق ہو وہ صحیح البہاری شریف کا مطالعہ کرے۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً شہر سے نکل جانا سفر نہیں نہ اس پر سفر کے احکام جاری ہوں۔ سفر کے لئے چار برید فاصلہ یعنی تین منزلیں چاہئیں۔ صحابہ کرام کا اس ہی پر عمل تھا۔

حاشیہ......☆

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدان بن احمد ثنا هشام بن عمار ثنا اسماعیل بن عیاش ثنا بن مجاهد عن ابیه وعطاء عن بن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ یا اهل مکة لا تقصروا الصلاة فی ادنی من اربع برد من مکة الی عسفان۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکہ والو چار برید (یعنی اڑتالیس ۴۸ میل) سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ معظمہ سے عسفان کا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۹۶ رقم الحدیث ۱۱۱۶۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

marfat.com

Marfat.com

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ مطلقاً شہر سے نکل جانا سفر نہ ہو کیونکہ شہر کے آس پاس کی زمین شہر کی فنا کہلاتی ہے۔ جس سے شہری ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ جیسے قبرستان عیدگاہ چراگاہیں۔ گھوڑ دوڑ کے میدان یہاں پہنچ جانا شہر میں پہنچ جانا سمجھا جاتا ہے کوئی شخص اس جگہ سیر وتفریح کے لئے جا کر اپنے کو مسافر نہیں سمجھتا۔ نیز اگر اس جیسی مسافت کو سفر کہا جاوے تو چاہیے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے مطلقاً شہر سے باہر نہ جا سکے۔ کیونکہ عورت کو بغیر محرم سفر کرنا حرام ہے۔ نیز اسلامی قانون ہے کہ مسافر تین دن رات موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔ یہ قانون ہر مسافر کو عام نہ ہو سکے گا۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ تو چاہیے کہ سفر کی کم از کم کوئی حد مقرر ہو۔ جسے عقل شرعی بھی سفر مانے اور جس سے یہ اسلامی قانون بھی ہر مسلمان پر جاری ہو۔ وہ حد تین دن ہی ہے۔

نیز تین دن کی مسافت کا سفر ہونا تو یقینی ہے۔ اس سے کم مسافت سفر ہونا مشکوک نماز کی چار رکعتیں یقین سے ثابت ہیں تو یقینی چیز کو مشکوک سے نہیں چھوڑ سکتے۔ یقین ہی زائل کر سکتا ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

اعتراض:۔ اس مسئلہ پر وہابیوں کو صرف ایک ہی حدیث مل سکی ہے۔ جو مختلف کتب حدیث اور مختلف راویوں سے منقول ہے۔ چنانچہ مسلم وبخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ صلی الظھر بالمدینۃ اربعاً وصلی بذی الحلیفۃ رکعتین۔

ترجمہ: کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر مدینہ منورہ میں چار رکعت پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں نماز عصر دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

(صحیح بخاری باب یقصر اذا خرج من موضعہ ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی دنی نسخہ ج ۱ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۱۰۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)،
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰ رقم الحدیث ۶۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دیکھو ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے صرف ۳ میل فاصلہ پر ہے۔ جسے آج کل بیر علی کہا جاتا ہے۔ یہی اہل مدینہ کے لئے حج کا میقات ہے جب حضور ﷺ مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ تو صرف ۳ میل فاصلے پر پہنچ کر قصر فرماتے تھے۔

جواب:۔ اس حدیث میں سیر وتفریح کے لئے صرف ذوالحلیفہ تک جانے کا ذکر نہیں بلکہ یہاں حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ سرکار بہ ارادہ حج مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ذوالحلیفہ پہنچ کر وقت عصر آ گیا۔ تو چونکہ آپ آگے جا رہے تھے۔ لہٰذا یہاں قصر فرمایا۔ اس لئے یہاں فرمایا گیا۔ صلی الظھر ایک بار یہ واقعہ ہوا۔ کان یصلی نہ فرمایا جس سے معلوم ہوتا کہ آپ ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ اس حدیث کی تفسیر وہ حدیث ہے جو موطاء امام مالک اور موطاء امام محمد میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان عبد اللہ ابن عمر کان اذا خرج حاجاً او معتمراً قصر الصلوۃ بذی الحلیفۃ۔

ترجمہ: کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر قصر پڑھتے تھے۔

(موطا امام مالک باب ما یجب فیہ قصر الصلوۃ ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (موطا امام محمد باب قصر الصلوۃ فی السفر ص ۱۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل شریف تمہاری پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہے۔ اس سے مسئلہ فقہی یہ معلوم ہوا کہ جو شخص سفر کے ارادے سے اپنے وطن سے روانہ ہو جاوے تو آبادی سے نکلتے ہی نماز قصر پڑھے گا اور واپسی پر آبادی میں داخل ہونے پر وہ مقیم بنے گا۔ یہ حدیث ہمارے بالکل موافق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض:۔ مسلم وبخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال النبی ﷺ لایحل لامراۃ تومن باللہ والیوم والاخر تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو اسے یہ حلال نہیں کہ ایک دن ورات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کرے۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۱۰۳۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم باب سفر المراۃ مع محرم الی حج وغیرہ ج ا ص ۴۳۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی و فی نسخہ ج ۲ ص ۹۷۵ رقم الحدیث ۱۳۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن ورات کی مسافت طے کرنا سفر ہے کہ اسے حضور ﷺ نے سفر فرمایا اور اس پر سفر کے احکام جاری کئے کہ عورت کو بغیر محرم کے اتنی دور جانا حرام فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ سفر کے لئے تین دن کی مسافت ضروری نہیں ایک دن کا بھی ہو جاتا ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تمہارا مذہب اس حدیث سے بھی ثابت نہ ہوا۔ تمہارا مذہب تو یہ ہے کہ شہر سے میل دو میل سیر و تفریح کے لئے جانا بھی سفر ہے اور اس حدیث میں ایک دن ورات مسافت کی قید ہے۔ لہذا یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم پہلی فصل میں تین دن کی روایت اسی بخاری شریف کی پیش کر چکے ہیں ہم کو دو روایتیں ملیں۔ تین والی اور ایک دن والی۔ اگر ایک دن کی حدیث پہلی ہو اور تین دن کی حدیث بعد کی۔ تو ایک دن والی حدیث منسوخ ہے۔ اور اگر تین دن والی حدیث پہلی ہے۔ ایک دن والی حدیث پیچھے تو تین دن کی حدیث ایک دن والی حدیث سے منسوخ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تین دن میں ایک دن بھی آجاتا ہے۔ اور جب ایک دن کی مسافت پر عورت کو اکیلے سفر حرام ہے تو تین دن کا سفر بھی حرام ہوگا۔ لہذا تین دن کی روایت بہر حال قابل عمل ہے اور ایک دن کی حدیث پر عمل مشکوک ہے اس لئے ایک دن کی حدیث قابل عمل نہیں۔ تین دن کی حدیث قابل عمل ہے کہ حرمت شک سے ثابت نہیں ہوتی۔ بہر حال سفر کی مدت تین دن کی مسافت ہی ہو سکتی ہے۔

اعتراض:۔ آج کل موٹر اور ریل وغیرہ سے تین دن کا سفر ایک گھنٹہ میں طے ہو جاتا ہے۔ تو بتاؤ موزوں پر مسح کی مدت تین دن یہ مسافر کیسے پوری کرے گا۔ تمہارے قول پر بھی یہ حدیث علی العموم قابل عمل نہ ہوئی۔

جواب:۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ ایک ہے قانون کا اپنا سقم کہ قانون جو ہر جگہ جاری نہ ہو سکے یہ قانون کا عیب ہے ایک ہے کسی عارضہ کی وجہ سے قانون جاری نہ ہونا یہ قانون کا اپنا سقم نہیں شریعت میں سفر پیدل یا اونٹ کی رفتار معتبر ہے اگر وہ تین دن کی ہے تو سفر ہے۔ اسی رفتار میں ہر مسافر پر یہ مسح کا قانون حاوی ہے اور جاری ہونا چاہیے اگر شخص ایک گھنٹہ میں اتنا سفر کر لیتا ہے تو یہ ایک خارجی عارضہ ہے۔ جس کی وجہ سے یہ قانون کی زد سے بچ گیا۔ قانون اپنی جگہ درست ہے۔ تمہارے قول کی وجہ سے قانون میں سقم لازم آتا ہے۔ لہذا تمہارا قول باطل ہے۔ ہمارا قول درست ہے۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

سولھواں باب

سفر میں سنت و نفل

مسافر کو بحالت سفر صرف فرض نماز میں قصر کرنے کا حکم ہے کہ چار رکعت فرض دو پڑھے۔ فرض کے علاوہ تمام نفل وسنت وتر گھر کی طرح پورے پڑھے۔ ان نمازوں کا جو حکم گھر میں ہے۔ وہ ہی سفر میں ہے۔ نہ تو ان میں قصر ہے نہ یہ منع ہیں۔ نہ بالکل معاف مگر غیر مقلد وہابی سفر میں نفل نہ خود پڑھتے ہیں نہ اوروں کو پڑھنے دیتے ہیں۔ بعض تو اس میں بہت سخت ہیں۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اس مسئلہ کا شرعی ثبوت۔ دوسری فصل میں اس پر وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات حق تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل ...... سفر میں سنت و وتر، نفل پوری پڑھو

مسافر صرف چار رکعت فرض میں قصر کرے۔ باقی ساری نماز پوری پڑھے۔ اسے روکنا یا منع کرنا سخت جرم ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ارء یت الذی ینھی عبداً اذا صلی۔

ترجمہ: کیا آپ نے اس مردود کو دیکھا جو بندہ مومن کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹۶ آیت نمبر ۹-۱۰)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو نماز سے روکنا کفار کا طریقہ ہے۔ اور رب تعالیٰ کو بہت ناپسند اس ہی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص وقت مکروہ میں نماز پڑھنے لگے۔ تو اسے نہ روکو تا کہ اس آیت کی زد میں نہ آجاؤ۔ جب نماز پڑھ چکے تو مسئلہ بتادو۔ (شامی وغیرہ)۔

اس سے وہابیوں کو عبرت پکڑنا چاہیئے جو مسافر مسلمانوں کو سنت و نفل سے بہت سختی سے روکتے ہیں۔ بلکہ لڑنے پر مرنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ آخر وہ نماز ہی تو ہے۔ اس سے اتنی چڑ کیوں ہے۔

نمبر ۲: رب تعالیٰ کفار مکہ کے عیوب اس طرح بیان فرماتا ہے۔

ولا تطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد الیم۔

ترجمہ: اس کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل چغل خور بھلائی سے روکنے والا حد سے آگے بڑھنے والا سخت گنہگار ہے۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۶۸ آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲)

معلوم ہوا کہ لوگوں کو بھلائی سے روکنا کفار کا طریقہ ہے۔ ان کی بات ہرگز نہ ماننا چاہیئے مسلمانوں کو بھلائیوں سے روکنا وہابیوں کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہے۔ سینما جوئے اور شراب سے نہیں چڑتے چڑتے ہیں تو کس سے؟ سفر میں سنت نفل نماز پڑھنے سے کوئی مسلمان ان کی بات ہرگز نہ مانے اس آیت پر عمل کرے۔

نمبر ۳: رب تعالیٰ مومنوں کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

ترجمہ: مومن وہ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں سلطنت دے دیں تو نمازیں قائم کریں اچھی باتوں کا حکم دیں۔ بری باتوں سے روکیں۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۴۱)

marfat.com
Marfat.com

اگر خدا نہ کرے زمین میں وہابیوں کی سلطنت ہو جاوے۔ تو لوگوں کو کس چیز سے روکیں۔ سفر میں سنت و نفل نماز پڑھنے سے۔ اللہ کے ذکر کی مجلسوں سے۔ میلاد شریف ختم و فاتحہ و تلاوت قرآن سے۔ کن چیزوں کا حکم دیں؟ گندے کنوؤں سے وضو کرنے کا۔ کوے کھیے کھانے کا لڑکے کے پیشاب اور منی کے پاک سمجھنے کا۔ اپنے نطفے کی زنا کی لڑکی سے نکاح کر لینے کا۔ جیسا کہ ہم آخر کتاب میں وہابیوں کے خصوصی مسائل بیان کریں گے۔

حدیث نمبر ۱ '۲:۔ ترمذی شریف اور طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ مگر قدرے لفظی اختلاف سے۔

قال صليت مع النبي ﷺ في الحضر والسفر فصليت معه في الحضر الظهر اربعاً وبعدها ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين والعصر ركعتين ولم يصل بعدها شيئاً والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلث ركعات ولا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها ركعتين۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ وطن اور سفر میں نمازیں پڑھی ہیں پس میں نے آپ کے ساتھ وطن میں ظہر چار رکعت پڑھی اس کے بعد دو رکعت سنت اور آپ کے ساتھ سفر میں ظہر دو رکعت پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعتیں سنت عصر دو رکعت اس کے بعد کچھ نہ پڑھا۔ اور مغرب وطن سفر میں برابر تین رکعتیں اس میں کمی نہ فرماتے تھے وطن میں نہ سفر میں وہ دن کے وتر ہیں اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھیں۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۵۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

طحاوی شریف میں یہ الفاظ اور زیادہ ہیں۔

وصلى العشآء ركعتين وبعدها ركعتين۔

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام نے عشاء کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد دو رکعتیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو نبی کریم ﷺ نے سفر میں ظہر کے فرض دو اور بعد میں سنت دو مغرب کے فرض تین اور بعد میں سنت دو عشاء کے فرض دو اور بعد میں سنتیں دو پڑھیں۔ اگر سفر میں سنت یا نفل پڑھنا ممنوع ہوتا تو سرکار پر انوار ﷺ کیوں پڑھتے یہ وہابی سنت سے چڑتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳ '۴:۔ ابوداؤد و ترمذی نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صحبت رسول الله ﷺ ثمانية عشر سفراً فما رايته ترك ركعتين اذا زاغت الشمس قبل الظهر۔

ترجمہ:۔ :......فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کئے۔ میں نے آپ کو نہ دیکھا کہ آپ نے آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر کے پہلے کی دو نفل چھوڑے ہوں۔

(سنن ابوداؤد باب التطوع فی السفر ج ۲ ص ۸ رقم الحدیث ۱۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی التطوع فی السفر ج ۲ ص ۴۳۵ رقم الحدیث ۵۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۵:۔ ابوداؤد شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال كان رسول الله ﷺ اذا سافر واراد ان يتطوع استقبل القبلة بناقته فكبر ثم صلى۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب سفر کرتے اور نفل پڑھنا چاہتے تو اپنی ناقہ کو کعبہ کی طرف متوجہ فرمادیتے۔ پھر تکبیر کہہ کر نفل پڑھتے۔

(سنن ابوداؤد باب التطوع فی السفر ج ۲ ص ۹ رقم الحدیث ۱۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۶ '۷:۔ مسلم و بخاری نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال كان رسول الله ﷺ يصلي في السفر على راحلته حيث توجهت به يومي ايماء صلوة الليل

marfat.com

Marfat.com

الا الفرائض ویوتر علی راحلته۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے۔ جدھر بھی اس کا منہ ہوتا آپ اشارے سے نماز پڑھتے۔ تہجد کی نماز سوائے فرض کے۔ وتر بھی سواری پر پڑھتے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سفر میں راستے طے کرتے ہوئے نماز تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ ٹھہرے ہوئے مسافر کو سنت موکدہ تک سے روکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۸:۔ موطا امام مالک میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ان عبداللہ ابن عمر کان یرے ابنه عبیداللہ یتنفل فی السفر فلا ینکر علیه۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ بے شک عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے فرزند عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو سفر میں نفل پڑھتے دیکھتے تو آپ منع نہ فرماتے تھے۔

(موطا امام مالک ج ا ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۳۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۹:۔ ترمذی شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال صلیت مع النبی ﷺ الظهر فی السفر رکعتین وبعدها رکعتین رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اس کے بعد دو رکعت سنت۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۵۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۰، ۱۱:۔ مسلم و ابوداؤد نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سفر میں تعریس کی رات نماز صبح قضاء ہو جانے کی بہت دراز حدیث روایت کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

صلی رکعتین قبل الصبح ثم صلی الصبح کما کان یصلی۔

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام نے فجر کی سنتیں فرض سے پہلے پڑھیں پھر فجر کے فرض پڑھے۔ جیسے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب صلاۃ المسافر باب التطوع فی السفر ص ۱۲۷ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵:۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد نے حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ما اخبرنا احد انه رای النبی ﷺ صلی الضحی غیر ام هانی ذکرت ان النبی ﷺ یوم فتح مکة اغتسل فی بیتها فصلی ثمان رکعات۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی نے یہ خبر نہ دی کہ اس نے حضور ﷺ کو نماز چاشت پڑھتے دیکھا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے ان کے گھر میں غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نفل نماز چاشت پڑھیں۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۹۸ رقم الحدیث ۳۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب صلاۃ الضحیٰ ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۲۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دیکھو فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام مکہ معظمہ میں مسافر ہیں۔ اس کے باوجود حضور علیہ السلام نے اپنی بہن ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز چاشت آٹھ رکعت پڑھی حالانکہ نماز چاشت نفل ہے۔

حدیث نمبر ۱۶:۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال فرض رسول اللہ ﷺ صلوة الحضر وصلوة السفر فکنا نصلی فی الحضر قبلها وبعدها وکنا نصلی فی السفر قبلها وبعدها۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وطن میں بھی نماز فرض ادا فرمائی اور سفر میں بھی ہم وطن میں فرض نماز سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے اور سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ باب التطوع فی السفر ج اص ۳۴۱ رقم الحدیث ۱۰۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۱۷:۔ بخاری شریف نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ کان یصلی التطوع وھو راکب فی غیر القبلۃ۔

ترجمہ:۔ نبی کریم ﷺ سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری باب صلاۃ التطوع علی الدواب وحیثما توجھت بہ ج اص ۳۷۰ رقم الحدیث ۱۰۴۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

عقل کا تقاضا:۔ بھی یہ ہے کہ سفر میں سنت ونفل کی نہ تو معافی ہو اور نہ قصر چند وجہ سے۔

ایک یہ کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج کی رات نمازیں دو دو رکعت فرض کی گئیں۔ پھر سفر میں تو وہ ہی دو رہیں۔ حضر میں بعض نمازوں میں زیادتی کردی گئی اور ظاہر ہے کہ معراج میں فرض نمازیں ہی لازم کی گئی تھیں۔ نہ کہ سنت ونوافل وغیرہ لہٰذا قصر صرف فرض میں ہوا نہ کہ نفل وسنت میں دوسرے یہ کہ بحالت سفر فرض نماز میں بہت پابندی ہے کہ سواری پر چلتی ریل میں، غیر قبلہ کی طرف ادا نہیں ہوسکتی سنت ونفل میں یہ کوئی پابندی نہیں سواری پر غیر قبلہ کی طرف بھی ادا ہو جاتی ہے فرض کے لئے مسافر کو سفر توڑنا پڑتا ہے۔ جس سے دیر لگتی ہے۔ اس لئے وہ نماز آدھی کردی گئی چونکہ سنت ونفل کے لئے سفر توڑنا نہیں پڑتا سواری پر ادا ہو جاتی ہے۔ اس لئے نہ تو ان میں قصر کی ضرورت ہے۔ نہ معافی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ جب سفر میں فرض کم ہوگئے تو سنتیں بھی کم ہونی چاہئیں غلط ہے دیکھو جمعہ کے فرض بجائے چار کے دو رکعت ہیں، مگر سنت کوئی کم نہیں ہوئی۔ فرض علیحدہ نماز ہے اور سنت ونفل علیحدہ یعنی سنت ونفل فرض کی ایسی تابع نہیں کہ اگر فرض پورے پڑھے جاویں تو سنتیں بھی پوری ہوں اور اگر فرض میں قصر ہو تو سنتوں میں بھی قصر ہو یا بالکل معاف ہو جاویں۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

غیر مقلد وہابیوں کے پاس اس مسئلہ پر بہت ہی تھوڑے دلائل ہیں۔ جنہیں وہ ہر جگہ الفاظ بدل کر بیان کرتے ہیں ہم ان کی وکالت میں ان کے سوالات کے جوابات پیش کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:۔ مسلم و بخاری وغیرہ نے حضرت حفص ابن عاصم سے روایت کی۔

قال صحبت ابن عمر فی طریق مکۃ فصلی لنا الظھر رکعتین ثم جآء رحلہ وجلس فرای ناسا قیاماً فقال ما یصنع ھؤلاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا الممت صلوتی صحبت رسول اللہ ﷺ فکان لایزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذالک۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ معظمہ کے راستہ میں تھا تو آپ نے ہم کو نماز ظہر دو رکعت پڑھائیں۔ پھر آپ اپنی منزل پر تشریف لائے اور بیٹھ گئے تو کچھ لوگوں کو کھڑا ہوا دیکھا فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نفل پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نفل پڑھتا تو نماز ہی پوری پڑھتا میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا تو آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور میں نے حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کو ایسے ہی دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نفل وسنت پڑھنا سنت رسول (علیہ السلام) وسنت خلفائے راشدین کے خلاف ہے۔ اس لئے مسافر

marfat.com
Marfat.com

دو رکعت فرض پڑھے باقی کچھ نہ پڑھے۔
(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصرھا ج اص ۲۴۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری ابواب تقصیر الصلوٰۃ باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوٰۃ وقبلھا ج اص ۱۴۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین نے سفر میں کہیں دو فرض سے زیادہ نہ پڑھے۔ اور تم کہتے ہو کہ مسافر چاہے قصر پڑھے یا پوری تم نے پوری نماز پڑھنے کا حکم اس حدیث کے خلاف کیوں دیا۔

دوسرے یہ کہ آپ کی اس حدیث سے نفل نہ پڑھنا ثابت ہے اور ہماری پیش کردہ بہت سی احادیث سے نفل پڑھنا ثابت ہوا، تو آپ ان بہت سی احادیث کے مقابل صرف اس ایک حدیث پر کیوں عمل کرتے ہو۔ ان احادیث پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ صرف نفسانی خواہش کی وجہ سے کہ نفس امارہ پر نماز بھاری ہے۔

تیسرے یہ کہ خود سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ احادیث ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور ﷺ کو سفر میں سواری پر نفل پڑھتے دیکھا پھر ان ثبوت کی احادیث کو آپ نے کیوں قبول نہ کیا؟ صرف ایک اسی حدیث پر ہی کیوں عمل کیا؟ کیا نماز کم کرنے کا شوق ہے۔

چوتھے یہ کہ جب ثبوت ونفی میں تعارض ہو تو ثبوت کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دو روایتیں ہیں ثبوت نفل کی بھی اور نفی کی بھی تو ثبوت کی روایت قابل عمل ہوگی نہ نفی کی۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جسمانی معراج نہیں ہوئی۔ دیگر صحابہ فرماتے ہیں کہ ہوئی، آج تمام دنیا معراج جسمانی کی قائل ہے؟ کیوں؟ اس لئے کہ ثبوت نفی پر مقدم ہے۔

پانچویں یہ کہ جب احادیث میں تعارض نظر آئے تو ان کے ایسے معنے کئے جاویں جن سے تعارض دور ہو جاوے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں تعارض ہے تو تمہاری اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ نفل نماز اہتمام سے پڑھنا ان کے لئے سفر توڑنا باقاعدہ اتر کر زمین پر کھڑے ہو کر پڑھنا چلتی سواری پر نفل درست نہ سمجھنا یہ نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے نہ ان خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم چنانچہ اس حدیث کے بعض الفاظ بھی یہی بتا رہے ہیں راوی فرماتے ہیں کہ آپ نے بعض لوگوں کو ڈیرے پر کھڑے ہوئے نفل پڑھتے دیکھ کر یہ فرمایا۔ حالت بھی سفر کی تھی سفر بھی حج کا تھا راستہ بہت تھا جلد پہنچنا تھا۔ ان حضرات کے اس طریقہ عمل سے سفر میں دشواری ہوتی تھی اس لئے آپ نے یہ فرمایا لہٰذا یہ حدیث نہ تو دوسری احادیث کے خلاف ہے نہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایتوں کے مخالف حدیث میں مقابلہ پیدا نہ کرو بلکہ موافقت کی کوشش کرو۔

چھٹے یہ کہ تمہاری اس حدیث میں بھی سفر میں نفل پڑھنے کی ممانعت نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صرف قیاس فرما کر یہ فرمایا کہ اگر نفل کا ایسا اہتمام ضروری ہوتا تو نماز فرض ہی پوری کیوں نہ پڑھی جاتی۔

اعتراض نمبر۲:۔ جب سفر میں فرض نماز ہی بجائے چار کے دو رکعت ہوگئی۔ تو سنت ونفل تو فرض سے درجہ میں کم ہیں۔ چاہئے تو وہ بھی یا تو بجائے چار کے دو ہو جاویں۔ یا بالکل معاف ہو جاویں۔

جواب:۔ الحمدللہ کہ آپ قیاس کے قائل ہو گئے کہ سنت کو فرض پر قیاس کرنے لگے لیکن جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس، بہتر تھا کہ مجتہدین آئمہ کی تقلید کر لی ہوتی تا کہ آپ کو ایسے قیاسات نہ کرنے پڑتے۔ جناب سنت ونفل کو فرض پر قیاس نہیں کر سکتے، فرض نماز میں صرف دو رکعتیں بھری پڑھی جاتی ہیں۔ باقی خالی مگر سنت ونفل کی چاروں رکعت بھری ہیں۔ فرمایئے وہاں سنت ونفل فرض کی طرح کیوں نہ ہوئیں۔ وہاں بھی

marfat.com
Marfat.com

کہدو کہ جب فرض میں دو رکعت خالی ہیں تو چاہیے کہ سنتیں و نفل کی چاروں رکعت خالی ہوں۔ جمعہ کی نماز میں فرض نماز بجائے چار کے دو رکعت ہیں مگر سنتیں بجائے گھٹنے کے بڑھ جاتی ہیں کہ بعد فرض جمعہ چار سنتیں موکدہ ہیں چاہیے کہ وہاں بھی یہ ہی قیاس کرو کہ جب جمعہ کے فرض بجائے چار کے دو رہ گئے تو چاہیے کہ جمعہ کے بعد کی سنتیں کہ بجائے دو کے ایک رکعت ہی رہ جاوے سنت و نفل میں قصر نہ ہونے کی وجہ ہم پہلی فصل کی عقلی دلیلوں میں عرض کر چکے کہ مسافر کو سنت کے لئے سفر توڑنا نہیں پڑتا۔ سواری پر ہی پڑھ سکتا ہے۔ اس لئے ان میں قصر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نوٹ ضروری:۔ یہ جو کہا گیا کہ نفل و سنت سواری پر پڑھی جا سکتی ہیں۔ سواری کا رخ کدھر ہی ہو۔ یہ مسافر کے لئے راستہ طے کرنے کی حالت میں ہے۔ جبکہ وہ جنگل میں ہو۔ شہر میں۔ یا کسی جگہ ٹھہرنے کی حالت کا یہ حکم نہیں۔ اگر مسافر کسی بستی میں دو چار دن کے لئے ٹھہرا ہوا ہو تو سنت و نفل بھی فرض کی طرح تمام شرائط اور ارکان کے ساتھ ادا کرے گا۔ غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک مسافر خواہ راستہ طے کر رہا ہو یا کہیں دو چار دن کے لئے ٹھہرا ہوا ہو سنت و نفل نہ پڑھے۔

اعتراض نمبر ۳:۔ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، جب رب تعالیٰ نے سفر میں اپنی فرض نماز میں رعایت کر دی تو چاہیے کہ حضور بھی اپنی سنتوں میں کمی کر دیں۔ سنت کا اسی طرح رہنا حضور ﷺ کی رحمت کے خلاف ہے۔

جواب جی ہاں چونکہ حضور ﷺ رحمت عالم ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے اپنی سنتیں کم نہ فرمائیں نماز رحمت ہے۔ بوجھ نہیں شاید وہابیوں کے نفس پر نماز بوجھ ہوگی۔ اس لئے انہیں ایسے سوالات سوجھتے ہیں۔ جناب اللہ کے فرض مومن کے بالغ ہونے پر لگتے ہیں اور مرنے سے پہلے چھوڑ دیتے ہیں مگر سنت رسول اللہ کسی وقت اور کسی حالت میں مومن کا ساتھ نہیں چھوڑتی مومن سنت رسول کی آغوش میں پیدا ہوتا ہے۔ سنت کے سایہ میں پرورش پاتا ہے۔ سنت کے دامن میں مرتا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ محبوب ﷺ کی پشت وپناہی میں قیامت میں اٹھے گا دیکھو ختنہ عقیقہ بچے کو دو سال تک دودھ پلانا سنت ہی تو ہیں پھر مرتے وقت وضو کعبہ کو رخ ہونا مرد کا کفن تین کپڑے عورت کا کفن پانچ کپڑے یہ سب سنتیں ہی ہیں اس لئے ہمارا نام اہل فرض یا اہل واجب نہیں اہل سنت ہے ہمارے حضور ﷺ کی سنت رحمت ہے بوجھ نہیں رحمت کا کم نہ ہونا ہی اچھا رب تعالیٰ مالک الملک ہے جب چاہے جتنی چاہے رحمت دے اس کی رحمتیں یکساں نہیں ہوتیں کبھی کم کبھی زیادہ ایسے ہی فرض نماز مقیم کے لئے پوری مسافر کے لیے آدھی۔

☆..........☆

marfat.com

Marfat.com

سترھواں باب

سفر میں قصر واجب ہے

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ مسافر پر چار رکعت والی فرض نماز میں قصر فرض ہے۔ مسافر یہ نماز پوری نہیں پڑھ سکتا اگر بھول کر بجائے دو کے چار پڑھ لے تو اس کا وہ ہی حکم ہوگا جو کوئی فجر کے فرض چار پڑھ لے اگر پہلی التحیات پڑھ کر تیسری رکعت میں کھڑا ہوا تو سجدہ سہو کرے ورنہ نماز کا اعادہ کرے لیکن اگر دیدہ و دانستہ بجائے دو کے چار پڑھے تو نہ ہوگی مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ مسافر کو اختیار ہے۔ خواہ قصر پڑھے یا پوری مسافر کسی چیز کا پابند نہیں اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اپنے دلائل دوسری فصل میں اس مسئلہ پر سوالات و جوابات رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل ...... سفر میں قصر ضروری ہے

سفر میں قصر ضروری ہونے پر احناف کے پاس بہت دلائل ہیں جن میں سے کچھ پیش کئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱ ' ۴:۔ بخاری و مسلم، موطا امام محمد موطا امام مالک نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کچھ لفظی فرق کے ساتھ روایت کی یہ لفظ مسلم و بخاری کے ہیں۔

قالت فرضت الصلوة رکعتین ثم هاجر رسول اللہ ﷺ فرضت اربعاً وترکت صلوة السفر علی الفریضة الاولی۔

ترجمہ:۔ فرماتی ہیں کہ اولاً نماز دو دو رکعتیں فرض ہوئیں۔ پھر حضور ﷺ نے ہجرت کی تو نمازیں چار رکعت فرض کی گئیں۔ اور نماز سفر پہلے ہی فریضہ پر رہی۔

(صحیح بخاری باب یقصر اذا خرج من موضعہ ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ونی نسخہ ج ۱ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۱۰۴۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ج ۱ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۶۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مؤطا امام محمد باب قصر الصلوۃ فی السفر ص ۱۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (السنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۳۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابوداؤد تفریع ابواب صلاۃ السفر باب صلاۃ المسافر ج ۲ ص ۳ رقم الحدیث ۱۱۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۵۶ رقم الحدیث ۳۰۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۶ ص ۴۳۶ رقم الحدیث ۲۷۳۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پہلے ہر نماز کی دو رکعتیں تھیں۔ بعد ہجرت بعض کی چار رکعتیں کر دی گئیں۔ مگر سفر کی نماز ویسے ہی رہی تو جیسے ہجرت سے پہلے اگر کوئی شخص چار رکعت پڑھ لیتا تو اس کی نماز نہ ہوتی۔ ایسے ہی اب بھی جو مسافر سفر میں چار فرض پڑھ لے تو بھی نماز نہ ہوگی۔ لفظ فرض اور فریضہ کو غور سے ملاحظہ کرو۔ موطا امام محمد و امام مالک کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فرضت الصلوة رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوة السفر وزید فی صلوة الحضر۔

ترجمہ:۔ اولاً سفر و حضر میں نمازیں دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں پھر نماز سفر تو ویسے ہی رہی۔ اور نماز حضر میں زیادتی کر دی گئی۔

(مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مؤطا امام محمد باب قصر الصلوۃ فی السفر ص ۱۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۵ ' ۷:۔ مسلم شریف، نسائی، طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال فرض اللہ الصلوة علی لسان نبیکم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعة۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان شریف پر وطن میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں خوف میں ایک رکعت

marfat.com

Marfat.com

فرض کیں۔ (یعنی جماعت سے ایک رکعت)

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ج۱ ص۴۷۹ رقم الحدیث ۶۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر ج۳ ص۱۱۸ رقم الحدیث ۱۴۴۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

اس میں صراحۃً معلوم ہوا کہ سفر میں دو رکعت ہی فرض ہیں۔ جیسے وطن میں فجر کی نماز۔

حدیث نمبر ۱۳'۸:۔ مسلم و بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف گئے تو حضور انور ﷺ دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ج۱ ص۴۸۱ رقم الحدیث ۶۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر ج۳ ص۱۱۸ رقم الحدیث ۱۴۳۸ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ ج۱ ص۳۴۲ رقم الحدیث ۱۰۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ۱۴'۱۶:۔ بخاری، مسلم، نسائی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال صلیت مع النبی ﷺ بمنی رکعتین وابی بکر وعمر ومع عثمان صدراً من امارتہ ثم اتمھا۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں حضور ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے دو دو رکعتیں پڑھیں اور خلافت عثمانی کے شروع میں بھی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوری کردی۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب قصر الصلوۃ بمنی ج۱ ص۴۸۲ رقم الحدیث ۶۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن النسائی کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر ج۳ ص۱۱۸ رقم الحدیث ۱۴۳۹ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

حدیث نمبر ۱۷:۔ طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال افترض رسول اللہ ﷺ رکعتین فی السفر کما افترض فی الحضر اربعاً۔

ترجمہ:۔......فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفر میں دو رکعت ہی فرض فرمائیں جیسے وطن میں چار رکعت فرض کیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۲ ص۱۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۸'۲۰:۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صلوۃ السفر رکعتان وصلوۃ الضحی رکعتان وصلوۃ الفطر رکعتان وصلوۃ الجمعۃ رکعتان تمام غیر قصر علی لسان محمد ﷺ۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ چاشت کی نماز دو رکعتیں ہیں یہ دو رکعتیں پوری ہیں ناقص نہیں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان شریف پر۔

(سنن ابن ماجہ ج۱ ص۳۳۸ رقم الحدیث ۱۰۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر ج۳ ص۱۱۸ رقم الحدیث ۱۴۴۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نماز سفر دو رکعت پڑھنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے جمعہ عیدین دو رکعت پڑھنا۔

حدیث نمبر ۲۱:۔ مسلم شریف نے حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کچھ دراز حدیث نقل کی۔ جس کے آخری الفاظ شریف یہ ہیں۔

فسالت رسول اللہ ﷺ فقال صدقۃ تصدق اللہ بہ فاقبلوا صدقتہ۔

ترجمہ:۔ میں نے حضور ﷺ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا صدقہ ہے جو صدقہ فرمایا اس صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ج۱ ص۴۷۸ رقم الحدیث ۶۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج۶ ص۴۴۸ رقم الحدیث ۲۷۳۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الام للشافعی ج۱ ص۱۷۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج۳ ص۱۳۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج۱ ص۴۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

اس حدیث میں فاقبلو صیغہ امر ہے۔ امر وجوب کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ جو شخص سفر میں چار رکعت پڑھے وہ خدا تعالیٰ کے صدقہ سے منہ پھیرتا ہے رب کا صدقہ قبول کرنا اور سفر میں قصر کرنا فرض ہے۔

حدیث نمبر ۲۲:۔ طبرانی نے معجم صغیر میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال صليت مع رسول الله ﷺ في السفر ركعتين ومع ابي بكر ركعتين ومع عمر ركعتين ثم تفرقت بكم السبل فوالله لوددت ان اخطي من اربع ركعات ركعتين متقبلتين۔

ترجمہ:۔ میں نے سفر میں حضور ﷺ کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے دو دو رکعتیں پڑھیں پھر تم لوگوں کو مختلف راہوں نے متفرق کر دیا۔ قسم رب کی میں تمنا کرتا ہوں کہ مجھے بجائے چار رکعتوں کے دو مقبول رکعتوں کا حصہ ملے۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب صلاۃ المسافر باب کم رکعۃ فی السفر ص ۲۰۴ طبع سن ۱۹۹۲ء)

ہم نے بطور نمونہ صرف بائیس حدیثیں پیش کیں۔ ورنہ اس کے متعلق بے شمار احادیث ہیں۔ ان پیش کردہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر ہی فرض ہے۔ حضور ﷺ و خلفاء راشدین نے قصر ہی پڑھی چار رکعت پڑھنے سے صحابہ نے منع فرمایا۔ یا اس پر ناراضی کا اظہار کیا۔

عقل کا تقاضا بھی ہے کہ سفر میں قصر فرض ہے۔ مسافر کو قصر و اتمام دونوں کا اختیار دینا عقل شرعی کے بالکل خلاف ہے اس لئے کہ سفر میں ہر چار رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعتیں بالاتفاق فرض ہیں آخری دو رکعتوں کے متعلق سوال ہوتا ہے کہ وہ بھی مسافر پر فرض ہیں یا نہیں اگر فرض ہیں تو ان کے نہ پڑھنے کا اختیار کیوں فرض میں اختیار نہیں ہوتا۔ فرض و اختیار جمع نہیں ہوتے اور اگر فرض نہیں بلکہ نفل ہیں تو ایک تحریمہ سے فرض و نفل نمازوں کا ادا ہونا شرعی قاعدے کے خلاف ہے۔ جس کی مثال کسی جگہ نہ ملے گی فرض کی تکبیر تحریمہ علیحدہ ہوتی ہے نفل کی علیحدہ ایک تحریمہ سے ایک ہی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ دو۔

بہر حال یہ اختیار کہ چاہے دو رکعت پڑھے چاہے چار شرعی عقل کے بالکل خلاف ہے نیز جیسے وطن میں چار رکعت ہی فرض ہیں کم و بیش کا اختیار نہیں ایسے ہی سفر میں صرف دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اختیار نہیں۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر ہم غیر مقلد وہابیوں کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے اتنے اعتراضات مع جوابات عرض کئے دیتے ہیں جو انشاء اللہ خود انہیں بھی یاد نہ ہوں گے۔ رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا۔

ترجمہ:۔ اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر فرض نہیں۔ بلکہ اس کی اجازت ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہوا کہ تم پر قصر میں گناہ نہیں، نہ قصر پڑھنے میں گناہ ہے نہ قصر نہ پڑھنے میں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ آیت ظاہری معنی سے تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ یہاں قصر کے لئے کفار کے خوف کی شرط ہے کہ اگر تمہیں کفار سے خوف ہو تو قصر میں گناہ نہیں اور تم کہتے ہو کہ امن کے سفر میں بھی قصر کی اجازت ہے اب جو تم جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ لا جناح حاجی کے صفا مروہ کی سعی کے بارے میں بھی ارشاد ہوا ہے رب فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔

ترجمہ:۔ تو جب بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر اس میں گناہ نہیں کہ صفا و مروہ کا طواف کرے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۸)

حالانکہ صفا مروہ کا طواف حج میں واجب ہے عمرہ میں فرض ایسے ہی سفر میں قصر فرض ہے لا جناح فرضیت کے خلاف نہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر سفر میں قصر صرف مباح ہوتا تو قرآن کریم یوں ارشاد فرماتا کہ تم پر قصر نہ کرنے میں گناہ نہیں کیونکہ مباح کی پہچان یہ ہے کہ اس کے کرنے اور نہ کرنے میں گناہ نہیں ورنہ فرض کام کرنے میں گناہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے نہ کرنے میں گناہ ہوتا ہے لہٰذا کرنے میں گناہ نہ ہونا مباح ہونے کی دلیل نہیں فرض واجب بھی ایسے ہی ہوتے ہیں چوتھے یہ کہ زمانہ نبوی میں صحابہ کرام کو خیال ہوا کہ بجائے چار رکعت کے دو رکعتیں پڑھنا گناہ ہوگا یہ نماز ناقص ہے انہیں سمجھانے کے لئے یہ ارشاد ہوا لہٰذا آیت بالکل واضح ہے۔ تمہارے لئے مفید نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ شرح سنہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت کل ذالک قد فعل رسول اللہ ﷺ قصر الصلوۃ واتم۔

ترجمہ:۔ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے سب کچھ کیا قصر بھی کیا اور پوری نماز بھی پڑھی۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۱ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکرمہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر بھی سنت ہے اور پوری پڑھنی بھی سنت صرف قصر فرض نہیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی اسناد میں ابراہیم ابن یحیٰی ہے جو تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بالکل قابل عمل نہیں دیکھو مرقات شرح مشکوٰۃ اسی حدیث کی شرح۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے مخالف ہے۔ جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے کہ جلیل القدر صحابہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ سفر میں دو رکعتیں ہی پڑھیں۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث خود ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جو ہم نے پہلی فصل میں پیش کی آپ فرماتی ہیں کہ اولاً نماز دو دو رکعت فرض ہوئی پھر سفر میں وہ ہی دو رکعتیں فرض رہیں وطن میں بعض نمازوں میں زیادتی کردی گئی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر میں دو رکعتیں فرض بھی ہوں۔ اور کبھی حضور علیہ السلام نے چار رکعت بھی پڑھ لی ہوں لہٰذا یہ حدیث واجب التاویل ہے۔

چوتھے یہ کہ اس حدیث میں لفظ سفر نہیں یعنی آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے سفر میں قصر و اتمام فرمایا لہٰذا حدیث کے معنے یہ ہیں کہ حضور انور ﷺ نے شروع اسلام میں اولاً قصر یعنی ہر نماز دو دو رکعت پڑھی پھر جب رکعتیں بڑھادی گئیں کہ بعض چار رکعت کردی گئیں اور بعض تین تو حضور علیہ السلام نے اتمام فرمایا یعنی دو سے زیادہ پڑھیں اس صورت میں یہ حدیث بالکل واضح بھی ہوگئی اور گذشتہ احادیث کے خلاف بھی نہ رہی۔

پانچویں یہ کہ اگر یہاں حالت سفر میں قصر و اتمام مراد ہو تب بھی مطلب یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالت سفر قصر پڑھی اور جب کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت فرمائی تو اتمام فرمایا اب بھی حدیث بالکل واضح ہے۔

لطیفہ عجیبہ:۔ غیر مقلد وہابی ہمیشہ حنفیوں سے مسلم بخاری کی حدیث کا مطالبہ کیا کرتے ہیں مگر جب انہیں خود حدیث پیش کرنا پڑے تو بخاری و مسلم کی ہو یا نہ ہو صحیح ہو یا ضعیف ہر قسم کی حدیث پیش کردینے سے شرم نہیں کرتے۔

یہ حدیث ایسی ضعیف ہے کہ اسے صحاح ستہ نے روایت نہ کیا امام ترمذی نے بھی اس حدیث کا ذکر تک نہ کیا بلکہ وہ بھی یہ کہنے پر مجبور

marfat.com
Marfat.com

ہوئے کہ قصر تو حضور ﷺ اور حضرات خلفائے راشدین سے ثابت ہے اتمام صرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا فعل ہے چنانچہ امام ترمذی قصر نماز کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وقد صح عن النبی ﷺ انه كان يقصر في السفر وابوبكر وعمر وعثمان صدراً من خلافته والعمل على هذا عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم۔

ترجمہ:۔ حضور ﷺ سے صحیح حدیث یہی ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ سفر میں قصر کرتے تھے اور ابوبکر صدیق بھی عمر فاروق بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اپنی شروع خلافت میں اور اسی پر ہی اکثر علماء صحابہ وغیر صحابہ کا عمل ہے۔

(سنن الترمذی باب ماجاء التقصیر فی السفر ج ۲ ص ۴۲۸ رقم الحدیث ۵۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور سفر میں اتمام کے متعلق امام ترمذی نہایت ضعیف طریقے سے فرماتے ہیں۔

وقد روى عن عائشه انها كانت تتم الصلوة في السفر۔

ترجمہ:۔ ہاں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ سفر میں اتمام فرماتی تھیں۔

(سنن الترمذی باب ماجاء التقصیر فی السفر ج ۲ ص ۴۲۸ رقم الحدیث ۵۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ مرفوع حدیث قابل اعتبار ہوتی جو تم نے پیش کی۔ تو امام ترمذی حدیث مرفوع کو چھوڑ کر صرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمل شریف کا ذکر نہ فرماتے۔ پرلطف بات وہ ہے جو آگے فرماتے ہیں۔

والعمل على ما روى عن النبی ﷺ واصحابه۔

ترجمہ:۔ عمل اس پر ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے مروی ہے یعنی (قصر)

(سنن الترمذی باب ماجاء التقصیر فی السفر ج ۲ ص ۴۲۸ رقم الحدیث ۵۴۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی قصر و اتمام دونوں کا اختیار نہ دیتی تھیں بلکہ آپ ہمیشہ سفر میں اتمام فرماتی تھیں۔ اہل علم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل شریف پر عمل کیا یعنی ہمیشہ قصر پڑھنا۔

اعتراض نمبر ۳:۔ نسائی و دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت خرجت مع رسول الله ﷺ في عمرة رمضان فطر وصمت والممت والطرت وصمت قال احسنت يا عائشة و ماعاب علی۔

ترجمہ:۔ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رمضان کے عمرہ میں گئی تو آپ نے روزہ نہ رکھا۔ میں نے رکھا آپ نے نماز قصر پڑھی۔ میں نے پوری پڑھی یعنی اتمام کیا تو میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ آپ نے قصر کیا میں نے پوری پڑھی آپ نے افطار کیا میں نے روزہ رکھا فرمایا اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تم نے اچھا کیا مجھ پر اعتراض نہ کیا۔

(سنن النسائی کتاب تقصیر الصلاۃ فی السفر ج ۳ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۴۵۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۲ رقم الحدیث ۵۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر بھی جائز ہے اور اتمام بھی۔

جواب:۔ یہ حدیث ضعیف ہی نہیں بلکہ محض غلط اور بناوٹی ہے کیونکہ حضور انور ﷺ نے کوئی عمرہ رمضان میں نہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کل چار عمرے کیے ہیں جو سب کے سب ذی قعدہ میں تھے البتہ حجۃ الوداع کے عمرہ کا احرام تو ذی قعدہ میں تھا اور افعال عمرہ ذی الحجہ میں ادا ہوئے۔ خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رمضان کے عمرہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونا ایسا عجیب اور پیچیدہ مسئلہ ہے جسے وہابی صاحبان ہی حل فرما سکتے ہیں، وہابیو! پہلے اپنی بات عقل کے ترازو میں تولو بعد کو بولو۔

marfat.com
Marfat.com

اعتراض نمبر ٤:۔ مسلم و بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال صلی رسول اللہ ﷺ بمنی رکعتین وابوبکر وعمر بعد ابی بکر وعثمان صدراً من خلافته ثم ان عثمان صلی بعد اربعا فکان ابن عمر اذا صلی مع الامام صلی اربعا و اذا صلی وحده صلی رکعتین۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی شروع خلافت میں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعتیں منیٰ میں پڑھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب امام کے ساتھ پڑھتے تو چار پڑھتے جب اکیلے پڑھتے تو دو پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری باب الصلاۃ بمنی ج اص ۱۴۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی دوسرا نسخہ ج اص ۳۶۷ رقم الحدیث ۱۰۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اگر سفر میں قصر فرض اور اتمام ناجائز ہوتا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منیٰ شریف میں اتمام کیوں کرتے؟

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بالکل خلاف ہے آپ نے تو مسافر کو قصر و اتمام کا اختیار دیا ہے کہ چاہے قصر کرے چاہے پوری پڑھے مگر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ نے اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمیشہ قصر پڑھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی شروع خلافت میں جب قصر پڑھی تو اتمام نہ کیا۔پھر جب پوری پڑھنے لگے۔تو کبھی قصر نہ پڑھی۔اختیار کسی بزرگ نے نہ دیا آپ کا یہ اختیار کہاں سے ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف منیٰ شریف میں اتمام کیا عام سفروں میں نہیں، معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سفر میں اتمام کے قائل نہ تھے کسی وجہ سے صرف منیٰ شریف میں اتمام فرماتے تھے۔

تیسرے یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منیٰ میں اتمام فرمانا اس لئے نہ تھا کہ آپ قصر و اتمام دونوں جائز مانتے تھے بلکہ اس کی وجہ کچھ اور تھی کیا وجہ تھی اس کے متعلق دو روایتیں ہیں امام احمد ابن حنبل نے روایت کی کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت پڑھیں تو لوگوں نے اس کا انکار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں مکہ معظمہ میں اہل والا ہوں اور میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی کسی شہر میں گھر والا ہو جاوے وہ وہاں مقیم کی نماز پڑھے چنانچہ مسند امام احمد کی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

انه صلی بمنی اربع رکعات فانکر الناس علیه فقال ایها الناس انی تاهلت بمکة منذ قدمت وانی سمعت۔الخ۔

(مرقاۃ۔فتح القدیر)

ترجمہ:۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ شریف میں چار رکعت پڑھیں تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب سے میں مکہ معظمہ میں آیا ہوں میں گھر والا ہو گیا ہوں۔

اس روایت سے تین مسئلہ معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں ہر سفر میں نہیں دوسرے یہ کہ عام صحابہ نے آپ کے اس فعل پر اعتراض کیا۔جس سے پتہ لگا کہ تمام صحابہ ہمیشہ سفر میں قصر ہی کرتے تھے اتمام کبھی نہ کرتے تھے ورنہ آپ پر اعتراض نہ کرتے تیسرے یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظمہ میں زمین خرید لی وہاں مکان بنوالیا وہاں اپنی ایک بیوی کو رکھا۔اس لئے مکہ معظمہ آپ کا ایک قسم کا وطن بن گیا اور اپنے وطن میں اگر کوئی ایک دن کے لئے بھی جائے تو مقیم ہوگا، اور قصر نہ پڑھے گا پوری نماز پڑھے گا لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل وہابیوں کے اس مسئلہ اختیار سے کوسوں دور ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ زمانہ عثمانی کے نو مسلم لوگوں نے حج میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھ کر سمجھا کہ اسلام میں نمازیں دو دو رکعتیں ہی فرض ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غلط فہمی کا علم ہوا تو آپ نے اس غلط فہمی کو دور کرنے

marfat.com

Marfat.com

کے لئے صرف منیٰ میں اتمام کیا یعنی چار رکعتیں پڑھیں چنانچہ عبدالرزاق اور دارقطنی نے ابن جریج سے روایت کی۔

بلغني انه اوفى اربعا بمنى فقط من اجل ان اعرابيا ناداه في مسجد خيف بمنى يا امير المومنين مازلت اصليها ركعتين منذ رائيتك عام الاول صليتها ركعتين فخشي عثمان ان يظن جهال الناس الصلوة ركعتين و انها كان اوفها بمنى۔

ترجمہ:۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف منیٰ میں ہی چار رکعتیں پڑھیں کیونکہ ایک دیہاتی نے مسجد خیف میں آپ کو پکار کر کہا میں تو برابر دو رکعتیں ہی پڑھ رہا ہوں جب کہ سال گزشتہ میں نے آپ کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خطرہ پیدا ہوا کہ جہلا نماز کی دو رکعتیں ہی سمجھ لیں گے اس لئے آپ نے منیٰ میں چار رکعتیں پڑھیں۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب صلاۃ المسافر باب کم رکعۃ فی السفر ص ۶۰۷ طبع سن ۱۹۹۲ء)

امام احمد اور عبدالرزاق کی یہ دونوں روایتیں اس طرح جمع کی جا سکتی ہیں، کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کی اس غلط فہمی کا علم ہوا تو آپ نے مکہ معظمہ میں بھی اپنا گھر بار بنا لیا تاکہ آپ یہاں آکر مقیم ہوا کریں اور نماز پوری پڑھا کریں۔

لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل شریف سے وہابی غیر مقلد کسی طرح دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

اعتراض نمبر ۵:۔ جیسے شریعت نے مسافر کو روزہ کا اختیار دیا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے مسافر پر سفر میں نہ روزہ رکھنا فرض ہے، نہ قضا کرنا فرض ایسے ہی چاہیے کہ مسافر کو سفر میں نماز کا اختیار ہو کہ چاہے قصر کرے چاہے پوری پڑھے۔ اس پر قصر لازم کر دینا روزے کے اختیار کے خلاف ہے۔

جواب:۔ شکر ہے کہ آپ بھی قیاس کے قائل ہو گئے کہ نماز کے قصر کو روزے کی قضا پر قیاس کرنے لگے مقلد حنفی قیاس کو مانیں تو تمہارے نزدیک مشرک ہو جائیں اور آپ قیاس کریں تو پنۃ توحید یے رہیں۔ افسوس۔

جناب روزہ سفر میں معاف نہیں ہوا بلکہ مسافر کو روزہ قضا کر دینے کی اجازت ملی ہے اگر سفر میں رکھے تو پورا اگر قضا کرے تو پورے کی لیکن فرض نماز سفر میں آدھی معاف ہو گئی ہے کہ چار رکعت والی نماز کی صرف دو رکعت باقی رہ گئیں باقی دو رکعتیں نہ اب پڑھیے نہ وطن پہنچ کر معافی اور چیز ہے تاخیر کی اجازت کچھ اور لہٰذا نماز کے قصر کو روزے کی تاخیر پر قیاس کرنا مع الفارق ہے مسافر پر روزہ معاف نہ ہوا اور نہ اس کی قضا واجب نہ ہوتی اس پر روزہ فرض ہے۔

مگر یہ دو رکعتیں اسے معاف ہیں اس لئے ان کی قضا نہیں لہٰذا یہ رکعتیں اس کے لئے نفل ہیں اور نفل نماز فرض کے تحریمہ سے ادا ہونا خلاف قاعدہ شرعیہ ہے۔

مسئلہ:۔

مسافر پر فرض ہے کہ وطن میں پہنچتے ہی سفر کے رہے ہوئے روزوں کی قضاء شروع کر دے۔ اگر سفر میں آٹھ روزے قضاء ہو گئے پھر وطن پہنچ کر چار دن بعد فوت ہو گیا۔ تو قیامت میں ان چار روزوں کی پکڑ ہو گی باقی چار روزوں پر پکڑ نہیں کہ ان کے قضاء کرنے کا وقت ہی نہ پایا یہی بیمار اور حائضہ عورت کا حکم ہے کہ شفا پاتے ہی روزوں کی قضاء شروع کر دیں۔

marfat.com
Marfat.com

اٹھارھواں باب

نماز فجر اوجیالے میں پڑھو

حنفیوں کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نماز فجر خوب اوجیالے میں پڑھی جاوے جب سورج طلوع ہونے میں آدھ گھنٹہ باقی ہو تو جماعت کھڑی ہو مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک نماز فجر بالکل اول وقت یعنی بہت اندھیرے میں پڑھنا چاہیئے۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں، پہلی فصل میں اس کا ثبوت، دوسری فصل میں اس پر سوالات مع جوابات۔

نوٹ ضروری:۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں دو نمازوں یعنی نماز مغرب اور موسم سرما کی ظہر کے سوا تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا افضل ہیں، نماز مغرب میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ ایسے ہی سردی کے موسم میں نماز ظہر میں اگر ہم کو اس کتاب کے طویل ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ہر نماز کی تاخیر پر دلائل قائم کرتے صرف نماز فجر کی تاخیر پر مکمل بحث کرتے ہیں تاکہ ناظرین غور کریں کہ مذہب حنفی کتنا پختہ اور مدلل ہے۔

پہلی فصل ...... نماز فجر میں اوجیالا باعث ثواب ہے

ہر زمانہ اور ہر موسم میں مستحب یہ ہے کہ نماز فجر خوب روشنی ہو جانے پر پڑھی جاوے البتہ دسویں ذی الحجہ کو حاجی لوگ مزدلفہ میں فجر اندھیرے میں پڑھیں۔ اس پر بہت احادیث شاہد ہیں جن میں سے بطور نمونہ کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۸:۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، ابن حبان، ابوداؤد طیالسی و طبرانی نے کچھ فرق سے حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ نماز فجر خوب اوجیالا کر کے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ج۱ ص۲۸۹ رقم الحدیث ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج۱ ص۱۱۵ رقم الحدیث ۴۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج۱ ص۲۲۱ رقم الحدیث ۶۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۱ ص۴۵۷ رقم الحدیث ۱۹۸۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن نسائی ج۱ ص۲۷۲ رقم الحدیث ۵۴۸ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (مسند احمد ج۵ ص۱۴۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص۱۲۹ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج۴ ص۲۵۰ رقم الحدیث ۴۲۸۵_۴۲۸۶_۴۲۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (صحیح ابن حبان ج۴ ص۳۵۷ رقم الحدیث ۱۴۹۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۸۳ رقم الحدیث ۳۲۴۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

خیال رہے کہ اس حدیث میں اوجیالا کرنے سے مراد خوب اوجیالا کرنا ہے۔ جب کہ روشنی پھیل جاوے یہ مطلب نہیں کہ فجر یقینا ہو جاوے کیونکہ اس کے بغیر تو نماز ہوتی ہی نہیں جس اوجیالے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے، وہ یہ ہی روشنی ہے جو ہم نے عرض کی۔

حدیث نمبر ۹ تا ۱۰:۔ بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ما رایت رسول اللہ ﷺ صلی صلوۃ بغیر وقتھا الا بجمع فانہ جمع بین المغرب والعشاء بجمع ویصلی صلوۃ الصبح من الغد قبل وقتھا۔

ترجمہ: میں نے حضور ﷺ کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی ہو سواء مزدلفہ کے کہ وہاں حضور ﷺ نے مغرب و عشاء جمع فرمائی اور اس کی صبح نماز فجر اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب الاوقات المستحبۃ للصلوات ج۲ ص۱۵۷ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ ہمیشہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے تھے، مگر مزدلفہ میں دسویں ذوالحجہ کو اندھیرے میں یعنی

marfat.com

Marfat.com

وقت معتاد سے پہلے اگر حضور ﷺ ہمیشہ ہی اول وقت فجر پڑھتے ہوتے تو مزدلفہ میں پہلے پڑھنے کے کیا معنی۔ کیونکہ اس سے پہلے تو فجر کا وقت ہوتا ہی نہیں۔

خیال رہے کہ مزدلفہ میں کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتی ہاں نماز مغرب عشاء کے وقت میں ادا ہوتی ہے اور نماز فجر اپنے وقت میں اس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ اور اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ حضور ﷺ نے نماز فجر وقت سے پہلے یعنی رات میں پڑھی بلکہ روزانہ کے وقت معہود سے پہلے پڑھی اس معنی پر حدیث بالکل واضح ہے۔

حدیث نمبر ۱۱ تا ۱۴:۔ ابوداؤد، طیالسی، ابن ابی شیبہ، اسحاق ابن راہویہ، طبرانی نے معجم میں حضرت رافع ابن خدیج سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ لبلال یا بلال نور بصلوۃ الصبح حتی یبصر القوم مواضع نبلهم من الاسفار۔

ترجمہ:۔ فرماتے ہیں کہ حکم دیا حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ نماز صبح میں اوجیالا کر لیا کرو یہاں تک کہ لوگ اوجیالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیا کریں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب وقت صلاۃ الصبح ج ۱ ص ۳۱۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ نے نماز فجر ایسے وقت پڑھنے کا حکم دیا۔ جبکہ تیر انداز اپنے تیر گرنے کی جگہ کا مشاہدہ کر سکے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب خوب روشنی پھیل جاوے۔

حدیث نمبر ۱۵:۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ من نور بالفجر نور اللہ فی قبرہ وقلبہ وقیل فی صلوتہ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے جو نماز فجر روشنی میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور اس کے دل میں روشنی کرے ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز میں روشنی کرے۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب الاوقات المستحبۃ للصلوات ج ۲ ص ۲۵۷ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۶ تا ۱۷:۔ طبرانی نے اوسط میں اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ لا تزال امتی علی الفطرۃ ما اسفر بصلوۃ الفجر۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت دین فطرت پر رہے گی۔ جب تک کہ نماز فجر اوجیالے میں پڑھے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب وقت صلاۃ الصبح ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۸ تا ۲۳:۔ طحاوی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے تھوڑے سے فرق سے حضرت سیار ابن سلامہ سے روایت کی۔

قال دخلت مع ابی علی ابی برزۃ یسئل لہ ابی عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ فقال کان ینصرف من صلوۃ الصبح والرجل یعرف وجہ جلیسہ وکان یقرء فیها بالستین الی المائۃ۔

ترجمہ: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، میرے والدان سے حضور ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نماز صبح سے اس وقت فارغ ہوتے تھے جب ہر شخص اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان لیتا تھا حالانکہ حضور انور ﷺ ساٹھ سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۸ رقم الحدیث ۴۶۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۸۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب کراهیۃ النوم قبل صلاۃ العشاء والحدیث بعدہا بجائز کر خبر مفسر ج ۱ ص ۱۷۸ رقم الحدیث ۳۴۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۴۵۲ رقم الحدیث ۱۹۷۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکرمہ)

حدیث نمبر ۲۴:۔ طحاوی شریف نے حضرت عبد الرحمٰن ابن یزید سے روایت کی۔

marfat.com

Marfat.com

قال کنا نصلی مع ابن مسعود فکان یسفر بصلوۃ الصبح۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے تھے آپ خوب اوجیالے میں نماز پڑھتے تھے۔

(طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۵:۔ بیہقی نے سنن کبری میں ابوعثمان نہدی سے روایت کی۔

قال صلیت خلف عمر الفجر فما سلم حتی ظن الرجال ذو والعقول ان الشمس طلعت فلما سلم قالوا یا امیر المومنین کادت الشمس تطلع قال فتکلم بشئی لم افهمه فقلت ای شئی قال قالوا لو اطلعت الشمس لم تجدنا غافلین۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے پیچھے نماز فجر پڑھی تو آپ نے نہ سلام پھیرا یہاں تک کہ عقل والے لوگوں نے سمجھا کہ سورج نکل آیا جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین سورج نکلنے ہی والا ہے آپ نے کچھ فرمایا جو میں نہ سمجھ سکا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا لوگوں نے بتایا کہ یہ فرمایا اگر سورج نکل آتا تو ہم کو غافل نہ پاتا۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ابواب الاوقات المستحبہ للصلوات ج ۲ ص ۲۵۶ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۲۶:۔ بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال صلی بنا ابوبکر صلوۃ الصبح فقراء آل عمران فقالوا کادت الشمس تطلع قال لو طلعت لم تجدنا غافلین۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی اس میں سورہ آل عمران پڑھی لوگوں نے کہا کہ سورج نکلنے کے قریب ہے آپ نے فرمایا کہ اگر نکل آتا تو ہم کو غافل نہ پاتا۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ابواب الاوقات المستحبہ للصلوات ج ۲ ص ۲۵۶ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۲۷ تا ۲۸:۔ طحاوی اور ملا خسرو محدث نے اپنی مسند میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حماد رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال ما اجتمع اصحاب رسول اللہ ﷺ علی شئی کاجتماعهم علی التنویر فی الفجر والتعجیل فی المغرب قال الطحاوی لا یصح ان یجتمعوا علی خلاف ما کان علیه رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ ہوئے جیسے نماز فجر کی روشنی اور نماز مغرب کی جلدی پر متفق ہوئے اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے خلاف عمل پر متفق ہو جاویں۔

(طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الرضوی صحیح البہاری ابواب الاوقات المستحبہ للصلوات ج ۲ ص ۲۵۷ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ خوب اوجیالے میں نماز فجر پڑھتے تھے حتیٰ کہ لوگوں کو سورج نکل آنے کا شبہ ہو جاتا تھا اور صحابہ کرام کا متفقہ عمل اس پر تھا کہ نماز فجر خوب روشنی میں پڑھی جاوے۔

حدیث نمبر ۲۹:۔ طحاوی شریف نے حضرت علی ابن ربیعہ سے روایت کی۔

قال سمعت علیا یقول یا قنبر اسفر اسفر۔

ترجمہ: فرماتے ہیں میں نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرماتے تھے۔ اے قنبر اوجیالا کرو اوجیالا کرو۔

(طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب اوجیالے میں نماز فجر پڑھتے تھے جیسا کہ اسفر دوبار فرمانے سے معلوم ہوتا ہے۔

ہم نے یہاں یہ انتیس حدیثیں بطور نمونہ پیش کیں۔ اگر زیادہ تحقیق مقصود ہو تو طحاوی شریف اور صحیح البہاری شریف کا مطالعہ فرماؤ۔

marfat.com

Marfat.com

بہر حال پتہ لگا کہ اوجیالے میں فجر پڑھنا سنت رسول اللہ سنت صحابہ اور صحابہ کرام کا اتفاقی عمل ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ فجر کی نماز اوجیالے میں پڑھی جاوے چندوجہ سے ایک یہ کہ فجر کے لغوی معنی ہیں اوجیالا اور روشنی لہٰذا نماز فجر اوجیالے میں پڑھنے سے کام نام کے مطابق ہوگا۔اور اندھیرے میں پڑھنا۔ نام کے مخالف ہے۔ دوسرے یہ کہ اوجیالے میں نماز پڑھنا زیادتی جماعت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اکثر مسلمان صبح کو دیر سے اٹھتے ہیں۔ اگر جلدی بھی اٹھیں تو اس وقت استنجا بعض کو غسل وضو کرنا۔ سنتیں پڑھنا ہوتا ہے بعض لوگ اس وقت سنتوں کے بعد استغفار اور کچھ اعمال اذکار کرتے ہیں۔ اول وقت فجر کی جماعت کر لینے میں بہت سے لوگ جماعت سے یا تکبیر اولی سے رہ جاتے ہیں۔ اوجیالے میں پڑھنے سے تمام نمازی بخوبی جماعت کی تکبیر اولی میں شرکت کر سکتے ہیں دیکھو نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو دراز قرأت سے اس لیے منع فرمادیا تھا کہ ان کے مقتدیوں پر بار ہوتی تھی۔ جس چیز سے جماعت گھٹ جاوے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے جو جماعت کی زیادتی کا سبب ہو وہ بہتر ہے اندھیرا جماعت کی کمی کا سبب ہے۔ اسفار جماعت کی زیادتی اور مسلمانوں کی آسانی کا ذریعہ لہٰذا اسفار بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ اندھیرے میں مسلمانوں کو مسجد میں آنا دشوار ہوگا۔ اوجیالے میں آسان چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اندھیرے میں عین نماز کی حالت میں شہید کیا گیا تو صحابہ کرام نے فجر میں بہت اوجیالا کرنے کا اہتمام کیا۔ دیکھو طحاوی شریف، صحیح البخاری اور ابن ماجہ وغیرہ۔

چوتھے یہ کہ نماز فجر کو چند امور میں نماز مغرب سے مناسبت ہے۔ مغرب رات کی پہلی نماز ہے فجر دن کی پہلی نماز۔ مغرب کاروبار بند ہونے کا وقت ہے فجر کاروبار کھلنے کا وقت مغرب نیند کا فجر بیداری کا پیش خیمہ ہے ہمیشہ وقت فجر وقت مغرب کے برابر ہوتا ہے یعنی جس زمانہ میں جتنا وقت مغرب کا ہوگا اتنا ہی فجر کا جب نماز فجر نماز مغرب کے مناسب ہوئی تو جیسے نماز مغرب اوجیالے میں پڑھنا افضل ہے ایسے ہی نماز فجر اوجیالے میں پڑھنا بہتر ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراض وجواب

تاخیر فجر پر اب تک وہابیوں غیر مقلدوں کی طرف سے جس قدر اعتراضات ہم کو معلوم ہو سکے وہ ہم تفصیل وار مع جواب عرض کرتے ہیں اگر بعد میں اور کوئی اعتراض معلوم ہوا۔ تو انشاء اللہ تیسرے ایڈیشن میں اس کا جواب بھی دے دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۱:۔ ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال یا علی ثلث لاتوخرها الصلوة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا۔

ترجمہ: کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ۔ نماز جب اس کا وقت آجاوے۔ جنازہ جب حاضر ہو۔ لڑکی کا نکاح جب اس کے لیے کفول جاوے۔

(سنن الترمذی ج ا ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز اسی ترمذی میں سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الوقت الاول من الصلوة رضوان اللہ والوقت الاخر عفو اللہ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ نماز کا اول وقت رب کی رضا وخوشنودی ہے اور نماز کا آخر وقت اللہ تعالیٰ کی معافی ہے۔

(سنن الترمذی ج ا ص ۳۲۱ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ا ص ۴۳۶ رقم الحدیث ۱۸۹۳ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

marfat.com

Marfat.com

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہر نماز اول وقت پڑھنی چاہیے۔ حنفی لوگ فجر دیر میں پڑھ کر رب تعالیٰ کی رضامندی سے محروم ہیں۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی نماز عشاء اور گرمیوں کی ظہر میں تاخیر مستحب وبہتر جانتے ہو تم بھی خدا کی خوشنودی سے محروم ہو جو تمہارا جواب ہے وہ ہی ہمارا۔

دوسرے یہ کہ ان حدیثوں میں اول وقت سے وقت مستحب کا اول مراد ہے نہ کہ مطلق وقت کا اول یعنی جب نماز کا مستحب وقت شروع ہو جائے تب دیر نہ لگاؤ۔ نماز فجر میں روشنی ہی اول وقت ہے جیسے نماز عشاء کے لئے انتہائی رات اول وقت ہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ مسلم وبخاری اور تمام محدثین نے روایت کی کہ حضور ﷺ ہمیشہ نماز فجر غلس یعنی اندھیرے میں پڑھتے تھے لہذا حنفیوں کا دیر سے فجر پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک یہ کہ غلس کے معنی ہیں اندھیرا خواہ وقت کے اعتبار سے اندھیرا ہو یا مسجد کا اندھیرا حضور ﷺ نماز فجر روشنی میں ہی پڑھتے تھے۔ مگر مسجد میں اندھیرا ہوتا تھا۔ کیونکہ مسجد نبوی شریف بہت گہری بنی ہوئی تھی۔ چھت میں روشندان وغیرہ نہ تھے اب بھی اگر مسجد میں روشندان نہ ہوں تو اندر بہت اندھیرا رہے کیونکہ بہت گہری بنی ہوئی ہے۔ صحن دور ہے اس صورت میں یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے۔ دوسرے یہ کہ اگر غلس سے صبح کا اندھیرا ہی مراد ہو تو یہ حضور ﷺ کا فعل شریف ہے۔ اور قول شریف وہ ہے جو ہم پہلی فصل میں بتا چکے ہیں یعنی حضور ﷺ نے اندھیرے میں فجر پڑھی مگر ہم کو اوجیالے میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب حدیث قولی وفعلی میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قولی کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعلی حدیث میں خصوصیت کا احتمال ہے دیکھو سرکار ﷺ نے خود نو بیویاں نکاح میں رکھیں۔ مگر ہم کو چار بیویوں کی اجازت دی۔ ہم حکم پر عمل کر کے صرف چار بیویاں رکھ سکتے ہیں آپ کے فعل پر عمل نہ کریں گے۔ یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ قول عمل پر راجح ہے۔

تیسرے یہ کہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے کہ عام صحابہ کرام اوجیالے میں فجر پڑھتے تھے، حالانکہ انہوں نے حضور ﷺ کا یہ عمل شریف دیکھا تھا معلوم ہوا کہ حدیث قولی کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتے تھے۔ دوسری حدیث کو لائق عمل نہ سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ نماز فجر کا اندھیرے میں ہونا قیاس شرعی کے خلاف ہے اوجیالے میں ہونا قیاس کے مطابق لہذا اوجیالے والی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ جب احادیث میں تعارض ہو تو اس حدیث کو ترجیح ہوتی ہے جو مطابق قیاس ہو۔

دیکھو ایک حدیث میں ہے۔ الوضوء مما مسته النار (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴۹ رقم الحدیث ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت) آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو واجب ہوتا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھانا کھا کر نماز پڑھ لی وضو نہ کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۳۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) پہلی حدیث خلاف قیاس ہے۔ دوسری مطابق قیاس لہذا دوسری حدیث کو ترجیح ہوئی پہلی حدیث کی تاویل کی گئی کہ وہاں وضو سے مراد کھانا کھا کر ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے ایسے ہی یہاں تاویل کی جاوے کہ غلس سے مراد مسجد کا اندھیرا ہے نہ کہ وقت کا بہر حال ترجیح روشنی کی حدیث کو ہے۔

ہمارا اعلان ہے کہ کوئی وہابی صاحب ایسی مرفوع حدیث پیش کریں جس میں فجر اندھیرے میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ جیسے کہ ہم نے اوجیالے میں فجر پڑھنے کی ایک دو نہیں بہت احادیث پیش کر دیں جن میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

پانچویں یہ کہ اندھیرے کی تمام احادیث بیان جواز کے لئے ہیں اور اوجیالے کی تمام احادیث بیان استحباب کے لئے لہذا دونوں حدیثیں موافق ہیں مخالف نہیں یعنی اندھیرے میں فجر پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر عمل فرمایا اور اوجیالے

marfat.com

Marfat.com

میں فجر پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے اس کا حکم دیا۔

اعتراض نمبر ۳:۔ مسلم و بخاری نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

قالت کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصبح فتنصرف النساء متلففات بمر وطھن مایعرفن من الغلس۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز صبح سے ایسے وقت فارغ ہوتے تھے کہ عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی مسجد سے واپس ہوتیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

(صحیح مسلم ج اص ۴۴۶ رقم الحدیث ۶۴۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نماز فجر اتنی جلدی شروع کرنا سنت ہے کہ جب ساٹھ یا سو آیتیں پڑھ کر نماز سے فارغ ہو تو کوئی نمازی اندھیرے کی وجہ سے پہچانا نہ جاسکے حنفی اتنا اوجیالا کر کے فجر پڑھتے ہیں کہ شروع نماز کے وقت ہی لوگ پہچانے جاتے ہیں ان کا یہ عمل سنت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس کے جوابات اعتراض نمبر ۲ کے جواب میں گزر چکے کہ یا تو یہ مسجد کا اندھیرا ہوتا تھا نہ کہ وقت یا اس عمل شریف پر حضور علیہ السلام کے فرمان اور حکم کو ترجیح ہے وغیرہ یہاں ایک جواب اور بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ شریف میں عورتوں کو جماعت نماز میں حاضری کا حکم تھا ان کے لحاظ سے نماز فجر جلدی پڑھی جاتی تھی، کہ وہ بیویاں پردہ سے گھر چلی جاویں پھر عہد فاروقی میں عورتوں کو مسجد سے روک دیا گیا تو یہ رعایت بھی ختم ہوگئی عورتوں کو جماعت سے روکنے کی پوری تحقیق اور اس کی وجہ ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو۔

اعتراض نمبر ۴:۔ ترمذی شریف نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت ما صلی رسول اللہ ﷺ صلوۃ لوقتھا الاخر مرتین حتی قبضہ اللہ۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ نے دو دفعہ بھی کوئی نماز آخر وقت میں نہ پڑھی۔ یہاں تک کہ رب نے آپ کو وفات دی۔

(سنن الترمذی ج اص ۳۲۸ رقم الحدیث ۱۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نمازیں خصوصاً نماز فجر اول وقت پڑھنا حضور علیہ السلام کی دائمی سنت ہے یہ حکم منسوخ نہ ہوا حضور علیہ السلام نے آخر حیات شریف تک اس پر عمل کیا افسوس کہ حنفی ایسی دائمی سنت سے محروم ہیں جو حضور علیہ السلام نے ہمیشہ کی۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح بھی نہیں اور اس کی اسناد متصل بھی نہیں کیونکہ اس حدیث کو اسحاق ابن عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور اسحاق ابن عمر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کبھی ملاقات نہ کی، لہٰذا درمیان میں راوی رہ گیا ہے اس لئے امام ترمذی نے اس حدیث کے ساتھ فرمایا۔

قال ابو عیسی ھذا حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل۔

ترجمہ: ابوعیسیٰ نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں۔

(سنن الترمذی ج اص ۳۲۸ رقم الحدیث ۱۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس کے حاشیہ میں ہے۔

لانہ لم یثبت ملاقاۃ اسحق مع عائشۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

ترجمہ: کیونکہ اسحاق کی ملاقات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہ ہوئی۔

(حاشیہ ترمذی ج اص ۲۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)

لہٰذا یہ حدیث قابل عمل نہیں افسوس ہے کہ وہابی ہم سے تو بالکل صحیح اور ٹکسالی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود ایسی ضعیف اور ناقابل

marfat.com
Marfat.com

عمل حدیثیں پیش کر دینے میں تامل نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ نے بہت دفعہ نمازیں آخر وقت پڑھیں ہیں جب حضرت جبریل علیہ السلام نماز کے اوقات عرض کرنے آئے تو انہوں نے دو دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمازیں پڑھائیں پہلے دن تمام نمازیں اول وقت میں دوسرے دن آخر وقت میں ایک دفعہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نماز کے اوقات پوچھے تو آپ نے اسے دو دن اپنے پاس ٹھہرایا ایک دن نمازیں اول وقت میں پڑھائیں دوسرے دن آخر وقت تعریس کی رات میں حضور علیہ السلام نے فجر کی نماز قضا پڑھی غزوہ خندق میں حضور علیہ السلام نے کئی نمازیں قضا کر کے پڑھیں عام طور پر سفر میں حضور علیہ السلام نماز ظہر آخر وقت اور عصر اول وقت پڑھتے تھے ایسے ہی مغرب آخر وقت عشاء اول وقت پڑھتے تھے ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز فجر کے لئے بالکل آخر وقت تشریف لائے اور بہت جلد فجر پڑھائی بعد میں فرمایا کہ آج ہم ایک خواب دیکھ رہے تھے کہ رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ اقدس پر رکھا۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

غرضیکہ حضور علیہ السلام نے بارہا نمازیں آخر وقت میں پڑھیں اور اس حدیث میں ہے کہ آپ نے کوئی نماز آخر وقت میں دوبارہ بھی نہ پڑھی لہٰذا یہ روایت نا قابل عمل ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، پھر تم نماز عشاء آخر وقت یعنی تہائی رات گئے پڑھنا مستحب کیوں کہتے ہو اور گرمیوں میں ظہر آخر وقت میں مستحب کیوں بتاتے ہو۔ جو جواب تمہارا ہے وہ ہی جواب ہمارا۔

اعتراض نمبر ۵:۔ تم نے جو حدیث پیش کی تھی کہ فجر کو اوجیالے میں پڑھو اس میں اوجیالے سے مراد صبح صادق کی وہ روشنی ہے جس سے وقت فجر آ جانا یقینی ہو جاوے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز فجر شک کی حالت میں نہ پڑھو بلکہ جب یقین ہو جاوے کہ وقت ہو گیا تب پڑھو وہاں اسفاق سے وہ روشنی مراد نہیں جو حنفیوں نے سمجھی یعنی خوب اوجیالا بہت سے محدثین نے اس حدیث کا یہ ہی مطلب بیان کیا۔

جواب:۔ ہرگز نہیں کیونکہ اتنا اوجیالا کرنا تو فرض ہے شک کی حالت میں نماز فجر پڑھنا جائز ہی نہیں اور یہاں فرمایا گیا کہ اس اوجیالے کا ثواب زیادہ ہے یعنی یہ اوجیالا مستحب ہے نہ کہ فرض۔ لہٰذا اس اجیالے سے مراد وہ ہی روشنی صبح ہے جس میں فجر پڑھنا مستحب ہے اور جو ہم نے معنے کئے۔ وہ ہی درست ہیں۔ حدیث سمجھنے کے لئے تفقہ ضروری ہے۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

انیسواں باب

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو

وقت ظہر سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے نصف النہار کے سایہ کے علاوہ دوگنا ہو جاوے۔ سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھنا اور گرمیوں میں کچھ دیر سے پڑھنا کہ دوپہر کی تیزی جاتی رہے کچھ ٹھنڈک ہو جاوے سنت ہے مگر غیر مقلد وہابی نماز ظہر چلچلاتی دوپہر میں ہی پڑھ لیتے ہیں اور ایک مثل سایہ کے بعد عصر پڑھ لیتے ہیں طرح طرح حنفیوں کو بہکاتے ہیں کہ تمہارا مذہب حدیث کے خلاف ہے اس لئے اس باب کی بھی دو فصلیں کی جاتی ہیں، پہلی فصل میں اس کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات مع جوابات، حنفیوں کو چاہیے کہ اپنے دلائل اور وہابیوں کے جوابات یاد رکھیں۔

پہلی فصل ...... ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو

سردیوں میں چونکہ دوپہر ٹھنڈی ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں سورج ڈھلتے ہی ظہر پڑھنی سنت ہے لیکن گرمیوں میں دیر سے پڑھنی سنت جبکہ ٹھنڈک ہو جاوے اور دوپہر کا جوش کم ہو جاوے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۵:۔ بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اشتد الحرفا بردوا بالصلوۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب گرمی تیز ہو تو نماز ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(صحیح البخاری باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحرج ۱ص ۱۹۸ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۱ص ۴۳۲ رقم الحدیث ۶۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ص ۲۹۵۔۲۹۶ رقم الحدیث ۱۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ص ۲۲۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۲۸۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی باب تاخیر الظہر فی شدۃ الحرج ۱ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۱۸۹۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یستحب ان یصلی صلاۃ الظہر فیہ ج ۱ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمبر ۶ تا ۱۰:۔ ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم بخاری، نسائی بیہقی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ اختلاف کے ساتھ روایت کی۔

ان النبی ﷺ قال شدۃ الحرمن فیح جہنم فابردوا بالظہر واشتکت النار الی ربہا فقالت رب اکل بعضی بعضافاذن لہا بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف الخ۔

ترجمہ: فرمایا نبی ﷺ نے گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے لہٰذا ظہر ٹھنڈی کرو آگ نے رب کی بارگاہ میں شکایت کی عرض کیا کہ مولا میرے بعض نے بعض کو کھا ڈالا تو رب نے اس کے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس سردی میں ایک سانس گرمی میں۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۱ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۱۹۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۲۸۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۱ص ۴۳۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الام للشافعی ج ۱ص ۷۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۱:۔ نسائی شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کان الحرابرد بالصلوۃ واذا کان البرد عجل۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جب گرمی زیادہ ہوتی تھی تو حضور ﷺ ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے اور جب سردی ہوتی تھی تو جلد پڑھ لیتے تھے۔

(سنن نسائی ج ۱ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۴۹۹ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گرمیوں میں ظہر جلد پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۲ تا ۱۹:۔ بخاری، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابوداؤد طیالسی، طحاوی، ابوعوانہ بیہقی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فاراد الموذن ان یوذن للظهر فقال النبی ﷺ ابرد ثم اراد ان یوذن فقال ابرد حتی راینا فیئی التلول فقال النبی ﷺ ان شدة الحرمین فیح جهنم فاذا شتد الحرفابردوها بالصلوة قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور انور ﷺ کے ساتھ تھے موذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا کرو پھر انہوں نے اذان کا قصد کیا تو فرمایا ٹھنڈا کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا تو فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے۔ پس جب گرمی تیز ہو تو نماز ٹھنڈی کیا کرو، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن وصحیح ہے۔

(صحیح البخاری باب الابراد بالظهر فی شدة الحرج ا ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۵۱۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۴۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح مسلم ج ا ص ۴۳۱ رقم الحدیث ۶۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی ج ا ص ۲۹۶۔۲۹۷ رقم الحدیث ۱۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۶۰ رقم الحدیث ۴۴۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۲۸۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی ج ا ص ۴۳۸ رقم الحدیث ۱۹۰۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰:۔ طحاوی شریف نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه رای النبی ﷺ یعجلها فی الشتاء ویوخرها فی الصیف۔

ترجمہ: انہوں نے دیکھا نبی کریم ﷺ کو ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں دیر سے پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یستحب ان یصلی صلاۃ الظهر فیہ ج ا ص ۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے متعلق اور بھی بہت سی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں، مگر اختصاراً انہی بیس حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں اگر تفصیل دیکھنی ہو تو صحیح البہاری طحاوی وغیرہ کا مطالعہ فرماؤ۔ خیال رہے کہ نماز جمعہ کا وقت بھی ظہر کی طرح ہے۔ کہ گرمیوں میں ٹھنڈک کر کے پڑھی جاوے بعض لوگ سخت گرمی میں بھی جمعہ کی نماز بالکل اول وقت پڑھ لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے غیر مقلد وہابی تو زوال سے پہلے بھی نماز جمعہ پڑھ لینے سے گریز نہیں کرتے۔ بخاری شریف نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال کان النبی ﷺ اذا اشتد البرد بکر بالصلوة واذا اشتد الحرا برد بالصلوة یعنی الجمعة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جب سخت ٹھنڈک ہوتی تو حضور ﷺ نماز جلد پڑھتے تھے اور جب گرمی تیز ہوتی تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے یعنی نماز جمعہ۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب اذا اشتد الحر یوم الجمعۃ ج ا ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

غرضیکہ نماز جمعہ نماز ظہر کی طرح سردیوں میں جلد اور گرمیوں میں کچھ دیر کر کے گرمی کی تیزی ٹوٹ جانے پر پڑھنی چاہیے۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہی ہے کہ نماز ظہر گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے پڑھنا چاہیے کہ تیز گرمی میں ظہر پڑھنا مسلمانوں کی تکلیف کا باعث ہے، اس سے جماعت گھٹ جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ گرمیوں میں عام کاروباری لوگ دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ یعنی دوپہر میں آرام کرتے ہیں اور دوپہر کی تپش گھر میں گزارنا چاہتے ہیں اگر اس حالت میں نماز ظہر پڑھی جاوے تو وہ لوگ سنت قیلولہ سے بھی محروم رہیں گے اور ان پر اس وقت مسجد کی حاضری گراں بھی پڑے گی ایسے موقع پر شریعت مطہرہ آسانی کر دیتی ہے۔

نتیجہ:۔ مذکورہ بالا احادیث شریفہ اور دلیل عقل سے معلوم ہوا کہ نماز ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل سایہ سے شروع ہوتا ہے اس کی چند دلیلیں ہیں۔

ایک یہ کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے اور ظاہر ہے کہ تمام جگہ

marfat.com

Marfat.com

خصوصاً ملک عرب میں ایک مثل سایہ کے بعد دوپہر کی تپش ٹوٹتی ہے ایک مثل تک سخت بھڑک رہتی ہے۔ اگر ایک مثل پر وقت ظہر نکل جاوے تو یہ احادیث غلط ہوں گی۔

دوسرے یہ کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ نے اس وقت نماز ظہر پڑھی۔ جب ٹیلوں کا سایہ نمودار ہو گیا ایک مثل سایہ کے وقت ٹیلے کا سایہ نمودار نہیں ہوتا۔ کیونکہ پھیلاوے کی وجہ سے اس کا سایہ ایک مثل کے بعد ظاہر ہو سکتا ہے اگر ایک مثل پر وقت ظہر نکل جاوے تو یہ حدیث بھی غلط ہوگی۔

تیسرے یہ کہ نماز عصر کا وقت ہمیشہ ظہر کے وقت سے کم ہونا چاہئے۔ اگر ایک مثل پر وقت عصر ہو جایا کرے تو ظہر کے برابر بلکہ کبھی ظہر سے بڑھ جاوے گا یہ قانون شرعی کے خلاف ہے کیونکہ بخاری شریف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مرفوع نقل فرمائی کہ حضور انور ﷺ نے اپنی امت کی مثال یہود و نصاریٰ کے مقابل اس طرح دی کہ کوئی شخص کسی مزدور کو صبح سے دوپہر تک ایک قیراط پر رکھے دوسرے کو دوپہر سے نماز عصر تک ایک قیراط پر رکھے تیسرے کو نماز عصر سے سورج ڈوبنے تک دو قیراط اجرت پر رکھے پہلے مزدور یہود ہیں دوسرے مزدور نصاریٰ اور تیسرے مزدور مسلمان کہ ان کے عمل کا وقت تھوڑا مزدوری دوگنی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

الا فانتم الذین یعملون من صلوۃ العصر الی مغرب الشمس الا لکم الاجر مرتین۔

ترجمہ: خبردار ہو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو نماز عصر سے سورج ڈوبے تک کام کرتے ہو تمہاری مزدوری دوگنی ہے۔

(سنن الترمذی ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۸۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح البخاری باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۵۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۱۸۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۱۰ رقم الحدیث ۶۶۳۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اگر عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا تو ظہر کے برابر بلکہ کبھی اس سے زیادہ ہوتا اس صورت میں مسلمانوں کی یہ مثال بیان نہ فرمائی جاتی۔ لہذا نماز عصر کا وقت ظہر سے کم ہونا چاہئے یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب وہ دو مثل سایہ سے شروع ہو اگر ایک مثل پر عصر شروع ہو جاوے تو بخاری شریف کی یہ حدیث بھی غلط ہو جاتی ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ عصر دو مثل پر شروع ہو جاتی ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر غیر مقلد وہابیوں کے بعض اعتراضات تو وہ ہیں۔ جن کے جوابات ہم اس سے پہلے باب میں دے چکے ہیں جیسے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے یا جیسے تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ نماز، توبہ، لڑکی کے نکاح بعض اعتراضات ان کے علاوہ ہیں، ہم وہ اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ ابوداؤد، ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک دراز حدیث روایت کی جس میں ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے دو دن نماز پڑھائی، ایک دن ہر نماز اول وقت پڑھی دوسرے دن ہر نماز آخر وقت میں اس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

وصلی بی العصر حین صار ظل کل شئی مثلہ۔

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے پہلے دن عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد باب فی المواقیت ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۸ رقم الحدیث ۳۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۷۸۔ ۲۷۹ رقم الحدیث ۱۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ پر شروع ہو جاتا ہے اور ظہر کا وقت اس سے پہلے نکل جاتا ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اسی حدیث میں اس جگہ یہ بھی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فلما کان الغد صلی بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ۔

ترجمہ: جب دوسرا دن ہوا تو مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز ظہر پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد باب فی المواقیت ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۸ رقم الحدیث ۳۹۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۷۸۔ ۲۷۹ رقم الحدیث ۱۴۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فرمایئے پہلے دن ایک سایہ پر نماز عصر پڑھائی اور دوسرے دن خاص اس ہی وقت نماز ظہر پڑھائی حالانکہ وقت عصر ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اگر ایک مثل سایہ پر وقت عصر داخل ہو جاتا ہے تو دوسرے دن اسی وقت نماز ظہر کیوں پڑھائی گئی دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اسی جگہ یہ الفاظ ہیں۔

وصلی بی العصر حین کان ظلہ مثلیہ۔

ترجمہ: اور دوسرے دن مجھے نماز عصر جب پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا۔

(سنن ابوداؤد باب فی المواقیت ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۸ رقم الحدیث ۳۹۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۷۸۔ ۲۷۹ رقم الحدیث ۱۴۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر کا آخری وقت دو مثل سایہ ہے۔ حالانکہ آخری وقت سورج کا غروب تیسرے یہ کہ اس حدیث میں اول دن کی نماز عصر میں صرف ایک مثل سایہ کا ذکر ہے اور دوسرے دن کے آخر عصر میں دو مثل سایہ کا ذکر ہے اصل سایہ کا جو دوپہر کے وقت ہوتا ہے بالکل ذکر نہیں حالانکہ تم بھی کہتے ہو کہ ایک مثل یا دو مثل اصل سایہ کے علاوہ ہونا چاہئے تو جو تمہارا جواب ہے وہ ہمارا۔

چوتھے یہ کہ اس حدیث میں تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کو ایک مثل سایہ پر نماز عصر پڑھا دی گئی اور جو حدیثیں ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں ان میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کر کے اور ٹیلے کا سایہ پڑ جانے پر ادا فرمائی جو ایک مثل کے بعد ہوتا ہے تو حدیثیں آپس میں متعارض ہوئیں لہٰذا ہماری پیش کردہ حدیثوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ وہ قیاس شرعی کے مطابق ہیں اور یہ حدیث قابل عمل نہیں کیونکہ قیاس شرعی کے خلاف ہے تعارض کے وقت حدیث کو قیاس سے ترجیح ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا یہ عمل پہلے واقع ہوا کیونکہ شب معراج کو صبح کو جب کہ نماز فرض ہی ہوئی تھی اور حضور ﷺ کا عمل جو ہم ثابت کر چکے ہیں یعنی ٹھنڈک میں نماز پڑھنا بعد کا عمل ہے لہٰذا تمہاری پیش کردہ حدیث منسوخ ہے ہماری پیش کردہ احادیث اس کی ناسخ اس لئے یہ حدیث قابل عمل نہیں۔

چھٹے یہ کہ شرعی قاعدہ ہے کہ یقینی چیز شک سے زائل نہیں ہو سکتی یقین کو یقین ہی دفعہ کر سکتا ہے اس قاعدہ پر صدہا مسائل نکالے گئے ہیں سورج ڈھلنے سے وقت ظہر یقیناً آ گیا اور ایک مثل سایہ پر اس وقت کا نکلنا مشکوک ہے تو اس شک سے وقت ظہر نہ نکلے گا۔ اور وقت عصر داخل نہ ہوگا۔ دو مثل پر ظہر کا نکل جانا یقینی ہے۔ لہٰذا یہی حکم قابل عمل ہے نہ کہ تمہارا قول۔

اعتراض نمبر ۲:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ نماز ظہر اتنی جلدی پڑھتے تھے کہ فرش بہت گرم ہوتا تھا۔ ہم اس پر سجدہ نہ کر سکتے تھے اسی لئے سجدے کی جگہ کپڑا یا ٹھنڈی بجری رکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ نماز ظہر گرمیوں میں بھی اول وقت پڑھنی چاہئے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہے جن میں گرمیوں کی ظہر کی تاخیر کرنے ٹھنڈی کرنے کا حکم ہے اور وہ حدیثیں قیاس شرعی کے مطابق لہٰذا وہ ہی قابل عمل ہیں۔ یہ حدیث نا قابل عمل یا منسوخ ہے۔

دوسرے یہ کہ فرش کی گرمی خصوصاً ملک عرب میں بہت دیر تک یعنی ایک مثل سایہ کے بعد تک رہتی ہے یہ گرمی پہلے کی ہوتی تھی۔ وقت ٹھنڈا ہو چکا تھا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے بالکل خلاف نہیں۔ جن میں ٹھنڈک کا حکم ہے جہاں تک ہو سکے احادیث میں مطابقت کی جاوے۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض نمبر ۳:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ عصر اتنی جلدی پڑھتے تھے کہ بعد نماز عصر اونٹ ذبح کر کے بوٹیاں بنا کر بھون کر آفتاب ڈوبنے سے پہلے کھا لیتے تھے اور ہم میں بعض لوگ نماز عصر کے بعد تین میل مسافت طے کر کے اپنے گھر پہنچ جاتے تھے اور ابھی سورج چمکتا ہوتا تھا۔ جیسا کہ مسلم شریف وغیرہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز دو مثل سے پہلے پڑھی جاتی تھی کیونکہ دو مثل کے بعد اتنا وقت نہیں بچتا کہ یہ کام کئے جاویں۔ (عام وہابی)۔

جواب:۔ یہ تمام حدیثیں درست ہیں مگر آپ کا یہ مذکورہ نتیجہ نکالنا غلط دو مثل کے بعد عصر پڑھ کر تین میل فاصلہ بخوبی طے ہو سکتا ہے اہل عرب بہت تیز رفتار ہیں ہمارے ہاں بھی بعض لوگ دس منٹ میں ایک میل چل لیتے ہیں۔ تین میل آدھ گھنٹے میں چلے جاتے ہیں عصر کا وقت بعض زمانہ میں دو گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی اونٹ کا ذبح کر لینا اور بھون کر کھا لینا۔ غروب آفتاب سے پہلے ہو سکتا ہے۔ اہل عرب ذبح اور گوشت صاف کرنے پکانے میں بہت ہی پھرتیلے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ ہے۔

اعتراض نمبر ۴:۔ مسلم بخاری میں حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال ما کنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعة۔

ترجمہ: ہم صحابہ نہ قیلولہ کرتے تھے نہ ناشتہ کھاتے تھے مگر جمعہ کے بعد۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب القائلۃ بعد الجمعۃ ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۸۹۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز سخت گرمی میں بھی بہت جلد پڑھنی چاہئے کہ دوپہر کا آرام بلکہ صبح کا ناشتہ بھی بعد نماز کیا جاوے پھر تم کیسے کہتے ہو کہ گرمیوں میں جمعہ ٹھنڈا کر کے پڑھو۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث ظاہری معنی سے تمہارے خلاف ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ نماز جمعہ ناشتہ اور قیلولہ یعنی دوپہر کے آرام سے پہلے پڑھی جاوے تو چاہئے کہ فجر کے بعد فوراً جمعہ پڑھ لیا جاوے کیونکہ ناشتہ تو بالکل سویرے ہوتا ہے تم بھی اتنی جلدی جمعہ پڑھ لینے کے قائل نہیں۔

دوسرے یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم جمعہ کی تیاری کی وجہ سے نماز سے پہلے نہ ناشتہ کرتے تھے نہ دوپہر کا آرام بعد نماز یہ سب کچھ کرتے تھے یعنی نماز کی وجہ سے ناشتہ اور آرام پیچھے کر دیتے تھے نہ کہ ناشتہ اور آرام کی وجہ سے جمعہ پہلے پڑھ لیتے تھے جیسا کہ تم سمجھے۔

تیسرے یہ کہ اس حدیث میں سردیوں کے جمعہ کا ذکر ہے کہ اس زمانہ میں دن چھوٹا ہوتا ہے دوپہر میں گرمی نہیں ہوتی اس لئے سورج ڈھلتے ہی جمعہ پڑھ لیتے تھے دوپہر کا کھانا اور آرام بعد جمعہ کرتے تھے اب بھی مدینہ والے ایسا ہی کرتے ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یصلی الجمعة حین تزول الشمس۔

ترجمہ: حضور ﷺ آفتاب ڈھلنے کے بعد جمعہ پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس ج ۱ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۸۶۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابو داؤد باب فی وقت الجمعۃ ج ۱ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۱۰۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب ما جاء فی وقت الجمعۃ ج ۲ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۵۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہذا اس مذکورہ حدیث کے معنی یہ نہیں کہ نماز جمعہ سورج ڈھلنے سے پہلے پڑھ لی جاتی تھی چونکہ نماز جمعہ نماز ظہر کی نائب ہے لہذا ظہر کے وقت میں ہی ادا ہوگی اور گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے سردیوں میں سورج ڈھلتے ہی پڑھی جاوے گی ظہر کی طرح اب احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

بیسواں باب

اذان و تکبیر کے الفاظ

شریعت میں اذان واقامت کے (تکبیر) الفاظ اور احکام تقریباً یکساں ہیں جو الفاظ اذان کے ہیں وہ ہی تکبیر کے صرف حی علی الفلاح کے بعد قدقامت الصلوٰۃ دوبار زیادہ ہے ترجیع نہ اذان میں ہے نہ اقامت میں، اذان کے کل پندرہ کلمے ہیں، اور اقامت کے سترہ کلمے جیسا کہ عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے۔ مگر غیر مقلد وہابیوں کی اذان بھی اس اذان سے علیحدہ ہے اور اقامت بھی اس اقامت کے سوا ہے وہ اذان کی دونوں شہادتوں کو دو دو بار کے بجائے چار چار بار کہتے ہیں اولاً دو بار آہستہ پھر بلند آواز سے اسے ترجیع کہتے ہیں یعنی پہلے اشهد ان لآاله الا الله آہستہ کہتے ہیں پھر چیخ کر ایسے ہی اشهد ان محمد رسول الله کو اس حساب سے ان کے نزدیک اذان کے کلمات پندرہ کے بجائے انیس ہیں اور اقامت (تکبیر) کے کلمات ایک ایک بار کہتے ہیں اس طرح کہ دونوں شہادتیں اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح ایک ایک بار ان کے نزدیک اقامت کے کلمات بجائے سترہ کے تیرہ ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی اذان واقامت وہ ہی ہے جو ہم کہتے ہیں۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس وجہ سے لعن طعن کرتے ہیں اور اس ذات کریم کو گالیاں دیتے ہیں پہلی فصل میں اس مروجہ اسلامی اذان کا ثبوت دوسری فصل میں اس پر اعتراضات مع جوابات اللہ رسول قبول فرمادے۔

پہلی فصل......موجودہ اذان واقامت کا ثبوت

حق یہ ہے کہ اذان اقامت کے کلمات دو دو ہیں نہ اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت (تکبیر) کے کلمات ایک ایک پہلی تکبیر چار بار آخر میں کلمہ لا الہ الا اللہ ایک بار باقی تمام الفاظ دو دو دلائل حسب ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۶:۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن خزیمہ، ابن حبان۔ بیہقی۔ دارقطنی نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

انه قال كان الاذان على عهد رسول الله ﷺ مرتين مرتين والاقامة مرة مرة غير انه يقول قدقامت الصلوة الخ۔

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور تکبیر ایک ایک بار اس کے سواء کے تکبیر میں قدقامت الصلوٰۃ بھی کہتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۳۷۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۱ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الدارقطنی ج ۱ص ۲۳۹ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (سنن النسائی باب تثنیۃ الاذان ج ۲ص ۳ رقم الحدیث ۶۲۸ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)،، (صحیح ابن حبان ج ۴ص ۵۷۰ رقم الحدیث ۱۶۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب تثنیۃ قولہ قدقامت الصلوٰۃ وافراد ماقبلہا ج ۱ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۳ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (مشکوۃ المصابیح باب الاذان الفصل الاول ص ۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث کے متعلق ابن جوزی جیسے ناقد فرماتے ہیں۔

هذا اسناد صحيح سعيد المقبري وثقه ابن حبان وغيره۔

ترجمہ: یہ اسناد صحیح ہے۔ سعید المقبری کی ابن حبان نے توثیق کی۔

(جامع الرضوی صحیح البھاری باب لاترجیع فی الاذان ج ۲ص ۲۷۹ طبع سن ۱۹۹۲ء)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ورنہ اذان کے کلمات دو دو نہ ہوتے شہادتیں چار چار بار ہوتیں اقامت کے ایک

marfat.com

Marfat.com

بار ہونے کا جواب دوسری فصل میں عرض کیا جاوے گا۔

حدیث نمبر ۷:۔ طبرانی نے معجم اوسط ابو محذورہ موذن رسول اللہ ﷺ کے پوتے حضرت ابراہیم ابن اسماعیل ابن عبدالملک ابن ابی محذورہ سے روایت کی۔

قال سمعت جدی عبدالملك ابن ابی محذورة يقول انه سمع اباه محذوره يقول القى على رسول الله ﷺ الاذان حرفا حرفا الله اكبر الله اكبر الى اخره ولم يذكر فيه ترجيعاً۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک ابن ابی محذورہ کو فرماتے سنا کہ انہوں نے اپنے والد ابو محذورہ کو فرماتے سنا کہ حضور انور ﷺ نے مجھے اذان کا ایک ایک لفظ بتایا اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک اس میں ترجیع کا ذکر نہ فرمایا۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری باب لا ترجیع فی الاذان ج ۲ ص ۷۹ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیع کا حکم حضور ﷺ نے نہ دیا لہٰذا ترجیع سنت کے خلاف ہے۔

حدیث نمبر ۸،۹:۔ ابن ابی شیبہ ترمذی نے حضرت ابن ابی لیلیٰ تابعی سے کچھ اختلاف الفاظ سے روایت کی۔

قال كان عبدالله ابن زيد الانصارى موذن رسول الله ﷺ يشفع الاذان والاقامة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید انصاری حضور ﷺ کے مؤذن اذان اور تکبیر دو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۲۱۳۹ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۲۷۱ رقم الحدیث ۱۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان میں ترجیع نہیں دوسرے یہ کہ اقامت یعنی تکبیر کے کلمات دو دو بار کہے جاویں نہ ایک ایک بار۔

حدیث نمبر ۱۰:۔ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

انه كان يقول الاذان مثنى مثنى والاقامة مثنى مثنى ومر برجل يقيم مرة مرة فقال اجعلها مثنى مثنى لا ام لك۔

ترجمہ: آپ فرماتے تھے کہ اذان بھی دو دو بار ہے تکبیر بھی دو دو بار اور آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک شخص پر گزرے جو اقامت ایک ایک بار کہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا اسے دو دو بار کر تیری ماں نہ رہے۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری باب الاقامۃ مثل الاذان مثنیٰ مثنیٰ ج ۲ ص ۲۸۱ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۷ رقم الحدیث ۲۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۱:۔ ابوداؤد شریف نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں عبداللہ ابن زید انصاری کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جو انہوں نے اذان کے متعلق دیکھا تھا انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں نے فرشتے کو خواب میں دیکھا جس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر اللہ اکبر اشهد ان لا اله الا الله الخ کہا پھر کچھ ٹھہر کر اذان کی طرح تکبیر بھی کہی الخ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

قال فقال رسول الله ﷺ لقنها بلالاً فاذن بها۔

ترجمہ: اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تلقین کرو پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان انہی کلمات سے دی۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۵۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ تو خواب والے فرشتے نے اذان میں ترجیع کی تعلیم دی نہ اسلام کی پہلی اذان میں ترجیع تھی۔ جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی موجودگی میں عبداللہ ابن زید کی تعلیم سے کہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت بھی اذان کی طرح دو دو بار ہے۔ لیکن اس میں قد قامت الصلوٰۃ بھی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۲'۱۳:۔ ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ ان عبداللہ ابن زید الانصاری جاء الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ ﷺ رایت فی المنام کان رجلا قام و علیہ بردان اخضران فقام علی حائط فاذن مثنی مثنی واقام مثنی مثنی۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور ﷺ کے بہت صحابہ نے خبر دی کہ عبداللہ ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے ایک مرد کھڑا ہوا اس پر دو سبز کپڑے ہیں۔ پس وہ دیوار پر کھڑا ہوا اور اذان بھی دو دو بار دی تکبیر بھی دو دو بار کہی۔

(سنن الکبری للبیہقی باب ماروی فی تثنیۃ الاذان والاقامۃ ج ۱ص ۴۲۰ رقم الحدیث ۱۸۲۹ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

خیال رہے کہ اذان کی تعلیم رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں فرشتہ کے ذریعہ دی اس خواب میں نہ تو اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت ایک ایک بار معلوم ہوا کہ حنفی اذان و تکبیر وہ ہے جس کی رب نے تعلیم دی۔

حدیث نمبر ۱۴'۱۶:۔ دارقطنی، عبدالرزاق، طحاوی شریف نے حضرت اسود ابن یزید سے روایت کی۔

ان بلالا کان یثنی الاذان ویثنی الاقامۃ و کان یبداء بالتکبیر ویختم بالتکبیر۔

ترجمہ: بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان بھی دو دو بار کہتے تھے اور اقامت بھی دو دو بار ان دونوں کو تکبیر سے ہی شروع کرتے تھے تکبیر پر ہی ختم کرتے تھے۔

(سنن الدارقطنی ج ۱ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۱۷۹۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۷:۔ طبرانی نے اپنی کتاب مسند الشامیین میں حضرت جنادہ ابن ابی امیہ سے روایت کی۔

عن بلال انہ کان یجعل الاذان والاقامۃ سواء مثنی مثنی۔

ترجمہ: وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اذان و اقامت دونوں برابر کہتے تھے یعنی دو دو بار۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری باب الاقامۃ مثل الاذان مثنی مثنی ج ۲ص ۲۸۲ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

حدیث نمبر ۱۸:۔ دارقطنی نے حضرت ابوحجیفہ سے روایت کی۔

ان بلالا کان یوذن للنبی ﷺ مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی۔

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے سامنے اذان دو دو بار کہتے تھے اور اقامت دو دو بار۔

(سنن الدارقطنی ج ۱ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

حدیث نمبر ۱۹:۔ طحاوی نے حضرت حماد ابن ابراہیم سے روایت کی۔

قال کان ثوبان یوذن مثنی مثنی۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اذان دو دو بار کہتے تھے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰:۔ طحاوی نے حضرت عبید مولیٰ سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان سلمۃ ابن الاکوع کان یثنی الاذان و الاقامۃ۔

ترجمہ: حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو بار کہتے تھے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ہم نے یہ بیس حدیثیں بطور نمونہ پیش کیں ورنہ اس کے متعلق بہت زیادہ احادیث ہیں اگر تفصیل دیکھنی ہو تو صحیح البہاری طحاوی شریف وغیرہ کا مطالعہ فرماؤ، ان احادیث سے حسب ذیل چیزیں معلوم ہوئیں۔

(۱) عبداللہ ابن زید ابن عبداللہ ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا خواب جو اسلامی اذان کی اصل ہے اس میں نہ تو ترجیع کا ذکر ہے نہ اقامت ایک ایک بار کا بلکہ وہ ہی اذان وتکبیر مذکور ہے جو عام طور پر رائج ہے۔

(۲) فرشتے نے جو اذان کی تعلیم دی اس میں ترجیع بھی نہیں اور اقامت ایک ایک بار بھی نہیں وہ ہی ہماری اذان ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام کے مشہور موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ وغیرہم ہمیشہ وہ ہی اذان واقامت دیتے تھے جو عام مسلمانوں میں مروج ہے یعنی حنفی اذان واقامت۔

(۴) جلیل القدر صحابہ وتابعین جیسے حضرت علی عبداللہ ابن عمر سلمہ ابن اکوع عبداللہ ابن زید ابراہیم نخعی حضرت عبید ابوحجیفہ رضی اللہ عنہم وغیرہم یہ ہی اذان کہتے اور کہلواتے تھے جو مروجہ ہے ترجیع یا اقامت ایک ایک بار کے قائل نہ تھے۔

(۵) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ایک ایک بار اقامت کہنے والے پر ناراض ہوتے تھے دو دو بار کہلواتے تھے اگر ترجیع یا اقامت ایک بار سنت ہوتی تو یہ حضرات جو مزاج شناس رسول سنت کے متبع بدعت سے متنفر تھے انہوں نے اس کو کیوں ترک کیا اور کرنے والوں کو کیوں روکا اور ان پر کیوں ملامت کی۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اذان کی شہادتوں میں ترجیع نہ ہو کیونکہ اذان میں اصل چیز صلوۃ اور فلاح ہے کہ اذان نماز ہی کے ارکان و دعوت کے لئے ہے باقی کلمات تکبیر وشہادت وغیرہ برکت یا تمہید یا نماز کی ترغیب کے لئے ہیں جب صلوۃ اور فلاح میں تکرار اور ترجیع نہیں جو اصل اذان ہے تو ان کلمات میں بھی ترجیع نہ ہونی چاہئے۔ جو اس کے تابع ہیں۔

دوسرے یہ کہ اذان کا مقصد ہے نماز کی عام اطلاع اس لئے اذان بلند مقام پر اونچی آواز سے کہنی چاہئے کانوں میں انگلیاں لگائی جاویں تا کہ آواز خوب اونچی نکلے اب ان دونوں شہادتوں کو اولاً آہستہ آہستہ کہنا مقصد اذان کے بالکل خلاف ہے۔ اس کا ہر کلمہ بلند آواز سے چاہئے دیکھو اذان کے اول میں تکبیر چار دفعہ کہی جاتی ہے۔ مگر چاروں بار خوب اونچی آواز سے اگر شہادتیں بھی چار دفعہ ہوتیں تو چاروں بار اونچی آواز سے ہوتیں۔

تیسرے یہ کہ اقامت اذان ہی کی طرح ہے حتیٰ کہ اسے بعض احادیث میں اذان فرمایا گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بین کل اذانین صلوۃ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان واقامت کے درمیان ہاں فرق صرف قد قامت الصلوۃ کا ہے کہ اقامت میں ہے اذان میں نہیں تو چاہئے کہ اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح دو دو بار ہوں۔ چوتھے یہ کہ اذان میں بعض الفاظ مکرر آئے ہیں کہ اول میں بھی آخر میں بھی جیسے تکبیر اور کلمہ اور بعض الفاظ غیر مکرر ہیں کہ صرف ایک جگہ آئے جیسے صلوۃ فلاح جو الفاظ مکرر ہیں وہ پہلی بار دگنے ہیں دوسری بار اس کے نصف تکبیر پہلی بار چار دفعہ ہے اور پچھلی بار دو دفعہ شہادت توحید پہلی بار دو دفعہ ہے تو آخر بار ایک دفعہ تو چاہئے کہ تکبیر میں بھی ایسا ہی ہو۔ لہٰذا حنفی اذان واقامت جو آج عام مسلمانوں میں رائج ہے۔ بالکل صحیح اور سنت کے مطابق ہے۔ اس پر طعن کرنا جہالت وحماقت ہے۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر سوالات مع جوابات

حنفی اذان واقامت پر غیر مقلد وہابی اب تک جو اعتراضات کر سکے ہیں اور جن کی اطلاع ہم کو پہنچی ہے وہ تمام مع جوابات عرض کرتے

marfat.com

Marfat.com

ہیں، اگر آئندہ اور نئے اعتراضات ہمارے علم میں آئے تو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ان کے جوابات بھی عرض کر دیئے جائیں گے۔

اعتراض نمبر ۱:۔ مسلم شریف نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوری اذان کی حدیث نقل کی، کہ حضور ﷺ نے انہیں بنفس نفیس اذان کی تلقین فرمائی اس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

ثم تعود فتقول اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله۔

ترجمہ: دونوں شہادتوں کے بعد پھر بولو اور کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ۔

اشهد ان محمد رسول الله۔

اشهد ان محمد رسول الله۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور انور ﷺ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان کی شہادتوں میں ترجیع سکھائی لہٰذا اذان میں ترجیع سنت ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایات سخت متعارض ہیں اس حدیث میں تو وہ ترجیع کا ذکر فرماتے ہیں اور ان ہی کی جو روایت ہم پہلی فصل میں بحوالہ طبرانی پیش کر چکے ہیں اس میں ترجیع کا ذکر بالکل نہیں طحاوی شریف نے انہیں ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث نقل کی اس میں اول اذان میں بجائے چار کے دو بار تکبیر کا ذکر ہے۔ لہٰذا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت تعارض کی وجہ سے نا قابل عمل ہے جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی یہ ترجیع والی حدیث تمام ان مشہور حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں جن میں ترجیع کا ذکر نہیں۔ لہٰذا احادیث مشہورہ قابل عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث واحد۔

تیسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مشہور مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اور بعد میں کبھی اذان میں ترجیع نہ فرمائی لہٰذا ان کا عمل زیادہ قابل قبول ہے۔

چوتھے یہ کہ اس حدیث میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو عام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترک کر دیا۔ ان کا عمل ترجیع پر نہ تھا بلکہ ترجیع کے خلاف تھا۔ لہٰذا وہ ہی زیادہ قوی ہے۔

پانچویں یہ کہ یہ حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ قیاس شرعی کے بھی خلاف ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث قیاس کے مطابق لہٰذا وہ احادیث قابل عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

چھٹے وہ جواب ہے جو عنایہ شرح ہدایہ نے دیا کہ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو زمانہ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اور حضور علیہ السلام کی بہت مخالفت کرتے تھے جب یہ اسلام لائے اور حضور علیہ السلام نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا انہوں نے شرم کی وجہ سے اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ آہستہ آہستہ کہا۔ بلند آواز سے نہ کہا تو حضور علیہ السلام نے انہیں دوبارہ بلند آواز سے یہ کلمات ادا کرنے کا حکم دیا یہ دوبارہ کہلوانا اس وقت تھا۔ تعلیم کے لئے اور شرم دور کرنے کے لئے لہٰذا یہ حکم عارضی ہے۔ جیسے اگر آج کوئی شخص آہستہ آہستہ اذان کہدے۔ تو دوبارہ بلند آواز سے کہلوائی جاتی ہے۔ اس صورت میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہماری پہلی فصل کی حدیثوں کے خلاف نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ساتویں وہ جواب ہے جو فتح القدیر نے دیا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں شہادتیں بغیر مد کے کہدی تھیں اس لئے دو بار مد کے ساتھ کہلوائیں۔ بہر حال یہ ترجیع ایک خصوصی واقعہ تھا۔ نہ کہ سنت اسلام۔

اعتراض نمبر ۲:۔ ابو داؤد، نسائی اور دارمی نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان النبی ﷺ علمه الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة كلمة۔

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے انہیں اذان ۱۹ کلمے اور تکبیر ۱۷ کلمے سکھائے۔

(سنن الدار قطنی کتاب الصلوۃ ج ۱ص ۲۳۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمے انیس ہیں یہ ترجیع سے ہی بنتے ہیں اگر اذان میں ترجیع نہ ہو، تو کل پندرہ کلمے ہیں۔ لہٰذا ترجیع اذان میں چاہیے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اگر اس حدیث سے اذان کی ترجیع ثابت ہوتی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں۔ اگر تمہاری طرح ایک ایک بار کلمات ہوتے تو اس کے کلمات بجائے سترہ کے تیرہ ہوتے کیا آدھی حدیث پر ایمان لاتے ہو آدھی کے انکاری ہو۔

ترجیع اذان کے تمام وہ جوابات ہیں جو اعتراض نمبر ا کے ماتحت گزر گئے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو ترجیع ایک خاص وجہ سے تعلیم دی تھی۔ وغیرہ۔

اعتراض نمبر ۳:۔ مسلم و بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال ذكروا النار والناقوس فذكروا اليهود و النصارى فامر بلال ان يشفع الاذان ويوتر الاقامة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ صحابہ نے اعلان نماز کے لئے آگ اور ناقوس کی تجویز کی تو یہود و عیسائیوں کا ذکر بھی کیا کہ وہ بھی ان چیزوں سے اعلان عبادت کرتے ہیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان دو دو بار کہیں اور اقامت ایک ایک بار۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب بدء الاذان ج ۱ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان ج ۱ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۵۷۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاویں۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے سارے کلمات ایک ایک بار ہوں مگر تم کہتے ہو کہ اقامت میں اولاً تکبیر چار بار ہو قد قامت الصلوٰۃ دو بار ہو پھر تکبیر دو بار ہو لہٰذا جو جواب تمہارا ہے وہ ہی ہمارا۔ اگر کہو کہ دوسری حدیثوں میں قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار کہنے کا حکم ہے تو حنفی کہینگے کہ دوسری احادیث میں یہ بھی ہے کہ اقامت کے تمام کلمات دو بار کہے جاویں وہ احادیث قابل عمل کیوں نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث میں حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کا بالکل ذکر نہیں بلکہ فرمایا گیا کہ جب صحابہ نے آگ یا ناقوس کے ذریعہ اعلان نماز کا مشورہ کیا اور بعض صحابہ نے فرمایا کہ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت ہے۔ اسلامی اعلان ان کے خلاف چاہیے تو فوراً ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت کا حکم دیا گیا تو اس اذان و اقامت سے موجودہ مروجہ شرعی اذان مراد نہیں بلکہ لغوی اذان یعنی اعلان نماز مراد ہے جو محلہ میں جا کر کیا جاوے اور اقامت سے مراد بوقت جماعت مسجد والوں کو جمع کرنے کے لئے کیا جاوے کہ آجاؤ جماعت کھڑی ہو رہی ہے۔ چونکہ یہ اعلان ایک ہی بار کافی تھا۔ اس لئے ایک بار کا ذکر ہوا پھر اس کے بعد عبداللہ

marfat.com

Marfat.com

ابن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کا واقعہ پیش آیا جس سے مروجہ اذان واقامت قائم کی گئی وہ اعلانات چھوڑ دیئے گئے تیسرے یہ کہ حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کے خواب میں فرشتے نے جواقامت کی تعلیم دی اس میں الفاظ واقامت دو دو بار ہیں۔ اور وہ خواب ہی اذان واقامت کی اصل ہے۔ لہٰذا وہ ہی روایت قابل عمل ہے۔ دوسری روایات جو اس کے خلاف ہیں واجب التاویل ہیں یا نا قابل عمل۔ خیال رہے کہ یہ خواب صرف حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ اس کے علاوہ سات صحابہ نے یہ ہی خواب دیکھا۔ گویا یہ حدیث متواتر کے حکم میں ہوگئی۔

چوتھے یہ کہ روایات کا اسی پر اتفاق ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے اذان میں ترجیع اپنے آخر دم تک نہ کی۔ دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نیز ان بزرگوں کی اقامت میں اقامت کے کلمات دو دو ہی رہے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسے مشہور مؤذن حضرت ابن ام مکتوم اپنی ساری عمر نہ تو اذان میں ترجیع کریں نہ تکبیر کے کلمات ایک ایک بار کہیں حالانکہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم دیا ہو۔ لہٰذا ترجیع وغیرہ کی ساری روایتیں واجب التاویل ہیں۔ پانچویں یہ کہ یہ روایات قیاس شرعی کے مخالف ہیں اور ہماری پیش کردہ احادیث قیاس کے موافق لہٰذا انہیں کو ترجیح ہوگی۔ جب احادیث میں تعارض ہو تو قیاس سے ترجیح ہوتی ہے۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا الوضو مما مسته النار آگ کی پکی چیز استعمال کرنے سے وضو واجب ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴۹ رقم الحدیث ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت) دوسری روایت میں آیا کہ حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر نماز پڑھی وضو نہ فرمایا ان احادیث میں تعارض ہوا، تو قیاس کی وجہ سے دوسری حدیث کو ترجیح ہوئی اب کوئی نہیں کہتا کہ کھانا کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ کلی قانون ہے۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

اکیسواں باب

متنفل کے پیچھے فرض نماز

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز ادا نہیں ہوتی ہاں فرض والے کے پیچھے نفل نماز ہو جاتی ہے فرض نماز میں یہ بھی ضروری ہے کہ امام بھی فرض پڑھ رہا ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ امام و مقتدی دونوں ایک ہی نماز پڑھیں ظہر والا عصر والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ فرض نماز نفل والے کے پیچھے جائز ہے۔

نوٹ ضروری:۔ بالغ مسلمان کی کوئی نماز نابالغ بچے کے پیچھے جائز نہیں، نہ فرض نہ تراویح نہ نفل کیونکہ بچے پر نماز فرض نہیں محض نفل ہے اور بچے کی نفل شروع کرنے کے بعد بھی نفل ہی رہتی ہے۔ اگر بچہ نفل شروع کر کے توڑ دے تو اس پر اس کی قضاء ضروری نہیں۔ لیکن بالغ کی نفل شروع ہو کر ضروری ہو جاتی ہے۔ کہ اگر توڑ دے تو قضاء لازمی ہے اس لئے بالغ کوئی نماز بچے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک یہ سب کچھ جائز ہے۔ اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اس مسئلہ کا ثبوت، دوسری فصل میں اس پر اعتراضات مع جوابات۔

پہلی فصل...... متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز ناجائز ہے

فرض نماز نفل والے کے پیچھے ادا نہیں ہو سکتی اس پر بہت سی احادیث شریفہ اور قیاس شرعی شاہد ہیں جن میں کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۴:۔ ترمذی، احمد، ابوداؤد (شافعی) مشکوۃ نے باب الاذان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الامام ضامن والموذن موتمن اللھم ارشد الائمة و اغفر للموذنین۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے امام ضامن ہے اور موذن امین ہے۔ اے اللہ اماموں کو ہدایت دے اور موذنوں کو بخش دے۔

(سنن ابوداؤد باب ما یجب علی الموذن من تعاھد الوقت ج ۱ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۵۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۷۷ رقم الحدیث ۱۸۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۴۰۲ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (مشکوۃ المصابیح باب فضل الاذان الفصل الثانی ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند الشافعی ص ۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۲۴۰۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۲ ص ۴۳۸ رقم الحدیث ۹۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الام للشافعی ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سارے مقتدیوں کی نمازوں کو اپنی نماز کے ضمن میں لئے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ شئے ادنیٰ کو اپنے ضمن میں لے سکتی ہے نہ کہ ادنیٰ شئے اعلیٰ کو فرض نفل کو اپنے اندر لے سکتا ہے کہ نفل سے اعلیٰ ہے نفل فرض کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی کہ فرض سے ادنیٰ ہے ایسے ہی ہر فرض نماز اپنے جنس فرض کو اپنے ضمن میں لے سکتی ہے۔ نہ کہ دوسرے فرض کو لہٰذا اگر امام نماز عصر پڑھ رہا ہو تو اس کے پیچھے ظہر کی قضاء نہیں پڑھی جا سکتی کہ نماز عصر نماز ظہر کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی کہ یہ دونوں نمازیں علیحدہ ہیں۔

حدیث نمبر ۵:۔ امام احمد نے حضرت سلیم سلمی سے روایت کی۔

انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان معاذ ابن جبل یاتینا بعد ما ننام ونکون فی اعمالنا بالنھار فینادی بالصلوة فنخرج الیه فیطول علینا فقال له علیه السلام یا معاذ لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف علی قومك۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: حضرت سلیم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہمارے سو جانے کے بعد آتے ہیں۔ ہم لوگ دن میں اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر نماز کی اذان دیتے ہیں۔ ہم نکل کر ان کے پاس آتے ہیں وہ نماز بہت دراز پڑھاتے ہیں تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ رضی اللہ عنہ فتنہ کا باعث نہ بنو یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۷۴ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

خیال رہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نماز عشاء حضور انور ﷺ کے پیچھے پڑھ کر اپنی قوم میں پہنچ کر انہیں پڑھاتے اور دراز پڑھاتے تھے جس کی شکایت بارگاہ نبوی میں ہوئی۔ جس کا واقعہ یہاں ذکر ہوا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت نہ دی کہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی قوم کو پڑھائیں۔ کیونکہ نفل والے کے پیچھے فرض جائز نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ یا میرے پیچھے پڑھو، تو قوم کو نہ پڑھاؤ۔ یا قوم کو پڑھاؤ تو میرے پیچھے نہ پڑھو۔

حدیث نمبر ٦:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

قال اذا دخلت فی صلوۃ القوم وانت لا تنوی صلوتھم لاتجزك وان صلی الامام صلوته و نوی الذی خلفه غیرھا اجزات الامام ولم تجزھم رواہ الامام محمد فی الاثار۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جب تم قوم کی نماز میں شامل ہو اور تم ان کی نماز کی نیت نہ کرو۔ تو تمہیں یہ نماز کافی نہیں اور اگر امام ایک نماز پڑھے اور پیچھے والا مقتدی دوسری نماز کی نیت کرے تو امام کی نماز ہو جائے گی اور پیچھے والے کی نہ ہوگی۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری ابواب من لاتجوز الصلاۃ خلافہ ج ۲ ص ٦٥ ۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

اس سے معلوم ہوا کہ علماء ملت کا بھی یہ ہی مسلک ہے کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ ایسے ہی ایک فرض کے پیچھے دوسرا فرض ادا نہیں ہو سکتا۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ نفل والے کے پیچھے فرض ادا نہ ہو کیونکہ امام پیشوا ہے مقتدی اس کا تابعدار امام کی نماز اصل ہے مقتدی کی نماز اس پر متفرع اس لئے امام کے سہو سے مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن مقتدی کے سہو سے نہ امام پر سجدہ سہو واجب نہ خود اس مقتدی پر امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ مگر مقتدی کی قرأت امام کے لئے کافی نہیں۔ حنفیوں کے نزدیک تو مطلقا وہابیوں کے نزدیک سورہ فاتحہ کے سوا میں اگر امام بے وضو نماز پڑھاوے تو مقتدی کی نماز بھی نہ ہوگی لیکن اگر مقتدی بے وضو نماز پڑھ لے تو امام کی نماز درست ہوگی۔ امام سجدہ کی آیت تلاوت کرے تو مقتدی پر سجدہ تلاوت واجب ہے مقتدی سنے یا نہ سنے۔ لیکن اگر مقتدی امام کے پیچھے سجدہ کی آیت تلاوت کرے تو نہ امام پر سجدہ تلاوت واجب ہے نہ خود اس مقتدی پر۔ اگر امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر تو مقتدی کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ لیکن اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم تو امام پوری نماز نہ پڑھے گا۔ بلکہ قصر کرے گا۔ اس قسم کے بہت مسائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مقتدی اور اس کی نماز تابع ہے اور امام کی نماز اصل و متبوع ہے متبوع تابع سے یا تو برابر ہو یا اعلیٰ اور نفل نماز فرض نماز سے درجہ کم ہے۔ تو چاہئے کہ نفل کے پیچھے فرض ادا نہ ہوں تا کہ اعلیٰ و افضل ادنیٰ کے تابع نہ ہو جاوے اسی طرح ایک فرض دوسرے فرض کے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک نوع دوسرے نوع کے تابع نہیں ہو سکتی۔ جب نماز عید پڑھانے والے امام کے پیچھے نماز فجر نہیں ہو سکتی

marfat.com

Marfat.com

مغرب پڑھانے والے کے پیچھے وتر نہیں ہو سکتے تو ظہر والے کے پیچھے عشاء کی قضاء بھی نہیں ہو سکتی غرضکہ ضروری یہ ہے کہ یا تو امام ومقتدی کی نماز ایک ہو یا مقتدی کی نماز امام کی نماز سے ادنیٰ ہو کہ امام فرض پڑھ رہا ہو۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

ہم اس پر غیر مقلد وہابیوں کی وکالت میں ان کی طرف سے وہ اعتراضات بھی عرض کئے دیتے ہیں جو وہ کیا کرتے ہیں اور وہ بھی جواب تک ان کو سوجھے بھی نہ ہوں گے اور ان تمام کے جوابات دیئے دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:۔ عام محدثین نے حدیث روایت کی کہ معراج کی رات نماز پنجگانہ فرض ہوئیں اس کے بعد دو دن حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور کو پانچوں نمازیں پڑھائیں پہلے دن ہر نماز اول وقت میں دوسرے دن آخر وقت میں اور پھر عرض کیا کہ حضور ﷺ ان وقتوں کے درمیان ان نمازوں کے اوقات ہیں۔ دیکھو حضور ﷺ پر یہ نمازیں فرض تھیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کے لئے نفل کیونکہ نماز پنجگانہ فرشتوں پر فرض نہیں مگر اس کے باوجود جبریل علیہ السلام امام ہیں اور حضور ﷺ مقتدی معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز درست ہے بلکہ اسلام میں پہلی نماز ایسی ہی ہوئی۔ یعنی نفل کے پیچھے فرض اور یہ فعل سنت نبوی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ بتاؤ جبریل علیہ السلام یہ نمازیں پڑھانے رب کے حکم سے آئے تھے یا خود اپنی طرف سے آگئے بغیر حکم الٰہی۔ دوسری بات تو باطل ہے کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام بغیر حکم الٰہی کبھی نہیں آتے رب فرماتا ہے۔

وما نتنزل الا بامر ربك۔

ترجمہ: ہم رب کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۶۴)

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ رب تعالیٰ کے حکم سے آئے جب حضرت جبریل علیہ السلام کو رب نے ان نمازوں کا حکم دیا تو ان پر فرض ہو گئیں۔ رب کا حکم ہی فرض بنانے والی چیز ہے۔ لہٰذا ان نمازوں میں نفل کے پیچھے فرض نہ پڑھے گئے۔

دوسرے یہ کہ ان دو دونوں میں نہ حضور ﷺ پر یہ نمازیں فرض تھیں نہ صحابہ پر کیونکہ اگرچہ معراج کی رات نمازیں فرض کردی گئیں۔ لیکن ابھی ان کا طریقہ ادا اور وقت کی تعلیم نہ دی گئی قانون تشریع سے پہلے واجب العمل نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں نے نہ تو حضرت جبریل علیہ السلام کے پیچھے یہ نمازیں پڑھیں نہ ان دنوں کی نمازیں قضا کیں لہٰذا حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے پیچھے نفل پڑھے الحمدللہ کہ تمہارا اعتراض جڑ سے اکھڑ گیا۔

اعتراض نمبر ۲:۔ مسلم وبخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال كان معاذ ابن جبل يصلي مع النبي ﷺ ثم ياتي قومه فيصلي بهم۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم باب القراءۃ العشاء ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۴۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا طول الامام وکان للرجل حاجۃ فخرج فصلی ج ۱ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۶۶۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

دیکھو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کے فرض حضور ﷺ کے پیچھے پڑھ لیتے تھے پھر اپنی قوم میں آکر پڑھاتے تھے آپ کی نماز نفل تھی اور سارے مقتدیوں کی نماز فرض۔ معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض پڑھنا سنت صحابہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ایک یہ کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں اور قوم کے ساتھ فرض ادا کرتے ہوں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میں حضور ﷺ کے پیچھے فرض پڑھ لیا کرتا ہوں اور مقتدیوں کے آگے نفل کی نیت کرتا ہوں لہٰذا آپ کے لئے یہ حدیث بالکل بے فائدہ ہے۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث میں یہ نہیں آیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ کام حضور ﷺ کی اجازت سے کیا کہ انہیں حضور ﷺ نے اجازت دی ہو کہ فرض میرے پیچھے پڑھ لیا کرو اور نفل مقتدیوں کے ساتھ یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا جو کہ واقعہ میں درست نہ تھا بارہا صحابہ کرام سے اجتہادی غلطی ہوئی۔

تیسرے یہ کہ ہم پہلی فصل میں حدیث پیش کر چکے ہیں کہ جب حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی اطلاع دی گئی تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھا کرو یا مقتدیوں کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد سنت نبوی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل عمل ہے۔

اعتراض نمبر ۳:۔ بیہقی اور بخاری نے انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہی واقعہ روایت کی۔اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال کان معاذ یصلی مع النبی ﷺ العشاء ثم یرجع الی قومه فیصلی بهم العشاء وهی له نافلة۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ لیتے تھے۔پھر اپنی قوم کی طرف لوٹتے تھے تو انہیں عشاء پڑھاتے تھے یہ نماز ان کی نفل ہوتی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا طول الامام وکان للرجل حاجة فخرج فصلی ج ۱ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۶۶۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نفل نہ پڑھتے تھے بلکہ فرض ہی پڑھتے تھے اور مقتدیوں کے آگے نفل ادا کرتے تھے۔لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ حضور ﷺ کے پیچھے نفل اور مقتدیوں کے ساتھ فرض پڑھتے تھے۔

جواب:۔ آپ کی یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کر کے اپنے اندازے اور قیاس سے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اس میں یہ نہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی نیت و ارادے کا پتہ دیا ہو دوسرے کی نیت کی متعلق اس سے بغیر پوچھے یقین سے نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس میں یہ ہے کہ انہیں حضور ﷺ نے اجازت دی۔لہٰذا یہ حدیث کسی طرح آپ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اعتراض نمبر ۴:۔ بخاری شریف نے حضرت عمرو ابن سلمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہماری قوم ایک گھاٹ پر رہتی تھی۔جہاں سے قافلے گزرا کرتے تھے میں حجازی قافلوں سے نبی کریم ﷺ کے حالات اور قرآنی آیات پوچھتا رہتا تھا فتح مکہ کے بعد میرے والد مدینہ منورہ حاضر ہو کر اپنی قوم کی طرف سے اسلام لائے وہاں سے نماز کے احکام معلوم کئے ان سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اذان کوئی دے دیا کرے مگر نماز وہ پڑھائے جسے زیادہ قرآن کریم یاد ہو۔جب واپس ہوئے تو انہیں پتہ لگا کہ مجھے قرآن کریم سب سے زیادہ یاد تھا۔مجھے امام بنا دیا۔اس وقت میری عمر چھ سات سال تھی میں قوم کو نماز پڑھاتا تھا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

و کانت علی بردة کنت اذا سجدت قلصت عنی فقالت امراءة من الحی الا تغطون عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا۔

(مشکوۃ باب الامامۃ الفصل الثالث ص ۱۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تو کھل جاتی تھی تو قبیلے کی ایک عورت نے کہا کہ اپنے قاری صاحب کے

marfat.com

Marfat.com

چوتڑ کیوں نہیں ڈھکتے تو لوگوں نے میرے لئے کپڑا خرید کر قمیص سی دی۔

دیکھو عمرو ابن سلمہ صحابی ہیں اور تمام صحابہ ان کے پیچھے نماز فرض پڑھتے ہیں عمرو ابن سلمہ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف چھ سال ہے ان پر کوئی نماز فرض نہیں بچے کی نفل بھی بہت ادنیٰ ہوتی ہے لیکن جوان بڈھے ان کے پیچھے فرض ادا کرتے ہیں معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض ادا ہو جاتے ہیں۔

جواب:۔ اس کے وہ ہی جوابات ہیں جو اعتراض نمبر ۲ کے ماتحت گزر گئے کہ ان کا یہ عمل اپنی رائے سے تھا نہ کہ حضور ﷺ کے فرمانے سے چونکہ یہ حضرات تازہ اسلام لائے تھے۔ احکام شرعی کی خبر نہ تھی بے خبری میں ایسا کیا۔ اگر آپ اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کرتے ہو تو یہ بھی مان لو کہ ننگے امام کے پیچھے بھی نماز جائز ہے کیونکہ عمرو ابن سلمہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میرا کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ سجدہ میں چادر ہٹ جاتی اور چوتڑ ننگے ہو جاتے تھے۔ اس کے باوجود یہ حضرات نمازیں پڑھتے رہے کسی نے نماز نہ لوٹائی کیوں مسائل شرعیہ سے بے خبری کی وجہ سے افسوس ہے کہ آپ حضرات آنکھ بند کر کے حدیث پڑھتے ہیں۔

اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے متعلق وہابیوں کے پاس صریح مرفوع حدیث موجود نہیں نہ حدیث قولی نہ فعلی یوں ہی چند شبہات کی بنا پر اس مسئلہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر محض عداوت سے تبرا کرتے ہیں اور ان کی جناب میں گستاخیاں گالی گلوچ کہتے ہیں۔

☆............☆

marfat.com
Marfat.com

بائیسواں باب

خون اور قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ یہ آٹھ چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں جو چیز پیشاب یا پاخانہ کی راہ سے نکلے غفلت کی نیند، غشی، نشہ، جنون، نماز میں ٹھٹھہ لگا کر ہنسنا، بہتا ہوا خون، منہ بھر کر قے ان کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔

مگر غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک نہ تو بہتا ہوا خون وضو توڑے نہ منہ بھر کر قے۔ لہٰذا کوئی حنفی کسی غیر مقلد کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ کیونکہ یہ لوگ بدعقیدہ بھی ہیں اور ان کے وضو کا بھی اعتبار نہیں کیا خبر کہ قے کر کے یا نکسیر وغیرہ کر کے آئیں اور بغیر وضو کے مصلے پر کھڑے ہو جائیں چونکہ غیر مقلد اس مسئلہ پر بھی بہت شور مچاتے ہیں اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں پہلی فصل میں اس کا ثبوت اور دوسری فصل میں اس پر اعتراضات مع جوابات رب تعالیٰ قبول فرماوے۔

پہلی فصل ...... قے اور بہتا ہوا خون بھی وضو توڑتا ہے

حنفیوں کے نزدیک منہ بھر کر قے اور جسم سے خون کا نکل کر ظاہر بدن پر بہہ کر پہنچ جانا وضو توڑ دیتا ہے، ظاہر بدن وہ ہے جس کا دھونا، غسل میں فرض ہے، دلائل ملاحظہ ہوں۔

نمبر ۱:۔ دار قطنی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ الوضوء من کل دم سائل۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ وضو واجب ہے ہر بہتے ہوئے خون سے۔

(سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۱۵۷ رقم الحدیث ۲۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

نمبر ۲:۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت قال رسول اللہ ﷺ من اصابہ قیٔ او رعاف او قلس او مذی فلینصرف ولیتوضاء۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے جس کسی کو قے یا نکسیر یا مذی آجاوے تو نماز سے علیحدہ ہو جاوے اور وضو کرے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۵ رقم الحدیث ۱۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نمبر ۳:۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ مجھے استحاضہ کا خون اتنا ہے کہ میں کبھی پاک نہیں ہوتی کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا کہ یہ حیض کا خون نہیں ہے رگ کا خون ہے لہٰذا۔

اجتنبی الصلوۃ ایام محیضک ثم اغتسلی و توضی لکل صلوۃ وان قطر الدام علی الحصیر۔

ترجمہ: حیض کے زمانہ میں نماز سے بچو۔ پھر غسل کرو اور ہر نماز کے لئے وضو کرو پھر نماز پڑھو اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکتا رہے۔

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی المستحاضۃ التی قد عدت ایام اقرائہا قبل ان یستمر بہا الدم ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۶۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ کا خون وضو توڑ دیتا ہے ورنہ حضور علیہ السلام ان بی بی صاحبہ پر معذور کے احکام جاری نہ فرماتے اور ہر نماز کے وقت ان پر وضو لازم نہ فرماتے دیکھو جسے ریح یا قطرے کی بیماری ہو وہ ہر نماز کے وقت ایک وضو کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ ریح اور پیشاب وضو توڑنے والی چیز ہے۔

marfat.com

Marfat.com

نمبر ٤:۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

عن النبی ﷺ قال من قاء اور عف فی صلوته فلینصرف ولیتوضاء ولین علی صلوته مالم یتکلم۔

ترجمہ: آپ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کو نماز میں قے یا نکسیر آجاوے وہ نماز سے علیحدہ ہوجاوے اور وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ بات نہ کی ہو۔

(سنن ابن ماجہ ج۱ ص۳۸۵ رقم الحدیث ۱۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نمبر ٥،٦:۔ ترمذی وابوداؤد نے حضرت طلق ابن علی سے روایت کی۔

قال اعرابی یارسول اللہ الرجل منا یکون فی الفلاۃ فتکون منه رویحة ویکون فی الماء قلة فقال ﷺ اذا قاء احدکم فلیتوضاء۔ ملخصا۔

ترجمہ: ایک بدوی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم میں سے کوئی شخص جنگل میں ہوتا ہے اس کی ریح نکل جاتی ہے اور پانی میں تنگی ہوتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی قے کرے تو وضو کرے (ملخصا)

(جامع الرضوی بصحیح البھاری کتاب الطھارۃ ابواب نواقض الوضوء باب الوضوء من القیئ ج۲ ص۸۵ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

کذافی جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد۔

نمبر ٧:۔ ترمذی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ ﷺ قاء فتوضاء فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق فذکرت ذالك له فقال صدق انا صببت له وضوءه وحدیث حسین اصح شیئی فی هذا الباب۔

ترجمہ: ایک بار نبی کریم ﷺ کو قے آئی تو آپ نے وضو کیا پھر میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے فرمایا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا پانی میں نے ہی ڈالا تھا یعنی میں نے ہی وضو کرایا تھا حسین کی یہ حدیث نہایت ہی صحیح ہے اس بارے میں۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی الوضوء من القئی ودار العارف ج۱ ص۱۴۴۔۱۴۵ رقم الحدیث ۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نمبر ٨:۔ طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

رفعه قال اذا رعف احدکم فی صلوته فلینصرف فلیغسل عنه الدم ثم لیعد وضوءه۔

ترجمہ: آپ مرفوع فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں نکسیر آجاوے تو علیحدہ ہوجاوے اور خون کو دھووے پھر وضو لوٹائے۔

(طبرانی کبیر ج۱۱ ص۱۶۵ رقم الحدیث ۱۱۳۷۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

نمبر ٩:۔ دارقطنی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قاء احدکم اور عف وهو فی الصلوۃ او احدث فلینصرف ولیتوضاء۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں قے یا نکسیر آجاوے یا اور کوئی حدث کرے تو علیحدہ ہوجاوے اور وضو کرے۔

(سنن الدارقطنی ج۱ ص۱۵۷ رقم الحدیث ۳۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

نمبر ١٠:۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال من رعف فی صلوۃ فلینصرف فلیتوضاء فان لم یتکلم بنی علی صلوته وان تکلم استانف۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جسے نماز میں نکسیر آجاوے تو وہ علیحدہ ہوجاوے اور وضو کرے پھر اگر کلام نہ کیا ہو تو باقی نماز پوری کرے اور اگر کلام کرلیا ہو تو نئے سرے سے پڑھے۔

(سنن الدارقطنی ص۱۵۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

نمبر ۱۱:۔ امام مالک نے حضرت یزید ابن قسط لیثی سے روایت کی۔

انه رای سعید ابن المسیب رعف وهو یصلی فاتی حجرة ام سلمة زوج النبی ﷺ فاتی الوضوء فتوضاء ثم رجع فبنی علی ما قد صلی۔

ترجمہ: انہوں نے حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہیں نماز میں نکسیر آگئی تو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آئے تو انہیں کچھ پانی دیا گیا انہوں نے وضو کیا پھر واپس ہوئے اور بقیہ نماز پوری کی۔

(مؤطا امام مالک باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح اور عاف ج ا ص ۴۰ رقم الحدیث ۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نمبر ۱۲:۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قالت قال النبی ﷺ اذا احدث احدکم فی صلوته فلیا خذ بانفه ثم لینصرف۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جاوے تو وہ اپنی ناک پکڑے پھر چلا جاوے۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ابواب نواقض الوضوء باب الوضوء من الرعاف ج ۲ ص ۸۴ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے نمازی کو تدبیر یہ بتائی کہ اگر نماز میں کسی کی ریح نکل جاوے تو اپنے عیب کو چھپانے کے لئے ناک پر ہاتھ رکھ لے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی پھر مسجد سے نکل کر وضو کی جگہ جا کر وضو کر لے، اگر نکسیر سے وضو نہ ٹوٹتا تو یہ تدبیر بے فائدہ ہوتی ہم نے بطور نمونہ بارہ حدیثیں پیش کر دیں ورنہ اس کے متعلق بہت احادیث موجود ہیں اگر شوق ہو تو صحیح البہاری شریف کا مطالعہ فرماؤ۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہی ہے کہ بہتا خون اور منہ بھر قے وضو توڑ دے کیونکہ وضو طہارت اور پاکی ہے ناپاکی نکلنے سے وضو ٹوٹ جانا چاہئیے اسی لئے پیشاب پاخانہ اور ریح سے وضو جاتا رہتا ہے بہتا خون، منہ بھر قے ناپاک ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ اودما مسفوحا (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۵) اسی لئے بہتے خون والا جانور ذبح سے حلال ہوتا ہے۔ تاکہ ناپاک خون اللہ کے نام پر نکل جاوے۔ تو جیسے پیشاب پاخانہ اور ریح نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ ناپاک چیز نکلی ایسے ہی بہتا ہوا خون اور قے نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جانا چاہئیے کیونکہ یہ بھی نجس ہے جو جسم سے نکلا نیز استحاضہ اور بواسیر کے خون سے اور مرد کی پیشاب کی جگہ سے خون نکلنے سے بالاتفاق وضو ٹوٹ جاتا ہے، استحاضہ کے خون کے متعلق تو حدیث مرفوع بھی وارد ہے۔ جیسا کہ ہم اس فصل میں عرض کر چکے ہیں جب یہ تین قسم کے خون وضو توڑ دیتے ہیں تو لامحالہ دوسری جگہ سے خون نکل کر بھی وضو توڑے گا۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلد وہابیوں کے پاس اس مسئلہ پر کوئی قوی دلیل نہیں صرف کچھ شبہات اور وہمیات ہیں مگر تکمیل بحث کے لئے ہم ان کے جوابات بھی دیئے دیتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱:۔ احمد و ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قال رسول اللہ ﷺ لا وضوء الا من صوت اوریح۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ نہیں ہے وضو مگر آواز سے یا آہستہ ریح سے۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی الوضوء من الریح ج ا ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ وضو صرف ریح سے ٹوٹتا ہے خون قے اس کے علاوہ ہے لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہئیے الاحصر کے لئے ہے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ پیشاب، پاخانہ، بلکہ عورت یا شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور الا کے حصر سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ریح کے کسی چیز سے وضو نہ جاوے تو جو تمہارا جواب ہے

marfat.com

Marfat.com

وہ ہی ہمارا جواب ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ریح نکلنے کا شبہ ہو تو بغیر آواز یا بدبو یا یقینی احساس ہوئے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو مسلم شریف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اذا وجد احدکم فی بطنه شیئا فاشکل علیه اخرج منه شیئ ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ حرکت پائے اس لئے اسے شبہ ہو جاوے کہ کچھ ہوا نکلی یا نہیں تو مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ آواز سنے یا بو پائے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الدلیل علی ان من تیقن الطھارۃ ثم شک فی الحدث فلہ ان یصلی بطھارتہ تلک ج ۱ ص ۲۷۶ رقم الحدیث ۳۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آپ کی پیش کردہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جسے ریح نکلنے کا شبہ ہو حدیث کا منشا کچھ اور ہے اور آپ کچھ اور کہہ رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ حاکم نے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه کان فی غزوة ذات الرقاع فرمی رجل منه فترفه الدم فرکع وسجد ومضی فی صلوته۔

ترجمہ: کہ آپ غزوہ ذات الرقاع میں تھے کہ ایک صحابی کے تیر لگا ان کے خون نکلا مگر انہوں نے رکوع کیا سجدہ کیا اور نماز پوری کر لی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب اذا القی علی ظھر المصلی قذر او جیفۃ لم تفسد علیہ صلاتہ ج ۳ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کو عین نماز کی حالت میں تیر لگا خون نکلا مگر انہوں نے نماز نہ توڑی بلکہ رکوع سجدہ کر کے نماز مکمل کر لی، اگر خون نکلنا وضو توڑتا تو اسی وقت آپ نماز توڑ کر وضو کرتے پھر نماز یا نئے سرے سے پڑھتے یا وہ ہی پوری فرماتے معلوم ہوا کہ خون وضو نہیں توڑتا۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ جب ان صحابی کے تیر لگا۔ خون بہا تو یقیناً ان کے کپڑے اور جسم خون آلودہ ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود نماز پڑھتے ہی رہے تو چاہیے کہ آپ خون پیشاب پاخانہ سے بھرے ہوئے کپڑوں میں نماز جائز کہو حالانکہ تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نمازی کا بدن و کپڑا پاک ہونا چاہیے لہٰذا یہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ ان صحابی نے حضور ﷺ کی اجازت سے یہ عمل کیا معلوم ہوتا ہے دوسری واقفیت انہیں نہ تھی۔ اس لئے ایسا کر گزرے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث تمام ان مرفوع و موقوف حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے لہٰذا نا قابل عمل ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے بدن و کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے والرجز فاهجر (پارہ ۲۹ سورہ ۷۴ آیت نمبر ۵) گندگی سے دور رہو۔ اور فرماتا ہے وثیابك فطهر (پارہ ۲۹ سورہ ۷۴ آیت نمبر ۴) اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان بزرگ نے گندے جسم اور گندے کپڑوں میں نماز پڑھ لی۔ لہٰذا یہ حدیث ہرگز قابل عمل نہیں۔

پانچویں یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ صحابی جن کا یہ واقعہ ہے کون فقیہ ہیں یا غیر فقیہ ہیں اگر فقیہ ہیں تو انہوں نے اجتہاد سے یہ کام کیا جو حدیث مرفوع اور تمام فقہاء صحابہ کے خلاف ہے اور جو اجتہاد حدیث کے خلاف ہو وہ واجب ترک ہے اور اگر غیر فقیہ ہیں تو ان سے یہ ہوا بہر حال حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں۔

تیسرا اعتراض:۔ اگر خون وضو توڑتا ہے تو چاہیے کہ تھوڑا خون بہتا نہ ہو وہ بھی وضو توڑ دے جیسے پیشاب ناقص وضو ہے بہے یا صرف ایک قطرہ ہی نکلے جب تھوڑا خون یعنی نہ بہنے والا وضو نہیں توڑتا تو زیادہ خون بھی ناقص وضو نہیں ایسے ہی تے اگر ناقص وضو ہے تو

marfat.com

Marfat.com

خواہ منہ بھر کر ہو یا تھوڑی وضو توڑ دیتی ہے یہ فرق تم نے کہاں سے نکالا؟

جواب:۔ الحمدللہ آپ قیاس کے قائل تو ہوئے کہ زیادہ خون کو تھوڑے خون پر اور خون کو پیشاب پر قیاس کرنے لگے مگر جیسے آپ ہیں ویسے ہی آپ کا قیاس۔ جناب گندگی کا نکلنا وضو توڑتا ہے۔ پیشاب مطلقاً گندا ہے تھوڑا ہو زیادہ خون بہنے والا گندا ہے رب تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اودما مسفوحا (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۵) نہ بہنے والا گندا نہیں آپ کا یہ قیاس قرآنی آیت کے خلاف ہے نیز ہر گندگی اپنے معدن میں جہاں وہ پیدا ہوتی ہے پاک ہوتی ہے معدن سے نکل کر ناپاک ہوتی ہے دیکھو آنتوں میں پاخانہ اور مثانہ میں پیشاب بھرا ہے۔ مگر پاک ہے اس لئے آپ کی نماز درست ہوتی ہے اگر یہ ناپاک ہوتے تو نماز کسی طرح جائز نہ ہوتی کہ گندگی اٹھائے ہوئے کی نماز نہیں ہوتی ایسے ہی گندا انڈا جو اندر سے خون ہو گیا ہو جیب میں ڈال کر نماز پڑھ سکتے ہیں اس کے اندر کا خون چونکہ اپنے معدن میں ہے پاک ہے۔ جب یہ سمجھ لیا تو اب پیشاب اور خون نکلنے میں فرق سمجھو پیشاب کی جگہ مثانہ ہے وہ مثانہ سے ہٹ کر پیشاب کی نالی میں آ کر چمکتا ہے لہٰذا نجس ہے اگر چہ ایک بوند ہو مگر خون سارے جسم میں دوڑ رہا ہے اور کھال کے نیچے اس کا معدن ہے۔ اگر کہیں سوئی چبھ گئی اور خون چمک گیا مگر بہا نہیں تو وہ اپنی معدن میں رہ کر چمکا ہے ناپاک نہیں ہاں جب بہے تو سمجھو کہ اپنے معدن سے علیحدہ ہو گیا اور ناپاک اس فرق کی بنا پر پیشاب تو چمک کر بھی وضو توڑ دیتا ہے مگر خون بہہ کر توڑے گا۔ غرضکہ خون کا نکلنا اور ہے چمکنا کچھ اور لہٰذا خون کو پیشاب پر قیاس کرنا مع الفارق ہے۔

اعتراض نمبر ٤:۔ عینی شرح بخاری نے ایسی بہت سی حدیثیں نقل کیں۔

ان النبی ﷺ قاء ولم یتوضاء۔

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ نے قے کی اور وضو نہ کیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر قے وضو توڑتی تو حضور ﷺ قے کر کے وضو کیوں نہ فرماتے؟

جواب:۔ ماشاء اللہ کیسا نفیس اعتراض ہے جناب یہ بھی احادیث میں آتا ہے۔ حضور ﷺ بیت الخلاء سے تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی پیش کیا گیا۔ مگر حضور علیہ السلام نے وضو نہ کیا تو کہہ دیا کہ پیشاب پاخانہ بھی وضو نہیں توڑتا جناب وضو نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی۔ وضو ٹوٹ جانے پر فوراً وضو کرنا واجب نہیں ہاں اگر حضور ﷺ فرماتے کہ قے وضو نہیں توڑتی تو آپ پیش کر سکتے تھے۔ اگر یہ حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہو سکتی تو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ضرور پیش فرماتے امام ترمذی نے خون و قے کے ناقص وضو ہونے پر نہایت صحیح حدیث پیش کی اور ناقص نہ ہونے پر کوئی حدیث بیان نہ کی۔ صرف علماء کا مذہب بیان فرمایا معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں قے و خون کے وضو نہ توڑنے کی کوئی حدیث نہیں۔ کیونکہ وہ ہر مسئلہ پر حدیث پیش کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ٥:۔ قے و خون کے متعلق آپ نے جو احادیث پیش کیں جن میں ارشاد ہوا کہ جس نمازی کو نماز میں قے یا نکسیر آ جاوے تو وہ وضو کرے وہاں وضو سے مراد خون و قے سے کپڑا دھو لینا ہے نہ کہ شرعی وضو جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ **الوضوء مما مستہ النار** آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو ہے (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۹ رقم الحدیث ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت) وہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے نہ کہ شرعی وضو کیونکہ کھا کر ہاتھ دھونا کلی کرنا سنت ہے یہ ناقص وضو نہیں ایسے ہی یہاں ہے لہٰذا تمہارے دلائل غلط ہیں۔

جواب:۔ واقعی آپ کا یہ سوال ایسا ہے کہ جو آج تک کسی کو نہ سوجھا ہوگا۔ ذہن نے بہت رسائی کی اسی کا نام تحریف ہے اولاً تو آپ نے یہ غور نہ کیا کہ وہاں وضو کے عرفی معنے خود حضور علیہ السلام نے بیان فرما دیئے کہ ایک بار کھانا تناول کر کے ہاتھ دھوئے کلی کی اور فرمایا **ھذا وضوء مما مستہ النار** آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو یہ ہے یہاں آپ یہ معنے چھوڑ کر غیر معروف معنے کیوں مراد لے رہے ہو۔ نیز اس حدیث میں یہ ہے کہ جس کو نماز میں قے یا نکسیر آ جاوے تو وضو کرے اور نماز کی بنا کرے یعنی باقی نماز پوری کرے اگر کپڑا دھونا مراد ہوتا تو نماز کی بنا جائز نہ ہوتی بلکہ دوبارہ پڑھنی پڑتی جس کا کپڑا نماز میں نجس ہو جاوے اور وہ دھوئے وہ بنا نہیں کر سکتا دوبارہ پڑھے گا۔ لہٰذا آپ کی یہ توجیہ محض باطل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تیئسواں باب

ناپاک کنواں پاک کرنا

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اگر کنوئیں یا گھڑے وغیرہ میں تھوڑی سی بھی ناپاکی گر جاوے تو ان کا پانی نجس ہو جاوے گا کہ نہ پیا جا سکتا ہے نہ اس سے وضو وغیرہ جائز ایک قطرہ پیشاب کنویں کو گندا کر دیتا ہے سمندر تالاب یا بہتا پانی ان کے احکام جداگانہ ہیں۔ مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ جب پانی دو مٹکے ہو تو اس میں خواہ کتنی ہی نجاست پڑ جاوے ناپاک نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے لہٰذا ان کے نزدیک کنویں میں خوب ہگو موتو کنواں پاک ہے شوق سے اس کا پانی پیو۔ وضو کرو پھر طرہ یہ ہے کہ اس مسئلے پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں کہ انہوں نے گندگی گر جانے پر کنویں کو پاک کیوں نہیں قرار دیا۔ مسلمانوں کو پیشاب کیوں نہ پینے دیا۔ حنفیوں کو چاہیے کہ نہ تو غیر مقلد وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھیں نہ ان کے کنوؤں کا پانی بے تحقیق پئیں۔ ان کے کنویں اکثر گندے ہوتے ہیں جس سے یہ لوگ کپڑے دھوتے ہیں نہاتے اور وضو کرتے ہیں نہ ان کے بدن پاک نہ کپڑے پاک چونکہ اس مسئلہ کا یہ لوگ بہت مذاق اڑاتے اور آوازے کستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ احادیث کے بالکل خلاف ہے اس لئے ہم اس مسئلہ کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں پہلی فصل میں اس مسئلہ کے دلائل دوسری فصل میں اس پر سوالات مع جوابات۔

پہلی فصل ...... کنوئیں کا ناپاک ہونا

کنواں خواہ کتنا ہی گہرا ہو اور اس میں کتنا ہی پانی ہو۔ اگر اس میں ایک قطرہ شراب یا پیشاب یا چوہا بلی وغیرہ گر کر مر جاوے تو ناپاک ہے اس کا پانی استعمال کے قابل نہیں اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔ جن میں سے ہم بطور نمونہ چند حدیثیں پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

نمبر ۱ تا ٤:۔ مسلم، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن رسول اللہ ﷺ انہ نھی ان یبال فی المآء الراکد ثم یتوضاء فیہ۔

ترجمہ: منع فرمایا نبی کریم ﷺ نے اس سے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جاوے پھر اس سے وضو کیا جاوے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب النھی عن البول فی الماء الراکد ج ۱ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الطھارۃ باب النھی عن البول فی الماء الراکد ج ۱ص ۳۴ رقم الحدیث ۳۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ص ۱۲۴ رقم الحدیث ۳۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۴ص ۶۰ رقم الحدیث ۱۲۵۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۵۰۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

نمبر ۵ تا ۹:۔ مسلم و طحاوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال النبی ﷺ لایغسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب فقال کیف یفعل یا ابا ھریرۃ قال یتناولہ تناولا۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ کوئی شخص ٹھہرے پانی میں جنابت سے غسل نہ کرے ابوسائب نے پوچھا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر جنبی کیا کرے فرمایا علیحدہ پانی لے لے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد ج ۱ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۲۷ رقم الحدیث ۶۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ احمد، ابن حبان (صحیح ابن حبان ج ۴ص ۶۰۔ ۶۱ رقم الحدیث ۱۲۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت) عبدالرزاق (مصنف

marfat.com
Marfat.com

عبدالرزاق ج ۱ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۹۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت) وغیرہم بہت محدثین نے مختلف راویوں سے بالفاظ مختلفہ روایت فرمائی۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گھڑے کنویں اور تمام ٹھہرے ہوئے پانیوں میں نہ پیشاب کرے۔ نہ جنابت کا غسل اگر ایسا کر لیا گیا تو پانی گندا ہو کر قابل استعمال نہ رہے گا۔ اگر دو مٹکے پانی گندگی گرنے سے ناپاک نہ ہوتا تو حضور ﷺ یہ ممانعت نہ فرماتے۔

نمبر ۱۰ تا ۱۲: ۔ ترمذی، حاکم (مستدرک) ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ سے روایت کی۔

قال قال رسول الله ﷺ اذا ولغ الكلب في الاناء غسل سبع مرات اولهن بالتراب واذا ولغ الهرة غسل مرة اللفظ لابن عساكر۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب برتن میں کتا چاٹ جاوے تو سات بار دھویا جاوے پہلی بار مٹی سے مانجھا جاوے اور جب بلی چاٹ جاوے تو ایک بار دھویا جاوے۔

(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۵۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۵۱ رقم الحدیث ۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۱۱۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

ان احادیث سے پتہ لگا کہ اگر برتن میں کتا منہ ڈال دے تو برتن سات بار دھویا جاوے اور ایک بار مٹی سے بھی مانجھا جاوے اور اگر بلی برتن سے پانی پی لے تو ایک بار ہی دھویا جاوے برتن خواہ چھوٹا ہو جیسے ہانڈی لوٹا یا بڑا جس میں دو چار مٹکے پانی آجاوے اگر دو مٹکے پانی کسی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا تو وہ برتن کیوں ناپاک ہو جاتا ہے۔ جس میں یہ پانی ہے کتے کا منہ تو پانی میں پڑا اور پانی برتن سے لگا ہوا ہے جب برتن نجس ہو گیا تو پانی یقیناً نجس ہو گیا خواہ دو مٹکے ہو یا کم و بیش۔

نمبر ۱۳ تا ۱۵: ۔ دارقطنی، طحاوی نے ابوالطفیل سے اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

ان غلاما وقع في بير زمزم فنزحت۔

ترجمہ: زمانہ صحابہ میں چاہ زمزم میں ایک لڑکا گر گیا تو کنویں کا پانی نکالا گیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی باب ماجاء فی نزح زمزم ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۱۱۸۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

نمبر ۱۶ تا ۱۷: ۔ ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے حضرت عطاء سے روایت کی عطا تابعی ہیں۔

ان حبشيا وقع في زمزم فمات فامر به ابن الزبير فنزح ماء ها فجعل الماء لاينقطع فنظر فاذا عين تجري من قبل الحجر الاسود فقال ابن الزبير حسبكم۔

ترجمہ: کہ ایک حبشی چاہ زمزم میں گر کر مر گیا حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پانی نکالا گیا پانی ختم نہ ہوتا تھا اندر دیکھا تو ایک چشمہ آب سنگ اسود کی طرف سے آرہا تھا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کافی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۷۲۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

نمبر ۱۸: ۔ بیہقی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ابن عباس ان حبشيا وقع في زمزم فمات فانزل رجلا اليه فاخرجه ثم قال انزحوا ما فيها من ماء۔

ترجمہ: وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو آپ نے ایک آدمی کو اتارا جس نے اسے نکالا پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو پانی کنویں میں ہے اسے نکال دو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی باب ماجاء فی نزح زمزم ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۱۱۸۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

ان احادیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر کنوئیں میں کوئی خون والا جاندار مر جاوے تو کنواں نجس ہو جاوے گا۔ دوسرے یہ کہ ناپاک کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا پانی نکال دیا جاوے اس کی دیواریں وغیرہ دھونے کی ضرورت نہیں، تیسرے

marfat.com

Marfat.com

یہ کہ اگر کنوئیں کا پانی ٹوٹ نہ سکے تو پرواہ نہ کی جاوے جو پانی فی الحال موجود ہے وہ ہی نکال دیا جاوے جو بعد میں آتا رہے اس کا مضائقہ نہیں چوتھے یہ کہ جس ڈول و رسی سے ناپاک کنوئیں کا پانی نکالا جاوے اسے دھونا ضروری نہیں کنوئیں کے ساتھ وہ بھی پاک ہو جاویں گے اگر غیر مقلد وہابی ان احادیث میں غور فرمالیں۔ تو امام صاحب کو گالیاں دینا، حنفیوں کا مذاق اڑانا آوازے کسنا چھوڑ دیں۔

نمبر ۱۹ :۔ طحاوی شریف نے امام شعبی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

عن الشعبی فی الطیر والسنور ونحو هما یقع فی البئر قال ینزح منها اربعون دلواً۔

ترجمہ: امام شعبی چڑیا، بلی وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر یہ کنوئیں میں مرجاویں تو چالیس ڈول پانی نکالا جاوے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۹ رقم الحدیث ۱۷۵۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

نمبر ۲۰ :۔ طحاوی نے حضرت حماد ابن سلیمان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

انه قال فی دجاجة وقعت فی بیر فماتت قال ینزح قدر اربعین دلواً او خمسین ثم یتوضاء منها۔

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ جب کنوئیں میں مرغی گر کر مرجائے تو اس سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جاویں پھر اس سے وضو کیا جاوے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمبر ۲۱ :۔ طحاوی شریف نے حضرت میسرہ اور زاذان سے روایت کی۔

عن علی رضی الله عنه قال اذا سقطت الفارة او الدابة فی البیر فاخرجهما حتی یغلبك المآء۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب چوہا یا کوئی اور جانور کنوئیں میں مرجائے تو اس کا پانی نکالو یہاں تک کہ پانی تم پر غالب آجائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۴۹ رقم الحدیث ۱۷۱۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

نمبر ۲۲ :۔ طحاوی نے حضرت ابراہیم نخعی تابعی سے روایت کی۔

عن ابراهیم فی البیر تقع فیها الفارة قال ینزح منها دلاء۔

ترجمہ: ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب کنوئیں میں چوہا گر جاوے تو اس سے کچھ ڈول نکالے جاویں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمبر ۲۳ :۔ شیخ علاؤ الدین محدث نے بحوالہ طحاوی شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (واللہ اعلم)

عن انس انه قال فی الفارة اذا ماتت فی البیر و اخرجت من ساعتها ینزح منها عشرون دلواً۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب چوہا کنوئیں میں گر جاوے اور فوراً نکال لیا جائے تو بیس ڈول نکالے جاویں۔

(جامع الرضوی صحیح البہاری ج ۱ ابواب طہارۃ البیر ص ۱۴۸ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

نمبر ۲۴ :۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے حضرت خالد ابن مسلمہ سے روایت کی۔

ان علیا سئل عمن بال فی بیر قال ینزح۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اس بارے میں کہ کوئی کنوئیں میں پیشاب کردے فرمایا کہ کنوئیں کا پانی نکالا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۷۲۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ چوبیس روایتیں بطور نمونہ پیش کی گئیں، جن سے معلوم ہوا کہ گندی چیز گر جانے سے کنواں نجس ہو جاتا ہے اور پانی کا نکالنا اس کی پاکی ہے، اگر زیادہ تحقیق دیکھنی ہو تو طحاوی شریف اور صحیح البہاری شریف کا مطالعہ فرماؤ۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ کنواں وغیرہ نجاست پڑنے سے نجس ہو جاویں کیونکہ جب نجاست لگ جانے سے کپڑا جسم برتن وغیرہ تمام چیزیں نجس ہو جاتی ہیں تو پانی جو پتلی چیز ہے جس میں نجاست بہت زیادہ سرایت کر جاتی ہے۔ بدرجہ اولیٰ ناپاک ہو جانا چاہیے۔ نیز

marfat.com
Marfat.com

جب دو مٹکے دودھ، تیل، پتلا گھی، شہد، کسی نجاست پڑنے سے نجس ہو جاتے ہیں۔ تو پانی ان چیزوں سے زیادہ پتلا ہے وہ بھی ضرور ناپاک ہو جانا چاہیے۔ ورنہ فرق بیان کرو کہ دو مٹکے دودھ کیوں ناپاک ہو جاتا ہے اور اتنا پانی کیوں نجس نہیں ہوتا اس لئے سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ سو کر جاگو تو بغیر ہاتھ دھوئے پانی میں نہ ڈال دو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۲۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مؤطاء امام مالک ج ۱ ص ۲۱ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) پانی خواہ دو قلے ہو یا کم و بیش دیکھو بے وضو آدمی کو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے منع فرمایا ہاں ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں تانبے شیشے کے برتن صرف پونچھ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں ناپاک جوتا صرف چلنے پھرنے اور مٹی سے رگڑ جانے سے پاک ہو جاتا ہے نجس زمین صرف سوکھ جانے اور اثر نجاست جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ نجس کپڑا و جسم دھونے سے پاک ہوتے ہیں ایسے ہی ناپاک کنواں پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے ناپاک دودھ تیل پاک دودھ و تیل کے ساتھ ملکر بہہ جانے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ بہر حال حق یہ ہے کہ کنواں وغیرہ نجاست گرنے سے نجس ہو جاتا ہے۔ پھر ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

اب تک غیر مقلد وہابی اس مسئلہ پر جس قدر اعتراضات کر سکے ہیں ہم ان کے جوابات تفصیل وار عرض کرتے ہیں اگر اس کے بعد کوئی اور اعتراض ہمارے علم میں آیا تو ان شاء اللہ اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں اس کا جواب بھی دے دیا جاوے گا۔

اعتراض نمبر ۱:۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال قیل یارسول اللہ انتوضاء من بیر بضاعة وھی بیر یلقی فیھا الحیض ولحوم الکلاب والنتن فقال رسول اللہ ﷺ ان الماء طھور لاینجسہ شیء۔

ترجمہ: فرماتے ہیں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیا ہم بضاعہ کنوئیں سے وضو کر سکتے ہیں بضاعہ ایسا کنواں تھا جس میں حیض کے کپڑے کتوں کے گوشت اور بدبودار چیزیں ڈالی جاتی تھیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔
(سنن الترمذی باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شئی ج ۱ ص ۹۵ رقم الحدیث ۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بضاعہ مدینہ پاک میں ایک کنواں تھا۔ جس میں ہر قسم کی گندگی حتیٰ کہ مرے کتے بھی پھینک دیئے جاتے تھے مگر اس کے باوجود سرکار نے کنوئیں کی گندگی حتیٰ کہ ناپاکی کا حکم نہ دیا تعجب ہے کہ حضور ﷺ تو بضاعہ کنوئیں کو کتے حیض کے کپڑے اور ہر قسم کی گندگی گرنے پر بھی ناپاک نہیں فرماتے مگر امام ابوحنیفہ ایک قطرہ پیشاب گر جانے پر بھی سارا کنواں ناپاک کہہ دیتے ہیں حنفیوں کا یہ مسئلہ حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ کیا ابوحنیفہ حضور ﷺ سے زیادہ پاک و ستھرے تھے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے چند جوابات ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ یہاں پانی میں کوئی قید نہیں کہ کتنا پانی ناپاک تو چاہیے کہ گھڑے لوٹے میں بھی حیض کے کپڑے کتوں کے گوشت ڈال کر پیا کرو کیونکہ پانی کو کوئی چیز ناپاک کرتی ہی نہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہاں پانی سے کنوئیں کا پانی ہی مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ کنوئیں کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی تو بھی آپ کے خلاف ہے کیونکہ تم کہتے ہو کہ اگر نجاست سے کنوئیں کے پانی کا رنگ یا بو مزہ بدل جاوے تو نجس ہو جاوے گا وہ کونسا کنواں ہے جو مرے کتوں حیض کے کپڑوں اور بدبودار چیزوں کے گرنے کے باوجود ان کا رنگ بو مزہ نہ بدلے دن رات کا تجربہ ہے کہ اگر ایک مرغی بھی کنوئیں میں پھول پھٹ جاوے تو پانی میں سخت تعفن آ جاتا ہے اس حدیث کی رو سے آپ کو فتویٰ دینا چاہیے کہ وہابیوں کے کنوؤں میں مردار کتے سور حیض کے کپڑے خوب ڈالے جاویں اور تم اسی بدبودار پانی کو پیتے رہو تم نے بو اور مزہ بدلنے کی قید کہاں سے لگائی۔

marfat.com

Marfat.com

تیسرے یہ کہ یہ حدیث تمام ان احادیث کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ حضور علیہ السلام ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے کو بھی منع فرماتے ہیں اور یہاں مردار کتے ڈالنے سے ممانعت نہیں فرماتے لہٰذا یہ حدیث قابل عمل نہیں تمام مشہور حدیثوں کے خلاف ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ حدیث قیاس شرعی کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے ہیں اور جب احادیث میں تعارض ہو تو جو حدیث خلاف قیاس ہو وہ واجب الترک ہے اور جو مطابق قیاس ہو وہ واجب العمل ہے لہٰذا ان احادیث پر عمل کرو جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے۔

پانچویں یہ کہ بضاعہ کنواں ہمارے ملک کے کنوؤں کی طرح نہ تھا۔ بلکہ اس کے نیچے پانی جاری تھی جیسا کہ آج مکہ معظمہ کے کنوئیں نہر زبیدہ پر بنے ہوئے ہیں اور مدینہ منورہ کے کنوئیں نہر زرقا پر واقع ہیں بظاہر کنوئیں معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت وہ آب رواں کی نہریں ہیں چونکہ پانی جاری تھا اس لئے جو گندگی گری بہ گئی پاک وصاف پانی آ گیا نہ اس میں بو تھی نہ کوئی گندگی جاری نہر اور جاری دریا کا حکم یہ ہی ہے۔ چنانچہ امام طحاوی نے امام واقدی سے نقل کیا۔

ان بیر بضاعة کانت طریقا للمآء الی البساطین فکان الماء لا یستقر فیھا۔

ترجمہ: بضاعۃ کنواں پانی کا راستہ تھا جو باغوں میں جاتا تھا اس میں پانی ٹھہرتا نہ تھا۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس صورت میں تمام احادیث متفق ہو گئیں اور مسئلہ بالکل حل ہو گیا۔ لہٰذا کنواں گندگی گرنے سے نجس ہو جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ ترمذی شریف نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

قال سمعت رسول اللہ ﷺ وھو یسئل عن المآء یکون فی الفلاۃ من الارض وماینوبہ من السباع والدوآب قال اذا کان المآء قلتین لم یحمل الخبث۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے سنا نبی کریم ﷺ کو حالانکہ آپ سے اس پانی کے متعلق سوال ہوا جو جنگلوں میں ہوتا ہے جس پر درندے اور جانور ہوتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا جب پانی دو مٹکے ہو تو نجاست کو نہیں اٹھاتا۔

(سنن الترمذی ج ۱ ص ۹۷ رقم الحدیث ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ دو مٹکے پانی نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا امام ترمذی نے محمد ابن اسحاق سے روایت کی کہ دو قلے پانی مشکیزہ ہوتے ہیں جب پانچ مشکیزے پانی نجس نہیں ہوتا تو کنوئیں میں سینکڑوں مشکیزے پانی ہوتا ہے وہ کیسے نجس ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مٹکے پانی کبھی ناپاک نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی نجاست گرے خبث میں مقدار نجاست کی قید نہیں تو چاہئے کہ اگر دو مٹکے میں چار مٹکے پیشاب پڑ جاوے اور اس کا بو مزہ رنگ سب پیشاب کا سا ہو جاوے تب بھی وہ پاک ہی رہیں رنگ وبو نہ بدلنے کی قید تم نے کہاں سے لگائی؟ یہ بھی حدیث کے خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ لم یحمل الخبث کے یہ معنے کیسے ہوئے کہ نجس نہیں ہوتا اس کے معنے ہیں نجاست برداشت نہیں کرتا۔ یعنی نجس ہو جاتا ہے جب یہ احتمال بھی موجود ہے تو تمہارا استدلال باطل ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر یہ ہی معنے کئے جائیں کہ دو مٹکے پانی کبھی نجس نہیں ہوتا تو یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے کہ حضور ﷺ نے ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا خواہ دو مٹکے پانی ہو یا کم وبیش اور سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چاہ زمزم میں ایک حبشی گرنے پر اس کا پانی نکلوایا یہ کیوں وہاں تو ہزاروں مٹکے پانی تھا۔ لہٰذا یہ حدیث لائق عمل نہیں چوتھے

marfat.com

Marfat.com

یہ کہ قلتیں قلہ کا تثنیہ ہے قلہ مٹکے کو بھی کہتے ہیں اور انسان کی قد وقامت کو بھی اور پہاڑ کی چوٹی کو بھی یہاں قلہ کے معنی انسانی قد وقامت ہے۔ اور اس سے گہرائی کا اندازہ بتانا مقصود نہیں بلکہ لمبائی کا اندازہ بیان کرنا مقصود ہے یعنی جب پانی بہہ رہا ہو اور دو قامت انسان کی بقدر اسے بہنے کے لئے فاصلہ مل جاوے تو اب کسی چیز سے نجس نہ ہوگا کیونکہ وہ پانی نہروں کی طرح رواں جاری ہے گندگی کو بہا لے جاوے گا۔ فوراً دوسرا پانی آوے گا۔ اس معنی سے احادیث میں تعارض بھی نہیں ہوگا۔ اور ہر حدیث واجب العمل بھی ہوگی۔ یہ وجہ بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اگر قلہ کے معنی ہوں مٹکا تو پتہ نہ چلے گا کہ کتنا بڑا مٹکا کہاں کا مٹکا اور پانچ مشک مقدار کرنا بھی درست نہیں کہ حدیث میں مقدار مذکور نہیں۔ نیز یہ خبر نہیں کہ مشکیزہ کتنا بڑا اور کہاں کا غرض یہ کہ حدیث مجمل ہوگی مجمل پر عمل ناممکن ہے پانچویں یہ کہ اس حدیث میں وہ صورت مراد ہے کہ دو قلے پانی زمین پر خوب پھیلا ہوا بڑے حوض کی مقدار میں ہو یعنی سو ہاتھ سطح ہوگئی ہو۔ اب چونکہ یہ پانی تالاب کے حکم میں ہوگیا لہٰذا معمولی گندگی گرنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ اس صورت میں بھی احادیث میں تعارض نہیں۔

اعتراض نمبر ۳:۔ حنفیوں کا ڈول بڑے کمال والا ہے کہ ناپاک کنوئیں سے صرف ناپاک پانی چھانٹ کر نکال لاتا ہے پاک پانی چھوڑ آتا ہے۔ حیرت ہے کہ جب کنوئیں میں چڑیا مرگئی جس سے سارا کنواں ناپاک ہوگیا اور حنفیوں نے اس میں سے صرف تیس ڈول نکالے تو یا تو کہو کہ سارا کنواں ناپاک ہی نہ ہوا تھا۔ صرف تیس ڈول پانی ناپاک تھا جسے یہ کراماتی ڈول چھانٹ کر نکال لایا۔ اگر کل کنواں ناپاک ہوگیا تھا۔ تو تیس ڈول نکل جانے سے سارا پانی پاک کیسے ہوگیا؟

جواب: ۔ یہ کرامت وہابیوں کے ڈول میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ جب کنوئیں کا پانی بدمزہ رنگ بدل جانے کی وجہ سے ناپاک ہو جاوے اور کنواں چشمہ والا ہو جس کا پانی ٹوٹ نہ سکے اب وہابی صاحبان اسے پاک کریں۔ بتاؤ اس صورت میں کل کنواں ناپاک ہوا ہے یا کچھ ڈول اگر کچھ ڈول پانی ناپاک ہوا ہے تو وہابیوں کا ڈول واقعی کراماتی ہے کہ چھانٹ چھانٹ کر صرف گندا پانی نکال لایا اور پاک پانی کو ہاتھ نہ لگایا اور اگر کل کنواں ناپاک ہوا تھا تو کنوئیں کا کل پانی نکالا بھی نہیں پانی کے آس پاس کی دیواریں دھوئی بھی نہ گئیں اور کنواں پاک ہوگیا یہ کیسے ہوا اس کا جواب وہابی دیں گے وہ ہی ہماری طرف سے بھی سمجھ لیں۔ جناب عالی چڑیا مرجانے سے سارا ہی کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں کوئی چیز سوکھ کر کوئی جل کر کوئی بہہ کر کوئی صرف پونچھ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی اس کنوئیں کا پانی صرف آسانی کے لئے چالیس ڈول نکال دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ دیکھو منی ناپاک ہے۔ لیکن جب کپڑے میں لگ کر خشک ہو جاوے تو صرف مل کر جھاڑ دینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے۔ کہیے یہ کپڑا بغیر دھوئے پاک کیسے ہوگیا۔ صرف آسانی کے لئے ایسے ہی آسانی کے لئے صرف چالیس ڈول نکال دینے سے سارا کنواں پاک ہو جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۴:۔ اگر چڑیا چوہا مرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے تو ناپاک پانی کی وجہ سے کنوئیں کی دیوار بھی نجس ہوگئی اور جب اسے پاک کرنے کے لئے ڈول ڈالا گیا تو وہ ڈول ورسی بھی نجس ہوگئی تو چاہئے تو یہ تھا کہ اسے پاک کرنے کو دیوار بھی دھودی جاتی اور ڈول رسی بھی پاک کی جاتی۔

جواب:۔ اس اعتراض کا جواب اعتراض نمبر ۳ کے جواب میں گزر گیا کہ ایسے موقع پر شریعت آسانی کرتی ہے کنوئیں کی دیواریں اور ڈول اور رسی دھونے میں سخت دشواری تھی۔ اس لئے اس کی معافی دی گئی۔ تم بھی اپنے گندے کنویں پاک کرتے وقت نہ کنوئیں کی دیواریں دھوتے ہو نہ ڈول ورسی آپ کا یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے اور نص کے مقابل قیاس دوڑانا جائز نہیں ہم پہلی فصل میں بتا چکے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاہ زمزم پاک کیا مگر نہ اس کی دیواریں دھوئیں نہ ڈول ورسی۔

marfat.com

Marfat.com

چوبیسواں باب

نماز جمعہ وعیدین گاؤں میں نہیں ہوتی

مسئلہ شرعی یہ ہے کہ نماز جمعہ ونماز عیدین گاؤں میں نہیں ہوتی۔ ان تینوں نمازوں کے لئے شہر یا شہر کی ملحقہ جگہ ہونا شرط ہے نہ گاؤں والوں پر جمعہ وعیدین لازم ہے اور نہ وہاں گاؤں میں یہ نمازیں جائز ہیں۔ ہاں اگر گاؤں والے شہر آکر یہ نمازیں پڑھ جائیں تو ثواب پائینگے مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ جمعہ وعیدین ہر جگہ جائز ہے نماز ظہر کی طرح ہر گاؤں شہر میں ہوسکتی ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کی بھی دو فصلیں کی جاتی ہیں۔ پہلی فصل میں اس ممانعت کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

نوٹ:۔ ضروری خیال رہے کہ شہر وہ بستی ہے جہاں کوچے وبازار ہوں۔ ضروریات کی چیزیں مل جاتی ہوں۔ اور وہاں کوئی حاکم بھی رہتا ہو جہاں یہ نہ ہو وہ گاؤں ہے۔

پہلی فصل

نماز جمعہ وعیدین کے لئے دوسری شرائط جماعت، خطبہ وغیرہ کی طرح شہر یا فصاء شہر بھی شرط ہے کہ یہ نمازیں صرف شہر میں ہوں گی گاؤں میں نہیں ہوسکتیں دلائل ملاحظہ ہوں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

نمبر(۱):۔

یا یھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع۔

اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہوجائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور تجارتیں چھوڑ دو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۲ آیت نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو اذان جمعہ ہوجانے پر دو حکم دیئے جمعہ کے لئے حاضر ہونا دوسرے تجارتی کاروبار چھوڑ دینا جس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ جمعہ وہاں ہی ہوگا۔ جہاں تجارتی کاروبار ہوں اور ظاہر ہے کہ تجارتی کاروبار بازاروں منڈیوں میں ہی ہوتا ہے اور بازار و منڈیاں شہروں ہی میں ہوتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱ تا ۳:۔ عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابوعبید نے غریب میں مروزی نے کتاب الجمعہ میں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ جمعہ اور تکبیر تشریق نہیں ہوسکتے مگر بڑے شہر میں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۸ رقم الحدیث ۵۱۷۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ٤:۔ ابن ابی شیبہ نے ان ہی امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ نہ تو جمعہ ہوتا ہے نہ تکبیر تشریق نہ عید بقرعید کی نماز مگر بڑے شہر میں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳۹ رقم الحدیث ۵۰۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com
Marfat.com

حدیث نمبر ۵:۔ بیہقی نے عرفہ میں انہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال لا تشريق ولا جمعة الا في مصر جامع۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ جمعہ اور تکبیر تشریق نہیں ہو سکتے مگر بڑے شہر میں۔

(سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۵۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۶:۔ فتح الباری میں شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال ليس على اهل القرى جمعة انما الجمعة على اهل الامصار مثل المدائن۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا گاؤں والوں پر نماز جمعہ فرض نہیں جمعہ مدائن جیسے شہر والوں پر فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳۹ رقم الحدیث ۵۰۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

حدیث نمبر ۷، ۹:۔ مسلم، بخاری، ابو داؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

كان الناس يتنا بون الجمعة من منازلهم والعوالي فياتون في الغبار والعرق الخ۔

ترجمہ: لوگ نماز جمعہ کے لئے اپنی منزلوں اور گاؤں سے مدینہ منورہ آتے تھے انہیں غبار لگ جاتا تھا اور پسینہ آ جاتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعہ ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۸۱ رقم الحدیث ۸۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۱۰۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۶۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۵۴۵۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حدیث نمبر ۱۰:۔ ترمذی نے حضرت ثُوَیر سے انہوں نے قبا والوں میں سے ایک صاحب سے انہوں نے اپنے والد سے جو صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں روایت کی۔

قال امرنا النبي ﷺ ان نشهد الجمعة من قبا۔

ترجمہ: فرمایا ہم قبا والوں کو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ نماز جمعہ کے لئے قبا سے چل کر مدینہ آئیں۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۷۴ رقم الحدیث ۵۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۱:۔ ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ نبی کریم ﷺ سے راوی۔

قال الجمعة على من اواه الليل الى اهله۔

ترجمہ: فرمایا جمعہ اس پر فرض ہے جو جمعہ پڑھ کر رات تک اپنے گھر واپس پہنچ جائے۔

(سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۷۴ رقم الحدیث ۵۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۱۲:۔ ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

ان اهل قباء كانوا يجمعون مع رسول الله ﷺ يوم الجمعة۔

ترجمہ: قبا والے لوگ جمعہ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء من این یوتی الجمعۃ ج ۱ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۱۱۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح البخاری باب این یوتی الجمعہ ج ۱ ص ۵۳۱ طبع سنہ ۱۹۲۲ء)

حدیث نمبر ۱۳، ۱۴:۔ موطا امام مالک باب جمعہ فی العوالی اور موطا امام محمد باب صلوۃ العیدین وامر الخطبہ میں بروایت ابن شہاب عن ابی عبید مولیٰ ابن ازہر ہے۔

قال شهدت العيد مع عثمان فصلى ثم انصرف وقال انه قد اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان فمن احب من اهل العالية ان ينتظر الجمعة فينتظرها ومن احب ان يرجع فقد اذنت له۔

ترجمہ: فرمایا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عید میں حاضر ہوا آپ نے نماز پڑھی پھر لوٹے اور فرمایا کہ آج کے دن

marfat.com

Marfat.com

میں دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں تو گاؤں والوں میں سے جو صاحب جمعہ کا انتظار کرنا چاہیں وہ کریں اور جو واپس جانا چاہیں میں انہیں اجازت دیتا ہوں۔☆

(مؤطاء امام محمد باب صلوۃ العیدین وامر الخطبہ ص۱۳۹۔۱۴۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان آخری احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ میں قبا اور دیگر گاؤں سے لوگ نماز جمعہ وعیدین پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے تھے۔ خواہ وہ اپنے گاؤں میں یہ نمازیں نہ پڑھ لیتے تھے اگر گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہوتی تو یہ حضرات وہاں ہی پڑھ لیا کرتے گردوغبار تپش اور پسینہ کی زحمتیں اٹھا کر جمعہ وعیدین کے لئے مدینہ طیبہ نہ آیا کرتے۔ بخاری کے لفظ یتنا بون اور موطا کے لفظ ان یرجع سے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں ورنہ ان کے باری باری آنے کے کیا معنی اور صرف عید پڑھ کر جو جمعہ کے دن تھی بغیر جمعہ پڑھے لوٹ جانے کا کیا مطلب؟

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جمعہ گاؤں اور جنگلوں میں نہ ہو کہ صرف شہر میں ہو کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا حج الوداع بروز جمعہ ہوا یعنی ۹ ذی الحجہ عرفہ کے دن جمعہ تھا۔ جس میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کا اجتماع تھا مگر حضور ﷺ نے نہ تو خود میدان عرفات میں جمعہ پڑھا نہ مکہ کے حاجیوں کو اس کا حکم دیا نیز صحابہ کرام نے بہت ملک فتح کئے مگر کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ان حضرات نے گاؤں میں جمعے قائم کئے ہوں چنانچہ فتح القدیر باب الجمعہ میں ہے۔

ولهذا لم ينقل عن الصحابة حين فتحوا البلاد و اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا في الامصار۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول نہ ہوا کہ جب انہوں نے علاقے فتح کیے تو انہوں نے شہروں کے سوا کہیں اور عیداور جمعے قائم کئے ہوں۔

(فتح القدیر باب الجمعہ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اگر جمعہ ظہر کی طرح ہر جگہ ہو جایا کرتا تو یہ حضرات ہر جگہ ہی جمعے قائم کرتے جیسے جمعہ کے لئے خطبہ جماعت وغیرہ شرط ہے جو نماز ظہر کے لئے شرط نہیں نیز جمعہ مسافر اور عورت و بیمار پر فرض نہیں ظہر سب پر فرض ہے ایسے ہی اگر جمعہ کے لئے شہر شرط ہو تو کیا مضائقہ ہے غرضکہ جمعہ سارے احکام میں ظہر کی طرح نہیں۔

دوسری فصل ...... اس مسئلہ پر اعتراض وجوابات

اعتراض نمبر ۱:۔ قرآن کریم سے نماز جمعہ کی فرضیت بطریق اطلاق ثابت ہے وہاں شہر کی قید نہیں تو تم مذکورہ احادیث کی وجہ سے قرآن میں قید کیسے لگا سکتے ہو۔ قرآن مطلق حدیث واحد سے مقید نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ...... ☆

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن ادريس عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا الجمعة في الامصار۔

ترجمہ: ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا جمعہ شہروں میں فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳۹ رقم الحدیث ۵۰۶۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا غندر عن مغيرة عن ابراهيم قال لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع۔

ترجمہ: مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا شہر کی جامع مسجد کے سوا جمعہ اور تشریق فرض نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۳۹ رقم الحدیث ۵۰۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کے چند جوابات ہیں ایک الزامی باقی تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن شریف میں نماز جمعہ کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی گئی نہ وقت کی نہ خطبہ کی نہ جماعت کی نہ جگہ کی تو چاہیئے کہ نماز جمعہ دن رات فجر مغرب ہر وقت میں پڑھالیا کرو نیز خطبہ کی بھی پابندی نہ ہو۔ جنگل اور گھر میں اکیلا آدمی بھی جمعہ پڑھ سکے حالانکہ آپ لوگ بھی اس کے قائل نہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت جمعہ مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے اور مجمل کی تفصیل حدیث واحد سے بھی ہوسکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ احادیث واحد نہیں عرفات میں حضور ﷺ کا جمعہ نہ پڑھنا تمام ان حاجی صاحبان نے دیکھا۔ جنکی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی جس فعل شریف کو اتنے صحابہ دیکھیں وہ خبر واحد کیونکر ہوگی۔ چوتھے یہ کہ خود قرآن کریم میں شہر کے شرط ہونے کی طرف اشارہ موجود ہے کہ رب نے حکم جمعہ کے ساتھ فرمایا وذروا البیع جیسا کہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ بخاری وغیرہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد نبوی شریف کے بعد سب سے پہلا جمعہ مسجد عبدالقیس میں ہوا جو بحرین کے ایک قریہ جواثی میں واقع ہے معلوم ہوا کہ قریہ یعنی گاؤں میں جمعہ ہوسکتا ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ عربی میں قریہ صرف گاؤں کو نہیں کہتے مطلقاً بستی کو کہتے ہیں گاؤں ہو یا شہر قرآن کریم میں بہت جگہ شہر کو قریہ کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم۔

ترجمہ: کفار بولے کہ یہ قرآن ان دو شہروں (مکہ وطائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔

(پارہ ۲۵ سورہ الزخرف آیت نمبر ۳۱)

دیکھو اس آیت میں مکہ معظمہ وطائف کو قریہ فرمایا گیا حالانکہ یہ بڑے شہر ہیں مکہ معظمہ کی شہریت تو قرآن سے ثابت ہے۔ وهذا البلاد الامین اور فرماتا ہے۔

واسئل القرية التى كنا فيها۔

ترجمہ: آپ پوچھیں اس شہر سے جس میں ہم تھے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۲)

دیکھو اس آیت میں مصر کو قریہ فرمایا گیا جو عظیم الشان شہر ہے۔

حتى اذا اتيا اهل قرية ن استطعما اهلها۔

ترجمہ: یہ دونوں (موسیٰ وخضر علیہما السلام) ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے باشندوں سے کھانا مانگا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۷۷)

اس آیت میں انطاکیہ کو قریہ فرمایا گیا حالانکہ بڑا شہر ہے بہرحال قریہ شہر کو بھی کہتے ہیں جواثی گاؤں نہ تھا بلکہ شہر تھا۔ چنانچہ صحاح میں ہے۔

ان جوالى حصن بالبحرين۔

ترجمہ: جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے۔

(فتح القدیر باب الجمعہ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور ظاہر ہے کہ قلعہ شہروں میں ہوتا ہے (فتح القدیر) مبسوط میں ہے۔

الها مدينة بالحرين۔

ترجمہ: وہ بحرین میں ایک شہر ہے۔

(فتح القدیر باب الجمعہ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

marfat.com
Marfat.com

بہر حال جن لوگوں نے کہا ہے کہ جواثی قریہ ہے ان کی مراد قریہ سے شہر ہے دوسرے یہ کہ اگر یہاں قریہ بمعنی گاؤں ہو تو اس کی پہلی حالت مراد ہے یعنی پہلے وہ گاؤں تھا جمعہ قائم ہونے کے وقت شہر بن چکا تھا لہٰذا شہر والی روایتیں بھی درست ہیں گاؤں والی بھی تیسرے یہ کہ اگر جمعہ قائم ہونے کے وقت بھی گاؤں تھا۔ تو وہاں جمعہ پڑھنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنے اجتہاد سے تھا نہ کہ حضور ﷺ کے حکم سے ان بزرگوں کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ (از فتح القدیر وغیرہ)

(فتح القدیر باب الجمعہ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعتراض نمبر ۳:۔ بیہقی شریف میں بروایت عبد الرحمن ابن کعب عن کعب ابن مالک ہے فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے جمعہ ہم کو سعد ابن زارہ نے مقام حرہ بنی بیاضہ پر پڑھایا پوچھا گیا کہ وہاں کتنے آدمی رہتے تھے۔ تو فرمایا صرف چالیس آدمی تھے حضرت کعب جب بھی اذان سنتے تو حضرت سعد کو دعائیں دیتے تھے دیکھو سعد بن زارہ بھی صحابی ہیں اور حضرت کعب ابن مالک بھی ان بزرگوں نے مع دوسرے صحابہ کرام ایسی جگہ جمعہ پڑھایا جہاں صرف چالیس کی بستی تھی۔ معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔

جواب:۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے کا ہے جب کہ جمعہ ابھی فرض بھی نہ ہوا تھا۔ بیعت عقبہ کے بعد جب مدینہ منورہ میں اسلام پھیلا اور کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو ان مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جیسے یہود ہفتہ کے دن اور عیسائی اتوار کے دن اپنے عبادت خانوں میں جمع ہو کر عبادتیں کرتے ہیں ہم بھی عروبہ کے دن جمع ہو کر عبادات کیا کریں۔ چنانچہ حضرت سعد ابن زارہ نے حرہ بنی بیاضہ میں ایک خاص جگہ مسجد کی شکل کی بنائی اور وہاں عروبہ کے دن جمع ہونا نماز و وعظ کرنا شروع کر دیا اور اس دن کا نام یوم جمعہ رکھا یعنی مسلمانوں کے اجتماع کا دن یہ نماز ان بزرگوں کی اپنی اجتہادی نماز تھی۔ نہ کہ موجودہ اسلامی جمعہ پھر رب تعالیٰ نے اسی دن میں نماز جمعہ فرض فرمائی اس کی تحقیق بیہقی میں اسی مقام پر اور فتح القدیر میں جمعہ کی بحث میں ملاحظہ کرو اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ نماز مروجہ جمعہ ہی کی نماز تھی۔ تو حرہ بنی بیاضہ مستقل گاؤں نہ تھا۔ بلکہ مدینہ منورہ کے مضافات میں سے تھا۔ یعنی فنائے شہر کے جنگلوں میں بھی جمعہ وعیدین جائز ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:۔ بخاری شریف میں حضرت یونس سے مروی ہے کہ جناب رزیق ابن حکیم نے ابن شہاب کو خط لکھا کہ کیا میں اپنی زمین ایلہ میں جمعہ پڑھ لیا کروں جہاں چند سوڈانی وغیرہ مسلمان رہتے ہیں انہوں نے جواب دیا ضرور دیکھو محمد ابن شہاب نے رزیق کو ایک بہت چھوٹے سے گاؤں ایلہ میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ جمعہ گاؤں میں جائز ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب بخاری شریف کے اسی مقام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ محمد ابن مسلم ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ اپنے اجتہاد سے دیا ہے نہ کہ کسی حدیث کی بنا پر انہیں مسئلہ معلوم نہ تھا۔ وہ سمجھے کہ ظہر کی طرح جمعہ بھی ہر جگہ ہو جاتا ہو گا لہٰذا یہ حکم دے دیا چنانچہ بخاری میں اس جگہ شہاب کا پورا خط نقل کیا ہے جس میں اس فتوے کی یہ دلیل نقل فرمائی ہے کہ مجھ سے سالم نے ان سے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا ہے اس سے قیامت میں اپنے ماتحتوں کے متعلق سوال ہو گا الخ اس سے معلوم ہوا کہ ابن شہاب کو گاؤں میں جواز جمعہ کی کوئی حدیث نہ ملی صرف اس حدیث سے استنباط کیا۔

اعتراض نمبر ۵:۔ تمہاری پیش کردہ حدیثیں سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان ایک صحابی کے قول سے قرآنی آیت کے خلاف فتویٰ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔

جواب:۔ صحابہ کرام کے اقوال بھی حدیث ہیں جنہیں حدیث موقوف کہا جاتا ہے اور یہ حدیثیں اگر قیاسات کی نہ ہوں تو حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ قرآن شریف میں جمعہ کی نماز کے لئے شہر کی صراحتاً قید نہ لگائی گئی اور پھر آپ نے

marfat.com

Marfat.com

فرمایا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی رائے سے یہ کلام نہیں فرمایا بلکہ حضور ﷺ سے سن کر فرمایا اسی لئے صاحب ہدایہ نے یہ حدیث مرفوعا نقل فرمائی کیونکہ ایسی حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہیں۔

اعتراض نمبر ٦:۔ جمعہ کی نماز نماز ظہر کے قائم مقام ہے اسی لئے جمعہ کے دن ظہر نہیں پڑھی جاتی صرف جمعہ ہی پڑھا جاتا ہے۔ جب ظہر گاؤں وشہر ہر جگہ ہو جاتی ہے تو جمعہ بھی ہر جگہ ہو جانا چاہیے۔

جواب:۔ یہ اعتراض تم پر بھی پڑسکتا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ظہر کی طرح جمعہ بھی اکیلے جماعت سے جنگل میں گھر میں مسجد میں ہر جگہ ہو جانا چاہیے۔ اللہ کے بندو جب جمعہ اور ظہر میں بہت سے فرق ہیں کہ ظہر کی رکعتیں چار جمعہ کی دو ظہر میں سنت موکدہ چھ چار تو فرضوں سے پہلے اور دو بعد میں جمعہ میں آٹھ چار فرض سے پہلے اور چار بعد ظہر میں جماعت شرط نہیں اور جمعہ میں شرط ہے۔ ظہر میں خطبہ شرط نہیں جمعہ میں شرط ظہر میں ایک اذان جمعہ میں دو ظہر گھر میں بھی جائز مگر جمعہ کے لئے اذن عام کی جگہ ہونا ضروری ظہر سارے مسلمانوں پر فرض مگر جمعہ عورت ومسافر پر فرض نہیں جب جمعہ اور ظہر میں اتنے فرض موجود ہیں تو اگر یہ فرق بھی ہو جائے کہ جمعہ کے لئے شہر شرط ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے ہی فرض ہوا تھا۔ مگر نبی کریم ﷺ نے نہ تو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں جمعہ پڑھا اور نہ ہجرت کے بعد قبا کے قیام کے دوران میں کیونکہ اس وقت مکہ معظمہ دار الاسلام نہ تھا۔ اور قبا شریف شہر نہ تھا جمعہ کے لئے دونوں چیزیں شرط ہیں۔

اعتراض نمبر ٧:۔ حنفی کہتے ہیں کہ موسم حج میں منیٰ میں جمعہ پڑھا جائے منیٰ تو گاؤں بھی نہیں محض جنگل ہے اگر جمعہ کے لئے شہر شرط تھا تو منیٰ میں جمعہ جائز کیوں ہو گیا۔

جواب:۔ حج کے زمانہ میں منیٰ شہر بن جاتا ہے کیونکہ وہاں ہر قسم کی عمارتیں گلی کوچے بازار تو پہلے ہی بنے ہوئے ہیں حج کے موسم میں وہ سب آباد ہو جاتے ہیں اور وہاں حاکم بھی موجود ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں جمعہ جائز ہے۔ اس زمانہ میں دہلی وکانپور کے مقابلہ کا شہر بن جاتا ہے عرفات محض میدان ہے چاہیے تو یہ تھا کہ وہاں نماز عید بھی پڑھی جاتی مگر چونکہ اسدن حج کے مشاغل بہت زیادہ ہیں اس لئے حجاج پر عید معاف ہے۔ رمی، قربانی، حجامت، طواف زیارت یہ سب دسویں تاریخ کو کیے جاتے ہیں ان کی ادا میں شام ہو جاتی ہے۔ خیال رہے کہ مسافر پر نہ جمعہ فرض ہے نہ عید واجب اور اکثر حجاج مسافر ہی ہوتے ہیں۔

نوٹ ضروری:۔ جہاں مسلمان گاؤں میں جمعہ پڑھ لیتے ہوں وہاں ان کو ظہر احتیاطی پڑھنے کا تاکیدی حکم دیا جائے ورنہ ان کا فرض ادا نہ ہوگا نماز ظہر رہ جائے گی۔

☆..........☆

marfat.com

Marfat.com

پچیسواں باب

نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں تلاوت قرآن مطلقاً خلاف سنت ہے اس میں نہ تو سورہ فاتحہ پڑھی جاوے نہ کوئی اور سورت کہ اگر اس نماز میں صرف حمد الٰہی درود شریف اور دعا پڑھی جاوے ہاں اگر الحمد شریف یا کوئی دوسری سورت ثناء الٰہی یا دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے تلاوت کی نیت سے جائز نہیں تلاوت اور دعا کی نیتوں کے احکام مختلف ہیں دیکھو ناپاکی (جنابت) کی حالت میں آیت قرآنی تلاوت کی نیت سے پڑھنا حرام ہے دعا کی نیت سے پڑھنا درست کسی نے پوچھا آپ کا مزاج کیسا ہے۔ ہم نے کہا الحمد للہ رب العالمین۔ اگر ہم ناپاکی کی حالت میں ہوں تب بھی یہ کہہ دینا جائز ہے لیکن اگر تلاوت قرآنی کی نیت سے یہ آیت پڑھی تو سخت جرم ہے، مگر غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن کی نیت سے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اس لئے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں پہلی فصل میں اپنے دلائل دوسرے فصل میں اسی پر سوال و جواب۔

پہلی فصل ......اس مسئلہ پر دلائل

نمبر ا:۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

ولا تصل علی احدمنهم مات۔

ترجمہ: منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس پر جنازہ نہ پڑھیں۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۸۴)

آیہ کریمہ میں نماز جنازہ کو صلوٰۃ فرمایا مگر ساتھ میں علی ارشاد فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز در حقیقت دعا ہے۔ عرفی نماز نہیں جیسے رب فرماتا ہے۔

صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔

ترجمہ: اے مسلمانوں تم نبی پر درود و سلام پڑھو۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۶)

یہاں صلوا علیہ میں نماز مراد نہیں بلکہ درود دعا مراد ہے کیونکہ اس کے بعد علی ارشاد ہے جب صلوٰۃ کے بعد علی ہو تو وہ بمعنی دعاء رحمت ہوتی ہے نہ کہ عرفی نماز اور ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ و تلاوت قرآنی عرفی نماز کا رکن ہے نہ کہ دعا کا دعا کے لئے تو حمد الٰہی درود شریف چاہیے چونکہ جنازہ در حقیقت دعا ہے نہ کہ عرفی نماز لہٰذا اس میں تلاوت قرآن کیسی اس لئے اس میں رکوع سجدہ نہیں اور اس میں میت کو آگے رکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱:۔ موطا امام مالک میں بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔

ان ابن عمر کان لا یقرء فی الصلوة علی الجنازة۔ (فتح القدیر)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں تلاوت قرآن نہ کرتے تھے۔

(موطاء امام مالک کتاب الجنائز باب مایقول المصلی علی الجنازہ ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۵۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر ۲:۔ اسی موطاء امام مالک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عمن سئل اباهریرة کیف یصلی علی الجنازة فقال ابوهریرة انا لعمرك اخبرك اتبعها من عند اهلها فاذا وضعت کبرت وحمدت الله صلیت علی نبیه ثم اقول اللهم عبدك وابن عبدك وابن امتك كان یشهد الخ۔ (فتح)

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: روایت ہے اس سے جس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہاری عمر کی قسم میں بتاتا ہوں میں میت کے گھر سے اس کے ساتھ جاتا ہوں جب میت رکھی جاتی ہے تو تکبیریں کہتا ہوں اور اللہ کی حمد اس کے نبی ﷺ پر درود عرض کرتا ہوں۔ پھر یہ دعا پڑھتا ہوں الٰہی تیرا یہ بندہ تیرے فلانے بندے فلانی بندی کا لڑکا توحید و رسالت کی گواہی دیتا تھا۔ الخ۔

(مؤطا امام مالک کتاب الجنائز باب مایقول المصلی علی الجنازۃ ج اص ۲۲۸ رقم الحدیث ۵۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

غور کرو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی نماز میں حمد درود دعا کا ذکر تو ہے۔ مگر تلاوت قرآن کا بالکل ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازہ میں تلاوت قرآن نہ کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۴'۳:۔ ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔

قال قال رسول اللہ ﷺ اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خاص دعا کرو۔

(سنن ابن ماجہ ج اص ۴۸۰ رقم الحدیث ۱۴۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ہم لوگ اس حدیث کے معنی کرتے ہیں کہ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو خلوص دل سے اس کے لئے دعا مانگو اس سے دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہے مگر حضرات وہابی اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو نماز میں خالص دعا کرو۔

ان کے اس معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن نہیں صرف دعا ہے کہ خالص اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں اور چیز کی ملاوٹ نہ ہو تو ان کے ہاں مطلب یہ ہے کہ جیسے نمازوں میں تلاوت، رکوع، سجدہ، التحیات و دعا وغیرہ سب کچھ ہوتی ہے اس جنازہ کی نماز میں بجز دعا کہ کچھ نہ ہو رہی حمد و درود یہ دعا کے توابع سے ہے کہ دعا کے آداب میں سے ہے۔ بہر حال یہ حدیث ان کے معنی سے ہی انہی کے خلاف ہے۔ اور احناف کی تائید کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۵'۱۶:۔ عینی شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۵۴ باب قراءۃ الفاتحہ علی الجنازۃ میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

وممن كان لا يقرء في الصلوة على الجنازة و ينكر عمر ابن الخطاب وعلى ابن ابى طالب وابن عمر وابوهريرة ومن التابعين عطاء وطاء وس وسعيد وابن المسيب وابن سيرين و سعيد ابن جبير والشعبى والحكم قال ابن المنذر وبه قال مجاهد و حماد والثورى وقال مالك قراة الفاتحة ليست معمولا بها فى بلدنا فى صلوة الجنازة۔

ترجمہ: اور جو حضرات نماز جنازہ میں تلاوت قرآن نہ کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے ان میں حضرت عمر ابن خطاب، علی ابن ابی طالب، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور تابعین میں سے حضرت عطاء طاؤس سعید ابن میتب، محمد ابن سیرین، سعید ابن جبیر، امام شعبی اور حکم ہیں۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ یہ ہی قول مجاہد اور حماد ثوری کا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ منورہ) میں نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھنے کا رواج نہیں۔

(عینی شرح بخاری باب قراءۃ الفاتحہ علی الجنازۃ ج ۲ ص ۱۵۴)

عقل کا تقاضا بھی یہ ہی ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن نہ ہو کیونکہ عام نمازوں میں جیسے تلاوت قرآن رکن ہے ویسے ہی انہیں رکوع، سجدہ، التحیات میں بیٹھنا بھی رکن ہے اور ان نمازوں میں قبر یا میت یا کسی زندہ آدمی کا منہ اپنے سامنے ہونا حرام ہے نماز جنازہ میں نہ تو رکوع سجود التحیات ہے اور یہ نماز میت کو آگے رکھ کر ادا کی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ نماز درحقیقت دعا ہے اور دعا میں حمد درود تو ہے مگر تلاوت قرآن نہیں لہٰذا نماز جنازہ میں تلاوت بھی نہیں وہابی حضرات کو چاہیئے کہ جب نماز جنازہ میں تلاوت کرتے ہیں تو رکوع سجدہ بھی کیا کریں ہمارے ہاں پنجاب میں نماز جنازہ شروع ہوتے وقت پکار کر ایک آدمی نیت کی یوں تلقین کرتا ہے نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی کریم ﷺ کے دعا واسطے حاضر میت کے منہ طرف کعبہ شریف کے پیچھے اس امام کے اس سے معلوم ہوا کہ عام مسلمان نماز جنازہ کو حمد درود دعا کا مجموعہ ہی سمجھتے ہیں اسے مروجہ پنجگانہ نماز نہیں سمجھتے بہر حال نماز جنازہ میں تلاوت قرآن ممنوع ہے۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

اب تک ہم کو جس قدر اعتراضات مل سکے ہیں ان کے جوابات عرض کرتے ہیں اگر بعد میں کوئی نیا اعتراض ملا تو انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کا جواب دے دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۱:۔ مشکوٰۃ شریف باب نماز جنازہ میں بحوالہ بخاری شریف ہے۔

عن طلحة ابن عبد الله ابن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرء بفاتحة الكتاب وقال لتعلموا انها سنة۔

ترجمہ: روایت ہے طلحہ ابن عبد اللہ ابن عوف سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا میں نے اس لئے پڑھی کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ سنت رسول اللہ ہے اور صحابہ کا عمل۔

جواب:۔ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اس روایت میں یہ نہیں آیا کہ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھی بلکہ ظاہر یہ ہے کہ نماز کے بعد میت کو ایصال ثواب کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ فقرء کی ف سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ف تعقیب کی ہے، دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ نماز کے اندر ہی پڑھی تو یہ پتہ نہیں لگتا کہ کس تکبیر کے بعد پڑھی، تیسرے یہ کہ اگر اپنی طرف سے کوئی تکبیر بھی مقرر کرلو تو یہ پتہ نہیں لگتا کہ بنیت حمد و ثناء پڑھی یا بنیت تلاوت بنیت دعاء پڑھنا ہم بھی جائز کہتے ہیں، چوتھے یہ کہ آپ کے سورہ فاتحہ پڑھنے پر سارے حاضرین صحابہ و تابعین کو سخت تعجب ہوا تب ہی تو آپ نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے یہ عمل اس لئے کیا تاکہ تم جان لو یہ سنت ہے۔ پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو پڑھتے تھے اور نہ اسے سنت جانتے تھے اسی لئے آپ کو یہ معذرت کرنا پڑی۔ پانچویں یہ کہ آپ نے یوں نہ فرمایا کہ یہ سنت رسول اللہ ہے۔ بلکہ لغوی معنی میں سنت فرمایا یعنی یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بجائے دوسری ثناء اور دعا کے سورہ فاتحہ پڑھ لی جائے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ نبی کریم ﷺ سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہو، ساتویں یہ کہ بجز سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کسی صحابی سے جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں بلکہ نہ پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ ہم فصل اول میں عرض کر چکے ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

نبی کریم ﷺ سے جنازہ میں قرأت ثابت نہیں بہر حال اس حدیث سے جنازہ میں فاتحہ پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بالکل مجمل ہے جس میں بہت سے احتمالات ہیں۔

اعتراض نمبر ۲:۔ مشکوٰۃ شریف، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ میں بروایت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے۔

ان النبی ﷺ قرء علی الجنازة بفاتحة الکتاب۔

ترجمہ: کہ نبی کریم ﷺ نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت رسول اللہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں ابراہیم ابن عثمان واسطی ہے جو محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

قال ابو عیسی حدیث ابن عباس حدیث لیس اسناده بذاك القوی ابراهیم ابن عثمان هو ابو شیبة منکر الحدیث۔

ترجمہ: ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اسناداً قوی نہیں ابراہیم ابن عثمان منکر حدیث ہیں۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۲۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دوسرے یہ کہ ابوداؤد نے یہ حدیث نقل نہیں کی بلکہ انہوں نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث موقوف نقل فرمائی ہے صاحب مشکوٰۃ غلطی سے ابوداؤد کا نام لے گئے (مرقاۃ) تیسرے یہ کہ اگر حدیث صحیح بھی مان لو تو بھی اس سے نماز جنازہ کی اندر سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز سے آگے یا پیچھے میت کے ایصال ثواب کے لئے سورہ فاتحہ پڑھی ہو۔ یہاں اس کا بیان ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔

واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلان متعارف است۔

ترجمہ: یعنی احتمال یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازہ پر برکت کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ اب بھی رواج ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ا ص ۲۱ ۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

بہر حال اس حدیث سے جنازہ میں تلاوت فاتحہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا تعجب ہے کہ حضرات اہل حدیث ہم لوگوں سے جواز یا استحباب کرنے کے لئے نہایت کھری صحیح ٹکسالی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور خود وجوب ثابت کرنے کے لئے ایسی مجمل اور منکر ضعیف حدیثیں پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انصاف کی توفیق دے۔

اعتراض نمبر ۳:۔ جب تم نماز جنازہ کو نماز کہتے ہو تو اس میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب مانو۔ حدیث شریف میں ہے۔ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب (بغیر سورہ فاتحہ کوئی نماز نہیں ہوتی)۔

(صحیح البخاری ج ا ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

نماز جنازہ بھی نماز ہے یہ بھی بغیر سورہ فاتحہ نہ ہونی چاہیے۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی الزامی تو یہ ہے کہ پھر آپ نماز جنازہ میں رکوع سجدہ بھی کیا کریں کیونکہ نمازوں میں یہ بھی فرض ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ نماز جنازہ نماز نہیں بلکہ دعا ہے اسے نماز کہنا صرف اس لئے ہے کہ اس میں نماز کی بعض شرطیں ملحوظ ہیں، جیسے وضو، قبلہ کو رخ، اگر یہ نماز ہوتی تو اس میں میت کو بھی آگے نہ رکھا جاتا۔

☆............☆

marfat.com

Marfat.com

خاتمہ

آخر کتاب میں ہم چند اہم ضروری مسائل عرض کرتے ہیں جن سے اہل سنت احناف کے دل باغ باغ ہو جاویں، گلشن تقلید کے ایسے پھول سنگھاتے ہیں، جن سے ان کے دماغ ایمان مہک جاویں کیونکہ وہابی غیر مقلدین کی خشک گفتگو سنتے سنتے دل گھبرا گیا۔

پہلا مسئلہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

غیر مقلد وہابی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سخت دشمن ہیں۔ ان کے مسائل پر پھبتیاں کستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت سگ، اور تاریخ وفات بوکم جہاں پاک لکھی ہے نعوذ باللہ اسی کے جواب میں بعض احناف نے کہا وہابی اور گدھ کے عدد ایک ہی ہیں یعنی ۲۴ گدھ بھی مردار خور ہے اور یہ لوگ بھی گزرے ہوئے بزرگوں کے تبرائی غیبت کو قرآن کریم نے مرے بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے۔ خیال رہے کہ وہابی کے عدد چوبیس چوہے کے عدد چوبیس وہابی چوہے کی طرح دین کترتے ہیں گدھ کی طرح غیبت کر کے مردار کھاتے ہیں۔ مجھے اس سے صدمہ ہوا، دل نے چاہا کہ اس عالی جناب کے کچھ حالات اور مناقب مسلمانوں کو سناؤں اور بتاؤں کہ حضرت امام کا اسلام میں کیا درجہ و منزلت ہے شائد رب تعالیٰ ان بزرگوں کی مداح خوانی کو میرے لئے کفارہ سیات بنادے اور مجھے ان بزرگوں کے غلاموں میں حشر نصیب فرما وے۔ مسلمان اپنے امام کے مناقب سنیں اور ایمان تازہ کریں۔

حاشیہ ......☆

شان امام اعظم ﷺ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

کہ آپ امام اعظم فقیہ عراق ہیں۔ نعمان آپ کا نام ہے ثابت آپ کے والد کا نام ہے۔ ۸۰ ہجری میں ولادت ہوئی۔ ۱۵۰ھ میں وصال ہوا۔ حضرت انس بن مالک ﷺ کی کئی بار آپ نے زیارت کی ہے۔ آپ حضرت عطاء نافع، عبدالرحمن بن ہرمز، عدی بن ثابت، سلمہ بن کہیل، ابو جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار اور ابو اسحاق و خلق کثیر کے آپ شاگرد ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں امام زفر بن ھذیل، داؤد طائی، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، اسد بن عمرو، حسن بن زیاد، نوح الجامع، ابو مطیع بلخی اور کئی لوگ شامل ہیں۔ آپ نے امام حماد بن ابی سلیمان سے فقہ حاصل کی اور آپ کے شاگردوں میں جو حدیث میں شاگرد ہیں۔ حضرت وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن صلت، ابو عاصم، امام عبدالرزاق، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم، اور عبدالرحمن المقری شامل

marfat.com
Marfat.com

حاشیہ......☆

ہیں۔امام ذہبی کہتے ہیں کہ آپ:

كان اماما ورعا عالماعاملا متعبدا كبير الشان۔

ترجمہ: کہ آپ امام متقی عالم عامل عبادت گزار اور بہت بڑی شان والے ہیں۔

سئل يزيد بن هارون ايما افقه الثوری او ابو حنيفة فقال ابو حنيفة افقه۔

ترجمہ: یزید بن ھارون سے پوچھا گیا کہ امام ثوری بڑے فقیہہ ہیں یا امام ابوحنیفہ۔تو آپ نے فرمایا امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ ہیں۔

امام ابن المبارک نے فرمایا:

ابو حنيفة افقه الناس قال الشافعی الناس عيال فی الفقه علی ابی حنيفة۔

ترجمہ: کہ آپ سب لوگوں سے بڑے فقیہہ ہیں۔یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

یزید بن ہارون نے کہا۔

مارايت احدا ورع ولا اعقل من ابی حنيفة۔

ترجمہ: کہ میں نے آپ سے بڑا پرہیزگار اور عقلمند نہیں دیکھا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا:

رحم الله ان ابا حنيفة كان اماما۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا اللہ رحمت کرے بے شک ابوحنیفہ امام ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۶۸_۱۶۹ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

خطیب بغدادی کے استاد امام محدث قاضی عبداللہ حسین بن علی لکھتے ہیں کہ امام علی بن عاصم فرماتے ہیں۔

لووزن علم ابی حنيفة بعلم اهل زمانه لرجع عليهم۔

ترجمہ: اگر امام ابوحنیفہ کا علم ان کے تمام اہل زمانہ کے مجموعی علم سے تولا جائے تو یقیناً آپ کا علم ان سب کے علم سے بڑا ہوگا۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۹ مطبوعہ بیروت)

یہی امام علی بن عاصم فرماتے ہیں۔

لووزن عقل ابی حنيفة لبنصف عقل اهل الارض لرجع بهم۔

ترجمہ: اگر روئے زمین کے آدھے لوگوں کی عقل سے امام ابوحنیفہ کی عقل تولی جائے تو آپ کی عقل کا پلہ بھاری رہے گا۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۳۰ مطبوعہ بیروت)،(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(تبییض الصحیفہ امام سیوطی اردو ص ۳۴_۳۵ مطبوعہ دار الکتب الحنفیہ کراچی)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قال مسعر رايت ابا حنيفة قرأ القرآن فی ركعة۔

(تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام الطبقۃ الخامسۃ عشرۃ جدید ج ۴ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

كان ابو حنيفة خلف من مضى وماخلف والله على وجه الارض مثله۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اسلاف کے صحیح جانشین تھے اور قسم بخدا انہوں نے اپنے بعد روئے زمین پر اپنی مثل کوئی نہ چھوڑا۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۲۶ مطبوعہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

حاشیہ......☆

امام محدث قاضی عبداللہ حسین بن علی اپنی سند کے ساتھ نصر بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ امام المحدثین "شعبہ" کو جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو افسوس سے انا للہ وانا الیہ راجعون آیت پڑھی اور پھر فرمانے لگے۔

لقد طفئی عن اھل الکوفۃ ضوء نور العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدا۔

ترجمہ: بے شک اہل کوفہ سے نور علم کی روشنی بجھ گئی۔ سن لو اب لوگ ابوحنیفہ کی مثل کبھی نہیں دیکھیں گے۔

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص ۲۷ مطبوعہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ اپنی سند متصل کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم ابا حنیفۃ واصحابہ فان الناس کلھم عیال علیہ فی الفقہ۔

ترجمہ: جو شخص فقہ وشرائع میں مہارت حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے کیونکہ لوگ سب کے سب فقہ میں ان کے محتاج ہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی امام ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

محمد بن بشیر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا تو وہ مجھ سے پوچھتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے یہ سن کر وہ فرماتے۔

لقد جئت من عند افقہ اھل الارض۔

ترجمہ: تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تبییض الصحیفہ امام سیوطی اردو ص ۲۰ مطبوعہ دار الکتب الحنفیہ کراچی)

یہی امام ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن داؤد سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

یجب علی اھل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی صلاتھم قال وذکر حفظہ علیھم السنن والفقہ۔

ترجمہ: تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لئے سنن وفقہ کی حفاظت فرمائی ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تبییض الصحیفہ امام سیوطی اردو ص ۲۱ مطبوعہ دار الکتب الحنفیہ کراچی)

امام ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی متوفی ۴۷۶ھ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قیل لمالک رضی اللہ عنہ ھل رایت اباحنیفۃ قال نعم رایت رجلا لو کلمک فی ھذہ الساریۃ ان یجعلھا ذھبا لقام بحجتہ۔

ترجمہ: کہ کسی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا ہاں میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ اگر وہ تم سے کہے، یہ سواری سونے کی ہے، تو وہ دلائل قائم کر کے ثابت کر سکتا ہے کہ یہ سونے کی ہے۔

(طبقات الفقہاء ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۷۔۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تبییض الصحیفہ امام سیوطی اردو ص ۱۹ مطبوعہ دار الکتب الحنفیہ کراچی)

marfat.com

Marfat.com

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت پر تین اقوال ملتے ہیں پہلے قول کے مطابق ۸۰ھ میں ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق ۷۰ھ میں ہوئی۔ تیسرے قول کے مطابق ۶۱ھ میں ہوئی۔ جمہور ائمہ کے ہاں یہ قول مقبول معروف اور مختار قول ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ۸۰ھ

حاشیہ......☆

امام یوسف بن اسماعیل النبھانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وقد بلغنا ان الامام الشافعی لمادخل بغداد وزار قبر الامام ابی حنیفة رضی اللہ عنہما حضرتہ

امام اعظم کا نام ونسب:۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام شریف نعمان ابن ثابت ابن زوطی رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت زوطی یعنی امام کے دادا فارسی النسل ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے آپ ہی کی محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ تھا حضرت زوطی اپنے فرزند حضرت ثابت کو جب بچے تھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس دعا کے لئے لے گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ثابت کے لئے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی۔ حضرت امام اعظم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت وبشارت ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی خیزران قبرستان میں دفن ہوئے آپ کی قبر زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ ستر سال عمر شریف ہوئی۔

صلاۃ الصبح فترك القنوت مع انه یقول به، فقیل له فی ذلك۔ فقال استحییت من الامام ان اقنت بحضرته، وهو لا یقول به، فرضی اللہ تعالی عن اهل الادب۔

ترجمہ: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب امام شافعی بغداد پہنچے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کی قبر شریف کی زیارت کی اور جب صبح کی نماز کا وقت ہوگیا تو باوجودیکہ وہ خود صلوٰۃ فجر میں قنوت کے قائل تھے مگر اس کو ترک کر دیا۔ جب سوال کیا گیا کہ آپ نے قنوت کو ترک کیوں کیا ہے تو فرمایا مجھے ان امام اعظم سے حیا آتی ہے کہ میں ان کے سامنے نماز فجر میں قنوت کروں حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ فرضی اللہ عن اهل الادب۔

(شواہد الحق ص ۲۲۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (میزان الکبری ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

حدثنا حماد بن قریش قال سمعت اسد بن عمر یقول صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلاۃ الفجر بوضوء صلاۃ العشاء اربعین سنة فکان عامة اللیل یقرأ جمیع القرآن فی رکعة واحدة وکان یسمع بکاؤہ باللیل حتی یرحمه جیرانه وحفظ علیه انه ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیه سبعة آلاف مرة۔

ترجمہ: حماد بن قریش سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسد بن عمرو کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حفظ قرآن کے بعد چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے، اور عام راتوں میں دستور تھا کہ نماز کی پہلی رکعت میں پورا قرآن تلاوت کرتے تھے اور اس میں ان کی گریہ وزاری ایسی سنائی دیتی تھی کہ ہمسائے ان پر ترس کھاجاتے تھے اور جس مقام پر انہوں نے انتقال فرمایا ہے اس جگہ ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم حافظہ سے ختم فرمایا ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تبییض الصحیفہ امام سیوطی اردو ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب الحنفیہ کراچی)

زمانہ بھر نے زمانہ بھر میں بہت تجسس کیا ولیکن
ملا نہ تم سا امام کوئی امام اعظم ابوحنیفہ

marfat.com

Marfat.com

ہجری میں ہوئی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بیان کرتے ہیں۔

ولد جدی فی سنة ثمانین۔

ترجمه: میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۳۹۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت امام نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو بصرے میں تھے، عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو کوفہ میں تھے، سہیل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ میں تھے ابوطفیل عامر ابن واصلہ رضی اللہ عنہ جو مکہ معظمہ میں تھے اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔ مگر یہ قول راجح ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت حماد رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تلمیذ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو سال تک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت نصیب ہوئی۔

حضرت امام کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا۔ پھر آپ سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی آپ نے انکار کیا اس پر آپ کو قید کر دیا اور قید میں ہی یہ آفتاب عالم و عمل غروب ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب ہماری حد و عد سے باہر ہیں۔ حضرت امام حضور ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی نہ مٹنے والی کرامت ہیں۔ امت مصطفویہ کے چراغ دینی مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں۔ الحمد للہ اہل سنت احناف بڑے خوش نصیب ہیں ہمارا رسول اعظم ﷺ ہمارا پیر غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہمارا امام امام اعظم رضی اللہ عنہ عظمت و عزت ہمارے ہی نصیب میں ہے۔ بفضلہ تعالیٰ و کرمہ ہم تبرک کے لئے چند مناقب عرض کرتے ہیں حنفی سنیں اور باغ باغ ہوں (۱) حضور سید عالم ﷺ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی چنانچہ مسلم و بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابونعیم، شیرازی، طبرانی نے قیس ابن ثابت ابن عبادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

حاشیہ......☆

امام حسین بن علی الصیمری متوفی ۴۳٦ھ فرماتے ہیں۔

وقد ادرك ابو حنيفة من الصحابة ايضا عبدالله ابن ابى اوفى واباالطفيل عامر بن واثلة وهما صحابيان۔

ترجمه: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہما کو بھی پایا ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص ۴ مطبوعہ مطبعۃ المعارف الشرقیہ حیدر آباد ہند)

امام ابن ماکولا متوفی ۴۷۵ھ لکھتے ہیں۔

انه ادرك اربعة من الصحابة۔

ترجمه: آپ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا تھا۔

(الاکمال فی رفع الارتیاب من المؤتلف والمختلف فی الاسماء والکنی ج ٦ ص ۳۱٦ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان اباحنيفة راى انس بن مالك وعبدالله بن الحارث بن جزء۔

marfat.com

Marfat.com

لو کان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من ابناء فارس وفی روایته البخاری والمسلم والذی نفسی بیده لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله رجل من فارس۔

ترجمہ: اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے مسلم و بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اسے حاصل کر لیتا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضل فارس ج ۴ ص ۱۹۷۲ رقم الحدیث ۲۵۴۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح بخاری کتاب التفسیر ج ۴ ص ۱۸۵۸ رقم الحدیث ۴۶۱۵ مطبوعہ دار قلم بیروت)، (سنن الترمذی کتاب التفسیر ج ۵ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۶۳ رقم الحدیث ۷۱۲۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مستدرک تفسیر سورۃ محمد ﷺ ج ۲ ص ۴۹۸ رقم الحدیث ۳۷۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۴ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۵۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۹۰۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

بتاؤ فارسی النسل میں اس شان کا امام اعظم نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہوا؟

(۲) علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ہے۔ خیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ اس میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ترفع زینت الدنیا سنة خمسین ومائة۔

ترجمہ: سنہ ڈیڑھ سو میں دنیا کی زینت اٹھالی جاوے گی۔

(فتاوی شامی ج ۱ ص ۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (خیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سنہ ڈیڑھ سو میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات شریف ہے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ دنیائے شریعت کی زینت شریعت کی رونق علم و عمل کی زیبائش تھے امام کردری نے فرمایا کہ اس حدیث سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۳) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ دنیائے اسلام میں پہلے وہ عالم دین ہیں جنہوں نے فقہ اور اجتہاد کی بنیاد رکھ کر ساری امت رسول ﷺ پر احسان عظیم فرمایا باقی تمام ائمہ جیسے امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل وغیرہم رضی اللہ عنہم نے اسی بنیاد پر عمارت قائم کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں جو اچھا نیک طریقہ ایجاد کرے اسے اپنا بھی ثواب ملے گا اور تمام عمل کرنے والوں کا بھی۔

(۴) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تمام فقہاء و محدثین کے بلاواسطہ یا بالواسطہ استاد ہیں یہ تمام حضرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے شاگرد ہیں ایسے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا نیز امام بخاری محدثین کے استاد ہیں اور امام بخاری کے بہت استاذ و شیخ حنفی ہیں۔ گویا آسمان علم کے سورج امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں باقی علماء تارے۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: یقیناً امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی دیکھا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوسعید عبدالکریم بن محمد سمعانی متوفی ۵۶۲ھ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

رای انس بن مالك۔

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

marfat.com

Marfat.com

(۵) امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بلاواسطہ شاگرد ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر مجتہد ہیں جیسے امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام ابن مبارک رحمہم اللہ جو دنیائے علم کے چمکتے ہوئے تارے ہیں حضرت امام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نوسو نوے دینی شاندار کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چھ کتابیں بڑے پائے کی ہیں۔ جنہیں کتب ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ تمام کتب فقہ کی اصل مانی جاتی ہیں۔

(۶) تمام نبیوں کے سردار چار نبی ہیں آسمانی صحیفوں کی سردار چار کتب فرشتوں کے سردار چار فرشتے صحابہ میں افضل و اعلیٰ چار یار، علمائے مجتہدین میں افضل چار امام پھر ان چار نبیوں میں حضور افضل چار کتابوں میں قرآن افضل چار فرشتوں میں حضرت جبریل افضل چار یار میں ابو بکر صدیق افضل چار اماموں میں امام اعظم افضل اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقہاء ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں وہ ان سب کے والد۔

(۷) امام اعظم رضی اللہ عنہ جیسے آسمان علم کے سورج ہیں ویسے ہی میدان عمل کے شہسوار چنانچہ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی چالیس سال ایسے روزے رکھے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی گھر سے کھانا لائے باہر طلباء کو کھلا دیا۔ گھر والے سمجھے کہ باہر جا کر کھایا باہر والے سمجھے کہ گھر میں کھا کر تشریف لائے۔ ہمیشہ ماہ رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ ایک قرآن دن میں ایک رات میں اور ایک سارے مہینہ میں تراویح میں مقتدیوں کے ساتھ پچپن حج کئے۔

(۸) امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مزار پر انوار قبول دعا کے لئے اکسیر اعظم ہے چنانچہ حضرت امام شافعی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو میں بغداد شریف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضر ہوتا ہوں دو رکعت نفل پڑھ کر امام اعظم قدس سرہ کی قبر انور پر حاضر ہوتے۔ تو حنفی نماز پڑھتے تھے کہ قنوت نازلہ نہ پڑھتے تھے۔ کسی نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے فرمایا کہ اس قبر والے کا احترام وادب کرتا ہوں۔ شامی۔ خیال رہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے ادب میں سنت ترک فرمادیتے تھے مطلب یہ ہے کہ کوئی امام یا مقلد یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں برحق ہوں، دوسرے آئمہ غلطی پر بلکہ اپنے حق ہونے کا ظن غالب کرتا ہے یہ بھی کہتا ہے کہ شائد دوسرے امام کا قول حق ہو عقائد میں یقین ہے اور آئمہ کے اختلافی مسائل میں ہر ایک کو ظن غالب ہے۔ تو گویا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حاضر ہو کر اس پر عمل کیا جسے امام اعظم رضی اللہ عنہ سنت سمجھتے ہیں اس میں ایک سنت کا ترک دوسری سنت پر عمل ہے لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

(۹) امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سو بار رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ آخری بار جو دعا رب سے پوچھی اور رب نے جو جواب دیا وہ ردالمحتار میں تفصیل وار درج ہے۔

(۱۰) امت محمدیہ کے بڑے بڑے اولیاء اللہ غوث و قطب ابدال اوتاد حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں اور آپ کے مقلد ہیں جس قدر اولیاء مذہب حنفی میں ہیں دوسرے مذہب میں نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم ابن ادھم، شقیق بلخی، معروف کرخی حضرت بایزید بسطامی، فضیل ابن عیاض خراسانی، داؤد ابن نصر، ابن نصیر ابن سلیمان طائی، ابو حامد لفاف خزروی بلخی خلف ابن ایوب، عبداللہ ابن مبارک ولی، فقیہ، محدث، وکیع ابن جراح شیخ الاسلام ابو بکر ابن وراق ترمذی جیسے سرداران اولیاء حنفی ہی ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں غرضیکہ مذہب حنفی مذہب اولیاء ہے آج بھی تقریباً سارے اولیاء اللہ حنفی ہی ہیں فخر پاک وہند حضرت داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ عنہ جن کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔ حنفی تھے آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بڑے فضائل کشف سے بیان فرمائے اسی طرح تمام چشتی قادری نقشبندی سہروردی مشائخ سب حنفی ہیں۔

(۱۱) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب حنفی عالم میں اتنا شائع ہوا، اتنا پھیلا کہ جہاں اسلام ہے وہاں مذہب حنفی ہے اکثر

marfat.com

Marfat.com

مسلمان حنفی ہیں حرمین طیبین میں اکثر حنفی بلکہ دنیائے اسلام کے بعض خطے ایسے بھی ہیں جہاں صرف حنفی مذہب ہی ہے دوسرے مذہب کو عوام جانتے بھی نہیں جیسے ملخ بخارا کابل قندھار اور تقریباً سارا ہندوستان اور پاکستان کہ یہاں شافعی حنبلی مالکی دیکھنے میں نہیں آئے کچھ غیر مقلد وہابی جو کہیں کہیں وہ دیکھے جاتے ہیں مگر یہ مٹھی بھر جماعت ایسی گم ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے اس مقبولیت عام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں اور مذہب حنفی عند اللہ محبوب ہے۔

(۱۲) امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بہت عظیم الشان کتابیں لکھیں چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان فی ترجمۃ ابی النعمان لکھی اور سبط ابن جوزی نے کتاب الانتصار الامام آئمۃ الامصار دو جلدوں میں لکھی، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے تبیض الصحیفہ فی المناقب ابی حنیفہ لکھی۔ علامہ یوسف ابن عبد الہادی حنبلی نے تنویر الصحیفہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ تحریر فرمائی، جس میں ابن عبد اللہ کا قول نقل فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جیسا عالم، فقیہہ، متقی بہترین نہ دیکھا۔

غرضکہ امت مرحومہ حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے فضل وکمال کے گواہ ہیں۔ اگر مٹھی بھر وہابی ان کی شان میں بکواس کریں تو کیا اعتبار اگر چگادڑ سورج کو برا کہے تو سورج سیاہ نہیں ہو جاتا جیسے آج روافض حضرات صحابہ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہابی غیر مقلد حضرات امام اعظم رضی اللہ عنہ پر۔

(۱۳) تمام آئمہ مجتہدین میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ حضور ﷺ سے نہایت قریب ہے کہ آپ کی ولادت پاک سنہ ۸۰ ہجری میں ہے آپ تابعی ہیں آپ نے چار صحابہ سے ملاقات روایت کی۔ جنہوں نے آپ کی تابعیت کا انکار کیا محض تعصب سے کیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ جیسے صحابی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں ہوں اور حضرت امام رضی اللہ عنہ ان سے نہ ملیں آج بزرگوں سے ملنے دنیا کھنچی آتی ہے۔ صحابہ کی شان کا کیا پوچھنا۔ بہرحال آپ تابعی ہیں۔ اور آپ کو صحیح حدیثیں حضور ﷺ سے ملیں خیر القرون میں ہوئے۔

خیال رہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ ۸۰ ہجری میں ہے۔ وفات سنہ ۱۵۰ ہجری میں عمر شریف ستر سال مزار شریف بغداد میں امام مالک کی ولادت سنہ ۹۰ ہجری میں وفات سنہ ۱۷۹ھ میں عمر شریف ۸۹ سال، مزار شریف مدینہ منورہ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی ولادت شریف سنہ ۱۵۰ ہجری میں وفات سنہ ۲۰۴ ہجری، عمر شریف ۵۴ سال، آپ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن پیدا ہوئے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کی ولادت شریف سنہ ۱۶۴ھ میں، وفات سنہ ۲۴۱ھ میں، عمر شریف ۷۷ سال۔

(۱۴) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بیت نبوت سے خاص فیوض وبرکات حاصل کئے جو دوسرے آئمہ کو حاصل نہ ہوئے۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس پاک میں دو سال حاضر رہے خود فرماتے ہیں۔ لولا السنتان للھلک النعمان اگر وہ دو سال نہ ملتے تو نعمان یقینی میں ہلاک ہو جاتا۔

(۱۵) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مظہر اتم ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے خلیفہ اول ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی امت کے مجتہد اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جامع قرآن ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ جامع مسائل فقہ اور قواعد دینیہ ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بعد پہلے عدل وانصاف کے قوانین خلافت کی بنیاد رکھی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اجتہاد اور تفقہ کی بنیاد رکھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت مصطفوی کی بروقت مدد واعانت کی کہ انہیں اختلاف سے بچالیا شیرازہ بکھرنے نہ دیا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اتنی بڑی مدد کی انہیں کفر والحاد وزندقہ کی آندھیوں سے بچالیا۔ آج ان کے اجتہاد علمی کی برکت سے امت مسلمہ کفار ومرتدین کے فتنوں سے محفوظ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱۶) جیسے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں کہ سب کی گردن پر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا قدم ہے، آپ طریقت کے امام اول ہیں کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر

غوث اعظم درمیان اولیاء

چوں جناب مصطفی درانبیاء

ایسے ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ تمام علماء کے سردار ہیں کہ تمام علماء شریف آپ کے زیر سایہ ہیں اسی لئے طریقت کے امام اول کا لقب غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوا اور شریعت کے امام اول کا لقب امام اعظم رضی اللہ عنہ بغداد شریف مجمع بحرین ہے کہ دونوں امام وہاں آرام فرما ہیں۔

☆..........☆

marfat.com
Marfat.com

دوسرا مسئلہ

تقلید کی اہمیت

ہم نے رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے جاء الحق حصہ اول میں مسئلہ تقلید بہت تفصیل سے لکھ دیا ہے جس کا جواب آج تک وہابی غیر مقلدین سے نہ بن سکا اگر شوق ہو تو وہاں مطالعہ فرماویں اس جگہ کتاب کی تکمیل کے لئے کچھ بطور اختصار تقلید کی ضرورت تقلید کے فوائد تقلید نہ کرنے کے نقصانات عرض کئے جاتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرماوے آمین۔

خیال رہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ واکمل التحیۃ میں بعض وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔ جنہیں حضور سید عالم ﷺ کی صحبت میسر ہوئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیدار یار کیا وہ حضرات آسمان نبوت کے تارے ساری امت کے ہادی و امام ہیں ان کے حق میں خود حضور انور ﷺ نے بشارت دی۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ برقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مشکوۃ ص ۵۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (الاعتقاد للبیھقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

رب تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کی صحبت پاک کی برکت سے گمراہی بدعقیدگی فسق وفجور سے محفوظ و مامون رکھا خود ارشاد فرماتا ہے۔

والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا و اھلھا۔

ترجمہ: رب تعالیٰ نے ان صحابہ پر پرہیزگاری کا کلمہ لازم فرمایا اور وہ اس کے مستحق ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۲۶)

دوسری جگہ صحابہ کرام کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔

ترجمہ: اے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب نے کفر وفسق اور گناہوں سے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۷)

اور تمام صحابہ سے رب نے جنتی ہونے کا وعدہ فرمالیا کہ ارشاد فرمایا۔

وکلا وعداللہ الحسنی۔

ترجمہ: رب نے سارے صحابہ سے جنت کا وعدہ فرمالیا۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۵)

بلکہ رب تعالیٰ نے جماعت صحابہ کو تمام جہان کے ایمان کا معیار بنایا جس کا ایمان ان کی طرح ہو وہ مومن ہے جس کا ایمان ان کے خلاف ہو وہ بے دین ہے کہ فرمایا۔

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا۔

ترجمہ: اگر یہ لوگ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لاویں تو ہدایت پر ہوں گے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۷)

marfat.com
Marfat.com

اگر صحابہ کرام کے فضائل و مراتب دیکھنا ہوں تو ہماری کتاب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر کا مطالعہ کرو۔ بہر حال حضور ﷺ کی صحبت شریف کی برکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل روشن سینے نورانی تھے وہ حضرات فرش پر قدسی صفات کے حامل تھے۔ نہ ان میں دینی جھگڑے تھے نہ بہت سے فرقے نہ مذہبی اختلاف نہ فتنے و فساد لہٰذا اس خیر القرون کو باقاعدہ تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تمام جہان کے امام تھے وہ کس کی تقلید کرتے۔

بعد میں مسلمانوں میں مذاہب کا اختلاف خیالات انتشار مسائل کی فراوانی فلسفہ و منطق کا الحاق پیدا ہوا تب علماء ملت نے قرآن و حدیث سے مسائل استنباط فرمائے دین محمدی کے جزئیات کو آئینہ کی طرح صاف فرما دیا امت نے محسوس کیا کہ اب تقلید آئمہ کے بغیر چارہ نہیں غرضکہ بعد کے مسلمان تین قسم کے ہوگئے عوام علماء مجتہدین عوام نے علماء کی پیروی اور علماء نے آئمہ مجتہدین کی تقلید کو لازم و ضروری سمجھا یہ تقلید و اجتہاد ضروریات زمانہ کے لحاظ سے لازم ہوئی۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ اولاً جب تک ضرورت پیش نہ آئی صحابہ کرام نے قرآن کریم بھی کتابی شکل میں جمع نہ فرمایا عہد عثمانی میں جب ضرورت پڑی تو قرآن کتابی شکل میں جمع ہوا۔ پھر بہت عرصہ کے بعد قرآن میں زیر زبر لگائے گئے۔ پھر بہت عرصہ کے بعد اس میں رکوع سپارے مرتب کیے گئے کسی صحابی نے جمع حدیث اور حدیث کے اقسام و احکام بنانے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی بخاری مسلم وغیرہ عہد صحابہ کے بہت بعد کی کتابیں ہیں غرضکہ دینی ضرورتیں بڑھتی گئیں یہ چیزیں بنتی گئیں یہ ہی حال آئمہ کی تقلید کا ہے جیسے آج یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کا جمع اعراب سپارے بنانا۔ علم حدیث اور کتب حدیث بدعت ہیں عہد نبوی یا عہد صحابہ میں نہ تھے ایسے ہی یہ بھی کہنا حماقت ہے کہ تقلید آئمہ اور علم فقہ بدعت ہے عہد صحابہ میں اس کا رواج نہ تھا۔ آج اگر جمع شدہ قرآن اور مسلم بخاری ضروری ہیں۔ تو اماموں کی تقلید بھی لازم ہے۔ ہم اس جگہ نہایت اختصار سے تقلید کی اہمیت قرآن حدیث عمل امت۔ عقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ سنیے اور ایمان تازہ کیجئے رب فرماتا ہے۔

(۱) فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: پھر اگر تم نہ جانتے ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۴۳)

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ دینی بات میں اپنی اٹکل نہ لگائے ناواقف کو ضروری ہے کہ واقف سے پوچھے جاہل عالم سے پوچھے غیر مجتہد عالم مجتہد علماء سے دریافت کریں اس ہی کا نام تقلید ہے۔

(۲) يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے میں سے امر والے علماء کی۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۹)

قرآن کریم پر عمل اللہ کی اطاعت ہے حدیث شریف پر عمل حضور ﷺ کی فرمانبرداری اور فقہ پر عمل اولی الامر کی اطاعت ہے، یہ تینوں اطاعتیں ضروری ہیں امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ یہاں اولوالامر سے مراد علماء دین ہیں نہ کہ سلاطین کیوں کہ بادشاہوں پر علماء کی اطاعت بہر حال ضروری ہے۔ مگر علماء پر بادشاہوں کی اطاعت ہر حال میں واجب نہیں صرف انہی احکام میں واجب ہے جو شریعت کے موافق ہوں ایسے ہی حکام و سلاطین علماء سے احکام حاصل کریں گے۔

(۳) والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضو عنه۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ: اول سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ جنہوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوا یہ اللہ سے راضی۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۰)

اس سے پتہ لگا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تین جماعتوں سے راضی ہے۔ مہاجرین انصار اور تا قیامت ان کی اتباع وتقلید کرنے والے مسلمان غیر مقلدان تینوں جماعتوں سے خارج کیونکہ نہ تو وہ مہاجر صحابی ہیں نہ انصاری اور نہ ان کے مقلدان کے نزدیک تقلید شرک ہے۔

(۴) واتبع سبیل من اناب الی۔

ترجمہ: اس کی راہ چلو جو میری طرف رجوع لایا۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۱۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کا راستہ اختیار کرے چاروں امام خود بھی اللہ کے مقبول بندے ہیں اور تمام اولیاء علماء صالحین مومنین ان کے مقلد لہٰذا تقلید مقبولوں کا راستہ ہے غیر مقلدین وہابیت مردودوں کا راستہ ہے۔

(۵) یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۱۹)

معلوم ہوا کہ صرف ہمارا تقویٰ و پرہیزگاری بخشش کے لئے کافی نہیں پرہیزگاری کے ساتھ اچھوں کی سنگت بھی لازم ہے ورنہ راستہ میں ڈکیتی کا اندیشہ ہے چاروں امام اچھے ہیں اور امت کے سارے اچھوں نے تقلید کی سارے اولیاء علماء محدثین مفسرین مقلد گزرے، غیر مقلدوں میں اگر کوئی ولی گزرا ہو تو دکھا دو، جس شاخ میں پھل پھول پتے نہ لگیں وہ چولہے کے لائق ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا ہے ایسے ہی جس فرقہ میں اولیاء اللہ نہ ہوں وہ دوزخ کے قابل ہے کیونکہ اس کا تعلق حضور ﷺ سے ٹوٹ چکا ہے۔

(۶) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

ترجمہ: ہم کو ہدایت دے سیدھے راستہ کی ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

(پارہ ۱ سورہ ۱ آیت نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدھے راستہ کی پہچان یہ ہے کہ اس پر اولیاء اللہ علماء صالحین ہوں دیکھ لو سارے اولیاء صالحین مقلد ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ امام ترمذی وغیرہ جیسے پایہ کے بزرگ مقلدین گزرے لہٰذا تقلید سیدھا جنت کا راستہ ہے۔ اور وہابیت غیر مقلدیت ٹیڑھا راستہ جو دوزخ تک پہنچائے گا۔

(۷) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم۔

ترجمہ: جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے جدھر وہ پھرے گا ہم ادھر ہی پھیر دینگے اور اسے دوزخ میں پہونچا ئینگے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو سزا حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والے کفار کی ہے، وہ ہی سزا ان کلمہ گو بے دینوں کی بھی ہے جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائیں تقلید عام مسلمانوں کا راستہ ہے غیر مقلدان سب سے علیحدہ وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

(۸) وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور نبی تمہارے گواہ۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان رب تعالیٰ کے دنیا وآخرت میں گواہ ہیں جس آدمی یا جس راستہ یا جس مسئلہ کو عام مسلمان اچھا کہیں واقعی اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ واقعہ میں برا عام دیکھ لو مسلمان تقلید کو اچھا کہتے ہیں مقلد ہیں اور غیر مقلدوں کو برا جانتے ہیں لہٰذا تقلید ہی اچھا راستہ ہے اور مقلدین اچھی جماعت۔

احادیث شریفہ

اس بارے میں احادیث بہت ہیں کچھ بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱:۔ ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار۔ (مشکوٰۃ)۔

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں علیحدہ ہی جاوے گا۔

(ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ مومن کو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے جماعت سے علیحدگی دوزخ میں جانے کا راستہ ہے، عام المسلمین مقلد ہیں، غیر مقلد اپنا انجام سوچ لیں۔

حدیث نمبر ۲ تا ۴:۔ مسلم، ترمذی، احمد نے حضرت حارثہ اشعری سے روایت کی۔

من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔

ترجمہ: جو شخص بالشت برابر جماعت سے نکل گیا۔ اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الثانی ص ۳۲۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ۵:۔ مسلم وبخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول الله ﷺ ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرها۔

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ ایمان مدینہ منورہ کی طرف ایسا سمٹ آوے گا۔ جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام الفصل الاول ص ۲۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ ہمیشہ سے اسلام کا مرکز ہے۔ اور رہے گا۔ وہاں انشاء اللہ کبھی شرک نہ ہوگا الحمد للہ کہ سارے حجاز خصوصاً مکہ معظمہ ومدینہ میں سارے مسلمان مقلد تھے اور مقلد ہیں وہاں غیر مقلد ایک بھی نہیں نذیر حسین دہلوی شریف حسین کے زمانہ میں حرمین شریفین گئے غیر مقلدیت کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے وہاں تقیہ کر کے مقلد بن کر جان چھڑائی۔ پھر ہندوستان آ کر غیر مقلد بن گئے نذیر حسین غیر مقلدوں کے سرگروہ گزرے ہیں۔ اب اگرچہ وہاں نجدیوں کی سلطنت ہے مگر نجدی بھی اپنے کو غیر مقلد کہتے ہوئے ڈرتے ہیں اپنے کو حنبلی کہتے ہیں۔ اگر تقلید شرک ہوتی تو حرمین طیبین اس سے پاک وصاف رہتے۔

حدیث نمبر ۶:۔ امام احمد نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال رسول الله ﷺ ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاة و القاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة۔

ترجمہ: فرمایا نبی ﷺ نے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بھیڑیا ریوڑ سے علیحدہ رہنے والی یا کنارہ والی یا پچھڑ جانے والی کا شکار کرتا ہے ایسے ہی شیطان جماعت مسلمین سے الگ رہنے والے کا شکار کرتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو جماعت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ رہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

marfat.com
Marfat.com

لا یجتمع امتی علی الضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ فان من شذ شذ فی النار۔

ترجمہ: میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی، جماعت پر اللہ کی رحمت ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہو کر جاوے گا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنہ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (ترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۴۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۰۲۰ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے نجات کی طرف یہ صورت ہے کہ اپنے عقائد عامۃ المسلمین کے سے رکھے جو جماعت مسلمین سے الگ رہا شیطان کے شکار میں آ گیا عام جماعت مسلمین مقلد ہے۔ لہٰذا غیر مقلد رہنا جماعت مسلمین سے علیحدگی ہے۔

عمل مسلمین:۔ ہمیشہ سے ہر طبقہ کے مسلمان مقلد ہوئے محدثین مفسرین فقہاء اولیاء اللہ ان میں کوئی غیر مقلد وہابی نہیں چنانچہ امام قسطلانی اور تاج الدین سبکی نے صراحتاً امام نووی نے اشارۃً فرمایا کہ امام بخاری شافعی ہیں، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دار قطنی وغیرہ تمام محدثین شافعی ہیں طحاوی، وامام زیلعی عینی شارح بخاری، طیبی، ملا علی قاری، عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم تمام محدثین حنفی ہیں۔

تفسیر کبیر، تفسیر خازن، بیضاوی، جلالین، تنویر المقباس والے سارے مفسرین شافعی ہیں۔ تفسیر مدارک، تفسیر صاوی والے سارے مفسرین حنفی فقہاء اور اولیاء اللہ سارے کے سارے مقلد ہیں اور عام اولیاء حنفی ہیں جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، غیر مقلد وہابی سوچیں، کہ ان میں کتنے محدث، کتنے مفسر، کتنے فقہاء کتنے اولیاء ہیں ان کی جڑ کس زمین پر قائم ہے اور وہ کس درخت کی شاخ یا کس شاخ کا پھل ہیں۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ تقلید اشد ضروری فریضہ ہے اور غیر مقلدیت نجدیت زہر قاتل ہے ایمان کے لئے سخت خطرناک ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ قرآن و حدیث مسائل نکالنے کے لئے آسان نہیں ان سے مسائل کا استنباط سخت دشوار ہے اس ہی لئے رب تعالیٰ نے قرآن سکھانے کے لئے اتنے بڑے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا اگر اسے سمجھنے کے لئے صرف عقل انسانی کافی ہوتی تو اس کی تعلیم کے لئے حضور سید الانبیاء نہ بھیجے جاتے فرماتا ہے۔

یعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

ترجمہ: وہ رسول مسلمانوں کو قرآن و حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۹)

جیسے قرآن سمجھانے کے لئے حضور ﷺ بھیجے گئے ایسے ہی حدیث سمجھانے کے لئے آئمہ مجتہدین پیدا فرمائے گئے جو لوگ آج تقلید سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث میں ایسی ٹھوکریں کھاتے ہیں کہ خدا کی پناہ میں نے بڑے بڑے غیر مقلد وہابیوں کو بارہا اعلان کیا کہ حدیث سمجھنا تو کیا تم صرف یہ ہی بتادو کہ حدیث اور سنت میں فرق کیا ہے۔ حدیث کسے کہتے ہیں اور سنت کسے تم اپنے کو اہل حدیث کہتے ہو۔ ہم اہل سنت ہیں بتاؤ تم میں ہم میں فرق کیا ہے۔ مگر یہ فرق حدیث سے ثابت کیا جاوے آج تک نہ بتا سکے اور انشاء اللہ قیامت تک نہ بتا سکیں گے۔ ہمارا اعلان عام ہے کہ آج بھی کوئی وہابی صاحب تکلیف کر کے جواب دیں حدیث سمجھنا اس سے مسائل نکالنا تو ان بیچاروں کو نصیب ہی کہاں صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کی چار حدیثیں بے سمجھے رٹ لیں، اور اہل حدیث بن گئے حدیث سمجھنا تو خدا کے فضل سے مقلدوں کا ہی کام ہے اگر فہم حدیث کا لطف اٹھانا ہے۔ تو ہمارے حاشیہ بخاری عربی یعنی نعیم الباری کا مطالعہ فرماؤ جس میں بفضلہ تعالیٰ ایک ایک حدیث سے آٹھ آٹھ دس دس مسائل کا استنباط کیا ہے کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ بطور مثال ایک عام مشہور مختصر سی حدیث پیش کرتا ہوں۔

احد جبل یحبنا ونحبہ۔

ترجمہ: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱۱ رقم الحدیث ۱۳۹۳۔۱۳۹۴۔۱۳۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

marfat.com

Marfat.com

ہم نے حسب ذیل مسائل شریعت وطریقت کے مستنبط کیے۔

(۱)...... حضور ﷺ کی محبوبیت صرف انسانوں سے خاص نہیں بے عقل جانور بے جان لکڑی پتھر بھی حضور ﷺ کے چاہنے والے ہیں۔ حسن یوسف لاکھوں نے دیکھا، مگر عاشق صرف زلیخا حسن محمدی آج کسی نے نہ دیکھا مگر عاشق کروڑوں حضور ﷺ ساری مخلوق کے محبوب ہیں کیوں نہ ہوں کہ خالق کے محبوب ہیں۔

(۲)...... جس انسان کو حضور ﷺ سے محبت نہ ہو وہ پتھروں سے زیادہ سخت اور جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔

(۳)...... جب حضور ﷺ پتھر کے دل کا حال جانتے ہیں کہ فرماتے ہیں احد ہم سے محبت کرتا ہے تو انسانوں کے دل کے راز کیوں نہ جانیں ان سے کوئی غیب چھپا نہیں۔

(۴)...... حضور ﷺ کی بارگاہ میں عشق ومحبت اور دلی کیفیت زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں وہ دل کی گہرائیوں کو جانتے ہیں احد نے منہ سے کچھ نہ کہا مگر اس کے دل کا حال حضور ﷺ پر روشن تھا اگر حضور ﷺ انسانوں کے دلی حالات نہ جانیں تو کل قیامت میں شفاعت کیسے کریں گے۔ جو بھی حضور ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے تو حضور ﷺ فرمادیں کہ مجھے خبر نہیں تو مومن تھا یا کافر شفاعت کیسے کروں کیونکہ بعض وہ بھی ہوں گے جو بغیر وضو کیے فوت ہوئے ان کے چہروں پر آثار وضو کی چمک نہ ہوگی۔

(۵)...... تمام عبادتوں کا بدلہ جنت ہے مگر محبت مصطفوی کا نتیجہ محبت ہے کہ فرمایا احد ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں لہذا عشق رسول عبادات سے اعلیٰ ہے کہ اس کا بدلہ جنت والا محبوب ہے۔ بخاری شریف کی ایک اور حدیث سنو اور اس سے ایمانی وعرفانی مسائل کا استنباط ملاحظہ کرو ایمان تازہ کرو۔

حدیث:۔ حضور ﷺ دراز گوش پر سوار جارہے ہیں سامنے دو قبریں نمودار ہوئیں دراز گوش دو پاؤں سے کھڑا ہو گیا حضور ﷺ اتر پڑے اور فرمایا کہ ان قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے جسے دیکھ کر خچر گھبرا گیا۔ ان میں سے ایک تو اونٹوں کا چرواہا تھا، جو اونٹوں کے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ دوسرا چغل خور تھا اس لئے عذاب قبر میں گرفتار ہوئے یہ فرما کر کھجور کی شاخ کی دو چیریں فرمایا کر دونوں قبروں پر گاڑ دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ تر ہیں، عذاب قبر میں تخفیف ہوگی۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰۔ ۲۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التنزہ من البول ج ۱ ص ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبری امام بیہقی باب التوقی عن البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲۔ ۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ دارالمامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دارالحرمین القاھرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۴۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱۔ ۳۷۲ ج ۲ ص ۱۳۸۔ ۱۳۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب من النجاسات ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲۔ ۱۴۳ رقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فوائد:۔ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) حضور ﷺ کی چشم مبارک کے لئے کوئی چیز آڑ نہیں آپ پس پردہ بھی دیکھتے ہیں دیکھو عذاب ہزاروں من مٹی کے نیچے یعنی قبر کے اندر

marfat.com

Marfat.com

ہو رہا ہے مگر نگاہ پاک مصطفیٰ ﷺ قبر کے اوپر سے ملاحظہ فرما رہی ہے۔

(۲) جس جانور پر حضور ﷺ سوار ہو جاویں اس جانور کی آنکھ سے بھی حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں کہ خچر نے حضور ﷺ کی برکت سے قبر کا عذاب دیکھ لیا اور بھڑک گیا ورنہ ہمارے خچر دن رات قبرستان سے گزرتے ہیں نہیں بھڑکتے لہٰذا اگر حضور ﷺ کسی ولی پر نظر کرم فرما دیں تو اس کی نگاہ سے بھی غیبی حجاب اٹھ جائیں گے۔

(۳) حضور ﷺ ہر شخص کے ظاہر و خفیہ اگلے پچھلے تمام اعمال جانتے ہیں کہ فرما دیا کہ ایک چغل خور تھا دوسرا پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا حالانکہ ان دونوں نے یہ اعمال حضور ﷺ کے سامنے نہ کیے تھے لہٰذا حضور ﷺ ہمارے ہر عمل سے خبردار ہیں۔

(۴) حضور ﷺ عذاب الٰہی سے بچانا عذاب دور کرانا بھی جانتے ہیں۔ گویا روحانی بیماریوں اور ان کے علاج سے خبردار ہیں کہ ان قبر والوں کا عذاب دفع کرنے کے لئے تر شاخیں قبروں پر گاڑھ کر فرمایا کہ اس سے عذاب ہلکا ہوگا۔

(۵) تر سبزہ کی تسبیح کی برکت سے مومن کا عذاب قبر ہلکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر قبر پر تلاوت قرآن یا ذکر اللہ کیا جاوے تو میت کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ مومن کی تسبیح و تہلیل تر سبزہ کی تسبیح سے اعلیٰ ہے۔

(۶) اگرچہ خشک چیزیں بھی تسبیح پڑھتی ہیں وان من شیئی الا یسبح بحمدہ (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۴۴) مگر ان کی تسبیح سے عذاب قبر دفع نہیں ہوتا ذکر کی تاثیر کے لئے زبان بھی تاثیر والی چاہیئے لہٰذا وہابی وغیرہ خشکوں کی تلاوت قرآن وغیرہ بے فائدہ ہے مومن جس کے دل میں محبت مصطفیٰ کی تری و سبزی ہے اس کا ذکر تاثیر والا ہے۔

(۷) مومن کی قبر پر سبزہ پھول وغیرہ ڈالنا مفید ہے کہ اس سے قبر والے کو فائدہ ہے حضور ﷺ نے سبز شاخ قبر پر لگائی اور فرمایا جب تک کہ یہ تر رہے گی تب تک عذاب میں تخفیف ہوگی۔

(۸) حلال جانور کا پیشاب نجس ہے اس سے پرہیز ضروری ہے اس کی چھینٹیں عذاب قبر کا باعث ہیں دیکھو اونٹ حلال ہے مگر اس کی چھینٹیں عذاب قبر کا باعث ہوئیں۔

یہاں تک تو ہم نے آپ کو اپنے حاشیہ بخاری کی کچھ سیر کرائی اب ہمارے حاشیہ القرآن کی بھی کچھ سیر کر لو، صرف ایک آیت کے فوائد عرض کرتا ہوں۔

فماد لھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ۔

ترجمہ: جنات کو حضرت سلیمان کی وفات نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے جو آپ کا عصا کھاتی تھی۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۴ آیت نمبر ۱۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات بحالت نماز ہوئی بیت المقدس کی تعمیر ہو رہی تھی آپ اسی طرح لکڑی کے سہارے کھڑے رہے چھ ماہ کے بعد دیمک نے لاٹھی کھالی گرنے کی وجہ سے آپ کا جسم شریف زمین پر آ رہا۔ تب جنات جو بیت المقدس کی تعمیر کر رہے تھے۔ کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔

فائدے: اس آیت اور واقعہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) انبیاء کرام کے اجسام وفات کے بعد گلنے یا بگڑنے سے محفوظ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم شریف چھ ماہ تک قائم رہا مگر کوئی فرق نہ آیا۔

(۲) انبیاء کرام کے اجسام شریفہ کو کیڑا نہیں کھا سکتا۔ دیکھو دیمک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کھائی پاؤں شریف نہ کھایا لہٰذا

marfat.com
Marfat.com

یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے نے نہ کھایا یہ فرزند غلط کہہ رہے ہیں۔

(۳) پیغمبر کا کفن بھی گلنے میلا ہونیسے محفوظ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لباس شریف ان چھ ماہ میں نہ گلا نہ میلا ہوا ورنہ جنات کو آپ کی وفات کا پتہ چل جاتا۔

(۴) انبیاء کرام بعد وفات بھی دنیاوی و دینی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بعد وفات مسجد بیت المقدس کی تکمیل کرادی۔

(۵) دینی ضرورت کی وجہ سے پیغمبر کے دفن و کفن میں دیر لگا دینا سنت الٰہیہ ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے تکمیل مسجد کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بعد وفات چھ ماہ تک بغیر کفن دفن رکھا لہٰذا صحابہ کرام کا تکمیل خلافت کے لئے حضور ﷺ کے کفن دفن میں تاخیر کرنا بالکل صحیح تھا کیونکہ تکمیل خلافت تکمیل مسجد سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

(۶) ہارٹ فیل یعنی اچانک موت اللہ کے نیک بندوں کے لئے عتاب نہیں بلکہ رحمت ہے دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اچانک ہوئی مگر رحمت تھی ہاں غافل کے لئے عذاب ہے کہ اسے توبہ کا وقت نہیں ملتا۔ لہٰذا حدیث شریف واضح ہے۔

ایک اور آیت کریمہ کے فوائد و مسائل سنو جو ہم نے اپنے اس حاشیہ القرآن میں بیان کئے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک (پارہ ۳۰ سورہ ۱۱۰ آیت نمبرا۔۲۔۳) آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے اپنی دو خاص نعمتوں کا ذکر فرمایا اور ان کے شکریہ میں رب کی تسبیح وحمد کا حکم دیا ایک تو فتح مکہ دوسرے فتح کے دن اور اس کے بعد لوگوں کا جوق در جوق فوج در فوج اسلام قبول کرنا۔ اس آیت سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

(۱) صحابہ کرام کی تعداد دو چار یا دس بیس نہیں بلکہ ہزار ہا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں افواج یعنی فوجیں فرمایا دو چار آدمیوں کی فوجیں نہیں ہوتیں جیسے حضرات انبیاء کرام کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار میں جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں اور چار مرسل ایسے ہی صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں تین سو تیرہ بدر والے اور چار خلفاء راشدین جو کہے کہ مومن صحابہ کل چار پانچ تھے۔ وہ اس آیت کا منکر ہے۔ (۲) فتح مکہ کے دن اور اس کے بعد ایمان لانے والوں کا ایمان رب تعالیٰ کے ہاں قبول ہوا کہ انہیں رب نے فرمایا کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے، ان کا داخل فی الدین ہو جانا قرآن سے ثابت ہوا لہٰذا ابو سفیان، ہند، عکرمہ، امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سچے پکے مخلص مومن ہیں، جو ان کے ایمان کا انکار کرے وہ اسی آیت کا منکر ہے۔

(۳) فتح مکہ کے دن ایمان لانے والوں میں سے کوئی مرتد نہ ہوا یہ حضرات ایمان پر قائم رہے ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا کیونکہ ان کے ایمان میں داخل ہونے کی یہ صریح آیت موجود ہے اسلام سے نکل جانے کی کوئی آیت نہیں نیز رب تعالیٰ بجائے تسبیح وتحمید کے حکم کے یوں فرماتا کہ محبوب ان کے ایمان کا اعتبار نہ کریں یہ لوگ پھر جائے گے اب جو تاریخی واقعہ ان کا کفر ثابت کرے وہ جھوٹا ہے کہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔

وھابیو! بولو آج تک قرآن وحدیث کے ایسے ایمان افروز عارفانہ مسائل کسی وہابی صاحب کے ذہن شریف میں بھی آئے یہ نعمت تو اللہ تعالیٰ نے مقلدوں کو ہی بخشی ہے۔ تم نے صرف غلط سلط ترجے کرنا ہی سیکھے ہیں حنفی بھائیو! اگر تمہیں اس جیسے صدہا عارفانہ عاشقانہ ایمانی مسائل دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارا حاشیہ القرآن اردو اور حاشیہ بخاری انشراح بخاری عربی کا مطالعہ کرو۔

دوسرے یہ کہ قرآن وحدیث طلب ایمانی کی دوائیں ہیں جب طب یونانی کی دوائیں ہر شخص اپنی رائے سے نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو جان سے ہاتھ دھوئے گا۔ ایسے ہی قرآن وحدیث سے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا اگر نکالے گا تو وہابیوں کی طرح ایمان سے ہاتھ دھوئے گا۔

تیسرے یہ کہ قرآن وحدیث سمندر ہیں، جیسے سمندر سے ہر شخص موتی نہیں نکال سکتا، ایسے ہی قرآن وحدیث سے ہر شخص مسئلے نہیں

marfat.com

Marfat.com

نکال سکتا، کہیں موتی سمندر سے نہ ملیں گے بلکہ جوہری کی دوکان سے ایسے ہی کہیں مسائل قرآن وحدیث سے نہ ملیں گے، بلکہ امام ابوحنیفہ وشافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم کی دوکانوں سے ملیں گے۔

چوتھے یہ کہ دنیا میں ہر شخص کسی پیشوا کا مقلد ہوتا ہے۔ کھانا پکانا، کپڑا سینا، پہننا، غرضکہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس میں اس کے ماہروں کی تقلید نہ کی جاوے، دین تو دنیا سے کہیں اہم ہے اگر اس میں ہر شخص بے نکیلے اونٹ کی طرح بے قید ہو کہ جس کا جس طرف منہ اٹھا ادھر چل دیا تو دین تباہ ہو جائے گا غیر مقلد وہابیوں کو چاہیئے کہ پاؤں میں ٹوپی، سر پر جوتا ٹانگوں میں کرتہ اور کندھے پر پائجامہ پہنا کریں کیونکہ عام لوگوں کی طرح لباس پہننے میں تقلید ہے، غیر مقلد یہ کیا بات ہے کہ آپ ہر کام میں ہر طرح مقلد اور صرف تین چار مسئلے۔ قرأت خلف الامام رفع یدین وغیرہ ہیں۔ غیر مقلد اگر غیر مقلد ہو تو پورے بنو ہر کام انوکھا کرو، ہر بات نرالی کہو۔

پانچویں یہ کہ بظاہر احادیث میں اتنا تعارض معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی پناہ ایک مسئلہ کے متعلق جب احادیث دیکھی جاویں تو چکرآ جاتا ہے اگر تقلید نہ کی جاوے صرف حدیثیں دیکھی جاویں، تو حیرانی ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا کریں کدھر جائیں کوئی وہابی صاحب دو رکعت نماز ایسی پڑھ کر دکھادیں، جس میں ساری حدیثوں پر عمل ہو، ایک ایک مسئلہ پر دس دس قسم کی روایتیں موجود ہیں حضور ﷺ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے تین یا پانچ پڑھتے تھے، سات پڑھتے تھے، نو گیارہ، تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اب غیر مقلد ایسی وتر پڑھ کر دکھادیں، کہ سب حدیثوں پر عمل ہو جاوے ایک وہابی صاحب نے آمین بالجہر کی ایک حدیث پڑھی میں نے آمین بالاخفاء کی پانچ پڑھ دیں بیچارے منہ تکتے رہ گئے یہ کام مجتہد کا ہے کہ دیکھے کون حدیث ناسخ ہے کون منسوخ کون حدیث ظاہری معنی پر ہے کون واجب التاویل، حدیث پر وہ عمل کرے جو مزاج شناس رسول ہو۔ اور راز دار پیغمبر یہ مزاج شناسی رازداری ہر ایرے غیرے کا کام نہیں۔

وہابی اور حدیث

غیر مقلدوں کا اصلی نام وہابی ہے لقب نجدی کیونکہ ان کا مورث اعلیٰ محمد ابن عبدالوہاب ہے جو نجد کا رہنے والا تھا، اگر نہیں مورث اعلیٰ کی طرف نسبت کیا جاوے تو وہابی کہا جاتا ہے اور اگر جائے پیدائش کی طرف نسبت دی جاوے تو نجدی جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کی امت کو مرزائی بھی کہتے ہیں اور قادیانی بھی پہلی نسب مورث کی طرف ہے دوسری نسبت جائے پیدائش کی طرف اسی جماعت کی پیشین گوئی خود حضور انور ﷺ نے کی تھی کہ نجد کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

هناك الزلازل والفتن ويخرج منها قرن الشيطان۔

ترجمہ: نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے، اور وہاں سے ایک شیطانی فرقہ نکلے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق ج ۶ ص ۲۵۹۸ رقم الحدیث ۶۶۸۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی فضل الشام والیمن ج ۵ ص ۷۳۳ رقم الحدیث ۳۹۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۵۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۷۳۰۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۱۳۴۲۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ عراق)، (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۹ رقم الحدیث ۴۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غرض کہ اس جماعت کا بانی محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہے اور اس کا ہندوستان میں پرورش کرنے والا اسماعیل دہلوی ہے، اس فرقہ کے حالات ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرماؤ یہ لوگ عام مسلمانوں کو مشرک اور صرف اپنی جماعت کو موحد کہتے ہیں۔ مقلدوں کے جانی دشمن اور ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان اقدس میں تبرے کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث یا عامل بالحدیث کہتے ہیں یہ لوگ پہلے تو اپنے کو فخریہ طور پر وہابی کہتے تھے،

marfat.com

Marfat.com

چنانچہ ان کی بہت کتب کے نام تحفہ وہابیہ وغیرہ ہیں مگر اب وہابی کے نام سے چڑتے ہیں ان کے عقائد واعمال نہایت ہی گندے اسلام اور مسلمانوں کے دامن پر بدنما داغ ہیں ہم یہاں اہل حدیث نام پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ ان کا نام بھی درست نہیں، مسلمانوں سے امید انصاف ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ سے امید قبول ہے۔

خیال رہے کہ دنیا میں کوئی شخص اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہو سکتا ہی نہیں، کسی کا اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دو نقیضین یا دو ضدیں کا جمع ہونا غیر ممکن کیونکہ حدیث کے لغوی معنی ہیں بات، گفتگو، یا کلام رب فرماتا ہے۔

(۱) فبای حدیث بعده یومنون۔

ترجمہ: قرآن کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۵۰)

(۲) الله نزل احسن الحديث۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۲۳)

(۳) ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله۔

ترجمہ: بعض لوگ وہ ہیں، جو کھیل کی باتیں وناول قصے خریدتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶)

اس تیسری آیت میں ناول قصے کہانیوں کو حدیث فرمایا گیا ہے۔

اصطلاح شریعت میں حدیث اس کلام وعبارت کا نام ہے۔ جس میں حضور سید عالم ﷺ کے اقوال یا اعمال اسی طرح صحابہ کرام کے اقوال واعمال بیان کئے جاویں اس عامل بالحدیث فرقے سے سوال ہے کہ تم کونسی حدیث پر عامل ہو، لغوی پر یا اصطلاحی پر ہو اگر لغوی حدیث پر عامل ہو تو چاہیے کہ ہر ناول کو قصہ خواں اہل حدیث ہو کہ وہ حدیث یعنی باتیں کرتا ہے ہر سچی جھوٹی بات پر عمل کرتا ہے اگر اصطلاحی حدیث پر عامل ہو تو پھر سوال یہ ہوگا کہ ہر حدیث پر عامل ہو یا بعض پر دوسری بات تو غلط ہے کیونکہ حضور ﷺ کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص ہی عامل ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سچ نجات دیتا ہے جھوٹ ہلاک کرتا ہے ہر مشرک وکافر اس کا قائل ہے وہ سب ہی اہل حدیث ہو گئے تم حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسلمانوں کو اہل حدیث کیوں نہیں مانتے یہ تو ہزار ہا حدیثوں پر عمل کرتے ہیں اگر اہل حدیث کے معنی ہیں حضور ﷺ کی ساری حدیثوں پر عمل کرنے والے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بعض حدیثیں منسوخ ہیں، بعض حدیثوں میں حضور ﷺ کے وہ خصوصی اعمال شریف بیان ہوئے جو حضور ﷺ کے لئے مباح یا فرض تھے ہمارے لئے حرام ہیں جیسے منبر پر نماز پڑھنا اونٹ پر طواف فرمانا۔ حضرت حسین سید الشہداء خاتم آل رضی اللہ عنہ کے لئے سجدہ دراز فرمانا۔ حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کندھے پر لے کر نماز پڑھنا نو بیویاں نکاح میں رکھنا، بغیر مہر نکاح ہونا ازواج میں عدل ومہر واجب نہ ہونا۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کلمہ یوں پڑھتے تھے لا اله الا الله وانی رسول الله اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، یہ حضرات اسی حدیث پر عمل کر کے اس طرح کلمہ کا ورد نہیں کر سکتے، غرضکہ حدیث میں حضور ﷺ کے ایسے اقوال واعمال بھی ذکر ہیں جو حضور ﷺ کے لئے کمال ہیں ہمارے لئے کفر۔

اسی طرح حضور ﷺ کے وہ افعال کریمہ جو نسیان یا اجتہادی خطاء سے سرزد ہوئے حدیث میں مذکور ہیں، عامل بالحدیث صاحبان کو چاہیے کہ ان پر بھی عمل کیا کریں۔ ہر حدیث پر جو عامل ہوئے بہر حال کوئی شخص ہر حدیث پر عمل نہیں کر سکتا جو اس معنی سے اپنے کو اہل

marfat.com
Marfat.com

حدیث یا عامل بالحدیث کہے وہ غلط کہتا ہے جھوٹ ہے جب نام ہی جھوٹ ہے تو اللہ کے فضل سے کام بھی سارے کھوٹے ہی ہوں گے، اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔

ترجمہ: لازم پکڑو میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ نہ فرمایا کہ میری حدیث کو لازم پکڑو کیونکہ ہر حدیث لائق عمل نہیں ہر سنت لائق عمل ہے حضور ﷺ کے وہ اعمال طیبہ جو منسوخ بھی نہ ہوئے ہوں، حضور ﷺ سے خاص بھی نہ ہوں خطاء نسیانا بھی سرزد نہ ہوں بلکہ امت کے لئے لائق عمل ہوں، انہیں سنت کہا جاتا ہے۔ لہذا ہمارا نام اہل سنت بالکل حق و درست ہے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ حضور ﷺ کی ہر سنت پر عامل ہیں مگر وہابیوں کا نام اہل حدیث بالکل غلط ہے۔ کہ ہر حدیث پر عمل ناممکن۔

اب حدیثوں کی یہ چھانٹ کہ کون سی حدیث منسوخ ہے کون سی حدیث حضور ﷺ کی خصائص میں سے ہے، کون سب کی اتباع کے لئے کون فعل شریف اقتداء کے لئے ہے کون نہیں، کس فرمان کا کیا منشاء ہے۔ کس حدیث سے کیا مسئلہ صراحتاً ثابت ہے اور کون مسئلہ ارشارتاً کون دلالتاً کون اقتضاء یہ سب کچھ امام مجتہد ہی بتا سکتے ہیں۔ ہم جیسے عوام وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسے قرآن پر عمل کرانا حدیث کا کام ہے ایسے ہی حدیث پر عمل کرانا امام مجتہد کا کام یوں سمجھو کو حدیث شریف رب تک پہنچنے کا راستہ ہے اور امام مجتہد اس راستہ کا نور جیسے بغیر روشنی راہ طے نہیں ہوتی بغیر امام و مجتہد حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل ناممکن ہے۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں۔

القرآن والحدیث یضلان الا بالمجتهد۔

ترجمہ: بغیر مجتہد قرآن وحدیث گمراہی کا باعث ہیں۔

رب تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے۔

یضل به کثیراً ویهدی به کثیراً۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ بہت کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶)

چکڑالوی اسی لئے گمراہ ہیں کہ وہ قرآن شریف بغیر حدیث کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے ہیں وہابی غیر مقلد اسی لئے راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں کہ یہ حدیث کو بغیر علم کی روشنی اور بغیر امام مجتہد کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں مقلدین اہل سنت کا انشاء اللہ بیڑا پار ہے کہ ان کے پاس کتاب اللہ بھی ہے سنت رسول اللہ بھی اور سراج امت امام مجتہد کا نور بھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حدیث بننا ناممکن اور جھوٹ ہے، اہل سنت بننا حق و درست ہے۔ اہل سنت وہ ہی ہو سکے گا جو کسی امام کا مقلد ہوگا۔ قیامت میں رب تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو اماموں کے ساتھ پکارے گا۔ رب فرماتا ہے۔

یوم ندعوا کل اناس بامامهم۔

ترجمہ: اس دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۱)

خیال رکھو کہ قرآن وسنت کا سمندر ہم مقلد بھی عبور کرتے ہیں اور غیر مقلد وہابی بھی لیکن ہم تقلید کے جہاز کے ذریعہ جس کے ناخدا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی ذمہ داری پر سفر کر رہے ہیں، غیر مقلد وہابی خود اپنی ذمہ داری پر اس سمندر میں چھلانگ

marfat.com

Marfat.com

لگا رہے ہیں۔ انشاء اللہ مقلدوں کا بیڑا پار ہے اور وہابیوں کا انجام غرقابی ہے۔

آخر میں ہم اہل حدیث حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اسلام کی پہلی عبادت نماز ہے، براہ مہربانی آپ احادیث صحیحہ کی روشنی میں بتادیں کہ فرض، واجب، سنت، مستحب، مکروہ تحریمی اور حرام میں کیا فرق ہے۔ اور نماز میں کتنے فرض ہیں۔ کتنے واجب، کتنی سنتیں، کتنے مستحبات کتنے مکروہ تنزیہی، کتنے مکروہ تحریمی اور کتنے حرام انشاء اللہ تا قیامت یہ تمام مسائل یہ حضرات حدیث سے نہیں بتاسکتے۔ حالانکہ دن رات ان مسائل سے واسطہ ہوتا ہے تو دوستوں ضد کیوں کرتے ہو، تقلید اختیار کرو۔ جس میں دینی و دنیا کی بھلائی ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب یکم رمضان سنہ ۱۳۷۶ھ اپریل سنہ ۱۹۵۷ء روز دوشنبہ کو شروع ہو کر ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۶ھ یکم جولائی سنہ ۱۹۵۷ھ بروز دوشنبہ یعنی دو ماہ دو دن میں اختتام کو پہنچی۔ رب تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ اسے قبول فرمائے۔ میرے لئے کفارہ سیات اور صدقہ جاریہ بنائے۔ مسلمانوں کے لئے اسے نافع بنائے جو کوئی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ بے کس گنہگار کے لئے حسن خاتمہ اور معافی سیات کی دعا کرے کہ اس ہی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے۔

ولی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد و آلہ واصحبہ اجمعین امین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

۲ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ یوم دوشنبہ مبارکہ یکم جولائی ۱۹۵۷ء

احمد یار خاں اشرفی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

اختتام حصہ دوم

حاشیہ......☆

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کتاب مبارک کی تخریج ۱۱ رجب المرجب ۳ جولائی ۲۰۰۹ بروز ہفتہ رات اختتام کو پہنچی۔

دعا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ یا اللہ! ہم تمام مسلمانوں کو مسلک اہل سنت و جماعت کے دامن سے وابستہ فرما۔ اور عقیدہ اہل سنت و جماعت پر ہی ہماری حیات و وفات ہو۔ اور ہر قسم کے فتنوں سے ہمیں محفوظ فرما۔

بحرمة الانبياء العظام و الاولياء الكرام امين يا رب العالمين و صلى الله تعالىٰ على سيدنا و محبوبنا و نبينا محمد و على اله و اصحابه و ازواجه و اتباعه الى يوم الدين۔

و الله تعالى و رسوله الاعلى اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

متعلم دار العلوم غوثیہ پرانی سبزی منڈی

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ پہاڑ گنج نارتھ ناظم آباد کراچی

marfat.com

Marfat.com

حنفیوں کے لئے خوشخبری

گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں
مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعات
نفل پڑھنا مستحب نہیں

از

سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ گردن کا مسح کرنا شرعاً کیسا ہے۔ ایک غیر مقلد مولوی صاحب کہتے ہیں کہ گردن کا مسح جائز نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع میں اس کو بدعت کہا ہے۔

جواب بعون الملک الوہاب

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم۔

گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں بلکہ مستحب ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده ثم ان رسول الله ﷺ توضا فمضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً ياخذ لكل واحدة ماء جديداً وغسل وجهه ثلاثاً فلما مسح راسه حتى بلغ بهما الى اسفل عنقه من قبل قفاه۔

(طبرانی کبیر ج ۱۹ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۴۰۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن مهدى عن المسعودى عن القاسم بن عبدالرحمن عن موسى بن طلحة قال من مسح قفاه مع راسه وقى الغل يوم القيامة قلت فيحتمل ان يقال هذا وان كان موقوفاً فله حكم الرفع لان هذا لا يقال من قبل الرأى فهو على هذا مرسل۔

ترجمہ:...... حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے گردن سمیت سر کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنانے سے بچ گیا۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ موقوف حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہے چونکہ ظاہر ہے کہ ایسی بات اپنی طرف سے تو نہیں کہی جاسکتی۔

(التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں مسح رقبتہ آپ ﷺ نے اپنی گردن مبارک کا مسح کیا۔

(کشف الاستار ج ۱ ص ۱۴۰)

غیر مقلدوں کے امام شوکانی لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

ان النبى ﷺ قال من توضا ومسح بيديه على عنقه وقى الغل يوم القيامة وقال ان شاء الله هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ:...... حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کا مسح کیا قیامت کے دن گردن میں زنجیر سے بچ گیا۔ اور ان شاء اللہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب مسح العنق ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کو بدعت کہنا غلط ہے اس لئے کہ جب احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت ہے تو پھر اس کو بدعت کہنا کہاں کا انصاف ہے۔ اور یہ بات خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اگرچہ وہ احادیث ضعیف ہیں مگر فضائل میں ضعیف حدیث مقبول ہوتی ہے اور یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ خود لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

امام یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

الهم قدیروون عنهم احادیث الترغیب والترهیب وفضائل الاعمال والقصص واحادیث الزهد ومکارم الاخلاق ونحو ذالك ممّا لا تتعلق بالحلال والحرام وسائرالاحکام وهذا الضرب من الحدیث یجوز عنداهل الحدیث وغیرهم التساهل فیه وروایة ماسوی الموضوع منه والعملبه لان اصول ذالك صحیحة مقررة فی الشرع معروفة عند اهله۔

ترجمہ:...... حضرات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال، قصہ جات، زہد اور مکارم اخلاق میں احادیث روایت کرتے ہیں لیکن حلال وحرام کے احکام سے تعلق رکھنے والی احادیث ایسے راویوں سے بالکل روایت نہیں کرتے۔ اس قسم کی احادیث ضعیف راویوں سے روایت کرنا اوران پر عمل کرنا محدثین کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ اصول شریعت میں صحیح ومقرر اور اہل شریعت کے ہاں معروف ہے۔

(شرح مسلم نووی ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقهآء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا۔

ترجمہ:...... محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال، ترغیب اور ترہیب کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ومستحب ہے جبکہ وہ حدیث موضوع نہ ہو۔

(الاذکار ص ۷ ناشر مکتبہ سیفیہ پشاور)

امام ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں۔

الذی اطبق علیه ائمتنا الفقهاء والاصولیون والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجة فی المناقب کما انه ثم باجماع من یعتدبه حجة فی فضائل الاعمال۔

ترجمہ:...... ہمارے ائمہ فقہاء اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و یجوز عند اهل الحدیث و غیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة و روایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به۔

ترجمہ:...... اور محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے۔

(تدریب الراوی ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ۔ الریاض)

معلوم ہوا کہ گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔ اور جو گردن کا مسح کرے گا اس کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

marfat.com

Marfat.com

مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعات نفل نماز پڑھنا مستحب نہیں

سوال: ...... علامہ صاحب ہمارا آپ سے سوال ہے کہ ریاض (سعودی عرب) سے ہمارے پاس چند غیر مقلدین مہمان تشریف لائے تھے انہوں نے ہم پر یہ اعتراض کیا کہ آپ لوگ مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے پہلے دو رکعت نفل کیوں نہیں پڑھتے ۔ یہ دو رکعت پڑھنا سنت ہے اور آپ لوگوں نے اس سنت کو ترک کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ دو رکعت سنت نہیں تو ان صاحب نے فرمایا کہ منع کی دلیل پیش کرو۔ علامہ صاحب اگر واقعی یہ دو رکعت نفل سنت نہیں تو اس کی کونسی دلیل ہے برائے مہربانی اصل کتاب حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔

سائل میاں گل سید سواتی ضلع سوات گاؤں فرحت آباد

جواب بعون الملک الوهاب

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم۔

اس مسئلہ میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد جماعت سے پہلے دو رکعت پڑھنا نہ سنت ہے نہ مستحب ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم يستحبهما ابوبكر و عمر و عثمان وعلي و آخرون من الصحابة ومالك واكثر الفقهآء۔

ترجمہ: ان دو رکعتوں (یعنی مغرب کی اذان کے بعد اور جماعت سے پہلے) کو نہیں مستحب جانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نہ کئی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ بھی اسی کو مستحب نہیں مانتے۔

(شرح مسلم للنووی ج ۶ ص ۱۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

عن منصور عن ابراهيم قال لم يصل ابوبكر و عمر ولا عثمان رضي الله عنهم قبل المغرب ركعتين۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس روایت کے شروح میں ہے کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر عمل کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب فقال ما رايت احدا على عهد رسول الله ﷺ يصليها۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا مغرب کی نماز سے قبل دو رکعتوں کے متعلق تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میں نے کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶ رقم الحدیث ۱۲۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۶ رقم الحدیث ۴۲۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

marfat.com

Marfat.com

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن قتادة عن سعيد بن المسيب قال ما رايت فقيها يصلي قبل المغرب الا سعد بن ابی وقاص۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو مغرب کی نماز سے قبل یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۵۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن قتادة قال قلت لسعيد بن المسيب ان اباسعيد الخدری كان يصلی الركعتين قبل المغرب فقال كان ينهٰى عنها ولم ادرك احداً من اصحاب رسول الله ﷺ يصليها غير سعد بن مالك رضی الله عنه۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو عرض کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مغرب سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں اس سے منع کر دیا گیا تھا اور میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی ایک ایسے صحابی کو بھی نہیں پایا جو یہ نماز پڑھتا ہو۔ سوائے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ بیروت)

بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

بين كل آذانين صلاة۔

ترجمہ: ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے۔ (بخاری)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک منسوخ ہے اس حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمائیں:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا علی بن محمد المصری ثنا الحسن بن غليب نا عبد الغفار بن داؤد نا حيان بن عبيدالله نا عبدالله بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ ان عند كل اذانين ركعتين ما خلا صلاة المغرب۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک ہر دو اذانوں کے مابین دو رکعتیں ہیں سوائے مغرب کی نماز کے۔

(سنن الدارقطنی باب الحث علی الرکوع بین الاذانین فی کل صلاۃ والرکعتین قبل المغرب والاختلاف فیہ ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (شرح مشکل الآثار للطحاوی ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ بیروت)

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ باب باندھا ہے حدیث آخر فی الرکعتین قبل المغرب کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ اس باب کے تحت وہ احادیث لائے جن میں ان دو رکعتوں کی رخصت ہے اس کے بعد باب باندھتے ہیں الخلاف فی ذلک کہ ان مذکورہ روایات کے خلاف جو روایت ہے۔ اس باب میں اپنی سند کے ساتھ یہی حدیث لائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(کتاب الناسخ والمنسوخ للامام ابن شاہین ص ۱۶۳۔۱۶۳ مطبوعہ بیروت لبنان)

معلوم ہوا کہ سنن الدارقطنی والی روایت ناسخ ہے اور رخصت والی روایت منسوخ ہیں۔ تو ناسخ پر عمل چاہیے نہ کہ منسوخ پر۔

والله تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

marfat.com
Marfat.com

حنفیوں کے لئے خوشخبری

امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے بڑے سے بڑا محدث اور فقیہ ان کی شان کو نہ پہنچ سکا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ غیر مقلدین ان سے دشمنی کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں یہ لوگ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سخت دشمن ہیں اور ہر وقت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں نقص و عیوب تلاش کرتے ہیں۔ پہلے انہوں نے کتاب الرد علی ابی حنیفہ ہندوستان سے چھپوائی اب انہوں نے پاکستان میں اس کو چھپوایا تا کہ لوگوں کے دلوں سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت کو ختم کر سکے۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ بہت بڑے محدث اور ثقہ امام ہیں لیکن انہوں نے جو مصنف میں جو کتاب الرد علی ابی حنیفہ لکھی ہے یہ ایک عجیب بات ہے اس لئے کہ مصنف احادیث وآثار صحابہ کا مجموعہ ہے لیکن اس میں انہوں نے پوری ایک کتاب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھ ماری اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ حضور ﷺ کا قول یہ ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے یعنی حضور ﷺ جو فرماتے ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ بالکل ان کے خلاف فرماتے ہیں بلکہ ان کے خلاف اپنی رائے اور قیاس پیش کرتے ہیں مگر یہ ان غیر مقلدوں اور امام ابن ابی شیبہ کا صرف نام کا دعویٰ ہے حقیقت کچھ اور ہے۔ اصل میں غیر مقلدین حدیث کے صرف ظاہری الفاظ کا علم رکھتے ہیں لیکن قربان جاؤ سراج الامہ رضی اللہ عنہ پر کہ وہ احادیث کے صرف ظاہری الفاظ کو نہیں بلکہ احادیث کے مغز کو جانتے ہیں ان غیر مقلدوں کو حدیث کا کیا علم دنیا میں سب سے بڑے حدیث اور فقہ میں اگر امام ہے تو وہ میرے امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اس کی ایک مثال اسی ابن ابی شیبہ کی کتاب الرد علی ابی حنیفہ میں دیکھیے۔ ابن ابی شیبہ نے ۱۲۴ مسائل امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف لکھے ہیں ان میں مسئلہ نمبر چار ۴ میں احادیث نقل کرتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی دشمنوں کے ملک میں قرآن شریف نہ لے جائے۔ مبادا کہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی ڈر نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے اس لئے یہ حدیث شروع اسلام کی ہے جب کفار کا زور تھا جب صحابہ ان کے ملکوں میں جاتے تو کفار ان مصحف کو جلا دیتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے منع فرمایا لیکن جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا اور ہر جگہ مسلمانوں کی طاقت ہوگئی تب یہ خوف نہ رہا اس لئے بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ساتھ کفار کے ملکوں میں مصحف کو لے جاتے تھے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

وقد سافر النبی ﷺ واصحابہ فی ارض العدو وھم یعلمون القرآن۔

یعنی حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کافروں کے ملک میں جاتے تھے اور وہ قرآن جانتے تھے۔ بعض روایت میں یعلمون القرآن بالتشدید آیا ہے یعنی صحابہ کرام ملک کفار میں سفر کرتے اور وہ قرآن پڑھاتے تھے۔ سب کو حفظ تو نہ تھا ممکن ہے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآن لکھا ہوا ہو اگر چہ بعض ہی ہو اور وہ اس صیغے سے پڑھاتے ہوں تو بخاری نے استدلال کیا ہے کہ جب لکھے ہوئے سے پڑھانا جائز ہے تو ظاہر ہے کہ اسے لے جانا بھی جائز ہے جب کہ لشکر مامون ہو۔

ابن ابی شیبہ نے بعض جگہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب صحیح نقل نہیں کیا اور غلط مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے مثلاً اسی مسئلہ میں دیکھئے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب نہیں جو ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ مطلقاً لا باس بہ نہیں فرماتے بلکہ وہ اس میں تفصیل کرتے ہیں کہ اگر لشکر چھوٹا ہو تو منع ہے کہ کوئی شخص قرآن شریف اپنے ہمراہ نہ لے اگر لشکر بڑا ہو جس میں کفار کے غلبہ کا ڈر نہ ہو تو قرآن شریف کے لے جانے میں کوئی ڈر نہیں۔ اس حدیث میں جو لفظ مخافۃ ان ینالہ العدو ہے یہ نہی کی علت ہے

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام نے ممانعت کی علت بھی بیان فرمادی کہ نہی اس خوف کے لیے ہے کہ قرآن شریف دشمنوں کے ہاتھ نہ آجائے کہ وہ اس کی توہین کریں تو لشکر عظیم ہو تو کوئی ڈر نہیں ہدایہ شریف میں ہے۔

لاباس باخراج النساء والمصاحف مع المسلمین اذا کان عسکرا عظیما یومن علیه لان الغالب هو السلامة والغالب کالمتحقق ویکره اخراج ذلك فی سریة لایومن علیها۔

درمختار میں ہے۔

ونهینا عن اخراج ما یجب تعظیمه و یحرم الاستخفاف به کمصحف و کتب فقه و حدیث وامراة و لو عجوز المداواة وهو الاصح۔ آگے فرمایا **الا فی جیش یومن علیه فلا کراهة۔**

حاصل ترجمہ ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ قرآن مجید ہمراہ لے کر کافروں کے ملک میں سفر کرنا منع ہے البتہ اگر لشکر بڑا ہو جس پر کفار کی طرف سے سلامتی دامن کا ظن غالب ہو تو کوئی ڈر نہیں۔

اور دوم یہ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں امام بخاری اور شافعیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فیه النهی عن المسافرة بالمصحف الی ارض الکفار للعلة المذکورة فی الحدیث وهی خوف ان ینالوه فینتهکو احرمة فان امنت هذه العلة بان یدخل فی جیش المسلمین الظاهرین علیهم فلا کراهة ولا منع عنه حینئذ لعدم العلة هذا هو الصحیح وبه قال ابو حنیفة والبخاری واخرون۔

کہ جو علت آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے اگر یہ نہ ہو یعنی مسلمانوں کا لشکر عظیم ہو جو کفار پر غالب ہوں تو کوئی ممانعت نہیں اور یہی صحیح ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام بخاری و دیگر محدثین اسی کے قائل ہیں اس قول سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ منفرد نہیں۔ بلکہ امام بخاری نووی شافعی و دیگر محدثین بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن ابن ابی شیبہ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو احادیث کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ موقف نہ ہو۔ دیکھا قارئین امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان و مقام کی ایک جھلک جو کوئی بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف دلائل پیش کرتا ہے خدا کی قدرت اسی دلائل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان و مقام ثابت ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ نہ مانے بلکہ ان کے خلاف اپنی رائے اور قیاس پیش کرے امام اعظم رضی اللہ عنہ تو ضعیف کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن حزم جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علی ان مذهبه ان ضعیف الحدیث اولیٰ عنده من القیاس۔

ترجمہ: ابن حزم فرماتے ہیں کہ تمام اصحاب امام ابی حنیفہ اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک قیاس و رائے سے اولیٰ ہے۔

(الخیرات الحسان ص ۲۷)

غیر مقلد نواب حسن خان لکھتے ہیں۔

وذکر ابن حزم الاجماع علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولیٰ عنده من الرائے و القیاس اذا لم یجد فی الباب غیره۔

ترجمہ: ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث ان کے

marfat.com
Marfat.com

نزدیک قیاس ورائے سے اولیٰ ہے جب کہ اس باب میں اس کے بغیر اور کچھ نہ مل سکے۔

(دلیل الطالب ص ۸۸۷)

بتائیے جو ضعیف حدیث کے سامنے قیاس کو نہیں مانتے تو کیا وہ صحیح احادیث کے خلاف اپنا قول پیش کرے گا؟

فقیر ناچیز حنفیوں کے غلام نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پیارے آقا ﷺ کی نظر عنایت سے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دعاؤں سے ابن ابی شیبہ کے تمام اعتراضات مفصل جوابات لکھے ہیں جو ایک ضخیم کتاب بن گئی ہے ان کے علاوہ اس کتاب میں غیر مقلدوں کے تمام اعتراضات اور جن علماء نے امام اعظم رضی اللہ عنہ پر جرح کی ہیں ان کے تمام اعتراضات کے مسکت جوابات لکھے ہیں ہر حنفی کو چاہئے کہ فقیر ناچیز کی تمام کتب کا مطالعہ فرمائیں اور اپنا ایمان اور مذہب ان ایمان اور مذہب کے لٹیروں سے بچائیں۔ اب یہاں پر ہم مختصراً اہل احادیث کے چند عقائد اور مسائل ذکر کرتے ہیں تمام مسائل کو ذکر کرنے کے لئے الگ ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اس لیے طوالت کے خوف سے مختصراً چند عقائد اور مسائل ذکر کرتے ہیں۔

(1) انگریز سے ''وہابی'' نام کے بجائے اہل حدیث کی منظوری

اکابر وہابیہ سے انہی کے مقتدا محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں سے ان کی خوشامد کر کے ان سے اعلان وفاداری کی بنا پر وہابیہ کا نام ''وہابی'' کے بجائے اہل حدیث منظور کروایا۔

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔

چنانچہ یہ دعویٰ ارسال رسل مولوی محمد حسین بٹالوی کا سر ہنری ڈیونیس لفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔ بجواب درخواست مذکور لفٹیننٹ گورنر صاحب موصوف نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا شکریہ خیر خواہی ادا کیا لیکن کسی مصلحت سے ایلچی کو روانہ کرنا پسند نہ کیا بعد اس کے فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق اس لفظ کا عامۃ موحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکاری اشتہار دیا جاوے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کئے جاویں چنانچہ لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃ نہ ہو اور خصوص جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہیں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہو۔

وہابیہ کے مقتدا عبدالمجید خادم سوہدروی لکھتے ہیں۔

(ترجمان وہابیہ ص ۶۲)

لفظ وہابی آپ (محمد حسین بٹالوی) ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو اہل حدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔

(سیرت ثنائی حاشیہ ص ۳۵۲)

(2) وہابیوں کے امام ابن قیم لکھتے ہیں۔

میرا عقیدہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ عرش اور کرسی کے اوپر موجود ہے اللہ نے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں۔

(قصیدہ نونیہ ص ۳۱)

غیر مقلدوں کے امام وحید الزماں لکھتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

وله (تعالى) وجه وعين ويد و كف وقبضة واصابع بمساحد وذراع و صدر وجنب وحقو وقدم ورجل وساق و كنف كما تليق بذاته المقدسة۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی ذات مقدس کے لائق بلا تشبیہ یہ اعضاء ثابت ہیں۔ چہرہ، آنکھ، ہاتھ، مٹھی، کلائی، درمیانی انگلی کے وسط سے کہنی تک کا حصہ، سینہ، پہلو، کوکھ، پاؤں، ٹانگ، پنڈلی، دونوں بازو۔

(ہدیۃ المہدی ص ۹)

(3) غیر مقلدوں کے نزدیک منی خون شراب پاک ہے۔

مولوی ابوالحسن لکھتے ہیں کہ مرد وعورت دونوں کی منی پاک ہے اور جب منی پاک ہے تو آیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

(فقہ محمدیہ ج ۱ ص ۴۱)

غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔

وحدیث ولوغ کلب نجاست تمامہ کلب از لحم وعظم ودم وشعر وعرق نیست بلکہ ایں حکم فقط مختص بولوغ اوست الحاق بقیاس ہر ولوغ سخت بعید است۔

(بدور الاہلۃ ص ۱۶)

مولوی نور الحسن بھوپالی لکھتے ہیں۔

پس دعوی نجس عین بودن سگ وخنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح وحیوان مردار نا تمام ست۔

پس کتے خنزیر شراب وخون بہنے والا اور مردہ جانور کے ناپاک ہونے کا دعوی درست نہیں۔

(عرف الجادی ص ۱۰)

(4) کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔

وكذالك ذبيحة الكافر ايضا حلال۔

(ہدیۃ المہدی ج ۳ ص ۷۸)

(5) کتے کا بول اور گوہ پاک ہے۔

وكذالك فى بول الكلب وخر ء ه و الحق انه لا دليل فى النجاسة۔

(نزل الابرار غیر مقلد وحید الزمان ج ۱ ص ۵۰)

(6) صحابہ میں فاسق بھی تھے۔

ومنه يعلم ان من الصحابة من هو فاسق كالوليد ومثله يقال فى حقه معاوية وعمرو مغيره وسمره۔

(نزل الابرار ج ۳ ص ۹۴)

(7) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسی باتیں اور ایسے کام ہوئے جن سے ان کی عدالت میں خلل آ گیا۔

فاما معاوية فليس قوله و فعله لحجة حيث صدرت منه اقوال و افعال تخلل بعدالت و عدالت عمرو بن العاص وزيره ومشيره۔

(ہدیۃ المہدی ج ۵ ص ۲۷)

(8) عورتوں کا جمع ہو کر اللہ اللہ کرنا بدعت ہے۔

(فتاوی ستاریہ ج ۱ ص ۶۶)

marfat.com
Marfat.com

(9) غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا انسانی شکل میں مدد کرنا شیطان کا مدد کرنا ہے۔

(کتاب الوسیلہ ص ۴۱ مکتبہ السلفیہ لاہور)

(10) نیز یہی ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

حضور ﷺ کی قبر انور سے جو آوازیں آئیں وہ شیطان کی چالیں تھیں۔

(کتاب الوسیلہ ص ۵۱ مکتبہ السلفیہ لاہور)

(11) حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نامرد تھے۔

(میون زم زم عنایت اللہ اثری گجراتی ص ۱۶)

(12) قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

حل جمیع حیوانات البحر حتی کلبه و خنزیره ولعبانه۔

سب دریائی جانور حلال ہیں یہاں تک کہ کتا خنزیر اور سانپ بھی حلال ہیں۔

(نیل الاوطار ج ا ص ۶۷ مطبوعہ لاہور)

ایسے بے شمار گندے عقائد ان وہابیوں کی کتب میں موجود ہیں جن کو ہمارے علماء نے اپنی اپنی کتب میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قارئین حضرات ان کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کرنے والوں کو صرف ان کے گھر کا مختصر نمونہ دکھلایا ہے اس لیے کہ فقہ حنفی کے خلاف جس طرح ان وہابیوں نے طوفان بدتمیزی برپا کیا ہوا ہے ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اپنے وہابی اکابر کے ان اقوال وفقہ کو پڑھو اور ڈوب مرو۔

☆..........☆

For More Books Click On
Ghulam Safdar Muhammadi
Saifi

marfat.com

Marfat.com

مصنف کی دیگر محققانہ کتب

(1) اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم (مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

(2) جمعہ کی اذان ثانی کا زبان سے جواب دینا شرعاً جائز ہے (مطبوعہ مکتبہ میاں گل جان کراچی)

(3) نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل ثبوت (مطبوعہ مکتبہ میاں گل جان کراچی)

(4) دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت (مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

(5) حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت (مطبوعہ ادارۂ تحقیق وتصنیف کراچی)

(6) بارہ ربیع الاول ولادت یا وفات (مطبوعہ ادارۂ تحقیق وتصنیف کراچی)

(7) الدعامۃ فی احکام سنۃ العمامۃ (یعنی عمامہ شریف کے فضائل اور شرعی حکم پر بڑی تحقیقی کتاب) (غیر مطبوعہ)

(8) دیدار الٰہی "بہترین تحقیق" (غیر مطبوعہ)

(9) مدلل فقہ حنفی اور احادیث وآثار صحابہ (حنفیوں کے لئے نایاب تحفہ) (مکمل ۱۰ جلدیں) (غیر مطبوعہ)

(10) شرح مسند امام اعظم (غیر مطبوعہ)

(11) کیا سیاہ خضاب ناجائز ہے؟ (سیاہ خضاب کے جواز پر بہترین تحقیق) (غیر مطبوعہ)

(12) ہدیۃ الرفیعۃ فی سماع الصوفیۃ (یعنی صوفیاء کرام کی قوالی مع مزامیر کے جواز پر بہترین ضخیم کتاب) (غیر مطبوعہ)

(13) امام اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات (غیر مطبوعہ)

(14) کتاب الطلاق (غیر مطبوعہ)

(15) چاروں سلاسل حق مگر قادریوں کی شان الگ (غیر مطبوعہ)

(16) چوری پر چوری (غیر مطبوعہ)

(17) مشرک وبدعتی کون؟ (غیر مطبوعہ)

(18) یارسول اللہ ﷺ مدد (غیر مطبوعہ)

(19) دعا بعد السنن (غیر مطبوعہ)

(20) سنی تفضیلی اہل سنت سے خارج ہے یا نہیں؟ (غیر مطبوعہ)

(21) فتاویٰ سعید اللہ خان قادری (غیر مطبوعہ)

(22) مسئلہ ایمان ابی طالب (غیر مطبوعہ)

marfat.com

Marfat.com

خوشخبری

مسلم شریف پر اہلسنت کا عربی زبان میں منظر عام پر آنے والا پہلا حاشیہ

الصحیح المسلم

الحاج للامام ابی زکریا یحیی بن شرف النواوی رحمۃ اللہ علیہ

مع

الحواشی الجلیلۃ فی تائید مذہب الحنفیۃ

للاستاذ المحقق

المفتی محمد نظام الدین الرضوی المصباحی حفظہ اللہ تعالی

مکمل عربی دو جلدیں

ناشر مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمۃ للبنات بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی

خوشخبری

صحیح البخاری

الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

مع

الحواشی النافعۃ

للمحدث الشہیر احمد علی السہارنفوری

و۔ تعلیقات قیمۃ

الامام احمد رضا القادری البریلوی رحمۃ اللہ علیہ

و۔ تعلیقات زاہرۃ

لفضیلۃ الشیخ الفقیہ اختر رضا خان الازہری البریلوی حفظہ اللہ تعالی

مکمل عربی دو جلدیں

مکتبہ غوثیہ کی کاوش سے منظر عام پر آچکی ہے

خوشخبری

تمام اہل علم کے لئے خوشخبری

حضرت للعلامۃ الشیخ احمد الطحطاوی

کی مشہور زمانہ تصنیف

حاشیۃ الطحطاوی

علی

مراقی الفلاح

مکمل عربی دو جلدیں

شائع ہوچکی ہیں

خوشخبری

حضرت احمد بن محمد الخلوتی الصاوی

کی مشہور شہرہ آفاق تفسیر

حاشیۃ العلامۃ الصاوی

علی

تفسیر جلالین

تین جلدوں میں شائع ہوچکی ہیں

marfat.com

Marfat.com

خوشخبری

اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، جین مت، بدھ مت، کنفیوشس ازم اور زرتشت ازم جیسے مشہور و معروف مذاہب پر مشہور و معروف محققین کے مقالات دعنوان۔ تقابل مذاہب، کا اردو ترجمہ مع اضافہ بنام۔۔۔۔

کتاب الموازنہ

تقابل ادیان

ترجمہ و ترتیب

مفتی محمد وسیم اکرم القادری

باہتمام محمد قاسم جلالی

ناشر مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی

خوشخبری

جنت، جنت کے اسماء، جنت کی نعمتیں، حوریں، غلمان، حسن و جمال، درختوں، نہروں محلات و قصور، زیورات و آرائش، عالیشان سواریاں، بازار جنت، دیدار الٰہی اور جنت میں دخول کا سبب بننے والے اعمال جیسے سینکڑوں موضوعات پر مشتمل اردو کی پہلی جامع ترین کتاب

بنام

جنت کے حسین مناظر

مصنفہ

فاضلہ ام شعباء

ترتیب و تخریج

ابن القادری علامہ فیضان محمد القادری

باہتمام محمد قاسم جلالی

بانی و چیئرمین ویلکم ویلفیئر ٹرسٹ، پبلشر و چیف ایڈیٹر ماہنامہ جب کراچی

ناشر مکتبہ غوثیہ

خوشخبری

مشہور و معروف محقق، عظیم محدث، مفکر و مفسر علامہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی

نایاب ورقت انگیز تحریر ذم الھویٰ کا بامحاورہ ترجمہ و تلخیص

بنام

عشق نفسانی کا عبرت ناک انجام

مصنف

شیخ الاسلام العالم الاوحد شیخ الاسلام

ابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی

ترجمہ

علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

ترتیب جدید و تلخیص ام شعباء فاضلہ مصباح اکرم

باہتمام محمد قاسم جلالی

ناشر مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی

خوشخبری

علامات قیامت، حضرت امام مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال کے تعارف، شکل و شباہت، قوت و طاقت، سواری کی کیفیت اور خروج و موت جیسے سینکڑوں عنوانات پر مشتمل مشہور و معروف سکالر عبدالمنان العیسو کی

مختصر مگر جامع ترین کتاب

"المسیح الدجال" کا بامحاورہ اردو ترجمہ

بنام!

فتنہ عظیم دجال

تصنیف

الدکتور عبدالمنان العیسو

ترجمہ علامہ محمد فیضان القادری

باہتمام محمد قاسم جلالی

ناشر مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی

marfat.com

Marfat.com

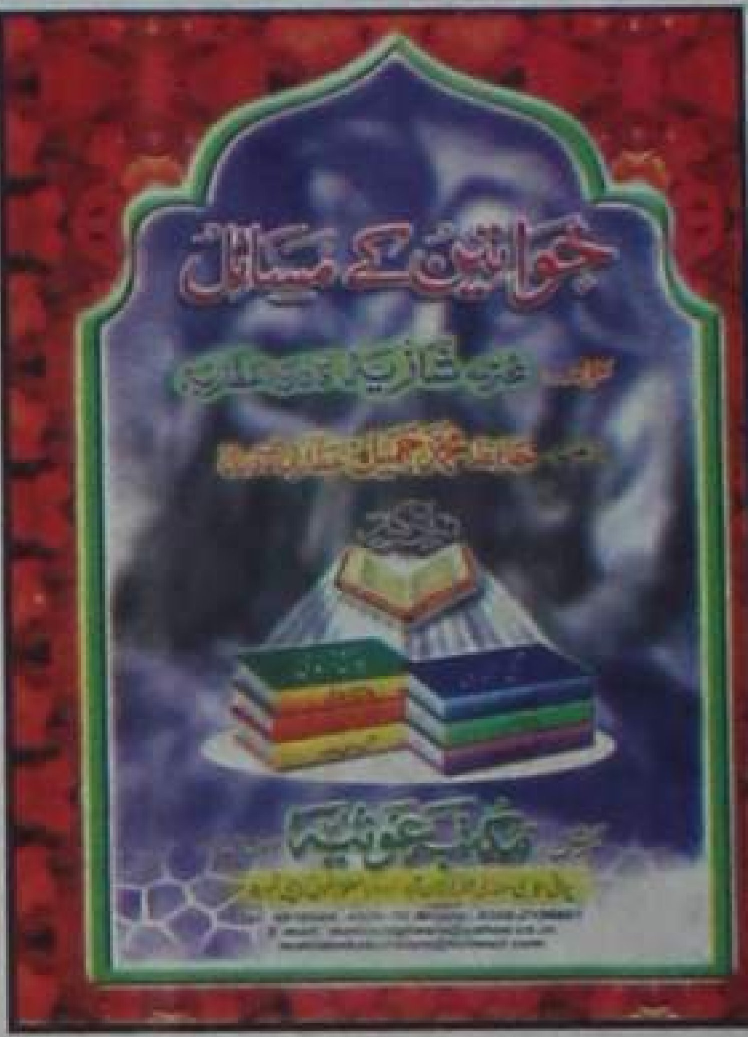

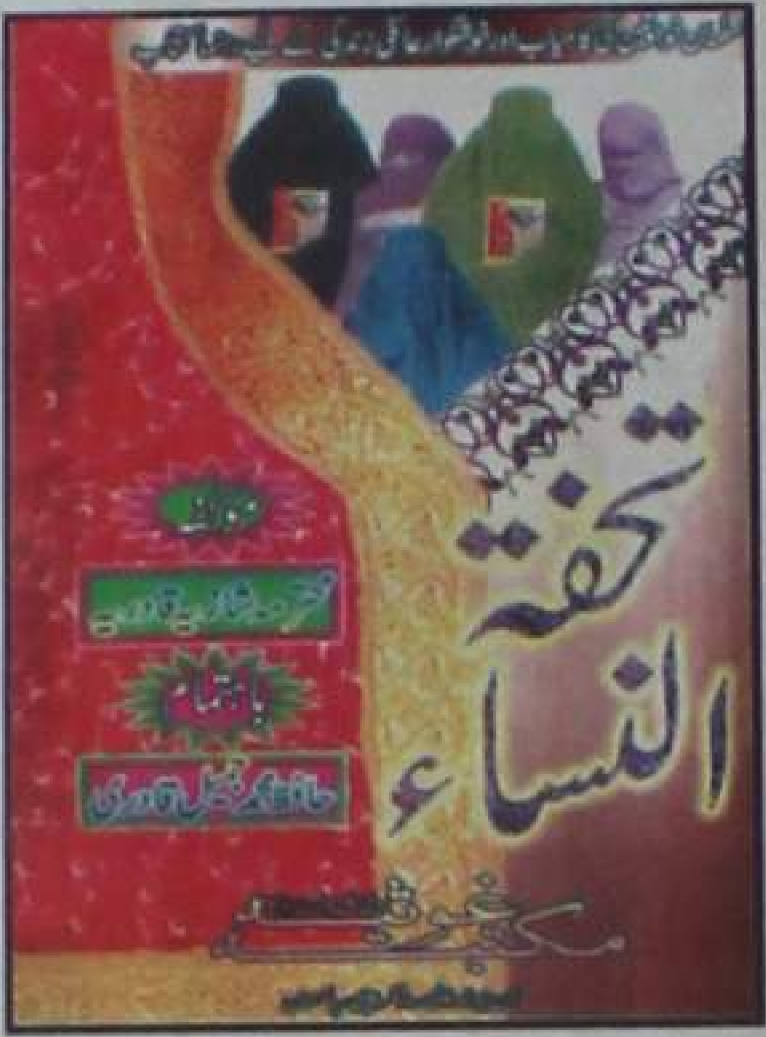

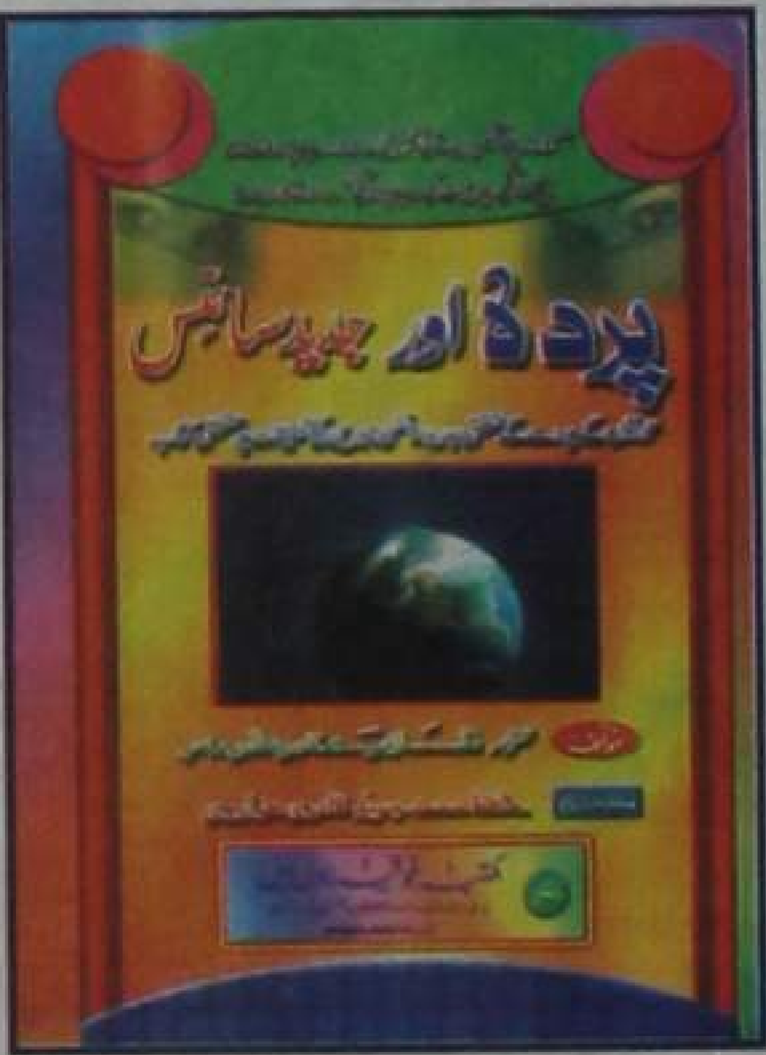

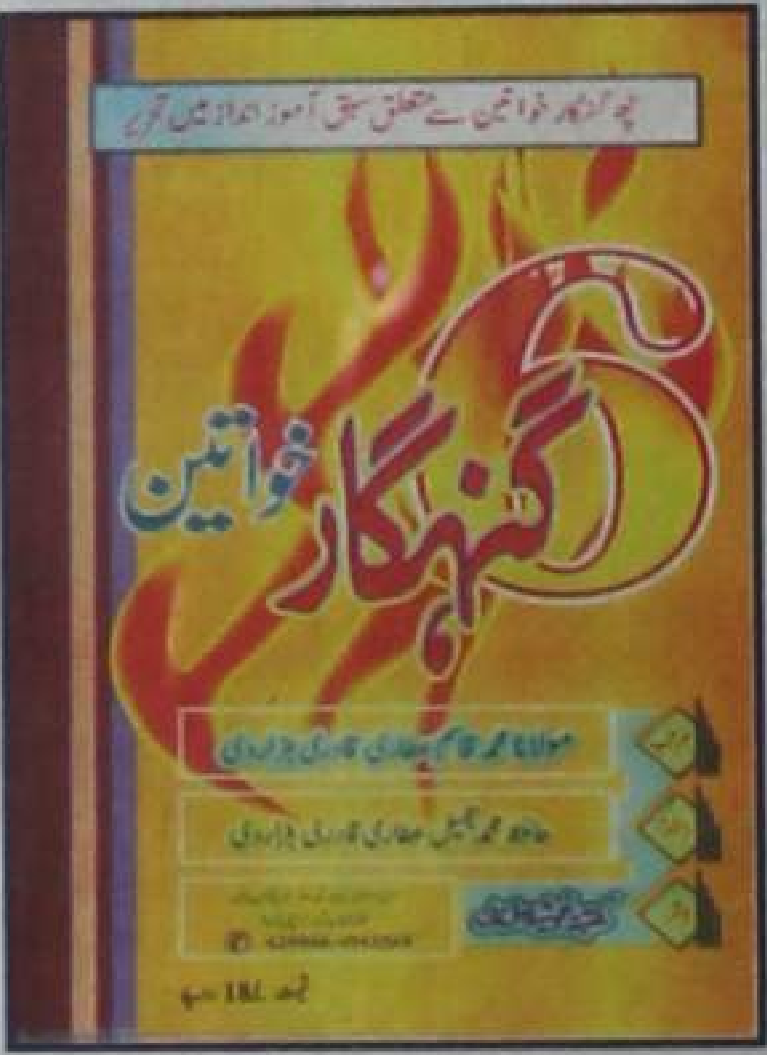

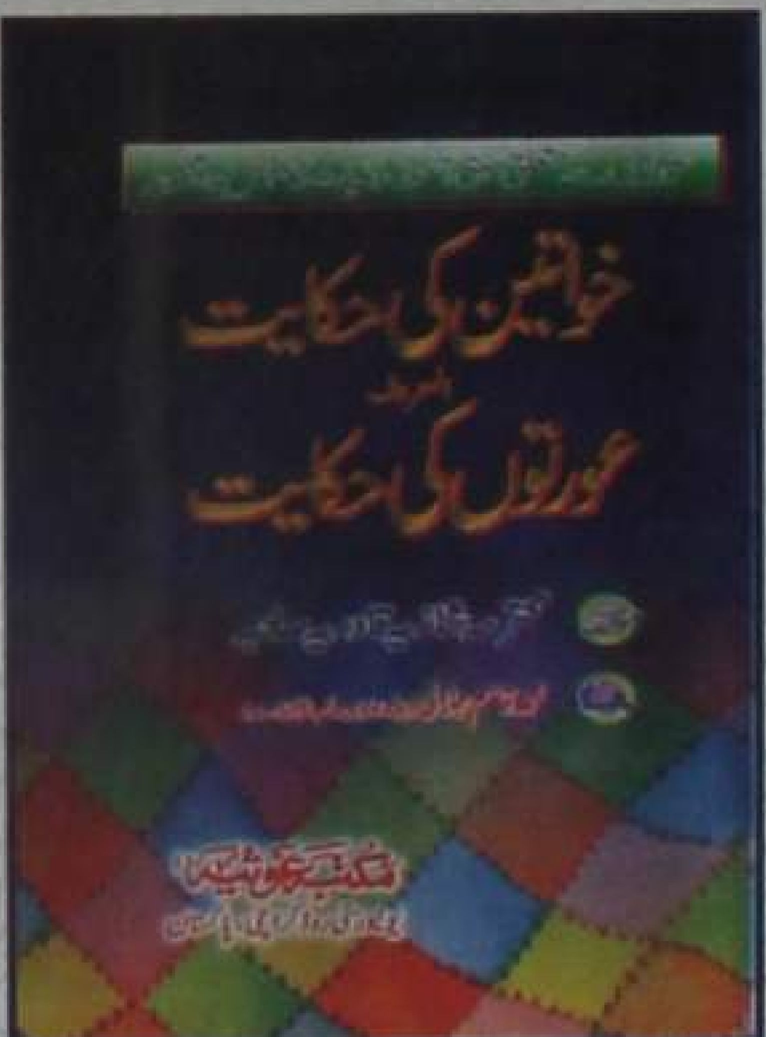

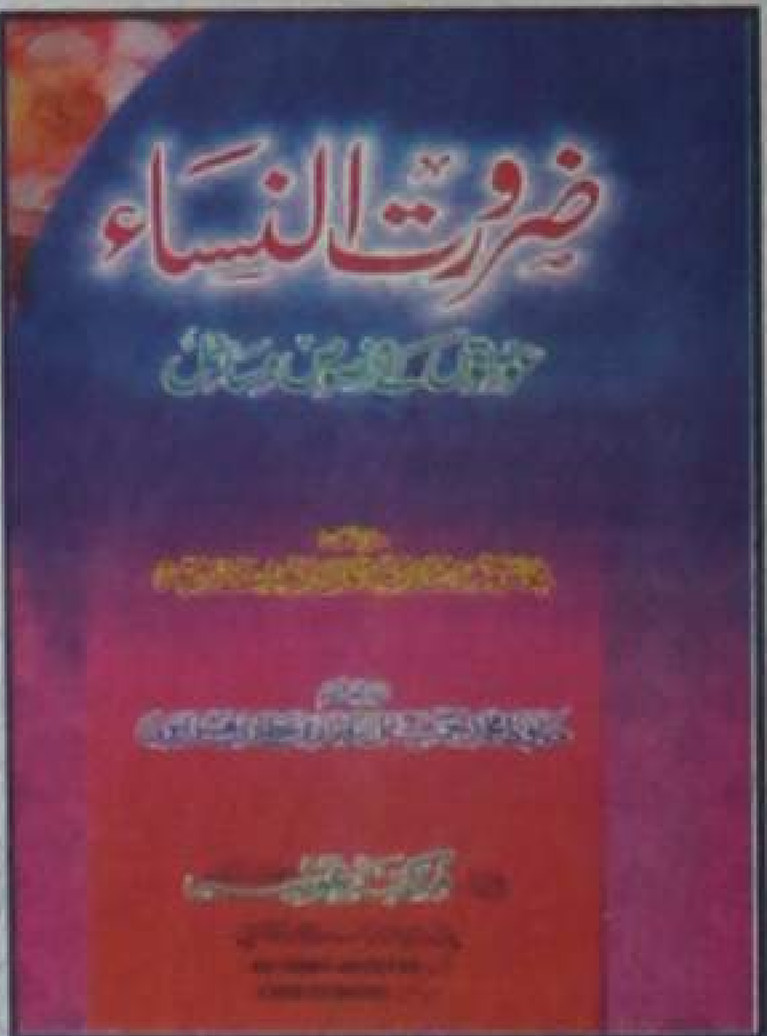

مکتبہ غوثیہ
یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری پارک، کراچی۔
فون نمبر: 34926110-34910584